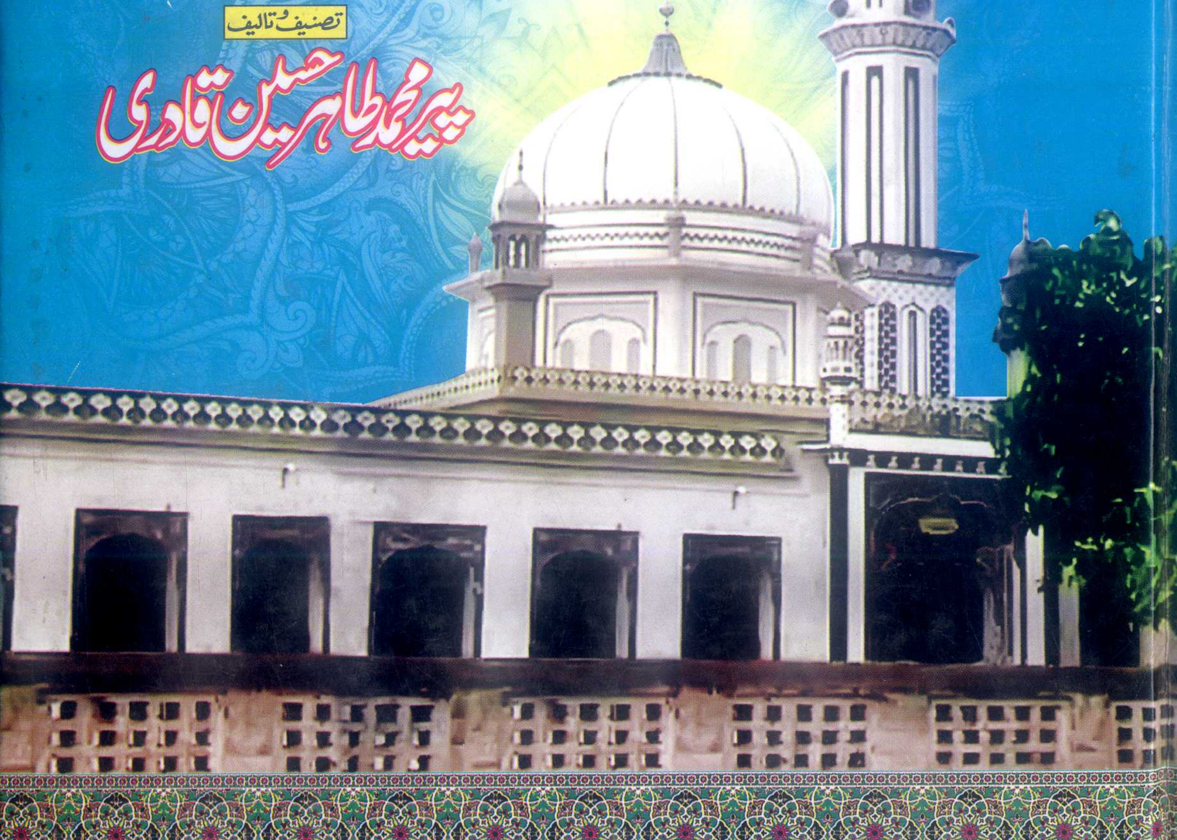
لمعاتِ قطب رحمۃ اللہ علیہ

سوانح حیات

حضرت پیر سید قطب علی شاہ بخاری قادری

تصنیف و تالیف

پیر محمد طاہر حسین قادری



یکے از مطبوعات خانقاہ منگانی شریف جھنگ

نام کتاب	لمعاتِ قطب
تصنیف وتالیف	پیر محمد طاہر حسین قادری
تاریخ اشاعت	18 جون 2016ء بموقعہ سترہواں عرس مبارک حضرت پیر سید اسرار حسین شاہ (سجادہ نشین ثانی دربار قطبیہ)
منتظم اشاعت	سید رفاقت علی شاہ کاظمی
کمپوزنگ	سعدیہ امتیاز
ٹائٹل ڈیزائننگ اینڈ سیٹنگ	نور الامین قادری، ساجد امتیاز قادری
تعداد	1100
ترسیل	عبد الوحید قادری
رابطہ برائے خط وکتابت	الکرم ہاؤس کوٹھی نمبر 27 لالہ زار کالونی نمبر 1 نزد ووکیشنل کالج فار بوئز سیٹلائٹ ٹاؤن جھنگ صدر
ناشر	کتابخانہ ابن کرم خانقاہ منگانی شریف ضلع جھنگ

طفیل پبلشرز

فسٹ فلور الفضل مارکیٹ 17 اُردو بازار لاہور

Ph: 042-37234474

المحتویات

انتساب

میں اس کتاب درویشی انصاب کو عارفِ اسرارِ سبحانی، عاشقِ قطبِ ربانی

شیرِ یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانیؒ

کے مبارک نام معنون کرتا ہوں اس یقینِ کامل اور بزرگانِ سلسلہ کی تائید کے ساتھ کہ جس طرح حضرت علی المرتضیٰؓ، بابِ علمِ نبوت ہیں، لاریب اسی طرح حضرت قطبِ عالمؒ کے فقروعرفان کے باب حضرت شیرِ یزدانیؒ ہیں۔ جس کسی کو بارگاہِ قطبِ عالمؒ سے نعمت ملی آپ کے ذریعہ سے عطا ہوئی اور تا قیامت لوگ آپ کے واسطہ سے ہی فیض یاب ہوتے رہیں گے۔

میرے پیر جیہا کوئی پیر ناہیں آہا پیر اوہ بے نظیر بیلی
جیڑے فیض قطباںؒ تھیں مجھ پائے سمجھے اوسدی کون تعبیر بیلی

(مکتوباتِ عشق، خط نمبر 24)

مصطلحات

حضرت سلطان ہاتھیوان	حضرت سید امان اللہ شاہ قادریؒ (حضرت قطب عالمؒ کے پردادا مرشد)
حضرت چراغ حق نما	حضرت سید چراغ علی شاہ قادریؒ (حضرت قطب عالمؒ کے پیرومرشد)
حضرت قطب عالم جناب قطب الاقطاب	(حضرت سید قطب علی شاہ بخاری قادریؒ)
حضرت شیر یزدانی سائیں شیرن پاک	(حضرت سید شیر محمد گیلانی قادری فتحپوریؒ) (حضرت قطب عالمؒ کے خلیفہ اعظم اور آپ کی اولاد کے پیرومرشد)
دربار قطبیہ دربار شریف	سندھیلیانوالی شریف
م	مُتوفّی
ھ	ہجری
ء	عیسوی
درویش	فقیر، طالب حق، پیر وطریقت معنوی لحاظ سے صوفی منش آدمی

مخدوم سید ابرار حسین شاہ

دربار عالیہ قطبیہ سندھیلیانوالی شریف

تاریخ 25-12-2015

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے جدِ امجد حضرت قطب عالم سید قطب علی شاہ بخاری قادری پیر محلوی قدس اللہ سرہ المعوی کی سوانح حیات بنام "لمعات قطب" محترم پیر محمد طاہر حسین قادری منگانوی نے جس محنت شاقہ، عرق ریزی اور تحقیق و تدوین سے تصنیف کی ہے، لائق صد تحسین و آفرین ہے۔

میں نے "لمعات قطب" کا بیشتر مقامات سے بنظر غائر مطالعہ کیا ہے اور اسے بالکل حقیقت پر مبنی پایا۔ مجھے غائت درجہ مسرت و شادمانی حاصل ہوئی۔

قبلہ والد صاحب حضرت سید اسرار حسین شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے زیر نگرانی جمع کیا گیا۔ تمام مستند مواد صاحبزادہ محمد انوار حسین قادری جلوآنوی نے محترم پیر صاحب کے حوالے کر کے سلسلہ شریف کی خدمت میں ایک اچھی روایت قائم کی ہے وابستگان قطب عالمؒ کے لیے یہ کام نہایت اہم تھا جو آج تک نہ ہو سکا وہ کام محترم پیر صاحب نے نہ صرف کر دکھایا بلکہ اس کا حق ادا کر دیا۔ میں بحیثیت سجادہ نشین دربارِ قطبیہ کتاب "لمعات قطبؒ" پہ مہر تصدیق ثبت کرتا ہوں کہ یہ نہایت مستند مواد اور علمی و تحقیقی معیار کے مطابق کتاب ہے اور اسے نادر الوجود قرار دیتا ہوں۔ امید واثق ہے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ قطبیہ کے متعلقین و متوسلین اور اربابِ حقیقت "لمعات قطبؒ" سے رہتی دنیا تک بہرہ ور ہوتے رہیں گے۔ آخر میں صاحبزادہ سید غلام صمدانی گیلانی قادری سجادہ نشین کھوہ پاک شریف (اوکاڑہ) کا ممنون ہوں جو اس کار عظیم میں ذاتی دلچسپی رکھتے ہوئے مجھے بھی آگاہ کرتے رہے۔

سید ابرار حسین شاہ بخاری قادری

سجادہ نشین دربارِ قطبیہ سندھیلیانوالی شریف

ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

مخدوم سید ابرار حسین شاہ

سجادہ نشین دربار عالیہ قطبیہ سندھیلیانوالی شریف

Darbar-e-Alia Qutbia
Sandilianwali

مخدوم زادہ سید قطب علی شاہ

دربار عالیہ سندھیلیانوالی شریف

تاریخ 24-10-2015

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب ''لمعات قطبؒ'' ہمارے جدِامجد حضرت قطب عالم سید قطب علی شاہ بخاری قادری نوراللہ مرقدہ، کی سوانح عمری ہے جسے بہت پہلے آجانا چاہیے تھا لیکن ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔الحمد اللہ علی ذالک۔

محترم پیر محمد طاہر حسین قادری منگانوی نے اسے نہایت جانفشانی، مستند مواد اور تمام تحقیقی اوزان کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرتب کیا ہے۔

صاحبزادہ محمد انوار حسین قادری جلوآنوی نے بھی مواد کی فراہمی میں معاونت کی ہے۔میں بطیب خاطر ''لمعات قطبؒ'' کی تصدیق وتوصیف کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ بطفیل رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور غوث اعظم جیلانی قدس اللہ سرہ النورانی ہمیں بزرگان دین، عرفائے کاملین، فقرائے کاملین، فقرائے عاشقین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فیوض وبرکات اور ان کے سّرِ حقیقت کے انورات وتجلیات سے مستفیض ہونیکی وافر توفیق رحمت فرمائے۔

دربار عالیہ قطبیہ
سندھیلیانوالی شریف اسٹیٹ
تحصیل کمالیہ، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

24/10/2015

خادم آستانہ عالیہ قطبیہ
مخدوم زادہ سید قطب علی شاہ
المعروف علی بابا

پیشگاہِ عقیدت

ابتداء می کنم بہ بسم اللہ
بعد ازاں لا الٰہ الا اللہ

سب تعریفیں اُس ذاتِ پاک وحدہٗ لاشریک کے لیے ہیں۔ جو **لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ** (الشوریٰ:۱۱) بے مثل بے مثال ہے۔ **لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ** (الانعام:۱۰۳) اوراک سے باہر ہے کوئی آنکھ اُس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ **اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ** (العمران:۵۹) جس نے ایک لفظِ کُن سے کارخانۂ عالم کو وجود بخشا۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے تخلیقِ کائنات کے بعد اپنے بندوں کی ہدایت وراہنمائی کے لیے انبیاء ومُرسلین کو مبعوث فرمایا تاکہ اس کی توحید کا پرچار کیا جائے جو احد وصمد اور **لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ** ہے۔ وہی ہمارا خالق ہے، رازق ہے، مالک ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

ہزاروں درود وسلام اُس کے حبیبِ لبیب، سید الاولین والآخرین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی ذاتِ بابرکات پر جو باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں۔ **لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ لَوْ لَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْکَوْنَیْنِ لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ رُبُوْبِیَّتِیْ.** یعنی اے محبوب! اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو نہ آسمان بناتا نہ ہی دونوں جہان بناتا بلکہ اپنے رب ہونے کا اظہار بھی نہ کرتا۔ حضور علیہ السلام نہ صرف ذاتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے مظہرِ اتم ہیں۔ بلکہ کمالاتِ الٰہیہ کا ایسا آئینہ ہیں۔ جس کی مثال ہی دو جہان میں نہیں بنائی گئی۔ عارفِ جامیؒ کیا خوب فرماتے ہیں۔

نسخۂ کونین را دیباچہ اوست
جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست

(آپ ﷺ کتابِ دو جہاں کا دیباچہ ہیں۔ آقا صرف آپ ہیں اور ساری دنیا آپ ﷺ کے غلام کا درجہ رکھتی ہے)

حضور خاتم رسالت ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی تعلیماتِ ظاہری اور فیوضاتِ باطنی کی بدولت ہر دور میں امت کی راہنمائی کے لیے جامع شریعت وطریقت اشخاص پیدا ہوتے رہے۔ جنہوں نے اسلام کی خدمت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ اور رشد وہدایت کا یہ سلسلۂ نور قیامت تک جاری وساری رہے گا۔

تاریخ اسلام میں ان عباد الرحمٰن کا کردار ہمیشہ روزِ روشن کی طرح عیاں رہا ہے۔ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے بعد یہی قدسی صفات حضرات سفینۂ اُمت کے ناخدا ٹھہرے۔ ان کا طریقہ حق وہدایت کا راستہ تھا۔ یہ اپنے زیرِ اثر افراد کے دلوں سے حبِ دنیا اور حُبِ اقتدار کے منفی تصورات مٹا کر ان کی جگہ فضائلِ اخلاق کی آبیاری کرتے رہے۔ اور معاشرے کے مختلف طبقات میں ہم آہنگی پیدا کرنے کا ذریعہ بنے۔ آج بھی اصحابِ طریقت میں جو بیعت کے الفاظ مروّج ہیں یہ درحقیقت شریعت کے معروف پر عمل کرنے اور منکر سے بچنے کے عہد کی تجدید سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔

معروف ماہر عمرانیات اور مورخ علامہ ابنِ خلدونؒ کا کہنا ہے۔ جب دوسری صدی ہجری میں دنیاوی مفادات کا جذبہ غالب آنے لگا اور ذاتی مفادات کی سوچ پروان چڑھنے لگی تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس کی محبت و خشیت کو تمام امور پر ترجیح دینے والے افراد صوفیاء کے نام سے معروف ہوئے۔

یورپ کے مستشرقین جب مسلم تاریخ کا تجزیہ کرتے ہیں تو انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا سیاسی زوال کبھی ان کے دینی نظام کو تباہ نہ کر سکا۔ بلکہ بقول پروفیسر ہٹی (Hitti) اکثر ایسا ہوا کہ سیاسی اسلام کے تاریک ترین لمحات میں مذہب اسلام نے بعض نہایت شاندار کامیابیاں حاصل کیں۔ پروفیسر گب (Gibb) نے ایک مرتبہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں لیکچر دیتے ہوئے کہا تھا کہ تاریخِ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا۔ لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہوسکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیا کا اندازِ فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا۔ اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔

تاتاریوں کے قبولِ اسلام کا واقعہ بڑا مشہور ہے کہ سلسلۂ قادریہ کے ایک خراسانی بزرگ اشارۂ غیبی سے ہلاکو خان کے بیٹے تگودار خان کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اپنی مؤثر تبلیغی سرگرمیوں سے اس کا دل اسلام کے نور سے منور فرما دیا۔ تگودار خان نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا نام "احمد" رکھا۔ تاریخ میں اس کا یہی نام (1281ء تا 1284ء) تحریر ہے۔ مؤرخین نے اس واقعہ کو قدرت کا ایک عجیب کرشمہ قرار دیا ہے کہ باپ یعنی ہلاکو خان تو اسلام اور عرب تہذیب کو تباہ کرے جبکہ بیٹا تگودار خان (احمد) اسی تہذیب اور اسلام کے تحفظ کے لیے اپنی جان قربان کردے۔ یہی واقعہ پیشِ نظر رکھتے ہوئے اقبالؒ نے فرمایا تھا۔

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

برصغیر پاک و ہند میں جب صدیوں پر محیط اسلامی سلطنت آخری ہچکی لے رہی تھی۔ تو پیر محل شریف ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے معروف بخاری سادات میں ایک نابغۂ روزگار شخصیت نے جنم لیا۔ جنہیں آج زمانہ "حضرت قطبِ عالم پیر سید قطب علی شاہ بخاری قادریؒ" کے نام سے جانتا ہے۔

آپ نے مجاہدہ، مشاہدہ اور علم و عرفان میں نہایت بلند مقام حاصل کیا۔ آپ محض وراثتی سجادہ نشین نہ تھے۔ بلکہ تزکیہ و احسان کی راہ کے خود بھی شہسوار تھے۔ اپنے جدِ امجد مخدوم جہاں حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشتؒ کے مظہرِ کامل اور اپنے سلسلہ طریقت قادریہ کے سالارِ اعظم محبوبِ سبحانی، پیرانِ پیر دستگیر حضور سیدنا غوث الاعظمؒ کے روحانی جانشین تھے۔ آپ کی جامع الصفات اور کثیر الجہات شخصیت کے بارے اس حقیقت میں کوئی مضائقہ اور مبالغہ نہیں ہے۔ کہ

بَس رہا ہے میری آنکھوں میں وہی جانِ بہار
جس کا ہمرنگ کوئی پھول گلستاں میں نہیں

حضور قطبِ عالمؒ اپنے عہد مبارک میں ایک عظیم روحانی مقتدا کی صورت میں نمایاں رہے جو شریعت و طریقت

کرتی ہیں۔ اور آج بھی سالکانِ طریقت کے لیے شریعت کے متوازن راستہ کی نشاندہی کرتی ہیں۔ آپ کا فیض چار دانگِ عالم میں پھیلا۔ خلفاء ومتوسلین اور مسترشدین سے پنجاب اور اس کے قرب وجوار کے علاقے بطورِ خاص مستفید ہوئے۔ درجنوں خانقاہیں آپ کی نسبت سے وجود میں آئیں اور ہزاروں بھولے بھٹکے لوگ صراطِ مستقیم پر کامزن ہوئے۔ حضور قطبِ عالمؒ کی حیات وخدمات کا خلاصہ اگر ہم چار چیزوں میں کرنا چاہیں تو وہ اس طرح ہے۔

اوّل: پنجاب کے طول وعرض اور قرب وجوار کے علاقوں میں سلسلہ قادریہ کی ترویج واشاعت۔

دوم: یہاں کے مسلمانوں میں جنم لینے والے فرقوں کے خلاف عملی اور قلمی کوششیں۔

سوم: اپنے پسماندہ علاقے میں رہنے والی مظلوم عوام کی دادرسی اور اخلاقی ومادی مدد فرمانا۔

چہارم: معارفِ تصوف (تصانیف، منظوم کلام اور ملفوظات کی صورت میں) بیان کرنا۔

آپ کی علمی وروحانی خدمات کو متعارف کرانے کی پچھلے کئی عشروں سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ تاکہ برصغیر کے مسلم صوفیا کی روحانی وسماجی خدمات سے متعلق معاشرہ میں آگہی پیدا ہو۔ تادمِ تحریر حضور قطب عالمؒ کو وصال فرمائے عرصہ چھیاسی (86) سال ہونے والے ہیں۔ مگر اس طویل عرصہ میں آپ کی حیات وخدمات کے حوالے سے کوئی بھی کتاب منظرِ عام پر نہ آسکی۔

راقم الحروف کو بچپن سے ہی اپنے اسلاف اور مشائخ کے حالات و واقعات سے ہمیشہ دلچسپی رہی ہے۔ دربار شریف پر رہنے والے بزرگ درویشوں اور معتبر برادرانِ طریقت سے اکابرین کے بارے جونئی معلومات سنتا اسے بطورِ یادداشت لکھ لیتا۔ یہ خیال بھی پیشِ نظر رہتا کہ بزرگانِ سلسلہ کے حالات پر ان شاء اللہ العزیز ایک کتاب لکھوں گا۔ اور یہ تحقیقی سفر پچھلے دوعشروں سے مسلسل چلتا رہا۔ اس دوران میں نے نہ صرف مشائخ سلسلہ بلکہ وابستگانِ سلسلہ کی بھی بیشتر کتابیں اکٹھی کرلیں۔ میری ذاتی لائبریری ''کتابخانہ ابنِ کرمؒ'' میں اس وقت 8000 سے زائد کتب اکٹھی ہو چکی ہیں۔ جن میں ایک کثیر تعداد حضرات قادریہ اور وابستگانِ قادریہ سے متعلق ہے۔ بزرگانِ سلسلہ کی روحانی توجہات سے اس قدر مواد کی فراوانی ہوئی کہ منظومات، مکتوبات اور ملفوظات پر متعدد کتب کے علاوہ میں نے اپنے چھ بزرگوں پر علاحدہ علاحدہ کتابیں تصنیف کرلیں۔ جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

1۔ حضرت سلطان ہاتھیوانؒ پر (مآثر سلطانی) 2۔ حضرت قطبِ عالم پیر محلویؒ پر (لمعاتِ قطب)
3۔ حضرت شیرِ یزدانی فتحپوریؒ پر (تذکارِ شیرِ یزدانی) 4۔ حضرت اقدس دہڑویؒ پر (تذکرہ شاہ سردار)
5۔ جدِ بزرگوار حضرت حافظ پاکؒ پر (حافظ الکرم) 6۔ اور اپنے پدرو مرشد حضرت قبلہ عالم منگانویؒ پر (لمحاتِ کرم)۔ **ذالک فضل الله یوتیه من یشاء۔**

سرِ دست میں ''لمعاتِ قطب'' کی تالیف وتدوین کے بارے اپنی معروضات پیش کرتا ہوں کہ اس کتاب کو دو مرتبہ کتابی صورت میں قلمبند کیا گیا ہے۔

اول:۔ جون 2011ء میں پاکستان سے واپس برطانیہ آیا تو حضور قطبِ عالمؒ سے متعلق جو مواد میں نے جمع کیا ہوا تھا۔ اور اپنی یادداشتوں کا تمام ریکارڈ اکٹھا کر کے ساتھ لے آیا۔ یہاں 29 جون 2011ء کو انہیں موضوعات کی مناسبت سے کتابی صورت میں ترتیب دینے کا آغاز کیا۔ دن رات اسی کام میں لگا رہا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نمازِ عشاء پڑھ کر لکھنے بیٹھا تو فجر کی نماز پڑھ کر سویا۔ یہ سلسلہ نہ صرف عالمِ بیداری میں مجھ پر غالب رہا بلکہ خواب میں بھی اسی جستجو اور

کام میں خود کو مشغول پاتا۔ یوں 26 روز میں یہ کتاب 24 جولائی کو مکمل ہوئی۔

دوم: جولائی 2012ء کو جناب پیر محمد انوار حسین جلوآنوی نے بدست پیر سید رفاقت علی شاہ صاحب اپنے پاس جمع شدہ مشائخ سلسلہ کا ریکارڈ جو انہوں نے حضرت پیر سید اسرار حسین شاہ بخاریؒ سجادہ نشین دربارِ قطبیہ کی معیت میں ایک عرصہ قبل اکٹھا کر رکھا تھا۔ مجھے مرحمت فرمایا۔ جس میں تین چیزیں نہایت اہم تھیں۔ جو اس کتاب کو مستند اور تاریخی دستاویز بنانے میں مددگار ثابت ہوئیں۔

1۔ ''شمائلِ قطبیہؒ'' کے نام سے ان کے والدِ ماجد حضرت پیر غلام محمد جلوآنویؒ کا ایک قلمی رسالہ

2۔ میاں نواز ولد میاں غلام فرید چھن کی یادداشتوں کا ایک مسودہ جس کا نام انہوں نے ''حیاتِ قطبیہؒ'' رکھا تھا۔ اس میں بعض دُرویشانِ قطبِ عالمؒ کے چشم دید اور دیگر معتبر ذرائع سے معلوم کردہ واقعات قلمبند کیے گئے تھے۔

3۔ دس آڈیو کیسٹ پر مشتمل، ایک سو چار (104) دُرویشان قطبِ عالمؒ کے انٹرویو جنہیں حضرت پیر سید اسرار حسین شاہ بخاریؒ نے جنوری 1978ء کو اپنی موجودگی میں ریکارڈ کروایا تھا۔ یہ کیسٹیں بڑی اہم ماخذ ہیں۔ میاں نواز چھن نے جن درویشوں کے بیان کردہ واقعات اپنے مسودہ میں تحریر کیے تھے۔ اُن میں سے اکثر کے آڈیو کیسٹ میں انٹرویو موجود ہیں۔ بلکہ مسودہ میں ان سے جو باتیں رہ گئیں وہ بھی ان کیسٹوں میں ریکارڈ ہیں۔ الغرض اسقدر معتبر اور مستند مواد کے حصول پر اوّل کیسٹوں کو مرتب کرنے کا پروگرام بنایا تا کہ لکھتے وقت بار بار کیسٹیں نہ سُننی پڑیں۔

16 اگست 2012ء کو یہ انٹرویو لکھنے کا آغاز ہوا۔ اور صرف پندرہ (15) دن میں ''جہانِ قطب'' کے نام سے ایک کتاب مرتب ہوگئی۔ لہذا جو کچھ مواد بعد میں میسر آیا تھا۔ انہیں کتاب میں شامل کرنے کے لیے از سرِ نو ''لمعاتِ قطب'' کو لکھنا شروع کیا اور خداوندِ کریم کا برکت والا نام لے کر 21 ستمبر 2012ء کو اس کارِ خیر میں مشغول ہوا۔ پہلے دس باب ایک مہینہ، چار دن کی جہدِ مسلسل سے 25 اکتوبر 2012ء کو اختتام پذیر ہوئے۔ پھر منگانی شریف عرس کے سلسلہ میں واپس پاکستان آ گیا۔ بعد ازاں یارانِ طریقت کے سالانہ تبلیغی پروگرام اس کام میں حائل ہو گئے اور کتاب مکمل کرنے میں ساڑھے چار مہینے کا وقفہ پڑ گیا۔ لیکن اس دوران بھی مزید مواد جمع کرتا رہا۔

فروری 2013ء کو واپس برطانیہ آیا تو بقیہ چار باب لکھنے کے لیے 15 مارچ 2013ء کو دوبارہ اس کام میں مشغول ہو گیا اور ایک مہینہ تین دن میں 18 اپریل 2013ء کو یہ کتاب تکمیل پذیر ہوئی۔ تلاش و جستجو کا دورانیہ تو کئی سالوں پر محیط ہے۔ البتہ دو مرتبہ کی تالیف و ترتیب و تدوین میں ٹوٹل تین مہینے اور تین دن صرف ہوئے۔ مذکورہ بالا ریکارڈ و مسودات کے علاوہ میں۔ نے حضور کی تصانیف، ملفوظات اور وابستگانِ سلسلہ کی ہر وہ کتاب جس میں حضور کا کوئی واقعہ یا ایک فرمان بھی درج ہے اسے دیکھا ہے۔ حضور کے آباؤ اجداد کے بارے مستند کتابوں سے مدد لی گئی۔ جن کا ذکر ہر موقع پر پہلے ہی کر دیا گیا ہے۔ میں نے ہر واقعہ کے ساتھ اس کے راوی کا بھی ذکر کیا ہے اگر کہیں رہ گیا ہو تو کسی واقعہ سے متعلق جو شخص اپنی تشفی چاہتا ہے مجھ سے رابطہ کر لے، میں اُسے ماخذ دکھا سکتا ہوں کیونکہ حضرت پیر سید اسرار حسین شاہؒ کے جمع کردہ تمام ریکارڈ کی عکسی نقول میرے پاس محفوظ ہیں میں نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ ہر واقعہ اور کرامت کو من و عن لکھا جائے تا کہ مبالغے کا شائبہ نہ ہو۔ حالات و واقعات کی ترتیب میں زمانی حساب کا پہلو بھی پیشِ نظر رکھا ہے۔ حضور کی اولادِ امجاد، خلفائے کرام اور متوسلین و معاصرین کا تذکرہ

فقط اس حد تک کیا گیا ہے جو اس کتاب کی تکمیل کے لیے ضروری تھا۔ اگر ہر ایک کے تفصیلی حالات قلمبند کیے جاتے تو مزید کئی دفتر درکار ہوتے۔

حضور قطبِ عالمؒ کو دیکھنے والے اب موجود نہیں رہے۔ اس لیے آپ سے متعلق تمام دستیاب مواد اسی کتاب میں جمع کر دیا ہے تاکہ محفوظ ہو جائے۔ لیکن یہ اَمر بھی ذہن نشین رہے۔ واقعات بیان کرنے والے بیشتر لوگ عالم، فاضل نہیں تھے، حضور سے عقیدت و محبت رکھنے والے درویش، جنہوں نے سالہا سال حضور کی مبارک یادیں اپنے قلوب و اذہان میں محفوظ رکھیں۔ بعض دفعہ بات سمجھنے یا بیان کرنے میں بھی سُقم رہ جاتا ہے۔ لہذا کوئی ایسا جُملہ جو تعلیماتِ اسلام کے مُنافی ہو، میری قارئین سے گذارش ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ ہمارے مشائخ کرام نے شریعت پر عمل پیرا ہونے کی ہمیشہ تاکید فرمائی ہے۔ حضرت قطب عالمؒ نے یہاں تک فرمادیا۔

شریعت میں ہو پہلے محکم پسر
تا ہو۔ طریقت کی تجھ کو خبر

میں ایک چشم دید واقعہ بھی عرض کرتا ہوں۔ غالباً جنوری 2004ء کی بات ہے ایک مرتبہ موجودہ سجادہ نشین حضرت پیر سید ابرار حسین شاہ بخاری دام لطفہٗ نے دربارِ قطبیہ پر خطیب کے سلسلہ میں مشاورت کیلئے حضرت اخی قبلہ پیر محمد مظہر حسین صاحب اور راقم الحروف کو طلب فرمایا۔ ہم انکی خدمت میں حاضر تھے کہ وہاں ایک شخص نے درباری (روضہ انور کی خدمت پر مامور شخص) کے بارے کوئی بات عرض کی جو خلافِ شرع تھی حضرت سجادہ نشین صاحب نے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ اسکی جہالت ہے ورنہ میں تو کہتا ہوں ''کوئی ایسی بات جو تعلیماتِ اسلام کے برعکس ہو اگرچہ ہمارے جدامجد حضرت قطب عالمؒ جیسے عارف کامل اور عالم بے بدل کی تصانیف میں بھی نظر آئے تو ہم قرآن وسنت کی ہی رجوع کریں گے''

کب لباسِ دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر
جامہء فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا

الحمد للہ علیٰ ذالک، ایک طویل عرصہ کی سعیٔ پیہم کے بعد ''لمعاتِ قطب'' کے نام سے حضور قطب عالمؒ کی سوانح حیات منظرِ عام پر آ رہی ہے جسے بہت پہلے آجانا چاہیے تھا۔ مگر قضاء وقدر میں ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ لاکھ کوشش کی جائے نہ کوئی کام وقت سے پہلے ہو سکتا ہے اور نہ مقررہ وقت سے ٹل سکتا ہے۔ البتہ میرے لیے یہ اعزاز کی بات ہے کہ اس خدمت گزاری کا موقع نصیب ہوا۔ جسے مین حضور قطب عالمؒ کی خصوصی ذرہ نوازی سمجھتا ہوں ورنہ من آنم کہ من دانم۔

تحدیثِ نعمت کے طور پر اپنا ایک خواب عرض کرتا ہوں جو چند سال پیشتر میں نے کچھ اس طرح دیکھا تھا کہ حضور قطب عالمؒ کی خدمت میں سندھیلیانوالی شریف حاضر ہوں آپ کرسی پر تشریف رکھتے ہیں اتنے میں ایک فوٹو گرافر نے حاضر ہو کر آپ کی تصویر اُتارنا چاہی۔ حضور نے مجھے بلا کر اپنے قدموں میں بٹھایا اور فوٹوگرافر سے فرمایا ''میری اکیلے کی تصویر نہ لو بلکہ طاہر حسین اور میری اکٹھی تصویر اتارو'' میں حسبِ ارشاد حضور کے قدموں میں ذرا ترچھا ہو کر بیٹھا تاکہ میری پیٹھ حضور کی طرف نہ ہو۔ اور فوٹوگرافر نے تصویر اُتاری۔ آج اُس خواب کی تعبیر مجھے

''لمعاتِ قطب'' کی صورت میں نظر آ رہی ہے۔ ورنہ کہاں آسمانِ قادریت کا کوکب تابدار اور کہاں یہ ذرۂ بے مقدار۔

ع۔ چہ نسبت خاک را بعالم پاک

میں دل و جان سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سربسجود ہوں کہ اس مبارک خدمت کا حصول میسّر آیا۔

آخر میں جناب پیر محمد انوار حسین جلوآنوی کا از حد مشکور ہوں کہ انہوں نے سلسلہ شریف کی بے لوث خدمت کے پیشِ نظر اپنے پاس جمع شدہ ریکارڈ مرحمت فرمایا۔ مجھے ہمیشہ علمی اور تحقیقی سفر میں ان کی معاونت حاصل رہی ہے۔ وابستگانِ قطبیہ میں وہ اس وقت فردِ واحد ہیں جنہیں اس اہم ترین ذمہ داری کا ہمیشہ احساس رہا ہے اور ہر موقع پر میری حوصلہ افزائی کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے بڑھاپے اور علالت کے باوجود اس کتاب کو بہ نظرِ غائر پڑھا اور عربی عبارات کی پروف ریڈنگ میں بڑی محنت اور انہماک سے میرا ہاتھ بٹایا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

اللہ کریم اپنے حبیب پاک ﷺ کے تصدق سے میری یہ عاجزانہ مساعی اپنی بارگاہِ بے کس پناہ میں قبول فرمائے اور ہمیشہ اُس صراطِ مستقیم پر چلائے جس پر ہمارے پیرانِ عظام رہروِ منزل رہے۔

ع۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

کچھ کلیاں ان کے گلشن کی کچھ تنکے اپنے نشیمن کے
جو کچھ بھی ملا ساماں لیکر ہم تیری گلی میں آ نکلے

رہینِ لطف و کرم
احقر العباد محمد طاہر حسین قادری غفرلہٗ
32 PATRICK ROAD B26 1SS
BIRMING ENGLAND

17 مئی 2013ء
بروز جمعۃ المبارک
بمطابق ۶ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

یا سیدی قطبِ علیؒ

لطف و کرم کی ہو نظر یا سیدی قطبِ علیؒ
پھرتا رہوں نہ دربدر یا سیدی قطبِ علیؒ

رنج و الم ہیں چار سُو، تیرے کرم کی آرزو
خالی مرے دامن کو بھر یا سیدی قطبِ علیؒ

گردابِ عصیاں میں گھری، مشکل بڑی سر پہ پڑی
نَیا کو میری پار کر یا سیدی قطبِ علیؒ

ہے آپؒ ہی کا آسرا ، اے مقتدائے اولیاء
رکھا تیرے قدموں پہ سر یا سیدی قطبِ علیؒ

یا قطبِ عالمؒ کر کرم ، رکھنا غلاموں کا بھرم
رکھتے ہو جیسے بیشتر یا سیدی قطبِ علیؒ

جھکتے تیرے دَر اولیاء ، دیں یک زباں ہو کر صَدا
اُمت نبیؐ کے راہبر یا سیدی قطبِ علیؒ

جب سے تیرے خادم ہوئے ، محکوم سے حاکم ہوئے
رکھتے نہیں شاہوں سے ڈر یا سیدی قطبِ علیؒ

سلطان اقطابِ جہاں ، قطبِ علی ، قطبِ زماں
اے اولیاء کے تاجور یا سیدی قطبِ علیؒ

اے شہنشاہ، بیکس پناہ ،لطف و کرم کی ہو نگاہ
طاؔہر شکستہ حال پر یا سیدی قطبِ علیؒ

باب اول

حضرت قطبِ عالمؒ کے آباؤ اجداد

(شجرۂ نسب)

سید کسے بود کہ ہویدا شود ازو
خُلقِ محمدیؐ ، کرمِ مرتضٰی علیؓ

قطبِ عالم حضرت پیر سید قطب علی شاہ بخاری قادری پیر محلوی قدس اللہ سرہ المعنوی کے نسب شریف کا سلسلہ سترہ واسطوں سے حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت نور اللہ مرقدہ' اور پینتیس واسطوں سے سبطِ رسولؐ، سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ حضور قطب عالمؒ نے اپنے مطبوعہ ملفوظات ''مراۃ الفقراء'' میں خود اس طرح بیان فرمایا ہے۔

''سید قطب علی شاہ بن سید امام شاہ بن سید اکبر شاہ بن سید امیر شاہ بن سید فتح شاہ بن سید حسین بن پیر سید زین العابدین بن پیر سید شیخ حسین گنج علم بن پیر سید احمد بن پیر سید فتح خان بن پیر شیخ اسماعیل علیہ الرحمۃ بن شیخ حامد بڈھا بن شیخ احمد کلاں بن سید محمود کیمیا نظر بن سید رکن الدین ابوالفتح بن سید مخدوم شیخ حامد کبیر بن سید ناصر الدین بن حضرت پیر سید مخدوم جہانیاں جہانگشت علیہ الرحمۃ بن سلطان سیدی احمد کبیر بن حضرت سید شیر شاہ جلال حسینی البخاری علیہ الرحمۃ بن سید علی بن سید جعفر بن سید محمد بن سید محمود بن سید احمد بن سید عبداللہ بن سید علی اصغر بن سید جعفر ثانی بن امام علی نقی علیہ السلام بن امام محمد تقی علیہ السلام بن امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بن امام جعفر صادق علیہ السلام بن امام محمد باقر علیہ السلام بن امام زین العابدین علیہ السلام بن حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام بن امیر المومنین سیدنا امام علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم''

ایمان ما محبتِ آلِ محمد است

ارشادِ باری تعالیٰ ہے **قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى** (پ۲۵:ع۴)

''آپ فرما دیں: میں اس (تبلیغ اسلام) پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا سوائے قرابت کی محبت کے''

علامہ صاویؒ نے حاشیہ ''جلالین'' میں تحریر فرمایا ہے کہ یہاں استثناء منقطع ہے یعنی میں تم سے تبلیغ کے صلے میں کوئی اَجر نہیں مانگتا ہاں، اس قدر چاہتا ہوں کہ تم میرے اہل قرابت سے محبت رکھو۔

صاحب ''روح المعانی'' نے بھی اکابر تابعین سے اس آیت کی یہی تفسیر نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے اہل بیت رسول کی محبت کا واجب ہونا مراد ہے۔

''**زرقانی شرح المواهب اللدنيه**'' میں مفسر قرآن حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں ''جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ فرمایا'' **عَلِىٌّ وَ فَاطِمَةُ وَ ابْنَاهُمَا** ''یعنی سیدنا علی المرتضیٰؓ، سیدہ فاطمۃ الزہراؓ، سیدنا امام حسنؓ اور سیدنا امام حسینؓ۔ ابن عطیہ کی تفسیر کے مطابق یہ آیت مدنی ہے اور بقول بعض مفسرین مکی ہے۔ مکی ہونے کی صورت میں اسے آنے والے واقعات کی (غیبی) خبر پر محمول کیا جائے گا۔

''جامع ترمذی''، ''مسند امام احمد بن حنبل'' اور ''کنز العمال'' میں ہے ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے امام حسنؓ اور امام حسینؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا'' **مَنْ اَحَبَّنِیْ وَاَحَبَّ ھٰذَیْنِ وَاَحَبَّ اَبَاھُمَا وَاُمَّھُمَا کَانَ مَعِیْ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ** ''یعنی ''جس شخص نے مجھ سے محبت رکھی اور حسن و حسین اور ان کے والدین سے محبت رکھی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا''۔

محمدؐ مہر تاباں چار اختر
علیؓ و فاطمہؓ ، شبیرؓ و شبرؓ

اہلِ بیت اطہار میں سے جو قرب و تعلق سیدنا علیؓ، سیدہ فاطمہؓ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو حاصل ہے وہ کسی اور کو میسر نہیں آیت مباہلہ اس پر شاہد ہے'' **قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ کُمْ وَنِسَآئَنَا وَنِسَآءَ کُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ** '' (پ۳:ع۱۴)

''آپ کہہ دیں! آؤ ہم خود بھی آتے ہیں اور اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی لے آتے ہیں، تم خود بھی آؤ اور اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی لے آؤ'' لہٰذا ''تفسیر خازن'' میں ہے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم امام حسینؓ کو گود میں لیے، امام حسنؓ کی انگلی پکڑے ہوئے تشریف لائے، حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ آپ کے پیچھے پیچھے تھے۔ صحابہ کرام نے درود شریف کے بارے وضاحت چاہی کس طرح پڑھیں؟ تو حضور علیہ السلام نے اہل بیت کرام کو بھی درود میں شامل فرمایا جیسا کہ ''صحیح مسلم'' میں حضرت کعب بن عجرہؓ کی روایت میں ہے'' **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ**''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کیا خوب فرماتے ہیں۔

یَا اَھْلَ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ حُبُّکُمْ
فَرْضٌ مِنَ اللّٰہِ فِی الْقُرْاٰنِ اَنْزَلَہٗ
کَفَاکُمْ مِنْ عَظِیْمِ الْقَدْرِ اَنَّکُمْ
مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْکُمْ لَا صَلٰوۃَ لَہٗ

(اے رسولؐ اللہ کے اہل بیت! اللہ تعالیٰ نے اپنے نازل کردہ قرآنِ کریم میں آپ کی محبت کو فرض قرار دیا ہے۔ تمہاری قدر و منزلت کے لیے یہی کافی ہے کہ جو شخص تم پر درود نہ پڑھے اُس کی نماز ہی کامل نہیں ہوتی)

''صحیح مسلم'' میں حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''**اَنَا تَارِکٌ فِیْکُمْ ثِقْلَیْنَ اَوَّلُھُمَا کِتَابُ اللّٰہِ فِیْہِ الْھُدٰی وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِکِتَابِ اللّٰہِ وَاسْتَمْسِکُوْا بِہٖ فَحَثَّ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وَرَغَّبَ فِیْہِ ثُمَّ قَالَ وَاَھْلُ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ**''

(میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں پہلی کتاب اللہ ہے، جس میں ہدایت اور نور ہے، اس پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو...... پھر حضور علیہ السلام نے کتاب اللہ پر عمل کی ترغیب دلانے کے بعد دوسری چیز کے بارے میں فرمایا: یہ میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے معاملے

میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں)

امام عبدالوہاب شعرانیؒ نے ''لطائف المنن'' میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے بہت خوب اشعار نقل فرمائے ہیں:

فَلاَ تَعْدِلْ بِاَهْلِ الْبَيْتِ خَلْقاً
فَاَهْلُ الْبَيْتِ هُمْ اَهْلُ السِّيَادَةْ
فَبُغْضُهُمْ مِنَ الْاِنْسَانِ خُسْرٌ
حَقِيْقِيٌّ وَ حُبُّهُمْ عِبَادَةْ

(اہلِ بیت رسول اللہ ﷺ کے برابر کسی کو مت سمجھو، کیونکہ وہ اہل سیادت ہیں۔ اُن کا بغض انسان کے لیے حقیقی خسارہ ہے اور اُن کی محبت عبادت ہے)

''مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب اہل بیت النبیؐ'' میں ہے حضرت ابوذر غفاریؓ نے کعبۃ اللہ کا دروازہ تھام کر نبی کریم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی بیان فرمایا: ''**اَلاَ اِنَّ مَثَلَ اَهْلِ بَيْتِىْ فِيْكُمْ مَثَلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ**'' (آگاہ ہو جاؤ! میرے اہل بیت تمہارے لیے نوح (علیہ السلام) کی کشتی کی مانند ہیں، جو شخص اس کشتی میں سوار ہوا، نجات پا گیا اور جو شخص اس میں سوار ہونے سے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ مقدمہ ''اخبار الاخیار'' میں فرماتے ہیں:

ظاہر از اہلِ بیت نورِ نبیؐ ہمچو در ماہ نورِ خورشید است
از ازل تا ابد بود ظاہر زانکہ ایں نور، نورِ جاوید است

(اہلِ بیت اطہار سے حضور نبی کریم ﷺ کا نور یوں ظاہر ہو رہا ہے۔ جیسے سورج کا نور چاند سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہ نور تا ابد اسی طرح ظاہر ہوتا رہے گا، کیونکہ یہ ابدی اور سرمدی ہے)

فضائل اہلِ بیت اطہار پر اکابر علمائے اُمت نے بڑی ضخیم کتب ہر دور میں تحریر کی ہیں اور یہ سلسلہ بفضلہٖ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گا۔ مولانا عبیداللہ امرتسری نے اپنی کتاب ''ارجح المطالب'' کے آغاز میں ایک طویل فہرست مشہور و معروف علمائے اُمت کی دی ہے جنہوں نے باقاعدہ فضائلِ اہلِ بیت پر کتب تحریر فرمائی ہیں۔ بطور نمونہ اُس میں سے بعض مشاہیر کی تصانیف کا ذکر قلمبند کیا جاتا ہے۔

المناقب	از	امام احمد بن حنبلؒ
الخصائص	از	امام نسائیؒ
منقبۃ المطہرین	از	امام ابونعیم اصفہانیؒ
ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ	از	علامہ محب طبریؒ
فضائل فاطمۃ الزہراؓ	از	امام حاکمؒ صاحب ''مستدرک''
نور العین فی مشہد الحسینؓ	از	امام ابی اسحٰق اسفرائینیؒ

تذکرہ خواص الامۃ فی احوال الآئمہ	از	علامہ یوسف سبط ابن جوزیؒ
فتح المطالب	از	امام محمد ابن احمد ذہبیؒ
صواعقِ محرقہ	از	علامہ ابن حجر ہیثمیؒ
مودۃ القربیٰ	از	عالم ربانی سید علی ہمدانیؒ
الفصول المہمہ فی معرفۃ الآئمہ	از	علامہ نورالدین ابن صباغ مالکیؒ
جواہر العقدین	از	امام ابی الحسن علی بن عبداللہ سمہودیؒ
ینا بیع المودۃ	از	علامہ سلیمان حنفی بلخیؒ
احیاء المیت بفضل اہلِ بیتہٖ	از	امام جلال الدین سیوطی
اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ واہل بیتہٖ الطاہرین	از	علامہ محمد بن علی صبان مصریؒ
مناقب آئمہ اثناعشر	از	شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
شواہد النبوۃ	از	مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ
نورالابصار فی مناقب النبیؐ وآلہ المختار علیہم السلام	از	علامہ مومن مصریؒ
سرالشہادتین	از	شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ
وسیلۃ النجات فی فضائل الحضراتؓ	از	ملا محمد مبین سہالویؒ
معالم العترۃ النبویہ	از	علامہ ابن اخضرؒ

علیؓ امامِ من است و منم غلامِ علیؓ

پروردۂ آغوشِ رسالت، مرکز اعلیٰ مقام ولایت، باب مدینۃ العلم، کلید جود و حلم، سید المسلمین، ولی المتقین، قائد الغر المحجلین، مرتضیٰ، مشکل کشا، شیر خدا، امام الاصفیاء، مظہر کمالاتِ مصطفیٰ۔ امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ذات والا صفات شہکارِ نبوت ہے۔ تمام غزوات میں آپ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہمرکاب رہے، صرف غزوہ تبوک میں حضور علیہ السلام نے آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تو سیدنا علی نہایت مغموم ہوئے۔ ہمرکابی کے شرف سے محرومی دیکھتے ہوئے نبی پاک ﷺ نے فرمایا **''اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھٰارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی''** (کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں میرے ساتھ وہ نسبت ہو جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی؟)

مسلمِ اول شہ مرداں علیؓ عشق را سرمایۂ ایمان علیؓ

''کنز العمال'' میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ''خم غدیر'' کے موقع پر فرمایا **''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ، اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ''** (جس کا میں مولیٰ (محبوب اور مددگار) ہوں، علی بھی اُس کے مولیٰ (محبوب اور مددگار) ہیں، اے اللہ! جو علی سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت فرما اور جو علی سے بغض و

عداوت رکھے، تو بھی اُس سے عداوت رکھ)

"شرح جامع صغیر" میں علامہ مناویؒ لفظ مولیٰ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مولیٰ اُسے کہتے ہیں جو لازمِ الولایت اور اُس پر ہمیشہ قائم رہنے والا ہو۔

"جامع ترمذی" میں ہے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا "**اَیُّ النَّاسِ کَانَ اَحَبَّ اِلَی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَۃُ فَقِیْلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ زَوْجُھَا**" (رسول اللہ ﷺ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبت کس سے تھی؟ فرمایا: فاطمہ سے ..... پھر پوچھا گیا، مردوں میں سے کون زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا: فاطمۃ الزہرا کے خاوند (علی المرتضیٰؓ)

"نور الابصار" اور "الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب" میں سیدنا علیؓ کا حلیہ مبارک کچھ اس طرح تحریر ہے "رنگ گندمی سفید، آنکھیں خوبصورت، بڑی بڑی اور سیاہ، داڑھی مبارک گھنی، بدن فربہ، بازو پُر گوشت، جسم گٹھا ہوا، قد قدرے پست، چاندی کی طرح چمکتی ہوئی صراحی دار گردن، اور چہرہ گویا چودھویں رات کا چاند"

سیدنا علیؓ کے اسم گرامی کے ساتھ کرم اللہ وجہہ (اللہ تعالیٰ آپ کا چہرہ مکرم کرے اور آپ کو (مزید) عزت بخشے) اس لیے تحریر کیا جاتا ہے کہ آپ نے عمر بھر کسی بت کے سامنے اپنے سر کو نہ جھکایا بلکہ جب والدہ کے شکم اطہر میں تھے انہیں بھی کسی بت کے آگے جھکنے نہ دیا۔

ہے بے وجہ کیا کرم اللہ وجہہ ۔۔۔ نہ تھی جُز خدا جبہہ سائی علیؓ کی

فقہی مذاہب کی طرح تمام سلاسلِ طریقت آپ سے مستفیض ہیں کیونکہ آپ ہی کی ذات منبع کمالاتِ ولایت ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں "**شَیْخُنَا فِی الْاُصُوْلِ وَالْبَلَاءِ سَیِّدُنَا عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی**" یعنی اصولِ طرقت اور بلا (معاملاتِ طریقت) میں ہمارے شیخ سیدنا علی المرتضیٰؓ ہیں۔

سلسلۂ عالیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ، براہِ راست آپ سے مستفیض ہیں، البتہ سلسلہ نقشبندیہ دو طرق پر مشتمل ہے

اول جو سیدنا صدیق اکبرؓ تک پہنچتا ہے، اُن میں بعض بزرگ ہم عصر نہ تھے روحانی نسبت حاصل ہے پھر بھی سیدنا امام جعفر صادق کا اسم گرامی آتا ہے جو اپنے آبا و اجداد کی وساطت سے فیضانِ مرتضویؓ کے امین تھے

دوم سلسلہ نقشبندیہ جنیدیہ ہے جو براہِ راست آپ تک منتہی ہوتا ہے۔

ہو چشتی، قادری یا نقشبندی، سہروردی ہو ۔۔۔ ملا سب کو ولایت کا انہی کے ہاتھ سے ٹکڑا

تصوف و طریقت میں رسول اللہ ﷺ کے فیضان کے امین اور اقطابِ ارشاد اہل بیت اطہار ہیں، قاضی ثناء اللہ پانی پتی "تفسیر مظہری" میں لکھتے ہیں:

وَکَانَ قُطْبُ اِرْشَادِ کَمَالَاتِ الْوِلَایَۃِ عَلِیُّ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَابَلَغَ اَحَدٌ مِنَ الْاُمَمِ السَّابِقَۃِ دَرَجَۃَ الْاَوْلِیَاءِ اِلَّا بِتَوَسُّطِ رُوْحِہٖ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ثُمَّ کَانَ بِتِلْکَ الْمَنْصَبِ الْاَئِمَّۃُ الْکِرَامُ اَبْنَائُہٗ اِلَی الْحَسَنِ الْعَسْکَرِیِّ وَعَبْدِ الْقَادِرِ الْجِیْلِیِّ وَمِنْ ثَمَّ قَالَ "وَوَقْتِیْ قَبْلَ قَلْبِیْ قَدْ صَفَالِیْ"

(کمالاتِ ولایت کے قطب ارشاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں، پہلی امتوں میں جسے بھی ولایت ملی،

حضرت علیؓ کی روح کے توسط سے نصیب ہوئی۔ پھر یہ منصب آپ کے صاحبزادگان سے امام حسن عسکریؓ تک آئمہ اہلِ بیتِ اطہار کو ملا اور پھر (امام حسن عسکریؓ کے بعد) یہ منصب سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کو تفویض ہوا۔ اس لیے آپ فرماتے ہیں ''میری روحانی حالت میرے قلب وقالب (جسم) کے پیدا ہونے سے پہلے ہی برگزیدہ و مصفیٰ تھی''

سیدنا علیؓ کی ولادت ۱۳ رجب المرجب ۳۰ عام الفیل (چھٹی صدی عیسوی) بیت اللہ شریف کے اندر ہوئی اور شہادت ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ کو ''کوفہ'' میں ہوئی مزارِ پُرانوار ''نجف اشرف'' عراق میں ہے۔

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت ۔۔۔ بہ کعبہ ولادت ، بہ مسجد شہادت

نُورِ چشمِ رحمۃ اللعالمین

سیدۂ نساء اہل الجنۃ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی کنیت ''اُمِّ ابیہا'' تھی یعنی اپنے باپ کی (محبت کرنے میں) ماں (جیسی) کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو اِن سے اور اِن کو آپ ﷺ سے بہت زیادہ پیار تھا، ''مسند امام احمد بن حنبلؒ اور ''کنز العمال'' میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ''**اِبْنَتِی فَاطِمَۃُ حُوْرًا ، اٰدمِیَّۃٌ لَمْ تحِضْ وَلَمْ تطمث وَاِنَّمَا سَمَّاھَا فَاطِمَۃَ لِاَنَّ اللّٰہَ فَطَمَھَا وَ مُحِبِّیْھَا عَنِ النَّارِ** '' (میری بیٹی فاطمہ (حسن صورت وسیرت اور طہارت و پاکیزگی کے اعتبار سے روحانی کمال والی) ایسی انسانی حور ہے، جو حیض ونفاس کے عوارض سے پاک ہے، اس کا نام فاطمہ اس لیے رکھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے اور اس سے محبت وعقیدت رکھنے والوں کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا)۔

صحیح بخاری، مناقب قرابت رسول اللہ ﷺ میں حضرت مسور بن مخرمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''**فَاطِمَۃُ بِضْعَۃٌ مِّنِّی فَمَنْ اَغْضَبَھَا اَغْضَبَنِی** '' (فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے، جس نے انہیں ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا)

''جامع ترمذی'' میں حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو فرمایا ''**اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ** '' (جس سے تمہاری جنگ اس سے میری جنگ اور جس سے تمہاری صلح اُس سے میری بھی صلح)

''صحیح مسلم'' میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے اپنے آخری ایام میں سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ سے فرمایا ''**یَا فَاطِمَۃُ اَمَا تَرْضَیْنَ اَنْ تَکُوْنِی سَیِّدَۃُ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَوْ سَیِّدَۃُ نِسَاءِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ** '' (اے فاطمہ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم تمام مومن عورتوں کی سردار ہو۔ یا فرمایا اس امت کی عورتوں کی سردار ہو)

''صواعق محرقہ'' میں حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا، روزِ محشر عرش کے پردے کی اوٹ سے ایک منادی ندا کرے گا ''**یَا اَھْلَ الْجَمْعِ نَکِّسُوْا رُؤُوْسَکُمْ وَ غُضُّوْا اَبْصَارَکُمْ حَتّٰی تَمُرَّ فَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ عَلَی الصِّرَاطِ فَتَمُرُّ مَعَ سَبْعِیْنَ اَلْفَ جَارِیَۃٍ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ کَمَرِّ الْبُرَاقِ**''

(اے اہل محشر! اپنے سروں کو جھکا لو، نگاہیں نیچی کرو، حتیٰ کہ محمد ﷺ کی بیٹی فاطمۃ الزہراءؓ پل صراط سے گزر

جائیں، چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ستر ہزار حوروں کے جلو میں تیز براق کی طرح گزر جائیں گی۔

نباضِ ملت علامہ محمد اقبالؒ نے حضور سیدۃ النساء کی عظمت و انفرادیت، عبادت و ریاضت، عفت و پاک دامنی، شرم و حیا، فقر و استغنا، صبر و رضا، وفا شعاری اور اولاد کی اعلیٰ تربیت جیسی خوبیوں کو کیا ہی احسن انداز میں بیان کیا ہے؛

مریم از یک نسبتِ عیسیٰ عزیز　　　از سہ نسبت، حضرت زہرا عزیز

حضرت مریمؑ تو صرف حضرت عیسیٰؑ سے (مادرانہ) نسبت کی بنا پر عزیز ہیں جبکہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ تین نسبتوں سے عزیز ہیں۔

نُور چشم رحمۃ للعالمین　　　آں امامِ اولین و آخرین

(پہلی نسبت) حضور اکرم ﷺ رحمۃ اللعالمین کی، جو سب سے پہلے اور سب سے آخری پیشوا نبیؐ ہیں، نورِ چشم یعنی بیٹی ہیں۔

آں کہ جاں در پیکرِ گیتی دمید　　　روزگارِ تازہ آئیں آفرید

وہ (حضورِ اکرمؐ) ایک ایسی ہستی ہیں جس نے اس دنیا کے جسم میں ایک نئی روح پھونک دی، اور ایک نئے آئین والا زمانہ وجود میں لائی۔

بانوے آں تاجدار ھل اتیٰ　　　مرتضیٰ، مشکل کشا، شیرِ خدا

(دوسری نسبت حضرت فاطمہؓ) حضرت علیؓ کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ حضرت علیؓ جو ''ھل اتیٰ'' کے تاجدار اور مرتضیٰ، مشکل کشا اور شیرِ خدا کے لقبوں سے ملقب ہیں۔

پادشاہ و کلبۂ ایوانِ او　　　یک حسام و یک زرہ سامانِ او

اور جو بادشاہ تھے لیکن ایک کٹیا/ چھوٹا سا گھر ان کا گویا محل تھا۔ ان کا سارا سر و سامان/ اثاثہ ایک تلوار اور ایک زرہ تھی

مادر آں مرکز پرکارِ عشق　　　مادرِ آں کارواں سالارِ عشق

(تیسری نسبت) آپؓ عشق کے پرکار کے اس نقطے کی والدہ ماجدہ ہیں اور عشق کے اس کارواں کے سالار/ سردار قافلہ (حضرت امام حسنؓ) کی والدہ محترمہ ہیں۔

آں یکے شمع شبستانِ حرم　　　حافظِ جمعیتِ خیر الامم

وہ (حضرت امام حسنؓ) حرم کے شبستان کی گویا شمع تھے اور جن کی ذات خیر الامم کے اتحاد و یک جہتی کی محافظ تھی۔

تا نشیند آتشِ پیکار و کیں　　　پشتِ پازد بر سرِ تاج و نگیں

انہوں نے اس خاطر کہ لڑائی جھگڑے اور دشمنی کی آگ ٹھنڈی ہو/ بجھ جائے۔ حکومت و اقتدار کو ٹھکرا دیا۔

واں دگر مولائے ابرارِ جہاں　　　قوتِ بازوئے احرارِ جہاں

اور دوسری شخصیت (جن کی حضرت فاطمہؑ والدہ محترمہ تھیں) وہ ہے حضرت امام حسینؓ جو دنیا کے متقی لوگوں کے سردار اور جہاں بھر کے آزاد لوگوں کے بازوؤں کی قوت تھے۔

در نوائے زندگی سوز از حسین　　　اہل حق حریت آموز از حسین

زندگی کے نغمہ میں سوز حضرت امام حسینؓ کی بدولت ہے اہل حق نے حریّت امام حسینؓ سے سیکھی ہے

سیرت فرزند ہا از اُمہات　　　جوہر صدق و صفا از اُمہات

اولاد میں جو سیرت پیدا ہوتی ہے وہ ماؤں ہی سے ہوتی ہے۔ صدق اور صفا کا کمال بھی ماؤں ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

مزرعِ تسلیم را حاصل بتول　　　مادراں را اسوۂ کامل بتول

تسلیم کی کھیتی کا حاصل حضرت فاطمہؓ بتول ہیں بتول ماؤں کے لیے مکمل نمونہ ہیں

بہر محتاجے دلش آں گونہ سوخت　　　با یہودے چادرِ خود را فروخت

ایک محتاج کی خاطر حضرت فاطمہؓ کا دل کچھ اس حد تک جلا کہ انہوں نے اپنی چادر ایک یہودی کے پاس بیچ دی کہ وہ پیسے اس محتاج کو دے دیں۔

نوری و ہم آتشی فرماں برش　　　گم رضایش در رضائے شوہرش

فرشتے اور جن و پری سب حضرت فاطمہؓ کے حکم بردار ہیں ان کی رضا اپنے شوہر حضرت علیؓ کی رضا پر قربان تھی۔

آں ادب پروردۂ صبر و رضا　　　آسیا گردان و لب قرآں سرا

حضرت فاطمہؓ جو صبر اور رضا کی ادب پروردہ تھیں، چکی چلاتیں اور آپؓ کے مبارک ہونٹوں پر قرآنِ کریم جاری ہوتا۔

گریہ ہائے او زبالیں بے نیاز　　　گوہر افشاندے بدامانِ نماز

آپؓ کا گریہ سرہانے سے بے نیاز ہوتا لیکن نماز میں وہ موتی بکھیرتیں۔

اشک او بر چید جبریل از زمیں　　　ہم چو شبنم ریخت بر عرش بریں

حضرت جبرائیلؑ آپؓ کے آنسو زمین سے چن لیتے اور انہیں شبنم کی طرح بلند عرش پر بکھیر دیتے۔

رشتۂ آئینِ حق زنجیر پا ست　　　پاسِ فرمانِ جنابِ مصطفیٰ است

شریعتِ مصطفویؐ کی ڈوری پاؤں کی زنجیر ہے، اور نبی اکرم ﷺ کے فرمان کی پاسداری مطلوب ہے۔

ورنہ گرد تربتش گردید مے　　　سجدہ ہا بر خاک او پاشید مے

ورنہ دیوانہ وار آپؓ کی قبرِ اطہر کے طواف اور وہاں سجدہ ریزی کے لیے دل بے قرار ہے۔

حضور سیدۃ النساء کی ولادت جب قریش مکہ بیت اللہ شریف کی تعمیر نو کر رہے تھے اس زمانے میں ہوئی اس وقت رسول اکرم ﷺ کی عمر مبارک پینتیس سال تھی اور وفات، رسول اللہ ﷺ کے وصال سے چھ ماہ بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو ہوئی، اس وقت آپ رضی اللہ عنہا اٹھائیس سال اور چھ ماہ کی تھیں۔ آپ کا مزارِ پاک ''جنت البقیع'' میں ہے۔

حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

''اسد الغابہ جلد دوم'' میں ہے ''**اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ مِنْ اَسْمَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ لَمْ يَكُوْنَا فِى الْجَاهِلِيَّةِ**'' (حسن اور حسین اہل جنت کے نام ہیں، زمانہ جاہلیت میں یہ نام کسی کے نہ تھے) سبطین کریمین کی اسلامی خدمات اظہر من الشمس ہیں۔

شگفتہ گلشنِ زہرا کا ہر گلِ تر ہے　　　کسی میں رنگِ علی ہے کسی میں بوئے رسول

سیدنا حسنؓ سر سے لے کر سینہ تک اور سیدنا حسینؓ سینہ سے لے کر پاؤں تک شبیہ مصطفیٰ ﷺ تھے۔ امام احمد رضا خاں بریلوی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

معدوم نہ تھا سایۂ شاہِ ثقلینؑ — اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذاتِ حسنینؓ
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کیے — آدھے سے حسنؓ بنے، آدھے سے حسینؓ

''کنز العمال'' میں ہے رسول اللہ ﷺ کے آخری ایام میں سیدہ فاطمۃ الزہراؓ اپنے دونوں صاحب زادوں کو لے کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی ''**هٰذانِ ابناک فورثهما شيئا فقال اما حسن فان له هيبتي وسوددي واما حسين فان له جرأتي وجودي**'' (یہ آپ کے بیٹے ہیں، انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: حسن کے لیے میری ہیبت وسیادت اور حسین کے لیے میری جرأت وسخاوت ہے)

''جامع ترمذی'' میں حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''ابھی ایک فرشتہ آیا تھا جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اُترا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے مجھے سلام کرنے اور خوشخبری سنانے آیا کہ:

''**انَّ فاطمةَ سيدةُ نساءِ اهلِ الجنّةِ وانَّ الحسنَ والحسينَ سيدا شبابِ اهلِ الجنّةِ**'' (فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن وحسین نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں)

سیدنا حسنؓ نے ظاہر خلافت سے دستبردار ہو کر اُمت مسلمہ کو خانہ جنگی سے بچایا اور سیدنا حسینؓ نے حدودِ شرعیہ کے تحفظ کے لیے ظالم حاکم کے سامنے آوازِ حق بلند کر کے اپنا سب کچھ اسلام پر نثار کر دیا، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اظہار عقیدت پیش کرنے کا حق ادا کر دیا۔ فرماتے ہیں

شاہ است حسین ، بادشاہ ست حسین — دین است حسینؓ ، دین پناہ ست حسینؓ
سرداد نہ داد دست در دست یزید — حقا کہ بنائے لا الہ ست حسینؓ

سیدنا حسنؓ کی ولادت، ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہیں زہر کی وجہ سے شہادت ۵ ربیع الاول ۵۰ھ کو ہوئی مزار مبارک ''جنت البقیع'' میں ہے جب کہ سیدنا حسینؓ کی ولادت ۵ شعبان المعظم ۴ھ کو مدینہ طیبہ میں ہوئی اور شہادت ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ کو ہوئی مرقد شریف ''کربلا معلیٰ'' عراق میں ہے۔

سیدنا امام زین العابدینؓ

یہ امر متفق علیہ ہے کہ سیدنا امام حسینؓ کی نسل مبارک آپ سے ہی جاری ہوئی۔ امام زین العابدینؓ کی ولادت اپنے جد امجد سیدنا علی المرتضیٰؓ کی شہادت سے دو سال قبل ۵ شعبان المعظم ۳۸ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اپنے والد ماجد سیدنا امام حسینؓ سے تعلیم وتربیت پائی۔ علاوہ ازیں اپنے چچا سیدنا امام حسنؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور امہات المومنین میں سے سیدہ عائشہ صدیقہؓ، سیدہ ام سلمہؓ اور سیدہ صفیہؓ سے احادیث مبارکہ حاصل کیں۔

سانحہ کربلا کے وقت آپ کی عمر ۲۲ سال پانچ ماہ تھی۔ آپ کا اسم گرامی ''علیؓ'' تھا کثرت عبادت کی وجہ سے زین العابدینؓ لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت سعید بن مسیبؓ فرماتے ہیں ''میں نے علی بن حسین (زین العابدین) سے زیادہ خشیت الٰہی رکھنے والا کوئی انسان نہیں دیکھا'' صدقہ وخیرات اور جود وعطا میں آپ اپنے جد کریم کے مظہر اتم تھے۔

''البدایہ والنہایہ'' میں ہے امام زین العابدینؒ کا جب وصال ہوا تو غسل دیتے ہوئے آپ کی پیٹھ پر سیاہ نشانات دیکھے گئے تحقیق پر معلوم ہوا کہ یہ روٹیوں سے بھری ہوئی ان بوریوں کے نشانات ہیں جنہیں آپ راتوں کو اُٹھا کر مستحقین میں تقسیم فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ کچھ مہمان آئے ہوئے تھے۔ آپ نے خادم کو کھانا لانے کا حکم دیا۔ وہ تنور میں بھنے ہوئے گوشت کی سیخ لے کر آرہا تھا کہ وہ سیخ آپ کے ایک بچے پر گرگئی، بچہ موقع پر ہی جاں بحق ہوگیا، امام زین العابدین نے ناراض ہونے کی بجائے غلام سے فرمایا: ''تو نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا، جاتو آزاد ہے''

آپ نے ۵۷ سال کی عمر میں ۱۲ محرم الحرام ۹۴ھ کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور ''جنت البقیع میں اپنے چچا سیدنا امام حسنؓ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ بعض کا خیال ہے اموی حکمران ولید بن عبدالملک نے آپ کو زہر دلوایا، جو جان لیوا ثابت ہوا۔

سیدنا امام محمد باقرؒ

آپ کا نام پاک محمد، کنیت ابوجعفر اور لقب باقر ہے، ''صواعق محرقہ'' میں ہے کہ باقر، بقر الارض سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں زمین کو پھاڑ کر اس کی مخفیات کو نکال کر ظاہر کرنے والا، چونکہ آپ نے مخفیات کنز، معارف دحقائق اور اشکال ولطائف کو ظاہر فرمایا اسی وجہ سے آپ کو'' باقر'' کہا جاتا ہے۔

آپ کی ولادت سانحہ کربلا سے تین سال قبل ۳ صفر المظفر ۵۷ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی ''شواہد النبوۃ'' میں مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نقل فرماتے ہیں۔ ''سیدنا امام محمد باقرؓ سے مروی ہے کہ میں صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہؓ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا، اس وقت وہ کپڑا اوڑھے ہوئے تھے۔ میں نے سلام کیا تو آپ نے جواب دیا اور پوچھا کہ میں کون ہوں؟ میں نے بتایا محمد بن علی بن حسین بن علی ہوں۔ یہ سنتے ہی فرمانے لگے۔ بیٹا میرے پاس آؤ، میں قریب گیا تو اُنہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر چوم لیا اور میرے قدم چومنے کے لیے جھکے ہی تھے کہ میں پیچھے ہٹ گیا۔ انہوں نے کہا ''رسول اللہ ﷺ نے تمہارے نام سلام بھیجا ہے'' میں نے کہا ''السلام علی رسول اللہ ﷺ'' پھر بیان کیا: ایک دن میں سرکارِ دوعالم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا تو آپؐ نے فرمایا: جابر! شاید تم اس دن تک زندہ رہو جب میرے فرزندوں میں سے ایک تمہارے پاس آئے گا جس کا نام محمد بن علی بن حسین بن علی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس بیٹے کو انوارِ حکمت سے نوازے گا، اسے میرا سلام پہنچانا۔ ''البدایہ والنہایہ'' میں ہے ''سیدنا امام محمد باقرؓ نے کئی صحابہ کرام سے روایات بیان کی ہیں جن حضرات نے آپ سے روایات نقل کی ہیں اُن میں سیدنا امام جعفر صادق، الحکم بن عینیہ، ربیعہ، الاعمش، ابواسحاق السبعی، الاوزاعی، ابن جریج، الاعرج، عطا بن ریاح، عمرو بن دینار اور الزہری بھی شامل ہیں۔

آپ کی انگوٹھی پر نقش تھا ''اَلْقُوَّۃُ لِلّٰہِ جَمِیْعًا'' (تمام تر قوت اللہ کی ہے) ''البدایہ والنہایہ'' میں ہے آپ فرمایا کرتے بجلیاں مومن اور غیر مومن پر گرتی ہیں لیکن ذاکر پر نہیں گرتیں۔ تین اعمال سب سے سخت ہیں، ہر حال میں ذکر الٰہی کرنا، اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرنا اور مال میں بھائی کے ساتھ مواخات کرنا بطن یا شرمگاہ کی عفت وحفاظت سے زیادہ افضل وبہتر کوئی عبادت نہیں اور اللہ تعالیٰ کو سوالی کے سوال سے زیادہ کوئی شے محبوب تر

نہیں اور قضاء وقدر کو دُعا ہی رَد کر سکتی ہے۔ آدمی کے عیب کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ دوسروں کے عیب کھولتا پھرے۔ آپ نے ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور اپنے والد ماجد کے پہلو میں ''جنت البقیع'' مدفون ہوئے۔

سیدنا امام جعفر صادقؒ

آپ کا نام پاک جعفر، کنیت ابوعبداللہ اور لقب صادق ہے، ولادت باسعادت ۱۳ ربیع الاول ۸۰ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ''طبقات الحفاظ'' میں ہے کہ انہوں نے اپنے والد امام محمد باقرؒ، زہری اور ابن المنکدر سے حدیث لی ہے اور ان سے امام موسیٰ کاظمؒ، سفیان ثوریؒ، ابن عیینہؒ، شعبہؒ، یحییٰ القطان اور امام مالک نے حدیث روایت کی، جبکہ ''صواعق محرقہ'' میں ہے اعیانِ ائمہ میں سے مثل یحییٰ بن سعیدؒ، ابن جریجؒ، امام مالکؒ، سفیان ثوریؒ، ابوایوب سجتانیؒ، امام ابوحنیفہؒ اور سفیان بن عیینہؒ نے حدیث کو اخذ کیا ہے، عمرو بن مقدامؒ فرمایا کرتے ''جب میں امام جعفر صادقؒ کو دیکھتا تو مجھے خیال ہوتا تھا کہ یہ انبیاء کرام کی نسل سے ہیں''۔

ایک مرتبہ امام جعفر صادقؒ نے اپنے شاگرد امام ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا، عقلمند کون ہے؟ انہوں نے عرض کی ''جو خیر اور شر میں تمیز کر سکے'' آپ نے فرمایا، یہ تمیز تو چوپایوں میں بھی ہے کہ جو ان کو مارتا یا پیار کرتا ہے اس کو خوب پہچانتے ہیں۔ انہوں نے عرض کی پھر خود ہی ارشاد فرمائیں؟ امام جعفر صادقؒ نے فرمایا ''جو دو خیروں اور دو شروں میں تمیز کرے تا کہ دو خیر میں سے بہتر خیر کو اختیار کرے اور دو شروں میں سے بدتر شر کو دُور کرے''۔

آپ صاحبِ تصنیف، حقائق ولطائف تفسیر واسرارِ تنزیل میں بے نظیر و فائق تھے، امام کمال الدین نے ''حیاۃ الحیوان'' میں لکھا ہے کہ ابن قتیبہ نے کتاب ''ادب الکاتب'' میں تحریر کیا امام جعفر صادقؒ نے اہل بیت کے لیے ایک کتاب بنام ''جعفر'' قلمبند فرمائی۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ قربِ قیامت تک جملہ واقعات جو پیش ہوں گے انہیں تحریر کر دیا۔ ''حیلۃ الاولیاء'' میں آپ کے اصحاب میں سے کسی نے بیان کیا، میں امام جعفر صادقؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اپنے فرزند امام موسیٰ کاظمؒ کو وصیتیں فرما رہے تھے، جو کچھ میں ان سے یاد کر سکا وہ یہ ہیں۔

''اے بیٹے! میری وصیت کو قبول کرو اور میری بات یاد رکھو گے تو تمہاری زندگی بہتر گزرے گی اور تمہاری موت قابلِ رشک ہوگی۔ بیٹے! جو شخص اس پر راضی ہو جائے جو اس کے لیے مقرر کر دیا گیا ہے تو وہ غنی ہے، جس شخص نے اپنی آنکھیں اس پر لگا دیں جو دوسرے کے پاس ہے تو وہ فقیر ہو کر مرے گا، جو شخص اس پر راضی نہ ہوا جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے مقرر کر دیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو متہم ٹھہرائے گا قضاء میں، اور جو شخص اپنی غلطی کو چھوٹا سمجھے گا وہ دوسروں کی غلطی کو بڑا سمجھے گا، اور جو اپنی غلطی کو بڑا سمجھے گا وہ دوسروں کی غلطی کو چھوٹا سمجھے گا۔

بیٹے! جو شخص دوسرے کا پردہ اُٹھائے گا اس کے اپنے گھر کے پردے اُٹھیں گے، جو شخص بغاوت کے لیے تلوار نکالے گا وہ اسی تلوار سے قتل ہو گا۔ اور جو اپنے بھائی کے لیے گڑھا کھودے گا خود اس میں گرے گا، جو بے وقوفوں کے ساتھ میل جول رکھے گا وہ حقیر ہو جائے گا اور جو علماء کے ساتھ اُٹھے بیٹھے گا وہ ذی وقار ہو جائے گا، اور جو گناہوں کے اڈے میں جائے گا وہ متہم ضرور ہو گا۔ بیٹے! لوگوں پر عیب لگانے سے بچو، ورنہ تم پر عیب لگے گا اور لایعنی کاموں میں داخل ہونے سے گریز کرنا، ورنہ ذلت اٹھانا پڑے گی۔

بیٹے! حق بات کہو چاہے تمہارے فائدے میں ہو یا نقصان میں، تمہیں اپنے دوستوں سے ہی عیب لگے گا۔
بیٹے! کتاب اللہ کی پیروی کرو، اور سلام کو پھیلاؤ اور معروف کا حکم کرو، اور برائی سے روکو، قطع رحمی کرنے والے سے صلہ رحمی کرو، اور جو تم سے بات نہ کرے اس کے ساتھ بات کرنے میں پہل کرو اور مانگنے والے کو دو، چغلی سے بچو، اس لیے کہ یہ مردوں کے دلوں میں بغض پیدا کرتی ہے، لوگوں کے عیوب کے پیچھے پڑنے سے بچو، اس لیے کہ لوگوں کے عیوب کے پیچھے پڑنا اپنے آپ کو ہدف بنانا ہے۔
بیٹے! جب بخشش کے طلبگار ہو تو اس کے لیے لازم ہے اس کی اصل جگہ اس لیے کہ بخشش کی بھی جگہ ہوتی ہے اور اس کی کوئی اصل اور جڑ ہوتی ہے، اس کی شاخیں ہوتی ہیں ان شاخوں کے پھل ہوتے ہیں اور پھل اس وقت تک اچھا نہیں ہوگا جب تک کہ اس کی جڑ نہ ہو، اور جڑ اس وقت مضبوط ہوگی جبکہ عمدہ اور مناسب ہو۔
بیٹے! اگر ملنے جاؤ بھی تو اچھے لوگوں سے ملو، اور برے لوگوں سے میل ملاپ نہ رکھو، اس لیے کہ وہ مثل چٹان کے ہیں، جو کبھی نہیں پھوٹتی اور ایسا درخت ہیں جو کبھی ثمردار نہیں بنتا، اور ایسی زمین ہے جس پر گھاس نہیں اُگتی۔
(اتنی وصیت فرمائی تھی کہ واصل بحق ہو گئے) آپ نے ۲۴ شوال المکرم ۱۴۸ھ کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور اپنے والد ماجد کے پہلو میں ''جنت البقیع'' مدفون ہوئے۔

سیدنا امام موسیٰ کاظمؒ

آپ کا نام پاک موسیٰ، کنیت ابوالحسن اور لقب کاظم ہے۔ ولادت باسعادت ۷ صفر المظفر ۱۲۸ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی، آپ بڑے عابد و زاہد، قایم اللیل، صایم النہار، نہایت حلیم اور بردبار تھے۔ زیادتی کرنے والوں سے درگزر فرماتے اسی لیے آپ کو کاظم (غصہ پی جانے اور عفو و درگزر کرنے والے) کہا جاتا ہے۔ ''کشف الظنون'' میں ہے کہ حافظ ابونعیم محدثؒ نے مسند امام موسیٰ کاظم کو جمع کیا ہے۔ آپ کی قد آور شخصیت اور خاندانی پس منظر سے عباسی حکمران ہمیشہ مرعوب رہے اور کئی مرتبہ آپ کو پس دیوارِ زنداں کیا گیا۔ ''نور الابصار'' میں ہے ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید نے پوچھا کہ آپ خود کو رسول اللہ ﷺ کی اولاد کہلاتے ہیں، حالانکہ آپ حضرت علیؓ کی اولاد سے ہیں اور آدمی کا نسب دادا سے ہوا کرتا ہے، نانا سے نہیں؟ آپ نے جواب میں یہ آیت کریمہ پڑھی
''**وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ**'' (الانعام ۶:۸۴) ''اور اُن کی اولاد سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت دی) اور ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس (سب کو ہدایت عطا فرمائی)'' اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی انبیاء کی اولاد سے شمار کیا ہے حالانکہ آپ بغیر باپ کے تھے۔ آپ کو والدہ کی وساطت سے ذریت انبیاء میں ملحق فرمایا۔ اسی طرح ہم بھی والدہ (سیدہ فاطمہؓ) کی طرف سے حضور علیہ السلام کی اولاد میں شامل ہیں''۔ پھر آپ نے دوسری دلیل یہ دی کہ رسول اللہ ﷺ نے جب نصاریٰ کو دعوتِ مباہلہ دی، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا
''**قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاۗءَنَا وَاَبْنَاۗءَكُمْ**'' (آل عمران ۳:۶۱) ''فرمادیجیے! آؤ ہم اپنے اپنے بیٹوں کو بلالیں''

تو حضور علیہ السلام نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو اپنے ساتھ لیا۔ اس آیت شریفہ کی رو سے حضرات حسنین کریمینؓ رسول اللہ ﷺ کی اولاد ہیں اور ہم حضرت حسینؓ کی اولاد سے ہیں، یہ سن کر خلیفہ ہارون رشید لاجواب ہوگیا۔

علامہ ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں لکھا ہے، ۲۵ رجب المرجب ۱۸۳ھ کو بغداد کی جیل میں آپ کا وصال ہوا، بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا، آپ کا مزار پُر انوار ''کاظمین'' بغداد شریف عراق میں ہے آپ کی مرقد منورہ کے بارے امام شافعیؒ کا معروف قول ہے'' **قَبْرُ مُوسَی الْكَاظِمِ تِرْيَاقٌ مُجَرَّبٌ لِاجَابَةِ الدُّعَاءِ** '' (حضرت موسیٰ کاظمؒ کی قبر مبارک قبولیت دعا کے لیے نہایت مجرب اور تریاق کی طرح آزمودہ ہے)۔

سیدنا امام علی رضاؒ

آپ کا نام پاک علی، کنیت ابوالحسن اور لقب رضا ہے۔ ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں ۱۱ ربیع الآخر ۱۵۳ھ کو ہوئی۔ آپ نے اپنے والد ماجد سے روایت کی اور آپ سے ایک جماعت نے روایت حدیث کی جس میں خلیفہ مامون، ابوالسلط ہروی اور ابوعثمان مازنی نحوی شامل ہیں۔ علامہ ابن حجر نے ''صواعق محرقہ'' میں لکھا ہے جب آپ نیشاپور تشریف لے گئے تو زائرین کے ہجوم و کثرت کی وجہ سے لوگوں کو چلنا دشوار ہوگیا۔ آپ ایک خچر پر سوار تھے اور لوگ آپ کے سر اقدس پر بطور سایہ چھتری لگائے ہوئے تھے جس کی وجہ سے ہجوم کو زیارت نہیں ہو پا رہی تھی۔ اس وقت کے مشہور حافظانِ حدیث ابوزرعہ رازی اور محمد بن اسلم طوسی نے آگے بڑھ کر خچر کی لگام کو تھام لیا اور نہایت عجز و انکساری سے عرض کی، حضور! اپنے جمال سے لوگوں کو مشرف فرمائیں اور اپنے آبائے کرام کی کوئی حدیث سنائیں۔ آپ نے خچر کو روک دیا اور چھتری کو ہٹا دیا خلقت کی آنکھیں آپ کی زیارت سے ٹھنڈی ہوئیں یہاں تک کہ لوگ بے خود ہو کر زمین پر گرتے اور خچر کے پاؤں چومتے علماء و محدثین نے پکار کر لوگوں کو خاموش کیا اور آپ نے فرمایا:۔

'' **حَدَّثَنِي أَبُو مُوسَى الْكَاظِمُ عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرِ الصَّادِقِ عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ نِ الْبَاقِرِ عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ زَيْنِ الْعَابِدِينَ عَنْ أَبِيهِ شَهِيدِ كَرْبَلَاءَ عَنْ أَبِيهِ عَلِيًّا لْمُرْتَضَى قَالَ حَدَّثَنِي حَبِيبِي وَقُرَّةُ عَيْنِي رَسُولُ اللهِ تَعَالَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ حَدَّثَنِي رَبُّ الْعِزَّةِ سُبْحَانَهُ تَعَالَى قَالَ كَلِمَةُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ حِصْنِي فَمَنْ قَالَهَا دَخَلَ حِصْنِي وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِي أَمِنَ مِنْ عَذَابِي** '' (مجھ سے میرے والد موسیٰ کاظمؒ نے اُن سے ان کے والد جعفر صادقؒ نے، اُن سے اُن کے والد محمد باقرؒ نے، اُن سے ان کے والد علی زین العابدینؒ نے، اُن سے ان کے والد شہید کربلا (سیدنا حسینؓ) نے، اُن سے اُن کے والد علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ مجھ سے حدیث بیان فرمائی میرے حبیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ ﷺ نے کہ مجھے آگاہ کیا جبرئیل علیہ السلام نے کہ فرماتا ہے اللہ جل شانہٗ کہ کلمہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے پس جس نے اس کو پڑھا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے بے خوف ہوا)

یہ فرما کر آپ نے پردہ چھوڑ دیا اور تشریف لے گئے، مجمع میں جن علماء ومحدثین نے اس حدیث کو نقل کیا جب ان کا شمار کیا گیا تو ان کی تعداد تقریباً بیس ہزار تھی، امام احمد بن حنبلؒ بیان فرماتے ہیں "**لَوْ قُرِئَ هٰذَا الْاِسْنَادُ عَلٰى مَجْنُوْنٍ اَفَاقَ مِنْ جُنُوْنِه**" یعنی مذکورہ بالا حدیث کو اگر اسی اسناد کے ساتھ پڑھ کر دیوانہ پر پھونک دیا جائے تو وہ تندرست ہو جائے۔

عباسی خلیفہ مامون نے چاہا کہ وہ آپ کے لیے خلافت سے دستبردار ہو جائے مگر آپ نے یہ بات نہ مانی اور اُس نے اپنے بعد آپ کو ولی عہد مقرر کرلیا۔ اپنی بیٹی ام حبیب کا ۲۰۲ھ میں آپ سے نکاح کر دیا اور بطور ولی عہد درہم و دینار پر آپ کا نام کندہ کروایا۔ آپ نے ۱۹ صفر المظفر ۲۰۳ھ کو وصال فرمایا بعض مؤرخین نے لکھا ہے آپ کو انگور میں زہر دیا گیا خلیفہ مامون نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اپنے والد خلیفہ ہارون رشید کے پہلو میں تدفین کی۔ آپ کا مزار شریف "مشہد مقدس" ایران میں ہے۔

سیدنا امام محمد تقیؒ

آپ کا نام پاک محمد، کنیت ابو جعفر، لقب تقی اور جواد ہے۔ ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں ۱۰ رمضان المبارک ۱۹۵ھ کو ہوئی "وفیات الاعیان" میں ہے۔ آپ علم کے بحر زخار تھے اور اپنے آباؤ اجداد کی سند سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث روایت فرمایا کرتے۔ عمر مبارک ابھی صرف 9 سال تھی اور بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ خلیفہ مامون کی سواری گزری، تمام بچے شاہی رعب کی وجہ سے بھاگ گئے مگر آپ وہیں کھڑے رہے۔ مامون نے آپ کی جرأت و بہادری ملاحظہ کرتے ہوئے پوچھا بیٹے! تم کیوں نہیں بھاگے؟ آپ نے فرمایا "پہلی بات یہ ہے کہ راستہ تنگ نہیں تھا کہ میرے چلے جانے سے کشادہ ہو جاتا، دوسری یہ کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا کہ آپ کے خوف سے بھاگ جاتا۔ اور تیسری بات یہ کہ مجھے آپ کے بارے حسن ظن ہے کہ بغیر کسی جرم کے آپ مجھے کچھ نہیں کہیں گے" مامون یہ جواب سن کر متاثر ہوا اور پوچھا تمہارا اور تمہارے والد کا نام کیا ہے؟ فرمایا "محمد بن علی رضا" مامون کے دل میں آپ کی عظمت و محبت نقش ہوگئی اور اس نے اپنی بیٹی ام الفضل کو آپ کے عقد میں دینے کا تہیہ کرلیا۔ بنو عباس کو پتہ چلا تو انہوں نے مخالفت کی۔ انہیں خدشہ ہوا کہ مامون آپ کو کہیں اپنا ولی عہد نہ بنا دے۔ چنانچہ انہوں نے یحییٰ بن اکثم کو آپ سے علمی گفتگو کے لیے منتخب کیا۔ ان کا خیال تھا آپ ابھی بچے ہیں ایک جید عالم کے ساتھ بات نہیں کر سکیں گے لیکن جب آپ نے گفتگو فرمائی تو قاضی یحییٰ لاجواب ہو گئے۔ چنانچہ اسی مجلس میں مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کا نکاح آپ سے کر دیا۔ "نور الابصار" میں ہے آپ فرمایا کرتے فقر کی زینت پاک دامنی ہے، مصیبت کی زینت شکر میں ہے، حسب و نسب کی زینت انکسار و تواضع میں ہے، کلام کی زینت فصاحت و بلاغت میں ہے۔ روایت کی زینت حفظ ہے علم کی زینت نرمی سے پیش آنے میں ہے، ورع کی زینت حسن ادب اور فضول کاموں کے ترک میں ہے اور قناعت کی زینت خندہ روئی میں ہے۔

آپ نے پچیس سال کی مختصر عمر میں ۸ ذیقعدہ ۲۲۰ھ کو وصال فرمایا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے آپ کو خلیفہ معتصم باللہ نے زہر دلوایا تھا۔ آپ کو اپنے جد امجد سیدنا موسیٰ کاظم کے پہلو میں "کاظمین" بغداد شریف مدفون کیا گیا۔

سیدنا امام علی نقیؒ

آپ کا نامِ پاک علی، کنیت ابوالحسن ثالث، لقب ہادی اور نقی مشہور ہے، ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں ۱۳ ار جب المرجب ۲۱۴ھ کو ہوئی۔ آپ علم و فضل اور جود و سخا میں اپنے آبائے کرام کا عکس جمیل تھے۔ اہل بیت اطہار کی نسبی و خاندانی وجاہت، فطری ذکاوت، علمی شہرت اور شرافت کی وجہ سے حکمران ہمیشہ خائف رہتے اور ان پر کڑی نظر رکھتے۔ خلیفہ متوکل باللہ نے آپ کو اپنے لیے سیاسی خطرہ سمجھتے ہوئے ۲۴۳ھ میں مدینہ منورہ سے نقل مکانی کر کے "سرمن رای" جو بگڑ کر آج کل سامرہ ہے۔ میں اقامت پذیر ہونے پر مجبور کر دیا۔ چونکہ یہاں فوجی چھاؤنی بھی تھی، جسے عسکر یا معسکر کہا جاتا ہے۔ اس مناسبت سے آپ کے اسم گرامی کے ساتھ عسکری کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ آپ نے صرف چالیس سال کی عمر میں ۲۵ جمادی الآخر ۲۵۴ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کا مزار پرانوار "سامرہ" عراق میں ہے۔

سید جعفر ثانیؒ

آپ کا نام جعفر، کنیت ابوعبداللہ اور لقب ابوالکرین ہے، چونکہ آپ امامت سیدنا مہدیؓ (امام غائب) کے قائل نہ تھے اسی لیے اہل تشیع اِن کو "کذاب" کہتے ہیں (ملاحظہ ہو، کتاب صافی شرح اصول کافی مصنفہ ملا خلیل قزوینی، جزو ثالث) آپ کی اولاد میں سے سادات بنی الناذوک، قواسم، بدوز، قلتات، بنی کعب، مواجد وغیرہم ممالک مصر و شام میں اور سادات بخاری و باکھری ہند و پاک میں آباد ہیں۔ آپ ۲۷۱ھ کو واصل بحق ہوئے۔

سید علی اصغرؒ

آپ کے دو فرزند ہوئے۔ اول سید عبداللہ جو بخاری سادات کے جداعلیٰ ہیں، دوم سید اسماعیل جو باکھری سادات کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔ سید علی اصغرؒ نے ۵ صفر المظفر ۲۹۱ھ کو وصال فرمایا اور تدفین "سامرہ" عراق میں ہوئی۔

سید عبداللہؒ

آپ کا وصال ۱۴ ربیع الاول ۳۴۰ھ کو ہوا۔ اور بغداد میں مدفون ہوئے۔

سید احمدؒ

سادات بخاری کے یہی پہلے بزرگ ہیں جو سرزمین بخارا پر فروکش ہوئے، آپ نے ۵ صفر المظفر ۳۸۰ھ کو بخارا میں وصال فرمایا اور وہیں تدفین ہوئی۔ بخارا اس وقت ازبکستان میں ہے۔

سید محمودؒ

آپ بھی زندگی بھر بخارا میں رہے اور یہیں ۲۱ جمادی الاول ۴۷۰ھ کو وصال فرما کر مدفون ہوئے۔

سید محمدؒ

آپ بھی بخارا میں ہی فروکش رہے۔ ۱۹ شوال المکرم ۵۴۷ھ کو وصال فرمایا اور اپنے آباؤ اجداد کے پاس دفن ہوئے۔

سید جعفر ثالثؒ

آپ کے چار فرزند ہوئے۔ سید علی ابوالمؤید، سید محمد اکبر، سید علی اصغر اور سید عبدالقادر، موخر الذکر تینوں

صاحزادے طفولیت میں واصل بحق ہوئے سید علی ابوالمؤید سے ہی آپ کا سلسلہ اولاد چلا۔ سید جعفر ثالث نے ۱۹ ذیقعدہ ۵۹۰ھ کو وصال فرمایا اور بخارا میں ہی مدفون ہوئے۔

سید علی ابوالمؤیدؒ

''جدید تاریخ اوچ شریف'' حصہ اول میں ہے۔ آپ کی چار بیویاں تھیں جن سے سات فرزند تولد ہوئے، بادشاہ طوران، سلطان محمود کی دختر ''بی بی شہر بانو'' سے سید جلال الدین حسین سرخ ایک ہی فرزند تھے۔ سید علی ابو المؤیدؒ کا مزار بخارا میں ہے۔

حضرت مخدوم سید جلال الدین حسین سرخ بخاریؒ

(مورثِ اعلیٰ ساداتِ بخاریہ اوچ شریف)

آپ سلسلۂ سہروردیہ کے رکن رکین اور خانوادۂ بخاریہ اوچ کے بانی مبانی ہیں۔ آپ کی مسجد میں پتھر کی ایک تختی پر آپ کا نام ''جلال الدین حسین'' لکھا ہوا ہے، آپ کے پوتے حضرت مخدوم جہانیاں کا سلسلۂ نسب بھی اس طرح تحریر ہے ''حسین بن احمد بن حسین بن علی'' اس لحاظ سے آپ کا اسمِ گرامی ''حسین'' اور لقب ''جلال الدین'' ہے، آپ کو سرخ بخاری، میر سرخ اور سرخ پوش بھی کہتے ہیں، بعض مؤرخین کا خیال ہے۔ چونکہ آپ سُرو علاقے'' بخارا'' کے رہنے والے تھے، آپ کا رنگ سرخ تھا، اسی لیے آپ کو سرخ بخاری یا میر سرخ کہتے ہیں، نا کہ سرخ لباس پہنتے تھے، للہذا عقلاً بھی یہی روایت زیادہ بہتر معلوم ہوتی ہے، آپ کی ولادت بروز جمعۃ المبارک، ۵ ذوالحج ۵۹۵ھ کو بخارا میں ہوئی، ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والدِ ماجد کی نگرانی میں حاصل کی۔

خانوادۂ سہروردیہ کے گوہر شب چراغ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی جب تحصیلِ علم کے لیے بخارا میں مقیم تھے تو ان کے مخلصانہ روابط حضرت سید علی ابوالمؤید بن جعفر کے گھرانہ سے ہو گئے۔ حضرت بہاؤالدین زکریا کی شخصیت سے یہ گھرانہ اسقدر متاثر ہوا کہ جب آپ واپس ملتان تشریف لے آئے۔ تو باوجودیکہ وہ دور بڑا پُر آشوب تھا اور راستہ بھی انتہائی خطرناک تھا مگر یہی عقیدت حضرت سید جلال الدین حسین کو کشاں کشاں ہندوستان لے آئی۔

اس وقت آپ کی اہلیہ کا انتقال ہو چکا تھا، البتہ آپ کے دو فرزند سید علی اور سید جعفر آپ کے ہمراہ تھے ۶۲۵ھ میں آپ بھکر پہنچے۔ یہاں مشہور بزرگ حضرت سید بدرالدین (م:۶۸۰ھ) کی صاحبزادی سے آپ نے عقدِ ثانی کیا۔ اس کے بعد آپ ملتان تشریف لے آئے اور یہاں حضرت بہاؤالدین زکریا (م:۶۶۱ھ) کی صحبت میں کم وبیش تیس برس تک رہے۔ حضرت جلال الدین سرخ بخاری اور حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی کے درمیان صرف پیری، مریدی کا ہی رشتہ نہ تھا بلکہ باہم دوستی اور مودت کا بھی تعلق تھا'' تاریخ فرشتہ'' میں ہے۔ ملتان کے زمانہ قیام میں ایک مرتبہ جب کہ موسم گرما اپنے عروج پر تھا۔ دھوپ کی شدت اور موسم کی حدّت میں بے اختیار مخدوم سید جلال الدین کی زبان سے یہ فقرہ صادر ہوا'' آہ یخ بخارا در چنیں حرارت از کجا یابم ''(اس گرمی میں بخارا کی برف کہاں ملے گی) یہ کہنا تھا کہ مطلع صاف میں دفعتاً ابر نمودار ہوا جو گھٹا بن کر برسا اور مرغی کے انڈوں کے برابر اولے گرنے لگے۔ ''ملفوظ المخدومؒ'' میں حضرت مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں۔ میرے دادا کے ہاں لکڑی کا ایک پیالہ تھا۔ جب آپ حجرہ کے اندر ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوتے تو وہ پیالہ بھی آپ کے ساتھ ذکر کرتا۔ کسی

شخص نے حضرت شیخ صدرالدین عارفؒ سے پوچھا کہ حجرہ میں سید جلال الدین سرخ کے سوا کوئی نہیں ہوتا لیکن آواز سے یوں محسوس ہوتا ہے گویا دو آدمی ذکر کر رہے ہیں۔ شیخ عارفؒ نے فرمایا ''پیالہ ان کی موافقت کرتا ہے'' اس کے بعد حضرت مخدوم جہانیاںؒ نے متبسم ہو کر فرمایا۔ ''یہ پیالہ اب تک بطور تبرک ہمارے پاس محفوظ ہے''

حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے بیان کے مطابق حضرت سید جلال الدین سُرخ اپنے مرشدِ کریم حضرت بہاؤالدین زکریا کے وصال سے کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ صدرالدین عارف کی اجازت سے اوچ شریف میں مستقل قیام پذیر ہوئے جس دَور میں آپ نے اوچ میں نزول اجلال فرمایا۔ اس علاقے پر ہندوؤں کا قبضہ وتسلط تھا۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے اطراف ونواح کے بے شمار کفار حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ خاص طور پر راجپوتوں، چدھڑ، ڈاہر اور سیال قوم کے افراد نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ ''خزینۃ الاصفیاء'' میں ہے۔ ''ہزار ہا مخلوق خدا را بہ ہدایت ہاری حقیقی براہِ راست آورد وشہر جھنگ سیالاں کہ در پنجاب مشہور ومعروف ست بنا فرمود'' (ہزاروں لوگوں کو ہدایت حق سے راہِ راست پر لائے اور جھنگ سیالاں جو پنجاب کا مشہور ضلع ہے کی بنیاد بھی آپ ہی نے رکھی)۔

ڈیراور کا قلعہ اس زمانہ میں جیسلمیر کی حدود میں تھا۔ یہاں کا راجہ کافر تھا۔ آپ نے راجہ کے ہاں پیدا ہونے والے بیٹے کے متعلق مسلمان ہونے کی پیشن گوئی فرمائی۔ چنانچہ وہ لڑکا نہ صرف مسلمان ہوا بلکہ اسلام کا نامور مبلغ بنا۔ یہ راجکمار ''چھن پیر'' کے نام سے ریاست بہاولپور میں بہت بڑا بزرگ ہوا ہے۔ حضرت جلال الدین سرخ کی اوچ میں تشریف آوری سے مخلوقِ خدا نے روحانی اور علمی استفادہ کے لیے اس قدر رجوع کیا کہ بہت جلد اوچ کا وہ حصہ جہاں آپ فروکش ہوئے ''اوچ بخاری'' کے نام سے دُور ونزدیک میں مشہور ہو گیا۔ ''نزہتہ الخواطر'' میں آپ کی جلالت شان اور علمی مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے مصنف رقم طراز ہیں۔

''وَکَانَ عَالِماً کَبِیْراً عَارِفاً فَقِیْهاً زَاهِداً صَالِحاً مُنْقَطِعاً اِلَی اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَکَانَ یَدْرِسُ وَیُفِیْدُ اَخَذَ عَنْهُ خَلْقٌ کَثِیْراً مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْمَشَائِخِ وَبَارَکَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ ذُرِّیَّتِهٖ الصَّالِحَةِ فَمْلَاءَ وَاٰفَاقَ الْهِنْدِ''

(آپ بہت بڑے عالم، عارف باللہ، فقیہہ، زاہد، پارسا اور ساری دنیا سے کٹ کر صرف اللہ رب العزت کی طرف متوجہ تھے۔ درس وتدریس کا مشغلہ تھا۔ ایک دنیا آپ کے فیوض علمی سے بہرہ ور ہوئی اور بے شمار بندگانِ خُدا نے آپ سے علمی اور روحانی استفادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد میں بڑی برکت عطا فرمائی۔ پورا ہندوستان جن کے فیوض سے فیض یاب ہوا)

آپ نے 95 سال کی عمر میں 19، جمادی الاوّل ۶۹۰ھ بمطابق 20 مئی 1291ء کو وصال فرمایا ان دنوں آپ کا قیام موجودہ اوچ سے چھ کوس کے فاصلہ پر چناب رسول پور میں تھا۔ یہیں وصال کے بعد تدفین ہوئی۔ جب یہ جگہ بعد میں دریا کی زد میں آ گئی تو متولیان درگاہ نے آپ کا تابوت اس جگہ منتقل کر دیا۔ جواب سیوننگ بیلا کہلاتی ہے۔ یہاں بھی دریا کی طغیانی آ پہنچی تو آپ کا تابوت مبارک یہاں سے نکال کر حضرت سید صدرالدین راجن قتالؒ کی مزار کے متصل اوچ شریف میں دفن کیا گیا۔ پھر مخدوم سید حامد نو بہار اوّل نے ۱۰۲۶ھ بمطابق 1617ء میں مزار شریف یہاں سے منتقل کرنا چاہا۔ آخر جنگ وجدال تک نوبت پہنچی مگر چوتھی مرتبہ پھر آپ کا تابوت

مبارک یہاں سے نکال کر اس جگہ دفن کیا گیا جہاں تادمِ تحریر موجود ہے اور مرجع خلائق ہے۔

موجودہ عمارت کو ۱۲۶۱ھ میں نواب بہاول خان ثالث فرمانروائے ریاست بہاولپور نے نہایت ہی خوبصورت انداز میں تعمیر کروایا۔ خانقاہ کے احاطہ میں ایک کنواں اور تالاب بھی کھدوایا۔ پھر ۱۳۰۰ھ میں نواب صادق محمد خان رابع نے اس کی مرمت و وسعت اور تزئین و آرائش کا مزید اہتمام کیا۔ محکمہ اوقاف کے تحت عہدِ حاضر میں بھی اس کی مرمت کا کام ہوتا رہتا ہے۔ حضرت سید جلال الدین سُرخ نے زندگی میں تین شادیاں فرمائیں جن سے پانچ فرزند تولد ہوئے۔ 1۔ سید علی، 2۔ سید جعفر 3۔ سید احمد کبیر 4۔ سید بہاؤالدین 5۔ سید محمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم،

حضرت مخدوم سید احمد کبیرؒ

آپ حضرت سید جلال الدین سُرخ کے فرزندِ ارجمند اور ان کے بعد از وصال سلسلۂ طریقت میں جانشین مقرر ہوئے۔ آپ کو خاندانِ حسینیہ میں اپنے والدِ ماجد اور خانوادۂ سہروردیہ میں پدرِ بزرگوار کے علاوہ حضرت شیخ صدرالدین عارف سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت کے ملفوظات میں ان کے والدِ مکرم حضرت سید احمد کبیر کی روشن اور شاندار زندگی کی جھلکیاں ملتی ہیں جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت موصوف کس قدر صاحبِ کمال اور عظیم المرتبت بزرگ تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں۔ ''میرے والد خوفِ الٰہی کی وجہ سے بستر پر نہیں سوتے تھے مبادا غفلت کی نیند سو جائیں۔ موسم سرما ہو یا گرما، صرف ایک چادر اوڑھتے تھے۔ دِن، رات میں ایک، ایک قرآن مجید ختم کرتے، جسوقت نماز ادا کرتے یا قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تو آپ پر رقت طاری ہو جاتی اور اسطرح روتے کہ محسوس ہوتا کہ ان کے سینہ مبارک سے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ میرے والد ہر وقت عشقِ الٰہی میں سرشار رہتے تھے۔ ان کے شوق کا یہ عالم تھا کہ جب وہ فرض و نفل نماز کے لیے مصلیٰ پر کھڑے ہوتے تو نعرہ مارتے اور زار و قطار روتے تھے۔ (بزم صوفیہ صفحہ نمبر ۳۹۶، دُرِ منظوم، مطبوعہ دہلی)

آپ اگرچہ صاحبِ کرامت بزرگ تھے مگر کشف و کرامت کا اخفاء فرمایا کرتے حضرت مخدوم جہانیاںؒ سے مروی ہے ایک دن میرے والد سید احمد کبیر دریا کے کنارے پہنچے اور کشتی طلب فرمائی۔ ان کے مریدوں نے کہا، حضور! ہم اسی وقت پاؤں میں جوتا پہن کر پانی پر جاتے ہیں، جوتا ہرگز پانی سے تر نہ ہوگا، آپ کو کشتی کی بھلا کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے فرمایا، ''بھائیو! جس چیز میں استدراج کا احتمال ہو، چند درہم کے واسطے ہم کیوں اس کے محتاج ہوں'' البتہ کسی کی حاجت پوری فرمانے کے سلسلہ میں کرامت کا اظہار بھی ہوا کرتا تھا۔ آپ کے پاس جب کوئی شخص درماندہ عاجز آتا تو اپنا ہاتھ سنگریزوں میں ڈال کر اس کے ہاتھ میں دے دیتے، وہ سب زریں ہو جاتے تھے۔ ایک دن دعاگو (مخدوم جہانیاںؒ) نے عرض کیا کہ آپ کیا پڑھتے ہیں تو فرمایا ''فرزندِ من! یا حی یا قیوم پڑھتا ہوں''

آپ کی طبیعت پر جذب و مستی کا غلبہ تھا۔ اگر حضرت جمال الدین خنداں رو آپ کی نگہداشت نہ فرماتے تو آپ مجذوب ہو جاتے۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ یہ واقعہ تفصیل سے بیان فرماتے ہیں ''میرے والد سید احمد کبیر، شیخ جمال الدین کی رعایت ملحوظ نہ رکھتے تھے۔ مجھے شیخ (حضرت شاہ رکن عالم ملتانی) نے فرمایا تم جاؤ اور اپنے والد کو میرا سلام پہنچا کر کہو، برادرم جمال الدین کی رعایت نگاہ میں رکھے۔ اگر وہ تیرا حفظ نہ کرے تو، تُو دیوانہ ہو جائے اور اگر

وہ تیری رعایت نہ کرے اور ممد نہ ہوتو،تو شوق کے مارے مولہ ہو جائے۔وہ شوق یہ تھا کہ جس وقت میرے والد نماز و نفل میں کھڑے ہوتے تو نعرہ مارتے اور زارو زار روتے تھے۔جب دعا گو (مخدوم جہانیاںؒ) اوچ میں آیا تو اپنے والد مخدوم کی پائے بوسی کی اور شیخ کا سلام پہنچایا اور عرض کیا کہ آپ کو شیخ جمال الدین کی رعایت کرنے کا فرمایا ہے کہ اگر تم برادرم جمال الدین کی رعایت نگاہ میں نہ رکھو گے تو شوق کے مارے مولہ ہو جاؤ گے۔وہ تم کو حفظ میں رکھتا ہے۔جب میں نے یہ کہا تو اسی وقت والد مخدوم نے جوتا پہنا اور شیخ جمال الدین کے پاس گئے۔مجھے بھی اپنے ہمراہ لے گئے ،ملاقات کی اور پاؤں پر گرے۔اور باہم معانقہ کیا۔شیخ جمال الدین نے کہنا شروع کیا کہ اے مخدوم زادے! تمہارے والد سید جلال الدین بخاری جب تم پیدا ہوئے تو تم کو اس دُرویش کے پاس لائے اور کہا کہ ''برادرم جمال الدین! یہ میرا فرزند مولہ و باشوق ہوگا، چاہیے کہ تم محافظت کرو'' شیخ نے کہا میں وہ رعایت تمہارے والد کی نگاہ میں رکھتا ہوں اور ممد رہتا ہوں کہ ان کا وہ عہد وفا کرتا رہوں۔اس وقت سے والد مخدوم نزدیک شیخ جمال الدین کے بہت جاتے تھے اور دُعا گو اب تک واسطے ان کے فرزندوں کے وہ رعایت نگاہ میں رکھتا ہے۔

حضرت سید احمد کبیر کا وصال اوچ میں ہوا۔حضرت مخدوم جہانیاں کیفیت وصال کے متعلق فرماتے ہیں۔''میرے والد مخدوم نے جس شب وصال فرمایا دُعا گو خدمت میں حاضر تھا۔اس رات عشاء کی نماز مستحب وقت میں آپ نہ پڑھ سکے جب آدھی رات ہوئی تو مجھے بلایا۔پورا وضو کیا،عشاء کی نماز اور وتر پورا ادا کیا،ویسے ہی قبلہ کی طرف منہ کر کے جاں بحق تسلیم ہوئے۔آپ کا سنِ وصال معلوم نہیں ہوسکا البتہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ ۷۱۴ھ بمطابق 1314ء کے کئی سال بعد آپ کا وصال ہوا۔''خطۂ پاک اوچ'' اور ''تاریخ اوچ'' کے مولفین لکھتے ہیں۔حضرت سید جلال الدین سرخ کے مزار سے متصل ان کے فرزند و جانشین حضرت سید احمد کبیر کا مزار ہے۔ لیکن ''تاریخ اوچ'' کے مولف نے خود ہی اس اَمر کی وضاحت بھی کر دی ہے کہ حضرت جلال الدین سرخؒ کا جہاں آج کل مزار ہے۔وہاں ۱۰۲۶ھ بمطابق 1617ء کو چوتھی مرتبہ آپ کی تدفین ہوئی۔گمان غالب یہی ہے کہ اگر آپ اپنے والدِ بزرگوار سید جلال الدین سرخ کے متصل دفن ہوئے تو آپ کا تابوت شریف بھی مختلف حادثات کے موقع پر اُن کے ساتھ دوبارہ دفن ہوتا آیا۔

حضرت سید احمد کبیر کے دو ہی فرزند تھے۔اوّل حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشتؒ اور دوم حضرت سید صدرالدین راجو قتال،آپ کے خلفاء میں بھی دو حضرات ہی معروف ہیں۔اوّل آپ کے فرزند اکبر و جانشین صادق حضرت مخدوم جہانیاںؒ اور دوم حضرت سید جلال الدین سلہٹی جو آپ کے حقیقی بھانجے تھے اور انہوں نے بنگال میں اشاعتِ اسلام کے لیے بڑی خدمات سرانجام دیں۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشتؒ

عہدِ سلاطین میں حضرت مخدوم جہانیاں کی ذات والا صفات اوچ کی نمایاں ترین شخصیت قرار دی جاسکتی ہے۔آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ شعبان المعظم ۷۰۷ھ بمطابق 19 جنوری 1308ء بروز جمعرات کو اوچ میں ہوئی۔آپ کا نام جدِ بزرگوار کے اسمِ گرامی پر ''جلال الدین حسین'' رکھا گیا اور لقب ''مخدوم جہانیاں جہانگشتؒ'' ہے۔آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والدِ ماجد حضرت سید احمد کبیر، چچا بزرگوار سید صدر الدین محمد اور حضرت شیخ جمال الدین خنداں رُو کے زیر سایہ ہوئی۔فقہ اور اصولِ فقہ کی معیاری کتابیں مثلاً ہدایہ اور اصول بزوری وغیرہ آپ

نے شیخ بہاؤالدین قاضی اوچ سے پڑھیں۔ پھر آپ ملتان تشریف لے گئے۔ جہاں حضرت شیخ ابوالفتح رکن الدین المعروف شاہ رکنِ عالم ملتانی کی نگرانی میں مولینا موسیٰ نبیرہ حضرت زکریا ملتانی اور انکے چچازاد بھائی مولینا مجد الدین کے زیرِ تدریس رہے۔ اس دوران اپنے مرشدِ کریم حضرت شاہ رکن عالم سے بھی علمی استفادہ کرتے رہے۔

''درمنظوم'' میں ہے کہ آپ سبعہ قرأت کے قاری تھے۔ آپ تحصیلِ علم کی غرض سے حجازِ مقدس بھی تشریف لے گئے۔ جہاں مکہ مکرمہ میں آپ نے امام عبداللہ یافعیؒ سے اور مدینہ منورہ میں امام عبداللہ مطری سے حدیث وتصوف کی امہات کتب کا درس لیا۔ قیامِ مدینہ کے دنوں میں ایک مرتبہ مسجد نبوی ﷺ میں امامت کا شرف بھی حاصل کیا۔ حضرت مخدوم جہانیاں نے ''عوارف المعارف'' کا درس جس نسخہ سے لیا تھا۔ وہ نسخہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے زیرِ نظر بھی رہ چکا تھا۔ امام عبداللہ مطری کا جب وقتِ آخر آیا تو انہوں نے وہ نسخہ آپ کو پہنچانے کے لیے امام عبداللہ یافعیؒ کے پاس بھجوادیا۔

حضرت مخدوم جہانیاںؒ اس نسخہ کو بہت زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ الغرض آپ نے علوم ظاہری و باطنی حاصل کرنے کے لیے بہت مشقت اُٹھائی۔ آپ کے مطبوعہ ملفوظات سے آپ کی مجتہدانہ کاملیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔'' تاریخ فرشتہ، جلد دوم'' میں ہے۔'' آپ علوم عقلی ونقلی کے متبحر عالم تھے۔ اوراس اُمر کے مقید نہ تھے کہ ایک ہی بزرگ کے مرید ہوکر دوسرے سے رجوع نہ کریں۔''

صاحب نزہتہ الخواطر لکھتے ہیں۔'' **كَانَ عَالِمًا بَارِعًا مُجْتَهِدًا فِى الطَّاعَاتِ وَالْخَيْرَاتِ مُتَعَبِّدًا مُرْتَاضًا فَقِيهًا مُحَدِّثًا حَنَفِيًّا فِى الْاُصُوْلِ وَالْفُرُوْعِ يُفْتِى عَلٰى مَذْهَبِ الْاِمَامِ اَبِى حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللهِ وَ يَعْمَلُ عَلَى الْعَزِيْمَتِ وَلَا يَتَّبِعُ الرُّخَصَ** ''(وہ ذہین عالم ،نیکیوں اورعبادات میں کوشش کرنے والے عبادت گزار مرتاض، محدث، اصول وفروع میں مسلک حنفی کے ماننے والے تھے۔ امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ وہ عزیمت پرعمل کرتے تھے اور رخصت کونظر انداز کردیتے تھے۔)

حضرت مخدوم جب روضۂ انوار حضور سرورِدوعالم ﷺ پر حاضر ہوئے تو مدینہ منورہ کے بعض سادات نے آپ سے سید ہونے کی سند مانگی۔ آپ نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں جاکر عرض کی ''اسلام علیک یاجدی'' توروضۂ اقدس سے آواز آئی ''وعلیک السلام یاولدی'' جسے سن کر معترضین دم بخود رہ گئے۔ اورآپ کی شرافت وسیادت کے قائل ہوکر تعظیم وتکریم بجالائے۔ ''لطائف اشرفی'' میں ہے۔ آپ نے زمین کے بہت بڑے حصے کا سفر کیا۔ اس سفر میں بے شمار اہل اللہ سے فیوض وبرکات حاصل کرنے کا موقع ملا۔ اس سیروسیاحت کے پیچھے جومقصد کارفرما تھا وہ حضرت مخدوم ہی کی زبانی سُنیے۔

فرماتے ہیں۔'' سلطان محمد تغلق نے مجھ کو شیخ الاسلام مقرر کیا اور 40 خانقاہیں میری تحویل میں دے دیں۔ میرے مرشد شیخ ابوالفتح رکن الدین (شاہ رکن عالم ملتانی) مجھے خواب میں دکھائی دیئے اور فرمایا'' تو حج کو چلا جا۔ ورنہ غرق ہوجائے گا۔ صبح کو شیخ کے امام نے بھی کہا کہ شیخ کا حکم ہے آپ جلد روانہ ہوجائیں۔ تیاری کی ضرورت کیا ہے؟ میں نے اپنے والدِ مخدوم سے اجازت طلب کی اور مسافرت اختیار کی۔ میرے پاس زادِ سفر نہیں تھا۔ لیکن حق

تعالیٰ نے بے حد انعامات و اکرامات سے نوازا۔ اور زادِ سفر کی یہ سبیل پیدا فرمائی کہ ایک عزیز جو سفرِ حج کے ارادہ سے روانہ ہوا تھا۔ وہ واپس آ گیا اور اس کا سفرِ خرچ مجھے مل گیا۔ ساتھ ہی گھوڑا بھی سواری کے لیے دیا۔ میں نے وہ گھوڑا مولانا نظام الدین کڑہ کو دے دیا۔ جو دِق کے مریض تھے اور خود پیادہ حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوا۔ اور انواع و اقسام کی نعمتوں سے بہرہ یاب ہوا'' اس واقعہ سے جہاں آپ کی بے نفسی اور مرشدِ کریم سے آپ کے تعلق خاطر کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہاں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سیر و سیاحت میں زیادہ وقت صرف کرنے کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ آپ اہلِ جاہ و حشم سے دُور رہنا چاہتے تھے۔

حضرت مخدوم جہانیاں ہمیشہ تحصیلِ کمالات میں کوشاں رہے۔ اس سلسلہ میں صحرا نوردی اور بادیہ پیائی کی صبر آزما تکالیف خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔ اسی ذوقِ رہ نوردی کی بنا پر ''جہانیاں جہاں گشت'' آپ کا لقب قرار پایا مختلف تذکروں میں لکھا ہے۔ آپ نے 14 سلاسل طریقت کے 130 سے زائد صاحبِ ارشاد بزرگوں سے استفادہ کیا اور خرقۂ خلافت و اجازتِ بیعت حاصل کی۔ تین خانوادے خصوصی تعلق کی وجہ سے مشہور و معروف ہیں۔

اوّل، سلسلہ سہروردیہ میں حضرت شاہ رکنِ عالم ملتانی سے۔ دوم، حسینیہ بخاریہ میں اپنے والد حضرت سید احمد کبیر سے۔ سوم، چشتیہ نظامیہ میں حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ سے۔ آپ کو حضور سیدنا غوث الاعظمؓ سے والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ ''الدرالمنظوم'' میں ہے۔ آپ فرمایا کرتے ''میں نے حضرت شرف الدین محمود تستری کی زیارت کی۔ انہوں نے حضرت شہاب الدین سہروردی کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور کیا۔ اور حضرت شیخ شہاب الدین، حضورِ غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی کے فیض یافتہ صحبت تھے۔ اسی نسبت سے میں حضرت غوث الثقلین کے اس ارشاد کا مصداق ہو گیا کہ (**طوبی لمن رآنی ولمن رآی من رآنی ابخ**) جنہوں نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والوں کو دیکھا، یا میری زیارت سے مشرف ہونے والوں کو دیکھنے والوں کی زیارت کی، ان کے لیے خوش بختی ہے)

سلطان فیروز شاہ تغلق کو حضرت مخدوم جہانیاں سے جو عقیدت و محبت تھی اس کا حال مشہور مؤرخ شمس سراج عفیف نے ''تاریخ فیروز شاہی'' میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ایک جگہ وہ لکھتا ہے۔ ''حضرت مخدوم جب اوچ سے سال، دو سال کے بعد دہلی تشریف لاتے اور فیروز آباد کے قریب پہنچتے تو بادشاہ ''مند'' تک آپ کے استقبال کے لیے پہنچتا اور بڑے اعزاز و اکرام سے آپ کو شہر میں لاتا۔ جب حضرت مخدوم اپنی قیام گاہ سے معمول کے مطابق فیروز شاہ سے ملنے کے لیے تشریف لاتے تو جونہی آپ محل حجاب میں پہنچ کر سلام کہتے۔ بادشاہ فوراً تخت گاہ سے نیچے اُتر کر کھڑا ہو جاتا اور بڑے انکسار و تواضع سے پیش آتا''

حاجی و بیر آصفی مکی جنکا اصل نام ''عبداللہ محمد بن عمر'' تھا۔ انہوں نے ایک کتاب سلطان مظفر خاں حاکمِ گجرات اور اس کی اولاد احفاد کے بارے میں ''ظفر الوالہ بمظفر و آلہ'' کے نام سے تحریر کی۔ اس میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔ ''**وسبقت الاشارة فی ترجمة مظفر** سلطان گجرات اِلی البشرة لہ بالسلطنۃ من

القطب الربانی مولانا جلال الدین المخدوم جہانیاں قدس سرہ (۹۱۳، مطبوعہ لندن) یعنی گجرات کے سلطان مظفر کے حالات میں یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اس کو سلطنت کی خوشخبری حضرت قطب ربانی مولانا مخدوم جہانیاں قدس سرہٗ نے دی تھی۔''

الغرض حضرت مخدوم جہانیاں کا اپنے عہد کے تمام مسلمان سلاطین پر زبردست اثر تھا اور ہر علاقہ کے بادشاہ اور حکام آپ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ بادشاہوں کے ساتھ حضرت مخدوم کا تعلق طلب جاہ و مال کے لیے نہ تھا۔ بلکہ محض خدمت خلق اور اصلاح کا جذبہ اس میں کار فرما تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حکمران طبقہ آپ کے فقر و استغناء اور بے نیازی و بے نفسی سے متاثر ہو کر آپ کی بات بڑی توجہ سے سُنتا اور اسے قبول کرتا تھا۔

حضرت مخدوم جہانیاں اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ پر مسلکِ اہلسنت والجماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ ''جامع العلوم'' میں فرماتے ہیں۔ ''نبی کریم ﷺ کے بعد بہترین انسان حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں، پھر حضرت عمر فاروقؓ، پھر حضرت عثمان غنیؓ اور پھر حضرت علی المرتضیٰؓ، صحابہ کرام کا ذکر عیب و طعن سے نہیں کرنا چاہیے۔ ان کو بھلائی سے یاد کرنا چاہیے۔'' اسی کتاب میں ایک اور جگہ فرماتے ہیں ''ہم نبی کریم ﷺ کے کسی صحابی سے بیزاری کا اظہار نہیں کرتے۔ روافض اور ہمارے درمیان یہ مسئلہ اختلاف کا باعث ہے۔ کیونکہ وہ حضرت علیؓ کے سوا باقی تمام صحابہ سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ ہمارے پاس روافض کے رَد میں یہ حدیث ہے۔

''**اصحابی کالنجوم بایھم با اقتدیتم اھتدیتم وان ابیتم غویتم**'' (میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں، تم نے ان میں سے جس کسی کی پیروی کی ہدایت پائی اور اگر انکار کرو گے اور ان کی مخالفت کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے) پس ہم سب صحابہ کو واجب الاحترام مانتے ہیں کہ ان کے فضائل میں بے شمار احادیث مروی ہیں۔ لیکن شیعہ صرف حضرت علی المرتضیٰؓ کے قائل ہیں اور باقی صحابہ کو نظر انداز کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رافضیوں کے اعتقاد سے زیادہ قریب ہے''

حضرت مخدوم جہانیاں نے بطور یادگار ایک کثیر علمی ذخیرہ چھوڑا۔ آپ کے ملفوظات اور تصانیف مستقل اہمیت کی حامل ہیں۔ یہاں پر مختصراً ان کی وضاحت قلمبند کی جاتی ہے۔

1۔ جامع العلوم (الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم):۔

یہ آپ کے ملفوظاتِ عالیہ کا ایک گرانمایہ مجموعہ ہے۔ جو آپ کے مریدِ خاص مولانا علاء الدین علی بن سعد نے قیامِ دہلی کے 9 ماہ میں تحریر کیا۔ راقم الحروف (محمد طاہر حسین غفرلہٗ) کے پاس اس مجموعہ کا فارسی اور اُردو ترجمہ دونوں کتب کے علاوہ ایک اولین اردو ترجمہ کا خطی نسخہ بھی ہے جسکے اول و آخر کے صفحات نہیں ہیں میرے خیال کے مطابق کم و بیش ڈیڑھ سو سال پرانا ہے۔

2۔ خزانہ جلالی:۔

اس کا اصل نام ''خزانۃ الفوائد الجلالیہ'' ہے مگر ''خزانہ جلالی'' کے مختصر نام سے مشہور ہے۔ جس کو آپ کے مرید ''احمد المرعوب بہا بن حسن نے مرتب کیا۔ یہ کتاب ایک مقدمہ اور سترہ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کا خطی نسخہ

راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے جو تقریباً ایک سو تیس سال پہلے نقل کیا گیا۔

3۔ جواہر جلالی:۔

یہ بھی حضرت مخدوم کے ملفوظات کا ایک ضخیم دفتر ہے جس کے مرتب ''فضل اللہ بن ضیاء العباسی'' ہیں جو حضرت مخدوم کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اس کا ایک قدیم خطی نسخہ راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے

4۔ مظہر جلالی:۔

یہ بھی حضرت مخدوم کے ملفوظات کا ایک مجموعہ ہے۔ یہ نسخہ ''جواہر جلالی'' سے زیادہ ضخیم ہے۔

5۔ سراج الہدایہ:۔

حضرت مخدوم کے ملفوظات کا یہ مجموعہ ''احمد برنی'' نے مرتب کیا۔ یہ کتاب 9 ابواب پر مشتمل ہے۔ جو مرتب نے قیامِ دہلی کے دس ماہ میں تحریر کیا۔

6۔ مقرر نامہ:۔

یہ مجموعہ حضرت مخدوم کے اُن مکتوبات پر مشتمل ہے جو آپ نے تاج الدین بن معین سیاہ پوش کے بعض استفسارات کے جواب میں تحریر فرمائے۔ یہ خط و کتابت معز الدین کے ذریعہ ہوئی تھی۔ یہ مجموعہ تصوف و سلوک کی تعلیمات پر مشتمل ہے۔ اور اس میں حضرت مخدوم کے 42 مکتوبات شامل ہیں۔

7۔ مناقب مخدوم جہانیانؒ:۔

یہ بھی حضرت مخدوم کے ملفوظات کا ایک نادر مجموعہ ہے۔ اس میں عہد فیروزی کے اکثر سیاسی واقعات کا بھی ذکر موجود ہے۔

8۔ ترجمہ فارسی رسالہ مکیہ:۔

شیخ قطب الدین دمشقی اپنے دور کے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔ انہوں نے تصوف کے مسائل پر ایک مختصر مگر جامع رسالہ مکہ مکرمہ میں تالیف کیا۔ اور اس شہر پاک کی نسبت سے اس کا نام ''رسالہ مکیہ'' رکھا۔ اس کی تکمیل انہوں نے دمشق میں کی۔ امام عبداللہ یافعی با قاعدہ اس رسالہ کا درس دیتے تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاں کو یہ رسالہ خود مصنف شیخ قطب الدین نے بطورِ تحفہ بھیجا۔ حضرت مخدوم نے اس مفید رسالہ کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا اور اپنی خانقاہ میں اس کا درس بھی دیا کرتے تھے۔

9۔ اربعین صوفیاء:۔

''الدر المنظوم'' کے مقدمہ میں مولانا ذوالفقار احمد نے جامع العلوم کے مرتب مولانا علاء الدین علی کا قول نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''اربعین صوفیاء'' حضرت مخدوم نے مکہ معظمہ میں مرتب فرمائی تھی۔ یہ کتاب حضرت مخدوم کے یہاں با قاعدہ درس میں رہتی تھی۔

10۔ اسرار العارفین و سیر الطالبین:۔

جواہر جلالی (خطی نسخہ مملوکہ ڈاکٹر ایس، وی، ترمذی، کراچی) کے مطالعہ سے حضرت مخدوم کی ایک اور کتاب کا علم ہوا جو انہوں نے سالکین، فقراء، عارفین کے بارے میں تحریر فرمائی تھی۔

11۔اعمال واشغال فوائد:۔

یہ حضرت مخدوم کے اقوال واوراد کا مجموعہ ہے جس کے جامع "جعفر بدر عالم بن جلال الدین، مقصودِ عالم" ہیں ۔

12۔فوائد المخلصین:۔

یہ مجموعہ احوال وملفوظاتِ حضرت مخدوم پر مشتمل ہے۔جسے "محمد جعفر توماسی" نے مرتب کیا۔

13۔قرآنِ کریم کے تراجم جو حضرت مخدوم سے منسوب ہیں:۔

(ا) یو، پی کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ابراہیم مرادآبادیؒ کی اولاد میں قرآن مجید کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جو خطِ بہار میں تحریر ہے اس کے متعلق مشہور ہے کہ حضرتِ مخدوم کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا ہے۔ساتھ فارسی ترجمہ بھی ہے جو سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ترجمہ میں حسبِ ضرورت بعض مقامات پر مختصر سی تشریح بھی ہے۔

(ب) حضرت مخدوم کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا، ایک قرآن مجید، موجودہ سجادہ نشین اوچ بخاری کے پاس بھی ہے جو خط غبار میں لکھا گیا ہے۔ترجمہ فارسی میں ہے اور حاشیہ پر فوائد اور شانِ نزولِ آیات بھی درج ہیں۔

14:۔سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہانگشتؒ:۔

جہاں تک اس کے مستند ہونے کا تعلق ہے کسی طور پر بھی یہ قابلِ اعتبار قرار نہیں دیا جا سکتا۔اس میں ایسے بے سرو پا واقعات، من گھڑت حکایات درج ہیں۔جنہیں قاری کا ذہن قطعی طور پر قبول نہیں کرتا۔کئی بزرگ اور مؤرخوں نے اس رسالہ کو مجموعۂ اکاذیب قرار دیا ہے۔راقم الحروف کے مملوکہ "کتاب خانہ ابنِ کرم" میں اس کا ایک اُردو ترجمہ موجود ہے۔

"ثمرات القدس" میں ہے۔آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے والے مریدین کی تعداد پونے دو لاکھ کے قریب تھی۔اسی طرح خلفاء کی تعداد بھی سینکڑوں سے متجاوز ہے" جامع العلوم" میں آپ کے 42 خلفائے عظام کے نام دیئے گئے ہیں۔جن میں چند یہ ہیں۔" مخدوم سید صدرالدین راجو قتال (برادرِ خورد)، شیخ اخی راجگیری، شیخ علم الدین ترمذی، شیخ سراج الدین، سید اشرف جہانگیر سمنانی، سید شرف الدین مشہدی، شیخ تاج الدین بھکری، سید محمود شیرازی، سید سکندر بن مسعود، شیخ علاؤالدین علی اور سید ناصر الدین محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

" جامع العلوم" میں حضرت مخدوم کی صرف ایک اہلیہ محترمہ کا ذکر ملتا ہے۔جو نہایت عبادت گزار، عابدہ، زاہدہ، بلکہ واصل حق تھیں۔علم وفضل کا یہ عالم تھا کہ "عوارف المعارف" کا درس دیا کرتی تھیں۔

حضرت مخدوم جہانیاں کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔جو سید شرف الدین مشہدی سے منسوب ہوئیں۔صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔1۔سید ناصر الدین محمود 2۔سید عبداللہ 3۔سید محمد، (بحوالہ کتاب تذکرہ مخدوم) نواب صدیق حسن خاں بھوپالی "الفرع النامی" میں لکھتے ہیں۔آپ کے دو فرزند سید عبداللہ کی اولاد نہ تھی وہ دہلی میں قدم شریف کے پاس دفن ہیں۔

حضرت مخدوم جہانیاںؒ کی عمر شریف 78 برس ہوئی۔10 ذی الحجہ ۷۸۵ھ بمطابق 3 فروری 1384ء

عیدِ قربان بروز چہار شنبہ (بدھ) نماز دوگانہ ادا کرنے کے بعد طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی اور غروبِ آفتاب کے ساتھ رُشد و ہدایت، فلاح و خیر اور علم و فضل کا یہ مہرِ درخشاں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ مزار مبارک اوچ بخاری کے شمال مغربی گوشہ میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔ لوحِ مزار اس تاریخی شعر سے مزین ہے

تاریک گشت جملہ جہاں بے جمال شاہ — تاریخ بود ہفت صد و ہشتاد و پنج سال

حضرت مخدوم جہانیاںؒ اگرچہ صاحبِ اولاد تھے لیکن آپ نے سجادۂ طریقت پر اپنے بعد مخدوم سید صدرالدین راجو قتال کو مقرر فرمایا جو آپ کے برادرِ خورد اور خلیفۂ مجاز بھی تھے۔

حضرت مخدوم سید ناصر الدین محمودؒ

آپ حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے فرزندِ اکبر اور خلیفۂ مجاز بھی تھے۔ آپ کی ولادت "تاریخ اوچ" اور "خطۂ پاک اوچ" میں بحوالہ "مناقبِ برہانی" ۲ ذیقعدہ ۷۴۲ھ (1341ء) تحریر ہے۔ "صاحبِ خزینۃ الاصفیاء" لکھتے ہیں۔ "آپ علوم شریعت و طریقت و حقیقت، شرافت و سیادت و نجابت اور خوارق و کرامات کے جامع تھے۔ ولایت میں بلند مقام پر فائز اور درجاتِ عالیہ کے مالک تھے۔ اگرچہ آپ کے والدِ ماجد کے جانشین مخدوم صدرالدین راجو قتال ہوئے لیکن طالبانِ حق کے ارشاد و ہدایت کے لیے آپ کا وجود بھی اللہ کی آیات میں سے ایک آیت تھا۔"

آپ نہایت حسین و جمیل اور مردِ کامل تھے۔ خداوندِ کریم نے آپ کو کثیر اولاد سے نوازا۔ ایک روایت کے مطابق آپ کے فرزندوں کی تعداد 25 تھی۔ اسی وجہ سے آپ "نر ناصر الدین" مشہور ہوئے۔ سلطان حسین لنگاہ (بادشاہ اوچ و ملتان) کی دختر آپ کے عقد میں تھی۔ سلاطینِ وقت کے ساتھ آپ کے تعلقات بدستور رہے۔ آپ بڑے سخی اور شاہ خرچ واقع ہوئے۔ جو کچھ ہاتھ لگتا، لٹا دیتے۔ اسی لیے آپ کے والدِ ماجد حضرت مخدوم جہانیاںؒ، انہیں پیار سے "خانگی چور" فرماتے "جامع العلوم" میں کئی جگہ آپ کا ذکر ملتا ہے۔ ایک مرتبہ ان کی طبیعت کچھ ناساز تھی۔ اور اعضا شکنی کی شکایت تھی۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ ان کو دیکھنے تشریف لے گئے۔ دہلی کے سفر ۷۸۱ھ (1379ء) میں بھی آپ والدِ ماجد کے ہمراہ تھے۔ آپ قرآنِ مجید کی تلاوت نہایت حسن الصوت سے کرتے اپنے والدِ ماجد کے علاوہ چچا بزرگوار سید صدرالدین راجو قتال سے بھی روحانی فیض پایا۔ بعض تذکروں میں آپ کی مملوکہ کنیزوں اور اولاد کی تعداد میں بہت مبالغہ کیا گیا ہے۔ البتہ کثیر الازواج اور کثیر الاولاد ضرور تھے۔ "تاریخ اوچ" اور "خطۂ پاک اوچ" میں آپ کی تاریخ وصال ۲۲، رمضان المبارک ۸۰۰ھ (1398ء) تحریر ہے۔ تدفین آپ کی اوچ شریف میں اپنے والدِ ماجد کے جوار میں ہوئی۔

صاحب "ثمرات القدس" آپ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "وید اخوارق و کرامات بسیار است"، یعنی وہ بہت صاحب خوارق و کرامات تھے۔ آپ چونکہ کثیر الاولاد تھے۔ ہندوستان کے مختلف گوشوں میں آپ کی اولاد پھیلی جو سلسلۂ سہروردیہ کے فروغ کا باعث ہوئی۔

حضرت مخدوم حامد کبیرؒ

آپ مخدوم سید ناصر الدین محمود کے فرزندِ جلیل اور حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے منظورِ نظر پوتے، شاگرد، مرید اور خلیفۂ مجاز بھی تھے۔ سفر و حضر میں ہمیشہ حضرت مخدوم کے ہم عنان رہے۔ ''جامع العلوم'' میں آپ کا تذکرہ بکثرت ملتا ہے۔ جس سے جدِ بزرگوار سے قربِ روحانی کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے قرآن کریم، حضرت مخدوم سے پڑھا اور ساتوں قرأتیں سیکھیں۔ اس کے علاوہ ''ہدایہ'' بھی حضرت مخدوم سے پڑھی۔ ''خاتمہ مرأۃ احمدی'' میں لکھا ہے۔ سید حامد کبیر فنِ حدیث میں حضرت مخدوم کے شاگرد تھے۔ آپ بڑے پایہ کے عالم اور تفسیر و حدیث کے زبردست ماہر تھے۔ علوم متداولہ میں خاص شہرت رکھتے تھے ۸۱۷ھ کے سفرِ دہلی میں اپنے جد بزرگوار کے ہمراہ گئے۔ والدِ ماجد کے بعد اپنے اسلاف کی مسند پر متمکن ہوئے اور بے شمار مخلوقِ خدا کر اپنے فیوضات علمی و روحانی سے بہرہ ور فرمایا۔ سہروردیہ سلسلہ کے فروغ میں آپ کی خدمات بھی شامل ہیں۔ آپ کے عہد مبارک میں ایک مرتبہ قحط پڑ گیا۔ خشک سالی سے تنگ آ کر لوگ آپ کی بارگاہ میں فریادی ہوئے۔ آپ نے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے فوراً بارانِ رحمت عطا فرمادی جس سے پھر ہر طرف سبزہ ہوگیا۔ حضرت سید حامد کبیر کو حضرت شاہ رکنِ عالم ملتانی سے بڑی عقیدت تھی اسی لیے اپنے فرزندِ اکبر کا نام سید رکن الدین ابوالفتح رکھا جو اپنے والدِ ماجد کے خلیفہ و جانشین ہوئے۔ آپ کے دوسرے فرزند کا نام سید بہاؤالدین تھا۔

حضرت سید حامد کبیر نے 55 سال کی عمر میں ۷، ربیع الثانی ۸۶۵ھ کو اوچ میں وصال فرمایا اور اپنے باپ، دادا کے جوار میں دفن ہوئے

مخدوم سید رکن الدین ابوالفتحؒ

اپنے والد مخدوم سید حامد کبیرؒ کے بعد خانقاہِ عالیہ بخاریہ کے چھٹے سجادہ نشین مقرر ہوئے، بیعت و خلافت اپنے والدِ ماجد سے حاصل ہوئی، کمالات صوری و معنوی میں اپنے آبائے کرام کا عکسِ جمیل تھے، ہزاروں لوگوں کو اپنے فیوضاتِ عالیہ سے مستفیض فرمایا، آپ کے تین فرزند ہوئے، اوّل سید محمود کیمیا نظر، دوم سید ابوالقاسم، سوم سید جلال شاہ قنوجی (آپ کے ساتھ قنوجی اس لیے لکھتے ہیں کہ وہاں آپ کی جاگیر تھی اور بعد از وصال وہیں مدفون ہوئے، ساداتِ قنوج آپ کی اولاد ہیں) مخدوم سید رکن الدین کا وصال اوچ شریف میں ہوا۔ اور حضرت مخدوم جہانیاںؒ کی خانقاہ مبارک میں تدفین ہوئی۔

مخدوم سید محمود کیمیا نظرؒ

اپنے والد مخدوم سید رکن الدینؒ کے بعد خانقاہِ عالیہ بخاریہ کے ساتویں سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ بیعت و خلافت اپنے والدِ ماجد سے حاصل کی نگاہ مبارک میں ایسی تاثیر تھی کہ ہزاروں کی بگڑی بنی اس لیے ''کیمیا نظر'' کے لقب سے مشہور ہوئے، برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ سہروردیہ کا ملتان کے بعد دوسرا بڑا مرکز اوچ شریف تھا۔

مخدوم سید احمد کلاںؒ

آپ مخدوم سید محمود کیمیا نظر کے فرزندِ ارجمند تھے، حضور قطبِ عالم پیر محلویؒ کے مطبوعہ ملفوظات ''مرآۃ الفقراء'' میں آپ کا اسمِ گرامی شجرۂ نسب میں موجود ہے۔ البتہ ''جدید تاریخ اوچ شریف'' حصہ اوّل میں خانقاہِ

عالیہ بخاریہ کے سجادہ نشینان کی فہرست میں آپ کا نام نہیں ہے۔ یعنی آپ کے والد مخدوم سید محمود کیمیا نظر کے بعد خانقاہِ بخاریہ کا آٹھواں سجادہ نشین آپ کا فرزند مخدوم سید محمد حامد بڈھا تحریر کیا گیا ہے۔ اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں اوّل مصنف ''جدید تاریخ اوچ شریف'' تسامح کا شکار ہو گیا دوم آپ کا وصال آپ کے والد ماجد کی موجودگی میں ہو گیا اس لیے آپ کے فرزند اپنے دادا بزرگوار کی مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے، واللہ اعلم، آپ کا مزار پُر انوار خانقاہ حضرت مخدوم جہانیاںؒ میں ہے۔

مخدوم سید محمد حامد بڈھاؒ

''جدید تاریخ اوچ شریف'' حصہ اوّل کے مطابق آپ خانقاہِ عالیہ بخاریہ کے آٹھویں سجادہ نشین تھے، حضرت مخدوم جہانیاںؒ کی موجودہ خانقاہ مبارک کا محل آپ کے زمانۂ سجادگی میں نواب غازی خان نے 901ھ کو تعمیر کروایا۔

مختلف کتب کی ورق گردانی سے آپ کے دو فرزندوں کا ذکر ملتا ہے، اوّل، سید محمد اسماعیل چنیوٹی دوم، سید محمد راجن سدا بھاگ، ''جدید تاریخ اوچ شریف'' حصہ اوّل میں سید محمد راجن کو خانقاہِ عالیہ بخاریہ کا نواں (9) سجادہ نشین لکھا گیا ہے، پھر آگے صفحہ نمبر 177 پر ہے، آپ دعوت و تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں لیہ ہجرت کر آئے، یہاں کافی قبائل آپ کی مساعیٔ جمیلہ سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے، ضلع لیہ کا ریلوے اسٹیشن راجن شاہ آپ کے نام سے ہی موسوم ہے، اسٹیشن سے تین میل مغرب کی جانب آپ کا روضہ مبارک ہے، ''چاہ بھاگ سر'' آپ کی ملکیت تھی اسی وجہ سے آپ کا لقب ''سدا بھاگ'' مشہور ہے۔

شیخ الاسلام، حضرت شیخ اسماعیل بخاری چنیوٹیؒ

آپ نے بیعت و خلافت اپنے والدِ ماجد مخدوم سید محمد حامد بڈھاؒ سے پائی، اور ظاہری و باطنی فیوضات کے حصول سے ہمکنار ہوئے، پھر اپنے آبائے کرام کے مشن دعوت و تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں اوچ شریف سے ہجرت فرمائی اور چنیوٹ تشریف لائے، اس وقت یہاں کا حکمران ایک ہندو راجہ تھا، جس کے ظلم و ستم سے مسلمان بہت نالاں تھے، آپ کے روحانی کمالات دیکھتے ہوئے وہ راجہ حلقہ بگوشِ اسلام ہوا، اور اپنی بیٹی آپ کے عقد میں پیش کی ''تذکرہ اولیائے جھنگ'' میں ہے۔ ''شاہ اسماعیلؒ نے اسلام کی اشاعت کے لیے دور دراز سفر کیے، دہلی، ٹھسکہ ضلع کرنال، سامانہ ضلع پٹیالہ اور اچھروال سے ہوتے ہوئے وارِدِ چنیوٹ ہوئے، آپ صاحبِ کرامت بزرگ تھے آپ نے متعدد غیر مسلم قبیلوں کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا، آپ کے عقیدت مندوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ آپ کی اولاد کو چنیوٹ کے نواح میں ''شیخ سلمانے'' کہتے ہیں''

''جدید تاریخ اوچ شریف'' حصہ اوّل و دوئم میں ہے، ''شیخ الاسلام حضرت سید اسماعیل بخاریؒ نے اوچ شریف سے چنیوٹ جا کر سلسلۂ تبلیغ اسلام جاری کیا، آپ کی ذات سے سلسلہ عالیہ سہروردیہ کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ کافی خاندانوں کو آپ نے مسلمان کیا بطورِ خاص سیال قبائل، رجبانہ، جنجیانہ، سرگانہ، کملانہ، بدھوانہ وغیرہا۔ اس کے علاوہ بھی کئی اقوام کے بارے مشہور ہے کہ آپ کی تبلیغی سرگرمیوں سے اسلام لائے، مثلاً سپرا، رجوکے، ملوکے اور کاٹھیے وغیرہ، چنانچہ آج تک یہ خاندان آپ کے عقیدت مند اور پیروکار چلے آرہے ہیں۔ حضرت شیخ اسماعیلؒ کا وصال یہیں ہوا، آپ کا مزار پُر انوار کھٹی سیداں چنیوٹ شہر میں مرجع خلائق ہے، مصنف

''تذکرہ اولیائے جھنگ'' نے آپ کی ولادت ۷۶۲ھ اور وفات ۸۵۰ھ لکھی ہے، جو میری تحقیق کے مطابق غلط ہے کیونکہ آپ کے دادا مخدوم سید احمد کلاںؒ کے پَر دادا حضرت مخدوم حامد کبیرؒ کا سنِ وصال مستند تذکروں میں ۸۶۵ھ تحریر ہے۔ دیگر مصنف مذکور کے تحریر کردہ بزرگانِ دین کے سن ہائے ولادت و وفات کئی غلط ثابت ہو چکے ہیں، جس کی وجہ انہیں شاید ناقص معلومات فراہم ہوئی۔ میرے پاس ڈیڑھ دو سو سال پرانی ایک قلمی بیاض ہے۔ اُس میں آپ کے چار فرزندوں کا ذکر ملتا ہے۔ 1۔سید فتح خاں 2۔سید شہاب الدین 3۔سید جلال 4۔سید عالم شاہ لاولد۔

پیر سید فتح خاںؒ

بیعت و خلافت اپنے والد ماجد حضرت شیخ اسماعیل چنیوٹی سے حاصل کی اور ان کے بعد از وصال چنیوٹ میں سجادہ نشین مقرر ہوئے، ''تذکرہ اولیائے جھنگ'' میں ہے ''حضرت شیخ اسماعیل کے ایک فرزند دینی علوم کی تکمیل کے لیے مخدوم جلیل الدین قریشی (م: ۸۹۸ھ) کے پاس پڑھتے رہے، اغلب گمان ہے کہ وہ پیر سید فتح خاںؒ ہی تھے جو اپنے والدِ ماجد کے جانشین ہوئے، آپ کا مزار شریف اپنے والدِ ماجد کے پاس کھٹھی سیداں چنیوٹ شہر میں ہے۔ آپ کے چھ فرزند تھے۔.1 سید احمد، 2۔سید حامد، 3۔سید کبیر، 4۔سید مبارک 5۔سید محمد لاولد، 6۔سید داؤد لاولد

پیر سید احمدؒ

بیعت وخلافت اپنے والدِ ماجد پیر سید فتح خاںؒ سے حاصل کی اور ان کے بعد از وصال خانقاہ حضرت شیخ اسماعیلؒ کے دوسرے سجادہ نشین مقرر ہوئے، آپ کا وصال چنیوٹ میں ہی ہوا اور اپنے باپ، دادا کے جوار میں دفن ہوئے۔ آپ کے چار فرزند تھے۔

1۔سید حسین گنج علم، 2۔سید محبّ شاہ، 3۔سید رنگ علی، 4۔سید جمال

پیر سید شیخ حسین گنج علمؒ

بیعت وخلافت اپنے والدِ ماجد پیر سید احمد سے حاصل کی اور ان کے بعد از وصال خانقاہ حضرت شیخ اسماعیلؒ کے تیسرے سجادہ نشین مقرر ہوئے، علم و فضل میں کمال کی وجہ سے عرفِ عام میں گنج علم کے لقب سے مشہور ہوئے کمالاتِ صوری و معنوی میں اپنے آبائے کرام کا عکسِ جمیل تھے۔ ہزاروں لوگ آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے۔ چنیوٹ میں ہی وصال فرمایا اور اپنے بزرگوں کی خانقاہ میں مدفون ہوئے، مختلف کتب کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔

1۔پیر سید زین العابدین 2۔سید مرزا شاہ لاولد

حضرت پیر سید زین العابدینؒ

آپ کی ولادت اور تعلیم و تربیت چنیوٹ میں ہوئی۔ آباؤ اجداد کے طریقہ پر اپنے والدِ ماجد حضرت شیخ حسین گنج علمؒ سے خاندانِ عالیہ سہروردیہ میں بیعت وخلافت حاصل کی۔ طبیعت میں جمال کی نسبت جلال غالب تھا۔

پیر محل ہجرت کے اسباب:۔

علاقہ پیر محل میں آباد کئی قبائل جو کنوؤں، جھونپڑیوں اور ساحلِ دریا پر بسنے والے خانہ بدوشوں پر مشتمل تھے۔ اکثر چنیوٹ میں خانوادہ حضرت شاہ اسماعیلؒ کے مرید تھے۔ اس زمانے طویل سفر کی صعوبت کے پیشِ نظر ان کی دلی تمنا تھی۔ ہمارے مرشد گھرانے کا کوئی فرد ہمارے علاقہ میں سکونت اختیار فرمالیں، اقوامِ دوانہ اور گروکئی مرتبہ اظہار بھی کر چکے تھے حضرت شیخ حسین گنج علمؒ کے زمانہ سجادگی کا واقعہ ہے، ایک روز آپ کے فرزند پیر سید زین العابدین مسجد میں بیٹھے قرآن شریف کی تلاوت کر رہے تھے کہ اُن کا بھائی گھوڑے پر سوار مسجد کے پاس سے گزرا، چونکہ گھوڑا تیز دوڑ رہا تھا اس کے پاؤں کی گرد نہ صرف آپ پر بلکہ قرآنِ پاک پر بھی پڑی، آپ کو نہایت دکھ پہنچا اور منہ سے نکلا" گھوڑے والے تو ٹھوکر کھا کر گرے، تیرے گھوڑے کے پاؤں کی گرد قرآن شریف پر پڑے؟" اِدھر یہ جملہ آپ کی زبان سے نکلا، اُدھر آپ کا بھائی گھوڑے سے گرا، اور شدید چوٹ آئی آپ کے والدِ ماجد حضرت شیخ حسینؒ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے پیر سید زین العابدین کو بلایا اور بطورِ تنبیہ فرمایا" تمھاری زبان نے اپنے بھائی کو معاف نہیں کیا اب تمھارا یہاں رہنا مشکل ہے" اتفاقاً دوانہ قوم کے چند افراد اس وقت حاضر تھے انھوں نے موقع دیکھتے ہوئے اپنی دیرینہ آرزو پیش کر دی کہ پیر سید زین العابدینؒ ہمیں عطا فرمادیں اُن کا اشتیاق دیکھتے ہوئے آپ کو ہجرت کا حکم ملا، اور چنیوٹ سے روانہ ہوئے۔

دیوار پر سوار ہونا، درخت کا ساتھ چلنا:۔ (مشہور کرامت)

آپ جب بنگہ ویڑھ کے نزدیک پہنچے تو شیشم کے گھنے درخت کو دیکھا۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ سفر کی تھکان دور کرنے کے لیے اُس کے سائے کی طرف چلے۔ وہاں ایک طرف کچھ عورتیں بیٹھ کر چرخہ کات رہی تھیں آپ کا آنا انہیں ناگوار گزرا اور کہا جہاں عورتیں بیٹھی ہوں وہاں نامحرم مردوں کو نہیں آنا چاہیے؟ آپ کے ہمراہیوں نے کہا! یہ تو ایک بزرگ شخص ہیں تھوڑی دیر سائے میں بیٹھ کر چلے جائیں گے۔ اُن میں سے ایک بدنصیب اور گستاخ بولی، اگر اتنے ہی بزرگ ہیں تو ایک درخت کو ساتھ لے کر چلتے تا کہ اس کے سائے میں رہتے، اس عورت کے طعنہ دینے پر آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اب ہم بزرگوں کی طرح سفر کر لیتے ہیں۔ پاس ہی ایک خام دیوار تھی۔ اس پر سوار ہو گئے اور اُسی شیشم کے درخت کو فرمایا میرے ساتھ چلو، الغرض آپ اس شان وشوکت اور کرامت سے پیر محل تشریف لائے کہ دیوار پر سوار تھے۔ اور شیشم کا درخت سایہ فگن خراماں، خراماں آپ کے ساتھ چل رہا تھا۔ وہ درخت برسوں خلقِ خدا کو اپنے سایہ سے ہمکنار کرتا رہا اور ایک ولی کامل کی سراپا کرامت بن کر مریدین کے ایقان و وجدان کو بڑھاتا رہا، اب وہ درخت خشک ہو جانے پر صحنِ محل میں گرا ہوا ہے اور تا دمِ تحریر موجود ہے لوگ اس کی چھال کو بطور تبرک وتعویذ استعمال کرتے ہیں۔

حضرت پیر سید زین العابدینؒ کی شانِ کرامت وولایت اور عبادات وریاضات کو دیکھتے ہوئے یہاں پر بسنے والے سینکڑوں لوگ آپ کے دامنِ کرم سے وابستہ ہوئے اور آپ نے ان کی زندگیاں بدل ڈالیں۔

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

پیر محل کی بنیاد:۔

موجودہ پیر محل شہر سے سندھیلیانوالی شریف جانے والی سڑک پر تقریباً 9 میل کی مسافت پر ایک پرانا قبرستان واقع ہے، یہاں قدیم عہد میں ایک مٹی کا ٹیلہ تھا۔اسی جگہ پر حضرت پیر سید زین العابدینؒ نے چنیوٹ سے آکر اقامت اختیار فرمائی اقوامِ دوانہ نے اپنا ایک آباد کنواں آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر پختہ اینٹوں کے لیے بھٹی تیار کی، اس طرح آپ کی رہائش کے لیے پختہ مکان تعمیر ہوا، جو زمانہ قریب تک موجود رہا۔اس کی ایک دیوار میں سطح زمین سے تین۔ چارفٹ کی بلندی پر ایک مربع سائز اینٹ نصب تھی۔جس پر ۱۱۵۶ھ تحریر تھا جو 1743ء بنتا ہے، اس وقت جنگل کا زمانہ تھا۔کچے مکان بھی بہت کم ہوتے تھے، لوگ خس وخاشاک کی جھونپڑیوں اور پیلو کے درختوں کے نیچے گزر بسر کرتے تھے، علاقہ میں پہلا پختہ مکان کی وجہ سے یہ جگہ ''پیر دا محل'' کے نام سے مشہور ہوئی۔حالانکہ پہلے اس علاقہ کا نام ''جھانبھ دوانہ'' تھا، اور یہاں اردگرد اقوام دوانہ اور گُرد کے ایک سو چالیس 140 کنوئیں آباد تھے، لیکن آپ کی وجہ سے پھر یہ سارا علاقہ ہی ''پیر محل'' کے نام سے موسوم ہو گیا۔یہ محل کچھ عرصہ پہلے جب نہایت خستہ ہو گیا تو سجادہ نشین دربارِ قطبیہ نے اسے دوبارہ انہی بنیادوں پر تعمیر کروایا، آج بھی یہ محل قبرستان میں موجود ہے اور اس کے صحن میں وہ خشک شیشم بھی پڑا ہے، جو بطور سائبان چل کر آیا تھا۔ایک طویل عرصہ گزرنے کے ساتھ یہ آبادی بھی آہستہ آہستہ کھنڈرات میں تبدیل ہوگئی اور آج کل سادات کی آخری آرام گاہ یعنی قبرستان ہے، اس جگہ کو ''پرانا پیر محل'' کہتے ہیں۔

موجودہ پیر محل شہر بہت بعد میں آباد ہوا۔1912ء میں جب اس مقام پر ریلوے اسٹیشن منظور ہوا تو یہاں نزدیک کوئی اور بڑی آبادی نہ تھی، صرف جنوب کی طرف تقریباً 9 میل کے فاصلے پر مشہور مقام ''پیر محل'' تھا لہٰذا اسی نسبت سے اسٹیشن کا نام ''پیر محل'' رکھا گیا۔اور آہستہ آہستہ وہاں آبادی بڑھنے سے اب شہر بن گیا۔

اقوامِ دوانہ کی ہجرت:۔

پیر سید اسرار حسین شاہ علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا ''میں نے جو روایت سُنی ہے وہ اس طرح ہے کہ پیر سید زین العابدینؒ جب یہاں تشریف لائے تو اس وقت کنوؤں کی آبادیاں ہوتی تھیں زیادہ تر جنگل ہوتا تھا، یہاں اقوام دوانے اور سندیلے آباد تھے جو اکثر آپ کے مرید ہو گئے، سندھیلیانوالی شریف بھی اس وقت ایک کنواں تھا۔جہاں سندیلے رہتے تھے پیر سید زین العابدینؒ تو بڑے اللہ والے اور بزرگ تھے۔البتہ جب اُن کی اولاد بڑھی تو جیسے بزرگوں کی اولاد ہوتی ہے۔جب تک انھیں کہیں سے فیض حاصل نہ ہو اُس وقت تک دنیاداری کا ہی خیال رہتا ہے۔ وہ مریدین کو تنگ کرتے تھے یعنی اُن کے کنوؤں پر چلے جاتے اور جو کچھ چاہتے مال، مویشی یا گندم زبردستی اٹھا کر لے آتے، لوگوں نے پیر سید زین العابدینؒ کے پاس حاضر ہو کر شکایت کی کہ جناب کی اولاد ہمارے ساتھ زیادتی کرتی ہے آپ نے فرمایا ''میری نصیحت اولاد پر کارگر نہ ہوگی تم اس طرح کرو یہ علاقہ چھوڑ دو میں تمھیں دُعا دیتا ہوں کہ جیسے اپنا گھر بار یہاں چھوڑ کر جاؤ گے ویسا ہی آگے پاؤ گے یعنی آگ جل رہی ہوگی، روٹیاں پک رہی ہوں گی۔مویشیوں کے نیچے دودھ کے برتن پڑے ہوں گے اور جھنگ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس طرف چلے جاؤ،

انھوں نے آپ کے ارشاد کی لفظ بلفظ تعمیل کی اور اپنے بال بچے لے کر چل پڑے۔ جھنگ سے آگے احمد پور سیال کے علاقہ میں پہنچے تو ایک جگہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ پورا گاؤں سنسان پڑا ہے، آٹا گوندھ کر رکھا ہوا ہے، کہیں بھینس کا دودھ دھونے کے لیے برتن پاس پڑا ہے لیکن آدمی کوئی نہیں آپ کی بشارت کے مطابق وہ یہیں بس گئے اور جس طرح پیچھے اپنے گھر بار چھوڑ کر نکلے تھے ویسے ہی آگے میسر آئے، آج بھی وہ پورا موضع سمند دوانے کے نام سے مشہور ہے۔ واقعہ کچھ اس طرح ہوا کہ پہلے جو اقوام وہاں رہتی تھیں جھنگ سیال کا حاکم اُن پر ناراض ہو گیا اور اپنی فوج کو بھیجا کہ جا کر فلاں علاقہ لوٹ لیں اور اُن اقوام کو برباد کردیں۔ جب انھیں حاکم کے قہر کا پتہ چلا تو وہ لوگ اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے، آٹا گوندھ کر رکھا تھا، کہیں روٹیاں پک رہی تھی اور بھی جو کام کر رہے تھے وہیں چھوڑ کر صرف اپنی جانیں سلامت لے کر فرار ہو گئے وہ نکلتے گئے تو یہ پیچھے پہنچ گئے اور وہاں آباد ہو گئے۔

یقیں کر پیدا اے ناداں ، یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے مغفوری

وصال ومزار اور اولاد:۔

حضرت پیر سید زین العابدینؒ نے اپنی بقیہ زندگی یہیں بسر فرمائی۔ سینکڑوں لوگ آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے آپ کا وصال پیر محل ہوا۔ البتہ آپ کے جسدِ انور کو واپس چنیوٹ لے گئے اور اپنے آبائے کرام کے جوار میں دفون کیا گیا۔ آپ کے دو فرزند تھے سید حسنؒ اور سید حسینؒ۔

سید حسینؒ

آپ نے بیعت وخلافت اپنے والد ماجد پیر سید زین العابدین سے خاندانِ عالیہ سہروردیہ میں حاصل کی۔ اور عمر بھر رشد وارشاد کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ پیر محل میں ہی اقامت پذیر رہے۔ اور یہیں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار بھی چنیوٹ میں ہے۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔ سید فتح شاہ، صاحب اولاد ہوئے جبکہ سید کرم شاہ لاولد گئے۔

سید فتح شاہؒ

آپ کی ولادت پیر محل میں ہوئی۔ اجازت بیعت اور خلافت اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ پر والدِ ماجد سید حسین سے پائی، آپ کے عہد میں پرانا پیر محل ایک شہر کی طرح آباد تھا۔ اس میں عام خریداری کی تمام دکانیں اور پولیس چوکی بھی قائم تھی۔ آپ بڑے ذی فہم اور باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ اپنے علاقے کا مالیہ اکٹھا کر کے جھنگ ادا کرتے۔ لہذا نواب آف جھنگ کی طرف سے اس علاقے کی نمبرداری آپ کے نام منتقل ہو گئی پہلے جو خاندان نمبرداری کا حامل تھا اُسے یہ بات ناگوار گزری اور انہوں نے مخالفت بھی کی مگر۔۔۔

ع : وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

ایک عام روایت بیان کی جاتی ہے "جب سابقہ نمبردار خاندان آپ کی مخالفت پر اُتر آیا تو آپ نے حضرت شاہ جیونہ کو جو آپ کی برادری خاندانِ بخاری کے ممتاز بزرگ تھے۔ اطلاع بھیجی انہوں نے صورتِ حال کے جائزہ کے لیے اپنا ایک خلیفہ شاہ یوسف گل بھیجا شاہ یوسف گل نے یہاں پہنچ کر ایک سرکنڈوں کے چھپر کے اوپر آگ کا

دھواں لگایا۔ آگ جلتی رہی لیکن نیچے چھپر کو کچھ نہ ہوا۔ یہ کرامت دیکھ کر مخالف لوگ ڈر گئے۔ اور معافی کے خواستگار ہوئے۔'' اس روایت کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ حضرت شاہ جیونہؒ اس وقت حیات نہیں تھے۔ کوئی اور بزرگ اُن کی اولاد سے ہوں تو ٹھیک ہے کیونکہ بانی پیر محل حضرت پیر سید زین العابدین ۱۱۵۶ھ کو یہاں تشریف لائے اور حضرت شاہ جیونہؒ اُن سے بھی طویل عرصہ قبل ۱۷۱۹ھ میں وصال فرما چکے تھے۔

سید فتح شاہ کی وفات یہیں ہوئی آج بھی پرانا پیر محل قبرستان میں آپکا مزار ''پیر امام شاہ کے محل'' میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔ آپ کی اولاد کثیر ہوئی چھ صاحبزادے تھے۔ سید امیر شاہ، سید بوگھے شاہ، سید نور شاہ (چاہ روڑہ) سید محمد شاہ (پیپل والہ)، سید چراغ شاہ (آڑیولہ) اور سید سلطان شاہ لاولد رہے۔ سید فتح شاہ کے نام کی نسبت سے آج بھی نواحِ پیر محل میں آپ کی اولاد ''فتح شہانے'' کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔

سید امیر شاہؒ

آپ نے اجازت وخلافت اپنے والدِ ماجد پیر فتح شاہ سے حاصل کی اور اُن کے بعد از وصال جانشین مقرر ہوئے۔ طبیعت میں سادگی اور خدا طلبی کا عنصر نمایاں تھا۔ آپ کے متعلق ایک عام روایت بیان کی جاتی ہے۔ کہ'' حضرت سلطان ہاتھیوانؒ جب قلعہ چتوڑ میں شاہی ملازم تھے۔ پیر امیر شاہؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ہماری ایک امانت جناب کے پاس ہے۔ حضرت سلطان ہاتھیوان نے فرمایا اس کا تو ابھی وقت نہیں آیا، انھوں نے عرض کی پھر میرا سفر رائیگاں گیا اور ناراض ہو کر چلے گئے'' تاریخی حقائق کے پیشِ نظر یہ واقعہ ٹھیک نہیں کیونکہ حضرت سلطان ہاتھیوانؒ کے حالات ومناقب پر مستند ماخذ حضرت قطب عالمؒ کے مطبوعہ ملفوظات ''مرآۃ الفقراء'' ہیں۔ اُن میں کہیں بھی قلعہ چتوڑ میں آپ کی ملازمت کا ذکر نہیں۔ دیگر سید امیر شاہؒ کے جدّ امجد پیر سید زین العابدین ۱۱۵۶ھ (بمطابق 1743ء) کو پیر محل تشریف لائے۔ ''مرآۃ الفقراء'' میں تحریر حضرت سلطان ہاتھیوانؒ کے احوال سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ ۱۱۵۶ھ کو جھنگ میں مستقل اقامت اختیار فرما چکے تھے۔ پیر امیر شاہ کا وصال یہیں ہوا۔ اور پرانا پیر محل یعنی قبرستانِ سادات میں دفن ہوئے۔ حضرت قطبِ عالمؒ نے جب اپنے اجداد کے تابوت ایک محل میں تدفین کے لیے نکلوائے۔ تو آپ کے مزار کی نشاندہی نہ ہوسکی۔

سید اکبر شاہؒ

آپ نے اجازتِ بیعت وخلافت اپنے والدِ ماجد سید امیر شاہؒ سے حاصل کی ویسے بھی اکلوتی اولاد تھے۔ اپنے والد کے بعد جانشین مقرر ہوئے۔ خاندانی شجرہ میں نام کے ساتھ ''ناتو والہ'' لکھا ہے۔ جو اس بات کو ظاہر کرتا ہے۔ آپ نے پرانا پیر محل سے رہائش ترک کر کے یہاں اقامت اختیار فرمائی۔ آپ کی فیاضی کے واقعات آج بھی خاندان میں مشہور ہیں۔ میاں کریم بخش ہراج نے بتایا۔ ''محمد شاہؒ کنوئیں والے سید صاحبان کا آبائی مقام نورے والہ تھا۔ وہیں پر یہ رہتے تھے۔ پیر اکبر شاہ کی ہمشیرہ صاحبہ، پیر محمد شاہؒ سے بیاہی گئی، پیر اکبر شاہؒ کا گھرانہ اس وقت بھی بڑا اور امیر تھا لیکن پیر محمد شاہؒ کے گھرانے میں اس وقت غربت تھی۔ لہٰذا پیر اکبر شاہؒ نے محمد شاہؒ والا کنواں اور سٹھواں والہ کنواں اپنی ہمشیرہ کو دے دیا۔ اور انہیں یہاں لا کر آباد کیا۔ تاکہ جو ضرورت پیش آئے یا طعام بھی گھر سے پکا کر بھیجا جاسکے۔ وہ سید صاحبان خود بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ مذکورہ کنوئیں ہمیں پیر اکبر شاہؒ کی بخشیش ہیں۔'' آپ کا مزار

پیرامام شاہؒ کے محل میں ''پرانا پیرمحل'' آج بھی زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔ سید امام شاہؒ صاحبِ اولاد ہوئے۔ جب کہ سید جیون شاہؒ لاولد گئے۔

پیر سید امام شاہؒ

آپ حضرت قطبِ عالم پیر مخلویؒ کے والدِ بزرگوار تھے۔ بیعت و خلافت انہوں نے اپنے والد سید اکبر شاہؒ سے حاصل کی۔ طبیعت میں سادگی اور خدا طلبی کا عنصر نمایاں تھا۔ اپنے آباؤ اجداد کی طرح زاہدِ شب زندہ دار اور نہایت متین بزرگ تھے۔ اُن دنوں اس علاقے میں ایک مردِ میدانِ عشق گاہے بگاہے تشریف لاتے جنہیں لوگ ''سید موج دریا'' کے نام سے بصد احترام یاد کرتے۔ بڑا مشہور واقعہ ہے۔ ایک مرتبہ سید موج دریاؒ کو پرانا پیر محل کے قریب ایک چرواہے نے اس حالت میں دیکھا کہ آپ کے تمام عضو علاحدہ علاحدہ پڑے تھے۔ اُس نے سمجھا کسی نے آپ کو قتل کر دیا ہے۔ لہٰذا اپنا ریوڑ ہانک کر گھر لے آیا۔ اور پیر امام شاہؒ کے پاس پہنچ کر تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ فوراً برادری کے چند اشخاص کے ساتھ وہاں پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کہ سید موج دریاؒ ایک درخت کے نیچے استغراق کی حالت میں بیٹھے ہیں۔ یوں آپس میں عقیدت بھرے تعلقات کا آغاز ہوا۔ جو تاحینِ حیات رہا۔ آپ سید موج دریاؒ کے معتقد تھے۔ اور انہی کی دعا سے حضور قطبِ عالمؒ کی ولادت ہوئی۔ جس کی تفصیل آئندہ اوراق میں تحریر کی جائے گی۔ پیر امام شاہؒ اپنے علاقہ کے بہت بڑے رئیس تھے۔ اپنی زرعی زمینوں کی سیرابی کے لیے اُس دور میں آپ نے دریا سے ایک ''نالہ'' کھدوایا جو آج بھی پُرانے کاغذات میں ''چھاڑ امام شاہ'' کے نام سے درج ہے۔ ''بہاول کے بلوچ'' آپ کے جدی پشتی نوکر تھے۔ اور زمینوں کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ ایک مرتبہ علاقے میں سخت قحط پڑ گیا۔ اور لوگ بھوک سے مرنے لگے۔ آپ کے رعایا بلوچ معرکہ نے آپس میں مشورہ کیا۔ ابھی پھاگن (فروری) کا مہینہ ہے بیساکھ کے آخر میں گندم میسر آئے گی۔ ہم تو اتنے میں بھوک سے مر جائیں گے پیر امام شاہ بوڑھے ہو چکے ہیں کیوں نہ انہیں زہر دے دیں۔ زیادہ نہیں تو ان کے چالیسواں تک پیٹ بھر کر کھائیں گے؟ کنوئیں پر ایک گائے پیر امام شاہ کے لیے مخصوص تھی۔ وہ بھینس کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ اسی گائے کا نوش فرماتے تھے۔ اس وقت نزدیک بڑی آبادی ''اروتی'' تھی۔ وہاں سے دن کو زہر منگوایا گیا۔ اور کنوئیں پر اپنی والدہ کو دے دیا۔ تاکہ رات کو گائے کے دودھ میں ڈالا جائے۔ عصر کا وقت ہوا تو اُن کی والدہ اندر کمرے میں جا کر بیٹھ گئی اور منہ پر کپڑا ڈال کر وَین (فوتگی کا نوحہ) کرنے لگی۔ اتفاقاً پیر امام شاہ بھی اُس روز کنوئیں پر آ گئے اور باہر کھڑے ہو کر سُننے لگے۔ کہ بلوچنی میرے مرنے کے وَین کر رہی ہے۔ حالانکہ میں تو زندہ ہوں۔ آخر اُس کے پاس گئے۔ خاموش کرایا کہ میں ابھی زندہ ہوں۔ تم میرے وَین کیوں کر رہی ہو۔ اُس نے آپ کو دیکھا تو اور بلند آواز سے روئی اور کہا آج آپ زندہ نہیں رہیں گے۔ فوت ہو جائیں گے۔ آپ نے پوچھا وہ کیسے؟ تو اس نے کہا ہم قحط کی وجہ سے بھوکے مر رہے تھے۔ باہم یہ مشورہ کیا ہے۔ اور زہر بھی منگوا لیا ہے۔ رات کو گائے کے دودھ میں ڈال کر بھیجیں گے۔ وہ پینے سے آپ فوت ہو جائیں گے۔ آپ خود ہی بتائیں کیا میں آپ کا غم نہ کروں؟ انہوں نے فرمایا اب رونا بند کرو۔ میں رات کو دودھ نہیں پیوں گا۔ بلوچ معرکہ نے مشورہ کے مطابق وہ زہر لے کر دودھ میں ڈال دیا۔ انہیں تو معلوم نہیں تھا کہ ہماری والدہ نے راز فاش کر دیا ہے۔ پیر امام شاہ نے رات کو دودھ چیک کروایا تو واقعی اُس میں زہر تھا۔ آپ بڑے کریم النفس تھے۔ اپنے جدی پشتی ملازموں کی اس حرکت پر خفا نہ ہوئے بلکہ موردِ الزام خود اپنی ذات کو ٹھہرایا کہ یہ میری غلطی ہے۔ میرے جدی پشتی ملازم فاقہ سے اس نوبت تک

پہنچ آئے کہ میرے خیر خواہ ہو کر مجھے زہر دینے پر تیار ہو گئے۔اور میں نے ان کی خبر ہی نہ لی۔صبح آپ نے دوسومن کا پلہ کھلوایا۔اور انہیں بلا کر فرمایا جس قدر ضرورت ہے۔اناج لے جاؤ بلکہ شہر میں بسنے والی اپنی رعایا میں بھی اعلان کروایا۔جسے گندم چاہیے وہ اپنی فصل تیار ہونے تک لے جائے۔یہاں بھوکا کوئی نہ رہے۔اور مجھے دعا کر دیں۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں ، بنوں میں پھرتے ہیں مارے ،مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو ، خدا کے بندوں سے پیا ر ہو گا

آپ کے رہائشی مکان ''چاہ دیلی والہ'' پر تھے۔جو موجودہ سندھیلیانوالی شریف سے مغرب کی جانب ہے۔

پیر امام شاہؒ نے دو شادیاں کیں۔پہلی بیوی سے دو فرزند تولد ہوئے ،ایک تو اوائل عمر میں فوت ہو گئے۔دوسرے سید شاہنوازؒ تھے۔جو صاحبِ اولاد ہوئے۔پیر امام شاہؒ کی دوسری اہلیہ سے بھی دو فرزند ہوئے۔ایک تو بچپن میں فوت ہو گئے اور دوسرے حضرت قطبِ عالمؒ تھے۔جن کی وجہ سے آپ کا نام چار دانگِ عالم میں مشہور ہوا۔حضرت قطبِ عالمؒ اپنے والد کے بڑھاپے میں تولد ہوئے۔ابھی سنِ بلوغت کو نہ پہنچے ہی تھے کہ پیر امام شاہؒ واصل باحق ہو گئے۔پھر ایک طویل عرصے کے بعد حضرت قطبِ عالمؒ نے پرانا پیر محل میں ایک خوبصورت مکان تعمیر کروایا اور اپنے والد پیر امام شاہ، دادا پیر اکبر شاہؒ اور ان کے دادا پیر فتح شاہؒ کے اجساد پاک کو وہاں دفن فرمایا۔جہاں ان بزگان کے مزارات مرجعِ خلائق ہیں۔

اجدادِ قطبِ عالمؒ کے بارے ایک معروف روایت:۔

میاں بہادر خاں بلوچ اور نواب نٹ جو اس خاندانِ عالیہ کے قدیمی خدمتگار تھے۔ایک معروف روایت بیان کرتے کہ حضور قطبِ عالمؒ کے تمام اجداد شریعت و طریقت کے عامل اور ولایت کے حامل گزرے ہیں۔اس خاندانِ پاک میں ایک سالک اور ایک قلندر ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے۔

پیری اور امیری کا انوکھا حامل گھرانہ:۔

علاقہ ساندل بار میں تبلیغ و اشاعتِ اسلام حضور قطبِ عالمؒ کے آباؤ اجداد کی مسلسل خدمات کا نتیجہ ہے۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں اس خاندان کی دینی سرگرمیوں سے یہاں کئی قبائل دولتِ ایمان سے مالا مال ہوئے۔ قدیمی روایات کے مطابق آج بھی ان اقوام کی اولاد حضرت شیخ اسماعیلؒ کی مرید کہلاتی ہے۔

میاں کریم بخش ہراج سے مروی ہے حضور قطبِ عالمؒ جدی پشتی رئیس تھے۔انگریزوں کے عہد میں جب زرعی اصلاحات ہوئیں اور زمینیں الاٹ ہوئیں اُس وقت تین خاندان ایسے تھے۔جو اس تمام رقبہ کے جدی پشتی مالک چلے آ رہے تھے۔حضور قطبِ عالمؒ کے چوبیس (24)، پچیس (25) مربعے وراثتی تھے آپ تین گاؤں کے نمبردار تھے آپ کی ذاتی جائیداد کی تفصیل آئندہ اوراق میں پیش کی جائے گی میاں کریم بخش ہراج نے مزید بتایا ''نہری پانی عام ہونے کی وجہ سے آج تو ہر کوئی زمیندار بن گیا ہے۔میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔حضور کے گھر میں، دو، دو سو من گندم کے پلے ہوتے تھے۔دریا پر آپ کی زمینوں کو سیراب کرنے کے لیے ''دبیلر'' لگے ہوئے تھے۔گویا مغلیہ عہد سے ہی حضور قطبِ عالمؒ کا خاندان جدی پشتی رئیسِ علاقہ چلا آ رہا تھا۔انگریزوں کے زمانے میں جب کبھی لاٹ صاحب آتا، حضور قطبِ عالمؒ کا نام ہمیشہ معززینِ علاقہ میں سرِ فہرست ہوتا تھا۔''

☆☆☆

قطب عالمؒ مظہرِ حُسنِ محمد مصطفیٰؐ

قطبِ عالم مظہرِ حُسنِ محمد مصطفیٰ ﷺ
قطبِ عالم مطلعِ انوار ذاتِ کبریا
قطبِ عالم در حریمِ ذات کنزاً مخفیا
قطبِ عالم سرِ ما اَوْحٰی جمالِ مَا رَآئی
قطبِ عالم حسن فطرت حسنِ مطلق حسن را
قطبِ عالم عرش و کرسی و قلم ، ارض و سما
قطبِ عالم ہم فناء و ہم بقاء و ہم لِقا
قطبِ عالم ما وریٰ از ما وریٰ از ما وریٰ
قطب عالم کٰہٰیٰعٓصٓ و طٰہٰ
قطبِ عالم روحِ قرآں ، ن والیٰ
قطبِ عالم درمیانِ اہلِ دل اہلِ رضا
چوں محمدؐ درمیانِ صوفیا اہلِ صفا
قطب عالم عاشقانِ ذات حق راہنما
قطبِ عالم منزلِ مقصود سالک راہ را
قطبِ عالم مہ جبین و مہ وش و ماہِ لقا
قطبِ عالم کوکبِ چشمانِ جبرائیل را
قطبِ عالم در دو عالم ہمنوا ، مشکل کشا
قطبِ عالم ذرہِ دردِ دل انوار را
در جمالِ شیخ مے بینم جمالِ مصطفیٰ ﷺ
در جمالِ مصطفیٰؐ بینم جمالِ کبریا

(پیر محمد انوار حسین جلوآنوی)

باب دوم

ولادت سے وصالِ شیخ تک

آمدِ قطبؒ اور برِّ صغیر کی حالتِ زار

حضرت قطب عالم کی جب ولادت ہوئی تو مغلیہ سلطنت کی آخری دہائی شروع ہو چکی تھی۔ گو نصف صدی قبل ہی جب لارڈ لیک نے دہلی کو فتح کیا، مغلیہ خاندان کے اختیار و اقتدار کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اور انکی حکمرانی قلعہ معلیٰ اور قلعہ بازار تک ہی محدود تھی۔ دہلی شہر پر انگریز ریذیڈنٹ حاکم تھا۔ بہادر شاہ ظفر جو مغلیہ خاندان کا آخری تاجدار تھا۔ چونسٹھ 64 سال کی عمر میں 1837ء کو تخت نشین ہوا۔ اور 1857ء تک بیس 20 سال کا زمانہ بڑی کسمپرسی کے عالم میں گزارا۔ بادشاہ کے بزرگوں کو دی گئی مراعات میں انگریز مسلسل کمی کرتے رہے۔ اس کے بیٹے کو انگریزوں نے اس شرط پر ولی عہد تسلیم کیا کہ بادشاہ کی موت کے بعد مغل لال قلعہ خالی کر دیں گے تاکہ اس عظیم عمارت میں انگریز اپنا دربار لگا سکیں۔ مالی مشکلات ایک طرف شاہی خاندان کا قافیہ تنگ کر رہی تھیں تو دوسری طرف انگریزوں کا گستاخانہ اور ہتک آمیز رویہ سوہانِ روح بنا ہوا تھا۔ بہادر شاہ ظفرؔ نے اپنے اشعار میں ان حالات کی طرف بڑے لطیف اشارے کیے ہیں۔

بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی — جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی
چشمِ قاتل تھی ہمیشہ مری دشمن لیکن — جیسی اب ہوگئی قاتل کبھی ایسی تو نہ تھی

جب بادشاہ کا یہ حال ہو تو رعایا کا کیا ہوگا۔ الغرض یہ دور مسلمانوں کے لیے نہایت دردناک اور کٹھن تھا۔ مسلم سلطنت اپنے اختتام کی طرف رواں دواں تھی اور اُن کے اقتدار و اختیار کی باتیں اب عہدِ رفتہ کی ایک کہانی سے زیادہ نہ تھیں۔ مگر ایک مرتبہ پھر حالات نے پلٹا کھایا۔ ہندوستانی اقوام ایک سیلاب کی طرح اُٹھیں اور ملک کو تہ و بالا کر دیا۔ 11 مئی 1857ء کو سیلاب کا پہلا ریلا میرٹھ سے دہلی پہنچا۔ جہادِ آزادی کا آغاز ہوا۔ اور حریت کا جذبہ ملک بھر میں آگ کی طرح پھیل گیا۔ مگر قیادت کے فقدان اور اندرونی سازشوں نے اسے ناکام بنا دیا۔ اب صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں تمام ادیانِ ہند کو طویل مشکلات سے گزرنا پڑا۔ ملک بھر میں عیسائی پادریوں کی سرگرمیوں کا جال بچھا دیا گیا۔ وہ سکولوں، جیل خانوں اور بازاروں میں عیسائیت کا پرچار کر رہے تھے ان مواقع پر انگریز پولیس کے آدمی بھی اکثر ان کے ہمراہ ہوتے۔ وہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام ہی لوگوں تک نہ پہنچاتے بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں کی مذہبی رسومات کا مذاق اُڑاتے۔ مذہبی راہنماؤں کو بُرا بھلا کہتے، مشنری سکولوں کے علاوہ گورنمنٹ سکولوں میں بھی بائیبل کی تعلیم زبردستی دی جانے لگی۔ اگر ہم پادری ایڈمنڈ کے اس طویل خط کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں جو اس نے کلکتہ سے 1855ء میں ملک کے علمی طبقے اور خاص کر سرکاری ملازمین کو لکھا یہ خط

رسالہ اسبابِ بغاوت ہند از سرسید احمد خان میں موجود ہے۔''اب ہندوستان میں عملداری ایک ہوگئی ہے۔تار برقی سے سب جگہ کی خبر ایک ہوگئی ہے۔ ریلوے سڑک سے سب جگہ کی آمدورفت ہوگئی۔ مذہب بھی ایک چاہیے۔اس لئے مناسب ہے تم لوگ بھی عیسائی مذہب ہو جاؤ۔'' عیسائی پادری اکثر پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخی کرتے۔ مسلمانوں کے لیے یہ دَور بڑا عبرت ناک اور مسلسل کرب واذیت کا حامل تھا۔ نہ صرف کئی سو سالوں پر محیط مسلم سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ بلکہ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد اس جنگِ حریت میں کام آئی جو باقی بچے وہ بھی ہزاروں کی تعداد میں پھانسی پر لٹکا دیئے گئے یا ملک بدر ہوگئے (کالا پانی بھیج دیئے گئے) اس زمانہ میں مسلمانوں کی آخری اُمید صرف مشائخ عظام اور علمائے کرام تھے۔ جنہوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر اسلامیانِ ہند کی راہنمائی فرمائی اور مدارس وخانقاہوں کے وجود سے دین کا چراغ روشن رکھا۔

اگر گیتی صراصر باد گیر چراغِ مقبلاں ہرگز نمیرد

نویدِ قطبؒ:۔

امت مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل واحسان رہا ہے کہ جب کبھی اس پر ادبار وانحطاط کا دور آیا۔ قدرت الٰہی نے اسے کسی ایسی دلنواز شخصیت سے سرفراز فرمادیا جو اس کے مطلعِ حیات پر چودھویں کا چاند بن کر چمکی اور اپنی ضوفشانیوں سے محرومیوں، مایوسیوں اور ہر قسم کی ظلمتوں کو کافور کردیا۔ جب بھی سفینۂ ملت کسی گرداب میں پھنسا تو اسے کوئی ایسا جوانمرد نا خدا مرحمت فرمادیا جس نے اسے خطرناک گردابوں سے نکال کر ساحلِ مراد تک پہنچادیا۔ فیصلۂ الٰہی ہے''**فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْراً ○ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْراً**'' (تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے)۔

خزاں کے طول سے دل کی کلی مُرجھائی جاتی تھی
بہاروں کو جلو میں لے کے وہ محشر خرام آیا

حضرت قطبِ عالمؒ بیان فرمایا کرتے''میری والدہ کے ہاں پہلے ایک بیٹا ہوا جو بچپن میں ہی فوت ہوگیا۔ پھر وہ والد کے ساتھ پیر سید موج دریاؒ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور دُعا کی درخواست کی، انہوں نے فرمایا''خداوندِ قدوس تمہیں ایک نیک فرزند عطا فرمائے گا۔''

حضرت سید موج دریاؒ (والدِ ماجد حضور شیرِ یزدانی فتحپوریؒ) ایک سیلانی فقیر تھے۔ اکثر علاقہ پیر محل میں آیا کرتے۔ حضور قطبِ عالمؒ کے والد پیر امام شاہؒ اُن کے معتقد تھے۔ جب حضور قطبِ عالمؒ کی ولادت ہوئی تو پیر امام شاہ اور مائی صاحبہ نے ملازموں کو تیز رفتار گھوڑوں پر بھیجا کہ انہیں ڈھونڈ کر لائیں بطور برکت بچے کو گُڑتی اور نام بھی

اُن سے رکھوایا جائے۔ حضرت سید موج دریاؒ اُن دنوں لاہور سے ملتان تک دریائے راوی کے کناروں پر سیر فرماتے اور یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ ابھی گھوڑ سواروں کو آپ کی تلاش میں نکلے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ بغیر اطلاع خود ہی آپ تشریف لے آئے۔ سب کو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ گھر میں ویسے ہی مسرت وشادمانی، بہجت وتازگی اور مبارکبادی کا سماں تھا۔ عقیدت مند، خویش واقارب اور ساری رعایا خوشیوں کے گیت گا رہی تھی۔ اس پُر کیف عالم میں حضرت سید موج دریا، پیر سید امام شاہ کے ساتھ بچے کو دیکھنے کے لیے اندر محل شریف میں تشریف لے گئے۔ اس وقت ''ِکروی'' (سرکنڈوں سے بنائی گئی چارپائی جو نیچے بچھائی جاتی ہے) پر نومولود اپنی والدہ ماجدہ کے پاس لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت سید موج دریاؒ اور اپنے والدِ ماجد کو دیکھتے ہی نومولود نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر پیشانی پر بطور سلام رکھے۔ حضرت سید موج دریاؒ نے فرمایا'' بیٹا! تمہارا سلام سر آنکھوں پر، دیکھنا وقت آنے پر اس نعمت سے میرے گھرانہ کو نظرانداز نہ کرنا (1)'' جب نام رکھنے کے بارے عرض کی گئی تو فرمایا'' یہ مادر زاد قطب ہے۔ اب قطب کا اور نام کیا رکھیں؟ یہ ہے بھی قطب اور نام بھی ''سید قطب علی شاہ'' رکھتے ہیں۔ یہ قطبوں کا قطب ہے۔ ایک جہان کی زبان پر ''قطب، قطب'' ہوگا۔'' اور اپنے مبارک ہاتھوں سے حضور قطبِ عالمؒ کو گڑتی ڈالی۔ پھر پیر سید امام شاہ کو بطور نصیحت فرمایا، اس بچے نے سنتِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق پرورش اپنی والدہ کے علاوہ ایک اور خاتون سے بھی پانی ہے۔ اس کا خیال رکھنا اور عام بچوں کی طرح نہ جھڑکنا، یعنی کبھی غصہ نہ ہونا۔ چنانچہ'' مائی فتح بی بی'' جو ایک نیک خاتون تھی اس کو آپ کی پرورش کے لیے مقرر کیا گیا۔ وہ ہمیشہ باوضو ہو کر یہ خدمت انجام دیتی۔ جب دودھ چھوڑانے کا موقع آیا تو پیر سید امام شاہؒ نے خوش ہو کر نہ صرف اس کی خدمت کو سراہا، بلکہ انعام واکرام سے بھی نوازا۔

جائے ولادت:۔

حضرت قطبِ عالمؒ کی ولادت موجودہ سندھیلیانوالی شریف سے متصل مغرب کی جانب '' چاہ دلیل والہ'' پر ہوئی۔ جو اب کھنڈرات کی شکل میں ایک کنواں ہے۔ آپ کے والدِ ماجد پیر سید امام شاہؒ کے رہائشی مکان اسی کنواں پر تھے۔

---

(1)۔ میاں سردار بخش ہراج کی زبانی یہ روایت مشہور ہے ''جس روز حضور شیر یزدانی فتحپوریؒ، حضرت قطبِ عالمؒ کے مرید ہوئے تو کچہری میں حضور نے فرمایا'' شیرن تیری امانت لئی وداہاں، اوہ تیرے سپرد کرنی اے''، یعنی شیر محمد! تمہاری ایک امانت میرے پاس ہے جو تمہارے حوالے کرنی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

روز ازل دے پیار پرانے   نیہوں نہیں لگدے زور دھنگانے

تاریخ ولادت:۔

حضرت قطبِ عالمؒ نے کتاب ''مرآۃ الفقراء'' میں اپنی تاریخ ولادت اسطرح بیان فرمائی ہے کہ ''بماہ بھادوں ۱۹۰۶ بکرمی اور چاند کی اکیسویں تاریخ، یک شنبہ کی نصف رات کو دُعا گو کا تولد ہوا'' جو با قاعدہ علمِ تقویم کے لحاظ سے ۲۵ بھادوں ۱۹۰۶ بکرمی / ۲۱ شوال ۱۲۶۵ھ / 9 ستمبر 1849ء بوقت نصف شب اتوار بنتی ہے۔

بعد میں لکھے گئے تذکروں میں چونکہ ''بماہ بھادوں ۱۹۰۶ بکرمی'' پیشِ نظر تھا لہٰذا مصنفین نے اپنے اندازے لگا کر عیسوی سن 1850ء لکھا ہے جو کہ غلط ہے لہٰذا ''اربابِ طریقت از حاجی محمد ادریس بھوجیانی'' اور ''اولیاء اللہ از علامہ عالم فقری'' میں سنِ ولادت ٹھیک نہیں ہے۔

چاہ دلیل والہ سے نقل مکانی اور ایک حادثہ:۔

حضرت قطبِ عالمؒ کی عمر تقریباً تین سال تھی کہ آپ کے والدِ ماجد نے سند ھیلیانوالی کنویں کو از سرِ نو آباد کر کے یہاں سکونت اختیار فرمائی۔ یہ کنواں موجودہ اصطبل کے سامنے واقع تھا جسے بعد میں مٹی ڈال کر ہموار کر دیا گیا۔

انہی ایام کا واقعہ ہے ایک روز کنویں کے قریب حضرت قطبِ عالمؒ طفولیت میں زمین پر بیٹھے مٹی سے کھیل رہے تھے۔ کنواں چل رہا تھا اور ڈھڈی قوم کی ایک عورت بیلوں کو ہانک رہی تھی۔ میاں محمد بلوچ نے آپ کو کھیلتے دیکھا تو اُٹھا کر کنواں کے ''چوبچہ'' (کنواں سے ملحق پختہ جگہ جہاں سے پانی گزرتا ہے) پر لایا اور آپ کو نہلانے لگا۔ کنواں کے جنوب مشرق میں ''جوار'' کا کھیت تھا۔ اچانک کھیت سے ایک خنزیر نکلا، میاں محمد اپنے دھیان میں بچے کو نہلا رہا تھا۔ ڈھڈی عورت جو بیلوں کو ہانک رہی تھی اُس نے میاں محمد کو آگاہ کرنے کے لیے پکارا مگر وہ خنزیر بہت قریب آچکا تھا۔ میاں محمد نے فوراً بچے کو تھام کر اپنے سینہ سے لگالیا اور منہ کے بل گر پڑا۔ خنزیر نے آتے ہی اُس پر حملہ کر دیا اور تقریباً اٹھارہ ضربیں لگائیں۔ اتنے میں حضرت سیدی احمد شاہ ''کنگناں والے'' جو اس خونخوار کو مارنے کے لیے شکاریوں کے ہمراہ تعاقب میں تھے آپہنچے۔ دراصل وہ خنزیر کئی لوگوں کو موت کے گھاٹ اُتار چکا تھا۔ حضرت سیدی احمد شاہ کئی شکاریوں کو ساتھ لیکر اُسے مارنے کے لیے پیچھا کر رہے تھے۔ وہ پیاس کی شدت سے کنویں پر آیا اور یہاں پر مندرجہ بالا حادثہ رونما ہوا۔ میاں محمد بے ہوش تھا، اُٹھا کر چارپائی پر لٹایا تو سینے سے لپٹا ہوا بچہ بالکل صحیح سلامت پایا گیا۔ حضرت سیدی احمد شاہؒ نے کہا میاں محمد نے ہمارے بچے کو بچانے کے لیے اپنی جان کی پرواہ نہ کی، میں بھی جب تک اس کے دشمن کو ہلاک نہیں کروں گا روٹی نہیں کھاؤں گا اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دریا سے پار قتال پور کے مقام پر اُسے جا پکڑا اور ہلاک کیا۔ میاں محمد ایک سانسی جراح کے علاج سے 21 دن بعد صحت یاب ہوا تو پیر سید امام شاہ اور دیگر عزیز و اقارب نے خوشیاں منائیں اور اس کی بہادری و جوانمردی کے سبب انعام و

اکرام سے نوازا۔ حضرت قطبِ عالمؒ کی حساس طبیعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ واقعہ آپ کو زندگی بھر یادرہا اور فرمایا کرتے ''میاں محمد کا احسان مجھے آج تک یاد ہے بلکہ وہ میرے لیے ناقابلِ فراموش ہے۔''

بچپن:۔

حضرت قطبِ عالمؒ کے گھر کا ماحول اگرچہ متمولانہ اور رئیسانہ تھا تو ساتھ ہی فقیرانہ بھی تھا۔ یہ اہلسنت والجماعت ساداتِ کرام کا ایک معروف گھرانہ تھا۔ ابتداء ہی سے خانۂ پاک میں ایسی تربیت ہوئی جو بعد میں عمر بھر لحہ بہ لحہ آپ کے معمولات واعمال، اخلاق واشغال، اقوال ونظریات اور عجائبات وکرامات کی صورت میں آشکارہ ہوتی رہی۔ بچپن میں ہی آپ کی حرکات وسکنات سے شانِ قطبیت ظاہر ہوتی تھی۔

حضرت قطبِ عالمؒ بچپن سے ہی بڑے حسین وجمیل تھے، ہونہار، ذہین، باادب، والدین نے پوری کوشش سے ایسی اچھی تربیت کی کہ بچپن سے ہی آپ کی طبیعت نیک کاموں کی طرف راغب تھی۔

ابتدائے تعلیم:۔

آپ کی تعلیم کا آغاز مسجد سے ہوا۔ قاعدہ اور ناظرہ قرآنِ مجید بہت چھوٹی عمر میں پڑھ لیا۔ حافظہ کی یہ کیفیت تھی جو کچھ پڑھتے از بر فرما لیتے۔ اُس زمانے دینی تعلیم کے حصول کے لیے قرب وجوار میں کوئی قابلِ ذکر مدرسہ نہیں تھا۔ دیگر آپ کے والدِ ماجد پیر سید امام شاہؒ بھی کافی عمر رسیدہ ہو چکے تھے۔ لہذا دور، دراز مقام پر بھیجنا انہوں نے گوارا نہ کیا۔ حضرت قطبِ عالمؒ خود فرمایا کرتے ''میں نے بچپن میں صرف ''کریما'' اپنے ایک خاندانی بزرگ سے پڑھی''، بعض لوگ اُن کا نام ''پیر کرم شاہ'' بتاتے ہیں جو پیر غلام مرتضیٰ شاہ کے والد تھے۔

شفقتِ پدری سے محرومی:۔

ابھی حضرت قطبِ عالمؒ سنِ بلوغت کو نہ پہنچے تھے کہ شفقتِ پدری سے مرحوم ہو گئے اور آپ کے والدِ ماجد واصل بحق ہوئے۔ والدہ ماجدہ اور بڑے بھائی سید شاہنواز نے والدِ مرحوم کی کمی محسوس نہ ہونے دی اور ہمیشہ آپ پر خصوصی توجہ رکھی۔ راقم الحروف کی مرتب کردہ کتاب ''دیوانِ قطبیہ'' کے ابتدائیہ میں پیر انوار حسین جلوآنوی لکھتے ہیں ''آپؒ کا لڑکپن مروجہ تعلیم حاصل کرنے، زُہد وتقویٰ کو اپنانے، قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی بنظرِ غائر تلاوت فرمانے، عبادات وریاضات کی حقیقت کو پانے، فرائض وواجبات، سُنن ونوافل میں مسلسل مصروف رہنے اور تہجد کا خاص کر اہتمام فرمانے میں گزرا، جو بعد ازاں آخری دَم تک جاری وساری رہا۔''

نوجوانی:۔

جیسے مقولہ ہے ''مقبولانِ خدا بنتے نہیں، بنائے جاتے ہیں''۔ حضور قطبِ عالمؒ نوجوانی میں بھی طبعاً زُہد و عبادت کی طرف مائل تھے تاہم اپنے علاقہ کے معروف رئیس زادے ہونے کی وجہ سے بول، چال اور لباس میں ایک خاص وقار رکھتے جو آخری عمر تک برقرار رہا۔ دنیاوی کاموں میں بھی دلچسپی لیتے اور کام، کاج میں خاص بصیرت رکھتے۔ طبیعت بچپن سے ہی انصاف پسند اور معاملہ فہم تھی۔ رعایا کے جھگڑوں میں اپنی خداداد صلاحیت کی وجہ سے منصف ٹھہرائے جاتے۔ آپ کی ذات میں معاملات سلجھانے کی ایسی صلاحیت تھی کہ تھوڑی ہی دیر میں خون کے پیاسوں کو باہم شیر و شکر کر دیتے۔ اُس زمانہ میں ہر امیر زادہ شکار سے شغف ضروری سمجھتا تھا۔ لہذا آپ بھی ملازموں کی معیت میں کبھی، کبھی شکار کو نکلتے مگر مرید ہونے کے بعد شکار کھیلنا بالکل ترک کر دیا۔

خواجہ اللہ داد سہوؒ کی ملاقات:۔

حضرت قطبِ عالمؒ نوجوانی میں کاشتکاری سے خصوصی دلچسپی رکھتے اور اپنے مزارعہ کو ہل چلانے کا خود نمونہ دیتے۔ بروایت میاں بہادر خان بلوچ ایک روز آپ کھیت میں مزارعہ کو ہل چلانے کا نمونہ دے رہے تھے کہ خواجہ اللہ داد سہوؒ سکنہ شیخ فاضل جو گھوڑے پر سوار نزدیک سے گزر رہے تھے۔ اچانک آپ کے پاس چلے آئے اور گھوڑے سے اُتر کر مصافحہ کے لیے بڑھے مزید فرمایا'' میں یہاں سے گزر رہا تھا۔ آپ کی روحانی کشش کو محسوس کرتے ہوئے اِدھر چلا آیا'' اور کچھ دیر آپ کے ساتھ محوِ تکلم رہے۔

صحبتِ بزرگان:۔

حضرت قطب عالمؒ کو بچپن سے ہی بزرگانِ دین سے عقیدت تھی۔ آپ کے قریبی خاندان کے ایک بزرگ حضرت سیدی احمد شاہ بخاری ''کنگناں والے'' تھے۔ آپ ان کے پاس بھی جایا کرتے۔ وہ آپ سے بڑی محبت و شفقت رکھتے۔ ان کی رہائش سندھیلیانوالی سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر مشرق کی جانب موضع شاہ پور میں تھی۔ وہ صوفی مشرب بزرگ اور بڑے مالدار و غنی تھے۔ ان کی بھینسیں اتنی تھیں کہ ہر دوسرے روز دس من گھی فروخت کیا جاتا۔ وہ حضور غوث الثقلینؓ کے بڑے عاشق تھے۔ ہر مہینے اہتمامِ خاص سے ''گیارھویں شریف'' مناتے، جس میں سینکڑوں لوگ شامل ہوتے۔ اور آپ سب کی دودھ سے تواضع فرماتے۔

اس کے علاوہ چراغِ حق نما حضرت سید چراغ علی شاہ قادریؒ کے بھی سندھیلیانوالی شریف میں چند مرید تھے۔ آپ جب یہاں تشریف لاتے تو حضرت قطبِ عالم بڑی عقیدت سے آپ کی محافل میں حاضری دیتے، گویا راہِ سلوک کی جستجو آپ کے وجودِ مسعود میں ازلی طور پر موجود تھی۔

پہلی شادی:۔

اُس زمانے لڑکپن میں ہی شادیاں کردی جاتی تھیں۔لہذا نوجوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو آپ کی شادی ''چاہ پیپل والہ'' پر سید سردار شاہ کی ہمشیرہ محترمہ سیدہ ناظم خاتون عرف ''اداموں مائی'' سے کردی گئی جونہایت نیک طبیعت اور پارسا خاتون تھیں۔

پیر محل میں شیعہ مذہب کا آغاز:۔

انہی ایام میں آپ کی برادری ساداتِ پیر محل میں سے چند آدمیوں نے شیعہ مذہب اختیار کیا۔اوراس کی تبلیغ واشاعت کے لیے مجالس منعقد کروائیں۔حضرت قطبِ عالمؒ اپنے مطبوعہ ملفوظات ''مرآۃ الفقراء'' کی سولھویں مجلس میں فرماتے ہیں''ہمارے خاندان حضرت پیر شیخ اسماعیل علیہ الرحمۃ کی اولاد'' پیر محل'' میں تو اس دُعا گو(حضرت قطبِ عالم) کے دیکھنے ہی سے یہ مذہب شروع ہوا ہے۔چونکہ ہم میں سے سید کرم شاہ اور سید راجہ شاہ نے اوّل اس مذہب کو اختیار کیا۔یہ دونوں صاحبان بھی آدھی عمر تو پہلے اپنے بزرگوں کی پیروی پر مذہب اہلسنت و الجماعت تھے۔پیچھے اس مذہب کو اختیار کیا۔باقی ہمارا خاندان زمانہ کی کثرت اور انہی صاحبان کو دیکھ کر سب شیعہ کہلاتے ہیں۔''

ایک دُرویش نے انٹرویو میں بتایا''میں نے چند لوگوں سے سُنا حضرت قطبِ عالمؒ بھی بچپن میں پنگوڑا کے ساتھ چلتے تھے۔میرک شریف مرید ہونے کے بعد ترک کردیا''۔لیکن یہ بات کسی معتبر ذرائع سے ثابت نہیں ہوئی۔البتہ جب ساداتِ پیر محل ۔نے شیعہ مذہب کی ترویج کے لیے مجالس کا اہتمام کیا تو آپ بھی مذہبی تحقیق کے لیے چند مرتبہ ان کی مجلس میں گئے۔لیکن قطعاً متاثر نہ ہوئے اور مولانا غلام علی قریشی سے باہم مشورہ کرکے آپ نے جھنگ سے مولانا نور محمد چیلہ کو بُلا کر ان کے جواب میں خوب تقاریر کروائیں اور اہلیانِ علاقہ کو اس اندھا دھند تقلید سے روک کر صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔اس سے مخالفت بڑھ گئی لیکن آپ نے فیصلہ کرلیا کہ زندگی بھر دین کی تبلیغ اور اپنے بزرگان کی پیروی میں سرگرمِ عمل رہوں گا۔

دینی علوم کی تکمیل:۔

ابتدائی تعلیم حضور کی صرف ''کریما'' تک تھی۔اہلِ تشیع سے اختلاف بڑھا تو آپ نے دینی علوم کے حصول کے لیے مولانا غلام علی قریشی کو اپنے پاس بلوایا اور اُن سے عربی، فارسی مروّجہ نصاب کے علاوہ ''مشکوٰۃ شریف'' تک سبقاً پڑھا، باقی جو کچھ آپ کی تصانیف میں ہے وہ سب ''علمِ لدنی'' ہے۔اسی لیے بڑے، بڑے علماء نے آپ کی تصانیف دیکھ کر آپ کے علم وفضل کو سراہا اور اپنی کتب میں جابجا آپ کی تعریف کی۔

علمی مقام:۔

☆ مولانا حاجی ادریس بھوجیانی ''اربابِ طریقت'' میں اور علامہ عالم فقری ''اولیاء اللہ'' میں لکھتے ہیں۔

''آپ نے اکابر علماء سے تعلیم حاصل کر کے سَند پائی۔ آپ ایک ہی وقت میں علامۃ الدہر، روحانیت میں بلند مقام، اعلیٰ مبلغ وخطیب، بلند پایہ مصنف بلکہ ہمہ صفت موصوف تھے۔''

☆ علامہ عبدالحکیم شرف قادری ''تذکرہ اکابر اہلسنت'' میں لکھتے ہیں۔

'' قدوۃ السالکین حضرت مولانا سید قطب علی شاہ قدس سرہٗ اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم وعارف تھے۔ آپ سے ہزاروں لوگ فیض یاب ہوئے۔ ظاہری علوم میں بھی باکمال تھے۔ آپ کے فضل وکمال پر آپ کی تصانیف شاہد عدل ہیں۔''

☆ صاحبزادہ یوسف طاہر صاحب ''کلیاتِ صالح محمد صفوریؒ'' میں لکھتے ہیں۔

''قطبِ دوراں پیر سید قطب علی شاہؒ بہت بلند مرتبہ کے عالم، فاضل، عارفِ کامل اور نامور مصنف گزرے ہیں۔''

(حضرت قطب عالمؒ کے علمی مقام ومرتبہ پر یہ تمام آراء میں نے اُن حضرات کی لکھی ہیں جو آپ کے سلسلۂ طریقت سے منسلک نہیں۔)

بیعتِ طریقت:۔

دینی علوم کے حصول کے بعد اشتیاق پیدا ہوا کہ کسی مردِ حق کے دستِ انور پر بیعت کی جائے۔ اس جستجو میں کئی جگہ گئے لیکن گوہرِ مراد چراغ حق نما حضرت سید چراغ علی شاہؒ کی صورت مبارک میں نظر آیا۔ واقعہ کچھ اس طرح ہے۔ خانوادۂ حضرت سلطان ہاتھیوانؒ کے مریدین کا سلسلہ اس علاقہ میں بھی تھا۔ موجودہ سندھیلیانوالی شریف میں چند گھر مرید تھے۔ حضرت چراغ حق نماؒ یہاں تشریف لایا کرتے۔ آپ سندھیلیانوالی شریف میں تو کئی روز قیام فرماتے۔ اکثر اپنا گھوڑا عقیدت مندوں کے پاس چھوڑ کر بغرضِ عبادت وریاضت گردونواح کے جنگل میں چلے جاتے۔ واپس لوٹتے تو کئی مرتبہ حضرت قطبِ عالمؒ آپ کی مجالس میں حاضر ہوتے اور آپ کے کلام سے دل وجاں کو منور کرتے۔ سندھیلیانوالی شریف میں کئی کئی روز اقامت کے بارے ایک منظورِ نظر خدمتگار نے آخر پوچھ ہی لیا تو فرمایا ''یہاں ایک شہباز کو شکار کرنے آتا ہوں'' چنانچہ وہ وقتِ سعید آپہنچا حضرت چراغ حق نماؒ ایک روز ''چاہ ماچھی والہ'' نواحِ سندھیلیانوالی شریف میں ایک جال (وَن) کے نیچے تشریف رکھتے تھے کہ قریب سے عالمِ نوجوانی میں حضرت قطبِ عالمؒ ہاتھ میں بندوق لیے اپنے ملازموں کے ہمراہ شکار پر جاتے ہوئے گزرے۔ اُس روز خلافِ معمول آپ کافی دیر حضرت قطبِ عالمؒ کو جاتے ہوئے بغور دیکھتے رہے۔ مردِ کامل کی توجہ اپنا کام کر چکی

تھی۔ حضرت قطبِ عالمؒ بھی راستہ بھر آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے سے متعلق سوچتے رہے۔ آخر شکار کا پروگرام ملتوی کر کے واپس گھر تشریف لائے اور اپنی والدہ ماجدہ سے حضرت چراغِ حق نماؒ کی بیعت اختیار کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ وہ چونکہ ایک پارسا خاتون تھیں اس نیک ارادے کو سن کر از حد خوش ہوئیں اور فرمایا ''راہِ خدا کے حصول کے لیے دیر نہیں کرنی چاہیے۔ ابھی جاؤ اور ان کی بیعت اختیار کرو'' والدہ کی اجازت لے کر آپ حضرت چراغِ حق نماؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابھی وہ اُسی مقام پر رونق افروز تھے اور آپ کو آتا دیکھ کر مسرت کے انداز میں دُرویشوں کو پیڑھی (بیٹھنے کے لیے دیسی کرسی) لانے کا حکم فرمایا کہ ''شریعتِ محمدیؐ کا حامل آرہا ہے، نیچے نہ بیٹھے'' اور حسبِ معمول نہایت شفقت سے پیش آئے، بیٹھنے کے لیے پیڑھی پیش کی گئی مگر آپ بلا تکلف چوکڑی مار کر حضرت چراغِ حق نماؒ کے سامنے بیٹھ گئے اور عرض کی ''مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمائیں'' پھر کیا تھا ہمیشہ کے لیے اُس رخِ زیبا پر فدا ہو گئے یوں تیئیس (23) سال کی عمر میں دستِ بیعت سے مشرف کیا ہوئے، مال و جان و دِل سے بیچ ہو گئے۔ حضرت قطبِ عالمؒ نے اپنے مطبوعہ ملفوظات ''مرآۃ الفقراء'' میں شیخِ کامل کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے کی تاریخ اسطرح بیان فرمائی ہے۔

''بماہ پوہ ۱۹۲۹ بکرمی کو ہادی و پیشوا حضرت سید چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہٗ کی خدمت شریف میں دعا گو مشرف ہوا'' جو علمِ تقویم کے لحاظ سے یکم پوہ کو 15 دسمبر 1872ء بمطابق ۱۴ شوال ۱۲۸۹ھ یک شنبہ (اتوار) بنتا ہے۔ مرید ہونے کے بعد عرض کی ''حضور کے گھوڑے کا گھاس، دانہ اور خدمت مجھے عطا کی جائے'' حضرت چراغِ حق نماؒ نے فرمایا ''یہ دُرویشوں کی ریاضت ہے، آپ سے ہم نے یہ کام نہیں کروانا'' مگر حضرت قطبِ عالمؒ کا یہ حال تھا پیرومرشد کی خدمت کا جذبہ آپ کو بیٹھنے نہیں دیتا تھا۔ انہی ایام کا واقعہ ہے حضرت چراغِ حق نماؒ کا ایک دُرویش مسمّی ''ماہنی'' آپ کے گھوڑے کے لیے گھاس کھودنے کے لیے جانے لگا چونکہ وہ شخص حضرت قطبِ عالمؒ کی رعایا میں سے تھا، تو آپ نے کھرپا (گھاس کھودنے والا ہتھیار) اور بھورا (جس میں گھاس اُٹھا کر لائی جاتی ہے) اُس سے لینا چاہا کہ یہ خدمت میں انجام دیتا ہوں مگر وہ ادب کی وجہ سے نہ دیتا تھا۔ اس کی آواز حضرت چراغِ حق نما نے بھی سُن لی اور حقیقتِ حال معلوم کر کے حضرت قطبِ عالمؒ سے فرمایا ''یہ کام اسے کرنے دیں، آپ کے لیے کام اور ہے۔ ایسی خدمت کے لیے ایک جہان آپ کے دروازہ پر آئے گا'' اور نہایت خوش ہو کر آپ کو اپنے پاس بٹھا لیا۔

حضرت قطبِ عالمؒ نے ایک عرصہ اپنے شیخِ کامل کی زیرِ تربیت و توجہ رہ کر منازلِ سلوک کے مراحل طے فرمائے اور مستِ شرابِ عشق کی حیثیت ایک ہی جست سے اُن مقاماتِ حقیقیہ اور حقیہ پر پہنچے کہ زاہدانِ عصر ہزار چلّوں سے اور لاکھ وظائف و اوراد سے اُس مقام تک نہ پہنچ پائیں۔

جائیکہ زاہداں بہ ہزار اربعیں رسند
مستِ شرابِ عشق بیک آہ می رسد

پیر خانہ میں ریاضت و خدمت:۔

راقم الحروف نے بزرگ خلفاء اور دُرویشوں کی زبانی سُنا ،حضرت قطب عالمؒ نے آستانِ شیخ پر اسقدر خدمت سرانجام دی جس کی مثال نہیں ملتی۔ ہمیشہ نیازمندی، اتباع اور ادب واحترام کے ایسے نقوش چھوڑے جو ایک عرصہ رہروانِ شوق کے لیے نشانِ منزل بنے رہے۔

☆ میرک شریف لنگر میں حضرت چراغ حق نماؒ کے سواری والے گھوڑے کو ہمیشہ چنے پیس کرڈالے جاتے۔ ایک رات دُرویش بھول گئے اور چکی پر ہی چنے پڑے رہے۔ حضرت قطب عالمؒ کو معلوم ہوا تو آپ نے خاموشی سے آدھی رات کو چکی پر خود ہی چنے پیسنے شروع کر دیئے، ابھی کام ختم نہیں ہوا تھا کہ حضرت چراغ حق نماؒ چکی کی آواز سن کر ادھر تشریف لائے، چونکہ حضرت قطب عالمؒ کی شکل وصورت آٹا لگنے سے پہچانی نہیں جا رہی تھی، آپ نے دریافت فرمایا، کون ہے؟ مگر حضرت قطب عالمؒ خاموش رہے۔ حضرت چراغ حق نماؒ نے بغور دیکھ کر آپ کو پہچان لیا اور بے اختیار ہو کر آپ کو سینے سے لگالیا اور فرمایا ''قطب شاہ! تو نے میری چکی پیسی ہے، ایک زمانہ تیری چکی پیسے گا''

☆ حضرت قطب عالمؒ نے شیخ کامل کی بارگاہ میں رہ کر اپنی جان سے بڑھ کر ان کی خدمت سرانجام دی اور ہمہ وقت حکم بجالانے کے لیے مستعد رہتے۔ آپ کا ارشاد ہے ''جب تک مرید اپنے پیرومرشد پر، پروانہ وار نہ ہوگا، اپنی منزلِ مقصود کو کبھی نہیں پا سکتا، اور ساری عمر حیران، پریشان پھرتا رہے گا'' (اربابِ طریقت ص 350، اولیاء اللہ ص 118) ''دیوانِ قطبیہ'' میں بھی مناقبِ حیدری کے آخر میں فرماتے ہیں۔

میں بے پَر ، پروانہ ہوں ، اُس شمع چراغؒ کے نور انور کا
قطب علی شاہ کا خصمانہ ، ہیں تو صاحب لج پرور کا

☆ حضرت چراغ حق نماؒ ایک مرتبہ گھر سے باہر تشریف لائے تو سامنے حضرت قطب عالمؒ کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا ''قطب شاہ! کسی درویش سے کہو چکی پر آٹا پیس دیں کیونکہ لنگر میں کام کرنے والی خادمہ بیمار ہے۔'' آپ نے کسی پیر بھائی کو تکلیف دینا گوارا نہ کیا اور سوچا یہ نعمت میرے لیے ہے لہٰذا چادر اوڑھ کر چکی والے کمرہ میں چلے گئے اور آٹا پیسنے لگے۔ چکی چلاتے ہوئے آپ پر ایسا حال طاری ہوا کہ چکی خود بخود چلنے لگی۔ حضرت چراغ حق نماؒ جلدی، جلدی قدم اُٹھاتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا ''قطب شاہؒ! کچھ نعمت میرک میں بھی رہنے دو، اسطرح یہاں سے صفایا نہ کرو'' الغرض حضرت قطب عالمؒ نے اپنے شیخ کامل کی خدمت واطاعت اس طرح فرمائی کہ مرید سے مراد اور محبّ سے شیخ کے محبوب بن گئے۔ اب آپ پیر خانہ میں اور آپ کے پیرومرشد کئی مہینے آپ کے ہاں تشریف رکھتے۔

''بھلیاں نوں بھلی لاج'':۔

ایک مرتبہ حضرت چراغ حق نماؒ کہیں جا رہے تھے۔ حضرت قطب عالمؒ نے ایک ہاتھ میں آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑی ہوئی تھی اور دوسرے ہاتھ میں پانی والا برتن تھا۔ چلتے چلتے ایک قبرستان کے نزدیک پہنچے تو حضرت چراغ حق نماؒ گھوڑے سے اُتر آئے اور فرمایا ''قطب شاہ! تم یہیں ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں'' اور قبرستان میں داخل ہو گئے، کافی دیر بعد واپس لوٹے تو یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ حضرت قطب عالمؒ پانی کا برتن اٹھائے وہیں دھوپ میں کھڑے ہیں۔ فرمایا ''تمہیں کافی تکلیف اٹھانی پڑی، کہیں سائے میں کھڑے ہو جاتے'' آپ نے عرض کی ''حضور کا ارشاد تھا یہیں ٹھہرو مجھے تو بجائے تکلیف کے فرحت محسوس ہوتی رہی'' واپس روانہ ہوئے تو حضرت قطب عالمؒ نے دیر لگانے کی وجہ پوچھی، حضرت چراغ حق نماؒ نے فرمایا ''ایک روز ہم کچہری میں بیٹھے تھے کہ ایک غیر مرید شخص کسی دنیاوی کام کے لیے پاس سے گزرا، ہمیں دیکھا تو زور سے پکارا ''بھلیاں نوں بھلی لاج'' وہ شخص فوت ہو گیا۔ ہم نے دیکھا اسے عذاب والے فرشتے گھیرے ہوئے ہیں تو اس کا محبت بھرا اسلام یاد آ گیا۔ اسی غرض سے آئے تھے دربارِ الٰہی میں اس کی مغفرت کے لیے التجاء کرتے رہے اور عذاب سے نجات دلوا کر واپس لوٹے۔

اصیلاں سندی دوستی ، تِل جتنی توڑے
ڈبدے ہویاں نوں باہوں پکڑے ، چھڈیاں مُول نہ چھوڑے

خرقۂ خلافت:۔

راقم الحروف نے سلسلۂ قطبیہ کے خلفاء اور بزرگ دُرویشوں کی زبان سے تواتر کے ساتھ یہ سُنا کہ حضرت قطب عالمؒ کو مرید ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ حضرت چراغ حق نماؒ نے خرقۂ خلافت و اجازت اور فتوحاتِ روحانیہ سے سرفراز کیا اور فرمایا ''قطب شاہ! ہم نے پنجاب کی دھرتی پر تیرے نام کا بیج پھیلا دیا ہے جو تا قیامت پھلتا، پھولتا رہے گا۔'' آپ کے حالات اور خلفائے سلسلہ کے بیانات سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ مرید ہونے کے کم و بیش دو سال بعد آپ کو اجازت و خلافت عطا ہوئی، جو سن کے حساب سے ۱۲۹۱ھ بمطابق 1874ء بنتا ہے۔

پیر خانہ کا ادب:۔

حضرت قطب عالمؒ جب میرک شریف حاضر ہوتے تو اُس زمانہ میں وہاں بڑی بلند قامت کھجوریں ہوا کرتی تھیں۔ آپ کو جہاں سے قصبہ میرک شریف کی کھجوریں نظر آتیں بطور ادب اپنے گھوڑے سے اُتر آتے اور پیدل میرک شریف حاضر ہوتے۔ چراغ نامی ایک دُرویش جو حضرت چراغ حق نماؒ کا مرید تھا اس کی زبانی مجھے بتایا گیا۔ جہاں سے حضرت قطب عالمؒ کو اپنے پیر و مرشد کی جائے اقامت ''چوبارہ'' نظر آتا وہیں سے نعلین مبارک اُتار دیتے تھے۔ اس قدر پیر خانہ کا ادب و احترام فرماتے تھے۔

پیر سید فضل حسینؒ کی ولادت:۔

حضرت قطبِ عالمؒ کی چھوٹی اہلیہ محترمہ، والدہ پیر سید محمد غوث کی زبانی مجھ تک یہ روایت پہنچی کہ حضرت قطبِ عالمؒ کو خرقۂ خلافت کے ایک سال بعد خداوندِ کریم نے پہلا فرزندِ ارجمند عطا فرمایا، جن کا نام ''سید فضل حسین'' رکھا گیا۔ اس خوشی کے موقع پر عزیز واقارب اور عقیدت مندوں کی طرف سے مسرت وشادمانی کا اظہار کیا گیا اور کئی دنوں تک مبارکبادی کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت قطبِ عالمؒ نے بھی بڑے اہتمام سے لوگوں میں خیرات تقسیم کی۔ اس واقعہ سے پیر سید فضل حسین کا سنِ ولادت ۱۲۹۲ھ بمطابق 1875ء بنتا ہے۔

گھریلو مکانات کی تعمیر:۔

حضرت قطبِ عالمؒ کے گھریلو مکانات کے بارے یہ روایت مشہور ہے کہ آپ کے فرزندِ ارجمند پیر سید فضل حسین کی عمر تقریباً ایک سال تھی یعنی ابھی گھٹنوں کے بَل چلتے تھے، کہ اندرون حرم سرا کے مکانات جو دومنزلہ تھے تعمیر ہوئے۔ نیچے تین کمرے تھے۔ ان کمروں کے مشرقی جانب ایک چھت دار سیڑھی تھی جو اوپر جانے کا راستہ تھا۔ دوسری منزل پر مغربی آخری کمرے پر چوبارہ تھا جس کے آگے برآمدہ تعمیر کیا گیا۔ اس کی چھت چوبی اور نقش ونگار سے مزّین تھی۔ مکانات کے قریب ایک باغ لگایا گیا جس کا ایک دروازہ گھر کی جانب بھی کھلتا تھا۔

پیرومرشد کی سندھیلیانوالی شریف آمد:۔

حضرت چراغِ حق نماؒ ہر سال ایک دو مہینے سندھیلیانوالی شریف حضرت قطبِ عالمؒ کے ہاں تشریف رکھتے۔ جو پیرومرید کے والہانہ عشق ومحبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ شیر یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانی فتحپوریؒ اپنے ایک منظوم خط میں سندھیلیانوالی شریف حضرت چراغِ حق نماؒ کے قیام اور جائے اقامت سے متعلق کچھ اسطرح لکھتے ہیں۔

قطب علیؒ نوں جاگ چراغؒ لائی کیتا سینوں عِلم عطا بیلی
ناسوت ، ملکوت ، جبروت سندی گئے سیر لاہوت گرا بیلی
ایڈا قطبؒ تے لُطف کمال آہا خود پیر آہے بتلا بیلی
تاہئیں سال دے سال کمال عاشق اتھے آوندے رہے سَدا بیلی
نال شہر دی لاہم تے طرف دکھّن میرے پیر دے پیر دی جا بیلی
سوہنا دیکھ میدان چوگان ہادی دتا وچہ شرینہ لَوا بیلی
چاروں طرف دیوار تیار کیتی دتے کوٹھے، دلان پَوا بیلی
میرے پیر دا پیر چراغ ماہیؒ جتھے بہے کچہریاں لا بیلی

عورت ، مرد جو گرد نواح سندے پئے ڈھکدے سیس نوا بیلی
آہے فیض رسان جہان اندر لیندے عاجزاں دے بھارے چا بیلی
کیتے لکھ مرید چراغ ماہیؒ اپر گرماں دی بات جُدا بیلی
ہِن کُل مرید سعید اپر قطب علیؒ دے تل نہ کا بیلی
ایہندے ویکھ اعمال نہال آہے تاہئیں گئے خلیفہ بنا بیلی
تاج پیری، امیری، فقیری والا گئے ایہناں دے سیس ٹِکا بیلی
کارن فیض دے سید چراغ ماہیؒ گئے قطبؒ تے لُطف کما بیلی
گئے وچہ جہان نشان لائی ہادی اپنی جا بجا بیلی
بیٹھا دین یگانے دے بنّھ گانے ہر ہر نوں گیا سما بیلی
پیا عِلم سِکھاوندا جاہلاں نوں ڈیوے بھُلیاں راہ ویکھا بیلی

مکتوباتِ عشق خط نمبر 18

پیرومرشد کا فرزندی میں لینا اور جانشین مقرر فرمانا:۔

حضرت قطبِ عالمؒ اپنے پیرومرشد کی شادی واولاد کا ذکر کرتے ہوئے کتاب ''مرآۃ الفقراء'' میں بیان فرماتے ہیں'' آپ کی شادی کے تین سال بعد مستور فوت ہوگئی۔ دوبارہ شادی کے واسطے بہت لوگوں نے عرض و نیاز پیش کی، مگر آپ نے منظور نہ فرمایا۔ جب لوگ اولاد کے لیے کہتے تو آپ ہم مریدوں کی طرف اشارہ فرماتے کہ یہ جو میری اولاد ہیں۔'' یہاں حضرت قطبعالمؒ نے اپنی روایتی کسرِ نفسی سے کام لیا اور اپنے علاوہ تمام پیر بھائیوں کو بھی شامل فرمالیا، ورنہ آج تک اس خاندانِ عالیہ میں حضرت قطبِ عالمؒ کو ہی آپ کا روحانی فرزند، متبنّٰی اور جانشین بیان کیا جاتا ہے۔

میرے پاس ایک آڈیو کیسٹ ہے جس میں پیر سید اسرار حسین شاہ نے اس واقعہ کی تائید کرتے ہوئے فرمایا'' جب لوگ سائیں چراغ پاکؒ سے دوبارہ شادی کے لیے اصرار کرتے تو آپ حضور قطبِ عالمؒ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ''اولاد دو اسطے بندہ شادی کردہ اے، ہِک پُتر چنگا ہو پیا اے، شادی دی کیہی لوڑ اے'' سائیں چراغ پاکؒ کے بھائی سائیں سید حسینؒ کی اولاد موجود تھی۔ مگر آپ نے ساری زندگی حضور قطبِ عالمؒ کو ہی اپنا وارث فرمایا اور یہ بات آج تک تسلیم شدہ ہے۔''

حضرت قطبِعالمؒ اپنے پیرومرشد کی توقعات پر اسطرح پورا اُترے کہ نہ صرف اپنے مرشدِ کریم کا نام روشن کیا بلکہ اپنے خاندانِ طریقت کے مجدد ثابت ہوئے۔ خانوادۂ سلطان ہاتھیوانؒ کا سلسلۂ رشدوارشاد آپ کے ہی وجود سے چار جانب پھیلا۔ آج بھی ملک بھر میں قادریہ سلطانیہ تمام خانقاہیں حضرت قطبِ عالمؒ کے واسطے سے ہی منسلک ہیں۔

ہوتا ہے کوہ ، دشت میں پیدا کبھی کبھی وہ مَرد جس کا فقر، خزف کو کرے نگیں

پیرو مرید کے راز و نیاز:۔

☆حضرت قطب عالمؒ فرمایا کرتے ''ایک روز میں اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ اچانک ایک لقمہ مُنہ سے نکال کر باہر پھینکا، میں نے آگے بڑھ کر اپنی جھولی میں لے لیا، اور عرض کی حضور! اس میں کیا چیز آگئی تھی کہ منہ سے نکال دیا۔ فرمایا ''قطب شاہ! اس لقمہ سے مجھے ایسی لذت آئی کہ سانس میں اسم ذات (اللہ) جو لے رہا تھا رُک گیا۔ اس لیے یہ لقمہ مجھ پر حرام ہو گیا ہے۔ آپ نے پانی لیکر کلی فرمائی اور پھر کھانا شروع کیا۔ سبحان اللہ ہمارے اسلاف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''**اَلنَّفَسُ یَخْرُجُ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ فَھُوَ مَیِّتَۃٌ فَھُوَ حَرَامٌ** ''یعنی جو سانس بغیر ذکرِ حق کے جسم سے نکلتا ہے وہ میت ہے حرام ہے۔

تیری یاد بناں میرے محبوبا جیہڑا ساہ آیا، اوہ حرام آیا

☆حضرت قطبِ عالمؒ اپنے مرشدِ کریم کو ''فقیر صاحب'' کے نام سے بھی یاد فرماتے۔ اگر کوئی دُرویش آپ کی کرامت بیان کرتا تو اسے ہمیشہ اپنے پیرو مرشد سے ہی منسوب فرماتے۔ بڑا مشہور واقعہ ہے ایک روز حضرت قطبعالمؒ کچہری میں رونق افروز تھے اچانک اسطرح اُٹھے جیسے کسی چیز کو سہارا دے رہے ہوں۔ حاضرینِ مجلس نے خلافِ معمول کام دیکھ کر اصرار کیا ہمیں بھی آگاہ فرمائیں تو ارشاد ہوا۔ ''فقیر صاحب کے کچھ مرید آرہے تھے راستے میں ان کا کجاوا، اُلٹنے لگا تو فقیر صاحب نے کرم فرمایا اور انہیں نیچے گرنے سے بچالیا'' شام ہوئی تو جسطرح آپ نے فرمایا تھا وہ لوگ اونٹ والے بھی آگئے۔ مجلس میں حاضر دُرویشوں نے اُن سے حال حقیقت دریافت کی تو انہوں نے بتایا آج ہمارے بیوی بچے کجاوا، الٹنے سے گرنے لگے تھے۔ حضور نے کرم فرمایا ایسے معلوم ہوا جیسے دستِ غیب سے کسی نے تھام لیا ہو اور انہیں گرنے سے بچالیا۔

(انٹرویو، پیر فلک شیر چشتی سکنہ شیخ برھان، کمالیہ)

☆حضرت چراغ حق نماؒ اکثر حضور قطبِ عالمؒ کو بڑے پیار و محبت سے فرمایا کرتے'' قطب شاہ! تم میرے ہو، اور میں تمہارا ہوں''

(انٹرویو، میاں بہاب کلاس سکنہ دربار پاک سندھیلیانوالی شریف)

اپنے پیرو مرشد کے ارشاد پر کتاب ''اسرارالمعرفت'' لکھنا:۔

حضرت قطب عالمؒ اپنی معروف زمانہ تصنیف کتاب ''اسرارالمعرفت'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ ''بعد حمد و ثناء ذات کبریا و نعت محمد مصطفیٰ ﷺ کے یہ بندہ کثیر العصیان، خاکپائے عارفان، خادم الشریعت و پیر وطریقت سید قطب علی شاہ بن سید امام شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوطن پیر محل ضلع ملتان بخدمت ناظران قدردان عرض رسان ہے کہ جناب قبلۂ کونین و کعبۂ دارین پیر سید حسین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ بیچ ارواح ختم وغیرہ کے باب میں نام ''ردّ کاذبین'' بزبان فارسی تصنیف کیا تھا۔

ایک روز جناب مرشدِ حقیقی و کعبہ تحقیقی، زبدۃ العارفین، پیشوائے دین، واقف راز جبروت وملکوت، دانندۂ اسرار لاہوت علم الھدیٰ پیر سید چراغ علی شاہ مداللہ تعالیٰ ظلہ کہ گل ہیں گلستانِ حضرت سلطان ہاتھیوان علیہ الرحمۃ کے آنخضور میں ''ردّ کاذبین'' کا مذکور ہو رہا تھا۔ میرے ہادی رہنما نے اس خانہ زاد کو ارشاد فرمایا کہ اکثر عالم علم ظاہر کے ماہر اور باطن سے بے خبر کہ جس باطنی قصور کے سبب سب اُمت میں فتور ہے۔ ہر فقیر باطن نظیر پر اعتراض رکھ کر آپ کو علمائے وارث الانبیاء جانتے ہیں۔ اور بعضے فقیر بھی شریعت کے جاہل خود بخود اہل معرفت بن کر اکثر

لوگوں کو شرع سے گمراہ کرتے ہیں اور بعضے ہر دو علوم ظاہر و باطن سے محروم رہ کر خوف خدا سے جدا محض محبت دنیا میں مبتلا ہیں۔ اس واسطے ایک ایسی مختصر تمام تحفہ کلام ہو کہ بغیر نام ہر مذہب کو عبرت اور مفید عام ہو۔

پس بندہ نے یہ فرمان واجب الاذعان عین سعادت دارین سمجھ کر اس گلزار تازہ بہار کو دس فصل پر اختیار کر کے "اسرار المعرفت" نام مشتہر کیا، کہ جس میں کلام معما اسم با مسمّیٰ ہے۔ ۱۳۰۶ھ ایک ہزار تین سو چھ ہجری (بمطابق 1888ء) میں واسطے انسان کے اردو زبان ظاہر و باطن کے راز آغاز کیا۔ مگر ہزاراں ہزار افسوس کہ قبل از اختتام کتاب ہذا و بغیر ملاحظہ کے میرے ہادی رہنما بروز چہار شنبہ (بدھ) تیسری ماہ صفر ۱۳۰۶ھ مطابق ۶، اسوج ۱۹۴۵ بکرمی (10 اکتوبر 1888ء) کو اس جہانِ فانی سے ملکِ جاودانی کے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(کتاب "اسرار المعرفت" ص 1,2)

پیر خانہ میں سلسلۂ تعمیرات:۔

میرک شریف میں پختہ مکانات کی تعمیر حضرت قطب عالمؒ کی نگرانی میں شروع ہوئی۔ کیونکہ حضرت چراغ حق نماؒ کے وصال ۳، صفر ۱۳۰۶ھ (بمطابق 10 اکتوبر 1888ء) سے تین سال بعد آپ کے اکلوتے بھتیجے پیر سید امیر علی شاہ حالتِ جوانی میں بماہ اسوج ۱۹۴۸ بکرمی (بمطابق، ستمبر، اکتوبر 1891ء) کو رحلت فرما گئے اور آگے اُن کے بیٹے پیر سید نور سلطان اپنے والد کے وصال سے چند ماہ بعد تولد ہوئے۔ لہٰذا میرک شریف کی خانقاہ سے متعلق تمام ذمہ داریاں حضرت قطب عالمؒ پر عائد تھیں۔ گھر کے مکان، مجلس خانہ، مسجد اور محل مبارک آپ نے ہی تعمیر کروایا، خانقاہ کے صدر دروازے پر ملتان کی روغنی ٹائل میں کندہ اشعار حضرت قطب عالمؒ کی والہانہ عقیدت و محبت کا ایک طویل عرصہ تک نمونہ رہے۔ حضرت چراغ حق نماؒ کے سالانہ عرس کا آغاز بھی حضور قطب عالمؒ نے فرمایا جو تا زندگی آپ کی سرپرستی میں انعقاد پذیر ہوتا رہا۔ خانقاہ کا محل مبارک ۱۹۶۱ بکرمی (بمطابق 1904ء) کو تیار ہوا اور ۱۲، ساون ۱۹۶۳ بکرمی (بمطابق 27 جولائی 1906ء) سے عرس مبارک کا آغاز ہوا۔

(نوٹ: تمام سن ہجری و بکرمی کتاب "مرآۃ الفقراء" میں حضرت قطب عالمؒ کے فرمودہ ہیں البتہ عیسوی سن راقم الحروف نے بعض تقویم کے ذریعے اخذ کیے جو بریکٹ میں لکھے گئے ہیں۔

عرس پر حاضری:۔

حضرت چراغ حق نما کا سالانہ عرس ۱۲، ساون کو ہوتا تھا۔ لہٰذا دن کو گرمی کے پیش نظر حضرت قطب عالمؒ سندھیلیانوالی شریف سے ہمیشہ رات کو روانہ ہوتے۔ راستے میں جنگل تھا، ایک مرتبہ جا رہے تھے کہ راستہ بھول گئے۔ تلاش و جستجو کے بعد راستہ ملا تو زبان مبارک سے بے ساختہ نکلا "دل تو چاہتا ہے کہ پیر محل سے شورکوٹ تک ایک ہل کی اُوڑ (نالی) کھینچ دی جائے تاکہ راستہ بھٹکنے کا احتمال جاتا رہے"۔

قدرتِ الٰہی سے انہی دنوں محکمہ جنگلات نے شورکوٹ سے لیکر "لانیاں والے کنوئیں" تک دو فٹ گہری اور دو فٹ چوڑی جھری (نالی) کھود ڈالی چنانچہ اس کے بعد حضرت قطب عالمؒ زندگی بھر اسی راستے سے میرک شریف آتے، جاتے رہے۔ گویا حضور نے اس رات جو خیال ظاہر فرمایا تھا تھوڑے ہی دنوں میں سرکاری طور پر اس

کی تکمیل ہوگئی۔ آج کل وہ نالی موجود نہیں کیونکہ جب سے جنگل آباد ہوا وہ بھی ختم ہوگئی۔

مرشدِ کریم کی بارگاہ میں اشعار کا نذرانہ:۔

حضرت قطبِ عالمؒ نے اپنے مرشدِ کریم سے والہانہ محبت کا اظہار اپنے اشعار میں بھی جا بجا فرمایا ہے۔ یہاں پر ''دیوانِ قطبیہ'' سے ان منظومات کا ایک انتخاب درج کیا جاتا ہے۔

1۔فارسی:۔ص31.32

دینِ من روشن بنورِ شاہ چراغؒ   ہم دو عالم روشن از جمال او ست

(میرا دین سید چراغ علی شاہؒ کے نور سے منور ہے بلکہ دونوں جہان آپ کے جمال سے پُرنور ہیں)

صاف شد ایں چشمِ من نکتہ زغیر   بستہ ام بر دِل چو نقش خیال اوست

(میری آنکھوں سے غیر کا نکتہ صاف ہوگیا ہے۔ جب سے میں نے آپ کے نقش کے خیال کو دل میں بسالیا ہے)

سیدِ چراغؒ ہم دَر دوجہاں   دیدہ ام در ہر آئینہ جمال اوست

(میں نے سید چراغ علی شاہؒ کا حُسن و جمال ہر آئینہ میں بلکہ دونوں جہانوں میں دیکھا ہے۔)

راہنما و پیشوا ہر مومناں   نُور در عالم چوں بدر کمال اوست

(تمام مومنوں کے لیے آپ مرشد کامل ہیں اور راستہ دکھانے والے ہیں۔اور آپ کا نُور سارے جہان میں چودھویں کے چاند کی مانند نور پھیلا رہا ہے)

شُد مرا روشن ازیں راہ دوجہاں   دور شد ظلمات ہم بوصال اوست

(میرا دونوں جہان کا راستہ آپ کے حُسن و جمال سے منور ہوگیا،اور آپ کے وصال سے گُمراہی کی تاریکی چھٹ گئی)

من نمی دانم چہ ام چہ گفتہ ام   چُوں شُدم مستم بجام زلال اوست

(میں نہیں جانتا میں کون ہوں،اور میں نے کیا بات کی ہے،اس کا سبب یہ ہے کہ میں آپ کی پاکیزہ شراب کا جام نوش کر کے بیخود ہوگیا ہوں)

قطبؔ شاہ ہوشیار شو چہ خوف تو   گر تو ہستی میم رے ی دال اوست

(اے قطب علی شاہؒ! تو مرد بن، تجھے کس بات کا خوف ہے، کیونکہ تُو تو اُن کا ''مرید'' ہے)

2۔اُردو: شجرۂ غوثیہ باغنامہ طلبیہ میں فرماتے ہیں۔ص50

☆ گُل کھڑیا سید چراغؒ کا بُوٹا ہے نبویؐ باغ کا گُل مشک ہر دماغ کا ہیں قطبؔ شاہ کے راہنما

یاالٰہی کر مجھے گُل پنجتن کے باغ کا

میں بے پَر پروانہ ہوں ،اُس شمع چراغؒ کے نُور انوار کا

قطبؔ علی شاہ کا خصمانہ ہیں صاحب تو لج پرور کا

(مناقب حیدری،ص54)

☆ شاہ چراغؒ ہیں پیر میرے راہنما   ہادی ہیں علمِ ہُدیٰ باطن صفا

بے خبر بے دل ہوں میں بے زبان   یہ سبھی اُس آپ نے کیا بیان

(اسرار المعرفت کے آخر میں دعائیہ مثنوی،ص71)

3۔پنجابی:ص،78تا77

اُٹھی غافل سُتیا من وچ جھاتی پا ہی تیل بتی گھر اپنے لے گرتوں شمع جگا
رکھ ہردم دید چراغؒ وچہ بہیں سُرت رَلا قطب شاہ ہر غیر ہوا تو بالیں رکھ نگاہ

اس نیت نال یقین سچے دے ہن ہو ماہی دی رہیاں
وچ دریا محبت والے وَڑ نال توکل گہیاں
بحرفکر وچ لُوھدی دیاں پب باہاں چراغؒ ہن لمیاں
ہُن قطب یار جل دار دے کُل وچہ آسکھے لجاں پیاں (ص،79,80)

نشہ شوق تیرے دا سائیں میرے تن وچہ رہے مدامی
سُرمہ دیدار تیرے دا ہر دم رہے چشماں وچہ مقامی
اس عشق وچالے لذت عجائب ساڑ جان کیجئے قربانی
قطب، شاہ چراغؒ دکھائی واہ عشق دی رمز نہانی (ص،81)

☆ تو سلطان ہیں سب سلطاناں اس عاجز داہی خصماناں حامی ہوویں دونہاں جہاناں
کر غور میری ایہہ دُہائی ہے
سائیں بخشو شوق الٰہی ہے
قطب شاہ ہے نیت سوالی نہیں لائق ولاون خالی شاہ چراغؒ ہے مُرشد عالی
کرنی نام دی یار وفائی ہے
سائیں بخشو شوق الٰہی ہے (ص،88)

☆☆☆

باب سوم

مسندِ رشد وارشاد اور معمولات شریفہ

دعوتِ تبلیغ وارشاد

حضرت چراغ حق نماؒ کے بعداز وصال اس خاندان طریقت کی مسند ارشاد پر حضرت قطب عالمؒ رونق افروز ہوئے اوراپنی خداداد صلاحیت کے پیش نظر سلسلہ شریف کی تبلیغ واشاعت میں گراں قدر اضافہ کیا، ہمیشہ اپنی تمام توجہات خدمت دین کے لیے وقف رکھیں دوروںزدیک سے لوگ آپ کے حسن اخلاق اور بزرگی کا شہرہ سن کرحاضر خدمت ہونے لگے۔آپ ہرآنے والے سے تفصیل کے ساتھ حالات دریافت کرتے انہیں وقت دیتے اوردینی ودنیاوی امور میں انکی رہبری فرماتے ،آپ بڑے شیریں کلام اور مہمان نواز تھے ،ابتداء میں ہر آنے ،جانے والے کے لیے کھانا اپنے گھر سے لاتے ،میاں حسن علی وسلی بیان کرتا ہے ''ہم گوالے جنگل میں رہتے تھے،وہاں آپ کی شہرت سُنی ،انہی دنوں اتفاقاً ہمارے مویشیوں کوایک وبائی مرض لاحق ہوئی۔ہم دوآدمی حاضرخدمت ہوئے ،آپ گھر سے ہمارے لیے خودکھانا لائے ،اتنے میں ایک اورآدمی آگیا،آپ پھردوبارہ گئے اور اسکے لیے بھی کھانا اُٹھا کرلائے ،بعدازاں ہم سے آنے کا سبب پوچھااور مویشیوں کے لیےنمک دم فرما کردیا،اس وبا سے کافی لوگوں کا نقصان ہوامگر ہمارے مویشی سلامت رہے ،پھرجب کثرت سے لوگ آپ کے پاس آنے لگےتو حضور نے باہر ہی لنگرخانے کاانتظام فرمایااور بابا مولابخش لانگری کواس کانگران مقررکیا۔

اُن دنوں آپ کا معمول تھا اشراق پڑھ کر باہرتشریف لاتے اور مجلس کے اختتام پر جنگل میں تشریف لے جاتے ،اُس زمانے آپ ہرروزایک شخص کو بیعت فرمایا کرتے وہ بھی جنگل کی تنہائی میں ،جس نے مرید ہونا ہوتا وہ یہیں سے وضوکر کے حضور کالوٹا پکڑلیتا،آپ جنگل میں تازہ وضوفرماتے اوراُس شخص کومرید کرتے ،اسطرح لوگوں کوکئی روز کے انتظار کے بعد مرید ہونے کا موقع ملتا،اُن ایام میں علاقہ پیرمحل تعلیم کے لحاظ سے نہایت پسماندہ تھا اکثریت مسلمانوں کی تھی مگرنام کے مسلمان تھے اَمرونہی سے حضرت قطب عالمؒ نے ہی لوگوں کوروشناس کرایا سارادن آپ کی مجلس میں کتاب فیضِ سبحانی کادرس رہتا۔حضور کی مساعی جمیلہ سےعوام میں دین کاشوق پیداہوا،نماز،روزہ،اورتہجدکی پابندی شروع ہوئی پھرتو جنگل کی آبادیوں سے بھی ذکر بالجہر کی صدائیں گونجنے لگیں،آپ نے دعوت وتبلیغ کاایک مثالی نمونہ پیش کیااوراپنے خاندان طریقت کے مجدد ثابت ہوئے۔

مسندِ ارشاد تھی اس کی طلوعِ آفتاب　　　اس کی کرنوں سے ہوئے کافورذہنوں کے حجاب

صبح سے لیکرشام تک لوگ آپ کے علمی وروحانی فیوض وبرکات سے مستفیض ہوتے ،حضرت قطب عالمؒ ہرآدمی کی استعداد سے بڑھ کراُس پرکرم فرماتے تھے تاکہ فقیر کے دربار سے کوئی محروم نہ جائے ،ایک نامور بزرگ جو آپ کے دوست بھی تھےایک روز بےتکلفی میں کہنے لگے ''آپ لوگوں کی استعداد کا خیال نہیں رکھتے ،جوبھی آتا ہے اسے سب کچھ بتادیتے ہیں؟''ارشادفرمایا جوبھی طالب خدابن کر ہمارے پاس آتا ہے،ہم جو کچھ جانتے ہیں اسے بتانے میں دریغ اس لیے نہیں کرتے کہ مبادا قیامت کے روز یہ بارگاہ الٰہی میں نہ کہے کہ تیرے فقیر کے پاس گیا تھا مگراُس نے مجھے تیری راہ نہ دکھائی۔آگے اسکی اپنی قسمت ہے ہماری باتوں پرعمل کرےگا توفیض پائےگا ورنہ کل روزقیامت ہم سے گلہ تونہ رہےگا''۔

حضور شیر یزدانی سید شیر محمد گیلانیؒ نے "مکتوبات عشق" میں جا بجا آپ کے جود و سخا اور بخشش و عطا کا ذکر فرمایا ہے خط نمبر 18 میں فرماتے ہیں۔

پیا علم سکھا وندا جاہلاں نوں، دیوے بُھلیاں راہ دیکھا بیلی
دُور، دُور تھیں آوندی خلق چلی، سُن کے نام مشہور سخا بیلی

ایک رشتے دار کا مخلصانہ مشورہ:۔

سید غلام رسول شاہ جو اس علاقہ کے بڑے رئیس، آنریری مجسٹریٹ اور حضرت قطب عالمؒ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ اس وقت انگریز حکومت کی طرف سے انہیں کافی اختیارات حاصل تھے اکثر عوام کے مقدمات وہ موضع کوڑال (موجود ناصر نگر) سماعت کرتے، شام ہو جاتی تو فیصلہ دوسرے دن پر ملتوی کیا جاتا، غریب لوگ ٹھکانہ میسر نہ ہونے پر رات گزارنے کے لیے حضرت قطب عالمؒ کے آستانہ پر چلے آتے، آپ فطرتاً مہمان نواز تھے انکی خدمت کرتے ایک دن سید غلام رسول شاہ آپ کے پاس آئے اور مخلصانہ مشورہ کے طور پر کہا، آپ عوام سے خدمت لینے کی بجائے انکی خدمت کرتے ہیں جس میں ہم سادات کی ہتک (بے عزتی) ہے، آپ ان سے کام لیا کریں اور خوامخواہ روٹی کا بوجھ اپنے سر نہ اُٹھائیں، لیکن آپ نے انکے مشورہ سے اتفاق نہ کیا اور فرمایا مہمان نوازی ثواب کا ذریعہ ہے اور سنتِ رسول ﷺ بھی ہے،

وہ ناراض ہو کر چلے آئے اور اپنا کام مزید تیز کر دیا، دُور، دُور سے لوگوں کو مقدمات کی سماعت کے لیے بلواتے اور جان بوجھ کر دوسرے دن تک ٹھہراتے تا کہ مہمانوں کی کثرت سے آپ تنگ آ جائیں اور اپنا معمول ترک کر دیں لیکن

ع۔ مرض بڑھتا گیا جوں، جوں دَوا کی

حضرت قطب عالمؒ کا آستانہ خاص و عام کے لیے ہر وقت کھلا تھا، لوگ آپ کے حسن سلوک، مہمان نوازی اور دعوت و تبلیغ سے اسقدر متاثر ہوتے کہ جہاں جاتے آپ کے جود و سخا اور بزرگی کا چرچا کرتے، دن بدن حلقہ ارادت وسیع ہوتا گیا لوگ بیعت ہونے کے لیے کئی، کئی روز آستانہ شریف پر انتظار میں بیٹھے رہتے، تب انکی باری آتی۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہَوا کرے وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

حضور شیر یزدانیؒ کا بیعت ہونا:۔

حضرت چراغ حق نماؒ کی فرقت حضرت قطب عالمؒ کے لیے دو سال تک گہرے رنج و غم کا باعث رہی، سلسلہ شریف کی خدمت کا بوجھ تنہا آپ کے مبارک کندھوں پر تھا مرشد کریم کے وصال ۱۳۰۶ھ /1888ء سے دو سال بعد ۱۳۰۸ھ /1890ء کو شیر یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانی کی صورت میں ایسا دمساز و محرم راز ملا جنہوں نے مشائخ کی تعلیمات عام کرنے کے لیے خود کو وقف کر دیا، اور دین کی تبلیغ و اشاعت میں ہمیشہ حضرت قطب عالمؒ کے دست و بازو رہے بلکہ یہ حال ہو گیا۔

"دو تن اُتوں ہکو من وچوں آہا سن مثل رانجھے ہیر بیلی"

حضرت قطب عالمؒ نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرما کر نہ صرف اپنا روحانی جانشین مقرر فرمایا بلکہ تمام اہل

وعیال اور فرزندار جمند پیر سید فضل حسین شاہ کو بھی آپ کا مرید کروایا اور سفارش کی ''اسکے دینی امور کا ہمیشہ خیال رکھیں'' خدمتگاران قدیم میاں بہادر خان بلوچ اور میاں کریم بخش ہراج کی روایات میں ہے ''حضور شیر یزدانیؒ کی بیعت سے قبل حضرت قطب عالمؒ کے عقیدت مندوں کی تعداد محدود تھی حضور شیر یزدانیؒ نے جب اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت میں منظوم پنجابی خطوط (جو بعد ازاں ''مکتوباتِ عشق'' کے نام سے شائع ہوئے) تحریر کیئے تو حضرت قطب عالمؒ کی شہرت پنجاب، بہاولپور، سندھ اور ہندوستان کے اکثر علاقوں تک جا پہنچی اور لوگ جوق در جوق حاضر خدمت ہونے لگے حتّٰی کہ حضرت قطب عالم خود فرمایا کرتے ''میں تو دنیا سے چھپ کر یادِ الٰہی میں مگن تھا لیکن شیر محمد نے ہر طرف منادی کرادی اور مجھے عوام میں مشہور کر دیا۔''

مجھے دعویٰ نہیں تنہا نبھائی دوستی ہم نے　　محبت کو سنبھالا ہے، کبھی ہم نے، کبھی تم نے

برکاتِ قطبِ عالمؒ:۔

جب ہم آپ کی پاکیزہ حیات مبارکہ پر نظر دوڑاتے ہیں تو حضور کی زندگی کا ہر پہلو نہایت آب و تاب سے ہمارے سامنے جلوہ گر نظر آتا ہے، حضرت قطب عالمؒ اپنے عہد کی نابغہ روزگار شخصیت تھے جو علم کا بحر بیکراں، عزم و عمل کا عظیم نشاں، عبادت و ریاضت کا مہر درخشاں، سیرت و کردار کا بابِ تاباں، حق و صداقت کی پہچان، اہلسنت والجماعت کے ترجمان، وارثِ ہاتھیوانؒ و شاہِ جیلانؓ اور عارف حدیث و قرآن تھے، ہمارے سلسلہ طریقت میں سیدنا غوث الاعظمؓ کے بعد جس شخصیت نے بھرپور انداز میں کام کیا وہ حضرت قطب عالمؒ ہی تھے، حضور کی مطبوعہ دس تصانیف آپ کے تبحّر علمی اور مقام روحانی کا بین ثبوت ہیں، عہد حاضر کے بڑے بڑے علماء نے اپنی تصانیف میں ان کتابوں سے خوشہ چینی کی ہے اور انہیں سلسلہ قادریہ کا باقاعدہ نصاب قرار دیا، آپ کے فیوض و برکات سے رہزن، رہبر بنے اور مردہ دلوں نے مسیحائی کا فریضہ سرانجام دیا، ہزاروں لوگ آپ کی نگاہِ ولایت سے اصفیاء کے طائفہ میں شامل ہوئے میں نے اپنے پدر و مرشد حضور قبلۂ عالم منگانویؒ کی زبان مبارک سے سنا ''حضرت قطب عالم کی مجلس میں ہر وقت ڈیڑھ دوسو آدمی حاضر رہتے تھے'' گویا ایک جہان نے حصول فیض کے لیے آپ سے رجوع کیا اور علمی و روحانی استفادہ حاصل کیا، شیر یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانی نے ''مکتوباتِ عشق'' میں جابجا آپ کی برکات کا ذکر کیا ہے خط نمبر 12 میں فرماتے ہیں

لگی اُس محبوب دی تاہنگ سانوں جیہڑا حق دا راہ دیکھاوندا اے
ہادی پیر محل دے وچہ رہندا، جتھے لوک زیارتاں آوندا اے
جیہڑا آن دربار پکار کرے، اوہدی رب مراد پوجاوندا اے
جیہڑا نال یقین تلقین منے، اوہدے عمر دے روگ ونجاوندا اے
سخی مرد، دلیر نہ دیر لاوے، حاتم دیکھ اُس نوں شرماوندا اے
اس گئے زمانے دیوچہ یارو، ایسا نظر نہیں کوئی آوندا اے

فیض عام:۔

مولانا حاجی ادریس بھوجیانی ''ارباب طریقت'' میں اور علامہ عالم فقری ''اولیا اللہ'' میں حضور قطب عالم ؒ کے فضل و کمال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں '' آپ کے وجود مسعود سے علاقہ سندھیلیا نوالی شریف میں فیض عام جاری ہوا، اور ہر آنے والے کی جھولی فیض سے معمور ہوئی، آپ جود وسخا اور فیاضی میں بمثل سمندر تھے۔ اپنے وقت میں جلیل القدر عالم دین اور عارف باللہ، مستجاب الدعا، فنافی الرسول، عاشق رسول، عالم با عمل، مجسمہ خشیت الٰہی، بڑے مہمان نواز، غریب پرور، بیواؤں، یتیموں اور محتاجوں کا سہارا، متقی زاہد و عابد تھے۔ آپ سے ہزاروں آدمی علم دین اور روحانیت سے فیض یاب ہوئے، صاحب کشف و کرامت ایسے کہ آپ سے بہت زیادہ کرامات ظاہر ہوئیں آپ کی وجہ سے یہ بنجر علاقہ روحانی فیض سے سرسبز ہوا۔ **ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ** یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس پر چاہے کر دے''

شریعت کی پاسداری:۔

حضرت قطب عالم ؒ نے اپنے احوال و اقوال سے شریعت کے بغیر طریقت کو باطل قرار دیا اور ثابت کر دکھایا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا طریقہ ہی سلوک و تصوف ہے جنہوں نے شریعت مطہرہ کی مخالفت کی وہ کبھی حقیقت و معرفت کی منزل کو نہیں پہنچ سکتے اپنے اشعار میں بھی یہی تاکید فرمائی۔

شریعت میں ہو پہلے محکم پسر   تا ہو طریقت کی تجھ کو خبر

(دیوان قطبیہ، صفحہ نمبر 60)

یہاں پر کتاب ''مراۃ الفقرا'' میں سے مجلس دوم جو شریعت کی پاسداری سے متعلق حضرت قطب عالم ؒ کا ملفوظ شریف ہے من وعن نقل کیا جاتا ہے۔

''بتاریخ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ بروز چہار شنبہ ظہر کے بعد ذکر شریعت اور اُس پر چلنے کا ہوا۔ حضرت قطب عالم ؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ط** یعنی اے لوگو تم مطابعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور صاحب امر کی۔ پس متابعت اللہ کی یہ ہے کہ اُس کے فرائض و واجبات کو کمال کوشش سے استعمال کرو، اور متابعت رسول یعنی آنحضرت ﷺ کی پیروی کرو اور اسکی شریعت کی حدوں پر قائم رہو اور متابعت اہلِ امر کی یہ ہے کہ تمام حق کے امام و اولیاء کرام کے راہ پر چلو اور ان کے مطابق عمل کرو۔ پس یہی شریعت ہے کہ جس کی ابتدا شریعت اور انتہا معرفت ہے۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد ﷺ لوگوں کو کہہ دو۔ کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میری متابعت کرو، اللہ تعالے تمہیں دوست رکھے گا اور حدیث صحاح میں ہے **فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ اَیْ اِتَّبِعُوْنِیْ یَا اُمَّتِیْ قَوْلاً وَ فِعْلاً وَ حَالاً حَتّٰی تُصِیْرُ وْا مَحْبُوْبِیْنَ اللّٰہِ تَعَالٰی** یعنی فرمایا حضرت ﷺ نے کہ اے میری اُمت تم میری پیروی کرو قول اور فعل و حال میں تا کہ تم خدا عزّ وجل کے محبوب ہو جاؤ، پس جو حضرت کی شریعت پر فدا ہوا وہ محبوبِ خدا ہوا اور جو اسکے برعکس شریعت کے مخالف چلے گا تو اللہ اس کو دشمن رکھے گا۔ کتاب تنبیہ مصنفہ حضرت امام ابو اللیث

سمرقندی میں مرقوم ہے کہ ہر روز دوفرشتے آسمان سے زمین پر اُترتے ہیں۔ایک خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہو کر ندا کرتا ہے کہ اے بنی آدمؑ اس امر کو بخوبی جان لو اور اس بات کو بگوش ہوش سُن لو کہ جس نے فرض خدا ادا نہیں کیا ذمہ خدا کا اس سے بری ہے اور دوسرا فرشتہ بام خطیرہ رسولؐ پر کھڑا ہو کر ندا کرتا ہے کہ اے بنی آدمؑ اس امر کو بخوبی جان لو اور اس بات کو بگوش ہوش سُنو کہ جس نے سنت رسول اللہؐ ادا نہیں کی وہ بروز قیامت آپ کی شفاعت سے بے بہرہ رہے گا۔اور صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ جو سنت رسول ﷺ کے ایک ذرہ بھر بھی برخلاف کام کرے تو وہ ہرگز ولی نہیں ہوتا۔اور نہ وہ کسی منازل ومدارج کو پہنچ سکتا ہے۔

نقل ہے ایک شخص زہد اور عبادت کے ساتھ بڑا ولی مشہور ہوا۔حضرت بایزید بسطامیؒ نے ایک دن اپنے یاروں سے کہا کہ چلو ہم بھی اُس شخص کو دیکھیں جب گئے تو وہ شخص اپنے گھر سے مسجد کی طرف چلا۔اُس نے قبلہ کی طرف تھوکا۔بایزیدؒ نے اس سے سلام علیکم نہ کی۔یاروں سے کہا، اُلٹے چلو۔یہ شخص سنت رسول ﷺ کا ادب نہیں رکھتا پھر یہ کس طرح اولیاء اللہ ہو سکتا ہے پس سالک باللہ اولیاء اللہ تو اس طرح حضرت کی سنت کے مودبّ وشریعت کے پابند ہیں۔حدیث شریف میں انس بن مالکؓ سے روایت ہے حضرتؐ نے فرمایا کہ جس نے میری سنت کو زندہ کیا۔تو ہر آئینہ اس نے مجھ کو زندہ کیا اور جس نے مجھ کو زندہ کیا تو وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا پس ہر حال خدا کے وصال کا مقصود علم شریعت ہے کیونکہ علم طریقت وحقیقت بھی موقوف ہے علم شریعت پر جب تک شریعت کو نہ جانے گا۔اور اس پر عمل نہ کرے گا تو وہ طریقت وحقیقت کو کب جانے گا اور کب اُن کے مرتبہ کو پہنچے گا۔اس واسطے راہ سلوک میں علم شریعت درکار ہے ورنہ جاہل کو اس راہ پر چلنا دشوار ہے حدیث شریف میں ہے زہد، بدوں علم کے مثل گدھے کی ہے اور حدیث صحاح میں ہے **مَنْ تَذَهَّدَ بِغَيْرِ عِلْمِهٖ جُنَّ فِىْ اٰخِرِ الْعُمْرِ اَوْمَاتَ دَخَلَ فِىْ الْكُفْرِ** یعنی جو کوئی زہد و پارسائی اختیار کرے بغیر علم کے تو وہ آخر عمر دیوانہ ہو جائیگا یا کفر پر مریگا۔پس راہ سلوک میں جہاں تک ہو سکے علم فقہ چاہیے۔جاہل فرائض وواجبات، سنن ومستحبات کو کب جانے گا اور کیا جانے کہ اجماع کیا ہے؟ اتفاق کیا ہے؟ بلکہ جاہلیت کے سبب وہ اپنی خود پسندی پر چلے گا اور اپنی رائے پر عمل کرے گا جس میں اُلٹا بدعت وریا وغیرہ میں پڑیگا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰاهُ** یعنی دیکھا تو نے اُس شخص کو کہ ٹھہرایا اُس نے معبود اپنا اپنے ہواء نفس کو یعنی جس نے اپنے پیغمبر کی شریعت کے برخلاف قدم رکھا اور اپنی رائے پر چلا۔تو وہ بت پرست اور بدعتی ہے اور اہل بدعت ہرگز ولایت کے مراتب کو نہیں پہنچ سکتے بلکہ اہل بدعت تو بدعت ہی کو قرب جانتے ہیں۔جیسا کہ اکثر لوگ غیر شرع کمبل پوش لوہا وتانبا پہنتے ہیں۔داڑھی مونچھیں وغیرہ تراشتے ہیں پھر آپ کو قلندر اور ولی کہلاتے ہیں۔قلندر تو تارک کو کہتے ہیں جن کے پاس کوئی چیز موجود نہ ہو۔اور جسقدر اُنکی ہتھیلی میں سمائے اُسی قدر کھاتے ہیں زیادہ نہیں کھاتے بھلا جو ہر وقت شکم پرست شریعت کے برعکس اپنی ہوائے نفسی میں مست ہو تو وہ قلندر اور ولی کیونکر ہو سکتا ہے۔عارف فرماتے ہیں کہ تین گروہوں سے ڈرو۔ایک ظالم۔دوسرا عالم جو طالب دنیا ہو۔تیسرا کمبل پوش جاہل کہ یہ دین کے چور اور مسلمان کے راہزن ہیں۔حدیث

شریف ہے اذا رایت رجلا یطیر فی الھوائی ویاکل النار ویمشی علی الماء وترک سنۃ من سنتی فاضرب بالنعلین یعنی حضرت نے فرمایا کہ جب تم ایسے شخص کو دیکھو کہ وہ ہوا پر اُڑتا ہے، آگ کھالیتا ہے، دریا پر چلتا ہے، لیکن میری سنت کا تارک و برخلاف ہے تو اُسے تم جوتے سے مارو پس ایسے لوگوں کے حق میں جناب قبلہ وکعبہ ہادی رہنما حضرت چراغ علی شاہ دام برکاتہٗ نے یہ حکایت بیان فرمائی تھی کہ جب حضرت سلطان ہاتھیوان قدس سرہٗ اوچ شریف میں تھے تو علماء اہل شرع نے بحکم نواب صاحب بہاولپور ایک کاغذ مخدوم صاحب شہزادہ اوچ شریف کے نام اس طرح لکھا۔ ہم نے سُنا ہے کہ اکثر لوگ جو تمہارے پاس آتے اور رہتے ہیں تم ان کی داڑھی و موچھیں منڈاتے ہو اور ان کو لوہا و تانبا وغیرہ پہناتے ہو اور آگ سے بھی اُن کو داغ دیتے ہو جس کو مُہر کہتے ہو۔ یہ تمام بدعت کے کام صاف شرع کے برخلاف ہیں۔ اس واسطے فلاں تاریخ کو ہم اُس جگہ آوینگے اور ان باتوں کا ہم آپ سے جواب لیوینگے ورنہ اس خطا کی شرع کے موافق آپ کو سزا ہوگی، یہ حکم دیکھتے ہی مخدوم صاحب نہایت خائف اور فکر مند ہوئے، اتنے میں فقیر صاحب حضرت سلطان ہاتھیوان قدس سرہٗ آئے اور مخدوم صاحب کو فرمایا کہ بھائی آج آپ کو خیر تو ہے، کیوں غمگین ہو، اُنہوں نے وہ کاغذ آپ کو دکھلایا۔ اور کہا اس میں ہماری بڑی ہتک اور بے عزتی ہوگی۔ فقیر صاحب نے فرمایا اس بات کا آپ کچھ فکر نہ کرو میں اس کا جواب تمہاری طرف سے نوابصاحب کو لکھونگا۔ پھر کوئی عالم وغیرہ آپ کے پاس نہ آئے گا اور نہ آپ سے کچھ پوچھا جائے گا۔ پس آپ نے یہ جواب لکھا کہ ہم کچھ شرع کا غیر نہیں کرتے بلکہ شرع کو امداد دیتے ہیں کہ جو لوگ شریعت سے بھاگ کر ہمارے پاس آتے ہیں تو ہم ان کو مجرم بنا کر اس طرح شریعت کی سزا دیتے ہیں کہ اُنکی داڑھی اور موچھیں وغیرہ منڈاتے اور بطور طوق و جولان کے ان کو لوہا وغیرہ پہناتے ہیں پھر اُن کو ایک داغ بھی لگا دیتے ہیں کہ اس نشان کو دیکھ کر ہر کوئی پہچان جائیگا کہ یہی مسلمانوں کے ٹھگ اور شریعت کے چور ہیں۔ پس یہ جواب دیکھتے ہی نواب صاحب ہنس پڑے اور علماء کو بھی وہ کاغذ دکھا کر خوش کیا"۔

خِلوت وجلوت اور حقیقتِ مراقبہ:۔

حضرت قطبِ عالمؒ مسندِ ارشاد پر فائز ہونے کے بعد بھی ایک عرصہ خلوت نشین رہے اور اس سلسلہ میں باقاعدہ ایک جگہ (چلّہ گاہ) بنائی گئی جو کچھ عرصہ پہلے تک موجود رہی۔ روضہ مبارک اور مسجد شریف کی تعمیر ثانی کے موقع پر وہ بند کر دی گئی ورنہ اکثر احباب اس زمین دوز کوٹھڑی کی زیارت کرتے تھے۔

ابتدا میں ویسے بھی سالکین خلوت کو ترجیح دیتے ہیں پھر ایک وقت پر جب اُن کے لیے خلوت وجلوت یکساں ہو جاتی ہے چھوڑ دیتے ہیں۔ صاحب "مہر منیر" لکھتے ہیں بزرگان دین ابتدائے حال میں یکسوئی کے لیے خلوت اختیار کرتے ہیں جیسے کہ آنحضرت ﷺ غار حرا میں تشریف لے جایا کرتے تھے ان ایام میں لوگوں سے زیادہ میل جول انکے حال میں رکاوٹ کا باعث ہوتا ہے اور جب تکمیل کے بعد مشاہدۂ دوام اور مقام صحو وتمکین پر فائز ہو جاتے ہیں تو خلوت سے جلوت کی طرف رجوع فرماتے ہوئے ہدایتِ خلق میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اس وقت

ان کو جلوت میں خلوت اور کثرت میں وحدت کا مشاہدہ ہوتا ہے، اسوقت یہ سب میں ہوتے ہوئے، سب میں رہتے ہوئے بھی الگ ہوتے ہیں، جیسے کسی نے خوب کہا ہے۔

خلوت میں ہو مشقِ تصور، نقص کمالِ عشق یہی ہے　　　تنہائی کے معنی یہ ہیں، سب میں رہ کر تنہا ہو جا

حضرت قطب عالمؒ اپنے ملفوظات عالیہ ''مراۃ الفقراء'' کی مجلس ہفتم میں اسکی وضاحت کچھ اسطرح فرماتے ہیں۔ ''طالب کو چاہیے کہ اول خلوت اختیار کرے کیونکہ بغیر خلوت کے مقصود تک نہیں پہنچتا۔ جیسا کہ نبوت آنحضرت ﷺ کے وجود مبارک میں تو آگے ہی پوشیدہ تھی جیسا حدیث شریف میں ہیں **قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ** یعنی ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا میں پیغمبر تھا اس حال میں جب کہ آدمؑ درمیان آب و گل کے تھے یا درمیان جان و تن کے۔ پس پیغمبری تو آپ کی پہلے ہی تھی لیکن خلوت و عزلت اور تنہائی کے سبب سے چالیس سال کے بعد کوہ حرا میں ظاہر ہوئی۔ اس واسطے خلوت کا اختیار کرنا فعل مسنون ہے کیونکہ حضرت ﷺ کوحرا میں کبھی ہفتہ۔ کبھی دس دن کبھی مہینہ اور اکثر تو چالیس دن خلوت فرماتے تھے تب آپ کی نبوّت اظہر من الشمس ہوئی اور خلوت سے مقصود تقرب حق تعالےٰ ہے اس لیے طالب صادق کو چاہیے کہ جب خلوت میں داخل ہونیکا ارادہ کرے، تو پہلے حظوظات دنیا سے خالی ہو اور جن چیزوں کا مالک ہے اُن کو دل سے قطع کرے۔ ماضی گناہ سے تائب ہو کر آئندہ امرونہی کو نگاہ میں رکھے۔ اپنا ظاہر و باطن یکساں بنائے اور بھی نماز کی جگہ اور بدن وغیرہ کی طہارت کا احتیاط رکھے بجز نماز جمعہ اور جماعت یا کسی اور ضروری بات کے سوائے خلوت سے باہر نہ نکلے۔ ذوالنون مصری نے کہا۔ کہ کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جو خلوت سے بڑھ کر باعث اخلاص ہو کیونکہ خلوت میں نفس مجبور اور دنیا سے تعلق دُور ہوتا ہے اور قلب میں عبادت کی حلاوت پیدا ہوتی ہے اس واسطے حق تعالیٰ نے چالیس دن کے چلے میں بڑی برکت اور حکمت رکھی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے **وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً وَّاَتْمَمْنٰھَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖٓ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً**۔ فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس ۳۰ رات کا وعدہ کیا تھا پھر زائد کیا اس کو دس سے تا کہ زمانہ چالیس رات کا پورا ہو۔ اور بھی جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کرنا چاہا تو خمیر کی مدت کو اس تعداد سے مقرر کیا **خَمَّرَ طِیْنَۃَ اٰدَمَ بِیَدِہٖ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا** یعنی آدم کی سرشت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے چالیس ۴۰ دن خمیر کیا اور روایت ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام خطا میں مبتلا ہوئے تو اللہ تعالےٰ کے حضور میں چالیس دن و رات سجدہ میں رہے یہاں تک کہ اس کے پروردگار کی طرف سے معافی اور مغفرت آئی یا جیسا کہ حضرت یونسؑ نے چالیس دن مچھلی کے پیٹ میں خداعزوجل کی مناجات کی تب حق تعالیٰ نے اس کی نجات فرمائی اور حجاج نے مکحول سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے چالیس دن عبادت خالص کی تو اس کے دل اور زبان سے حکمت کے چشمے جاری ہوتے ہیں پس اسی واسطے سالک باللہ اولیاء اللہ اپنے

مریدوں کو معتکف بناتے اور چلہ میں بٹھاتے ہیں کیونکہ چلہ میں نفس مجبور اور دل انوارِ الٰہی سے پُر نور ہوتا ہے اور مراقبہ میں نفس صفائی پاتا اور دل سورج کی طرح روشن ہو جاتا ہے۔ مراقبہ کیا ہے۔ تمام خواہشوں سے علیحدہ ہو کر ایک مولا کی طرف رجوع کرنا ہے۔ مراقبہ یہ نہیں کہ سر کو زانو پر رکھیں اور بیٹھ جائیں اور دل غیر کی طرف راغب کرنا ہو یہ مراقبہ مبتدیوں کا ہے۔ مراقبہ کا معنی با یک دیگر چشم ملانا ہے پس چاہیے کہ ہر وقت و ہر حال خدا تعالیٰ کو خود پر حاضر و ناظر جانے اور کسی وقت بھی اس کے دیدار پُر انوار سے غافل نہ ہو۔ عارف فرماتے ہیں کہ ہر ایک منزل کا مراقبہ و مجاہدہ ہے شر۔ یعت کا مراقبہ و مجاہدہ یہ ہے کہ شریعت جگہ نفس کی ہے نفس دنیا و لذت دنیا کی طرف راغب ہے جیسے کھانا۔ پینا۔ سونا۔ جماع وغیرہ کہ یہ صفتیں نفسانی اور حیوانی ہیں اس واسطے اس مکان کا نام ناسوت ہے جب طالب خدا مراقبہ و مجاہدہ کے ذریعہ سے ان حیوانی صفات کو ترک کر کے طریقت تک پہنچتا ہے تو یہ مکان دل کا ہے۔ دل ہمیشہ عُقبیٰ یعنی بہشت وغیرہ کو چاہتا ہے اس میں ہر وقت رکوع، سجود و قعود اور تسبیح وغیرہ میں رہتا ہے یہ صفت فرشتوں کی ہے اس کو مقام ملکوت کہتے ہیں۔ جب ان صفات سے بھی گزر کر مراقبہ اور مجاہدہ کے ذریعے حقیقت تک پہنچا تو یہ مقام روح کا ہے۔ اس کا مقصود صرف مولا ہے، اس جا ذوق و شوق اور محبت سالک کی غذا ہے کہ یہ جبروتی مکان محل نظر رحمان ہے اس سے آگے معرفت ہے جس کا نام لاہوت ہے۔ یہ ایک عالم لامکان بے نشان ہے نہ یہاں گفتگو نہ جستجو ہے، جس وقت سالک مراقبہ کے ذریعے اس جگہ آتا ہے تو خود سے رہائی پاتا ہے اور خود ہی میں پہنچ جاتا ہے جیسا حق تعالیٰ فرماتا ہے **وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی** یعنی بے شک تیرے ہی رب تک پہنچنا ہے پس خود سے فانی خدا سے باقی ہو، یہ مراقبہ فنا فی اللہ ہے اس مراقبہ والا جو کچھ دیکھتا ہے مقام ربوبیت کا مشاہدہ ہوتا ہے بجز توحید اس کو کچھ نظر میں نہیں آتا۔ یہ مراقبہ آفتاب کی مثل ہے کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو مشرق سے مغرب تک روشن ہو جاتا ہے اسی طرح اس مراقبہ میں تمام چیزیں اس کے پیش نظر ہو جاتی ہیں۔ وہ اس توحید میں بعض اوقات ایسا غرق ہوتا ہے کہ اگر اس کے پاس اٹھارہ 18 ہزار عالم آوے تو وہ ان کو آنکھوں سے بھی نہ دیکھے گا اور نہ اس کو ان کے آنے جانے کی کچھ خبر ہوگی''۔

نشست گاہیں:۔

ابتداء میں حضرت قطب عالمؒ ''کچہ ڈیرہ'' میں کچہری لگاتے تھے پھر صحن میں ایک آم کا درخت ہوتا تھا وہاں مجلس ہوتی رہی، موجودہ ''بوہڑ'' حضور نے خود لگوائی تھی بعد میں اسکے نیچے مجلس فرماتے رہے جیسے عام ڈھول بجانے والے پڑھا کرتے ہیں۔

تیری بوہڑ دے ساوے پاندے　　　جتھے شیرؒ قطبؒ رل باہندے

مجالس قطبِ عالمؒ:۔

حضور اپنی مجالس میں شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت سے متعلق کلام فرماتے، زیادہ تر پیران پیر دستگیر سیدنا غوث الاعظمؓ کے مواعظہ حسنہ ''فیض سبحانی'' کا درس دیا کرتے، بعد میں کچھ عرصہ اپنی تصنیفات بھی بعض علمی نکات کی وضاحت کے لیے مجلس میں پڑھاتے رہے، اصحاب شوق کے لیے ''مکتوبات عشق'' کا بھی دور

چلتا، معمول اس طرح تھا کہ حاضر مجلس کوئی پڑھا لکھا دُرویش کتاب پڑھتا اور حضرت قطب عالمؒ ساتھ ساتھ اسکی عام فہم تشریح فرماتے جاتے، میاں سردار بخش ہراج، پیر غلام محمد جلوآنوی اور حافظ سید محمد اس خدمت کے لیے مامور تھے۔ ایک مرتبہ شیر یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانیؒ کچھ عرصہ دربار شریف پر اقامت پذیر رہے تو ان دنوں مجلس میں بطور خاص ''مراۃ العارفین'' کا درس ہوتا رہا۔ آپ بڑے رقیق القلب تھے طبیعت میں درد اور سوز و گداز کا غلبہ تھا۔ اکثر بیان فرماتے ہوئے آنسو بہہ آتے، جو ہمیشہ اثر رکھتے۔ بروایت میاں دارا کھرل ''میرا چشم دید واقعہ ہے حضرت قطبِ عالمؒ جب مجلس میں توجہ فرماتے لوگ تڑپ اُٹھتے اور ''الا اللہ'' کی صدائیں بلند ہوتیں''

وقت کی پابندی:۔

آپ ہمیشہ وقت کی بہت پابندی فرماتے، حضور کے معمولات اس طرح تھے کہ ایک مثال قائم تھی۔ آجکل کے وقت گھڑیوں میں فرق آسکتا ہے مگر آپ کے معمولات میں فرق نہ آتا، پیر سید اسرار حسین فرمایا کرتے ''اسوقت گھڑیاں ہوتیں تو حضور کے معمولات پر ٹائم سیٹ کیا جاسکتا تھا'' اتنی اوقات کی پابندی فرمایا کرتے تھے۔

معمولات شریفہ:۔

حضرت قطب عالمؒ نماز تہجد صبح تین بجے ادا فرماتے، پھر نوافل و مراقبہ میں مشغول رہتے، نماز فجر کے بعد چھ پارے قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور ہر پانچویں روز قرآن مجید ختم فرماتے، نوافل اشراق کے بعد گھر سے باہر تشریف لاتے، اکثر ارادت مند زیارت و ملاقات کے لیے باہر دروازے پر منتظر کھڑے ہوتے جو باری باری نیازمندی اور قدم بوسی حاصل کرتے پھر ڈیرہ میں کچی مسجد کے نزدیک رونق افروز ہوتے، اور ''فیض سبحانی'' کا درس شروع ہو جاتا، حضور جس چارپائی پر بیٹھتے وہ چھوٹی سی کھٹولی بان سے بُنی گئی تھی۔ اس پر بیٹھنے سے پاؤں زمین پر لگ جاتے بلکہ تمام جسم کا بوجھ پاؤں پر ہی رہتا آپ کبھی تکیہ پر سہارا لگا کر نہ بیٹھتے، سرہانے کی طرف ایک سفید چھوٹا سا گول تکیہ اور پائینتی کی طرف دُہر (ڈبل کھیس) پڑا ہوتا، جسکی تہہ میں حضور دُرویشوں کے خطوط، کتب اور تعویزات وغیرہ رکھتے، یہ تمام اشیاء کچھ عرصہ قبل تک حضور کے فرزند ثانی پیر سید محمد غوثؒ کے محل شریف میں پڑی رہیں جہاں درویش انکی زیارت کیا کرتے۔ حضرت قطب عالمؒ تعویذ صرف لوگوں کی دلجوئی کے لیے دیتے تھے جو ایک ہی قسم کے ہوتے اور ہر غرض کے لیے دیئے جاتے ورنہ حضور انہیں کچھ اہمیت نہ دیتے۔ کچہری میں کچھ وقت ''فیض سبحانی'' کے درس میں گزرتا۔ کچھ مرید کرنے میں صرف ہوتا۔ کچھ اپنے رقبہ جات سے متعلق احکامات یا رعایا کے جھگڑے مٹانے میں گزرتا، چونکہ فقیر کا کلام مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ کچھ وقت ایسی گفتگو میں صرف ہوتا کہ حاضرین مجلس اسے اپنے لیے اصلاح تصور کرتے ہر امیر و غریب مجلس میں بچھائی گئی صفوں پر باادب بیٹھ کر آپ کے پند و نصائح سے مستفیض ہوتا، سادات اور علماء کا احترام فرماتے، اگر ان میں سے کوئی مجلس میں حاضر ہوتا تو اُسے نیچے نہ بیٹھنے دیتے بلکہ اپنی چارپائی کے سرہانے کی جانب پڑی کرسی پر بٹھاتے حضرت قطب عالمؒ کبھی ''خانہ کعبہ'' کی سمت پشت کر کے نہ بیٹھتے اس لیے آپ کی چارپائی کا رخ شمالاً، جنوباً ہوتا آپ کسی سائل کو ''ایک روپیہ'' سے کم نہ دیتے لہٰذا حضور کی کچہری سے کبھی کوئی سائل خالی ہاتھ نہ لوٹا، ارادت مند لوگ جو مٹھائی یا پھل وغیرہ بطور ہدیہ پیش کرتے وہ محفل میں

ہی تقسیم کر دیئے جاتے آپ کی مجالس دین و دنیا کے فوائد کثیرہ کی حامل تھیں اہل علم کو حقائق و معارف نصیب ہوتے۔ اہل فضل و کرم کے باطنی احوال میں ترقی ہوتی، عشاق کے دلوں پر وجد کا عالم ہوتا، عوام کو سبق آموز باتیں حاصل ہوتیں، عقیدت مند آپ کی روحانی کشش سے ہر جمعہ کو حاضری دیتے مولوی حکیم رحمت علی سے روایت بیان کی جاتی ہے "وہ ہر جمعہ کو اٹھارہ میل کا سفر پیدل چل کر حضور کی خدمت میں حاضری دیتے"

جئیں تو چاہ میں تیری، مریں تو راہ میں تیری سوا اسکے دعا کوئی نہ اپنا مُدعا کوئی

11 بجے دن حضور گھر تشریف لے جاتے۔ کھانا تناول فرما کر چوبارہ پر رونق افروز ہوتے۔ ایک گھنٹہ مستورات کو دیتے انہیں وعظ و نصیحت فرماتے اور جس نے مرید ہونا ہوتا اُسے ذکر و وظائف سمجھاتے، 12 بجے سے ظہر تک حضور مطالعہ اور تالیف و تصنیف میں مشغول رہتے۔ ظہر کی نماز کے لیے باہر تشریف لاتے اکثر تکبیر آپ پڑھتے اگر کبھی امام مسجد نہ ہوتا تو جماعت بھی خود کرواتے نماز ظہر کے بعد کچہری میں رونق افروز ہوتے اور عصر تک پھر "فیض سبحانی" کا درس جاری رہتا۔ وعظ و نصیحت اور سمجھاتے وقت حاضرین مجلس کو ایسا معلوم ہوتا کہ حضور کی مبارک انگلیوں سے گویا بجلی کا کرنٹ نکل رہا ہے جو ہمارے زنگ آلودہ قلوب کو صاف کر رہا ہے۔ نماز عصر آپ عام مساجد سے ذرا لیٹ ادا فرماتے تھے، چونکہ عصر اور مغرب کے درمیان زیادہ وقت نہیں ہوتا تھا اس عرصہ میں دنیاوی کاموں کی طرف توجہ مبذول فرماتے، حضور نے اپنے مختار اور منشی صاحبان کو ہدایت کر رکھی تھی خواہ کتنا ہی ضروری کام کیوں نہ ہو، عصر کے وقت سے پہلے مجھے آ کر نہ کہیں کیونکہ دنیاوی کاموں کی وجہ سے دینی کام میں حرج ہوتا ہے۔ اس وقت حضور کی برادری کا کوئی شخص آ جاتا تو اس سے گفتگو فرماتے۔ مغرب کے فرض با جماعت ادا کر کے گھر تشریف لے جاتے۔ سب دُرویش گھر کے دروازے تک حضور کو چھوڑنے آتے۔ گھر میں ایک تخت پوش رکھا ہوتا جس پر حضور نماز مغرب کے بقیہ سنت، نفل اور آوابین ادا فرماتے پھر ایک گھنٹہ گھر میں آئی ہوئی خواتین کو دیتے جس کسی نے مرید ہونا ہوتا۔ کوئی عرض پیش کرنی ہوتی یا کوئی وظیفہ پوچھنا ہوتا انہیں فارغ کر کے حضور اپنے چوبارہ پر تشریف لے جاتے پھر ماسوائے گھر کی مستورات کے وہاں کسی کو جانے کی اجازت نہ تھی اس معمول میں آپ نے زندگی بھر فرق نہ آنے دیا۔ اور ہمیشہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کاربند رہے، رات کا کھانہ تناول فرما کر آپ نماز عشاء کے بعد سو رکعت نوافل ادا فرماتے پھر کچھ دیر کے لیے کمر سیدھی کرتے یعنی استراحت فرماتے، حضرت قطب عالمؒ رات کو بھی سر پر ہمیشہ رومال یا ایک مخصوص ٹوپی جو سندھی ٹوپی سے قدرے مشابہت رکھتی تھی۔ سر پر اوڑھ لیتے آپ کو ساری زندگی برہنہ سر کبھی نہ دیکھا گیا۔

پیر مبارک علی شاہ بغدادیؒ کی زبانی روایت بیان کی جاتی ہے "ایک مرتبہ حضرت قطب عالمؒ مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے گڑھ بغداد تشریف لائے۔ میں نے خیال کیا آج حضور سفر کی نہایت تھکاوٹ کی وجہ سے رات کو سو نفل نہیں پڑھ سکیں گے میں رات کو بیدار ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوا تو حضور حسب معمول مصلیٰ پر کھڑے مشغول نوافل تھے"، میاں شیر محمد کاٹھیا سے روایت ہے حضور اکثر "موت" کو یاد فرماتے۔ اور یہ مقولہ زبان پر لاتے۔

"بھلی جیون دی ماں جس جیون رکھیا ناں"

کبھی کبھی نگاہ مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے تو ٹھنڈی سانس لیتے جو خوف خُدا کی علامت تھی میاں احمد دین نومسلم بیان کرتے ''حضور فرماتے، وقت صرف تین ہیں اول، درمیانہ اور آخری، اوّل علماء نے لے لیا اور آخری عرفاء نے، اوّل وقت میں بعد کا شامل نہیں ہوسکتا جبکہ آخری میں دونوں شامل ہیں پھر بطور مثال فرماتے حضور رسول کریمؐ آخری نبی ہیں، قرآن پاک آخری کتاب ہے۔ امت بھی آخری اور سجدہ بھی آخری درجہ رکھتا ہے۔ حضور نماز ادا کرنے میں جلدی نہیں فرماتے تھے اور یہی مستحسن ہے مزید فرماتے'' آخری وقت اللہ والوں پر رحمت الٰہی سب تقسیم ہوجاتی ہے''

عبادات کا عالم:۔

عبادت وریاضت نہ صرف مومن کی پہچان ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا پسندیدہ مشغلہ بھی ہے کیونکہ خداوندکریم کے پیارے بندے وہی ہیں جو اسوقت بھی اپنے رب سے لو لگائے ہوتے ہیں جب لوگ رات کو گہری نیند سو جاتے ہیں۔ سفر ہو یا حضر تمام زندگی حضرت قطب عالمؒ کے معمولات عبادت میں فرق نہ آیا، آپ کا دستورِ حیات تھا۔

زندگی آمد برائے بندگی زندگی بے بندگی ، شرمندگی

حضور فرمایا کرتے ''عبادت اگر چہ تھوڑی ہو، مگر مستقل ہو'' یعنی معمول میں فرق نہ آئے، آپ فرض نمازوں کے علاوہ تمام مسنون نوافل اپنے لیے فرض سمجھتے تھے آپ نے ''اسرار المعرفت'' اور'' مراۃ الفقراء'' میں جن وظائف و نوافل کا ذکر فرمایا ہے یہ سب آپ کے معمولات میں تھے، رات کو بلا ناغہ سو رکعت نفل ادا فرماتے تھے۔ حضور کی برادری کے ایک شخص سید فضل شاہ ولد سید راجے شاہ نے ایک مرتبہ کئی سادات کی موجودگی میں یہ واقعہ بیان کیا کہ'' ایک مرتبہ برادری کے کسی کام کے سلسلہ میں ہم تین آدمی سفر پر نکلے، پیر قطب علی شاہ (حضرت قطب عالمؒ)، سید غلام مرتضٰی شاہ اور میں (سید فضل شاہ) بھی تھا۔ ہم نے 35 میل گھوڑوں پر سفر کیا، رات کو ایک مقام پر ٹھہرے، میں چونکہ غیر مسلک (شیعہ) تھا۔ دل میں خیال کیا انہوں (حضرت قطب عالمؒ) نے اپنی کتاب (اسرار المعرفت) میں لکھا ہے'' اگر سالک کم از کم ۱۰۰ سو رکعت نماز نوافل دن، رات، میں ادا نہ کرے گا تو وہ سالک نہ ہوگا'' (فصل 5، ص 100) آج دیکھتے ہیں خود کیسے پڑھتے ہیں؟ یعنی سفر کی وجہ سے ہر شخص تھکاوٹ سے چُور تھا پھر انہوں (سید فضل شاہ) نے قسم اُٹھا کر بتایا میں رات 12 بجے کے بعد بیدار ہوا تو دیکھا آپ مصلّٰی پر تھے یعنی حضور کے معمولاتِ عبادت کی گواہی ایک برادری کا شریک اور غیر مسلک (شیعہ) دے رہا ہے اس سے بڑا کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔

اطاعت خداوندی کی زندہ مثالیں:۔

حضرت قطب عالم کی حیات مبارکہ کے دو واقعات بڑے معروف ہیں

اول:۔ حضور کی صاحبزادی صاحبہ ''سیدہ دولت خاتون'' جو قتال پور میں سید چراغ شاہ سے بیاہی گئی تھیں وہ بیمار ہوئیں، حضرت قطب عالمؒ انکی عیادت کے لیے وہاں تشریف لے گئے تھے کہ انکا وصال ہوگیا، حضور نے اپنے داماد

سے فرمایا کہ میں اسکی چارپائی سندھیلیانوالی شریف واپس لے جاؤں گا اور اسکی تدفین وہاں کروں گا، انہوں نے کہا جیسے آپ کی مرضی، حضور یہاں پر تجہیز و تکفین کا انتظام کرنے کے لیے خود پہلے تشریف لے آئے، (یاد رہے دربار قطبیہ پر پہلی مزار انہی مائی صاحبہ کی بنی یہاں پہلے اور کوئی قبر نہ تھی) جب مائی صاحبہ کی چارپائی قتال پور سے سندھیلیانوالی شریف پہنچی، حضرت قطبِ عالمؒ اسوقت نماز عصر کے لیے مسجد کی طرف جارہے تھے چونکہ سید چراغ شاہ بڑا رئیس آدمی تھا چارپائی کے ساتھ تقریباً، پانچ، سات سو افراد تھے، رئیس طبقہ گھوڑوں اور اونٹوں پر دربار قطبیہ پہنچ آیا تھا ایسے موقع پر مہمانوں کے بٹھانے اور چارپائی اندرون خانہ لیکر جانے کا مرحلہ تھا، لیکن حضور مسجد کی طرف قدم اُٹھا چکے تھے، صرف ایک بار مُڑ کر اپنی صاحبزادی کی چارپائی کو دیکھا اور پھر مسجد میں تشریف لے گئے نماز باجماعت ادا کر کے باہر نکلے تب سادات برادری کو بٹھایا اور ان سے ملے۔

دوم:۔ حضرت قطبِ عالمؒ کے فرزند ثانی، پیر سید محمد غوثؒ کا جب وصال ہوا۔ اسوقت ایسا موقع بنا کہ حضور مسجد سے مغرب کے فرض پڑھ کر حسبِ معمول گھر تشریف لائے اور بقیہ سنت و نفل اور اوابین ادا کرنے کے لیے تخت پوش پر پاؤں رکھا تھا کہ سید محمد غوث کا وصال ہوگیا، گھر میں کُہرام برپا ہوگیا۔ اس موقع پر بھی حضور نے تخت پوش پر کھڑے ہو کر ایک مرتبہ پیچھے مڑ کر دیکھا اور پھر ''اللہ اکبر'' کہہ کر نماز میں مشغول ہوگئے۔ یہ دونوں واقعات لوگوں کے سامنے رونما ہوئے ایسی مثال ہم نے کہیں اور نہ دیکھی اور نہ سنی ہے۔

جمعہ شریف کا اہتمام:۔

حضرت قطبِ عالمؒ کے عہد مبارکہ میں اہلسنت والجماعت کے بیشتر علماء دیہاتوں میں جواز جمعہ کے قائل نہ تھے لیکن حضور نے اپنی خداداد علمی بصیرت سے دیہاتوں میں بھی جمعہ کا آغاز فرمایا، اس بارے میں آپ کا کئی علماء سے تبادلہ خیال ہوا، لیکن وہ آپ کے سامنے لاجواب ہوجاتے، حضور نے دلائل فقہ سے اسکا جواز ثابت کیا تھا افسوس وہ علمی نکات کوئی محفوظ نہ کرسکا آپ اکثر فرمایا کرتے ''نماز فرض عین ہے فرض کفایہ دوسری قسم ہے کفایہ کی ادائیگی میں فرض عین کو ترک کرنا گناہ ہے۔

محرم کے ایام:۔

آپ پہلی محرم سے اپنی کچہری میں شہادت سیدنا امام حسینؓ سے متعلق مستند و معتبر کتب پڑھوایا کرتے، اس عرصہ میں کسی دن امام عالی مقام کی شہادت بیان کرنے کے لیے کوئی عالم بھی بُلا لیتے، البتہ نوحہ وغیرہ کبھی نہ سنتے، حضور محرم الحرام کا پہلا عشرہ ہمیشہ روزے رکھا کرتے تھے۔

محافل سماع:۔

حضرت قطبِ عالمؒ سماع سنتے تھے لیکن بہت زیادہ شائق نہ تھے ہمیشہ آدابِ سماع مدنظر رکھتے اور اس دوران قیام و رقص سے مکمل اجتناب فرماتے، پیر غلام محمد جلوآنویؒ سے مروی ہے۔ حضرت قطبِ عالمؒ وجد کے خلاف تھے اور فرمایا کرتے ''یہ اثر دل پر ڈالا کرو جسم پر اثر ہونے سے دکھلاوا، اور ریاکاری بن جاتی ہے'' کتاب ''اسرار المعرفت'' میں آپ ''ذکر وجد و سماع'' کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں۔ ''اور بھی اکثر فقیر ناچتے کودتے ہیں جس کو وجد یعنی حال و دھمال کہتے ہیں لیکن فقرا میں یہ حرکت ناروا ہے سماع کی تو دل اور محبت پہ بنا ہے اس کا حکم دل

سے لینا چاہیے۔ جو چیز دل میں ہوتی ہے یہ اسی کو حرکت دیتا ہے۔ اگر دل میں غیر خواہشیں ہوں جن کی شرع میں مذمت ہے اس کے لیے سماع الٹا خطا ہے کیونکہ شوق الٰہی اس دل میں نمودار ہوتا ہے جو سادہ ہو اور غیر خواہشوں سے خالی ہو۔ اس کے لیے سماع ضروری روا ہے کیونکہ آدمی کے دل میں خداوند تعالیٰ کا ایک ایسا پوشیدہ بھید ہے، جیسا کہ لوہے اور پتھر میں آگ ہے۔ جس طرح پتھر کو لوہے پر مارنے سے آگ نکلتی ہے۔ اسی طرح سماع سے ذوق پیدا ہوتا ہے جو سب کدورتوں سے اسے پاک اور صاف کر دیتا ہے۔ اس کو اس میں ایسی لذت حاصل ہوتی ہے جو بہت سی ریاضتوں سے حاصل نہیں ہوتی۔ اس کی خبر حق سبحانہ تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے۔ قولہ تعالیٰ **اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ** یعنی ایماندار ہیں وہ کہ جب ذکر کیا جاوے اللہ تعالیٰ کا ان کے پاس تو تحرک میں آتے ہیں دل ان کے پاس اس کے تحرک کا یہاں تک اثر ہو جاتا ہے کہ جب اس آتش عشق کا غلبہ دل پر آتا ہے تو اس کا دھواں دماغ کو چڑھ جاتا ہے اور حواس مغلوب ہو جاتے ہیں۔ وہ سوتے آدمی کی مثل نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے اگر دیکھتا سنتا ہے تو بھی اپنے وجود سے نابود ہو کر اس طرح اپنے یار کی محبت میں مست اور نثار ہو جاتا ہے چنانچہ نقل ہے کہ ایک بار محمدؒ صدیق لالی علیہ الرحمۃ حضرت سلطان ہاتھیوان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ تو وہاں آگ پر گوشت کباب ہو رہا تھا۔ جب مطرب نے سرنگی بجائی۔ تو حضرت صدیق الاّ اللّٰہ فرما کر آگ میں گر پڑے، آگ بجھ گئی آپ کو اس حال میں کچھ زوال نہ پہنچا۔ اے رفیق جب تو اس طرح محبت میں غریق ہے تب تو سماع میں بدنی حرکت بھی روا ہے۔ نہیں تو اس میں بدعت وریا کا خوف افزا ہے اور بھی بدنی حرکت کرنے سے آنسو جاری نہیں ہوتے۔ سبب اس کا یہ ہے کہ جو اہلِ حال اس تحریک کو دل میں جذب کرتا ہے تو درد پیدا ہوتا ہے جس سے آنسو جاری ہوتے ہیں اور جو بدنی تحرک چاہتا ہے تو اسکا دل درد سے خالی ہو جاتا ہے اس واسطے آنسو جاری نہیں ہوتے۔ اس لیے عارف فرماتے ہیں کہ اگر اس میں کوئی حرکت باختیار خود کرے۔ تو وہ تمام نفاق وحرام ہے کیونکہ سماع میں اختلاف ہے یہ اس شخص کے واسطے مباح اور روا ہے جو اس کی اہلیت رکھتا ہو۔ یعنی ایک تو جس کا دل غیر سے جدا صرف درد ومحبت خدا ہو۔ دوسرا جو آپ کو حال پر غالب کرے اور حال کو آپ پر غالب نہ ہونے دے۔ غرض جہاں تک ہو سکے اپنے آپ کو حرکت بدنی سے نگاہ رکھے۔ اور درد کو روا رکھے مگر ایسی قوت کے لوگ کم ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ ہمارے دل قوی ہو گئے اور ہم اپنے آپ کو ظاہری تغیر سے بچانے کی طاقت رکھتے ہیں اور بھی جو سماع کو جائز وروا نہیں رکھتا تو وہ جاہل بے خبر ہے محبت خدا سے جدا ہے اور سماع میں بیٹھنے کا ادب یہ ہے کہ سب کے سب سر جھکائے ایک دوسرے سے بات چیت نہ کریں اور نہ ادھر ادھر دیکھیں نہ ہاتھ پاؤں ہلائیں جیسا تشہد میں بیٹھتے ہیں اسی طرح بیٹھے رہیں۔ دل خدا کے ساتھ لگائیں بہ اختیار خود نہ ہلیں نہ جلیں اگر کوئی جذبہ وجد کے سبب اٹھ کھڑا ہوا تو اس کی موافقت کریں۔ ایک روز شیخ ابوالقاسم گرگانی کے مریدوں میں سے ایک مرید نے سماع کیلئے اجازت چاہی۔ شیخ نے فرمایا تین روز تک کچھ نہ کھا۔ پھر تیسرے روز عمدہ کھانا پکوا، پھر تو کھانے کی رغبت نہ کرے اور سماع کو اختیار کرے۔ تب تیری خواہش ٹھیک ہے۔ اور تجھے اجازت ہے پس جس مرید کو ابھی دل کا حال نہ کھلا ہو۔ اور خواہشیں نہ ٹوٹی ہوں تو پیر کو واجب ہے کہ سماع سے اسے منع کرے۔''

حضرت قطبِ عالمؒ کے احوال میں صرف ایک مرتبہ آپ کے وجد کا ذکر ملتا ہے کہ ملتان میں حضور ایک

مرتبہ لُوٹھل اقوام کے ہاں تشریف رکھتے تھے انہوں نے آپ کی آمد کے پیش نظر محفل سماع کا اہتمام کیا اُس روز پہلی اور آخری مرتبہ حضور پر وجد کے آثار دیکھے گئے، اشعار یہ تھے۔

کامل پیر مکمل کولوں اصلی رمز پچھاتی میں
نَحنُ اَقرب رمز پچھاتی ، عقلوں گئی گواتی میں
قل ھواللہ اسم تمہارا لَم یُولَد کہاتی میں
دَر، دَر، دَر، دَرداں دے اندر ذات خدا پچھاتی میں
احد دے سنگ احمد رلیا اِکا صورت جاتی میں
صورت یار جمال دسیوے ، جس وَل پاواں جھاتی میں
چڑھی جہاز مجازاں والی ، ماری پریم دی جھاتی میں
صمٌ بکمٌ عمیٌ پڑھ کے ، رہی آں چپ چپاتی میں

ڈھول پر جُھمر دیکھنا اور اسکی تاویل:۔

حضرت قطب عالمؒ کے فرزند ثانی پیر سید محمد غوث کا جب ''عقیقہ'' ہوا تو اس خوشی کے موقع پر ڈھول اور جُھمر والے بھی آ گئے، کچہ ڈیرہ میں (جہاں آجکل اصطبل ہے) وہاں پلنگ ڈالے جن پر حضرت قطب عالمؒ اور حضور شیر یزدانی'' تشریف فرما ہوئے۔ اور بھی کافی خلقت اکٹھی تھی اسوقت ''رہانہ موچی'' بڑا مشہور جھمر ڈالنے والا ہوتا تھا۔ اُس نے ایک مصرعہ پڑھا ''ڈلڑی اَڑ گئی نال ماہی دے'' پھر جھمر پر اس مصرعہ کو اسطرح سجایا کہ کئی گھنٹے یہی دہراتا رہا، درویشوں کا یہ حال تھا، کوئی رو رہا تھا اور کسی پر وجد طاری تھا بڑا عجب سماں بنا، حضرت قطب عالمؒ کی بارگاہ میں ایک مرتبہ ڈھول اور جھمر کی بات چلی تو آپ نے اسکی تاویل کچھ یوں فرمائی ''جھمر میں جب ہاتھ اوپر اٹھاتے ہیں تو مطلب ہوتا ہے'' اُتھے وی اللہ'' یعنی اوپر بھی اللہ ہے۔ نیچے ہاتھ کرتے ہیں تو'' اِتھے وی اللہ'' یعنی نیچے بھی اللہ ہے اور ڈھول کہتا ہے'' ڈھونڈم تاں لڈھم'' یعنی اگر تلاش کرے گا تو ڈھونڈ لے گا'' سبحان اللہ

خوراک:۔

کھانے پینے کے معاملے میں حضور کی طبیعت بہت سادہ تھی۔ آپ کی مرغوب غذا روٹی اور دودھ تھا دیگر لوازمات کو محض تکلف سمجھتے تھے، اکثر فرماتے'' ہماری سادہ غذا ہی ہماری صحت مندی کی دلیل ہے''

اے ذوقؔ تکلف سے ہے تکلیف سراسر   رہتے ہیں وہ اچھے جو تکلف نہیں کرتے

سواری:۔

حضرت قطبِ عالمؒ اکثر گھوڑے پر سفر کرتے تھے۔ میاں موکھا چنن کی روایت میں ہے۔ سرخ رنگ کا ایک چھوٹا سا گھوڑا تھا حضور اُس پر سوار ہوئے تو میاں فاضل سہو نے عرض کی، غریب نواز آپ کو سواریوں کی بھلا کوئی کمی ہے۔ ایک عام گھوڑے پر سواری فرما رہے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا اصول ہے کہ'' سوار قابض ہو اور سواری کمزور ہو''، لنگر شریف میں کئی عمدہ نسل کے گھوڑے تھے مگر آپ ایک چھوٹے قد کے گھوڑے پر سوار ہوتے جو بلا کا تیز اور شریف جانور تھا۔ آپ اسے پیار سے'' ریلو'' کہہ کر پکارا کرتے۔ پیر محل کے علاقہ میں سب سے

پہلے تانگہ حضرت قطبِ عالمؒ نے بنوایا۔ آپ کو دیکھ کر پھر دیگر روساء نے بھی تانگے بنوائے۔ حضور اونٹ پر بھی سواری فرمایا کرتے میاں غلام فرید ملوکا کی روایت میں ہے ''میر ک شریف عرس پر میں نے خود آپ کو اونٹ پر تشریف لے جاتے دیکھا'' پیر سید اسرار حسین نے بیان فرمایا'' میرے والد پیر سید فضل حسین نے اسوقت کار رکھی ہوئی تھی لیکن حضور ہمیشہ گھوڑے یا تانگہ پر سفر کرتے، کار پر نہیں کرتے تھے''۔ مولوی انور علی کھوکھر سے مروی ہے میں نے حضور کی زبان مبارک سے ایک مرتبہ سُنا کہ ''موٹر کی بد بو میرے دماغ کو چڑھتی ہے'' لہٰذا کار کی سواری پسند نہ فرماتے۔

غریب پروری:۔

☆ حضرت قطبِ عالمؒ کے والد ماجد کے زمانہ سے ایک نالہ، دریائے راوی سے کھود کر اپنی ملکیتی زمینوں تک پانی لایا گیا تھا۔ جو پُرانے کاغذات میں ''چھاڑا امام شاہ'' کے نام سے درج ہے، حضور قطب عالم نے اس کی مرمت کروانے کا فیصلہ کیا اور اس پر 13 -1912ء میں ایک اسٹیم انجن لگوایا جو لکڑی اور کوئلہ کے ذریعے چلتا تھا، اس نالہ کی مرمت اور انجن کے اخراجات کا اندازہ لگاتے ہوئے آپ کے منشی نے عرض کی ''ہمیں اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں کیونکہ آمدنی سے خرچ زیادہ ہے'' حضور نے فرمایا اس کام میں ہماری غرض وغایت صرف غرباء کو مزدوری مہیا کرنی ہے نہ کہ آمدنی، میاں محمد نواز چنن نے اپنی قلمی یادداشتوں میں لکھا ہے سید ناصر الدین شاہ سکنہ جراحی کی وساطت سے ایک نوٹ بک جسے ہندو مہاجن ''بندی'' کہتے تھے دستیاب ہوئی اس میں نالہ مذکورہ پر بکثرت خرچ مندرج ہے یہ نوٹ بک ۳ ماہ ساون ۴۹۔۱۹۴۸ بکرمی سے شروع ہو کر حضرت قطب عالمؒ کے وصال اور پیر سید فضل حسین شاہؒ کی دستار بندی کے وقت تک مختلف آمدنی وخرچ پر مشتمل ہے۔

☆ حضرت قطبِ عالمؒ نے دربار شریف پر جب پختہ مسجد کی تعمیر شروع کروائی تو دو مرتبہ چھت ڈالنے کے قریب پہنچ کر آپ مسجد شہید کروادیتے کہ جیسے میں چاہتا ہوں ویسے تیار نہیں ہوئی، تیسری مرتبہ جب چھت کے قریب پہنچی تو حضور نے پسند فرماتے ہوئے چھت ڈالنے کا حکم صادر فرمایا معماروں نے جسارت کر کے پوچھ لیا کہ پہلے دو مرتبہ بھی ایسی ہی تھی ضرور کوئی خاص وجہ ہے آخر انکے اصرار پر فرمایا، ہمارے علاقے میں ان دنوں قحط پڑا ہوا تھا اور مسجد کی تعمیر پر غرباء کی مزدوری کا بہانہ خدا ساز موقع تھا یہی وجہ تھی کہ اسے طویل عرصہ جاری رکھنے کے لیے دو مرتبہ مسجد گرادی گئی، اب چونکہ بفضل الٰہی لوگ آسودہ حال ہیں لہٰذا مسجد پر چھت ڈالنا مناسب سمجھا گیا۔

☆ حضرت قطبِ عالمؒ اپنے غریب دُرویشوں سے بڑا لگاؤ رکھتے تھے اکثر انہیں فرماتے، بیسویں دن یا مہینہ میں ضرور آیا کرو سابقہ سبق سُنا جایا کرو اور نیا سبق لے جایا کرو، اُن دنوں دربار شریف کے اردگرد جنگل ہوتا تھا، غربا کو نذرانہ پیش نہ کر سکنے کی وجہ سے افسردہ دیکھتے تو فرماتے، جنگل سے گزرتے ہوئے دو چار لکڑیاں اُٹھا کر لنگر خانے میں ڈال دیا کرو یہی تمہارا نذرانہ ہے اکثر بڑے پوشیدہ طریقے سے غریب دُرویشوں کی جیب میں بطور کرایہ پیسے ڈال دیتے، اس چیز کا بڑا خیال رکھتے کہ کسی کو خبر نہ ہو۔

صبر و تحمل:۔

حضرت قطبِ عالمؒ بڑے کریم اور متحمل مزاج تھے آپ کا حجام بوڑھا اور کمزور نظر تھا، اُس کے اوزار بھی تیز نہ ہوتے تھے حضور کبھی مزاح کے طور پر فرمایا کرتے کہ جسکی یہ حجامت کرے اُس پر قبر کا عذاب معاف ہو جاتا ہے یعنی وہ اتنی تکلیف دیتا تھا مگر حضور کی غریب نوازی اور کرم بخشی تھی کہ بجائے اسے فارغ کر دیتے اور حجامت کسی اور اچھے حجام سے کرواتے آپ ہمیشہ اُسی غریب سے حجامت بنواتے تھے۔

سخاوت:۔

☆ مولوی انور علی کھوکھر سے مروی ہے "ہمارے ساتھ ایک نابینا حافظ جو آپ کا مرید تھا آیا کرتا، نابینا لوگوں کا کرایہ گاڑیوں میں معاف ہوتا تھا لیکن وہ جب بھی آتا حضور کچھ نہ کچھ روپے اُس کی جیب میں ڈال دیتے وہ نہ لینا چاہتا پھر بھی حضور فرماتے" حافظ! یہ کرایہ ہے، رکھ لو" آپ حد درجہ سخی تھے۔

☆ ایک مرتبہ حضرت قطبِ عالمؒ کچہری میں تشریف رکھتے تھے قریب ہی دوسری چارپائی پر حضور شیریزدانیؒ بھی بیٹھے تھے کہ اتنے میں گلی سے دو شخص نمودار ہوئے جو آپس میں ہندوستانی زبان میں حضرت قطبِ عالمؒ کو دیکھ کر کہنے لگے، اس بزرگ نے تو ہمارے ساتھ حج ادا کیا ہے، حاضرین مجلس انکی باتوں پر متوجہ ہوئے تو حضرت قطب عالمؒ نے انہیں قریب بُلا کر خیر و عافیت پوچھی، انہوں نے عرض کی جناب نے ہمارے ساتھ ہی حج پڑھا ہے، حضور نے فرمایا آدمیوں جیسے آدمی ہوتے ہیں ضرور کوئی میرا ہم شکل ہوگا تمہیں مغالطہ ہو گیا لیکن وہ کہتے ہمیں اب بھی یقین ہے کہ وہ جناب ہی تھے پھر بتایا ہم سید ہیں اور دہلی کے رہنے والے ہیں، حج سے واپسی پر اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کے لیے ملتان آئے وہاں آپ کی شہرت سنکر زیارت کے لیے حاضر ہوئے ہیں، تھوڑی دیر بعد انہوں نے اجازت مانگی اور ایک زری کھسہ بطور تحفہ حضرت قطب عالم کی خدمت میں پیش کیا آپ نے فرمایا اسکا ماپ (سائز) بڑا ہے، شیر محمد کو پورا آئے گا اور حضور شیریزدانیؒ کی طرف بڑھا دیا انہوں نے دیکھ کر عرض کی مجھے پورا تو ہے مگر یہ خود مسافر ہیں میں انہیں واپس کرتا ہوں۔ حضرت قطبِ عالمؒ کے پاس چاندی کے روپے پڑے تھے آپ نے مٹھی بھر کر انہیں عطا فرمائے کہ سفر کر کے آئے ہیں یہ کرایہ ہی سمجھ لیں اور انہیں رخصت کیا۔

☆ ایک مرتبہ حضرت قطبِ عالمؒ کی سواری والی گھوڑی جسے "ڈگی" کہتے تھے، ڈاکو چوری کرنے کے لیے آئے، ساری رات گھوڑی کو لے کر باغ میں پھرتے رہے مگر انہیں باہر نکلنے کا راستہ نہ مل سکا، صبح کو پکڑے گئے اور حضور کی خدمت میں پیش ہو کر معافی کے طلب گار ہوئے آپ نے فرمایا "بھائی! گھوڑی تو مجھے بھی پیاری ہے کہ سوار ہوتا ہوں لیکن محنت تم لوگوں نے بھی بہت کی ہے، جاؤ اسے لے جاؤ" اور حضور نے وہ گھوڑی انہیں عطا فرما دی۔

☆ ایک مرتبہ آپ کی کچہری میں خانہ بدوش لوگ حاضر ہوئے اور عرض کی حضور! ہمیں رات کو لانگری نے لنگر نہیں دیا کہ محنت اپنی کرتے ہو اور لنگر یہاں سے کھاتے ہو۔ رات سے ہم بچوں سمیت بھوکے ہیں۔

حضور نے لانگری کو بلایا اور فرمایا "تمھیں کوئی چیز خریدنا پڑتی ہے؟ عرض کی نہیں، فرمایا پھر پکانے اور کھلانے کی تکلیف ہے؟ آئندہ ایسا ہرگز نہ کرنا اور حکم صادر فرمایا" نہ صرف لنگر بلکہ انکے بچوں کو دودھ بھی دیا کرو" یہ حضور کی سخاوت کا عالم تھا۔

لنگرِ قطبیہ :۔

لانگریوں کو حضرت قطبِ عالمؒ کا فرمان تھا" یہاں جو بھی آئے بلا تفریق مذہب وملت اسے کھانا کھلاؤ" قدیم خدمتگاروں کی زبانی روایت ہے، ابتداء میں کبھی تیس اور کبھی چالیس دُرویش لنگر میں رہتے بعد میں اسقدر خلقت آیا کرتی کہ جسکا کوئی حساب نہ تھا، میاں محمد چراغ آرائیں سے مروی ہے "ہمیں جب اجازت ملتی تو لانگری کو حضرت قطبِ عالمؒ فرماتے انہیں سات آٹھ روٹیاں دے دو" ہم خود بھی کھاتے اور گاؤں واپس پہنچ کر انکے ٹکڑے پیر بھائیوں میں بطور تبرک تقسیم کرتے۔

لنگرِ قطبیہ میں خداوند کریم نے ایسی برکت ڈالی کہ ہزارہا لوگ مختلف امراض میں مبتلا صرف لنگر کھانے سے شفایاب ہوگئے، ایسے کئی واقعات دُرویشوں میں معروف ہیں میاں موکھا موہل بیان کرتا ہے "میرا چچازاد بھائی نمبردار تھا اسے سل کی بیماری لاحق ہوگئی بہت علاج معالجہ کروایا لیکن افاقہ نہ ہوا آخر حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں لائے اور جناب کے قدموں میں لٹادیا، حضور نے فرمایا اسے لنگر کھلاؤ ٹھیک ہوجائے گا اور وہ صرف لنگر کی برکت سے شفایاب ہوگیا، میاں اللہ دتہ آرائیں سے روایت ہے کہ ایک روز حضور قطبِ عالمؒ نے جوش میں آکر فرمایا "جس نے میرے لنگر کا ایک لقمہ کھایا اُس پر جہنم کی آگ حرام ہے"۔ سبحان اللہ

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے اپنی مرقد پر یہ تحریر لکھوانے کی وصیت فرمائی" ہر کہ درین سرا درآید نانش بدھید از ایمانش مپرسید "(جو بھی اس خانقاہ میں آئے اسے کھانا دو، اس کا عقیدہ مت پوچھو) وہ جانتے تھے تصوف وسلوک کے بانی سید الکل ختم الرسل علیہ السلام کا ارشاد پاک ہے

"**الحاد الفقر ان یکون کفرا**" (خدشہ ہے کہ محرومی کفر سے جا ملے) شیخ سعدی" نے فرمایا۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست　　　　　بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

طبیعت میں سادگی اور نماز با جماعت کی پابندی:۔

حضرت قطبِ عالمؒ کی طبیعت میں سادگی انتہا درجے کی تھی، ظاہری نمود ونمائش سے ہمیشہ گریز فرماتے، میاں موکھا چنن کی روایت میں ہے ایک مرتبہ ہم دریائے راوی پر جہاں آپ نے سٹیم انجن لگوایا ہوا تھا کام دیکھنے کے لیے حضور کی معیت میں گئے، آپ کی سادگی کا یہ عالم تھا وہاں کسی چارپائی پر نہ بیٹھے ایک شہتیر لکڑی کا پڑا تھا اُسی پر بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد مجھے فرمایا، پانی لے آؤ، میں نے دیکھا کچھ فاصلے پر ایک پانی کا گھڑا پڑا تھا جس سے کام کرنے والے پانی پیتے تھے مگر اس کے اوپر جو پیالہ رکھا تھا وہ ایک طرف سے ٹوٹا ہوا تھا۔ میں ادھر اُدھر کوئی اور برتن دیکھنے لگا حضور نے سبب پوچھا تو عرض کی پیالہ ٹوٹا ہوا ہے، فرمایا اسی میں لے آؤ، میں اُسے ذرا ترچھا کر کے اس میں پانی لایا، آپ نے پیا اور فرمایا بڑا اچھا ہے تم ایسے ہی نقص نکال رہے تھے۔ اس قدر طبیعت مبارک سادہ تھی، اتنے میں ظہر کا ٹائم ہوگیا حضور نے دُرویشوں سے فرمایا وضو کرلو تاکہ نماز پڑھیں اور آپ نے جماعت خود کروائی جس

طرح خشوع وخضوع اور اہتمام سے حضرت قطبؒ عالم نماز پڑھتے تھے میں نے زندگی بھر اس طرح کسی کو نماز پڑھتے نہ دیکھا واپس آتے ہوئے عصر کا وقت تنگ ہو گیا تو حضور نے راستے میں ہی نماز عصر کی جماعت بھی کروائی اور گھر تشریف لائے، سبحان اللہ

معلم ادب:۔

درس ادب کے حضرت قطبِ عالمؒ اپنے عہد میں بہت بڑے معلم تھے بلکہ آپ کے تربیت یافتگان کو دیکھ کر ہی لوگ جان لیتے تھے کہ یہ حضرت قطبِ عالمؒ کے دامن سے وابستہ ہیں۔ خدا، رسول اور پیر کا ادب تو الگ بات ہے، ہر وقت کے آداب مقرر تھے۔ یہاں پر ''مرآۃ الفقراء'' سے مجلس چہارم درج کی جاتی ہے جسکا موضوع ہی ''سالک کے آداب'' ہیں حضرت قطبِ عالمؒ نے فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص بڑوں کا ادب نہ کرے اور چھوٹوں سے شفقت نہ رکھے تو وہ مجھ سے نہیں ہے یعنی وہ میری پیروی کرنیوالوں سے نہیں ہے حدیث شریف میں ہے کہ ایک دن اذان ہوئی حضرت ﷺ مسجد کو روانہ ہوئے، راستے میں ایک شخص سفید ریش بڑی عمر کا آہستہ آہستہ چلا جاتا تھا حضرت بھی اس کے پیچھے آہستہ چلتے تھے حتی کہ نماز قضا کو پہنچ گئی۔ آپ ادب کے واسطے آگے نہ ہوئے دیگر حدیث میں ہے کہ ایک دن حضرت ﷺ فجر کی نماز بہت جلد اور مختصر پڑھ کر اٹھ کھڑے ہوئے صحابہؓ نے متعجب ہو کر سبب پوچھا فرمایا کہ ایک ہمسایہ کا لڑکا رو رہا ہے شاید اسکی ماں موجود نہیں ہے اس کو بہلانے کو جاتا ہوں پس جلد جا کر اُس لڑکے کو اٹھا لیا اور پیار کیا اور بھی رسول علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تم میں سے زیادہ تر محبوب اور میری مجلس میں قریب تر قیامت کے دن وہ شخص ہے جو اخلاق میں اچھا اور زیادہ ہو گا پھر حضرت نے فرمایا کہ بزرگ تر اخلاق سے یہ ہے کہ تو عفو اس شخص سے کرے جو تیرے اوپر ظلم کرے یعنی سالک کو ایسا حوصلہ چاہیے کہ ہر غصہ وغرور سے دُور ہو کر برائی کرنیوالے کے ساتھ بھلائی کرے، ایک شخص نے کہا حضرت مجھے کوئی مختصر وصیت فرمائیے کہ جس پر عمل کروں اور ثواب اس کا زیادہ ہو آپ نے فرمایا غصہ مت کر کیونکہ غصہ وغضب دوزخ کی ایک چنگاری ہے کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اسکی دونوں آنکھوں میں سُرخی آجاتی ہے اور رگیں اُسکی پھول اُٹھتی ہیں پس جس وقت تم میں غصہ آوے اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہو تو لیٹ جائے پھر حضرت ﷺ نے فرمایا قسم ہے اُسکی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بندہ مسلمان نہیں ہے جب تک کہ اس کا قلب اور زبان سلیم نہ ہو یعنی جس کا دل نرم وزبان راحت رساں نہ ہو۔ وہ مسلمان بھی نہیں ہے پس یہ سب ادب ہیں اور تصوف تو سب کا سب ادب ہے سو جو شخص ادب کو اپنے اوپر لازم کرتا ہے وہ مردان خدا کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے اور جس نے ادب کو ترک وضائع کیا تو وہ ہرگز منزل مقصود تک نہ پہنچے گا۔ اگرچہ کتنا ہی زہد وریاضت کرے۔ اے عزیز ہر وقت وہر حال و ہر مقام کا ایک ادب ہے پس سالک کو چاہیے کہ جو کچھ کرے خدا کے لیے کرے یعنی کھانا۔ پینا۔ پہننا۔ سونا۔ بولنا۔ پاخانہ پھرنا وغیرہ ہر شے میں نیت اللہ کے واسطے ہو کیونکہ یہ وجود بندہ کو امانت دیا گیا ہے یعنی ہاتھ۔ پاؤں، زبان، ناک، آنکھ، کان اور دل وغیرہ کو اس امانت خدا کو ہر وقت ادب سے نگاہ میں رکھے چنانچہ ادب زبان کا یہ ہے کہ حق کے سوا غیر کلمہ منہ سے نہ نکلے۔ ادب ہاتھ پاؤں کا یہ ہے کہ یہ ہرگز غیر کی طرف تحرک نہ کریں، ادب آنکھ وکان کا یہ ہے کہ مشاہدہ خدا کے سوا نہ کچھ دیکھے نہ سُنے کہ یہ سب دل کے دروازے ہیں اور بندہ مثل دربان کے ہے اگر ان دروازوں کی نگہبانی کریگا تو اُس کا دل سلامت رہے گا اور دل کا ادب یہ ہے کہ جو کچھ غیر خدا ہو۔ وہ اس میں نہ آنے

دیوے جیسا حدیث میں ہے **قَلْبُ الْمُؤمِنِ حَرَمُ اللہِ وَحَرَامٌ عَلیٰ حَرَمِ اللہِ اَنْ یَّلِجَ فِیْہِ غَیْرُ اللہِ** یعنی دل مومن کا حرم گاہ کبریا ہے، اور حرام ہے اس میں سوائے اللہ کے اور کچھ اس میں پانا، اور بھی حق سبحانہ ،تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن شنوائی و بینائی اور دل وغیرہ ان سب سے سوال ہوگا، اور ادب مجلس میں بیٹھنے کا یہ ہے کہ جس جگہ جو کوئی بیٹھ جائے اُس کو وہاں سے نہ اُٹھائے، حضرت ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے، اور بھی مجلس میں جو جگہ خالی ملے، وہیں بیٹھ جائے کیونکہ آنیوالے کی وہی جگہ ہے جیسا کہ ایک دفعہ پیغمبر علیہ السلام کی مجلس میں تین شخص آئے ایک کو مجلس میں جگہ ملی دوسرے کو نہ ملی وہ باہر بیٹھ گیا تیسرا کچھ اپنی ہتک سمجھ کر چلا گیا تو اسی وقت وحی آئی اور کہا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے حبیب ان تینوں میں سے جو شخص مجلس میں بیٹھ گیا اُس کو پناہ دی گئی اور دوسرے کو بھی اپنے لطف و کرم سے بخش دیا، تیسرا جو چلا گیا وہ بے نصیب رہا، اُس کے منہ پھیرنے سے ہماری رحمت نے اُس سے منہ پھیر لیا، کھانے کا ادب یہ ہے کہ کھانے سے قوت عبادت کی غرض ہو تو گویا وہ کھانے تک عبادت ہی میں ہے اور مسلمان بھائیوں سے مل کر کھانا مسنون ہے اور بھی سالک فرماتے ہیں کہ جو لقمہ یادِ خدا کے سوا کھایا جائے وہ مکروہ ہے چنانچہ ایک دن جناب قبلہ و کعبہ ہادی رہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہ نے یہ حکایت بیان فرمائی تھی کہ میرے پیشوا حضرت علی شیر رحمتہ اللہ علیہ اپنے گھر میں کھانا کھا رہے تھے تو ایک لقمہ اپنے منہ سے نکال کر پھینک دیا پھر پانی سے منہ صاف کیا پھر کھانے لگے تو میں نے عرض کی کہ حضرت اس میں کوئی بال وغیرہ تھا فرمایا نہیں وہ لقمہ نام کے سوائے حرام ہو گیا تھا، پھر فرمایا کہ کھانے کے بعد یہ دُعا پڑھے۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃَ اَللّٰھُمَّ اسْتَعْمِلْنَا فِیْ طَاعَتِکَ وَلَا تَسْتَعْمِلْنَا فِیْ مَعْصِیَتِکَ** ، یعنی حمد ہے واسطے اللہ کے وہ اللہ جس نے رزق دیا مجھ کو یہ طعام اور عطا کیا سوائے گردش کے اور نہیں ہے قوت عبادت کے سوائے یاری تیری کے اے میرے اللہ اس کو تحلیل کر بیچ عبادت اپنی کے اور نہ تحلیل کر اس کو گناہوں میں۔ اور مٹھائی کھائے تو یہ دُعا پڑھے **اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ** اے اللہ تو رزق عطا کر مجھ کو مٹھائی ایمان کی۔ اور اسی طرح تین سانس پانی پیے۔ اول سانس کے بعد بسم اللہ کہے دوسرے سانس کے بعد **الحمد للہ**۔ تیسرے کے بعد خدا کا شکر ادا کرے۔ اور بھی حدیث صحاح میں ہے کہ کھانے کے اوّل و آخر ذرا سا نمک کھائے۔ کہ یہ ستّر بیماریوں کے لیے شفا ہے۔

سونے کا ادب یہ ہے کہ سب خواہشوں سے آزاد ہو کر خدا کی یاد میں شاغل ہو جائے۔ پھر سونے کے بعد یہ دعا تین بار مانگے۔ **اَللّٰھُمَّ ابْعَثْنِیْ مِنْ مَّضْجَعِیْ لِذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَصَلٰوتِکَ وَاسْتِغْفَارِکَ وَتِلَاوَۃِ کِتَابِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ** ۔ یعنی اے اللہ مجھ کو اُٹھائیو میرے بستر سے اپنے ذکر اپنے شکر اور اپنی نماز اور اپنی استغفار اور اپنی کتاب کی تلاوت اور اپنی اچھی عبادت کے لیے اور باوضو سوئے، جب نیند سے جاگے، اور اُٹھے تو یہ دعا پڑھے۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانِیْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنِیْ وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ**۔ یعنی سب تعریف ہے اللہ کو جس نے مجھ کو زندہ کیا بعد میرے مار دینے کے۔ اور اسی طرح ہے اُس کی طرف اُٹھنا حشر کو۔

ادب پاخانہ:

حاجت کے وقت یہ نیت کرے کہ میں اس سے جلد فارغ ہوں۔ جو با طہارت ہو کر عبادت کروں۔ پھر پاخانہ بیٹھنے سے پہلے یہ دعا پڑھے۔ **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ** ۔ یعنی اے اللہ

میں پناہ مانگتا ہوں۔ ساتھ تیرے جن مردوں اور جن عورتوں سے۔ اور حضرت ﷺ ان کلموں کو پڑھتے جبکہ پاخانہ میں داخل ہوتے۔ کیونکہ جن وغیرہ اس جگہ میں واسطے ایذا دینے آدمی کے حاضر ہوتے ہیں۔ تو اس دعا کے سبب اللہ تعالیٰ ان کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ پاخانہ میں مُنہ اور پیٹھ قبلہ کی طرف نہ کریں۔ بعض نے کہا ہے کہ پیٹھ کرنا مکروہ نہیں ہے۔ اور پاخانہ میں غم زدوں کی طرح بیٹھے۔ اس خیال سے کہ یہ طعام کیسا پاک اور لذیذ تھا۔ میری نسبت کے سبب میرے گناہوں کی شومی سے یہ ایسا نجس و پلید ہوگیا۔ کہ اگر اس کی نجاست کہیں کپڑا یا بدن کو لگے تو سوائے دھونے کے دور نہیں ہوتی۔ پھر طاق ڈھیلوں سے استنجا کرے۔

ادب وضو:

پانی بغیر شبہ کے پاک ہو اور مُنہ بطرف کعبہ ہو۔ اوّل۔ مسواک کرے پھر ہر عضو پر تین تین بار پانی ڈالے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے اگر کوئی عضو تین بار سے زیادہ دھوئے۔ تو اُس نے مجھ پر ستم کیا۔ بعد وضو داڑھی پر خلال کرے۔ اگر بوقت وضو دنیا و عقبیٰ کی خواہش پیدا نہ ہو۔ تو نماز بھی حضورِ دل سے پڑھی جاتی ہے۔ اور اس سے وصلِ الٰہی کی بھی اُمید ہوتی ہے۔ جیسا کہ عارف فرماتے ہیں۔ وضو فصل ہے اور نماز وصل اور یہ بھی فرمایا کہ وضو کرنا جدا ہونا دنیا و آخرت سے ہے۔ اور نماز ملنا حق سے ہے۔

ادب اذان کا یہ ہے کہ اذان کے وقت کام و کلام کرنا مکروہ ہے۔ اگر مسجد میں ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ اور حضرت ﷺ کے نام پر دونوں ہاتھوں کا چومنا حضرت آدم علیہ السّلام کی سنت ہے۔ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے حضرت ﷺ کا حلیہ مبارک دکھایا گیا۔ اور اُن کا نام سنایا گیا۔ تو آپ نے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھ دیئے۔ اور اگر مسجد میں ہے تو اذان کے بعد مسجد سے باہر نہ نکلے۔ اگر کوئی حاجت ضروری ہے تو خیر جیسا کہ وضو وغیرہ۔

ادب مسجد کا یہ ہے کہ اوّل داہنا پاؤں مسجد کے اندر رکھے۔ جب مسجد میں داخل ہو تو **اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم** کہے کہ اس سے شیطان دور ہوتا ہے۔ پھر بسم اللہ پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو تو اوّل بائیں پاؤں میں جوتا ڈالے، اور بایاں ہی پاؤں مسجد سے باہر نکالے۔ اسی طرح مصلّے پر بھی کرے، اور بھی معتکف کے سوا مسجد کے اندر سونا اور کھانا پینا مکروہ ہے۔ اور مسجد کے اندر دُنیا کی بات کرنی حرام ہے۔ چنانچہ حدیث ہے **اَلتَّحَدُّثُ فِی الْمَسْجِدِ بِحَدِیْثِ الدُّنْیَا یَاکُلُ الْعَمَلَ کَمَا تَاکُلُ النَّارُ الْحَشِیْشَ** یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ مسجد میں دُنیا کی باتیں کرنا کھاتی ہیں عمل کو جیسا کہ آگ کھاتی ہے گھاس کو۔

ادب جماعت، ہر خاص و عام کے پیچھے نماز جائز ہے۔ مگر دیوّس بدعتی کے پیچھے جائز نہیں ہے۔ اور فاسق کے پیچھے مکروہ ہے اور دوسری حدیث میں ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ تم تکفیر مت کرو اپنے اہلِ قبلہ کی۔ یعنی اُن کو کافر مت کہو اگرچہ وہ بڑے بڑے گناہ کریں، اور نماز پڑھو پیچھے ہر نیک و بد کے اور بھی سب جماعت کے پاؤں سیدھے اور برابر ہوں اور امام کی داہنی طرف جماعت زیادہ ہو اور یہ بھی نہ کرے کہ میں فلاں کو آگے یا پیچھے کر کے وہاں کھڑا ہوں۔ جہاں موقع مل جائے۔ وہاں کھڑا ہو۔ یہ مکان وقف ہے۔ اِس میں کسی کا مِلک و قبضہ نہیں ہے، اور سلام تک امام کی متابعت میں رہنا فرض ہے۔

ادب نماز کا یہ ہے کہ نماز میں بدنی و قلبی دونوں حرکتیں ناجائز ہیں۔ جیسا کہ اِدھر اُدھر دیکھنا اور ناجائز طور

پر ہاتھ و پاؤں کو ہلانا منع ہے۔ اسی طرح دل میں بھی غیر خیالات کا آنا حرام ہے۔ کیونکہ اندر کا ادب باہر آتا ہے۔ جو چیز اندر ہوتی ہے وہ ضرور باہر ٹپکتی ہے۔ اسی واسطے خاص خشوع ورجوع کے سوا نماز نامنظور ہے، حدیث میں ہے۔ کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اُس حجاب کو جو اس کے اور بندہ کے درمیان ہے، اُٹھا دیتا ہے اور اپنی وجہ کریم سے اُس پر متوجہ ہوتا ہے اور ملائکہ اُس کے دونوں شانوں کے پاس ہوا کی طرف کھڑے ہوتے ہیں اور اُس کی صلوٰۃ کے پیچھے صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔ اور اُس کی دُعا پر آمین کہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ فرمایا حضرت ﷺ نے جب بندہ نے اچھی طرح وضو کیا اور خوب خشوع ورجوع کے ساتھ نماز ادا کی تو نماز اُس کو کہتی ہے کہ اللہ تیری حفاظت کرے جیسا کہ تو نے میری حفاظت کی ہے پھر وہ بلند ہوتی ہے اور اُس کے لیے نور ہوتا ہے۔ پھر وہ آسمان پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہے۔ پھر اپنے پڑھنے والے کی سفارش کرتی ہے اور جس نے نماز کو بے ادب اور ضائع کیا۔ تو نماز اُس کو کہتی ہے۔ کہ خدا تجھے ضائع کرے۔ جیسا کہ تو نے مجھے ضائع کیا ہے پھر وہ اُوپر چڑھتی ہے تو اُس کے ساتھ تیرگی ہوتی ہے، یہاں تک کہ وہ آسمان تک پہنچتی ہے تو اُس کے لیے دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ پھر وہ لپٹی ہوئی نیچے آتی ہے۔ اور اُس نمازی کے منہ پر ماری جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ جب بندہ اللہ اکبر کہتا ہے۔ یعنی اللہ بزرگ تر ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے قلب کو دیکھتا ہے۔ جب اُس کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ سے بزرگ تر کوئی چیز نہیں ہوتی تو فرماتا ہے کہ تو نے اپنی زبان کے موافق دل میں بھی ٹھیک اللہ کی تصدیق کی ہے۔ پھر اُس کے دل میں نور کی روشنی پھیلتی ہے اور وہ عرش کے ملائکہ سے ملاقات کرتا ہے اور اس نور کے سبب اُس کے لئے زمین وآسمان کے پردے کھل جاتے ہیں، اور جب سُست ہمت اور غافل نماز کے واسطے کھڑا ہوتا ہے تو اُس کو شیاطین گھیر لیتے ہیں۔ جب وہ اللہ اکبر کہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُس کے قلب کو دیکھتا ہے۔ جب اُس کے دِل میں کسی اور چیز کی خواہش اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہوتی ہے تو اُس کے لیے فرماتا ہے کہ تو جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ تیرے دل میں سب سے زیادہ بزرگ تر نہیں ہے۔ جیسا کہ تو نے اللہ اکبر کہا ہے۔ تو اس وقت اُس کے دل میں ایک دھواں اُٹھتا ہے جو آسمان کے برابر پہنچتا ہے۔ پھر اس کے قلب پر حجاب ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ شیطان اُس کے قلب کو اپنا لقمہ بنا لیتا ہے اور ہمیشہ اس کی طرف وسوسے ڈالتا ہے پھر دُنیا وغیرہ کی خواہشیں اُس کی زیادہ بڑھتی جاتی ہیں۔

غرض بے ادب نماز کو تو الٹا اس طرح عذاب میں ڈالتی ہے۔ اگر باادب نماز ادا کی جائے، تو وہ کمال ہو کر خدا کے وصال تک پہنچا دیتی ہے، مشائخ فرماتے ہیں۔ **کُلَّ عَمَلٍ لاحظ لہ فی الدُّنیا ولا ثمرۃ لہ فی الاخرۃ** یعنی کوئی عمل ہو، جب کہ دنیا میں پھل نہ دے تو عقبیٰ میں اس کا کچھ ثواب نہ ہوگا۔ یعنی پھل یہ ہے کہ عبادت کرنے کے وقت اس کو حظ پیدا ہو۔ پھر فرمایا خدا کے بندے ایسے بھی ہیں کہ جب تک رکوع وسجود میں **لَبَّیکَ عَبدِی** ' کا آواز نہیں سُنتے، وُہ رکوع وسجود سے سر نہیں اٹھاتے اور نیز ''انیس الارواح'' میں نقل ہے کہ ایک دن حضرت جنید بغدادی و شیخ شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ واسطے وضو کے دریائے دجلہ پر گئے تو ایک شخص کو دیکھا کہ وہ گٹھہ لکڑی کا اُتار کر وضو کر رہا ہے، انہوں نے اسی کو پیشِ امام کیا۔ وہ بزرگ رکوع وسجود میں بہت ٹھہرتے تھے۔ بعد نماز کے حضرت جنید وشیخ شبلی نے اس سے کہا کہ آپ کی رکوع سجود میں دیر کرنے کی کیا وجہ تھی۔ اُس نے کہا کہ میں رکوع وسجود میں جب تک آواز **لَبَّیکَ عَبدِی** نہیں سنتا دوسری تکبیر نہیں کہتا ہوں۔ یہ سنتے ہی دونوں بزرگ رو پڑے۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ فی الواقع اہل محبت کو جب تک نماز میں حضور نہیں ہوتا۔ وہ نماز تصور نہیں کرتے،

پھر فرمایا، فرائض کی تکمیل سنن مؤکدہ ہیں اور سنن کی تکمیل نوافل ہیں اور نوافل کی تکمیل ادب ہے اور ادب ترکِ دُنیا ہے اور بھی عشاء کی نماز اندھیرے میں پڑھنی مکروہ ہے اور شعلہ مارتی ہوئی آگ کے سامنے بھی نماز پڑھنی جائز نہیں ہے۔ اس واسطے کہ آتش پرستوں کے ساتھ تشبیہ نہ ہو اور فرض کی جگہ سنت نہ پڑھے۔ قدم بھر یا سجدہ بھر جگہ بدل لے۔

ادب بزرگان:۔

اگر کسی بزرگ کی خانقاہ پر جائے تو اوّل کہے اسلام علیکم یا ولی اللہ پھر اس کی ارواح کو کچھ کلام بخشے۔ اور اولیاء اللہ ہمیشہ زندہ ہیں۔ جیسا کہ **اِنَّ اَوْلِیاءَ اللہِ لَا یَمُوْتُوْن** اُن کی زیارت کو جانا بڑا ثواب ہے۔ اور مشائخ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص کسی دُرویش کی زیارت کو آتا ہے۔ تو ہر قدم پر ستر ہزار نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور فرشتے کہتے ہیں۔ الٰہی تو اس کو اپنا وصال نصیب کر، جیسا کہ اس نے تیرے ولی سے وصال کیا ہے۔ حدیث صحاح میں ہے۔ **یَا اَیُّھَا اَبَا زَرِیْنَ اِذَا خَلَوْتَ فَاَکْثِرْ ذِکْرَ اللہِ وَزُرْ فِی اللہِ شَیْعَۃَ زَارَکَ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ وَیَقُوْلُوْنَ وَصَّلْنَا اِلَیْہِ فِیْکَ فَعَلَہٗ** یعنی حضرت ﷺ نے فرمایا ۔اے ابوزرین جب کہ تو خلوت میں ہو۔ تو خدا تعالیٰ کی یاد کثرت سے کر، اور زیارت کر کسی بھائی کی واسطے اللہ کے۔ کہ جو شخص زیارت کرتا ہے۔ واسطے خدا کے، تو شمولیت کرتے ہیں۔ اس کی ستر ہزار فرشتے رحمت کے نازل ہو کر اُس پر کہتے ہیں۔ یا الٰہی ہم اس بندے کی طرف پہنچے تیرے واسطے ساتھ رحمت تیری کے، پس تو اس کو وصال دے، غرض اللہ کے واسطے زیارت کرنے کی یہ جزا ہے۔ پھر فرمایا قبروں میں کھانا پینا حرام ہے۔ اور اُس جگہ ہنسنا اور نماز پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ جگہ عبرت کی ہے، عبادت و خوشی کی نہیں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اسی طرح سب کام میں ادب کی استعمال سے کمال حاصل ہے"۔

تعمیراتِ قطبیہ اور معمولاتِ شریفہ (منظوم)

شیر یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانیؒ نے "مکتوباتِ عشق" کے خط نمبر 18 میں حضرت قطبِ عالمؒ کی تعمیرات اور معمولات روز و شب کا منظوم پنجابی زبان میں کا ذکر قلمبند فرمایا ہے وہاں سے بطورِ تبرک منتخب اشعار کا ایک حسین گلدستہ با قاعدہ عنوان دے کر یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

(توصیف پیر و مرشد)

پیر پیر محل دیوچہ میرا جدّوں آوندی سرد ہوا بیلی
قطب علی ولی سوہنے نام والا جیندی پشت پناہ خدا بیلی
عالی ذات سیّد عالم خاص جید لیندے کل علما فتویٰ بیلی
ہادی صفت موصوف پیغمبری جے عِلم حِلم حَیا سَخا بیلی
خاص قطب الاقطاب خطاب جیندا دِتا مرتبہ آپ خدا بیلی
خاندان عالی نالے شان عالی خاص الخاص مذہب صوفیا بیلی
ولیاں وچہ کمال ابدال ہادی جیندا سلسلہ ہے قادریا بیلی

(لنگرشریف) لنگر پہر اَٹھے ہویا رہے جاری چاڑھی رکھدا دیگ سَدا بیلی
خاصاں ملے خاصہ عاماں ملے راسہ ہر دو وقت نہ کرے قضا بیلی

(سخاوت) دوؒ ہاں ہتھیں لٹاوندا مال دولت دل تے ذرانہ دریغ لیا بیلی
تیجا کھبّا نہ مول اُڈیک داجے جھیڑے ہتھ آوے دیوے چا بیلی
پیا نام خدا لٹاوندا جے کرے ذرانہ روَ ریا بیلی
رب نہیں تھوڑاوندا دیندیاں نوں ہتھوں دیوندا دوڑ سوا بیلی

(مکانات ڈیرہ، کنواں، مسجد، باغ) صفت پیر دے کُل مکان سندی دیویں نوک زبان سنا بیلی
جیویں جیویں مکان دا شان ہووے نقشہ بنھ کے دیہہ دیکھا بیلی
ڈیرہ کھوہ مسیت تے باغ نالے خاص گھراندی صفت سنا بیلی
جیویں حق مکان دا شان یارو میتھوں کدے نہ ہووے ادا بیلی
اپپر بنھ کے ہتھ سناویساں جھیڑی عقل ناقص اندر آ بیلی
ڈیرہ کھوہ مسیت تے باغ چوتھا کولے کول ایہہ عجب سوہا بیلی
چاروں طرف دیوار مقدار بندے اپپر در جُدا جُدا بیلی

(کنواں) عین شہر دے پہلو دیوچہ کھوا جیندا پانی مِٹھا من بھا بیلی
چونے گچ کھاڑا کلادار جیندا کاریگراں نے دِتا بنا بیلی
پانی چل نِسار دیوچہ آوے حوض وچہ پوے جداں آ بیلی
کاریگراں کیتی کاریگری ایسی چلن ٹوٹیاں جدا جدا بیلی
مسلمانی ہندوانی وی بھرے پانی حوض وچہ لوے بندہ نہا بیلی
اتے ہور نمازی بھی کرن وضو ہک بئیدی حاجت نہ کا بیلی
پانی چار چوفیردا ہو جمع رواں ہو چلے ہکے جا بیلی
پانی باغ دے قطعہ نوں رہے لگا تازہ رہے نہ برگ کملا بیلی

(باغ کی بہار) صفت باغ دی مول نہ ہوسکے اپر کجھ تاں آکھ سنا بیلی
آڑو داڑو تے انب انار پکے شاخاں بھارنے لیّاں جُھکا بیلی
کھٹے مٹھے چکودرے سنگترے اتے گلگلاں ترش مزا بیلی
بِہُو ناشپاتی انبلتاس لاچی لین شے تھیں سا وٹا بیلی
جھاڑ ہریڑ بہیڑے تے آولیالے کھلے اپنی جا سوہا بیلی
کل کھجیاں لگیاں اک وتے کھڑیا کول گلاب سدا بیلی
چاروں طرف پایا حلقہ ٹاہلیاں نے لئی کالیاں گھٹاں بنا بیلی
پالو پال لگے تختے باغ سندے سڑکاں رکھیا خوب صفا بیلی
بُوٹی پُھلاں والی لائی کل مالی پالی سڑکاں دے نال مِلا بیلی
کھڑیا دیکھ چمن امن ہووے جاون غم ہوریں کترا بیلی
دیکھ باغ بہار بیمار سندی ترت جاوندی مرض سدھا بیلی
کوئل اُٹھ پکار دی صبح ویلے مثل کھیوڑے راگ اَلا بیلی
پُھلاں والیاں ڈالیاں تے دتا بُلبلاں شور مچا بیلی
دیکھ پھل اولڑے طور والے لین بھور صلاح پکا بیلی
جند جان جانی اتوں گھول دیچے ہتھیں بنھ گانے مہندی لا بیلی
کر اوس مکان دی گل جتھے کرے سیر تیرا پیشوا بیلی
کھڑی دیکھ بہار گلزار ہادی پڑھے حمد ثناء خدا بیلی

(ڈیرہ میں قطبِ عالمؒ کی آمد) ڈیرے اُٹھ سویرے غلام آون جھاڑو دیکے کرن ترکا بیلی
باراں دری دیوچ وچھا دری کول رکھدے پلنگ وچھا بیلی
ویلا ہووے جاں پیر دے آونے دا کئی لوک ہوون جمع آ بیلی
انتظار دیدار دی راہ ویکھن کداں آوسی ماہ لقا بیلی
ہادی باغ دی سیر تھیں سیر ہو کے ڈیرے آوندے قدم اُٹھا بیلی
خلق اُٹھ تعظیم تکریم کردی سارے ادب دے حق ادا بیلی

ہادی پلنگ مبارک تے بیٹھ جاندے باہندے لوک بھی جابجا بیلی
چپ چاپ ہی لوک تمام باہندے کرے کوئی نہ چوں چرا بیلی
جلوہ نور دا ویکھ مسرور ہوون حاجت سخن دی رہے نہ کا بیلی
جہیڑا آوندا سیس نیوواندا جے بیٹھ جاوندا نال ادا بیلی

(درسِ قطبؒ)
ہادی شروع کتاب دا باب کردے کول لوک سُندے کن لا بیلی
ایسی وعظ کلام تاثیر والی لوکاں روندیاں صبر نہ آ بیلی
سوہنے مکھ نورانی تھیں پھُل کردے جداں بولدے لباں ہلا بیلی
اسے حال سندی قیل قال اندر وقت ظہردا بھی ہووے آ بیلی

مسجد (نمازِ ظہر)
ڈیرے کول مسیت نزدیک جتھے دیوے مُلاں بانگ اُلا بیلی
دینی سد ہووے کُلی موموناں نوں مسجد ول آون کُل دھا بیلی
وضو حوض تے بیٹھ کے لوک سارے شرطاں نال کردے چا چا بیلی
ہوون وچہ مسیت دے جمع سارے چارے سنتاں کرن ادا بیلی

(حضرت قطبِ عالمؒ کا تکبیر کہنا)
بعد سُنتاں اُٹھ کے پیر میرا اُچی کہے تکبیر اُلا بیلی
صفاں بنوڑ تمام امام پچھے کرن نال جماعت ادا بیلی

(دعائے قطبؒ)
فارغ ہو نماز تھیں پیر میرا منگے ہتھ اُٹھا دُعا بیلی
شوق ذوق دیویں ربا اپنا توں اتے غیر دا وہم چکا بیلی
جام دے توحید دے مٹ وچوں منگاں ایہہ انعام سدا بیلی
رکھیں مست الست دے قول اُتے دتا قول جو قالُوا بلیٰ بیلی
مکر نفس شیطان دے ہن وڈے لویں امن امان بچا بیلی
ربا بخش تمامیاں موموناں نوں کریں اپنا فضل عطا بیلی
نزع وقت اخیر دے بھیر کریں کلمہ پاک زبان تے آ بیلی
کہن لوک آمین آمین سارے کرے رب قبول دعا بیلی

(بعداز ظہر پھر درس)

فارغ ہو دُعا تھیں پیر میرا لوے پھیر کتاب منگا بیلی
اوتھے بیٹھیاں ہی وعظ شروع ہووے دیوے معنیاں نال سمجھا بیلی
ایسی پرتاثیر کلام ہادی سنگدل بھی ہوون فدا بیلی

(نمازِ عصر و مغرب بعداز مغرب گھر روانگی)

اوتھے بیٹھیاں ہی عصر و شام ہووے کرن اٹھ کے شام ادا بیلی
رخصت ہو کے شام نوں گھریں جاندے اتے لوک باہندے ڈیرے آ بیلی

(اندرونِ خانہ مکانات اور حسنِ تعمیر)

خاص - الخاص مکان دا شان لکھاں جیہڑا حرم خانہ پیشوا بیلی
جو کجھ میریاں اکھیاں نال دسے کہن اُسدا نہیں روا بیلی
کاریگر دانا کمال اکمل میرے پیر نے لئے سدوا بیلی
جتھاں دیکھ زمین سفید اوّل ایرا رکھیا عقل دوڑا بیلی
چاراں طرف دیوار تیار کیتی نظر شُتر سوار نہ آ بیلی
دَر خاص دربار دا طرف لہندے رکھی اک موری چڑھدے وا بیلی
اندر دَار محل اوّل جیہڑے کراں تہاندی صفت ثناء بیلی
جو کجھ عام تمام نوں نظر آوے دیواں اوہ بیاں سُنا بیلی
اہموں ساہمنے رنگ محل دوویں وِچلے صحن صفیل سوہا بیلی
در دوویں صفیل عقیل اندر رکھے دوہاں محلاں دے چا بیلی
ترے در دالان دے طرف دکھن اگے تھلا فراخ سوہا بیلی
انگن وِچہ لسُوہڑی دی چھاں گوہڑی وچوں دیہنہ بھی نظر نہ آ بیلی
کراں صفت دالان عیان یارو نال غور سنو کن لا بیلی
جالی داریاں باریاں عجب سوہنی تاکی دین دی حاجت نہ کا بیلی
عجب نقش نگار دیوار اندر کاریگراں نے دتے بنا بیلی
پالوپال جالے عجب ڈھنگ والے دتے شیشیاں نال بھرا بیلی
سوہنی چھت تمام کمال روغن رنگ رنگدے رنگ چڑھا بیلی
رنگ بیشمار نگار یارو موی جھیٹ دو جیویں اُٹھا بیلی

کوکے پھل سنہری روپہری لگے پوے تاریاں وانگ شعا بیلی
جھالر دار پکھا فرشی لٹک رہیا جیندی آوندی سرد ہوا بیلی

(پلنگ مبارک)
لال پلنگ نیواری دی ڈول نیاری جتھے بہے میرا پیشوا بیلی
ڈول ڈیل صفیل دی دیکھ سوہنی دتی وچہ قندیل لٹکا بیلی

(محلِ خاص میں رات کا منظر)
عجب رات دے سمے نوں سمہ لگے شمعدان جاں دین جگا بیلی
کل شیشیاندے وچوں لاٹ شمع جگ مگ کرے ٹھا ٹھا بیلی
جگن جھاڑ فانوس بلور والے کیڑی چلدی بھی، نظری آ بیلی
طبع وہندیاں ایں ایسی جم جاوے جھٹ آوندا یاد خدا بیلی

(یادِ خدا میں شب بسری)
وچہ یاد خدا دے ہیر میرا دیوے بیٹھیاں رات لنگھا بیلی

(نمازِ فجر اور تلاوتِ قرآن)
صبح وقت نماز تھیں ہو فارغ اگے بہے قرآن ٹکا بیلی
منزل معنیاں دیناں پڑھے ہادی کدے مول نہ کرے قضا بیلی
اسے بھاہی رب نبھا دیوس شالا مول نہ پوے خطا بیلی

(دعائے شیر یزدانیؒ)
سچا رب غریب نواز ہیں توں کریں ایہہ قبول دُعا بیلی
اسے طور اخیر دے دور تائیں نعمت پشت بہ پشت ودھا بیلی
خاندان ہادی آبادان رہے، رہے گرم دُکان سدا بیلی
بس شیر محمد ڈھیر ہوئی اینویں مغز نہ پیا کھپا بیلی

☆☆☆☆☆☆☆☆

باب چہارم

دینی وروحانی خدمات

دینی خدمات

دین اسلام کی تبلیغ واشاعت حضور کی حیاتِ مبارکہ کا سب سے اہم مشن تھا اور آپ زندگی کی آخری سانس تک اس عظیم جدوجہد میں مصروفِ عمل رہے، پیر غلام محمد جلوآنویؒ نے آپ کے احوالِ وصال پر مشتمل ایک رسالہ تالیف فرمایا، اس میں آپ کے آخری کلماتِ قدسیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں حضور نے ''اپنی زبان دُرفشان سے دومرتبہ یہ مصرعہ پڑھا ع ''گر عیش خواہی جاوداں مشغول شو در ذکر ہُو'' اور فرمایا ''اے خضر! ٹھہر، اللہ الصمد کی تسبیح پڑھ'' پھر فرمایا ''اللہ الصمد پڑھو، کچھ تو آپ بھی اللہ، اللہ کیا کرو'' اور فرمایا ''پاس انفاس کرو'' گویا کہ اس حالت میں بھی لوگوں کو ارشاد و تلقین فرمارہے تھے'' (وصال نامہ، ص 11'12) جب زندگی کی آخری گھڑیوں کا یہ حال ہے تو حیات مبارکہ میں اشاعت وتبلیغ دین کا کیا عالم ہوگا۔

مولانا حاجی ادریس بھوجیانی ''اربابِ تصوف'' میں اور علامہ عالم فقری ''اولیاء اللہ'' میں لکھتے ہیں ''آپ مسلکاً اہل سنت والجماعت حنفی تھے اور تمام عمر اسی کی تبلیغ فرماتے رہے اور جگہ، جگہ تبلیغی دورے کرتے رہے، آپ ایک ہی وقت میں علامۃ الدہر، روحانیت میں بلند مقام، اعلیٰ مبلغ وخطیب اور بلند پایہ مصنف بلکہ ہمہ صفت موصوف تھے''

علامہ عبدالحکیم شرف قادری ''تذکرہ اکابر اہل سنت میں لکھتے ہیں ''حضرت سید قطب علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلویؒ سے مخلصانہ ومحبانہ تعلقات تھے'' مولانا ادریس بھوجیانی اور علامہ عالم فقری نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے، دینی خدمات کے سلسلہ میں حضرت قطب عالم کی تصنیفات واضح دلیل ہیں ان شاء اللہ راقم السطور آئندہ ابواب میں اُن کا تفصیلی جائزہ اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرے گا، لیکن یہاں پر مختصراً ذکر قلمبند کرتا ہوں۔

تصنیفاتِ قطبیہ:۔

حضرت قطب عالمؒ نباضِ عصر اور اپنے خاندانِ طریقت کے مجدد ثابت ہوئے۔ آپ نے درویشوں کی تعلیم وتربیت کے علاوہ اُس دور میں اُٹھنے والے کئی فرقوں کا سدِباب فرمایا اور نہ صرف تبلیغی دورے فرمائے بلکہ قلم کے ذریعے دس کتابوں کی صورت میں اپنے متوسلین کے لیے ایک علمی سرمایہ بھی یادگار چھوڑا۔ جو آپ کے فضل و کمال کا بیّن ثبوت ہے، طالبانِ شریعت وطریقت کے لیے ''اسرار المعرفت'' ایک دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہے، اربابِ ذوق کے لیے فارسی، اردو اور پنجابی پر مشتمل آپ کا عارفانہ کلام ''دیوانِ قطبیہ'' ہے اصحابِ حال کے لیے ''مناظرہ ہیر وقاضی'' (یعنی قاضی کی جانب سے شریعت کی تلقین اور بزبان ہیر، عشق ومعرفت کی حکایات)۔ احبابِ سلوک کے لیے آپ کے ملفوظات ومجالس کا مجموعہ ''مراۃ الفقراء'' نہایت مفید ہے۔ فرقہ وہابیہ نجدیہ کے رَد میں رسالہ ''حیات النبیؐ'' بڑی کامیاب کاوش ہے اور خاص طور پر اہل تشیع کے رَد میں آپ کی تصانیف نہایت اہم ہیں، اُن دنوں کثرت سے خاندانِ سادات شیعہ مسلک اختیار کررہے تھے لہٰذا حضور نے اس فرقہ کے سدِباب میں نمایاں کردار ادا کیا اور یکے بعد دیگرے پانچ کتابیں۔ شوائظ البرکات فی رَد رمی الجمرات، رَد شیعہ بقول امامیہ، انوار

قدسیہ فی رَدِ رموزِ بدیعہ، امدادِ الٰہیہ اور فہرست نہج البلاغہ تالیف فرمائیں جن میں اول الذکر کتاب کے بارے بڑے بڑے علماء نے لکھا ہے کہ ''رَدِّ شیعہ میں لاجواب کتاب ہے''۔

مطالعہ سے شغف اور تصانیف کی ترغیب:۔

مختلف علوم اسلامیہ پر مشتمل نادرونایاب کتب کا ایک ذخیرہ حضرت قطب عالمؒ نے جمع کر رکھا تھا۔ آپ مطالعہ سے گہرا شغف رکھتے تھے دن 12 بجے سے ظہر تک بلاناغہ آپ چوبارہ پر مطالعہ اور تالیف وتصنیف میں مصروف رہتے بعد از وصال بھی بنگلہ کے تہہ خانہ سے کئی نایاب کتب دستیاب ہوئیں جو آپ کے زیر مطالعہ رہ چکی تھیں، اُن میں قصیدہ غوثیہ کا ایک خطی نسخہ بھی تھا، مذہب شیعہ پر آپ کی گہری نظر تھی اور اُن کے بیشتر مآخذ آپ کے کتابخانہ میں موجود تھے، تصوف وسلوک آپ کا اوڑھنا، بچھونا تھا، سارا دن کچہری میں ''فیض سبحانی'' کا درس آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ حضور اپنے متوسلین ومریدین کو بھی مطالعہ کی ترغیب فرمایا کرتے، شیرِ یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانیؒ جب آپ کے دست بیعت ہوئے تو وظائف واوراد کے ساتھ مطالعہ کا بھی حکم دیا۔ حضرت قطب عالمؒ نے فرمایا ''آج کل بزرگوں کی مجلس نہیں ملتی، اس لیے اولیاء اللہ کی تصانیف کا مطالعہ رکھا کرو حضور شیر یزدانیؒ اکثر فرمایا کرتے ''مطالعہ عین طالعہ ہے'' جیسا کہ ''مکتوبات عشق'' کے صفحہ نمبر 109 پر بھی فرماتے ہیں۔

''کھلے طالعہ نال مطالعہ دے، نقطہ دسیا محلوی پیر مینوں''

☆ مولانا غلام حیدر صاحب (مدرس قادر بخش شریف) نے مجھے بتایا ایک مرتبہ دربارِ قطبیہ کے سجادہ نشین پیر سید ابرار حسین شاہ صاحب نے میری موجودگی میں فرمایا ''حضرت قطب عالمؒ کے زیر مطالعہ رہنے والی کتابوں کا ایک بڑا صندوق اس وقت بھی ہمارے گھر میں موجود ہے جس میں کئی نادرونایاب نسخے رکھے ہیں۔ (1)

☆ حضرت قطب عالمؒ اگرچہ صاحب تالیف وتصنیف تھے لیکن مریدین کو بھی اس بارے میں ترغیب و راہنمائی فرماتے شیر یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانی کے منظوم پنجابی مکاتیب کا مجموعہ ''مکتوباتِ عشق'' کے نام سے حضرت قطب عالمؒ کے ایماء پر طبع ہوا اور اس کے آخر میں حضرت پیر سید حسین (میرک شریف) کا منظوم کلام آپ نے ہی حضور شیر یزدانیؒ کو اشاعت کے لیے مرحمت فرمایا، خلیفہ میاں اللہ یار کملانہؒ کے ذاتی احوال پر مشتمل 9 خطوط ''الہامات الٰہیہ'' کے نام سے 1925ء میں دربار شریف سے ہی شائع ہوئے، علاوہ ازیں ایک وہابی مولوی نورالحق کے 33 سوالات کا دندان شکن جواب حضرت قطب عالمؒ کے ایماء پر پیر غلام محمد جلوآنوی نے ''نورالایمان فی علم العرفان'' کے نام سے لکھا اور اس کتاب کا مقدمہ حضرت قطب عالمؒ نے خود تحریر فرمایا۔ الغرض گلستانِ قطبیہ سے وابستہ کئی خلفاء نے مختلف موضوعات پر کتب تصنیف کیں جو آپ ہی کے روشن کردہ علمی وروحانی چراغ کی کرنیں ہیں، ورنہ آپ سے قبل ہمارے خاندان طریقت میں بہت کم کتابیں تحریر کی گئی ہیں۔ حضرت قطب عالمؒ سے لے کر سیدنا غوث الاعظم تک درمیان کے 22 واسطوں میں راقم الحروف کو صرف تین کتابیں ملی ہیں ایک حضرت بندگی

(1) اس ذخیرہ کا ایک حصہ راقم الحروف (محمد طاہر حسین غفرلہٗ) کو 11 جون 2015ء میں حاجی محمد اسلم صاحب کے خصوصی تعاون سے میسر آیا اور ''لمعاتِ قطب'' کی پروف ریڈنگ کے وقت کئی اہم چیزیں میں وہاں سے اخذ کر کے مسودہ میں درج کیں۔ جزاک اللہ خیر

سید محمد غوث گیلانی اوچویؒ (م ۹۲۳ھ/ 1517ء) کا مجموعہ کلام ''دیوانِ قادری'' ہے دوسری کتاب انہی کے ملفوظات و مجالس کا ذخیرہ ''مکالمات غوثیہ'' اور تیسری حضرت سید مجتبیٰ گیلانی لاہوریؒ (م ۱۱۲۳ھ/ 1711) کی تصنیف ''عین التصوف'' یہ تینوں مخطوطے کی شکل میں ہیں ان کا فارسی زبان سے اردو میں ترجمہ ہو رہا ہے جو عنقریب خانقاہ منگانی شریف سے شائع کیا جائے گا، الغرض اس سلسلہ شریف میں ایک طویل عرصہ سے تالیف وتصنیف کا رُکا ہوا کام حضرت قطب عالمؒ کی تحریر و ترغیب سے دوبارہ شروع ہوگیا اور گلستانِ قطبیہ میں طرح طرح کے پھول کھلنے لگے۔

مذہبی مباحثے:۔

جیسا کہ حضرت قطب عالمؒ کتاب ''شوائظ البرقات'' میں صفحہ اول کے حاشیے اور ''مراۃ الفقراء'' کی مجلس نمبر 16 میں فرماتے ہیں، ''ہمارے علاقے پیر محل میں شیعہ مذہب میرے دیکھتے ہوئے پھیلا، اس سے قبل عوام تو کیا، سادات بھی اس کے نام سے ناواقف تھے، اور ان کے بزرگ تمام اصحابِ کبار کو مانتے اور حضور محبوب سبحانی سیدنا غوث اعظمؒ کو اپنا روحانی پیر تصور کرتے، گیارھویں شریف کا ختم اور نیاز ہمیشہ دلوایا کرتے، اس بارے میں حضرت سیدی احمد شاہ ''کنگناں والے'' کی گیارھویں علاقہ بھر میں مشہور تھی، جب ساداتِ پیر محل نے یہ مذہب اختیار کیا تو چونکہ وہ سب علاقہ میں رئیس طبقہ تھے انہوں نے اس مذہب کو پھیلانے کے لیے لکھنوء تک سے ذاکر و علما بلائے اور پیر محل کا علاقہ اہل تشیع کی مجالس کا مرکز بن گیا، حضرت قطب عالمؒ کو ان کاروائیوں سے دُکھ پہنچا اور آپ نے مولانا غلام علی قریشی سے باہم مشورہ کر کے جھنگ سے مولانا نور محمد چیلہ کو بلایا اور اہل تشیع کے رَد میں خوب تقاریر کروائیں اور لوگوں کو مذہب شیعہ کی اندھا دھند تقلید سے منع کیا اس سے آپ کی برادری میں مخالفت بڑھ گئی لیکن آپ نے فیصلہ کر لیا کہ زندگی بھر دین کی تبلیغ اور اپنے اسلاف کی پیروی میں سرگرم عمل رہوں گا، اس سلسلہ میں حضرت قطب عالم زندگی بھر جد وجہد کرتے رہے، نہ صرف وعظ و نصیحت سے بلکہ پانچ کتب کی صورت میں اپنی قلمی یادگاریں بھی ورثہ میں چھوڑیں۔

شیعہ مذہب:۔

یہاں پر کتاب ''مرآۃ الفقراء'' میں سے شیعہ مذہب کے بارے حضرت قطب عالمؒ کا ایک ملفوظ درج کیا جاتا ہے۔ جو ''مجلس نمبر 16'' کی صورت موجود ہے۔

بتاریخ ۳ رجب ۱۳۶۸ھ بروز یک شنبہ ظہر کے بعد ذکر مذہب شیعہ کا ہوا۔ حضرت قطب عالمؒ نے فرمایا یہ بھی عجب مذہب ہے اصحاب ثلاثہ کی دشمنی کا تعصب ان کے دلوں میں ایسا جم گیا ہے کہ جس کے سبب سے خدا کے قرآن (حضرت کی احادیث اور تمام اقوال آئمہ کرام سے بھی روگردان ہونا یہ منظور کرتے ہیں) مگر ایک صحابہ ثلاثہ کی دشمنی کا چھوڑنا مجبور سمجھتے ہیں۔ چونکہ خدا کے قرآن میں ان صحابہ کے فضائل ہیں۔ اس واسطے تو اس کو غلط کہہ کر چالیس سیپارے کا قرآن لوگوں میں سناتے ہیں۔ اور اسی طرح احادیث صحاح ستہ میں بھی حضرت نے ان کا شان بیان فرمایا ہے۔ اس لیے تو اس تمام صحاح ستہ سے بھی انہوں نے انکار کر دیا ہے۔ اور تمام آئمہ اکرام نے بھی ان کی تعریفیں کی ہیں۔ جس سبب تو ان کے اقوال کو بھی یہ احاد وغیرہ کہہ کر جھٹلاتے ہیں۔ اور بھی تمام صحابہؓ و اولیاء کرام نے بھی ان کی متابعت کی ہے۔ تبھی تو سب حضرت ﷺ کے اصحابؓ عالی جناب اور آپ کے ازواج مطہرات کو بھی یہ بُرا

بکتے ہیں۔ کسی اولیاء کرام کو بد کلام کرنے سے نہیں ڈرتے۔ اور بھی ان سب کی ضد کے سبب تو انہوں نے تمام شریعتِ رسول علیہ السّلام کے برعکس اپنے مسائل بنائے جیسا کہ سلام۔ وضو۔ اذان، نماز، جنازہ۔ نکاح وغیرہ پس اسی طرح تو اور بھی تمام شرع شریف کے مخالف انہوں نے اپنا مذہب بنایا۔ جس سے اپنے ایمان کا بھی نقصان اُٹھایا۔ مگر اس اپنی ضد کو نہ چھوڑا۔ اے عزیز! تعصّب بری بَلا ہے۔ یہ دیدہ دانستہ انسان کو نقصان منظور کراتا ہے۔ لیکن اِس ضد سے ہٹنے نہیں دیتا۔ پھر اصحابِ ثلاثہ کے نقص لوگوں میں یہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ اصحابِ ثلاثہ نے جنابِ علیؓ سے خلافت جبراً چھین لی۔ اور باغ فدک بھی حضرت خاتونِ جنت علیہا الرحمت سے انہوں نے جبراً لے لیا۔ اور بھی کچھ اسی طرح کے الزام صحابہؓ کو لگاتے ہیں۔ جب کسی علما نے ان باتوں کا ثبوت مانگا۔ تو سوائے نکتہ بازی اور زبان درازی کے اور کچھ نہ نکلا۔ اس دُعا گو کو جب کتاب ''شوائط لبرقات'' کے لکھنے کا موقعہ ہوا۔ تو اکثر ان کی بڑی بڑی معتبر کتابوں کا بھی ملاحظہ کرنا پڑا، جن میں سے ہر ایک صاحبان کی مختلف روائیات اور علاحدہ علاحدہ دلائل لاطائل کے سوا تو ان سے کسی بات کا ثبوت مضبوط نہ پایا۔ پس یہ ہر ایک بات جو میں نے بیان کی ہے۔ ان سب کی تصدیق اور صحت تو ''شوائط البرقات'' کے دیکھنے سے ہوسکتی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ مذہب تو پہلے ملک ایران میں قوت پاکر جوان ہوا تھا۔ پھر کسی زمانہ کے بعد ملک ہندوستان شہر لکھنوء میں یہ وارد ہوا۔ لیکن اور بھی کہیں کہیں جگہ اس کا اثر پہنچ گیا۔ چونکہ وہ زمانہ مسلمان بادشاہوں کا تھا۔ اور شریعت کا اس میں زور تھا۔ اس واسطے اس مذہب کا نام تک بھی مشہور نہ ہوا تھا۔ اب جو زمانہ آزادی کا ہے۔ اور شریعت بھی اس میں مغلوب ہوگئی۔ خدا اور رسول ﷺ کا بھی ڈر نہیں رہا۔ اس سبب یہ مذہب اب ایسا پھیل گیا ہے کہ ہر ملک ہر شہر ہر بستی میں اسی کا چرچا ہو رہا ہے۔ دوسرا اب مرثیہ خوانوں کی بدولت اس مذہب کی زیادہ ترقی ہوتی جاتی ہے۔ کیونکہ خدا کے قرآن اور حضرت کی احادیث پر تو کوئی رجوع کرتا ہی نہیں۔ صرف مرثیہ خوانوں کی شعر سازی پر لوگ راضی ہوکر ان کی جھوٹی روائتوں کو سند پکڑے جاتے ہیں۔ کہ جن کی مذمت خدا تعالیٰ قرآن میں اس طرح فرماتا ہے۔ **وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِىْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا** یعنی شاعروں کی بات پر وہی چلتے ہیں جو بے راہ ہیں۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ وہ ہر میدان میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ بات کہتے ہیں جو ان میں نہیں ہوتی مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام کیے اچھے اور ذکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا بہت۔ پس محبتِ کبریا اور ذکرِ خدا کے سوائے تو شعر کہنا و پڑھنا اور سُننا بھی خطا ہے۔ پھر اس خطا کو اُلٹا رَوا سمجھ کر لوگ اس پر مبتلا ہو رہے ہیں۔ اور ان کی شعر سازی پر راضی ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس مذہب کی کثرت اور شعر سازی کو دیکھ کر اب تو بڑے بڑے آدمی بھی اس میں پھنس گئے ہیں۔ کہ جن کے جدّ بزرگوار بڑے کامل اولیاء اللہ ہوئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت غوث بہاؤالدین ملتانی علیہ الرحمت کی اولاد بھی اِسی طرح بہت بزرگوں کی اولاد اس مذہب کو اختیار کررہی ہے۔ ہم افسوس کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے گذشتہ بزرگوں کی پیروی اور طریقے کو بھی نہیں دیکھتے اور نہ ان کی کہیں چال و اقوال کو پکڑتے ہیں صرف زمانہ کی رسم وکثرت کو پسند کئے جاتے ہیں۔ اقوام سادات نے تو ادنیٰ اور اعلیٰ تک اس مذہب کو اپنا فخر سمجھ لیا ہے۔ بلکہ اس کو اپنا آبائی اجدائی مذہب کہتے ہیں۔ حالانکہ ایک یا دو حد تین پشتوں سے پہلے تو ان کے باپ، دادا بیچارے اس مذہب کا اچھی طرح نام بھی نہ جانتے تھے۔ اور ہمارے خاندان حضرت پیر شیخ اسماعیل علیہ الرحمت کی اولاد پیر محل میں تو اس دُعا گو کے دیکھنے

ہی سے یہ مذہب شروع ہوا ہے۔ چونکہ ہم میں سے سید کرم شاہ اور سید راجہ شاہ نے اوّل اس مذہب کو اختیار کیا ہے۔ یہ دونوں صاحبان بھی آدھی عمر تو پہلے اپنے بزرگوں کی پیروی پر مذہب اہلسنت والجماعت تھے۔ پیچھے اس مذہب کو اختیار کیا۔ سید کرم شاہ صاحب فوت ہو گئے ہیں اور راجہ شاہ اب بھی موجود ہے۔ باقی ہمارا خاندان زمانہ کی کثرت اور انہی صاحبان کو دیکھ کر سب شیعہ کہلاتے ہیں۔ ہم افسوس کرتے ہیں۔ کہ یہ ہمارے بھائی نہ تو اپنے سابقہ بزرگوں کی پیروی کو دیکھتے ہیں۔ نہ ان کی کتابوں کا کچھ ملاحظہ کرتے ہیں۔ کہ وہ کس مذہب پر تھے۔ اور کون ان کا طریقہ تھا۔ صرف ایک دوسرے کی دیکھو دکھائی کر کے آپ اپنا مذہب چلائی جاتے ہیں۔ اور یہ بھی ہم اپنے بھائیوں سے عرض کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے لے کر آج تک قریباً چالیس پشتیں گزری ہیں۔ کہ ان میں سے اکثر ہمارے بزرگ بہت عالم اور بڑے بڑے کامل اولیاء اللہ ہوئے ہیں جن کی تو تصنیف شدہ کتابیں بھی موجود ہیں۔ اور ان کی پیری و مریدی کا سلسلہ بھی آج تک جاری ہے۔ اگر ہمارے بھائی ان پشتوں میں سے کسی ایک کو شیعہ ثابت کر دکھلاویں تو ہم ان کا دعویٰ اور مذہب تسلیم کر لیں گے۔ اور اگر ہم اپنے دادا سے لے کر جناب امیر علیہ السلام تک سب کے سب کا مذہب اہلِ سنت والجماعت ثابت کر دیویں تو پھر چاہیے کہ یہ ہمارے بھائی اس شیعہ مذہب کو چھوڑ کر اپنے جدِ بزرگوار کا مذہب وطریقہ اختیار کر لیں۔ پس انصاف کا تو یہی راہ ہے۔ باقی مرض تعصب لا دوا ہے۔

اب ہم اُن بزرگوں کا حال بھی کچھ اس جگہ تحریر کرتے، مگر طول کے سبب منقول نہیں کیا۔ خیر کچھ بطورِ نمونہ ایک اپنے اس بزرگ کا قول لکھتے ہیں۔ جو تمام سادات بخاری کا باپ ہے اور جن کا علم اور بزرگی بھی اظہر من الشمس عیاں ہے۔ یعنی حضرت سید جلال پیر مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ اپنے ملفوظ شریف میں جو مطبع انصاری واقعہ دہلی ۱۳۹۰ھ جلد اوّل صفحہ ۳۴۷ پر فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میرا چند رافضیوں کے ساتھ کچھ مذہبی مناظرہ ہوا۔ انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں پوچھا۔ **اَیُّ مَذْھَبُکَ** یعنی کون تیرا مذہب ہے۔ میں نے کہا۔ **مَذْھَبُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اِلٰی اَجْدَادِنِیْ بُخَارِی** یعنی مذہب میرا امام ابو حنیفہؒ کا ہے معہ جملہ آباؤ اجداد کے بخارا۔ میں پسِ ہمارے تمام بزرگوں معہ آئمہ کرام کے اہلِ سنت والجماعت ہونے کا تو یہی ایک قول بسیار یک مشتِ نمونہ خردارے ہے۔ خداوندِ کریم ہر مومن مسلمان کو بدعت وگمراہی سے بچائے۔ اور راہ اپنی ہدایت کا دکھائے آمین۔

اس کے مطابق جناب قبلہ وکعبہ ہادی رہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہٗ نے فرمایا تھا۔ کہ میرے والد قبلہ گاہ حضرت علی شیرؒ کی مجلس میں ایک دن ذکر مذہب شیعہ کا ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ جب امام مہدی آخر الزماں علیہ السلام ظہور فرماویں گے تو بحکم ان کے کتنے ہزار سید قتل کیے جاویں گے۔ میں نے عرض کی کہ وہ جو سید نہیں اور آپ کو سید کہلاتے ہیں۔ فرمایا خاص سید صحیح النسب جو بدمذہب اہلِ بدعت ہیں۔ حضرت ﷺ کی پیروی اور شریعت کے برخلاف ہیں۔ اور اُن کے ازدواجؓ کو بُرا بکتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا۔

اہل تشیع کا رد اور مقابلہ:۔

حضرت قطب عالمؒ نے اپنی تصنیفات میں اہل تشیع کی کتابوں کا ایسا جواب دیا ہے کہ آج بھی انہیں پڑھ کر شیعہ حیران ہو جاتے ہیں۔ پیر کرم شاہ جو حضور کے رشتہ دار اور حکیم بھی تھے (پیر سید اسرار حسین شاہ نے ضمناً فرمایا، خورشید احمد شاہ کے والد) انہوں نے حضور سے مقابلہ کے لیے اہل تشیع کا مرکز ''لکھنو'' سے بھی عالم بلوائے مگر وہ شرمسار ہو کر چلے جاتے۔ حضور طویل مناظرہ نہ فرماتے۔ بس دو تین باتیں ہی ایسی فرما دیتے کہ وہ لوگ لاجواب ہو

جاتے، ملک محمد نواز کھوکھر کی روایت میں ہے ”ایک روز میں جا رہا تھا میرے آگے پیر کرم شاہ تھا میں نے اپنے کانوں سے سنا وہ حیران ہو کر کہتا جا رہا تھا“ نہ جانے اس شخص (حضرت قطب عالم) کے پاس کیا چیز ہے ”ہم عالم بلا بلا کر تھک گئے ہیں“ یہ دو تین باتوں میں ہی انہیں لاجواب کر دیتا ہے“ حالانکہ وہ سید صاحب تھے اور عمر رسیدہ بھی تھے میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا ”شاہ صاحب! آپ کے پاس کذب ہے اور حضور کے پاس صداقت ہے، ہمیشہ غالب حق ہی آتا ہے“ وہ چلتے رہے، ان کا ایک شاگرد پیر مہنگائے شاہ ہوتا تھا، وہ بھی کئی مرتبہ حضور کے پاس آیا اور ہمیشہ شرمسار ہو کر گیا۔

حاضر جوابی:۔

ایک مرتبہ حضور کی برادری کے چند اشخاص مذہبی مباحثہ کے لیے اپنے ایک مشہور عالم کو دربار شریف پر لائے حضور اس وقت گھر میں تھے، اُس نے آتے ہی کچہری میں اہل سنت والجماعت کے خلاف باتیں شروع کر دیں، درویش خاموش رہے، حضرت قطب عالمؒ اشراق کے بعد گھر سے باہر تشریف لائے تو وہ شیعہ مولوی بیان کر رہا تھا کہ مذہب اہل سنت والجماعت رسول اللہ ﷺ سے عرصہ تین سو سال بعد میں شروع ہوا، پہلے مذہب تو صرف شیعہ ہی تھا، حضرت قطب عالمؒ کو دیکھ کر سب استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے، آپ اُن کی گفتگو سنتے آ رہے تھے، حضور نے دریافت فرمایا، مولوی صاحب! آپ کچھ بیان کر رہے تھے؟ اُس نے کہا میرے ساتھیوں نے مجھ سے پوچھا مذہب اہل سنت حضور علیہ السلام کے زمانے میں تھا؟ میں انہیں بتا رہا تھا کہ پہلے صرف شیعانِ علی تھے، اہل سنت حضور علیہ السلام کے تین سو سال بعد ہوئے، حضرت قطب عالمؒ نے اُسے سنانے کے لیے تین بار ”الحمدللہ“ پڑھا اور فرمایا ”مولوی صاحب! ہمیں عرصہ سے ایک عُقدہ تھا کہ شیعہ لوگ کہتے تھے سیدنا امام حسینؓ کے قاتل اہل سنت ہیں مگر دل نہیں مانتا تھا کہ یہ غریب لوگ اتنا ظلم کیسے کر سکتے ہیں مگر آج وہ عُقدہ آپ کی زبانی حل ہو گیا کہ اہل سنت حضور علیہ السلام سے تین سو سال بعد میں ہوئے، پہلے سب شیعہ تھے تو ثابت ہو گیا کہ یہی بے ایمان شیعہ لوگ تھے جنہوں نے امام پاکؓ کو شہید کیا؟ حضور کا اتنا فرمانا تھا کہ شیعہ مولوی کے بچے مَر گئے اور اس کے ساتھیوں کے منہ شرم سے جھک گئے اور کہا راستے میں تو بڑی باتیں کر رہا تھا، سوچ سمجھ کر زبان سے کچھ کہنا چاہیے تمہارے علم نے تو ہمیں ہی امام پاک کا قاتل بنا دیا اور نہایت شرمندہ ہو کر چلے گئے۔

ایسا ہی ایک واقعہ بھُسی (موجودہ خورشید آباد) میں بھی رونما ہوا، پیر سردار شاہ نے اپنے ہاں کسی تقریب پر حضور قطب عالم کو مدعو فرمایا، رشتہ داری کی وجہ سے حضور تشریف لے گئے، وہاں انہوں نے ایک شیعہ مولوی بلایا ہوا تھا۔ رش کی وجہ سے حضور نے اپنے درویشوں کو فرمایا اپنے جوتوں کا خیال رکھنا، انہوں نے جوتے اُٹھا کر اپنے پاس رکھ لیے تو شیعہ مولوی نے طنزاً کہا ”جوتے چرانے کے لیے پیچھے کوئی سنی تو نہیں آ گیا جو اس قدر احتیاط کر رہے ہو“ درویش خاموش رہے مولوی صاحب کی شامت اس طرح آئی کہ سٹیج پر موجود قرآن پاک اُٹھایا اور لوگوں سے کہا میں حلفیہ کہتا ہوں، مذہب تو ابتداء سے صرف شیعہ ہے۔ یہ سنی لوگ حضور علیہ السلام سے تین سو سال بعد ہوئے، اس وقت حضرت قطب عالم نے فرمایا، بات واضح ہو گئی ہے تم نے خود ہی اقرار کر لیا جس وقت سیدنا امام حسین شہید ہوئے اس وقت اہل سنت نہیں تھے، یہ ظلم تم لوگوں نے انجام دیا اور اب ماتم بھی تم ہی کرتے ہو؟ مولوی صاحب لاجواب ہو گئے، سادات نے بازو سے پکڑ کر سٹیج سے نیچے اُتار دیا اور اسے برا بھلا کہنے لگے کہ تم نے ہمیں بھری محفل میں شرمندہ کر دیا۔

ایک رشتہ دار کا شکوہ:۔

حضرت قطب عالمؒ کی برادری میں ایک شخص سید چراغ شاہ جو رشتہ میں آپ کا چچا لگتا تھا ایک روز حضور کے پاس آ کر کہنے لگا ''تمہاری وجہ سے ہماری ذات (سید بخاری) بدنام ہو گئی ہے'' آپ نے فرمایا ''تمہارا سب سے بڑا عالم جو ہے اُسے بلا کر ہم سے بات کرا لو، ہم کسی انصاف پسند تحصیلدار کی عدالت میں جا کر اپنا اپنا موقف پیش کرتے ہیں اگر تم جھوٹے ہو گئے تو ہمارا مذہب اہل سنت والجماعت تمہیں قبول کرنا ہوگا اور اگر ہم جھوٹے ہو گئے تو شیعہ ہو جائیں گے، تمہارا مذہب ہمارے خاندان یعنی بخاری سادات کا بالکل نہیں ہے یہ تو میرے دیکھتے ہوئے تمہارا والد راجے شاہ لایا تھا، ہم نے تو اپنے ہادی راہنما حضرت سید چراغ علی شاہؒ کی مہربانی سے تمہارے خاندان کو اسلام سے امداد دی ہے، جاؤ میاں! اسلام سیکھو، صرف ماتم کر لینا اسلام نہیں'' حضرت قطب عالمؒ اپنی برادری سے فرماتے ''تم حضرت علیؓ سے لے کر ہمارے قریبی جد امجد شیخ اسماعیلؒ تک شیعہ ثابت کرو، ہم شیعہ ہو جائیں گے، اور اگر ہم اپنے اسلاف کی تصانیف سے انہیں اہل سنت ثابت کریں تو انصاف کا تقاضا ہے تم بھی شیعہ مذہب چھوڑ کر اپنے بزرگوں کا مذہب اور طریقہ اختیار کرو'' جس سے وہ لاجواب ہو جاتے۔

رشتہ داروں پر خصوصی عنایت (صلہ رحمی):۔

پیر کرم حسین شاہ سکنہ چاہ آڑی والہ سے روایت ہے، پیر مہر شاہ (سید محمد حسین شاہ کا والد) باقر والہ سے بیمار تھا۔ حضرت قطب عالمؒ ان کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے، وہاں اور بھی سادات اور مستورات ان کے پاس تھے، حضور نے فرمایا، آپ لوگ ایک طرف اُٹھ جائیں میں نے مہر شاہ سے کوئی بات کرنی ہے وہ سب اُٹھ گئے تو حضور نے اُن پر خصوصی مہربانی فرمائی اور اللہ، اللہ سمجھائی، پھر اُن کا خاتمہ اس طرح ہوا جیسے بزرگوں کا ہوتا ہے، ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا ''مہر شاہ کے نصیب میں نعمت تھی، آخری وقت انہیں مل گئی'' پھر پیر راجے شاہ کے متعلق فرمایا، جب اُن کا آخری وقت آیا میں بیمار پرسی کے لیے گیا اور ان کے ورثاء سے کہا مجھے ملاقات کرنے دو، مگر اُنہوں نے مجھے ملنے نہ دیا اگر وہ مجھے ملنے دیتے تو راجے شاہ پر ایسی توجہ کرتا کہ محروم نہ جاتا۔ مگر یہ نعمت اُس کے نصیب میں نہ تھی''۔

حضور قطب عالمؒ فرمایا کرتے ''کچھ لوگوں کو یہ نعمت آخری وقت میں نصیب ہوتی ہے اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جنہیں ساری زندگی نصیب نہیں ہوتی''۔

چہرۂ قطب اور ہندو کی گواہی:۔

حضرت قطب عالمؒ ایک مرتبہ ریل گاڑی میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ ایک شیعہ نے خوامخواہ حضور سے مناظرہ اور بحث شروع کر دی لہٰذا طرفین سے سوال و جواب ہوتے رہے۔ گاڑی میں ایک ہندو بھی یہ سوال و جواب سنتا رہا۔ حضور جب ''پیر محل'' کے سٹیشن پر اُترنے لگے تو وہ ہندو اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس شیعہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ کہ دیکھو صاحب میں آپ حضرات کا مناظرہ سنتا آیا ہوں۔ طرفین سے برابر سوال و جواب ہوتے رہے۔ جن کی مجھے کچھ سمجھ نہیں ہے۔ لیکن ایک بات میں یقین سے بتائے دیتا ہوں۔ کہ آپ نوجوان ہیں۔ اور یہ بزرگ ستر، اسی سال کے لگ بھگ معلوم ہوتے ہیں۔ مگر آپ کا چہرہ بے رونق ہے۔ اور اُن کے چہرۂ مبارک پر گویا دو جہان کا نُور برس رہا ہے۔ لہٰذا آپ بالکل جھوٹے ہیں۔

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا:۔

راقم الحروف نے بزرگ درویشوں کی زبانی سنا۔ حضرت قطبِ عالمؒ کے خلاف شیعہ روساء نے ایک مراثی سے غلیظ نظم لکھوائی۔ جنہیں وہ اکثر اپنی مجالس میں سنا کرتے اور اس کارنامہ کا اُسے معاوضہ ملتا۔ ایک مرتبہ وہ مراثی سندھیلیانوالی شریف کے بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک درویش نے اسے پہچان لیا اور پکڑ کر دربار شریف لے آیا۔ درویش اُسے سزا دینا چاہتے تھے۔ حضرت قطبِ عالمؒ کو پتہ چلا تو آپ نے منع فرمادیا۔ کہ اسے کوئی کچھ نہ کہے اور اُس مراثی پر بڑی عنایت سے پیش آئے۔ آخر خود ہی فرمایا۔ سنا ہے تو نے میرے بارے میں کوئی نظم بنائی ہے۔ جو ہماری شیعہ برادری میں بڑی مقبول ہے۔ لہٰذا مجھے بھی سناؤ۔ اب وہ کیسے سناتا وہ تو سراسر لغو تھی۔ خاموش کھڑا ہے۔ حضور نے اسے یقین دلایا کہ تمہیں کوئی کچھ نہ کہے گا۔ بس وہ نظم سنا دو اور پھر چلے جانا۔ آخر شرمندگی سے منہ لٹکائے۔ اس نے نظم پڑھنی شروع کی۔ آخری مصرعہ پر وہ کہتا تھا۔ ''مارو نعرہ حیدرؓ دا'' تو شیعہ لوگ نعرۂ حیدری لگاتے تھے۔ جب یہاں پہنچا تو حضور نے روک دیا اور فرمایا اب انصاف سے کہنا۔ یہ تو نے جس کا نعرہ لگوایا ہے۔ سچ بتاؤ یہ تیرا دادا ہے کہ میرا؟ پس پھر کیا تھا، نگاہِ ولایت اپنا کام کر گئی اور اُس مراثی کی شقاوت، سعادت میں بدل گئی۔ فوراً قدموں سے لپٹ گیا اور دستِ بیعت سے مشرف ہو کر بقیہ زندگی دربار شریف پر ہی گزار دی۔

خِرد کے پاس خبر کے سِوا کچھ اور نہیں — تیرا علاج نظر کے سِوا کچھ اور نہیں

ایک سید صاحب کا بطور آزمائش مراثی بن کر آنا:۔

میاں بہادر خان بلوچ (حضور کے تانگے کا کوچوان) سے روایت ہے ایک سید صاحب جو شیعہ عقائد رکھتے تھے۔ حضور کی برادری نے بطور آزمائش انہیں کہا، تم مراثی بن کر آپ کی خدمت میں صدا لگاؤ اور ایسی چیز مانگنا جو آپ نہ دے سکیں، ہم تمہیں انعام واکرام سے نوازیں گے، پوہ (دسمبر) کا مہینہ تھا، وہ مراثی بنکر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مجلس میں جناب کی مدح (پنجابی نظم) بنا کر پیش کی اور صدا لگائی آپ ولی اللہ ہیں مجھے پیلو کا دان دیں (جووَن کے درخت کا میوہ ہے اور غالباً جون، جولائی میں پکتا ہے) حضور نے فرمایا۔ میں تو خداوند کریم کا ایک محتاج بندہ ہوں اور یہ بات میرے اختیار میں نہیں کہ بے موسم پھل تجھے مہیا کروں، ہاں اگر نقد وجنس یا مال، مویشی چاہیے تو حسب توفیق تمہیں دے سکتا ہوں۔ مگر وہ بضد ہوا اور بدتمیزی پر اُتر آیا کہ یا تو آپ ولی اللہ نہیں، اگر ولی اللہ ہیں تو مجھے پیلو کا دان دیں، حضور نے اپنی منکسر المزاج طبیعت کے پیش نظر فرمایا ''بھلا ہم نے کب کہا ہے کہ ولی ہیں تو خود ہمیں ولی کہہ رہا ہے''، الغرض دو دن وہ اِسی مانگ پر ڈٹا رہا۔ حضور کچہری میں جب تشریف لاتے وہ آگے سے پیلو کی صدا لگا دیتا، تیسری رات کا واقعہ ہے ''گھیالہ کنوئیں'' پر حضور کا ایک مزارعہ ''شاہر املوکا'' پانی لگائے ہوئے تھا، اس کی بیوی نے حقہ پر چلم بھرنے کے لیے ایک وَن کے نیچے آگ جلائی اور اُس کی تپش میں بیٹھ گئی، اچانک اُس کی نگاہ درخت کی ایک ٹہنی پر پڑی جس پر پیلو لگے ہوئے تھے، وہ حیران ہوئی کہ پیلو کا موسم بھی نہیں ہے اور صرف ایک

ٹہنی ہے جس پر پیلو ہیں اُس نے اپنے خاوند کو بتایا تو وہ بھی متعجب ہوا اور وہ ٹہنی پیلو سمیت کاٹ کر اپنی چادر میں رکھ لی تاکہ حضور کی کچہری میں کل اسے پیش کروں گا۔ صبح ہوئی تو وہ بطور ہدیہ جناب کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ حضور نے پوچھا کپڑے میں کیا ہے؟ تو اُس نے متعجب ہو کر تمام واقعہ سنا دیا، یہ دیکھ کر آپ کی زبان مبارک پر ''سبحان اللہ وبحمدہٖ'' جاری ہو گیا، اور فرمایا دو دن سے جو صدا لگا رہا تھا اُسے بلاؤ وہ بیبا کانہ انداز میں صدا لگاتا ہوا حاضر ہو گیا آپ نے وہ شاخ پیلو سمیت اسے پکڑائی اور فرمایا ''دیکھو میرے رب قادرِ مطلق کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ بے موسم پیلو بھیج کر اپنے بندے کا بھرم رکھ لے؟'' وہ بہت نادم ہوا اور آپ کے قدموں پر گر پڑا، تب حضور نے فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی کہ سید ہو کر مراثی بنتے ہو، جسے اُس نے تسلیم کیا اور تمام واقعہ عرض کیا کہ اس طرح آپ کی شیعہ برادری نے بطور آزمائش مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے، اور ایک کتاب ''رمی الجمرات'' بھی پیش کی جو اہل تشیع کی معتبر کتابوں میں سے تھی، تاکہ اسے پڑھ کر آپ سے بحث مباحثہ کروں پھر وہ پیلو شاخ سمیت لے کر حضور کی سادات برادری کے پاس گیا اور انہیں دکھا کر خوب شرمندہ کیا، اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر دست بیعت کے لیے عرض گزار ہوا، مگر حضور کچھ دن اُسے ٹالتے رہے آخر شیر یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانیؒ کی سفارش پر اسے معافی ہوئی اور بیعت سے مشرف ہوا، بعد ازاں حضور نے اس کی پیش کردہ کتاب کا جواب ''شوائظ البرکات فی ردرمی الجمرات'' کے نام سے قلمبند فرمایا اور ہر سوال کا ایسا دندان شکن جواب دیا کہ آج تک یہ کتاب بڑے بڑے علماء سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہے۔

مختلف علاقوں میں واعظ مقرر کرنا:۔

حضرت قطب عالم کو دین کی تبلیغ و اشاعت کا بڑا شوق تھا، اُس زمانے خاندانِ سادات میں شیعہ مذہب ایک سیلاب کی طرح آ رہا تھا، اس کے سدِّ باب کے لیے حضور ہمیشہ صفِ اوّل میں رہے، جہاں خود نہ پہنچ سکتے وہاں اپنے مقرر کردہ نمائندے بھیج دیتے، نواح جراحی میں شیعہ مذہب پھیلا تو حضور فکر مند ہوئے، سید ناصر الدین شاہ سے روایت ہے میں نے پیر سید فضل حسین شاہ کی زبان مبارک سے سنا ''ایک دن حضرت قطب عالمؒ تشریف فرما تھے، ارشاد ہوا ''میرا دل چاہتا ہے، کہ جراحی میں ایک سال وعظ ہو مگر آدمی کوئی نہیں جو وعظ کرے'' میں (سائیں فضل پاکؒ) نے عرض کی، آپ مولوی نور محمد (چک 17 والے) کو فرمائیں وہ وعظ کرے، ارشاد ہوا ''وہ وعظ تو کرے مگر اسے کرنے کون دے گا؟'' تھوڑی دیر آپ خاموش ہو گئے پھر فرمایا ''ابھی دیر ہے'' میں یہ سمجھتا ہوں حضرت قطب عالمؒ کی اُس نظر مبارک نے مجھ ناچیز (سید ناصر الدین) کو شیعوں سے نکال لیا، پھر میں اور مولوی نور محمد اکٹھے جراحی میں وعظ کرتے رہے۔

بعض اہل تشیع پر نگاہِ قطب کا فیض:۔

حضرت قطب عالم کی نگاہِ فیض سے کئی اہل تشیع بہرہ ور ہوئے اور مذہب اہل سنت والجماعت اختیار کر کے دارین میں فلاح حاصل کی، ایسے کئی واقعات ہیں، بطور نمونہ یہاں صرف تین نقل کرتا ہوں۔

☆میاں اللہ بخش حجام کی روایت میں ہے ''ایک شیعہ مذہب کا آدمی جس کا نام ''غلام محمد'' تھا اور زرگری کرتا تھا مرید ہونے کے لیے آیا، حضور نے اُس پر ایسی نظر کرم فرمائی کہ وہ مجذوب ہو گیا''۔

☆میاں لال کمہار سے مروی ہے ''ٹاٹا پور سے ایک شیعہ مولوی حضور کی کچہری میں آیا، اُن دنوں آپ حقہ پی لیتے تھے، حضور کی مجلس میں حقہ لایا گیا تو آپ نے اُس روز نہ پیا، مولوی صاحب کے دل میں خیال گزرا، ''عجب معاملہ ہے، پیر کامل ہو کر حقہ پیتا ہے'' تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ خود مولوی صاحب کو حقہ کی طلب ہوگئی، آخر رہ نہ سکا اور عرض کی، اگر اجازت ہو تو حقہ پی لوں، آپ نے فرمایا اجازت ہے، جو چاہے پی لے، مولوی صاحب نے حقہ کے دو ہی کش لگائے تھے کہ پیچھے گر پڑے اُن پر کیفیت طاری ہوگئی اور بے ساختہ کہنے لگے ''جس نے حق کو پانا ہے وہ حقہ پی لے''، یعنی پہلے معترض ہو رہے تھے اچانک یہ حالت ہوگئی۔

☆میاں امیر بخش نول سے روایت ہے ''ایک شخص اللہ یار، دل میں حضور سے کدورت رکھتا تھا کہ آپ شیعہ مذہب کے خلاف کیوں ہیں؟ ایک دن وہ بُرے ارادے سے حاضر ہوا جب قریب پہنچا تو حضور نے فرمایا ''تم اللہ یار ہو'' حضور کے الفاظ کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً قدموں پر گر پڑا، اور رو رو کر معافی کا خواستگار ہوا۔

پیر غلام حسین شاہ پر فیضانِ قطبیہ:۔

پیر کرم حسین شاہ سکنہ چاہ آڑی والہ سے مروی ہے ''پیر غلام حسین شاہ (سید آفتاب احمد شاہ کے والد) پہلے شیعہ تھے، انہوں نے خواب میں دیکھا ایک کمرہ ہے جس میں رسول پاک ﷺ اور حضورِ قطب عالم تشریف رکھتے ہیں، میں چاہتا ہوں کمرہ میں داخل ہو کر زیارت فیض بشارت حاصل کروں مگر کوئی سیڑھی مجھے نہ ملی جس کے ذریعے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتا، میں اس کمرہ کے چاروں طرف چکر لگا رہا ہوں، اسی کشمکش میں آنکھ کھل گئی، صبح حضور قطب عالم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک عرضی بطور عاجزی لکھ کر پیش کی تاکہ مجھے بیعت کر لیں مگر کسی پر ظاہر نہ کریں، کیونکہ میرے والد اور گھر والے شیعہ ہو چکے تھے اور انہیں خبر نہ ہو، حضور قطب عالمؒ نے عرضی پڑھی تو فرمایا ''ہم تو ظاہر نہ کریں گے مگر تم خود ہی ظاہر ہو جاؤ گے'' پھر کیا تھا مرید ہونے کے بعد پیر غلام حسین شاہ پر حضور کا ایسا فیض ہوا کہ ان کے ساتھ جماعتیں ہوتی تھیں اور بڑی خلقت آتی تھی۔

وہابی تحریک کا سدّ باب:۔

حضرت قطب عالمؒ کے زمانہ میں وہابی تحریک آہستہ آہستہ لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی اور اس کا اثر سب سے زیادہ اہل سنت والجماعت کے نیک دل، سادہ لوح عوام الناس پر ہو رہا تھا جو اپنی سادگی اور بے علمی کی وجہ سے ایمان کے راہزنوں کو دین کا خادم سمجھ رہے تھے، حضور نے بروقت اس گروہ کا نوٹس لیا اور اہل سنت والجماعت اور ان کے مابین جو متنازعہ امور تھے رسالہ ''حیات النبی ؐ'' کے نام سے ان کی بھرپور انداز میں وضاحت فرمائی، اور قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے عقائد کو ہی سلف صالحین اور اصحاب کبار کا طریقہ ثابت کیا، رسالہ ''حیات النبی ؐ'' خاص طور پر وسطی پنجاب میں ان دنوں بہت مقبول ہوا، جس کا سارا کریڈٹ جناب کی ذات والا صفات کو جاتا ہے،

اس رسالہ کا تفصیلی تعارف ''تصنیفاتِ عالیہ'' والے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

وصل اور فصل:۔

میاں کریم بخش ہراج سے روایت ہے ایک مرتبہ دربار شریف پر کوئی مولوی صاحب آئے جو وہابی خیال رکھتے تھے اور درویشوں سے ادب و تعظیم کے بارے بحث مباحثہ کرنے لگے درویش ان کی گستاخانہ گفتگو سے انہیں شاید سزا دیتے، مگر حضرت قطب عالمؒ نمازِ ظہر کی نماز کیلئے گھر سے جلوہ افروز ہوئے اور آہستہ، آہستہ درویشوں کے ساتھ مولوی صاحب کا جھگڑا سنتے آئے، قریب پہنچ کر حضور نے فرمایا ''بحث مباحثہ کا کوئی فائدہ نہیں، بات دراصل یہ ہے کہ وصل والی آیات جو خدا اور رسول کو ملاتی ہیں وہ ہم نے قبول کر لی ہیں اور فصل والی آیات جو خدا اور سول کو جدا کرتی ہیں وہ انہوں نے منظور کر لی ہیں، ہم بھی سچے ہیں اور یہ بھی، قصور کسی کا نہیں اس طرح بحث ختم فرما دی۔

قدم بوسی پر اعتراض:۔

میاں سمند کھرل سے مروی ہے ایک وہابی حضور کی مجلس میں آیا کسی درویش کو قدمبوسی کرتے ہوئے دیکھا تو آپ سے کہنے لگا ''اسے ایک لگائیں (تھپڑ) حضور نے فرمایا ''اسے پہلے ہی لگی ہوئی ہے''

دل میں طوفانِ وفا، آنکھوں میں سیلِ اشتیاق ... زاہدو! پہلے مذاقِ عاشقی پیدا کرو

مولوی ضیاء الحق کا انجام:۔

مولوی ضیاء الحق وہابی تھا اور ''دلووں کے گاؤں'' میں امام مسجد تھا، وہاں اس کا درویشوں سے مناظرہ ہو گیا، درویشوں نے کہا آؤ سند ھیلیانوالی شریف چلتے ہیں، وہاں تم بات کر لینا، اُس نے کہا میں وہاں نہیں جاتا البتہ شیخ فاضل میں خواجہ نور محمد سہوؒ کے پاس آتا ہوں۔ درویشوں نے حضرت قطب عالمؒ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے، تم اسے وہاں لے جاؤ۔ شیخ فاضل پہنچے وہاں ابھی نماز پڑھ رہے تھے کہ خواجہ نور محمد بھی آ گئے، نماز کے بعد مولوی صاحب نے خواجہ صاحب سے مسئلہ علم غیب اور حاضر و ناظر پر گفتگو شروع کر دی، خواجہ صاحب نے کہا ''حضور علیہ السلام کو علم غیب اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اور آپ ﷺ خداوند کریم کی دی ہوئی طاقت سے حاضر و ناظر بھی ہیں'' مولوی ضیاء الحق نے کہا اگر حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں تو مجھے دکھاؤ؟، انہوں نے کہا تم خدا دکھاؤ میں مصطفیٰ دکھاتا ہوں، تکرار بڑھا تو لوگ جوش میں آ گئے اور انہوں نے مولوی صاحب کو پکڑ کر خوب زدوکوب کیا، درویشوں نے واپس آ کر حضور قطب عالمؒ کو بتایا تو آپ مسکرانے لگے، ایک درویش نے واپسی کی اجازت مانگی، حضور نے فرمایا کل میری کتاب ''حیات النبیؐ'' لے کر جانا اور خواجہ نور محمد کو دے دینا، اُس نے دوسرے روز مذکورہ کتاب خواجہ صاحب کو لا کر دی تو وہ بڑے خوش ہوئے اور مندرجات کتاب کی تعریف کی۔

لوگوں میں وعظ و نصیحت کا اہتمام:۔

حضرت قطب عالم دین کی تبلیغ و اشاعت میں نہ صرف خود سرگرم عمل رہتے بلکہ عوام الناس میں بھی یہ سلسلہ جاری رکھنے کے لیے موقع کی مناسبت سے علمائے اہل سنت کو بلایا کرتے، مختلف علاقہ جات میں تبلیغ کے لیے اپنے مریدین جو عالم ہوتے بطور نمائندہ بھیجتے، مولوی نور اللہ صاحب جو دربارِ قطبیہ پر مدرس تھے، فتح پور

شریف اور کھوہ پاک کے دورہ جات میں حضور کے ہمراہ جاتے اور تقریریں کیا کرتے، سالانہ تبلیغی دوروں کے متعلق پیر غلام محمد جلوآنویؒ اپنے قلمی رسالہ ''شمائل قطبیہؒ'' میں لکھتے ہیں ''مولوی محمد یار صاحب سکنہ گڑھی اختیار خاں و مولوی محمد حسن صاحب ملتانی آپ کو نہایت منظور نظر تھے اُن میں سے ایک نہ ایک ضرور آپؒ کے ہمراہ ہوا کرتا، اس طرح عام لوگ بھی وعظ و نصیحت سے مستفیض ہوتے رہتے۔

مسجد کی تعمیر:۔

حضرت قطب عالمؒ نے جب دربار شریف پر مسجد کی تعمیر کا ارادہ فرمایا تو نہایت پختہ بنیادوں پر کام شروع کروایا لیکن دو مرتبہ چھت ڈالنے کے قریب پہنچ کر آپ مسجد شہید کروا دیتے کہ جیسے میں چاہتا ہوں یہ ویسے تیار نہیں ہوئی۔ تیسری مرتبہ جب چھت کے قریب پہنچی تو حضور نے پسند فرماتے ہوئے چھت ڈالنے کا حکم صادر فرمایا، معماروں نے جسارت کر کے پوچھ ہی لیا کہ پہلے دو مرتبہ بھی اسی طرح بنی تھی، مگر شہید کرنے کا مقصد ہماری سمجھ سے بعید تھا جب انہوں نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا'' ان دنوں ہمارے علاقے میں قحط پڑا ہوا تھا اور مسجد پر غرباء کو مزدوری کا بہانہ خدا ساز موقع تھا یہی وجہ تھی کہ اسے طویل عرصہ تک جاری رکھنے کے لیے دو مرتبہ مسجد شہید کی گئی۔ اب بفضل خدا لوگ آسودہ حال ہیں لٰہذا مسجد پر چھت ڈال دینا مناسب سمجھا گیا، مسجد پر چوبی چھت ڈلوائی گئی اور اسے نقش و نگار سے مزّین کیا گیا۔

باقی ماندہ اندرونی حصہ ابھی زیر تکمیل تھا کہ ایک شخص جو ریاست کپورتھلہ کے مہاراجہ کا شاہی معمار تھا اپنی ایک پریشانی کے سلسلہ میں بغرضِ دُعا حضرت قطب عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی جناب دُعا فرمائیں مجھے اس پریشانی سے نجات حاصل ہو۔ خداوند کریم آپ کی وساطت سے میری پریشانی حل فرمادے تو میری منّت ہے رضا کارانہ طور پر جناب کی مسجد میں خدمت سرانجام دوں گا، قدرتِ خداوندی سے واپسی راستے میں ہی اس کی مشکل حل ہوگئی لٰہذا وہ مسجد کے اندرونی حصہ میں نقش و نگار کی خدمت کے لیے سندھیلیانوالی شریف حاضر ہو گیا اور حضور سے عرض کی مسجد کے اندرونی نقش و نگار یا لکھائی جو کام بھی میں نے کرنا ہے اس میں دیگر معمار حصہ نہ لیں۔ بلکہ مجھے مصالحہ بناتے وقت کوئی آدمی نہ دیکھے آپ نے اس کی منشاء کے مطابق اسے مصالحہ لانے کے لیے رقم عطا فرمائی وہ اکیلا کام کرتا رہا۔ جب مسجد پایہ تکمیل کو پہنچی تو حضرت قطب عالمؒ برائے ملاحظہ تشریف لائے اور اس کے نفیس ترین کام کو سراہا۔ پھر تو حضور کے معماروں کو بھی اس فن کا اشتیاق ہوا چنانچہ میاں محمد بخش گھاڑو نے حضرت قطب عالمؒ سے سفارش کرائی تو اُس نے وہ خاص فن اسے بھی سکھایا اور تاکید کی یہ فن مغلیہ عہد سے ہمارے خاندان میں چلا آرہا ہے۔ یہ ہمارا قدیمی فن ہے اس سے عمارتوں پر نقش و نگار صدیوں تک برقرار رہتے ہیں اور ان کے رنگوں میں فرق نہیں آتا۔ لٰہذا یہ کسی اور کو نہ دینا گو یہ مسجد بہت بڑی تو نہ تھی لیکن اپنی خوبصورتی کی وجہ سے اُس دور میں بھی لوگ دیکھنے آیا کرتے تھے مسجد کے شمال کی جانب حجرہ اور اس کے ساتھ برآمدہ اور ایک کمرہ بچوں کے درس کے لیے بنایا گیا۔

پیر غلام محمد جلوآنویؒ سے مروی ہے دربار قطبیہ کی مسجد پر کام کے لیے فتح پور شریف سے آئے ہوئے درویش سرخی اور چونے کو باریک کرنے کے لیے چکیاں پیس رہے تھے کہ حضرت قطب عالمؒ کی برادری کے چند شیعہ لوگ بھی دیکھنے آنکلے اور درویشوں کو چکی پیستے دیکھ کر طنزاً کہا'' یہ تو قیدی معلوم ہوتے ہیں'' اتنے میں حضرت قطب

عالمؒ بھی تشریف لائے اوران کی بات سن کرفرمایا ''ہاں! یہ عشق کے قیدی ہیں'' اور یہ شعر پڑھا:

اسیر عشق شو کا زاد باشی　　غمش در سینہ زن شاد باشی

جب مسجد شریف کی تعمیر مکمل ہوئی تو اس کا قطعہ تاریخ آپؒ نے خود منظوم فرمایا اور ملتان کی نیلی ٹائلوں پر تحریر کرواکے مسجد کے فرنٹ پر نصب کیا گیا، قطعہ تاریخ یہ ہے۔

نالِ امداد الٰہی مسجد ہوئی تیار　　بخش بناون والیاں رب رحیم غفار

قطب علی ہور عاصیاں تو ہیں بخشن ہار　　سن تیرہ سو بتی ہجری کرو شمار

۱۳۳۲ھ کو 1913ء بنتا ہے۔ مسجد کی تکمیل کے بعد حضور نے ملحقہ 128 ایکڑ زمین مسجد کے نام وقف کر دی تا کہ اس کی آمدنی سے مسجد اور درس کے اخراجات پورے ہوتے رہیں۔ دربارِ قطبیہ کے دوسرے سجادہ نشین پیر سید اسرار حسین شاہ کے دور میں جب محکمہ اوقاف نے دربار شریف پر قبضہ کیا تو یہ اراضی بھی اوقاف میں چلی گئی۔ بعد میں دربار شریف تو اوقاف نے چھوڑ دیا لیکن یہ اراضی آج تک اوقاف کے قبضہ میں ہے اور ہر سال سجادہ نشین صاحب اسے ٹھیکہ پر لیتے ہیں، محکمہ اوقاف کی ایسی داستانیں ہر جگہ موجود ہیں، جہاں کچھ آمدنی کی توقع ہو یہ آنے میں دیر نہیں کرتے اور قبضہ جما لیتے ہیں۔

حضرت قطب عالمؒ کی تعمیر کردہ مسجد 1999ء تک موجود رہی پیر سید اسرار حسین شاہ کے وصال کے بعد جب موجودہ تعمیر کا آغاز ہوا تو سابقہ مسجد و دربار شہید کر کے انہیں دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق بڑے عالیشان انداز میں دوبارہ تعمیر کیا گیا۔

مدرسہ کا اجراء:۔

مسجد کی تکمیل کے بعد حضرت قطب عالم نے دینی علوم کو عام کرنے کے لیے دربار شریف پر مدرسہ قائم فرمایا جہاں نہ صرف حفظ القرآن بلکہ درس نظامی کا نصاب بھی پڑھایا جاتا۔ عوام الناس میں دینی جذبہ پیدا کرنا حضور کا مشن عظیم تھا۔ پیر غلام محمد جلوآنویؒ سے روایت ہے کہ حضرت قطب عالمؒ نے مجھے فرمایا ''چھوڑ میاں انگریزی کیا پڑھنی ہے دینیات کا علم چاہیے'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اوّل دین کا علم حاصل کرنا چاہیے۔ ابتداء میں مولوی نور اللہ صاحب جو ڈیرہ غازی خان کے تھے یہاں مدرس مقرر ہوئے۔ بعد میں اور بھی کئی علماء یہاں اپنے فرائض سر انجام دیتے رہے اس طرح ایک کثیر تعداد علماء کی دربار شریف سے فارغ التحصیل ہوئی۔ راقم الحروف نے ایک مرتبہ خود مدرسہ کی لائبیریری میں درسِ نظامی کی بعض ایسی کتب دیکھیں جو نصف صدی قبل طلباء کے زیر مطالعہ رہیں۔ اُن پر طلباء کے دستخط اور تاریخ آج بھی موجود ہے۔ حضرت قطب عالمؒ کے بعد از وصال حضور شیر یزدانیؒ نے خصوصی طور پر مدرسہ کی سرپرستی فرمائی۔ اور مولانا غلام مجتبیٰ صاحب کو نہ صرف وہاں مقرر کیا بلکہ زندگی بھر اس کی تنخواہ اپنی گرہ سے ادا کرتے رہے جس کی تفصیل راقم الحروف کی مرتب کردہ کتاب ''مآثر شیر یزدانی'' میں منشی اللہ بخش صاحب (مختارِ عام دربارِ قطبیہ) کے خطوط میں دیکھی جا سکتی ہے۔ حافظ سید محمد صاحب سے مروی ہے مولانا غلام مجتبیٰ صاحب بڑے قابل مدرس تھے اپنے کام میں انہماک کی وجہ سے حضور شیر یزدانی ہمیشہ ان کی قدر کرتے اور کرسی پر بٹھاتے۔ ایک روز میں (حافظ سید محمد) نے سفارشاً عرض کیا حضور! انہیں فقر کی نعمت سے بھی کچھ عطا کیا جائے تو آپ مسکرائے اور

فرمایا ''ہم نے ان سے دینی درسگاہ کا کام لینا ہے اگر انہیں وہ راستہ دکھا دیا تو ان سے درس نہ پڑھایا جائے گا۔ پیر سید فضل حسین شاہؒ کے عہد سجادگی میں مدرسہ اپنی سابقہ شان وشوکت سے جاری رہا۔ طلباء کو روٹی، کپڑے کے علاوہ پڑھنے کی دینی کتابیں بھی مفت مہیا کی جاتیں۔ اور مدرسہ کے تمام مصارف کے آپ کفیل رہے۔ مولانا غلام مجتبیٰ صاحب دربارِ قطبیہ کے دوسرے سجادہ نشین پیر سید اسرار حسین شاہ کے زمانہ طفولیت میں بھی یہاں تعلیم دیتے رہے پھر بعض مجبوریوں کی وجہ سے مستعفی ہو کر چلے گئے اور مدرسہ کچھ عرصہ کے لیے خالی ہو گیا۔ حتیٰ کہ پیر سید اسرار حسین شاہؒ نے دوبارہ اسے فعال بنایا اور مولانا عبدالغفور صاحب منتظم اعلیٰ متمر رہوئے لیکن محکمہ اوقاف نے قبضہ کر کے نظام ایک مرتبہ پھر درہم برہم کر دیا۔ بعد میں گاہے بگاہے کوششیں ہوتی رہیں الحمدللہ حضرت قطب عالمؒ کی قائم کردہ یہ درسگاہ تادمِ تحریر جاری وساری ہے۔

مدینہ منورہ کی امدادی تحریک میں حصہ:۔

حجاز مقدس میں جب ترکوں کی حکومت ختم کر کے سعودی فرمانروا قابض ہوئے تو برطانیہ آلِ سعود کا طرفدار تھا، ہندوستان میں جب مدینہ منورہ کے محاصرے کی اطلاع پہنچی تو لاہور کے ایک اخبار ''سیاست'' کے ایڈیٹر سید حبیب صاحب کی اپیل پر ہندوستان بھر میں امدادی تحریک شروع ہوئی، حضرت قطب عالمؒ کے دیرینہ دوست اور ملتان کی معروف روحانی شخصیت مخدوم سید صدرالدین گیلانی سجادہ نشین حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ نے آپ کو پیغام بھیجا کہ لاہور میں حضرت داتا گنج بخشؒ کے دربار شریف کے نزدیک ہندوستان بھر کے مسلمانوں کا اجتماع ہے جہاں آپ کی شمولیت لازمی ہے انہی دنوں سید ناصر الدین شاہ آنریری مجسٹریٹ نے دربارِ قطبیہ سے ملحقہ کچھ رقبہ پر جھگڑا شروع کیا اور فریقین میں لڑائی کا اندیشہ پیدا ہو گیا لیکن حضور کی مصلحت پسند طبیعت نے معاملہ کو بڑھنے نہ دیا۔ اتفاق سے لاہور میں اجتماع اور معاملہ مذکورہ کے فیصلہ کی تاریخ اکٹھی ہو گئی تو آپ نے حافظ سید محمد کے ہاتھ مبلغ چھ سو روپے بطور امداد لاہور بھیجے۔ وہاں جلسہ میں یہ قرارداد منظور ہوئی کہ دہلی، لاہور، بمبئی اور پشاور سے چار سو من گندم اکٹھی کر کے مدینہ منورہ میں محصور مسلمانوں کے لیے بھیجی جائے جلسہ میں شامل تمام دینی اور سیاسی راہنماؤں نے چندہ پیش کر دیا اور سید حبیب صاحب دہلی کے لیے روانہ ہو گئے تاکہ گندم خرید کر بحری جہاز کے ذریعے مدینہ منورہ بھیجی جائے۔ مگر بدقسمتی سے انگریز حکمران اس کارِ خیر میں رکاوٹ بن گئے اور تمام گندم چھین کر بحق سرکار ضبط کر لی' حضرت قطب عالمؒ، مخدوم صدرالدین صاحب کے ہاں ملتان میں تشریف رکھتے تھے جب یہ اطلاع موصول ہوئی تو دونوں بزرگ دیر تک اہلیانِ مدینہ منورہ کی خستہ حالی پر آنسو بہاتے رہے۔

حضرت قطب عالمؒ کے اسفار:۔

پیر غلام محمد جلوآنوی اپنے قلمی رسالہ ''شمائلِ قطبیہ'' میں حضور کے حالاتِ سفر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''چونکہ وہ شاہسوارِ میدانِ عشق جمیع منازل ومراحل سلوک طے فرما کر منزلِ مقصود تک پہنچ چکے تھے۔ اس لیے آنجناب سفر کرنے سے نہایت اجتناب فرماتے تھے۔ اکثر مریدان وعقیدتمندان جو دُور دُور سے دعوت منظور کروانے آتے انہیں لمبے وعدوں پر ٹال دیتے۔ مگر بنا بریں کہ تردیدِ دعوت خلافِ سنت ﷺ ہے عرصۂ دراز کے

بعد اُن سے پہلے تاریخ مقرر فرماتے تاکہ اہلِ دعوت سامان مہیا کرسکیں۔ پھر روانگی سے پہلے میاں الٰہی بخش ہراج کو جسے آپؒ ہمیشہ سفر میں ہمراہ رکھتے تھے۔ خیموں اور سائبان کے وہاں لے جاکر لگانے کا حکم ہوتا۔ بعد ازاں بذاتِ خود اپنے خدّام اور غلاموں کے ہمراہ روانہ ہوتے۔ آپؒ کے خلیفۂ اعظم و نائب مکرّم شیرِ یزدانی حضرت سید شیر محمد شاہ گیلانیؒ اور خلیفۂ خاص میاں اللہ یار کملانہ آنجنابؒ کے ہمرکاب ہوتے۔ آپؒ اکثر گھوڑے کی سواری فرماتے اور جب اعلیٰ اعلیٰ قسم کے گھوڑے خدمتِ اقدس میں پیش ہوتے۔ تو آپؒ اُن میں سے ایک ادنیٰ سواری پر سوار ہو جاتے اور سب تازیوں پر سبقت پا کر خوشی سے ایسی چلتی کہ سب حیران رہ جاتے۔ ایک مرتبہ آپؒ نے تمام سواریوں سے حقیر گھوڑی منظور فرمائی۔ حضور شیرِ یزدانیؒ نے لگام مبارک پکڑ لی اور عرض کی میں آپؒ کو اس پر ہرگز نہ چڑھنے دوں گا۔ آپؒ ہنس پڑے اور فرمایا کہ یہی ہمارے لائق ہے۔ پھر آپ دوسرے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آپؒ کی کسر نفسی اور انکساری دیکھ دیکھ کر شیفتگانِ جمال کی جانیں قربان ہو جاتیں۔ جب اہلِ دعوت کے ہاں تشریف لاتے تو جہاں سے آپؒ کی سواری گذرتی وہاں سے اہلِ محبت خاک کی جھولیاں بھر بھر کر لے جاتے۔ بوجہ انبوہِ کثیر کے جس کا ہاتھ آپؒ کی سواری یا لباس مبارک تک بھی پہنچ جاتا وہ باقیوں پر فخر کرتا۔ آپؒ اپنے خیمہ مبارک میں آرام فرماتے اور دُور، دُور سے لوگ آکر زیارت فیض بشارت سے مشرّف ہونے کے باوجود سلسلۂ بیعت میں داخل ہو کر نجاتِ ابدی حاصل کرتے اور مخلوقات اس قدر مرید ہوا کرتی کہ آپؒ دس، دس آدمیوں کو معاً ارشاد فرمایا کرتے اور بعض وقت ایک لمبا کپڑا دراز فرماتے اور لوگ اُسے پکڑ کر بیعت کرتے۔ پھر بھی مرید ہونے والے باقی رہ جاتے۔ اکثر مسمّی غلام محمد و احمد دین قوال ایسے موقعوں پر آپؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہا کرتے۔ اور غزلیاتِ عشق درد آمیز وسُخنانِ توحید حیرت انگیز سُنا کر صوفیان صاحب حال کو رقص اور وجد میں لاتے اور مولوی محمد یار صاحب سکنہ گڑھی اختیار خان و مولوی محمد حسن صاحب ملتانی آپؒ کو نہایت منظورِ نظر تھے۔ اُن میں سے ایک نہ ایک ضرور آپؒ کے ہمراہ ہوا کرتا۔ جن کے پُر اثر وعظ و کلام سے تمام خاص و عام لذّت و ہدایت حاصل کرتے اور ہر دعوت پر لنگر عام کا منتظم آپؒ کا دیرینہ خدمتگار بابا مولا بخش ہوا کرتا۔ رات کو تمام شب خیمہ مبارک کے اِرد گرد جانثار درویش بطور پہرے دار تمام شب موجود رہتے۔ علاوہ ازیں آپ زندگی بھر اپنے ہادی راہنما حضرت سید چراغ علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک (میرک شریف) جاتے رہے۔ اور ہمیشہ اپنا ساز و سامان ہمراہ لے جایا کرتے۔ ایک بڑی جماعت آپؒ کی معیت میں روانہ ہوتی۔ راستہ میں اسٹیشن شورکوٹ پر شیرِ یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانیؒ اپنے حلقہ بگوشاں کی جمعیّتِ کثیر کے ساتھ آپؒ کی تشریف آوری کے منتظر ہوتے۔ جب آپؒ نزدیک آتے تو سواری سے اتر کر جان نثاروں کے آگے آگے ٹہلتے ہوئے روانہ ہوتے۔ اِدھر سے وہ جناب غوثیت مآب (شیر یزدانی) بھی اپنے شیدایان کے پیشتر خراماں خراماں آگے بڑھتے اور دونوں طرف سے شاہانِ ولایت کا اپنی اپنی جماعت کے ساتھ ملاقات کی خاطر پیش قدمی کرنا حضرت یوسفؑ و حضرت یعقوبؑ کا سماں یاد دلاتا۔ دردمندوں کے سینوں میں جوشِ محبت سے دل اُچھلنے لگتے۔ اور منتظر آنکھیں دوڑ دوڑ کر ایک دوسرے کا استقبال کرتیں۔ یار یاروں کو گلے لگا کر

دل کے ارمان نکالتے اور یہ فقراء کی جماعت وہاں سے مل کر آگے روانہ ہوتی۔ راستے میں آپؒ اپنے مریدوں کی دعوتیں منظور فرماتے ہوئے بڑے کرّ وفر اور دھوم دھام سے میرک شریف میں داخل ہوتے۔ آگے خلقِ خدا آپؒ کی زیارت کی مشتاق آنکھوں کو فرشِ راہ بنائے ہوئے انتظار میں کھڑی ہوتی۔ پسِ پشت درویشوں کی ٹولیاں سریلی آواز سے صَلواتیں پڑھتی آتیں۔ ڈہل کی آوازوں سے سینوں میں زلزلے پیدا ہوتے۔ قوّالوں کے طبلے منصوری جوش دلاتے۔ اور سارنگیاں تو ہیں توُں، تو ہیں توُں پکار کر یادِ الٰہی کی ترغیب دیتیں۔ اُدھر مَلنگ یا علیؓ کے نعرے لگاتے۔ اِدھر صوفی اِلا اللہ کی ضربیں چلاتے۔ کبیر وصغیر جھک جھک کر سلام کرتے اور آپؒ خراماں خراماں محل مبارک خاص میں آکر اپنے چراغِؒ دین وایمان وقبلۂ دو جہان کی تُربت شریف پر صَلوات وسلام کے تحفے پہنچاتے اور رو رو کر دردِ فُرقت کی داستان سناتے اور پروانہ وار اس چراغِ پاکؒ کے نورالانوار پر اپنی جان نثار کرتے پھر آخر کافی دیر بعد اپنے خیمہ گاہ میں تشریف لے جا کر آرام فرماتے۔ حضور شیر یزدانیؒ کا خیمہ مبارک آپؒ کے خیمہ شریف کے عین متصل ہوا کرتا۔ میاں اللہ یار کملانہ بھی جلال پور سے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو جاتے۔ اپنے اپنے وقتوں پر قوّالی اور وعظ ومجلس فقراء ہوا کرتی۔ بالآخر چراغاں کے بعد واپس اپنے کاشانۂ معظم میں تشریف لے آتے۔ اور چند بار آپؒ فتح پو شریف اپنے خلیفۂ اعظم ونائب مکرّم کے ہاں تشریف لے گئے۔ مگر کچھ ایسے انداز سے کہ

میانِ عاشق و معشوق رمزیست کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

آپؒ کا وہاں تشریف لے جانا بعض دفعہ مخفی طور پر ہوا کرتا کہ جب آپؒ کو اپنے پیارے محبّ اور محبوب کی انجذابِ محبت وصدقِ ارادت اپنی طرف کھینچتی تو آپؒ کا دل اپنے حبیب کی ملاقات کے لیے بے قرار ہو جاتا۔ کسی کو اطلاع تک نہ کرتے اور صحبتِ اغیار کو ترک فرماتے ہوئے غائبانہ روانہ ہو جاتے۔ اچانک حضرت شیر یزدانیؒ اپنے لبِ بام پر اُس ماہِ تمام اور دین ودنیا کے امام کو دیکھ کر عالمِ حیرت میں آتے اور طرفین سے ترستی ہوئی درد بھری نگاہیں چھم چھم موتیوں کا مینہ برسانے لگتیں۔ اُن نورانی صورتوں پر قربان ہونے والے عشاق یہ عشق و محبت کی کیفیت دیکھ کر بے تاب ہو جاتے اور پیر ومرید کے اتحادِ قلبی کا معائنہ کر کے لوگ متعجب ہوتے تھے۔ گو وہ پردہ نشینِ حجلۂ غیبِ احدیّت اپنے چھپنے کی کوشش بلیغ فرماتے مگر وہ سپہرِ غوثیت کا شمس الضّحیٰ اور فلکِ قطبیت کا بدر الدّجیٰ بھلا کہاں چھپ سکتا تھا۔ ایک آن میں آپؒ کی آمد کی خبر دُور دُور تک پھیل جاتی اور فوراً آستانۂ غوثیت مآب پر مشتاقانِ زیارت کا جمِّ غفیر جمع ہو جاتا۔ سبحان اللہ ہم سنا کرتے تھے کہ صادق الیقین مرید کی سچّی طلب ومحبت پیر کو کھینچ لیتی ہے سو وہ خدا نے آنکھوں سے دکھا دی تھی۔

جذبۂ عشق سلامت رہے تو ان شاء اللہ
کچے دھاگے سے بندھی آئے گی سرکار چلی

اور چونکہ آپؒ پیرِ کامل ہونے کے باوجود ایک وسیع رقبہ کے مالک اور معزّز زمیندار بھی تھے۔ اس لیے بعض اوقات بوجہ امورات اراضی یا دیگر مقدّمات وغیرہ کے ملتان تشریف لے جاتے تو حُسین آگاہی کے متصل

سرازوں کے ہاں جو آپؒ کے قدیمی محبّ اور ارادتمند تھے۔ رونق افروز ہوتے۔ آخر میں آپؒ نے چنیوٹ شہر میں اپنے جدّ امجد حضرت شیخ اسماعیل بخاری علیہ الرّحمت کا روضہ مبارک بنوانے کا مصمّم ارادہ فرمایا اور حسبِ درخواست مریدوں کے راستہ میں مقام بھی مقرر فرمائے۔ مگر تقدیرِ ایزدی نے آپؒ کا کاشانۂ معظم سے باہر تشریف لے جانا مناسب نہ سمجھا اور تاریخ روانگی سے دو یوم قبل آپؒ بیمار ہو گئے۔ اور یہ تمنا آپؒ کے دل ہی میں رہ گئی اور مریدین کی بھی مشتاق آنکھیں ترستی رہ گئیں۔ اور بہت جلد آپؒ داعیِ اجل کو لبیک اجابت فرما کر افضالِ خداوندی کی بغل میں جا سوئے۔ خداوندِ کریم آپؒ کے سفر کے صدقے ہم کو سلوک و سیر کے درجات میں ترقی عطا فرماوے"۔

بعض تبلیغی و روحانی دورہ جات:۔

پنجاب میں گنجی بار اور ساندل بار کے علاقے جو آج کل کئی اضلاع پر مشتمل ہیں بطورِ خاص آپ کی تبلیغی و روحانی سرگرمیوں کی جولان گاہ تھے۔ دورہ جات کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ جو لوگ دربار شریف تک نہیں پہنچ سکتے تھے فیوض و برکات کا یہ بحرنا پیدا کنار انہیں سیراب کرنے کے لیے لب بام آ جاتا۔ تاکہ محروم نہ رہیں اور بڑھ کر اپنا نصیبہ حاصل کریں اُن دنوں دور دراز سفر کے لیے ریل گاڑی پر جاتے، ورنہ قریبی علاقہ جات میں گھوڑوں پر سفر ہوتا، کبھی کبھی اونٹ کی سواری بھی فرمالیا کرتے تھے۔ لوگوں کا ایک جم غفیر آپ کے ہمرکاب ہوتا۔ درویشانِ خدامست کا یہ کارواں جب ذکر بالجہر کی صدا بلند کرتا تو آبادیوں سے جنگل کی وادیوں تک "لاالٰہ الا اللہ" کی گونج سنائی دیتی۔

جہاں، جہاں بھی گئے وہ کرم ہی کرتے گئے   کسی نے مانگا نہ مانگا وہ جھولی بھرتے گئے

بزرگ درویش بتایا کرتے حضور کے عہد مبارکہ میں یوں محسوس ہوتا انسانوں کی تسبیح و تہلیل کے ساتھ ساتھ ملائکہ بھی ذکر کے لیے آسمان سے اُتر آئے ہیں، دین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے نفوسِ قدسیہ کا گویا ایک قافلہ رواں دواں تھا، حضور جہاں بھی جاتے لوگ زیارت فیض بشارت کے لیے اُمڈ آتے اور آپ کو اپنے ہاں ٹھہرانے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لینے کی کوشش کرتے کئی مرتبہ آپس میں جھگڑنے تک نوبت آ جاتی۔ اس قدر لوگوں میں شوق تھا کہ اپنا مال اور جان آپ پر نچھاور کرنا چاہتے۔ اگرچہ حضور کی معیت میں بے پناہ خلقت کا ہجوم ہوتا تھا لیکن لوگ دعوت کے لیے بے چین پھرتے۔ اُن کی کوشش ہوتی قرض اُٹھا کر بھی شرفِ میزبانی ضرور حاصل کرنی ہے۔ حضور اُمراء و غرباء سے یکساں سلوک رکھتے بلکہ غرباء کو اکثر امراء پر ترجیح دیتے ان کی دلجوئی فرماتے اور کوشش ہوتی وہ آپ کی آمد پر زیادہ خرچ نہ کریں اور اپنی حیثیت مدنظر رکھیں، کئی مرتبہ ایسے ہوا کہ تھوڑے طعام میں خداوند کریم ایسی برکت فرماتا سینکڑوں لوگ پیٹ بھر کر کھاتے پھر بھی کافی مقدار میں بچ جاتا۔ مولوی خان محمد صاحب جالندھری (حال مقیم بہاولپور) سے مروی ہے ایک درویش نے حضور کی دعوت کا اہتمام کیا۔ آپ نے اس شرط پر قبول فرمائی کہ جب تک میں تمہارے گھر نہ آؤں کھانا تیار نہ کیا جائے۔ ہم خود آ کر کھانا تیار کروائیں گے۔ جب حضور اپنی جماعت کے ساتھ وہاں تشریف لائے تو اس کے گھر میں گھی، چاول، کھانڈ، ایک فربہ گائے (جو ذبح کی جانی تھی) اور کافی مقدار میں آٹا موجود پایا۔ جو وہ ایک مہاجن دکاندار سے بطور قرض لایا تھا۔ حضور نے فرمایا یہ تمام اشیاء واپس کر دو۔ اور فقط دس کلو ماش کی دال اور ایک من آٹا استعمال میں لانے کا فرمان صادر فرمایا حضور کے ہمراہ درویشوں کا ایک قافلہ تھا نیز ارد گرد کے لوگ بھی کافی تعداد میں حضور کی آمد کا سن کر آئے ہوئے تھے، تمام لوگوں نے کھانا سیر ہو

کر کھایا لیکن پھر بھی اتنا بچ گیا کہ دو تین دن بعد بھی اس کے بیوی بچے کھاتے رہے۔

شیر یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانیؒ نے ''مکتوباتِ عشق'' میں ایک ایسے ہی تبلیغی و روحانی دورہ کا ذکر قلمبند فرمایا ہے جس میں ''فتح پور شریف'' بھی آمد متوقع تھی مگر حضور بعض مصروفیات کے سبب یہاں نہ آ سکے اور سندھیلیانوالی شریف واپس ہو گئے۔ حضرت شیرِ یزدانیؒ کے دل پُر درد پر جو کچھ گزری وہ خط نمبر 19 کی صورت میں ملاحظہ ہو۔

سن اے سردار ، ایہہ فریاد میری	میں ناگہاں عشق دے صیّاد گھیری
پئی تڑفاں نہ لیندا سار کوئی	تیرے باجھوں نہیں دلدار کوئی
جو اے دلدار دیہہ دیدار مینوں	جو ایہہ دیدار ہے درکار مینوں
قطب ماہیؒ لطف دی جھات پاویں	ہجر دے زخم تے مرہم لگاویں
سنوں دلبر میرے درداندے قصےّ	تیرے باجھوں کوئی دردی نہ دِسے
پیاں دَساں کیتی دلبر چڑھائی	اے پر آسن کریندے سیر بھائی
اوہ لنگھ راوی ، طرف نیلی سَدھائے	توں رکھ تقویٰ سجن آئے کہ آئے
فجر تھیں شام تک میں راہ بھلیندی	پون بھلوے جو راہیاں ول تکیندی
اُمیداں تیریاں نت لا سوائیں	سوہنا مکھ نور دا جلوہ دکھائیں
اسے اڈیک وچہ میں یار آہی	جے وانڈھے یار دی اخبار پائی
جو سفروں یار واپس ہو روانہ	اوہ ونج پوہتے جتھے خاصہ ٹکانہ
نہیں دلبر اساڈا زور کوئی	جو سُجھدا نہیں تساں بن ہور کوئی
تیرے راہاں تے میں ہوئی دیوانی	کدے جانی کرو ہا مہربانی
بھلا دلبر شالا خوش رہو ہمیشاں	سوہنا دیدار خَود آ کے کریساں
محمد شیرؒ چل کعبے چلاہیں	ایہہ حج اکبر ہادی نوں ویکھ آواہیں
میں بلبل وانگ ہاں تیرا دیوانہ	تینوں سب لاج اے قطب زمانہ
محمد شیر ہو دلیر بیلی	جو اُوسی یار تیتھے پھیر بیلی

رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ میری معلومات کے مطابق سرزمین پنجاب اور ریاست بہاولپور تک سالہا سال جاری رہا، خاص کر وابستگانِ قطبیہ کے اکثریتی علاقے ،شورکوٹ، چنیوٹ، جھنگ، فیصل آباد، لیہ، احمد پور سیال، صادق آباد، رحیم یار خاں، ملتان، خانیوال، عبدالحکیم، بورے والا، ہڑپہ، میاں چنوں، وہاڑی، کمالیہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، دیپالپور، اوکاڑہ، چیچہ وطنی، ساہیوال، لاہور اور بہاولپور وغیرہا میں حضور تشریف لے جاتے رہے۔ اب یہاں پر چند معروف دورہ جات کا ذکر قلمبند کرتا ہوں جو بعد میں بھی ایک طویل عرصہ تک لوگوں کو یاد رہے۔

دولت آباد کی دعوت:۔

میاں امیر بخش نول سے روایت ہے دولت آباد کے اقوام دولتانہ نے بڑے اصرار سے حضرت قطب عالمؒ کی دعوت منظور کرائی آپ تشریف لے گئے، حضور کا معمول تھا ''سو رکعت نوافل بلا ناغہ پڑھتے۔ میں نے کبھی

اشراق، چاشت اور اوابین کے نوافل بھی آپ کو قضا کرتے نہ دیکھا حالانکہ میں سفر میں اکثر آفتابہ ساتھ رکھتا اور آپ کو وضو کرواتا "حضور فرماتے "پیرومرشد کا تصور قائم کرو" لوگ پروانوں کی طرح شمع قطبیت کے اردگرد جمع ہوتے، دولت آباد میں صبح جب آپ نے کچہری لگائی تو خلقت کا اسقدر ہجوم تھا کہ ایک دولتانہ نے چھڑی اُٹھالی اور لوگوں کو راستہ چھوڑنے کے لیے ہٹانے لگا مگر حضور نے منع فرمایا کہ انہیں کچھ نہ کہو۔ آپ نے درویشوں کو حکم فرمایا، جدھر سے راستہ ملے تمہیں اجازت ہے گھر چلے جاؤ اور آپ "وسیروں کے چک" دعوت پر تشریف لے گئے۔

حضور کی معیت میں دُرویشوں کا ہجوم:۔

میاں غلام رسول سکنہ موضع الڑ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ ہم نے بڑی کوشش سے حضرت قطب عالمؒ کی دعوت منظور کروائی۔ آپ تشریف لے آئے۔ پیر سید غلام رسول شاہ (کھوہ پاک والے) بھی ساتھ تھے، حضور کی معیت میں اس قدر درویش آئے کہ ہم نے چالیس بکرے ذبح کیے، یعنی آپ کے ہمراہ بڑی خلقت ہوتی تھی۔

بڑی دعوت فتح پور شریف:۔

وابستگانِ قطبیہ اسے بڑی دعوت اس لیے کہتے ہیں کہ حضرت قطب عالمؒ بمع اہل و عیال ہفتہ بھر فتح پور شریف میں قیام پذیر رہے یعنی آپ مختلف مقامات کا دورہ فرماتے ہوئے آٹھ، نو دن بعد فتح پور شریف پہنچے، پیر سید فضل حسین شاہ بمع مستورات سندھیلیانوالی شریف سے سیدھے فتح پور شریف آگئے اور سب اکٹھے ہفتہ یہیں رہے، پھر حضور کے اہل وعیال تو واپس ہوئے مگر آپ دو دن کے لیے حضرت شیر یزدانیؒ کے بڑے بھائی پیر ناگ سلطان کی دعوت پر کھوہ پاک تشریف لائے، اسی دوران حضرت غوث بالا پیرؒ کی خانقاہ مبارک پر حاضری کے لیے ستگھرہ شریف بھی آئے اور فرمایا "ہمارا بڑا پیر محمد غوث بالاؒ ہے" پھر یہاں سے واپسی ہوئی۔

مزاراتِ ملتان پر حاضری:۔

حضور کے عہد مبارک میں سندھیلیانوالی شریف کا ضلع ملتان ہوتا تھا، لہٰذا گاہے بگاہے ملتان آپ کا آنا جانا لگا رہتا تھا، آپ وہاں اکثر اپنے قدیمی نیازمندوں "سرازوں" (گھوڑوں کی زین بنانے والے) کے ہاں قیام فرماتے جو "حسین آگاہی" میں رہتے تھے، میاں کریم بخش ہراج سے روایت ہے، ایک مرتبہ حضور کے ساتھ میں بھی گیا، اس موقع پر آپ چار خانقاہوں پر تشریف لے گئے۔ غوث بہاؤالحقؒ، شاہ رکن عالمؒ، شاہ شمسؒ اور حضرت موسیٰ پاکؒ۔ آپ جب شاہ شمسؒ کے دربار پر گئے تو وہاں ایک مجاور بیٹھا تھا حضور نے اُسے چار آنے دیئے اُس نے کہا میں پانچ کا قائل ہوں ایک آنہ اور دیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے حضور نے اس کے ہاتھ سے وہ چار آنے اُٹھا کر واپس اپنی جیب میں ڈال لیے اور فرمایا میں چار کا قائل ہوں، لیکن وہ مجاور اُٹھ کھڑا ہوا اور عرض کی میں غلطی کر بیٹھا ہوں، وہ چار آنے واپس کر دیں۔ اب مجھے یاد نہیں کہ حضور نے اسے چار آنے واپس دیئے یا نہیں۔"

ایک درویش کی سعادت مند اولاد:۔

ایک مرتبہ حضور علاقہ تاندلیانوالہ میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضور کے ایک صادق الیقین درویش میاں آہلو نے بڑے اصرار سے حضور کی دعوت منظور کروائی مگر جس روز آپ نے وہاں پہنچنا تھا میاں آہلو قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا۔ اس کے سعادت مند بیٹوں نے فوراً اس کی میت قریبی گاؤں میں اپنی بہن کے گھر رکھوا دی

تا کہ حضور کی دعوت میں کوئی رکاوٹ نہ آئے۔ جب آپ کھانا تناول فرما کر تشریف لے جائیں گے، پھر ہم غسل و کفن اور تدفین کریں گے۔ یہ مشورہ کر کے انہوں نے تمام گھر والوں کو رونے دھونے سے منع کر دیا تا کہ حضور کو علم نہ ہو سکے اور خوشی خوشی دعوت کے انتظام میں لگ گئے۔ حضرت قطب عالمؒ تشریف لائے اور میاں آہلو کا پوچھا انہوں نے حسب مشورہ عرض کی رات کو طبیعت کچھ خراب ہو گئی تھی علاج کے لیے ایک حکیم کے پاس لے گئے ہیں۔ حضور دعائے خیر فرمائیں کھانا تیار ہے۔ مگر روشن ضمیر پیر نے فرمایا جب تک وہ نہ آئے گا ہم کھانا نہیں کھائیں گے انہوں نے کافی ٹال مٹول کیا آخر صورت حال عرض کرنی پڑی۔ حضور نے فرمایا ابھی جاؤ اور اُسے غسل، کفن دے کر لے آؤ۔ حضور نمازِ جنازہ میں شامل ہوئے۔ جب میاں آہلو کو تدفین کے لیے قبرستان لے گئے تب آپ نے لنگر تناول فرمایا۔

جھوک چنڑاں میں آمد اور ہاتھی کی سواری:۔

میاں موکھا چنڑ سے روایت ہے۔ جب حضور ہمارے علاقہ میں تشریف لائے تو اقوام چنڑ نے آپ کی سواری کے لیے ہاتھی منگوایا تھا۔ حضور نے فرمایا اسے پہلے فتح پور شریف دکھانے کے لیے لے جاؤ۔ وہاں سے واپسی پر جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ چک نمبر 54 میں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت قطب عالمؒ ہاتھی پر سوار ہوئے آپ کے پیچھے پیر سید غلام رسول شاہؒ (کھوہ پاک والے) بیٹھے۔ میاں اللہ یار کملانہ، میاں محمد فاضل سہو، کئی خلفاء اور درویشوں کا تو حساب ہی نہ تھا جو آپ کے ساتھ تھے۔ اقوام چنڑ استقبال کے لیے گاؤں سے ایک میل باہر آئی ہوئی تھی۔ اس وقت عشق اور شوق کا عالم ہی کچھ اور تھا۔ ایک میل راستے پر کھیس چادریں بچھا رکھی تھیں اور لوگ دست بستہ قطاریں باندھ کر کھڑے تھے حضور نے ان کا والہانہ شوق اور نیازمندی دیکھتے ہوئے فرمایا "جنگل کی قوم تھی مگر بڑی مؤدب ہے" حضور کی رہائش کا انتظام "سرور کے قبیلے" میں تھا مگر حضور کو دیکھ کر درویشوں کے صبر کے پیمانے لبریز ہو گئے اور ہر کوئی اپنے گھر حضور کو لے جانا چاہتا۔ حتیٰ کہ چنڑ آپس میں لڑنے لگے۔ آخر حضور نے فرمایا "آپس میں جھگڑا نہ کرو، جہاں میرا ہاتھی خود بخود بیٹھ جائے گا وہیں میں قیام کروں گا" ہاتھی میاں غلام محمد چنڑ کے ہاں جا کر بیٹھ گیا سیڑھی لگائی گئی حضور نیچے اترنے لگے تو احمد یار چنڑ ایک شخص آگے بڑھ کر حضور کو اُٹھانے لگا۔ تا کہ اپنے گھر کندھوں پر بٹھا کر لے جائے۔ پیر سید غلام رسول شاہؒ حضور کے پیچھے تھے انہوں نے اس شخص کے تیور دیکھے تو ڈانٹ کر فرمایا "خبردار! جانتے ہو یہ کون ہستی ہے؟" وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گیا حضرت قطب عالمؒ خوش ہوئے کہ ورنہ یہ ہمیں اُٹھا کر لے جاتا۔ لوگوں کا اسقدر ہجوم تھا کہ ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔

حضور قطب عالمؒ کچھ دیر تو لوگوں کو مرید کرتے رہے آخر تھک کر فرمایا "گامن نوں آکھو مرید کرے تے ٹکا کے کرے" یعنی پیر غلام رسول شاہ سے کہو انہیں مرید کرتا جائے۔ انہوں نے پہلے تو معافی طلب کی مگر پھر آپ کی منشاء مبارک دیکھتے ہوئے علیحدہ کمرے میں جا کر بیٹھ گئے یعنی حضور کے سامنے نہ بیٹھے اور لوگوں کو مرید کرنا شروع کر دیا۔ حضرت قطب عالمؒ نے تین روز وہاں قیام فرمایا آخری روز تک حضور اور پیر سید غلام رسول شاہ لوگوں کو مسلسل مرید کرتے رہے لیکن پھر بھی مرید ہونے والوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ پیر اسرار حسین شاہ فرمایا کرتے "میرے مرشد کریم حضرت پیر سید غلام رسول شاہؒ کو پہلی مرتبہ جھوک چنڑاں میں حضرت قطب عالم سے اجازتِ بیعت حاصل ہوئی" الغرض یہ مشہور و معروف دعوت دیسی ماہ اسوج میں ہوئی۔ اس کے بعد تیسرے مہینے پوہ کی 9 تاریخ کو حضرت قطب عالمؒ وصال فرما گئے۔

جلسہ انجمن اسلامیہ کمالیہ میں تشریف آوری:۔

حضرت قطب عالمؒ کئی مرتبہ کمالیہ شہر میں جلسہ انجمن اسلامیہ کی صدارت کے لیے تشریف لے گئے۔ ویسے بھی کمالیہ شہر میں حضور کے مریدین کی اکثریت تھی، کئی بزرگ درویشوں نے بتایا ہم وہاں حضور کی دست بیعت سے مشرف ہوئے۔آپ جلسہ گاہ میں جب تشریف لے جاتے تو درویشوں کا اس قدر ہجوم ساتھ ہوتا کہ راستے میں پاؤں رکھنے کی جگہ نہ ہوتی۔ایک مرتبہ حضور وہاں پہنچے تو ابھی مدعوعلماء نہیں پہنچے تھے۔لوگوں کا رش دیکھ کر انتظامیہ نے اصرار کیا تھوڑی دیر کے لیے حضور کچھ بیان فرمائیں۔پیر فلک شیر چشتی سکنہ شیخ برہان سے مروی ہے حضور اسٹیج پر رونق افروز ہوئے دائیں بائیں دو اور کرسیاں رکھی گئیں جن پر خواجہ نور محمد سہو (شیخ فاضل والے) اور ایک ہمارے قریبی رشتہ دار میاں الٰہی بخش بیٹھے۔حضرت قطب عالمؒ کے بیان میں ایسا اثر تھا کہ مجمع میں ہل چل مچ گئی، کسی پر گریہ طاری ہے،کوئی تڑپ رہا ہے، کسی پر وجد کا عالم ہے،ایسا نظارہ ہم نے پھر کبھی زندگی میں نہ دیکھا۔حضور نے بیان ختم فرمایا تو خواجہ نور محمد نے عرض کی غریب نواز! میرا ایک سوال؟ حضور نے جو نعمت عام لوگوں میں تقسیم فرمائی ہے یہ تو خاص لوگوں کے لیے تھی۔یہ نعمت تو اس وقت عطا کی جاتی ہے آدمی جب درویشی میں کامل ہو جائے؟ حضور نے فرمایا خواجہ صاحب! ہر خاندان فقراء کا ایک اپنا طریقہ ہے جو سمجھ اور طریقہ میرے ہادی راہنما نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ آپ نہیں جانتے اور جو طریقہ آپ کے خواجگان نے آپ کو سکھایا ہے وہ میں نہیں جانتا۔ہمیں اپنے ہادی راہنما کا ارشاد ہے جس وقت آدمی مرید ہو اُسے فوراً باطنی ارشاد سمجھا دیا جائے تاکہ مرید حشر کے دن اپنے پیر کا دامن پکڑ کر یہ نہ کہہ سکے کہ آپ نے مجھے بتایا کچھ نہیں، اس لیے ہم اپنا فرض ادا کر دیتے ہیں، اگر اس پر عمل کرے گا تو انسان کامل بن جائے گا ورنہ ہمارا فرض ادا ہو گیا، حضور قطب عالمؒ کا اتنا فرمانا تھا کہ خواجہ نور محمد سہو پر وجد طاری ہو گیا سر کی ٹوپی کدھر گئی اور کرسی کدھر گئی دونوں ہاتھوں کو اُٹھا کر ''واہ، واہ'' فرمانے لگے۔میاں الٰہی بخش کی بھی چیخ نکل گئی۔باقی خلقت کی حالت کا پھر کیا کہنا۔

شریعت اور نماز و وظائف کی پابندی:۔

حضرت قطب عالمؒ شریعت و طریقت کو لازم و ملزوم سمجھتے تھے۔میاں کریم بخش ہراج سے روایت ہے اکثر اپنی کچہری میں فرمایا کرتے ''ایک کو تو ہر کوئی رکھ سکتا ہے مرد (صاحب ہمت) وہ ہے جو شریعت و طریقت دونوں کو رکھے'' گویا

بر کفے جامِ شریعت بر کفے سندانِ عشق   ہر ہوسنا کہ نداند جام و سنداں باختن

(ایک ہاتھ پر شریعت کا آئینہ ہو، دوسرے ہاتھ میں عشق کا ہتھوڑا ہو، وہ آپس میں ٹکراتے رہیں لیکن نہ آئینہ ٹوٹے اور نہ ہتھوڑا اُڑ کے)

مولوی انور علی کھوکھر بیان کرتے ہیں حضرت قطب عالم جو ارشاد اپنے مریدین کو سمجھاتے پھر تاکید کے ساتھ پوچھتے وہ نماز کے بعد پڑھتے ہو کہ نہیں؟ اگر وہ نماز کے ساتھ وظیفہ کرتا ہوتا تو پھر اُسے تہجد کے ساتھ وظائف کی تلقین فرماتے،شریعت میں نماز و وظائف اور طریقت میں آستانِ شیخ کی حاضری شرط تھی'' ملک محمد نواز کھوکھر سے مروی ہے مرید کرنے کے بعد حضور تنہائی میں جو کچھ سمجھاتے خود مجھے فرمایا تھا'' یہ باتیں اپنے کسی پیر بھائی سے بھی نہیں کرنی'' ہم نے علیحدگی میں کوئی عرض کرنی ہوتی تو حضور کا ایک چھوٹا سا ''موہڑا'' (دیسی کرسی) ہوتا تھا، وہ ہم

اُٹھا کر چل پڑتے ،تو حضور معلوم کر لیتے کہ اس نے تنہائی میں کوئی بات کرنی ہے اور خاموشی سے کچہری سے اُٹھ کر اس طرف چل پڑتے ،نزدیک ہی مالٹے کے چند پھل دار درخت تھے ہم موہڑا وہاں رکھ دیتے۔حضور آ کر بیٹھ جاتے ہم نے جو کچھ عرض کرنا ہوتا تسلی سے کر لیتے کھلا ٹائم ہوتا جب ہم اپنی تمام عرضیں کر لیتے۔تب حضور اُٹھ کر واپس کچہری میں تشریف لے جاتے۔

پیر فلک شیر چشتی سکنہ شیخ برھان سے روایت ہے ''ہم لوگ ایک مرتبہ حضرت قطب عالمؒ کی معیت میں پیر کرم شاہ کی شادی پر موضع شاہ پور گئے جن کا بیٹا نذر حسین شاہ ہے۔رات کو ہم آپ کے ہی سائبان کے نیچے رہے، میں گنتی کرتا رہا حضور نے سو رکعت نوافل پڑھے،صبح ہوئی تو میں نے دست بستہ عرض کی، حضور مجھ کو بھی رات کے نوافل اور دعائے گنج العرش کی اجازت بخشی جائے ،فرمایا بڑی اچھی بات ہے تمہیں اجازت ہے اور اس کا طریقہ میری کتاب ''اسرار المعرفت'' سے دیکھ لینا۔

بے نکاحوں کے نکاح کروانا:۔

اس وقت جہالت عام ہونے کی وجہ سے لوگ عورتیں لے کر فرار ہو جاتے ،اور بغیر نکاح کے ساتھ رکھتے، حضور نے اس برائی کو ختم کرنے کے لیے یہ قدم اُٹھایا کہ ارد گرد علاقوں میں جہاں ایسے افراد سنتے انہیں نکاح کرنے کی ترغیب دیتے اور فرماتے بغیر نکاح کے عورت گھر میں رکھنا گناہِ عظیم ہے۔

غیر اسلامی نام تبدیل کرنا:۔

حضور لوگوں کے پرانے اور غیر اسلامی نام بدل دیا کر۔تے تھے۔میاں موکھا چنن سے روایت ہے میرا والد جب بیعت کے لیے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ عرض کی ''ستیہ'' فرمایا آج سے تمہارا نام عبد الستار ہے اور انہیں مرید کر لیا۔

جنات کا حصول فیض:۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْن** (پ ۲۷:ع ۲) ''اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔'' احادیث مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ کی بارگاہِ عالیہ میں جنات کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔اسی طرح اولیاء اللہ کی خدمت میں بھی جنات کی حاضری کے واقعات بکثرت کتب میں موجود ہیں۔حضرت قطب عالمؒ کی مجالس میں رہنے والے درویش ایسے کئی واقعات بیان کرتے ہیں۔مولوی علم دین جرولہ سے مروی ہے، گرمیوں کا موسم تھا حضرت قطب عالمؒ ایک روز خلافِ معمول کچہری سے اُٹھ کر جنگل کی طرف چل پڑے۔ہم نے سمجھا شاید وضو کرنا چاہتے ہوں ایک درویش نے پانی کا آفتابہ پکڑ لیا اور ہم بھی آپ کے پیچھے چل پڑے، سندھیلیا نوالی شریف کی آبادی سے باہر نکلے تو ایک طرف سے اچانک ہوا کا گولہ نمودار ہوا جسے ہم پنجابی میں ''ولوجھنا'' کہتے ہیں، سامنے جنڈ کا ایک گھنا درخت تھا ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے غیب سے اس کے نیچے چادر بچھ گئی حضور نے ہمیں آگے آنے سے روک دیا اور خود اس چادر پر جا کر بیٹھ گئے۔حضور کا بیٹھنا تھا کہ ہوا کا وہ گولہ ختم ہو گیا۔ہم دھوپ میں کھڑے حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔تقریباً نصف گھنٹہ حضور وہاں تشریف فرما رہے جونہی آپ واپسی کے لیے اُٹھے تو پھر ہوا کا ولوجھنا شروع ہو گیا

اور زمین سے آسمان تک بلند ہوتا ہوا جدھر سے آیا تھا اُدھر چلا گیا۔ حضور نے وضو فرمایا اور واپس تشریف لائے درویشوں نے عرض کی کہ یہ کیا بھید تھا۔ فرمایا کچھ نہیں آخر مولانا غلام محمد صاحب (پیر جلو آنویؒ) نے اصرار کیا تو فرمایا "کچھ جنات مرید ہونے کے لیے آئے تھے، میں نے ان کا دربار پر آنا مناسب نہ سمجھا اور باہر ہی جا کر انہیں مرید کیا پھر واپس کوہ قاف بھیج دیا"۔

پیر اور مرید کا حق:۔

میاں احمد دین نومسلم سے روایت ہے حضور فرمایا کرتے "مرید پر پہلا فرض یہ ہے کہ اپنے پیر کے فرمان پر عمل کرے اور پیر کا فرض یہ ہے کہ مرید کو ہر گناہ سے بچائے"

پیر ناصر الدین شاہ سے مروی ہے حکیم احمد یار سکنہ سند ھیلیا نوالی شریف نے مجھے اپنا چشم دید واقعہ بتایا کہ میں کسی کام کے سلسلہ میں ملتان گیا ہوا تھا۔ ان دنوں میں حضرت قطب عالم کا مرید ہو چکا تھا۔ وہاں مجھے اپنی پرانی سوسائٹی یعنی نوجوانی کے چند دوست مل گئے انہوں نے کہا آؤ یار ہیرہ منڈی چلتے ہیں۔ پہلے تو میں نے انکار کیا آخر ان کے اصرار پر میرا دل بھی مائل ہو گیا اور عصر کے وقت ہم وہاں پہنچ گئے۔ پھر جس طرف کسی کی نظر انتخاب پڑی ہر کوئی اُدھر چل پڑا۔ میں بھی ایک طرف روانہ ہوا سامنے بازار تھا۔ اچانک تانگے کی آواز آئی میں نے مڑ کر دیکھا تو حضرت قطب عالمؒ تانگے میں سوار تھے آپ کے ہمراہ مستری کریم بخش تھا۔ حضور کی نگاہ مجھ پر پڑی تو آپ نے تانگہ رکوایا اور فرمایا احمد یار! یہاں کیسے؟ میں نے عرض کی حضور ایک کام کے سلسلہ میں آیا تھا، آپ نے فرمایا پھر آؤ چلتے ہیں، میں حضور کے ساتھ تانگہ میں سوار ہو گیا جس وقت آپ حرم گیٹ پہنچے تو مجھے فرمایا تم قتال پور والے پیروں کے مکان پر چلو مجھے کچہری میں ایک کام ہے میں بھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں، میں سادات قتال پور کے مکان پر پہنچا اور ان کے ملازم سے کہا حضور قطب عالم تشریف لا رہے ہیں۔ آپ کے لیے انتظام کرو، اُس نے ہال کمرہ میں حضور کے لیے پلنگ بچھایا اور کھانے کا انتظام کرنے لگا، تھوڑی دیر بعد حضور بھی تشریف لے آئے اور کھانا تناول فرما کر آرام کرنے کے لیے بستر پر دراز ہوئے، حضرت قطب عالم کا ایک دستور تھا آپ جہاں بھی رہتے درویش پہرہ دیتے تھے۔ میں نے مستری کریم بخش سے کہا میں پچھلی رات بیدار نہیں ہو سکتا لہٰذا رات کا اگلا حصہ میں پہرہ دوں گا اور پچھلا حصہ تم پہرہ دینا۔ اُس نے کہا ٹھیک ہے آدھی رات تک میں پہرہ دیتا رہا اور پچھلی رات کو اُسے بیدار کر کے خود سو گیا، صبح میری آنکھ کھلی تو حضور اپنے بستر پر نہ تھے میں نے سمجھا کہیں گئے ہوں گے، ملتان جاتے تو وہاں حضور کو کئی کام ہوتے تھے میں بھی بازار چلا گیا اور اپنا سودا سلف خرید کر دوبارہ آیا اور ان کے ملازم سے پوچھا آپ ابھی نہیں آئے؟ اُس نے کہا پیر دُر محمد تو لاہور گئے ہوئے ہیں' میں نے کہا' میں حضرت قطب عالم کے بارے پوچھ رہا ہوں۔ اُس نے مجھے حیران ہو کر دیکھا اور کہا حضور تو آئے ہی نہیں؟ میں نے کہا ہم ساری رات اس ہال کمرے میں رہے اور تم کہتے ہو وہ آئے ہی نہیں؟ اُس نے کہا میں نے تو نہیں دیکھا، میں حیران و پریشان ریلوے اسٹیشن پر آیا اور گاڑی میں سوار ہو کر تمام ڈبے دیکھے مگر حضور تو وہاں نہیں تھے۔ میں در کھانہ اسٹیشن اُتر کر سند ھیلیا نوالی شریف پہنچا تو سامنے حضور کچہری لگا کر بیٹھے تھے۔ مستری کریم بخش بھی حاضر تھا، میں نے اس کے قریب جا کر کہا تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ اگر حضور نے صبح سویرے آنا تھا تو مجھے بھی بیدار کر دیتے۔ اُس نے حیران ہو کر میری طرف دیکھا اور کہا حضور نے کہاں سے آنا تھا؟ میں نے کہا آپ رات کو ملتان نہیں تھے؟ اُس نے کہا نہیں حضور تو یہیں تھے۔ پس

میں سارا معاملہ سمجھ گیا۔

سلام اُس پر کہ جس کی ہر نظر میں سو کرامت ہیں سلام اُس پر کہ جس کے زیرِ سایہ ہم سلامت ہیں

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے:۔

☆ میاں شہامند پروکا کو حضرت قطب عالمؒ کی خواب میں کئی مرتبہ زیارت ہوئی تو اسے بیعت ہونے کا شوق پیدا ہوا، سندھیلیانوالی شریف حاضری دی تو حضور نے فرمایا ''تیری لڑکیاں جوان ہیں اگر تجھے مرید کر لیا تو گھر کا خیال چھوڑ دے گا اور ان کی کفالت کون کرے گا؟'' آخر جب وہ تیسری مرتبہ حاضر ہوا تو فرمایا ''اس شرط پر مرید کرتا ہوں کہ جمعہ کے روز آؤ پھر واپس چلے جاؤ؟'' اُس نے وعدہ کیا تب حضور نے اُسے مرید کیا۔

☆ مولوی نور الحق جن دنوں دربار شریف پر مدرس تھا اُس نے ایک بھنگی کے برتن توڑ دیئے اور خوب بُرا بھلا کہا، وہ رونے لگا۔ حضرت قطب عالمؒ کا گزر ہوا تو دریافت فرمایا کیوں روتے ہو؟ بھنگی نے تمام واقعہ عرض کر دیا۔ حضور نے فرمایا: ''مولوی صاحب کا قصور نہیں، قصور ہمارا ہے کہ ہم نے اُسے رکھا ہوا ہے اور اُس نے اپنا فرض ادا کرنا ہے، تم آئندہ بھنگ نہ پینا، اور اپنی جیب سے پانچ روپے اس کے برتنوں کا معاوضہ عطا فرمایا۔

☆ ایک دن حضور نے بابا مولا بخش لانگری سے فرمایا یہاں آوارہ کتے بہت آ جاتے ہیں، تم انہیں روٹی ڈال کر باہر نکال دیا کرو، اُس نے غلطی سے کچھ اور سمجھ لیا اور کتوں کو زہر ڈال کر مار دیا، دو تین دن بعد حضور نے دریافت فرمایا کئی روز سے یہاں کتے نظر نہیں آ رہے، پہلے تو آ جایا کرتے تھے اب کدھر گئے؟ درویشوں نے تمام واقعہ عرض کر دیا۔ حضور کو سن کر بہت دُکھ ہوا۔ آپ نے زردہ کی چھ دیگیں پکوا کر غرباء میں تقسیم کیں اور اپنے لانگری کی غلطی کا کفارہ ادا کیا۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

جاہلوں اور چوروں پر نگاہِ قطبؒ کا اثر:۔

سینکڑوں جاہل اور جرائم پیشہ لوگ حضرت قطب عالمؒ کے دامن کرم سے وابستہ ہوئے اور آپ کی نگاہِ ولایت نے انہیں پاکیزہ زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھا دیا۔ یہاں پر بطورِ نمونہ ایسے ہی چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں۔

☆ میاں کریم بخش ہراج سے مروی ہے۔ ایک مرتبہ اقوامِ نکڑیال کی دعوت پر حضور ''نیلی'' (ایک علاقہ) تشریف لے گئے وہاں کے مولوی صاحب نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی، یہ لوگ گاؤں کی مسجد کے سامنے اپنے ریوڑ باندھتے ہیں۔ صبح جب ریوڑ کھولتے ہیں یا شام کو جب واپس لے آتے ہیں تو عموماً آدھا ریوڑ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کی بے حرمتی کرتا ہے۔ میں تو انہیں سمجھا کر تھک گیا اب حضور ہی انہیں ہدایت فرمائیں۔ آپ نے اقوامِ نکڑیال کو طلب فرمایا اور انہیں مسجد کے احترام کے بارے تلقین فرمائی۔ ایک بوڑھا نکڑیال دست بستہ کھڑا ہو گیا اور عرض کی ''حضور! ہم انسان ہیں، ہمیں شعور ہے مولوی صاحب کے سر پر جناب قرآن رکھ کر پوچھ لیں، ہمارا کبھی بچہ، جوان یا بوڑھا مسجد گیا ہو؟ یہ حیوان مال ہے اسے کیا پتہ کہ مسجد میں جانا ہے یا نہیں اس پر ہمارا کوئی قصور نہیں؟ حضور اس کی بات پر مسکرا دیئے۔ پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ حضور کے فیض صحبت سے یہ جاہل نہ صرف

درویش بن گئے بلکہ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے انہیں نماز پنجگانہ کے علاوہ اشراق اور تہجد کے نوافل پڑھتے دیکھا، ان کی زبانوں پر ذکر کی صدائیں سُنیں۔

جانتا تھا کون شب بیداریاں — دور کر دیں تو نے سب بیماریاں

☆ شیر محمد ونجارا، چک کاٹھیے میں رہتا تھا اُس نے خود مجھے (میاں کریم بخش ہراج) یہ واقعہ سنایا کہ ہمارے گاؤں کے کاٹھیوں کا یہ حال تھا انہوں نے کسی کی بھیڑ چوری کر لی، وہ اپنی بھیڑ مانگنے آئے تو انہوں نے قرآن شریف اُٹھا کر سر پر رکھا اور قسم کھا کر کہا ''ہم نے تمہاری بھیڑ نہیں کھائی'' البتہ تلاش کریں گے، رات کو بھیڑ ذبح کر کے کھا گئے، دوسرے دن وہ آئے تو پھر قرآن اُٹھا کر سر پر رکھ لیا اور قسم کھا کر کہا ''تمہاری بھیڑ ہمارے گھر میں نہیں'' کیونکہ رات کو ذبح کر کے کھا گئے تھے۔ یہ ان کا حال تھا۔ میں (شیر محمد ونجارا) دس، پندرہ سال نوکری پر گاؤں سے باہر رہا۔ جب واپس آیا تو کاٹھیوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ جو پہلے اس قدر ظالم اور چور تھے اب وہی نمازی، تہجد گزار، ذاکر اور ہاتھوں میں تسبیحاں تھیں۔ میں نے پوچھا بتاؤ یہ تمہیں کیا ہو گیا؟ انہوں نے کہا ہم حضرت قطب عالمؒ کے مرید ہو گئے ہیں اور یہ سارا فیض انہی کا ہے جنہوں نے ہم جیسے وحشی حیوانوں کو بھی اسلام سکھا دیا ہے۔

جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے — کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

ذات، پات کے خلاف جہاد:۔

ذات پات کا جو تصوّر برصغیر پاک و ہند میں ہے اس کی مثال دنیا میں اور کہیں نہیں ملتی، ہندو دھرم نے اسے بڑی اہمیت کا حامل قرار دیا ہے۔ جب کہ ہمارے مذہب میں حسب فرمان شارع اسلام ﷺ ''کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت نہیں'' اسلام میں عزت و توقیر کا سبب تقویٰ و پرہیز گاری کو قرار دیا گیا ہے۔ اولیاء اللہ نے ہمیشہ نہ صرف اپنی گفتار سے بلکہ بعض مواقع پر اپنے کردار سے بھی اس چیز کی نفی فرمائی ہے۔ حضرت قطب عالمؒ کی مخالف برادری اس لحاظ سے بھی آپ کی شکایت کرتے تھے کہ سید ہو کر ادنیٰ قوم کے افراد سے ہم نشینی رکھتے ہیں۔ لیکن جب آپ نے ۱۳۴۰ھ میں اپنے صادق الیقین درویش میاں کرم مُہانا کی درخواست پر اس کی بیٹی سے نکاح فرمایا تو مخالفین نے وہ طوفانِ بدتمیزی برپا کیا کہ الامان والحفیظ، پیر غلام محمد جلو آنوی سے مروی ہے'' ایک روز حضور کے بھتیجے پیر کرم شاہ صاحب نے آپ کی خدمت میں بڑی تکلیف کا اظہار کیا کہ حضور کے اس نکاح سے بہت بدنامی اور شکایت ہوئی ہے۔ بڑی خلقت بدگمان ہو گئی ہے۔ اقوامِ نکڑیال بمع اونٹوں اور کجاووں کے یہاں مرید ہونے آرہے تھے۔ راستے میں یہ بات سنی تو وہیں سے واپس ہو گئے۔ حضرت قطبِ عالمؒ پہلے تو خاموش سنتے رہے جب انہوں نے بات ختم کر لی تو فرمایا'' کرم شاہ! اگر یہ نکاح میں نے خدا کی مشیت سے کیا ہے تو یہ بات پہلے سے بھی بڑھتی جائے گی۔ اور اگر اپنی مرضی سے کیا ہے تو یہ سلسلہ بند ہو جائے گا'' لیکن آپ کا نام خداوندِ کریم نے ہر لحہ بلند سے بلند تر فرمایا۔ بھلا جس چراغ کو ذاتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ روشن فرمائے اسے اور کون بجھا سکتا ہے۔

نُورِ خدا ہے کُفر کی حرکت پہ خندہ زن — پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب پنجم

خصائص قطبیہ

حسن جاذبہ اور جمال قطبؒ

پیر غلام محمد جلو آنویؒ اپنے قلمی رسالہ ''شمائلِ قطبیہ'' میں حضرت قطبِ عالمؒ کے حُسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''قولہٗ تعالیٰ **لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم** اور حدیث قدسی **اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ** انسان کامل کے حسن ظاہر و باطن یعنی صورت و معنی کا بیان ہے۔
احسن الخالقین جس کو حسن و خوبی عطا فرماوے اس کی تعریف مجھ سے کب ممکن ہے۔ اور جمیل علی الاطلاق جس کو اپنے حلیہ پر ظاہر فرماوے۔ اس کی توصیف آدمی سے کیا ہو سکتی ہے۔ اگر تمام سخنورانِ عالم اور نکتہ سنجانِ زمانہ مل کر آپؒ کی اُس نورانی صورت اور من موہنی مورت کی خوبیاں بیان کریں تو ابد الآباد تک اُس محبوبِ دلربا کے نقشِ قدم سے بھی تجاوز نہ کر سکیں۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ اُس ذات شریف کی ایک ادنیٰ تعریف ہے۔ جن خوش نصیبوں اور اقبال مندوں کی آنکھیں آپؒ کے حسن کے جلوۂ نورانی کی جھلک سے خواب میں بھی منور ہوئی ہونگی۔ ان کی صادق زبانیں اس امر کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ کہ ایسی نورانی صورت اور خالقِ اکبر کی بنائی ہوئی مورت دونوں عالم میں کہیں موجود نہ ہوگی۔

تیری صورت بنا کے بیٹھ رہے کارکنِ کارگاہِ دولت کے

الغرض آپؒ کی ذاتِ شریف اور وجودِ لطیف میں قدرت نے جذبِ تاثر اس قدر بھر دیا تھا۔ کہ جس کی نظر آپؒ کے حُسنِ جاذب پر پڑتی وہیں دل تھام کر رہ جاتا اور بقیہ عمر آپؒ کے قدموں میں گزار دیتا۔ بالغرض اگر کوئی مخالف شخص بھی آپؒ کا جمال دیکھ پاتا تو دل و جان سے آپؒ کی ولایت کی شہادت دینے لگتا۔ **کُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ** ہر برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اُس میں ہو۔ حضور پرنور کا باطنی کمال ظاہر پر متجلی ہو کر حسنِ دلربا کو دوبالا کئے ہوئے تھا۔ اور جمال صوری و معنوی سے آپ ''نور علیٰ نور'' بنے ہوئے تھے۔ اگر آپؒ کے چہرۂ نورانی اور جلوۂ پیشانی کو خورشید و ماہ سے نسبت کی جائے تو گناہ ہے۔

گر تُرا نسبت کنم با مہر و ماہ باشد خطا چُوں تو افزونی زِ مہر و از مہِ تاباں ہماں

اگر میں آپ کو سورج اور چاند سے نسبت کروں تو یہ خطا ہے کیونکہ تو سورج اور چاند سے حُسن میں زیادہ ہے۔ امیر مینائی کیا خوب فرماتے ہیں۔

جب سے پڑی ہے آنکھ کسی روئے صاف پر ہیں مہر و ماہ دونوں نظر سے گرے ہوئے

اور اگر آپؒ کے قامتِ بالا کو سروِ آزاد سے تشبیہ دی جائے تو یہ خطا ہے

قدو روئے تُرا چوں ہر کسے سرو سمن گوید تو رے خار و خسے کویت بہ از سرو سمن گفتن

تیرے قد اور چہرے کو ہر ایک سرو اور سمن کہتا ہے۔ یہ نہیں بلکہ تیری گلی کے خار و تنکہ کو سرو و سمن سے بہتر کہنا چاہیے۔

سَرو چُوں دید آں سہی بالا **گفت سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی**

سَرو نے جب اُس قامتِ بالا کو دیکھا تو کہا پاک ہے میرا پروردگار بڑی شان والا۔

اُس سَرو کو جس نے دیکھا ایک بار کہہ دیا اللہ اکبر صد ہزار

آپ کا قد مبارک درمیانہ نہایت موزوں اور آپ کا رنگ سفید سرخی مائل گندم گوں تھا۔ اور آپؒ نازک اندام اور ایسے خوش خرام تھے۔ کہ آپؒ کی کبک رفتار کو دیکھ دیکھ کر جان نثار قربان ہو جاتے تھے۔

اور آپؒ کی چشمانِ مبارک سبحان اللہ! دستِ قدرت نے ایسی خوبصورت بنائی تھیں۔ جو ایک بار دیکھ لیتا وہ آپؒ کی نرگسِ مست کا بیمار بن جاتا اور جس پر وہ شوخ نگاہیں پڑتیں اس کو خدنگِ مژگان سے ایک آن میں نیم بسمل بنا کر تڑپا دیتیں۔ جو ایک بار نظرِ رحمت کے نیچے آیا وہ ہمیشہ کے لیے آپؒ کی زلفوں کا اسیر ہو گیا۔

ہم ہوئے تم ہوئے یا میر ہوئے　　　اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

آپؒ کے ہر دو ابروان پرفرح مثل قوس قزح کے ایسے خوشنما تھے کہ پاکبازانِ کوئے محبت انہیں اپنا محرابِ عبادت بناتے تھے۔ اور عاشقانِ جمالِ حضرت اُن سے قربِ حق اور وصالِ الٰہی کا مقصد پاتے تھے۔ اور عارفانِ اسرارِ وحدت انہیں دیکھ کر **فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى** کے معانی سمجھتے تھے۔ آپ کی خندہ پیشانی اور شیریں زبانی گویا دو جال تھے۔ جو قدرتِ کاملہ نے اپنی حکمتِ شاطرہ سے خلقت کے اسیر کرنے کے لیے پھیلا رکھے تھے۔ جو اندوہگین روتا ہوا آتا وہ ناصیۂ نوری کو دیکھ کر فرحاں جاتا۔ اور آپؒ کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک کلمے سے صادق الیقین مریدوں کے ہزاروں عقدے حل ہو جاتے۔ کثرتِ سجود کی وجہ سے سجدوں کے آثار ناصیۂ نوری میں اظہر من الشمس عیاں تھے۔ گویا خالقِ اکبر نے آپؒ کی پیشانی مبارک میں وہ داغِ نورانی دفترِ حسن کا ایک نقطۂ ام الکتاب بنا رکھا تھا۔ یا اَحسن الخالقین نے آپؒ کے ماہِ جبین میں چشمِ بد دور کی خاطر سیاہ داغ لگا رکھا تھا۔ اور بوقت خندیدن آپؒ کے دندان مبارک کے تجلّوں کی بجلیاں چمک کر مشتاق نگاہوں کو شرمندہ بنا دیتیں مگر بہت جلد وہ موتیوں کی لڑیاں نازک لبوں کی صدف میں اپنے انوار چھپا لیتیں۔ اور شمعِ جمال کے پروانے آپؒ کی اِن اداؤں پر ہزار جان سے قربان ہو جاتے اور اکثر نازک لبوں کے تبسم سے مردہ دلوں کو زندہ بناتے اور بادۂ زُلال کے مستانے دلوں میں آپؒ کی غلامی اور حلقۂ بگوشی کا عہد پختہ کرتے تھے۔

آپؒ کی ریش مبارک نہایت موزوں، ہموار، حُسن کا سنگھار از بس حسین بعینہٖ مثل لحیہ مبارک سید المرسلین ﷺ کے تھی۔ مجھے اپنے پروردگارِ عالم کی قسم کہ جب یہ دعا گو آپؒ کے خلیفۂ اعظم و نائب مکرم، مخزنِ علوم سُبحانی، شیرِ یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانی ادام اللہ فیوضھم کے دستِ مبارک پر بیعت ہوا تو خواب میں دیکھا کہ حضور قطب الاقطاب قدس سرہٗ کی مجلسِ پاک میں حاضر ہوں۔ اچانک جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لا کر آپؒ کے پلنگ کے سرہانے جلوہ افروز ہوئے۔ اور دیر تک جناب قطب الاقطاب کی جانب متوجہ رہے۔ اور آپؒ اس دعا گو کی طرف نظرِ رحمت سے دیکھنے لگے۔ اس میں کتاب ''تذکرۃ الاولیاء'' لئے اس خیال میں کہ یہ سلسلۂ فیضان جاری ہے باادب بیٹھ کر حضور علیہ السلام اور آپؒ کے جمال با کمال کا معاینہ کرتا رہا۔ اور ان ہر دو دستِ قدرت کے ایک ہی سانچے میں ڈھلی ہوئی پاک صورتوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میں دوبارہ قسم اُٹھا کر کہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام اور آپؒ کے حُلیہ مبارک میں سرِ مُو تفاوت نہ تھا۔ گویا کہ سرورِ عالم ﷺ اپنے اُس عنصرِ جسمانی کے ساتھ دوبارہ آپؒ کی صورتِ پاک میں بروز فرمائے ہوئے تھے۔ بعد ازاں جب تک آپؒ اس دارِ فانی میں رونق بخش مجلس پاک بازوں کے رہے، جب کبھی مجھ کو حضور علیہ السلام کے شرف زیارت کی تمنا ستاتی تو آپؒ کے حسنِ جہاں تاب کو دیکھنے سے دل کو تسکین آ جاتی مگر افسوس کہ آج وہ صورتِ نورانی صفحۂ عالم میں دکھائی نہیں دیتی جس کو دیکھ کر مردہ دلوں کو زندگانی نصیب ہوتی تھی۔

زہے نصیب اُن خوش اقبال حُسن پرست مریدوں کے جنہوں نے اپنے دلوں کے آئینوں میں اُس صورتِ پاک کے نقش موزوں کا فوٹو مبارک کھینچ رکھا ہے اور اس تصویر دلپذیر کو آنکھوں کے سامنے رکھ کر یادِ خدا میں مشغول رہتے ہیں۔

دل چاہتا ہے قدرتِ صانع پہ ہوں نثار　　　　تجھ کو بٹھا کے سامنے یادِ خدا کروں

خداوندِ کریم ہم کو اور ہمارے جمیع احباب کو آنجناب کی صورت کا شیفتہ بنا دے اور آپؒ کے حسن وخوبی کے صدقے ہمیں حسنِ عقیدت عطا فرما دے"۔

حلیہ مبارک:۔

حضور کے صادق الیقین درویش اور معالجِ خاص مولوی حکیم رحمت علی صاحب سے مروی ہے "آپ کا قد درمیانہ، شہ زور (طاقتور)، جسم بھرا ہوا (نہ زیادہ فربہ اور نہ زیادہ کمزور)، سر مبارک گول اور بڑا، چہرہ مبارک نہایت خوبصورت اور جاذبِ نظر، پیشانی کشادہ جس پر محراب کا نشان تھا، آنکھیں دل کش، نوکیلی (لمبی) اور اُن میں سرخ ڈورے تھے، ابرو درمیانے نہ موٹے نہ پتلے، رخسار گلاب کے پھول کی مانند سرخ، ناک اونچی اور چہرے پر نہایت موزوں، ہونٹ نفیس اور بمائل گلابی رنگت، دندان چمکیلے آب دار موتیوں کی مانند، مونچھیں درمیانی۔ (میاں احمد دین نومسلم کی روایت میں ہے، مونچھوں میں دائیں جانب ایک "موہکا" (دانہ) تھا)، ریش مبارک نہ زیادہ گھنی اور نہ پتلی بمقدار سنت مٹھ بھر، ریش مبارک اور سر کے بال باریک اور چمکیلے تھے جن پر سرخ مہندی لگایا کرتے، معمول اس طرح تھا، عشاء کی نماز پڑھ کر مہندی لگاتے اور تہجد کی نماز سے پہلے دھو لیتے، ہاتھ مبارک درمیانے، نازک اور پُرگوشت، بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں نقرئی انگشتری پہنتے جس پر نگینے کی بجائے نمبرداری کی مہر کندہ تھی، پاؤں متوسط، نازک اور پُرگوشت، الغرض حضور کا وجودِ مسعود حسن وجمال کا مرقع تھا۔

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ　　　　یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

حضور کا سراپا مظہرِ جمال تھا۔ البتہ چہرہ مبارک اور آنکھوں سے جلال نمودار ہوتا تھا، عمر کے آخری حصہ میں ایک مرتبہ حضور کچھ روز سول ہسپتال ملتان میں زیرِ علاج رہے، ایک انگریز خاتون ڈاکٹر نے آپ کو دیکھا تو بے ساختہ کہنے لگی "آپ عمر رسیدہ ہونے کے باوجود آج بھی اس قدر حسین ہیں، خدا جانے عالم نوجوانی میں کتنے خوبصورت اور دلکش جوان ہوں گے" اِسی جمالِ عالم تاب کا تذکرہ کرتے ہوئے شیر یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانیؒ "مکتوباتِ عشق" کے خط نمبر 12 میں لکھتے ہیں۔

لگی اُس دلدار دی تار سانوں جیہڑا حُسن دا شاہ سداوندا ئے
سوہنا من موہنا چہرہ یار سندا جیندے ویکھیاں دُکھ سدھاوندا ئے
مثل پھل گلاب رُخسار دلبر متھا چن سوہنا من بھاوندا ئے
مست نین دلبر پیتے بابجھ کھیوے، ڈورا نور دا وچہ سوہاوندا ئے
ابرو قوس کمان تے تیر پلکاں، بِشستاں بنھ کے یار چلاوندا ئے
تک، تک مارے دلبر عاشقاں نوں، کوئی وار خطا نہ جاوندا ئے

زُلفاں کالیاں نے عجب پیچ پائے جیویں بارا صیاد لگاوندا ہے
عاشق باز پرواز کر آن پھاتے، ہن پھاتیاں کون چھڈاوندا ہے

"صورت شکل شباہت نبویؐ":۔

وابستگانِ سلسلہ قطبیہ میں تواتر کے ساتھ ایک روایت چلی آ رہی ہے کہ حضور قطب عالمؒ کی شکل وصورت رسول اکرم ﷺ سے مشابہت رکھتی تھی، کئی مشائخ اور علماء نے بھی اس کی تائید فرمائی ہے جیسا کہ چند صفحات پہلے حضرت پیر جلو آنویؒ کا بیان گزرا ہے "میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضور قطب عالم کو خواب میں دیکھا، میں قسم اُٹھا کر کہتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ اور آپ کے حلیہ مبارک میں تفاوت نہ تھا۔" ایسے ہی اگر تمام حضرات کے بیانات نقل کیے جائیں تو ایک باب تیار ہو سکتا ہے مگر یہاں اختصار کے ساتھ صرف چند ایک روایات قلمبند کرتا ہوں۔

☆ حضور قطب عالمؒ کا ایک درویش میاں بہادر سکنہ موضع جیون ویروآنہ بیان کرتا ہے "میں نے حضور کی بیعت ہونے سے قبل ایک خواب دیکھا جس میں کسی نے کہا "اُٹھو میاں بہادر اور نبی کریم ﷺ کی زیارت کرلو؟" میں آپ ﷺ کی زیارت سے فیض یاب ہوا، پھر کچھ عرصہ بعد جب مرید ہونے کے لیے سندھیلیانوالی شریف حاضر ہوا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جو صورت مبارک میں نے رسول اللہ ﷺ کی دیکھی تھی وہی حضور قطب عالمؒ کی تھی۔"

☆ میاں مہر دین درویش سے روایت ہے "میری بڑی خواہش تھی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہو، ایک روز حضور قطب عالمؒ کی خدمت میں اپنی اِس آرزو کے بارے عرض کیا تو حضور نے فرمایا، تمہیں زیارت ضرور ہوگی اور ایک درود شریف تلقین فرمایا، میں رات کو پڑھ کر سویا تو خواب میں دیکھا، "مدینہ شریف پہنچ گیا ہوں اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دولت زیارت سے مالا مال ہوا، حضور علیہ السلام نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا "اپنے پیر کو بلاؤ" میں نے حضرت قطب عالمؒ کو آواز دی تو آپ بھی وہیں موجود تھے، اب میں حیران ہوں جو صورت رسول پاک ﷺ کی ہے وہی حضرت قطب عالم کی ہے میں جدھر دیکھتا ہوں مجھے حضرت قطب عالمؒ ہی نظر آتے ہیں اور بے ساختہ میری زبان پر ذوقیہ کلام جاری ہو گیا۔ سبحان اللہ

محمدؐ میں فنا جب ہو گئے باقی محمدؐ ہیں جہاں میں جس جگہ دیکھو گے تم ساقی محمدؐ ہیں

☆ پیر ناصر الدین شاہ سکنہ جراحی سے مروی ہے ایک مرتبہ انجمن اسلامیہ کمالیہ کا سالانہ جلسہ تھا حضرت قطب عالمؒ کرسی صدارت پر رونق افروز تھے۔ انجمن والوں نے چندہ کی اپیل کے لیے حضرت مولانا محمد یار فریدیؒ سکنہ گڑھی اختیار خاں سے درخواست کی وہ کھڑے ہو گئے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا "تم انجمن اسلامیہ کو چندہ دو، میں تمہیں زیارتِ رسول اللہ ﷺ کراؤں گا" لوگوں نے بڑھ چڑھ کر چندہ دیا، حضرت مولانا صاحب نے فرمایا تمہیں میری بات پر یقین ہوگا؟ لوگوں نے کہا جی ہاں، تو آپ نے حضرت قطب عالمؒ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا "اگر میری آنکھوں سے دیکھو تو یہ مدینہ پاک والے ہی بیٹھے ہیں" یعنی حضرت قطب عالمؒ کی صورت مبارکہ جمال مصطفیٰ کریم ﷺ کی تصویر ہے۔ حضرت پیر جلو آنویؒ کیا خوب فرماتے ہیں۔

ہ۔ ہادی کُل عالم دا وت حضرت شاہ قطبایاؒ، نوُر سوایا
عالم علم شریعت دا وچ کشف حقیقت پایا، عالی پایا
صورت شکل شباہت نبویؐ، پاک محمدؐ آیا، دین سکھایا
غلام محمد دے سر ہووے قطب علیؒ دا سایہ، بار خدایا

نگاہ قطب کا اثر:۔

حضرت قطبؒ عالم کی نگاہوں میں ایک خاص کیف چھایا رہتا۔آپ کسی سے بات کرنے کے لیے متوجہ ہوتے تو سننے والے کی نگاہیں خود بخود جھک جاتیں۔کوئی بڑے سے بڑا شخص حضور سے کُھل کر بات کرنے کا حوصلہ نہ رکھتا تھا اکثر تو پہلی ہی نظر میں مرعوب ہو جاتے۔ایک مرتبہ بڑا عجیب واقعہ پیش آیا میاں بہادر خان بلوچ سے مروی ہے راولپنڈی سے اعوان قوم کا ایک شخص سندھیلیانوالی شریف آیا حسب دستور مہمان سمجھ کر اس کی خدمت کی گئی وہ بے ادب تھا حضور کے سامنے چارپائی پر ہی بیٹھا رہتا۔میں نے اسے پیار سے سمجھایا کہ اولیاء اللہ کے سامنے چارپائی پر نہیں بیٹھتے ان کا ادب کرتے ہیں مگر اُس نے کہا میں نے تو کوئی ولی اللہ نہیں دیکھا۔کئی دھوئیں دیکھے ہیں مگر اُن میں چنگاری نہیں دیکھی؟ حضرت قطب عالمؒ نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا بہادر خان! مہمان سے کیا بات کر رہے تھے۔میں نے مذکورہ گفتگو عرض کر دی،حضور کا چہرہ مبارک جلال میں سرخ ہو گیا اور نگاہ اُٹھا کر صرف ایک بار دیکھا پھر کیا تھا اسے لرزہ طاری ہوا اور چارپائی سے نیچے گر پڑا۔میں نے جا کر دیکھا تو اس کے منہ سے خون جاری تھا اور بے ہوشی کے عالم میں تڑپ رہا تھا۔مجھے تردّد ہوا تو حضور نے فرمایا اسے پڑا رہنے دو۔صرف پانی لا کر منہ میں ڈالو۔کچھ دیر بعد اُسے ہوش آیا تو حضور کے قدموں سے لپٹ گیا اور معافی کا طلبگار ہوا۔حضور نے فرمایا "یہ شیخ اسماعیل کا گھرانہ ہے، یہاں چنگاریاں نہیں بڑے بڑے انگارے موجود ہیں"۔اور اسے بیعت فرمایا۔قلندرِ لاہوری نے کیا خوب کہا ہے۔

خِرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں   تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

آواز مبارک:۔

حضرت قطبِ عالمؒ کی آواز مبارک شیریں، پُرسوز اور باوقار تھی۔اس طرح گفتگو فرماتے کہ ایک،ایک لفظ گنا جا سکتا اور یاد کیا جا سکتا۔میاں لال درویش سکنہ موضع عنایت شاہ سے مروی ہے "حضور اپنی مجالس میں عام بلوچی بولی میں گفتگو فرماتے تھے۔جیسے "ونج کے ساریاں نوں سمجھ آجاوے" یعنی ہر کسی کو سمجھ آجائے۔میاں احمد دین نومسلم سے روایت ہے حضورؒ کی زبان مبارک میں ایسی مٹھاس اور تاثیر تھی کہ ایک آدمی کو حکم فرماتے تو ہر شخص کے دل پر اثر ہو جاتا۔یہ میرا مشاہدہ ہے۔ہر شخص سمجھتا یہ حکم میرے لیے ہے۔حضور ہمیشہ آہستہ بولا کرتے تھے۔بہت کم دیکھنے میں آیا کبھی ناراضگی ہو جاتی تو پھر ذرا بلند آواز میں بات کر لیتے۔کچہری میں ہر وقت زبان پر سبحان اللہ وبحمدہٖ کا ورد جاری رہتا۔آپ کوئی کلام ترنم سے نہ پڑھتے تھے۔اشعار بھی اپنے مخصوص سادہ انداز میں پڑھا

کرتے۔ پیر فلک شیر چشتی سے مروی ہے میں نے حضور کی مجالس میں دیکھا جب کتاب ''اسرار المعرفت'' سے مسئلہ توحید پر مشتمل اپنے اشعار پڑھتے تو آخر میں ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' ضرور فرماتے۔ حضور کی گفتگو میں ایسی مٹھاس تھی کہ اگر کسی فرد کو تنبیہ کرنی ہوتی تو وہ بھی ایسے شیریں انداز میں کرتے جو دلوں کو غارت کر ڈالتی۔ میاں کریم بخش ہراج سے روایت ہے لنگر شریف کے گھوڑوں کی دیکھ بھال ''بہاول کے بلوچ'' کرتے تھے۔ جو چک نمبر 191 ''مخدوماں'' میں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور کے دو گھوڑے بلوچ دکھانے کے لیے سندھیلیانوالی شریف لائے وہ بیس کوہ کا سفر کر کے شام کو یہاں پہنچے اس وقت حضور کا کاردار قائم دین درویش تھا۔ اُس کی بلوچوں سے نہ بنتی تھی لہٰذا بلوچوں کی ضد سے اُس نے رات کو نہ گھوڑوں کو چارہ دیا اور نہ دانے۔ وہ بھوکے کھڑے رہے۔ حضور صبح کچہری میں تشریف لائے تو بلوچوں نے قائم دین کی شکایت لگا دی۔ تھوڑی دیر میں قائم دین بھی کچہری میں حضور کی آمد سن کر حاضر ہو گیا اس کو بلوچوں کی شکایت کا علم نہ تھا۔ حضور نے گھوڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قائم دین سے پوچھا یہ کس کے ہیں؟ اس نے عرض کی حضور اپنے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں یہ تو اپنے نہیں ہیں۔ قائم دین نے عرض کی حضور یہ رات کو مخدوماں سے آئے ہیں۔ حضور نے فرمایا مجھے تو نہیں لگتے۔ قائم دین نے عرض کی حضور یہ فلاں، فلاں گھوڑیوں سے ہیں میں انہیں اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ حضور نے فرمایا'' قائم دین! اگر یہ اپنے ہوتے تو ساری رات بھوکے کھڑے رہتے؟'' حضور کا اتنا فرمانا تھا کہ ندامت سے قائم دین کی گردن جھک گئی وہ اتنا شرمسار ہوا کہ پھر زندگی بھر حضور سے آنکھ اُٹھا کر بات نہ کر سکا۔ اکثر یہ واقعہ سناتا اور کہتا'' حضور نے اس قدر پیار سے مجھے شرمندہ کیا کہ میرے دل نے کہا ابھی زمین پھٹ جائے اور میں اس میں سما جاؤں''۔

حضرت قطب عالمؒ واقعات بیان کرنے میں ایک خاص انداز رکھتے تھے۔ پیر حق نواز چشتی سکنہ شیخ برھان سے روایت کی جاتی ہے ایک مرتبہ کچے بنگلے میں (موجودہ دربار شریف کے سامنے تھا) شیر یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانیؒ کی موجودگی میں حضرت قطب عالمؒ نے غزوہ بدر کے حالات اس انداز میں بیان فرمائے کہ حاضرین مجلس کی آنکھوں کے سامنے وہی نقشہ اور سماں پیدا ہو گیا۔

رفتار اور چال :۔

پیر غلام محمد جلوآنویؒ اپنے قلمی رسالہ ''شمائلِ قطبیہ'' میں حضرت قطب عالمؒ کی رفتار اور چال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''اہلِ نظر پاکباز لوگوں کا دستور ہے کہ خوبانِ عالم کی خوش خرامی کو کبک رفتاری کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ مگر میں اُس خسروِ خوبان وسُلطانِ مہوشان کی رفتار کو جو محبوبِ پروردگار ہو بھلا کون سی احسن چیز سے نسبت کروں۔

سبحان اللہ! آپؒ جس فرشِ زمیں پر اَقدام مبارک رکھتے تو وہ خاک بھی گویا ہفت افلاک پر فخر کرتی اور جس کوچہ میں ایک بار گزر جاتے وہ گلی بھی رشکِ جہاں بن جاتی۔ آپؒ جب خراماں خراماں راستہ پر چلتے تو جان نثاروں کی مشتاق آنکھیں دیکھتی رہ جاتیں اور ہر طرف سے ارادت مندوں کی ٹولیاں دوڑ دوڑ کر آپؒ کے قدموں پر گر پڑتیں۔ آپؒ اس سے بہت گھبراتے اور لوگوں کو منع فرماتے مگر شمعِ جمال کے پروانوں سے نہ رہا جاتا اور بے اختیار ہو کر

حسنِ جاذب کی تاثیر سے آپؒ کے مبارک قدموں پر جھک جاتے اور روانگی میں آپؒ اسقدر تیز رفتار تھے۔ کہ نوجوان بھی نہ مل سکتے تھے۔ اور ہر جلکش بھی اتنے کہ اپنی زبان دُرفشان سے فرماتے تھے کہ ایک بار اوائل عمر میں ہم ملتان سے پیدل چل کر یہاں آئے جو بتیس (۳۲) کوس سے بھی زائد کا فاصلہ ہے۔ اور آپ ایسے انداز سے چلتے کہ اقدام مبارک زمین سے بالا ہی نظر آتے اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا ملائک آپؒ کو اپنے پروں پر اُٹھائے پھرتے ہیں۔ آپ کا عصا مبارک نہایت خوبصورت اعلیٰ قسم کا ہوتا۔ جسے ہاتھ میں لے کر ٹہلتے تو عشاق دلفگار کی ترستی ہوئی آنکھیں آپؒ کی محبوبانہ چال کو دیکھ دیکھ کر قربان رہ جاتیں۔ ہر طرف سے مشتاق نگاہیں آپؒ کے التفات نظر کی منتظر رہا کرتیں۔ مگر آپؒ بلا ضرورت دائیں، بائیں مُلتفت نہ ہوتے تھے۔ آپؒ جس طرف روانہ ہوتے جان نثاروں کا ایک گروہ سایہ کی مثل آپؒ کے پیچھے ہوتا۔ اہلِ فقر آپؒ کی خاکِ قدم کا سرمہ بناتے۔ نقشِ پا پر اپنے سروں کو جھکاتے۔

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود ‏ ‏ ‏ سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

(جس زمین پر آپ کے کفِ پا کا نشان ہوگا۔ ہزار ہا سال وہ جگہ اہلِ نظر کی سجدہ گاہ ہوگی۔)

پروردگار آپؒ کی خوش رفتار کے صدقے ہمیں سیدھے راستے پر چلاوے اور ہر سالکِ طریق کو منزلِ مقصود پہنچاوے''۔

دستِ حق پرست:۔

حضرت قطب عالمؒ کے دست مبارک قوت یداللہ کا عظیم نمونہ تھے۔ اِن ہاتھوں کا کمال اس وقت ظاہر ہوتا جب یہ اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں دُعا کے لیے اُٹھتے تو خلقت کے بگڑے کام بنا دیتے۔ ہر روز یہ مبارک ہاتھ کئی، کئی بار اُٹھتے اور ہمیشہ اپنے رب کریم کی درگاہِ عظیم سے نوازے جاتے۔ وابستگانِ قطبیہ میں حضور کی قبولیت دُعا کے ہزاروں واقعات مشہور ہیں مگر اختصار کے پیش نظر یہاں صرف ایک واقعہ نقل کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ چراغ خان گادھی کی دعوت پر حضور تشریف لے گئے۔ رخصت ہونے لگے تو خان صاحب نے دنیاوی ترقی کے لیے دُعا کی درخواست پیش کی حضور نے دوبارہ پوچھا'' دنیاوی حصول کے لیے یا آخرت میں کامیابی کے لیے؟'' لیکن خان صاحب نے عرض کی حضور! دنیاوی ترقی کے لیے دُعا فرمائیں۔ آخرت میں دیکھا جائے گا؟ آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا کیونکہ حضور کا معمول تھا آخرت کی کامیابی کو دنیاوی ترقی پر ترجیح دیتے تھے۔ لیکن اس کے اصرار پر دُعا فرما دی۔ خان صاحب نے صرف اڑھائی مربعہ کی وراثت پائی تھی حضور کی دعا سے ستر مربعہ زمین کے مالک اور اپنے علاقہ کے رئیس اعظم بنے۔ دو تین گاؤں کی نمبرداری ملی۔ اور فریضۂ حج بھی ادا کیا۔ ان کے ایک بیٹے کو ذیلداری اور دوسرے بیٹے کو پنچائیت کی افسری ملی۔ الغرض دنیاوی عزت اور وقار میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہا۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ ‏ ‏ ‏ غالب و کار آفریں ، کار کشا و کارساز

پائے انور کی برکت:۔

حضرت قطبِ عالمؒ کا وجود مسعود غریب لوگوں کے لیے سرچشمۂ کرم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم اطہر کو بے شمار کمالات عطا فرمائے تھے۔ آپ کے پاؤں میں یہ برکت و رحمت تھی کہ جس جگہ قدم رنجہ فرمایا اُس جگہ کو

بھاگ لگ گئے۔ غریبوں کی پریشانی اور غربت دُور ہوئی کچے گھرانے، پختہ مکانوں اور شاندار کوٹھیوں میں تبدیل ہو گئے ویرانے آباد ہو گئے۔ گویا حضور کا وہاں قدم رنجہ فرمانا خداوند کریم کی عطاؤں، نوازشوں اور مہربانیوں کا خزینہ تھا۔ بڑا مشہور واقعہ ہے۔

سند ھیلیا نوالی شریف میں ہندو مہاجن رہتے تھے اُن کا گھوڑا ایک شخص سلطان ملو کا نے چوری کر لیا۔ پتہ چلنے پر وہ مذکورہ شخص کے گھر گئے اور واپسی کا مطالبہ کیا لیکن اُس نے جواب دے دیا۔ ہندو مہاجن حضرت قطب عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی عورتوں کو بطور میلہ لائے کہ حضور ہمیں اُس شخص سے گھوڑا لے کر دیں۔ آخر ان کے اصرار پر حضور نے ساتھ چلنے کا فیصلہ کر لیا اور ''متا ملوکا'' کے پاس جا کر تمام ماجرا بیان فرمایا۔ اُس نے عرض کی، حضور! میرے بھائی نے گھوڑا واقعی چرایا تھا مگر ہم اُسے بیچ کر کھا گئے ہیں۔ اب حضور تشریف لائے ہیں آپ کے لیے تو میری اولاد بھی حاضر ہے، ہم کیسے آپ کو خالی واپس بھیج سکتے ہیں؟ حضور نے فرمایا تم کہیں سے اس کے عوض گھوڑا لاؤ، خداوند کریم مسبب الاسباب ہے۔ کوئی سبب بنا دے گا۔ وہ اُسی وقت جنگل میں ایک طرف روانہ ہو گیا ابھی تھوڑی دور گیا تھا کہ سامنے اس کا ایک دوست گھوڑے پر آ رہا تھا۔ متا ملوکا نے اسے تمام ماجرا بیان کیا، وہ شخص فوراً گھوڑے سے اُتر آیا اور کہا تم یہ میرا گھوڑا اس کے عوض دے دو اور حضرت قطب عالم کو خالی واپس نہ بھیجو۔ لہٰذا گھوڑا لے کر متا ملوکا حاضر خدمت ہو گیا۔ حضور بڑے خوش ہوئے اور فرمایا تم نے میرے چل کر آنے کی قدر کی ہے خداوند کریم تیری غربت دور فرمائے گا اور تجھے اتنا دے گا کہ تو تنگی داماں کی شکایت کر اُٹھے گا۔ حضور دعائے خیر فرما کر واپس تشریف لائے، کہتے ہیں متا ملوکا کو انہی دنوں جنگل سے کوئی خزانہ مل گیا اور وہ اپنے دور میں ''لاکھ پتی'' مشہور ہو گیا۔ اکثر علاقہ پیر محل کے رؤسا سادات اور زمیندار طبقہ بھی ضرورت پڑنے پر اس سے گندم لے جاتے۔ سال کے بعد مقروض لوگ سینکڑوں من گندم اسے واپس کرنے آتے۔

وضو اور طہارت:۔

حضرت پیر جلو آنویؒ اپنے قلمی رسالہ ''شمائل قطبیہ'' میں حضرت قطب عالم کے وضو اور طہارت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''چونکہ آپؒ ظاہر و باطن میں پاک تھے۔ اور اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔ اس لیے ہر وقت باوضو رہا کرتے۔ جاگتے یا سوتے ہمیشہ وضو سے ہوتے۔ باوضو رہنے کی نہایت تاکید کرتے بلکہ فرماتے جو فقیر ہمیشہ وضو سے نہ رہے درجہ ولایت تک نہیں پہنچتا۔ آپؒ اگر رات کو قبل از نمازِ تہجد بیدار ہو جاتے تو دوبارہ وضو کر کے پھر آرام فرماتے اور باوضو سونے کی اس قدر تاکید فرماتے کہ جس کو سردی یا کسی اور قسم کا عذر ہو وہ سوت (بستر) ہی میں سویا ہوا تیمم کر لیا کرے۔

آپؒ تہجد کے وضو سے فجر و اشراق کی نماز ادا کرتے۔ پہر سوا پہر دن کو بیت الخلا سے فارغ ہو کر وضو فرماتے بعد از قیلولہ (خوابِ دوپہر) پھر وضو کرتے جس سے ظہر و عصر و مغرب اکثر عشاء کی نمازیں ادا ہوتیں اور گاہے عشاء کا تازہ وضو فرما لیتے۔ غرضیکہ وہ پا کبازِ عشق و محبت ہر وقت باوضو رہا کرتے تھے۔

آپؒ وضو میں پانی بہت ہی کم خرچ فرماتے بلکہ اس قدر قناعت ہوتی۔ کہ ایک دن اندرونِ دولت سرائے سے ایک خادمہ سلور کا کروا (لوٹا) لائی جس میں صرف آدھ سیر پانی سماتا ہو گا۔ اس میں پاؤ بھر باقی موجود تھا۔ اُس نے کہا کہ حضور انورؒ نے اس کروا سے سر اور ریش مبارک سے مہندی بھی دھوئی ہے۔ اور وضو بھی فرمایا ہے۔ اور یہ پانی

پھر بھی بچ گیا ہے۔ سب حیران ہو گئے۔ حضرت خلیفہ اعظم و نائب مکرم شیر یزدانی فتحپوری نے ارشاد فرمایا کہ یہ پانی بطور تبرک تقسیم کر دو۔ تمام حاضرینِ مجلس نے اس میں سے جرعہ جرعہ نوش کیا۔ طرفہ تر یہ کہ پانی پھر بھی بچ گیا۔

جب وہ نازنینِ گلبدن غسل کا ارادہ فرماتے تو اپنے جسمِ اطہر و وجودِ منور کو چشمِ بد سے نہایت بچاتے اور چشمۂ حیا ہمیشہ پردہ میں بیٹھ کر نہایا کرتے۔

پردہ میں تم ہو اس پہ یہ عالم ہے حُسن کا — پردے سے باہر آؤ تو کیا جانے کیا کرو

ماسوائے ایک دو غلام نہلانے والوں کے اس گُلفام نازک اندام کے وجود مبارک کو ہرگز کوئی نہ دیکھ سکتا۔ اکثر آپؒ ایک کروا (لوٹا) سے جس میں اڑھائی سیر کے قریب پانی ہوتا بخوبی غسل فرمالیتے۔ پہلے بڑی احتیاط سے وضو فرماتے اور پھر تمام بدن مبارک کو مَل کر تین بار خوب پانی بہاتے۔

چونکہ آپؒ کا پیکرِ نورانی ہرگز دو آلائشِ جسمانی سے پاک اور منزّہ تھا۔ اس لیے صرف پانی سے بغیر صابون وغیرہ کے آپؒ کے جسدِ پُر انوار سے عارضی میل کچیل دور ہو جاتی۔ خورشید درخشاں اپنے نور کی شعاعوں سے آپؒ کے بدن مبارک پر قطرات کے موتی پروتا اور ماہِ تاباں حُسن کی تمام متاع سے آپؒ کے اقدام مبارک پر نثار ہوتا تھا۔ نظارگیانِ خدمت گزار دیکھ دیکھ کر بے تاب رہتے اور غیرت مندانِ حُسنِ دلدار پکار پکار کر یوں کہتے تھے۔

بام پر ہرگز نہ جانا دیکھنا نازک بدن — چاندنی پڑ جائے گی میلا بدن ہو جائے گا

آپؒ ہمیشہ جمعہ کے روز غسلِ مسنون فرما کر نئی پوشاک پہن کر اور عطر لگا کر خراماں خراماں کاشانہ مبارک سے جامع مسجد کو تشریف لاتے تو سبحان اللہ آپؒ کی بانکی اداؤں کو دیکھ دیکھ کر خانہ زاد قربان ہوتے۔ نظارگیانِ حسن و جمال کی آنکھیں جلوۂ نورانی سے منور ہو جاتیں اور شاہد پرستانِ نازک خیال کے دماغ نفحۂ روحانی سے معطر ہو جاتے۔ خداوند کریم آپؒ کی طہارت کے صدقے ہمارے دلوں کو پاک کرے"۔

حضور کی تصاویر:۔

کیمرہ سے مختلف اوقات میں اُتاری گئی حضرت قطب عالمؒ کی تین تصاویر راقم الحروف (محمد طاہر حسین غفرلہٗ) کو ملی ہیں۔

اوّل: ایک گروپ فوٹو ہے، حضور کرسی پر تشریف رکھتے ہیں آپ کے پیچھے تین درویش کھڑے ہیں حضرت پیر جلو آنویؒ چونکہ آپ کے منشی بھی رہے بطور علامت ہاتھ میں کاغذ قلم لے کر کھڑے ہیں۔ درمیان میں سید سلطان شاہ بخاری کے ہاتھ میں کھلی ہوئی کتاب ہے۔ تیسرے درویش کا نام مجھے معلوم نہیں ہوسکا۔ نیچے فرش پر حضور کی کرسی کے دائیں بائیں فرش پر دو، درویش بیٹھے ہیں۔ ایک بابا مولا بخش لانگری ہیں اور دوسرے جنہوں نے اپنے ہاتھ حضور کے نعلین مبارک کو لگا رکھے ہیں وہ میاں الٰہی بخش ہراج ہیں۔

دوم: حضور اکیلے کرسی پر بیٹھے ہیں، تصویر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درمیانی عمر کی ہے۔

سوم: آخری زمانہ حیات کی تصویر ہے جو سلسلۂ وابستگان میں بڑی مشہور ہے اور ہر کہیں دیکھنے میں آئی ہے حضرت قطب عالم مسند پر تکیہ لگائے تشریف فرما ہیں دست انور میں تسبیح اور سامنے عصا مبارک رکھا ہے۔ چونکہ یہ تصویر موسم سرما میں اُتاری گئی حضور نے جیکٹ اور کوٹ بھی سفید رنگ کا پہن رکھا ہے۔ کمالیہ شہر میں رہنے والے حاجی

محمد سلیم فوٹو گرافر نے مجھے بتایا یہ تصویر میرے استاد تصدق فوٹو گرافر نے اُتاری اور میں اُن دنوں بطور شاگرد اس کے ساتھ تھا۔ حضور کمرے میں تشریف رکھتے تھے ایک بڑا سا آئینہ جو فوٹو گرافی کے لیے تھا مجھے اُستاد نے پکڑا کر کہا باہر دھوپ میں کھڑے ہو کر اس کا عکس حضور کے چہرہ انور پر ڈالو تا کہ تصویر میں چہرہ مبارک کے خدو خال واضح نظر آئیں۔ اس وقت حضور کی ریش مبارک سرخ تھی۔ تصاویر چونکہ ابھی سادہ اتاری جاتی تھی اس لیے آپ کی ریش مبارک سیاہ نظر آتی ہے۔ راقم الحروف کو حاجی محمد سلیم نے کئی یادگار تصاویر بطور تحفہ دیں۔ میاں بہادر خان بلوچ سے روایت ہے ایک ہندو نے ملتان میں حضور کی قلمی تصویر بنا کر پیش کی آپ نے اس کے فن کی داد دی اور اسے انعام سے نوازا۔ آج کل حضور کی ایک تصویر جو دربار شریف پر اور لنگر کی مطبوعات میں شائع ہو رہی ہے یہ پیر سید اسرار حسین شاہ نے آپ کی تمام تصویریں سامنے رکھ کر درمیانی عمر کا حساب رکھتے ہوئے ایک نامور مصّور سے بنوائی۔ مجھے حاجی محمد سلیم فوٹو گرافر نے بتایا پیر سید اسرار حسین شاہ کو بچپن سے فوٹو گرافی کا شوق تھا۔ انہوں نے فوٹو گرافی کا تمام سامان خرید کر اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ کبھی کبھی مشورہ کے لیے مجھے بھی بلا لیا کرتے۔ اُن کی شادی پر تمام فوٹو گرافی میں نے کی۔

آپ کا لباس:۔

حضرت قطب عالمؒ کے لباس شریف کا تذکرہ قلمبند کرتے ہوئے ''شمائلِ قطبیہ'' میں حضرت پیر جلوآنویؒ لکھتے ہیں۔ ''دراصل آپؒ کی پوشاک ظاہری کا بیان کرنا بہ نسبت اُن صفاتِ باطنی کے جو جنابِ الٰہی سے مثلِ ولایت و قطبیت و غوثیت وغیرہ کے آنحضرتؐ کو عطا ہوئیں۔ ایک گونہ تنقیصِ شان میں داخل ہے۔ مگر چونکہ وہ خلعاتِ نورانی جو آنذات جامع الکمالات کو فیوضاتِ ربّانی سے عطا ہوئی ہیں مدرکاتِ انسانی سے خارج ہیں۔ اس لیے تبرکاً آپؒ کے لباسِ ظاہری کا ہی بیان کرنا غنیمت بلکہ عین سعادت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آپؒ کے حُسنِ شریف کی پوشاک کے ساتھ تعریف کرنا ایک قسم کی گستاخی ہے۔ کیونکہ

ع ۔ نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا دیوے

بلکہ آپؒ کا جمالِ روز افزوں حلہ ہائے گوناں گوں کو زینت بخشندہ اور آپؒ کا پیراہن مبارک نابیناؤں کو نور دیتا تھا۔ آپؒ نہایت عمدہ نفیس اور قیمتی پوشاک زیبِ تن فرمایا کرتے تھے۔ دستار مبارک آپؒ کی اکثر سفید ہوا کرتی تھی۔ اور گاہے بگاہے سیاہ عمامہ بھی باندھ لیتے تھے۔ بندش دستار کی سارے عالم سے نرالی ہوتی جس پر تاجِ سُلطانی قربان ہوتا تھا۔ ہمیشہ پیراہن سفید پہنتے اور کبھی کبھی قمیض پہن لیتے۔ اور قبا آپؒ کے نہایت ہی مطبوعِ خاطر تھی۔ ہمیشہ گرمی و سردی کے موسم میں زیبِ تن فرمائے رکھتے۔ جسے دیکھ کر حُسن کے تماشائی پکار اُٹھتے۔

ع ۔ پوشیدہ یار جامۂ تنگے کہ واہ واہ

موسم سرما میں ہر قسم کے کوٹ پہنتے۔ گاہے سرخ مخمل کا جبہ مبارک زیبِ تن فرماتے۔ اور ہمیشہ دوش مبارک پر سفید دوپٹہ رکھا کرتے کبھی ریشمی رومال استعمال فرماتے۔ اور لوئی (چادر) برنگ بادامی آپؒ کو بہت پسند تھی۔ گاہے سبز بھی استعمال فرماتے۔ آپؒ ہمیشہ لُنگی نہایت عمدہ یا چادر زیب کمر فرمایا کرتے اور پاپوش نہایت لطیف تِلّے دار گراں قیمت زیبِ قدم فرمایا کرتے۔ جو شخص نیا جوڑا (نعلین) پیشِ خدمت حاضر کرتا اُس کی دلجوئی

کی خاطر پہن لیتے۔ موسمِ سرما میں گا ہے مَوزے بھی پہنا کرتے غرضیکہ جو بھی پوشاک آنذات پاک زیبِ تن فرماتے وہ آپؒ کے حُسن وخوبی کی بدولت نہایت ہی خُوبصورت لگتی تھی۔ اور شربتِ دیدار کے پاسے آپؒ کی اُس محبوبانہ آن بان کو دیکھ کر ہزار جان سے قربان ہوتے تھے۔ خدائے پاک آپؒ کی مبارک پوشاک کے صدقے ہمیں عشق ومحبت کی خلعت عطا فرماوئے''

☆ حضرت قطب عالمؒ کے ایک درویش اور معالج خاص مولوی حکیم رحمت علی صاحب کی روایات میں ہے ''حضور اکثر سفید لباس پہنا کرتے۔ دستار مبارک اکثر سفید ململ کی اور کبھی سیاہ رنگ کی بھی باندھ لیتے۔ قمیص کھلے بازوؤں والا جو آٹھ کلیوں پر مشتمل ہوتا۔ سفید ملائم لٹھے کی چادر، یا کبھی لنگی جس کا کنارہ ایک بالشت ریشمی ہوتا زیب کمر فرماتے، قمیص کے اوپر جاپانی شدگائی کی واسکٹ جس کا اگلا حصہ شدگائی اور پشت کی جانب سفید لٹھا ہوتا پہنتے، کبھی کبھی سیاہ رنگ کی واسکٹ (جو مذکورہ بالا کپڑوں سے تیار ہوتی) بھی پہنتے، پیر حق نواز چشتی سکنہ شیخ برھان کی روایت میں ہے بادامی رنگ کی واسکٹ پہنے ہوئے بھی حضور کو دیکھا گیا۔ اس کے علاوہ سبز رنگ کا ایک کوٹ جو لمبائی میں درمیانہ تھا۔ حضور استعمال فرمایا کرتے۔ پاؤں میں دیسی جوتا پہنتے جو وزن میں بہت ہلکا اور سنہری روپہری تلہ کے نقش ونگار سے مزّین ہوتا۔ ہاتھ میں تقریباً تین فٹ کا چوبی عصا مبارک جس کا سر ''میم'' سے مشابہت رکھتا ہمیشہ سفر وحضر میں ساتھ رکھتے اور ہاتھ کا انگوٹھا کثرتِ اوراد پڑھنے کی وجہ سے عصا پر بھی تسبیح پڑھنے کے خیال میں حرکت کرتا رہتا جس کی وجہ سے عصا مبارک پر نشان پڑ گیا تھا۔ حضور کے فطرتی حیا کا یہ عالم تھا کہ حضرت پیر جلوآنویؒ سے مروی ہے ''اگر کبھی گھر سے باہر قمیص تبدیل کرنا پڑتا تو نہایت احتیاط سے تبدیل کرتے کہ جسم اطہر پر کسی کی نظر نہ پڑے۔ یعنی پہلے قمیص اتارتے وقت نئے قمیص سے اپنا جسم ڈھانپ کر پہنتے۔

دنیا سے بے توجہی:۔

حضرت قطب عالمؒ کی ذات بابرکات کا ایک نمایاں وصف دنیا کی محبت سے بے توجہی تھا۔ آپ کو نہ روپیہ ودولت جمع کرنے کا خیال تھا اور نہ مال ومتاع سے لگاؤ تھا۔ البتہ ضرورت کے لیے ہر چیز بنائی۔ عالی شان مسجد، مدرسہ، اپنے والد ماجد اور جد امجد کے مزارات پر ''محل شریف''، مہمانوں کے لیے بنگلہ، وضو وطہارت کے لیے بہترین کنواں، زائرین کے لیے لنگر خانہ اور گھر کے لیے بہترین مکانات تعمیر کرائے، تعمیرات کا یہ سلسلہ نہ صرف دربار قطبیہ تک محدود رکھا بلکہ اپنے پیر خانے ''میرک شریف'' میں بھی مسجد، اپنے مرشد کریم کا ''محل مبارک''، گھر کے مکانات اور مہمان خانے اپنی زیر سرپرستی تعمیر کروائے۔ لیکن دنیا کا مال ودولت فقط اپنے ہاتھوں تک محدود رکھا اسے کبھی دل میں جگہ نہ دی۔ سادات شاہ پوری کی معاونت کے لیے حضور جب ملتان تشریف لے گئے۔ تو وہاں کے مریدین اور عقیدت مندوں نے آپ پر چاندی کے اسقدر روپے نچھاور کیے کہ ایک ڈھیر لگ گیا۔ لیکن حضور نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔ اکثر لانگری اُٹھا کر انہیں لنگر خانے میں حسب ضرورت خرچ کرتا رہتا۔ ملک محمد نواز کھوکھر کا بیان ہے۔

''حضور کو مال اور گھوڑوں کا کوئی شوق نہیں تھا'' لنگر شریف میں جو کچھ ہوتا وہ تو ضرورت کے پیش نظر رکھا جاتا۔ امیر کراڑ اُس وقت دھڑ وائی تھا اور مراد قصائی ڈیرہ کے لیے ملازم تھا۔ باہر کے اکثر کام بھی وہی کرتا۔ حضرت قطب عالمؒ کچہری لگا کر بیٹھتے تو وہ دونوں کوئی نہ کوئی کام پوچھنے کے لیے آ جاتے کیونکہ حضور تو اپنے دنیاوی کاموں میں دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ وہی لوگ کام کرتے تھے ایک روز میاں اللہ یار کملانہ دست بستہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی، ہم حضور کے وعظ و نصیحت میں مست بیٹھے ہوتے ہیں کہ امیر اکراڑ اور مرادا قصائی کوئی نہ کوئی بات چھیڑ کر ہمارا لطف برباد کر دیتے ہیں۔ حضور ان کے لیے کوئی ٹائم مقرر فرمادیں آپ نے دونوں ملازموں کو فرمایا ''تم نے اگر کوئی بات پوچھنی ہو تو دن دس بجے آ جایا کرو۔ اس وقت نہ آ سکو تو پھر دوسرے دن دس بجے آیا کرو۔ تاکہ ہمارے دینی کام میں حرج نہ ہو۔

میاں امیر بخش نول سے مروی ہے حضور فرماتے ''یہ فانی دنیا ڈھلتا پچھانواں ہے'' پھر وضاحت کرتے ''یہ دنیا سائے کی مانند ہے، جس کو اگر پکڑنا چاہیں تو کبھی نہیں پکڑ سکتے اور اگر اسے پشت کر کے چلیں تو یہ پیچھے دوڑتی ہے۔ دنیا سے دل مت لگاؤ اور اس پر اعتماد نہ کرو'' حضور اپنے اشعار میں بھی فرماتے ہیں۔

ہے یہ دنیا بے وفا پُر مکر فن — نوجواں آتی نظر یہ پیر زن
کیوں تو ہے مغرور اِس کے حسن پر — آج کل جاوے گا تو بھی چھوڑ کر
زَن و فرزندوں سے ہونا ہے جدا — ہو کے تنہا گور میں سونا سدا

تو کل و استغناء:۔

حضرت قطب عالمؒ کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو توکل و استغناء تھا۔ میاں لال درویش سکنہ موضع عنایت شاہ سے روایت ہے ''میری موجودگی میں موضع چوترہ سرگانہ سے ایک سرگانہ نے حضرت قطب عالمؒ کی خدمت میں عرض کی، ''حضور کا بڑا خرچ ہے'' آپ نے فرمایا ''ہمارا تو کوئی خرچ نہیں، مخلوق بھی خدا کی اور خرچ بھی خدا کا ہے۔ ہم تو خداوند کریم کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہمارے ہاتھوں اپنی مخلوق کو کھلا رہا ہے۔ چھوٹا سا ٹکڑا لنگر سے ہم بھی کھا لیتے ہیں کہ مخلوق بھی اُسی کی ہے اور ہم بھی اُسی کے ہیں''۔

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا — خود بھیک دیں اور خود کہیں، منگتے کا بھلا ہو

ملک محمد نواز کھوکھر کا بیان ہے، میں نے ساری زندگی دیکھنے کے علاوہ یہ سنا بھی نہیں کہ حضور نے کبھی کسی درویش سے کچھ طلب فرمایا ہو، ہمارے مشائخ کا یہ معمول رہا ہے۔

بن مانگے موتی ملے، مانگے ملے نہ بھیک — جس مانگے، مانگن مٹ جائے ایسا مانگن سیکھ

پیر محمد رمضان قریشی (کمالیہ شہر) سے مروی ہے ''ایک مرتبہ حضور قطب عالمؒ نے دورانِ مجلس فرمایا ''فقیر اگر پسند کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے دو جہان کی بادشاہی عطا فرماتا ہے مگر فقیر نے کچھ نہ لیا'' ہم بڑے حیران ہوئے کچہری میں شیر یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانیؒ بھی تشریف رکھتے تھے۔ جب انہوں نے سرِ تسلیم خم کر لیا تو ہماری کیا مجال تھی کہ اس بارے دریافت کرتے۔ پھر ایک روز مجلس میں چند مخصوص آدمی حاضر تھے حضور نے دوبارہ یہ فرمان دُہرایا تو حافظ سید محمد نے عرض کی ''فقیر کو دو جہان کی بادشاہی حاصل ہو گئی اور کیا لینا ہے؟'' حضور نے فرمایا پہلے کبھی تم لوگوں نے پوچھا نہیں، آج تمہیں ایک مثال کے ذریعے سمجھاتا ہوں۔ ''ایک بادشاہ کی کئی

بیگمات تھیں مگر اُس نے اور شادی کر لی۔ نئی دلہن کے پاس صرف ایک مرتبہ گیا پھر نہ گیا۔ ایک دن عید کے موقع پر قاضی شہر نے تقریر کرتے ہوئے کہا اغنیاء کو دولت غرباء پر بھی تقسیم کرنی چاہیے۔ اس کا بڑا ثواب ہے۔ بادشاہ نے سوال کیا میں شاہی خزانے سے غرباء کو دولت تقسیم کر سکتا ہوں؟ قاضی صاحب نے کہا بالکل، آپ کو اختیار ہے، بادشاہ نے منادی کروائی کہ جس کسی کو کوئی حاجت ہو مجھے آج بتائے لوگ جوق در جوق بادشاہ کے دربار میں اپنی حاجات بیان کرنے لگے اور بادشاہ ساتھ ساتھ احکام جاری کرتا گیا۔ دن 12 بجے تک باہر یہ سلسلہ رہا پھر محل میں آ کر یہی منادی ہوئی، خادمائیں اور حرم کی خواتین حاضر ہوئیں اور جو کچھ انہیں پسند تھا اسے حاصل کیا، مگر بادشاہ کا وہ حرم نہ آیا جس کے پاس اُس نے صرف ایک مرتبہ قیام کیا تھا۔ بادشاہ نے پوچھا کوئی رہ تو نہیں گیا عرض کی گئی فلاں حرم نہیں آیا۔ بادشاہ نے اُسے بلایا اور کہا تم بھی کوئی چیز مانگ لو۔ اُس نے عرض کی میں جو کچھ مانگوں گی وہ آپ دیں گے؟ بادشاہ نے کہا میرا وعدہ ہوا مانگ کر تو دیکھو؟ اُس نے اُٹھ کر بادشاہ کا دامن پکڑ لیا کہ میں تجھے مانگتی ہوں۔ یعنی اگر تم میرے ہو تو پھر سب کچھ میرا ہے۔ حضور فرماتے جو اللہ کا ہو جائے اللہ اُس کا ہو جاتا ہے۔ **مَنْ كَانَ اللّٰه كَانَ اللّٰهُ لَهٗ،** بلکہ جو اللہ کا ہو جائے سب کچھ اُس کا ہو جاتا ہے۔ **من له المولیٰ فله الكل.**

راضی برضائے الٰہی:۔

اولیائے اللہ ایسے راضی بہ رضائے الٰہی ہوتے ہیں کہ اپنے کسی کام کے لیے خداوندِ کریم سے دعا مانگنا عشق کے منافی سمجھتے ہیں۔ جب کہ لوگوں کے لیے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا رہتے ہیں۔ حضرت قطبِ عالمؒ اور حضور شیرِ یزدانیؒ کا یہی حال تھا۔ کبھی اپنے لیے مولیٰ کریم کی بارگاہ میں ہاتھ نہیں پھیلائے۔ دونوں حضرات کے اکلوتے بیٹے آپ کی موجودگی میں اولادِ نرینہ سے محروم رہے۔ لوگ حاضر ہو کر عرض بھی کرتے لیکن حضور "مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ" پر کاربند رہے حتیٰ کہ ہر دو حضرات کے بعد از وصال اولاد کے گھر فرزندِ نرینہ ہوئے۔

اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَمَة:۔

میرے قبلہ گاہی حضرت سائیں پیر محمد کرم حسین حنفی القادریؒ فرمایا کرتے۔ حضرت قطب عالمؒ ایک مرتبہ درویشوں کے ساتھ دریائے راوی پر کشتی کے انتظار میں تشریف فرما تھے۔ اچانک ایک فقیر آپ سے کچھ فاصلے پر دریا کے کنارے آیا اور بغیر کشتی کے دریا پر چلتا ہوا دوسرے کنارے چلا گیا۔ درویشوں نے یہ ماجرا دیکھا تو عرض کی "حضور! آپ قطبِ وقت ہیں اور اتنی دیر سے کشتی کے انتظار میں بیٹھے ہیں آپ چاہیں تو ہم سب کو ساتھ لے کر دریا سے گزر سکتے ہیں۔ وہ دیکھیں ایک فقیر بغیر کشتی کے خشک پاؤں دریا عبور کر گیا ہے۔" حضرت قطبِ عالمؒ نے اپنی جیب سے روپیہ نکالا اور فرمایا "جو کام اُس نے کیا ہے اس روپیہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ پھر کیا فائدہ؟" یعنی بے جا کرامت کا مظاہرہ کرنا اولیاء اللہ پسند نہیں فرماتے۔ **اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَمَة** (استقامت کا مرتبہ کرامت پر فوقیت رکھتا ہے) کسی مردِ عارف نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ما برائے استقامت آمدیم نے پئے کشف و کرامت آمدیم

(ہم دین پر استقامت کے ساتھ چلنے کے لیے آئے ہیں۔ محض کشف وکرامت حاصل کرنے کے لیے نہیں آئے۔)

میرے قبلہ گاہیؒ فرمایا کرتے" راہِ فقر میں پندرھواں مقام کرامت ہے اور ننانواں مقام قرب ہے۔ اگر تو کرامت پر ہی رک گیا تو مقرب کب ہوگا" یعنی باقی مقامات کیسے طے کرے گا۔

عشق رسول اللہ ﷺ:۔

عشق رسولؐ نہ صرف ایمان کی اساس ہے بلکہ ولایت کے مراتب جاننے کا اصل پیمانہ ومعیار بھی یہی ہے۔ اللہ کا بندہ عشق رسولؐ میں جتنا بلند تر ہوگا وہ مقامِ ولایت میں بھی اتنے ہی بلند ترین مقام پر فائز ہوگا۔ حضرت قطب عالمؒ جہاں اتباع رسولؐ میں ایک کامل نمونہ تھے وہاں عشق رسولؐ میں بھی بحرِ بے کراں تھے۔ کملی والے آقا ﷺ سے محبت آپ کی رگ وجاں میں بسی ہوئی تھی اور رگ وجاں کے ہر عمل سے عشق رسولؐ جھلکتا تھا۔ پیر غلام محمد جلوآنویؒ سے منقول ہے" پیر محل شریف میں ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمِ غیب سے متعلق مولوی نور الحق سے گفتگو ہو رہی تھی۔ مولوی صاحب نے کہا" حضور ﷺ کو عالمِ غیب ماننا کفر ہے" تو حضرت قطب عالمؒ نے فرمایا" مولویا! جے اسیں حضور ﷺ دی خاطر کافر ہوندے آہیں۔ تاں سانوں کافر ہوون ہی دے" اس کے علاوہ اور کچھ نہ فرمایا۔ سبحان اللہ یہ انکسار کا حکم بھی ہے۔ اور کامل اعتقاد کا بھی۔ میں نے یہ بات اپنے کانوں سے سُنی کیونکہ میں اس وقت مجلس میں حاضر تھا"۔ (اسرار التوحید، جلد دوم، مجلس نمبر 183، صفحہ نمبر 389)

روٹی کھانے میں سنت کا خیال:۔

پیر غلام محمد جلوآنویؒ سے مروی ہے" حدیث پاک میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔ **اَکْرِمُوا الْخُبْزَ** یعنی روٹی کی عزت کرو، کیونکہ اس کے کھانے سے انسان کے جسم میں طاقت آتی ہے اور پھر انسان عبادتِ الٰہی کے لائق بنتا ہے۔ گویا روٹی کھانا عبادت کا سبب ہے۔ روٹی کو بے وکریاں (بے وقار) کر کے نہ کھاؤ۔ میں نے حضرت قطب عالمؒ کی روٹی کھائی ہوئی دیکھی ہے۔ کہ حضور نے ایک کنارا، کنارا سے کھاتے ہوئے پھر عین درمیان میں جا کر آخری لقمہ تناول فرمایا۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ روٹی کے درمیان میں برکتِ الٰہی نازل ہوتی ہے۔ سو میں سمجھ گیا کہ حضور نے سنتِ نبوی ﷺ پر عمل کیا ہے"۔

(اسرار التوحید، جلد دوم، مجلس نمبر 168، صفحہ نمبر 325)

عجز وانکساری:۔

حضرت قطب عالمؒ کی شخصیت میں ذرا بھی تصنّع کا پہلو نہ تھا۔ عجز وانکساری آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ ملک محمد نواز کھوکھر سے مروی ہے حضور پہلے حقہ پیا کرتے تھے۔ اپنے علاقہ کے بہت بڑے رئیس، سینکڑوں لوگوں کے مرشد، اور سادات پیر محل میں نمایاں شخصیت کے باوجود ہم غریبوں کے ساتھ مل کر حقہ پی لیا کرتے کوئی نفرت نہ فرماتے تھے، درویشوں نے حضور کی سنت بنالی اور ہر کسی نے حقہ ساتھ رکھ لیا۔ تو حضور نے حقہ پینا ہی چھوڑ دیا۔ میں نے آپ کی زبانِ مبارک سے سنا" میں اوائل عمر سے ہی حقہ پیتا تھا مگر لوگوں نے اسے میری سنت بنالیا اس لیے میں نے چھوڑ دیا ہے" اور پھر باقی زندگی حضور نے اسے ہاتھ نہ لگایا۔

☆ میاں بہادر خان بلوچ سے روایت ہے۔ ایک شخص ''مرادا جلاہا'' جو سندھیلیا نوالی شریف میں ہی رہتا تھا ایک روز حضور قطب عالمؒ نے کسی آدمی کو بلانے کے لیے اسے بھیجا۔ مگر وہ گھر آ کر اپنے کام میں لگ گیا آپ نے کافی دیر انتظار کرنے کے بعد اُس کا پتہ کروایا تو معلوم ہوا وہ گیا ہی نہیں، حضور نے اُسے طلب فرمایا اور ناراضگی میں ایک تھپٹر مار کر کہا اگر نہیں جانا تھا تو مجھے کہہ دیتا میں کوئی اور آدمی بھیج دیتا؟ وہ ندامت سے خاموش ہو کر واپس چلا گیا، حضور کو بعد میں افسوس ہوا کہ اسے تھپٹر نہیں مارنا چاہیے تھا لہٰذا حاضرین مجلس سے فرمایا ''ہم سے غلطی سرزد ہوئی آؤ مرادا سے معافی مانگ آئیں'' اور اپنے رفقاء کے ساتھ اس کے گھر تشریف لے گئے۔ اُسے آپ کی آمد کا علم ہوا تو ڈر کے مارے کمرے میں داخل ہو کر اندر سے کُنڈی لگالی۔ کیونکہ حضور اپنے علاقہ کے بہت بڑے رئیس بھی تھے اور سندھیلیا نوالی شریف میں اکثر لوگ آپ کی رعایا تھے۔ لوگوں نے اسے بہت کہا کہ باہر نکلو آپ کچھ نہیں کہیں گے مگر اُس نے دروازہ نہ کھولا۔ آخر بڑے اصرار سے باہر نکلا تو حضور کی ہیبت سے کانپ رہا تھا، آپ نے اُس سے معافی مانگی تب اسے تسلی ہوئی اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پانچ روپے عطا فرمائے اور واپس تشریف لائے۔

ہر صاحبِ غرور کی دستار گر پڑی — اللہ رے! عروج تیرے انکسار کا

☆ میاں احمد دین مستری سے مروی ہے ایک مرتبہ بوہڑ کی دوسری جانب حضور کچہری لگا کر بیٹھے تھے اور ہٹ قوم کا ایک آدمی پاس بیٹھا تھا۔ حضور وعظ و نصیحت فرما رہے تھے جبکہ وہ بار بار آپ کو متوجہ کر کے کہتا ''وہ عورت کا مسئلہ تو حل کر دیں'' آپ خاموش ہو جاتے۔ آخر جب وہ زیادہ مخل ہوا تو حضور نے اس کی پیٹھ پر تھپٹر رسید کیا اور فرمایا ''یہ دربار خدا، رسول ﷺ کا تھا۔ خدا، رسول کی کلام سنی اور سنائی جاتی۔ مگر تم لوگ نہ سنتے ہو اور نہ سنانے دیتے ہو، ہر وقت عورتوں کے جھگڑے لے کر آ جاتے ہو؟'' اور خاموش ہو گئے، تھوڑی دیر بعد حضور اُس شخص سے مخاطب ہوئے اور فرمایا ''ہم غلطی کر بیٹھے ہیں، ہمیں معاف کر دو'' تب وہ ندامت سے آپ کے قدموں پر گر پڑا کہ غلطی تو میری ہے؟ مگر حضور فرماتے رہے تمہاری غلطی نہیں ہمارا قصور ہے اور ہم معافی مانگتے ہیں الغرض اسے تسلی کروائی یہ عالم آپ کی کسرِ نفسی اور انکساری کا تھا۔

☆ میاں احمد دین نومسلم بیان کرتا ہے حضور فرماتے ''ہر کسی کو اپنے آپ سے افضل سمجھو، اپنے سے بڑا دیکھو تو یقین کرو جس طرح یہ مجھ سے عمر میں بڑا ہے اس کی نیکیاں بھی مجھ سے زیادہ ہوں گی اور اپنے سے چھوٹا دیکھو تو سمجھنا چاہیے کہ جس طرح یہ مجھ سے عمر میں چھوٹا ہے اس کے گناہ بھی تھوڑے ہوں گے'' بلکہ یہاں تک فرماتے ''کافر کو بھی کافر نہ کہو، ہو سکتا ہے وہ مسلمان ہو جائے اور کہنے والے کو گناہ ملے''

حسنِ اخلاق:۔

حضرت قطب عالمؒ کے حسنِ اخلاق کا ذکر کرتے ہوئے۔ پیر غلام محمد جلوآنویؒ اپنے رسالہ ''شمائلِ قطبیہ'' میں لکھتے ہیں۔ ''ایسی ہستی پاک جو متخلق باخلاق اللہ اور متصف با اوصاف رسول اللہ ﷺ ہو اُس کے اخلاقِ کریمانہ کا لکھنا سمندر کو کوزہ میں بند کرنا ہے۔ یا ایسی سقفِ مرفوع پر کمند اندازی کا خیال جہاں طاقتِ انسانی کے دستِ کوتاہ کا پہنچنا محال ہے۔ میں ایسی فصاحت و بلاغت اور علم ولیاقت کی پونجی سے مفلس ہوں۔ جس سے آپ کی خوبیء اخلاق کی تعریف و توصیف بیان کر سکوں۔ آپ کے حسنِ اخلاق کی ثناء حضرتِ خلاق ہی جانے جس نے آپ کو ان تمام خوبیوں کے ساتھ متصف فرمایا۔

خالقِ اکبر نے اپنے بندوں کے دل صَید کرنے کے واسطے آپ کے وجودِ مبارک میں خوبیِ خَلق اور حسنِ خُلق دونوں جمع کرر کھے تھے۔ جو شخص ایک ہی بار آپ کی کرم نوازی کا کوئی ادنیٰ کرشمہ دیکھ لیتا۔ وہ عمر بھر آپ کا دروازہ چھوڑ کر کہیں نہ جاتا۔ کوئی کیسا ہی سخت طبع اور سنگدل کیوں نہ ہوتا۔ آپ کے خُلق کی ایک معمولی شان دیکھ کر ہمیشہ کے لیے غلامِ زرخرید ہو رہتا۔

رکھ دیا سر اُس کے کاشانے کو کعبہ جان کر — یار کی چوکھٹ ہے بیت اللہ سے ملتی ہوئی

نادان بچوں سے لے کر ضعیف العمر اشخاص تک ہر مرد و عورت کے ساتھ آپؒ یکساں خوش خلقی سے پیش آتے۔ خدا کے بندوں پر آپؒ اس طرح مہر و الفت فرماتے۔ جیسا کہ والدِ مہربان اپنی عزیز اولاد پر شفقت فرماتا ہے۔ شیعہ ہو یا سُنی، ہندو ہو یا مسلم درسِ عشق میں کچھ تعلیم ہی ایسی پائی تھی۔ کہ ہر ایک کے ساتھ صلحِ کُل والا معاملہ رکھتے۔ یہی وجہ تھی کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ حضور والا شان کو خود پر سب سے زیادہ مہربان سمجھتا۔ اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے — تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اگر آپؒ کی رعایا یا خدام و نوکروں سے کوئی ایسا فعل ناشائستہ یا قصور صادر ہوتا تو بجائے خشمگیں و غضبناک ہونے کے، رِقّت و نرمی کے ساتھ اس طرح سمجھاتے کہ آپ کے سلوکِ بزرگانہ کو دیکھ دیکھ کر حلقہ بگوش قربان رہ جاتے۔ اگر بتقاضائے صفاتِ بشریت آپؒ کو جلالت آ بھی جاتی تو ہرگز دُشنام وغیرہ سے اپنی زبانِ پاک آلودہ نہ فرماتے۔ بلکہ میٹھی زبان سے ایسے رنجش آمیز کلمات فرماتے کہ شیریں لبوں سے آپؒ کی تلخ جوابی دِلوں کو غارت کر ڈالتی۔ اور آپؒ کے جلال و جمال کی اجتماعی کیفیت کو دیکھ کر جانوں میں عشق و محبت کے ولولے پیدا ہوتے۔ خواجہ حافظ شیرازی کیا عمدہ فرماتے ہیں۔

برم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی — جوابِ تلخ می زیبد لبِ لعلِ شکر خارا

(اس نے مجھے بُرا کہا اور میں خوش ہوں۔ خُدا تجھے معاف کرے تو نے اچھا کہا۔ لعل جیسے، شکر چبانے والے ہونٹوں کو کڑوا جواب زیب دیتا ہے)

اور جن پُر قصوروں پر اُن کی مصلحت کے واسطے گاہے عتاب بھی فرماتے تو تھوڑی دیر بعد پھر شرافتِ ذاتی کے لحاظ سے نہایت پیار و شفقت سے ان کے زخمِ دل پر مرہم لگا دیتے۔ اور شکستہ دلوں کی پاسِ خاطر میں حتی المقدور کوشش بلیغ فرماتے۔ اور اگر مریدوں میں نقصِ عبادت یا اور کسی قسم کی شکایت معلوم کرتے۔ تو انہیں ایسی تمثیل یا حکایت کے طور پر کنایۃً سمجھاتے۔ کہ وہ خود ہی سمجھ جاتے۔ اور دوسروں کو اطلاع تک نہ ہوتی۔

سبحان اللہ آپ کے خُلقِ عظیم کا کیا کہنا ہے۔ آپؒ غرباء پروری و بندہ نوازی میں شہرۂ آفاق تھے۔ جہان بھر میں بندگانِ خدا کی جانیں آپؒ کے حکم کی تلوار سے ذبح ہو چکی تھیں۔ اور تمام خلقت کے دل آپؒ کے دامِ خُلق و محبت کے قیدی بنے ہوئے تھے۔ جن خوش نصیبوں کو چند روز اقدام بوسی کا شرف حاصل ہوا ہے۔ وہ آپؒ کے اخلاقِ کریمانہ و افضالِ بزرگانہ کو ابدالآباد تک ہرگز نہ بھولیں گے۔ خداوندِ کریم آپؒ کے خُلقِ عظیم کے صدقے ہمیں بھی اخلاقِ پسندیدہ نصیب کرے۔

الغرض حضور کا اخلاق کریمانہ سنت رسولؐ کے مطابق ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے لیے یکساں تھا، رشتہ دار، غیر اقوام،

رعایا، مریدین اور ملازموں تک ہر بچہ، بوڑھا، جوان آپ کے حسن اخلاق کا معترف تھا بلکہ اسی خوش اخلاقی نے ہر کہ و مہ کو اپنا گرویدہ بنا رکھا تھا۔ حضور پیار و اخلاق کے ایسے آفتاب تھے جس نے اپنی کرنوں سے ہر دل کو جگمگائے رکھا آپ کی یہ کرامت تھی کہ حضور کا ہر مرید دعویٰ سے کہتا جو پیار و محبت آپ کا مجھ سے تھا وہ کسی اور سے نہ تھا۔ حقیقت بھی یہی ہے حضور محبت و خلوص کا ایسا دریا تھے جس سے ہر تشنہ لب سیراب ہوا۔ علماء اور سادات کا احترام فرماتے۔ ہر خاص و عام سے نہایت شفقت سے پیش آتے اگر کسی پر کبھی ناراض بھی ہوتے تو خود بڑھ کر تلافی کرتے۔

☆ حکیم رحمت علی صاحب سے روایت ہے حضور کے گھر میں ایک لڑکی بطور ملازمہ کام کرتی تھی۔ ایک مرتبہ اُس نے گھر سے کچھ مصری چوری کی اور ڈیوڑھی مبارک سے باہر نکل رہی تھی کہ سامنے حضرت قطب عالم آ گئے آپ کو دیکھ کر وہ گھبرا گئی۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس کیا چیز ہے؟ اُس نے ڈر کے مارے مصری پیش کر دی حضور نے صرف اتنا فرمایا "جہاں سے کھاتے ہو وہیں سے چوری کرتے ہو" اور چلے گئے۔ وہ لڑکی ندامت کی وجہ سے کئی روز نہ آئی۔ حضور کو پتہ چلا تو اُسے بلا کر شفقت کا اظہار کیا اور پانچ روپے مرحمت فرمائے۔

☆ میاں کریم بخش ہراج سے مروی ہے "سند ھیلیانوالی شریف سے ایک عورت اور مرد حضور کی کچہری میں حاضر ہوئے، عورت رونے لگی کہ مجھے پیر کرم شاہ (حضور کے بھتیجے) نے مارا ہے آپ نے پیر کرم شاہ کو بلایا اور فرمایا "شام کو جب میں گھر جاتا ہوں تو گلی سے گزرتے ہوئے چونکہ دونوں طرف دیوار کے اندر تنور ہیں (ایک طرف دائے پہلوان کا گھر تھا اور دوسری طرف دائے جیون کا) میں اپنے کانوں سے گزرتے ہوئے سنتا ہوں کوئی عورت میرا گلہ کر رہی ہوتی ہے اور کوئی تعریف کر رہی ہوتی ہے۔ اپنے کانوں سے گلہ سن کر بھی میں نے کبھی اُن عورتوں کو بلا کر شرمندہ نہیں کیا پھر غصہ کے بارے یہ مقولہ فرمایا "مَر نی بھیڑی مَر۔ جے توں مریں تے وسے گھر" پیر کرم شاہ پر حضور کی اس کلام کا ایسا اثر ہوا کہ اُس نے کھڑے ہو کر عرض کی "میں آج حضور کی کچہری میں توبہ کرتا ہوں، جتنی میری زندگی ہے میں کسی عورت کو نہ ماروں گا" ہم نے خود دیکھا وہ سردار آدمی تھا لیکن اُس نے بقیہ زندگی پھر کسی عورت پر ہاتھ نہ اُٹھایا۔

☆ میاں گل محمد چنن بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میں اپنی والدہ اور ماموں کے ساتھ دربار شریف پر حاضر ہوا، پانچ، چھ دن بعد اجازت لے کر واپس گھر آئے تو ہمارے گاؤں کی مسجد میں ایک مولوی صاحب نے وعظ کیا اور کہا جس کا نام ہندوؤں سے ملتا ہو گا وہ انہیں میں اٹھایا جائے گا۔ میری والدہ یہ سن کر بہت روئی اور مجھے کہا چلو دربار شریف چلتے ہیں میرا مسئلہ وہیں حل ہو گا۔ ہم ماں، بیٹا حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے میری والدہ کو دیکھ کر فرمایا "مائی جتی! تم پرسوں گئے تھے خیر ہے آج پھر آ گئے؟ اُس نے روتے ہوئے تمام واقعہ عرض کر دیا۔ حضور مسکرائے اور فرمایا مائی جتی! اگر تو اپنا نام "رام جتی" بھی رکھ لے، میں تمہارا اس جہان میں بھی ضامن ہوں اور اگلے جہان میں بھی" ہم سب خوش ہو گئے۔

☆ پیر فلک شیر چشتی سے روایت ہے "ایک مرتبہ پیر حق نواز، پیر بہادر شاہ اور میں گھر کی مستورات کے ساتھ دربار شریف حاضر ہوئے۔ عصر کے بعد ہم نے اجازت حاصل کی کہ صبح سویرے چلے جائیں گے، مگر ہمارے ساتھ جو مستورات تھیں وہ اجازت نہ لے سکیں۔ صبح ہم نے انہیں بلوایا تو انہوں نے بتایا ہم نے اجازت نہیں لی اور حضور اس وقت اپنی ماڑی (چوبارہ) پر ہیں جہاں کسی کو جانے کی ہمت نہیں۔ حضور وہاں اکثر تنہائی میں عبادت فرمایا کرتے تھے۔ اشراق کے بعد آپ باہر تشریف لائے تو ہم نے دوبارہ اجازت مانگی حضور نے فرمایا تم نے کل بھی اجازت لی

تھی آج پھر مانگ رہے ہو۔تمہارے دل میں بھول ہے کہ اجازت آسانی سے مل جاتی ہے۔ہم سے پوچھو جب کوئی درویش ہم سے اجازت مانگتا ہے تو ایسے معلوم ہوتا ہے جس طرح ہم اپنے کلیجہ کا ٹکڑا کاٹ کر دے رہے ہیں۔ حضور کی آنکھوں میں آنسو آ گئے درویشوں پر بھی گریہ طاری ہو گیا، حضور اس قدر اپنے غلاموں سے پیار فرمایا کرتے تھے۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

یادیں تیرے سلوک کی ڈستی ہیں آج بھی ۔۔۔ ملنے کی آرزوئیں ترستی ہیں آج بھی
آنکھیں ہزار ضبط کی کوشش کے باوجود ۔۔۔ رُک رُک کے بار بار برستی ہیں آج بھی

''سک متراں دی'':۔

راقم الحروف نے اپنے پدرومرشد حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی زبان مبارک سے سُنا ''حضرت قطب عالمؒ ایک مرتبہ حضور شیر یزدانی فتحپوریؒ کے ہمراہ ایک بلوچ کی دعوت پر دریائے راوی کے نزدیک کسی مقام پر تشریف لے گئے۔شام کو وہاں پہنچے۔جب صبح وہاں سے رخصت ہونے لگے تو وہ بوڑھا بلوچ دست بستہ آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کی حضور! ابھی تو ہماری سک (چاہت) بھی نہ اُتری تھی۔آپ نے فرمایا میاں! جب سِک اتر جائے تو باقی کیا رہتا ہے۔لہٰذا سِک تو ہمیشہ رہنی چاہیے۔حضور ایک پنجابی بیت میں ''سک'' کے بارے فرماتے ہیں۔

الف۔ اکھیں سکدیاں ، سکدیاں نوں رکھیں سک او پیاریا ویلڑائی
رت یار دی تار دیدار والی بیٹھا چھک او پیاریا ویلڑائی
اسے سِک تھیں قَابَ قَوْسَیْنِ طرح ویسیں مِک او پیاریا ویلڑائی
قطب یار والی ہک سِک اندر ویکھیں ہک او پیاریا ویلڑائی (دیوانِ قطبیہ، ص85)

اور اسی زمین میں حضرت قطب عالم کے محبوب خلیفہ ارشد حضور شیر یزدانی فتحپوریؒ بھی فرماتے ہیں۔

وا،صاد ،تے ،لام دی سِک پیا نہ سکا اور دلبرا واسطائی
تو نہہ ہک دی سک تیر چھک لائے پیا گھا او دلبرا واسطائی
میرا خاص دَوا، دیدار تیرا، دیویں چا او دلبرا واسطائی
کہ شیر محمد توں قطبؒ ماہی نہ چھپا او دلبرا واسطائی (مکتوباتِ عشق،ص۹۹)

مریدین کی اعانت:۔

اولیاء اللہ کو مولیٰ کریم نے ایسی قوت استطاعت عطا فرمائی ہے کہ دور و نزدیک دیکھنا اور اعانت کرنا ان کا شیوہ ہے۔سچ تو یہ ہے کہ وہ کامل مرشد ہی نہیں جو اپنے مریدین کی نگہبانی اور اعانت نہ کر سکے محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنے قصائد میں فرماتے ہیں۔

مُرِیْدِیْ اِذَا مَا کَانَ شَرْقاً وَ مُغْرِباً ۔۔۔ اُغِثْہُ اَذَا مَا صَارَ فِی اَیِّ بَلْدَۃِ

(میرا مرید جب مشرق و مغرب میں ہو میں اس کی مدد کرتا ہوں، خواہ وہ کسی شہر میں ہو)۔

یہاں پر بطور نمونہ ایسے ہی بعض وابستگانِ قطبیہ کے واقعات نقل کیے جاتے ہیں جو بڑے مشہور ہیں۔

1۔ مولانا نور محمد صاحب سکنہ چک نمبر 17 سے منقول ہے ''حضرت خواجہ سید فضل حسین شاہ صاحب سجادہ نشین نے مجھ کو یہ چشم دید واقعہ سنایا ہے، فرمایا ایک دن حضرت قطب عالمؒ نوافل اوابین ادا فرما رہے تھے ناگہاں آپ

نے اپنا عصا مبارک اُٹھا کر دیوار پر مار دیا میں حیران ہوا بعد فراغت وظائف دریافت کیا مگر حضور نے کچھ نہ فرمایا میں نے اپنی بیوی سیین بہادر بیگم جس سے ابھی تھوڑے دن شادی کو ہوئے تھے۔ اسے کہا کہ حضور سے یہ کیفیت معلوم کر، القصہ میری اہلیہ نے ایک دن حضور سے پہلے تو یہ عجز کیا کہ قبلہ میں ایک بات حضور سے دریافت کرتی ہوں اور حضور مجھ کو ضرور فرمائیں۔ میں بطور میلا (سفارش) عرض کرتی ہوں حضور نے بہو کا دل رکھتے ہوئے فرمایا، پوچھو تو انہوں نے وہی دیوار پر عصا مارنے کی کیفیت دریافت کی۔ فرمایا" یہ تجھے فضل نے سکھایا ہے" عرض کی جی ہاں، حضور چونکہ وعدہ فرما چکے تھے ارشاد ہوا، احمد دین ماچھی میرا مرید ہے وہ شام کے وقت پہاڑ میں آ رہا تھا کہ ایک جنگلی شیر اُسے مارنے آیا۔ میں نے عصا اُسے مارا تھا، جو دیوار پر بظاہر لگا مزید فرمایا" خبردار میری زندگی میں اس بات کا نام بھی نہ لینا" سجادہ نشین صاحب سے حرم پاک نے ذکر کیا تو آپ اسی خیال میں لگ گئے چند روز بعد احمد دین بھی آ پہنچا۔ حضرت سجادہ نشین نے وہ ٹائم، وقت تحریر کیا ہوا تھا پھر اس سے دریافت کیا تو احمد دین نے لفظ بلفظ سجادہ نشین صاحب کو یہی ماجرا سنایا۔ اِس خاکسار (مولانا نور محمد) نے بھی میاں احمد دین صاحب سے یہ واقعہ حضرت سجادہ نشین سے سننے کے بعد دریافت کیا تو اس نے بلفظہٖ اسی طرح بیان کیا"۔

(گنجینۂ اسرار از مولانا نور محمد ص 9-8 سن اشاعت 1940ء)

2۔ میاں احمد دین مستری سے روایت ہے مجھے میاں عبداللہ ملاح نے اپنا چشم دید واقعہ سنایا کہ ہم ملاحوں کی عادت ہے کشتی چلاتے ہوئے اگر کسی سے وجھ چھوٹ جائے تو جس کے ہاتھ سے چھوٹے وہی پکڑ کر لاتا ہے میں تیرنا زیادہ نہیں جانتا تھا۔ ایک مرتبہ میرے ہاتھ سے وجھ چھوٹ گیا۔ اب میں دریا میں کودنے سے ڈر رہا تھا، ساتھیوں نے مجھے دھکا دے دیا کہ پکڑ کر لاؤ۔ آخر میں نے وجھ کو تو پکڑ لیا، لیکن آگے وہیرا (گھمن گھیر) تھا میں پھنس گیا اور حضور قطب عالمؒ کو یاد کیا کہ اب میرا بچنا مشکل ہے۔ اُسی وقت میرے پاؤں زمین پر لگ گئے میں آہستہ، آہستہ وجھ کی ٹیک لگا تا کنارے پر آ گیا، واپسی پر کشتی میں سوار ہو کر جب میں وہاں سے گزرا تو جس راستے میں آیا تھا میں نے وجھ کو پانی میں نیچے کیا تو اتنی گہرائی تھی کہ وہ نیچے زمین پر نہیں لگتا تھا۔ جہاں سے میں چل کر آیا تھا۔

خدا کے ناز کے پالے یہی ہیں   خدائی بھر کے رکھوالے یہی ہیں

3۔ ملک اصغر علی کھوکھر سے مروی ہے جب رقبے الاٹ ہوئے ہم نے بھی درخواست دی، لیکن تحصیلدار کے سامنے ہماری کوئی شنوائی نہ ہوئی، ہمارا صاف ستھرا لباس دیکھ کر وہ کہتا تم پڑھے لکھے ہو درخواستیں خود بنا لیتے ہو، آخر پریشان ہو کر میرے والد مولوی بدر دین نے بھائی اکبر علی کو حضور قطب عالمؒ کی خدمت میں عرض کرنے کے لیے بھیجا، حضور نے فرمایا" کوئی فکر نہ کرو رقبہ تمہارا ہے، صرف بنور صاحب کو اپیل کرو" ہم نے عذرداروں میں اپیل کر دی، مقررہ تاریخ کو سائبان کے نیچے بنور صاحب آئے۔ ہم حاضر ہوئے تو وہی تحصیلدار جو پہلے ہماری ایک نہ سنتا تھا، اُٹھ کر سامنے آ گیا اور کہا تمہارا مرشد کامل ہے جو مجھے بیٹھنے نہیں دے رہا اور آج ہمارا سفارشی بن کر بنور صاحب سے کہنے لگا، جناب یہ واقعی حقدار ہیں صرف تھوڑی سی غلطی پر میں نے رقبہ نہیں لکھا تھا۔ ہم جاگتی آنکھوں سے ایسے دیکھ رہے تھے جیسے حضور قطب عالمؒ ہمارے سامنے کھڑے ہیں اور خود ہمیں رقبہ عطا فرما رہا ہیں۔

کام وہ بنتے ہیں، بننا جن کا ممکن ہی نہ تھا   چپکے چپکے جا کے، کر لیتے ہیں وہ تدبیر کیا

4۔ میاں امیر سہیل سکنہ سندھیلیانوالی شریف بیان کرتا ہے، ایک دن میں حضور قطب عالمؒ کی کچہری میں

موجود تھا اچانک حضور نے اپنے دست مبارک کو اس انداز سے جھٹکا دیا کہ نیچے پانی بہنے لگا، حاضرین مجلس حیران ہوئے کہ خدا خیر کرے پتہ نہیں کیا معاملہ پیش آیا ہے مگر اس وقت اتنی جرأت نہ ہوتی تھی کہ حضور سے دریافت کرتے، کچھ دنوں بعد یہ بھید اس طرح ظاہر ہوا کہ ایک درویش نے دربار شریف حاضر ہو کر بتایا میں دریائے سندھ میں ڈوبنے لگا تھا۔ اچانک حضور کو یاد کیا تو اس طرح معلوم ہوا کہ بازو سے پکڑ کر ایک ہی جھٹکے سے حضور نے مجھے باہر نکال دیا۔

5۔ میاں یار محمد سکنہ موضع موجو کاٹھیا سے مروی ہے ایک مرتبہ حضرت قطب عالمؒ نے پانی کا لوٹا طلب فرمایا اور اپنے محل مبارک (پرانے روضہ میں جہاں الماری ہوتی تھی) رکھوا دیا، عصر کے بعد ایک آدمی آیا جس کے ہاتھ میں وہی لوٹا تھا درویشوں نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ ہمارا لوٹا ہے مگر حضور نے فرمایا "ایک جیسے ہی لوٹے ہوتے ہیں" جب اس سے پوچھا گیا تو وہ بتانے لگا۔ پیر محل اسٹیشن سے اُتر کر میں حضور کی خدمت میں آرہا تھا راستے میں عصر کا وقت بھی ہو گیا اور مجھے بڑی سخت پیاس لگی۔ اچانک ایک جنڈ کے نیچے دیکھا پانی کا بھرا ہوا لوٹا پڑا ہے۔ میں نے اپنی پیاس بجھائی، وضو کیا اور نماز پڑھ کر یہاں چلا آیا، چونکہ جنگل کا معاملہ تھا اسی لیے لوٹا بھی ساتھ اُٹھا لایا۔ درویشوں نے محل مبارک میں جا کر دیکھا تو لوٹا وہاں نہیں تھا لہٰذا حقیقت واضح ہو گئی۔

خوش طبعی اور مزاح:۔

حضرت قطب عالمؒ اپنے رفقاء اور حاضرین مجلس کے ساتھ گاہے بگاہے خوش طبعی اور مزاح بھی فرما لیا کرتے جو زندہ دلانِ پنجاب کی خاص علامت ہے۔ ایسے کئی واقعات سننے میں آئے ہیں۔ یہاں پر یارانِ طریقت کی ضیافت طبع کے لیے بمعہ حوالہ نقل کرتا ہوں۔

1۔ حضور فرماتے "ایک فقیر صاحب مہر دین تھے، اُن کا ایک مرید سیّد تھا، فقیر صاحب کسی روز ناراض ہو کر مرید کو مارنے لگے، ایک جٹ یہ معاملہ دیکھ رہا تھا کہ غیر سیّد شخص ایک سیّد زادے کو مار رہا ہے، فوراً دوڑا کہ پیر صاحب کو مارے جب سیّد مرید نے جٹ کو آتے دیکھا تو سمجھ گیا یہ میرے پیر کو نہیں چھوڑے گا، وہیں سے جٹ کو ایک گالی دی اور کہا ادھر اپنی لڑکی دینے کے لیے آرہے ہو، جٹ یہ بات سن کر ناراض ہوا اور کہا پھر مار کھا۔ میرا کیا نقصان ہے" سید صاحب کا صدق دیکھو کہ خود مار کھا رہا ہے مگر یہ نہیں چاہتا کوئی میرے پیر کو ایذا دے۔

(اسرار التوحید، جلد دوم، مجلس 164 ص 293)

2۔ فرمایا "سر سید احمد خاں ایک مرتبہ ریل گاڑی میں کہنے لگا، شیطان کوئی نہیں، وہاں ایک جٹ بھی بیٹھا تھا اُس نے کہا "شیطان ہے" سر سید نے کہا پھر دکھاؤ؟ جٹ بولا اگلے اسٹیشن پر دکھاؤں گا جونہی اگلے اسٹیشن پر گاڑی رکی تو سر سید نے جٹ سے کہا کہ اب دکھاؤ؟ جٹ نے کہا آؤ تمہیں دکھاتا ہوں اور سر سید کو سیدھا ویٹنگ روم میں جہاں ایک بڑا شیشہ ہوتا ہے لے گیا اور سر سید کو شیشے کے سامنے کھڑا کر کے کہا دیکھیں ایک تو یہ آپ ہیں اور دوسرا وہ شیطان ہے جو آپ کو شیشے میں نظر آرہا ہے، گویا جٹ نے سر سید کو سبق دے دیا کہ تم کہتے ہو شیطان کوئی نہیں تو پھر آپ ہی مجسم شیطان ہو"۔

(اسرار التوحید، جلد دوم، مجلس نمبر 116 ص 52)

3۔ ایک مرتبہ فتح پور شریف میں حضرت قطب عالمؒ تشریف رکھتے تھے۔ اتنے میں گھر سے آپ کا کھانا آیا۔ چونکہ بعض مستورات بھی اس وقت زیارت کے لیے حاضر ہوئی تھیں حضرت شیر یز داٸی نے انہیں فرمایا

"اب جاؤ حضور کو روٹی کھانے دو" حضرت قطب عالمؒ مسکرائے اور فرمایا "کیوں ساڈی کو ہڑی کھاونی ہے" تو سب ہنس پڑے۔ (اسرار التوحید، جلد دوم، مجلس نمبر 194 ص 442)

4۔ حضرت پیر غلام محمد جلوآنویؒ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت قطب عالمؒ کی معیت میں ہم آپ کے سسرال گئے۔ حضور کے سُسر نے ہمارے آگے روٹیاں لا کر رکھیں۔ میں نے پہلے گوشت کھانا شروع کیا تو انہوں نے سوال کیا، پہلے کھانا کونسا کھانا چاہیے؟ حضور نے فرمایا اپنے دل سے فتویٰ لو، نیز گوشت تمام کھانوں کا سردار بھی ہے تو وہ ہنس پڑے اور کہا ہم تو حکمت کا اصول لیتے ہیں۔ (اسرار التوحید، جلد اول، مجلس نمبر 84 ص 422)

5۔ میرے پدرِ مُرشد حضرت قبلہ عالم منگانویؒ سے مروی ہے کہ حضرت قطب عالمؒ حاضرین مجلس سے خوش طبعی فرمالیا کرتے تھے ویسے بھی کئی اشعار بطور ظرافت طبع آپ کی تصنیفات میں درج ہیں جو موقع کی مناسبت سے نقل فرماتے مثلاً "امدادِ الٰہیہ" میں یہ شعر موجود ہیں۔

چہ خوش گفت اَست سعدی در زلیخا — اَلَا یَا اَیُّھَا السَّاقِیْ اَدِرْ کَاسلوٗ نلو لُھَا

خود غلط ، املا غلط ، انشاء غلط — دیکھئے ہوتا ہے اب کیا ، کیا غلط

(فیضانِ کرم، ملفوظ نمبر 32، ص 155'56)

6۔ میاں محمد مراد سکنہ چک نمبر 746 سے روایت ہے ایک مرتبہ حضرت قطب عالمؒ حجام سے خط بنوا کروا رہے تھے۔ موئے مبارک کپڑوں پر گرے تو ایک شخص نے اُٹھ کر انہیں تبرکاً اُٹھانا چاہا، حضور نے منع فرمایا اور بطور خوش طبعی یہ واقعہ سنایا۔ "ایک حافظ قرآن کسی بستی میں گیا وہاں اُس نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا تو ایک بال نیچے گر پڑا، ایک شخص نے عقیدت سے وہ اُٹھایا تو لوگوں نے پوچھا یہ تم نے کیا کیا ہے؟ اُس نے کہا جس قبرستان میں ایک حافظ قرآن کا بال ہو وہ تمام قبرستان والے عذاب سے نجات پاتے ہیں" حضور قطب عالمؒ نے فرمایا یہاں سینکڑوں مریدین ہیں میں کس، کس کو اپنا بال دوں گا اور سب ہنس پڑے۔

ہزاروں سے سنے وہ لفظ لیکن لفظ تھے خالی — تمہاری بات کی شوخی تمہاری ہی زباں تک ہے

7۔ میاں احمد دین مستری سے مروی ہے "ایک شخص نے حضرت قطب عالمؒ سے عرض کی میں نے فلاں آدمی سے قسم لینی ہے وہ حقیقت میں جھوٹا ہے لیکن کہتا ہے میں حضور کے پاس آ کر قسم اُٹھاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بے ایمان آدمی قسم اُٹھانے سے نہیں ڈرتا۔ تم ایک حیلہ کرو، وہ اس طرح کہ جب وہ میری کچہری میں آئے تو اس کے آنے سے پہلے تم میری چارپائی کے نیچے ایک لوٹا اور سوٹا رکھ دینا، اور اسے کہنا میں تم سے قسم نہیں لیتا صرف یہی کہہ دو "اگر میں جھوٹا ہوا تو یہ لوٹا اور سوٹا میری جد اولاد کے پیچھے رہے (یعنی مانگتے پھریں) اُس نے ویسا ہی کیا، وہ شخص قسم اُٹھانے کے لیے تیار ہوا تو حضور نے جو کچھ اُسے سکھایا تھا اُس نے وہی کیا کہ "جناب کی کچہری میں صرف یہ کہہ دے کہ اگر میں جھوٹا ہوا تو یہ لوٹا اور سوٹا میری جد اولاد کے پیچھے رہے۔ اُس نے کہا میں خدا کی قسم اُٹھا سکتا ہوں مگر یہ قسم نہیں اُٹھاؤں گا کہ میری اولاد بھی سدا مانگتی پھرے اور نادم ہو کر واپس چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب ششم

اوراد و اشغال اور متفرق واقعات

اورادواشغال

حضرت قطب عالمؒ نے کتاب ''اسرار المعرفت'' اور ''مرآۃ الفقراء'' میں جن آداب و اوراد اور نوافل کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ سب آپ کے معمولات تھے۔ اور حضور زندگی بھر ان پر کامل و عامل رہے۔ کتاب ''اسرار المعرفت'' کے صفحہ 117 پر تحریر فرماتے ہیں۔ ''اکثر بزرگوں کی کتابوں میں دعائیں و نوافل وغیرہ تو اور بھی درج ہیں۔ جن کو ایک امرِ مانع (ذاتی معمول نہ ہونے) کے سبب اس جگہ نہیں لکھا عارف فرماتے ہیں۔ اگر کاتب یا واعظ اس منزل کا بیان کرے جس کو وہ نہیں جانتا یا وہ مسئلہ کہے جس پر اس نے عمل نہیں کیا۔ تو وہ ریا میں داخل ہے۔ اس بات کو سالک بہت بُرا جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک بزرگ سے کسی نے نماز چاشت کا ثواب پوچھا۔ آپ نے کچھ نہ کہا۔ پھر اپنے حجرہ کے اندر جا کر نماز ادا کی۔ جب باہر آئے تو فرمایا کہ نمازِ چاشت کا ایسا ثواب ہے۔ پوچھنے والے نے کہا۔ پہلے جواب کیوں نہیں دیا۔ فرمایا میں نے اس وقت نہیں پڑھی تھی۔ تو نے یاد کرائی جب تک میں خود نہ پڑھتا اور عمل نہ کرتا تو نہیں کہتا ہوں۔ لہٰذا واعظ بھی ایسا باعمل ہونا چاہیے اور زبان کی تاثیر بھی انہیں لوگوں کی دلپذیر ہوتی ہے''۔ الٰہی! ایسی صفائی اور سچائی ہر مومن کو عطا فرما۔ (آمین ثم آمین)

کتاب ''مرآۃ الفقراء'' کی مجلس نہم میں فرماتے ہیں ''اگر سالک کم از کم سو رکعت نماز نوافل دن، رات میں ادا نہ کرے گا تو وہ سالک نہ ہوگا۔ کیونکہ جب سالک کا دل باطنی ذکر و عبادت سے گھبرانے لگتا ہے۔ تو پھر وہ نوافل وغیرہ میں شاغل ہو جاتا ہے۔ تاکہ اس دستور سے کوئی وقت بھی خدا سے دُور نہیں رہتا۔'' مزید اسی مجلس میں فرماتے ہیں ''سالک کو چاہیے کہ جو نفل وغیرہ کا وظیفہ مقرر ہو۔ اس کو ہرگز قضا نہ کرے۔ جو رات کو نہ ہو سکے تو وہ دن کو پڑھے۔ اگر دن کا ہو تو رات کو پڑھ لے۔ ہر حال میں وظیفہ ترک نہ کرے۔ اگر وظیفہ ترک ہو جائے تو وہ اپنے بخت کی شومی تصور کرے۔''

☆ سردار الاصفیاء حضرت پیر سید سردار علی شاہ بخاری دہڑویؒ اپنی کتاب ''رازِ عشق'' میں لکھتے ہیں ''میں تقریباً بیس سال حضور شیر یزدانی فتحپوری کے ساتھ پیر محل شریف والوں (حضرت قطب عالمؒ) کی خدمت میں آتا جاتا رہا۔ لیکن میں نے کبھی جناب کو بیٹھ کر نوافل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ خواہ فرض ہوں یا نفل ہمیشہ کھڑے ہو کر ادا کیا کرتے''۔

☆ جس دن جناب (قطب عالمؒ) کا وصال ہوا۔ آپ نے اشراق کے نفل مصلّے پر کھڑے ہو کر پڑھے۔ بعض مستورات نے عرض کی کہ جناب بیٹھ کر پڑھ لیں۔ آپ نے فرمایا۔ ''اگر آج میں بیٹھ کر پڑھوں تو کل تم تھوڑی سی تکلیف کے وقت لیٹ کر پڑھو گی'' چنانچہ اس گفتگو کے تھوڑی دیر بعد جناب نے وصال فرمایا۔

☆ ایک روز حضرت قطب عالمؒ کی مجلس میں ایک دُرویش نے عرض کی۔ جناب! کیا ہم نماز کے دوران پاس انفاس، مراقبہ، استغراق کیا کریں۔ آپ نے فرمایا ''نماز کے دوران چھوڑ دو'' اس وقت میں (حضرت دہڑویؒ) مجلس میں حاضر تھا۔

(رازِ عشق، ص 19-18)

یہاں پر کتاب "اسرار المعرفت" کی پانچویں فصل کونقل کیا جاتا ہے۔تاکہ ہمارے قارئین کو معمولات قطبِ عالمؒ اور وظائف واوراد کے علاوہ آپ کی تعلیمات سے بھی آگاہی ہو سکے۔

در فرائض ظاہر و باطن وعبادات

سوال: بعضے فقیر طریقت پذیر ظاہر نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے درجات بلند کو ناپسند جان کر اکثر سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرض وفرمانِ خدا سے روگرداں ہیں۔ پس فقیری تو کجا بلکہ وہ شرع میں لائق سزا ہیں۔

جواب: سالک مجذوب اہلِ قلوب کے سوا اور جو ظاہر فرض پروردگار وسنتِ سید ابرار پر انکار کرے۔تو وہ بدخواہ جاہل وگمراہ ہے۔کیونکہ فرض ظاہر بھی اکثر باطن سے باہر نہیں ہیں۔اس واسطے ہر دو علوم لازم وملزوم ہیں۔ بلکہ سالک باللہ اولیاء اللہ تو ظاہر وباطن کو یکجا ملا کر بخوبی ادا کرتے ہیں۔غرض یہ ہر دو فرضِ خدا تمام اہلِ اسلام پر واجب الادا ہیں۔

ذکرِ حج ظاہر:۔

چنانچہ ظاہر حج عمر میں ایک بار اہل توفیق پر فرض ہے اور ہمیشہ ثواب بے حساب ہے۔چنانچہ حدیث **عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ مَنْ حَجَّ اللّٰهَ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ** یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حج کیا۔پھر نہ کچھ گناہ کیا اور نہ راہ میں کسی سے جھگڑا۔تو ایسا گناہوں سے پاک ہو کر گھر آتا ہے کہ جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

اور حق تعالیٰ فرماتا ہے جو اس گھر میں آتا ہے وہ امن پاتا ہے۔پس حاجی بوقتِ لبیک چند یوم کے واسطے احرام بدیں شرط انجام کریں کہ عورت کی صحبت وچوری اور بدگوئی وترش روئی ہر جھگڑا وفساد سے آزاد رہیں۔یہاں تک کہ پارچہ کا دھونا، حجامت وغیرہ کروانا۔اور تمام حرکات واہیات سے باز رہیں اور اہلِ توفیق منزل ومقصود پر خرچ موجود رکھے کہ بعد طواف خانہ کعبہ وحج خوانی کرے۔

حجِ باطن:۔

محقق فرماتے ہیں کہ جب طالب مولیٰ راہنما بجائے لبیک کے ارشاد پاتا ہے تو تمام عمر کی پرہیزگاری کا احرام باندھ کر دنیا کے سفر میں خرچ کے واسطے محبت وبجود کا توشہ ہر وقت موجود رکھتا ہے۔اور بسبب مشاہدہ ولقا دل کے طواف میں خانہ خدا پر فدا ہو کر ہمیشہ پروانہ کی مانند دیوانہ رہتا ہے۔تاکہ ہستی فانی میں تیغ نفی سے خود قربانی ہو جاتا ہے۔

عارفوں کا دل ہے کعبہ عرش ایزد پاک کا　　ظاہری کعبہ بنا ہے زاہدوں کا خاک کا
دونوں کا طواف ہر دم عاشقوں دل چاک کا　　ظاہری ہے حج اصغر اور اکبر باطنی

اور ظاہر طواف خانہ کعبہ کا ہے کہ جس کی حضرت خلیل اللہ سے بنیاد ہے اور باطن کعبہ دل کا ہے جو خود جلیل اللہ سے آباد ہے۔

اسی واسطے ظاہر حج سے باطن افضل ہے۔چنانچہ حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

کعبہ بت گاہِ خلیل آذر است　　دل گزر گاہِ جلیل اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است　　دل بدست آور کہ حجِ اکبر است

ذکرِ زکوٰۃ:۔

اور زکوٰۃ نقد مال وغیرہ سے خرچ قرض کے بعد چالیسواں حصہ اہل مال ہر سال راہِ خدا میں ادا کرے کیونکہ جناب ربّ العالمین وسید المرسلینؐ فرماتے ہیں کہ منکر زکوٰۃ کا مال بڑے بڑے جانور ہو کر سینگوں و پاؤں سے اس کا تمام بدن گھسیٹیں و پیٹیں گے اور نقد آگ کی مانند ہو کر سب جسم داغے گا۔ اور ایک اژدھا ہر وقت سخت عذاب سے نگلا کرے گا۔ علیٰ ہذالقیاس پچاس ہزار برس کا جو دن قیامت کا ہوگا۔ اسی طرح کے عذاب میں خراب رہے گا۔

چنانچہ نقل ہے کسی نے حضرت شیخ شبلیؒ سے پوچھا کہ زکوٰۃ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا! تم زکوٰۃ شریعت کی پوچھتے ہو یا طریقت و حقیقت کی۔ پس شرعی زکوٰۃ تو دو سو درہم سے پانچ درہم واجب ہیں اور طریقت کی زکوٰۃ دو سو کے دو سو۔ یعنی جو چیز کہ موجود ہے۔ اور حقیقت کی زکوٰۃ دل میں جو کچھ غیر اللہ ہے اُس کو باہر پھینک دیں۔

اور اسی واسطے عارف فرماتے ہیں کہ ظاہر زکوٰۃ مال پر بنیاد ہے اور باطنی خود وجود مخفی بجود سے مراد ہے۔ چنانچہ حدیثِ قدسی **زَکٰوۃُ الْمَالِ وَاحِدٌ مِنْ اَرْبَعِیْنَ وَزَکٰوۃُ الْبَدَنِ مَنْعُ الْجَوَارِحِ الْبَدَنِ عَنْ جَمِیْعِ الْحَرَامِ وَزَکٰوۃُ الْاِیْمَانِ فَنَاءُ الْجَسَدِ فِی التَّوْحِیْدِالرَّحْمٰن**۔ یعنی زکوٰۃ مال کی ایک حصہ ہے چالیس سے اور زکوٰۃ بدن کی منع کرنا بدن کے عضوؤں کو تمام حرام سے اور زکوٰۃ ایمان کی فنا کرنا وجود کو وحدانیت کے بجود میں یعنی نفس ہر لذّت جسمانی و حرصِ نفسانی سے فانی ہو اور دل محبتِ خدا میں فدا، روح سراسر بحرِ شہودی مستغرق ہو جائے۔

حُبِّ خدا میں ہو ایسا کمال فدا کر خدا پر سبھی جان و مال

فضیلتِ روزہ:۔

اور روزہ ماہِ رمضان میں تمام اہلِ اسلام پر اول صبح سے شام تک کھانا پینا وغیرہ ناروا ہے۔ کیونکہ روزہ دار نیک کردار کے واسطے یہ مہینہ گلزار کیا۔ عمدہ خوشی کی بہار ہے اور اس کا ثواب بے شمار ہے۔

چنانچہ حدیث **عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَؓ اَنَّ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَیْنِ فَرْحَۃٌ اِذَا اَفْطَرَ وَفَرْحَۃٌ اِذَا لَقِیَ اللّٰہَ**۔ یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ روزہ دار کو دو خوشیاں ہیں۔ جب روزہ کھولتا ہے خوشی ہوتی ہے اور جب خدا سے ملے گا خوش ہوگا۔

سبحان اللہ! پروردِگار کی رضامندی و دیدار ہزار ہا نعمت سے بیشتر ہے۔ پس اہل طریق فرماتے ہیں کہ ظاہر روزہ تو نہ کھانے و پینے سے مراد ہے اور باطن تمام خواہشوں سے آزاد ہے۔ چنانچہ حدیث **مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ** 'یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ جو بہتان کرے اور جھوٹی واہی تباہی نہ چھوڑے۔ ہر کام بدنام سے باز نہ آئے تو اللہ کو اس کے کھانے و پینے چھوڑنے کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔

اس واسطے خدایا د اہل حقیقت کا ارشاد ہے کہ ہر طالب خدا زندگی کے مہینے میں ابتدا کی صبح سے نزع کی شام تک تمام نہی کی غذا کو حرام کر کے محبت کے روزہ میں لیل و نہار یار کے دیدار کا انتظار کرے۔

فضیلتِ وضو:۔

اور وضو کی فضیلت میں سید الثقلین سرور کونینؐ اس طرح فرماتے ہیں۔حدیث **عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اِذَا تَوَضَّاءَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ الْمُوْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهٖ كُلَّ خَطِیْئَةٍ نَظَرَ اِلَیْهَا بِعَیْنِهٖ مَعَ اٰخِرِ قَطْرَةِ الْمَاءِ فَاِذَا غَسَلَ یَدَیْهِ خَرَجَ مِنْ یَدَیْهِ كُلَّ خَطِیْئَةٍ كَانَ یَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرَةِ الْمَاءِ فَاِذَاغَسَلَ رِجْلَیْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِیْئَةٍ مَشْتَهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرَةِالْمَاءِ حَتّٰی یَخْرُجَ نَقِیاً مِّنَ الذُّنُوْبِ** یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ جب وضو کرتا ہے بندہ مسلمان ایماندار پس دھوتا ہے۔اپنے منہ کو تو نکل جاتے ہیں اس کے منہ سے سب گناہ جن کو اپنی آنکھ سے دیکھا۔پانی گرنے یا پچھلے قطرہ کے ساتھ پھر جب اپنے دونوں ہاتھ دھوئے تو اس کے ہاتھوں سے سب گناہ نکل جاتے ہیں۔جن کو ہاتھوں سے پکڑ کر کیا پانی گرنے یا آخر قطرہ کے ساتھ۔پھر جب اپنے دونوں پاؤں دھوئے تو نکل جاتے ہیں سب گناہ اس کے جن کو پاؤں سے چل کر کیا تھا۔پانی گرنے یا پچھلے قطرہ کے ساتھ یہاں تک کہ سب گناہوں سے پاک وصاف ہوجاتا ہے۔

غرض جو بندہ پانچ وقت وضو بالترتیب پورا ادا کرے۔تو ضرور صغیرہ گناہ سب دور ہو جاتے ہیں۔تو پھر صد حیف جو ایسی نعمت مرقوم سے غافل بندہ محروم ہے۔

پس محقق فرماتے ہیں کہ وضو میں ہاتھ پاؤں کے دھونے والے تو گناہوں سے رہائی پاتے ہیں اور دل کے دھونے والے خاص قرب پا کر واصل الٰہی ہو جاتے ہیں۔اس واسطے اہل حقیقت دل کے دائم وضو کو ہر وقت اس طرح قائم کرتے ہیں۔

ہے وضو منہ غیر حق سے دور ہو — اور ایذا دینے سے دونوں ہاتھ دھو
پردہ پوشی کر ہمیشہ مسح سر — پاؤں ریا کے عمل سے دھو دُور کر
توبہ خالص کا پانی لے پسر — سب محبت غیر سے دل دُور کر
ماسوا اللہ سے پاک ہو اے فنا — کر نجاست دوئی سے دل کو صفا

حدیث **اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَا لْجَسَدُ كُلُّهٗ لَا وَهِیَ الْقَلْبُ** یعنی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ تحقیق جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔جب وہ اچھا ہوتا ہے تو تمام جسم اچھا ہوتا ہے اور جس وقت وہ بگڑ جاتا ہے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے۔جان کہ وہ ٹکڑا دل ہے۔پس جب ایک دل صاف ہے تو سب خطا معاف ہے۔

نقل ہے کہ ایک فقیر سے کسی نے پوچھا کہ کوئی پاک جگہ بتاؤ کہ میں نماز ادا کروں۔فقیر نے فرمایا کہ بھائی اپنا دل صاف کرو تو پھر سب جگہ پاک ہے۔جہاں چاہو بے خلل نماز پڑھو۔

فضیلتِ مسجد:۔

اور مسجد کی فضیلت میں سید العارفین وخاتم المرسلینؐ اس طرح فرماتے ہیں:۔حدیث **عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِیْ بَیْتِهٖ بِصَلٰوةٍ وَصَلٰوتُهٗ فِیْ مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسِ**

وَعِشْرِيْنَ صَلٰوۃً وَصَلٰوتُہٗ فِیْ فَسْجِدِ الَّذِیْ یَجْمَعُ فِیْہِ بِخَمْسِ مِائَۃِ صَلٰوۃٍ وَصَلٰوتُہٗ فِیْ مَسْجِدِ الْاَقْصٰی بِخَمْسِیْنَ اَلْفِ صَلٰوۃٍ وَصَلٰوتُہٗ فِیْ مَسْجِدِیْ بِخَمْسِیْنَ اَلْفِ صَلٰوۃٍ وَصَلٰوتُہٗ فِیْ مَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَۃِ اَلْفِ صَلٰوۃٍ یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ آدمی کی نماز اس کے گھر میں برابر ایک نماز کے ہے اور نماز اس کی محلہ کی مسجد میں برابر پچیس نمازوں کے ہے۔اور نماز اس کی مسجد جامع میں برابر پانچ سو نماز کے ہے اور نماز اس کی مسجدِ اقصیٰ میں برابر پچاس ہزار نماز کے ہے۔اور نماز اس کی مسجد میریؐ میں برابر پچاس ہزار کے ہے اور نماز اس کی مسجد حرام یعنی مکہ شریف میں برابر لاکھ نماز کے ہے۔

پس محقق فرماتے ہیں کہ مسجد کا معنی عبادت خانہ ہے اور دل مومن کا حرم گاہِ کبریا ہے۔اس واسطے اس کا رتبہ افزا ہے۔چنانچہ حدیث قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ دل مومنوں کا عرش اللہ تعالیٰ کا ہے اور فرمایا حدیث قَلْبُ الْمُؤْمِنِ حَرَمُ اللّٰہِ وَ حَرَامٌ عَلٰی حَرَمِ اللّٰہِ اَنْ یَّلِجَ فِیْہِ غَیْرُ اللّٰہِ یعنی دل مومن کا حویلی اللہ تعالیٰ کی ہے اور حرام ہے اس میں سوا اللہ کے اور کچھ پانا یعنی اس مکان عالی شان میں بدوں اس بیچون کے کوئی غیر خیال نہ آوے۔ورنہ تو ہر حال میں بے ادبی کمال ہے۔

اور جس طور اور جگہ کی نماز سے مسجد میں افضلیت ہے۔اسی طرح پر ظاہر زبان کی بندگی و عبادت سے باطنی دل کا ذکر و محبت افضل ہے۔اور بھی جیسے اہل شرع مسجد میں دنیاوی گفتگو کرنے سے منع کرتے ہیں تو محقق بھی دل میں تمام غیر خیال خام و حرام فرماتے ہیں اور جیسا مسجد میں پاکی کی شرط ہے تو اسی طرح دل کا پاک رکھنا فرض ہے۔

فضیلتِ جماعت:۔

اور جماعت کی فضیلت میں سرورِ کائناتؐ نے بہت سی احادیث فرمائی ہیں۔چنانچہ حدیث عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَتِہٖ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوۃِ اَحَدِکُمْ وَحْدَہٗ بِخَمْسَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ جُزْءً یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ جماعت کی نماز تنہا نماز سے پچیس درجہ افضل ہے اور بھی فرمایا کہ جو بندہ اذان سن کر بغیر عذر کامل کے جماعت میں شامل نہیں ہوتا۔تو پھر اس مجہول کی نماز قبول نہیں ہے پھر یہ مثال فرمائی کہ جیسا بکری اپنے گلہ سے نکل کر جب تنہا چرتی ہے تو اکثر اس کا دشمن بھیڑیا مار لیتا ہے۔اسی طرح جو جماعت کو چھوڑ کر تنہا پڑھتا ہے تو ضرور اس کا دشمن شیطان ہلاک کرتا ہے۔

پس اہل طریق محبت غریق فرماتے ہیں کہ مخفی عبادت بھی سوا جماعت باطنی حضور کے نامنظور ہے اس واسطے اہل اکرام کا خود پیر باطنی امام کے پیچھے ہمیشہ قیام رہتا ہے۔

فضیلتِ نماز:۔

اور نماز کی شان میں فرمان پروردِگار و سید ابرارؐ کے بسیار ہیں۔حضرت آدمؑ سے تمام پیغمبروں میں اس کے واسطے سخت احکام ضرورت انجام چلے آئے ہیں تاکہ ہمارے سلطان الانبیاء کی امت میں بھی یہ ہر فرض ظاہر سے مقدم تر ہے کہ بغیر صلوٰۃ کوئی نجات نہیں۔غرض کفر و ایمان کے درمیان فرق نماز ہے۔چنانچہ حدیث اَلْفَرْقُ بَیْنَ الْمُؤْمِنِ وَ بَیْنَ الْکَافِرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ بندہ مومن اور کافر کے درمیان فرق نماز ہے۔یعنی ترکِ نماز سے کفر دراز ہے۔اور پانچ وقت کے سجود سے گناہ نابود ہے۔چنانچہ حدیث عَنْ اَبِیْ

هُرَیْرَۃَ اَرَاَئتُمْ لَوْ اَنَّ نَھْرَ ابْبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْسِلُ مِنْہُ کُلَّ یَوْمٍ خُمْسَ مَرَّۃٍ یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ قَالَ فَذَالِکَ مِثْلُ الصَّلٰوۃِ الْخَمْسِ یَمْحُو اللّٰہُ بِھِنَّ الْخَطَایَا یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر ہوتو وہ اس میں پانچ بار نہاوے۔ کیا اس کا کچھ میل باقی رہے گا۔ صحابہؓ نے کہا یا حضرتؐ اس کا کچھ میل باقی نہ رہے گا۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ یہی حال ہے پانچ نمازوں کا کہ ان کے سبب حق تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

یعنی جیسا ہر روز پانچ وقت کے نہانے سے بدن پر میل نہیں رہتا۔ اسی طرح پانچ وقت کی نماز سے گناہ نہیں رہتے۔ سبحان اللہ اس طرح دریا رحمت کا ہمیشہ ہر کس کے حضور ہے۔ پھر صد حیف جو اس نعمت سے دُور ہے۔

پس محقق فرماتے ہیں کہ صرف پانی ڈالنے سے میل نہیں جاتی۔ جب تک بدن کا ملنا و مانجنا نہ ہو۔ سو بدن کا مُصقلہ و نماز کا خشوع خاص دل کا رجوع ہے۔ اس واسطے دل حضور کے سوا نماز نہ منظور ہے چنانچہ حدیث مشہور ہے **لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ** یعنی نماز ادا نہیں ہوتی جب تک دل حاضر نہ ہو۔

اور جیسا کہ اہل شرع کے نزدیک نماز میں بدن کی ناجائز حرکت حرام ہے۔ اسی طرح صاحبِ حقیقت فرماتے ہیں کہ جب حرکت دل سے غیر دلیل آتی ہے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اسی واسطے حضرتؐ فرماتے ہیں کہ مومن نماز سے صالح ہو جاتا ہے۔ اور ادب نگاہ رکھے تو مقرب و محبوب بن جاتا ہے اور بے ادب کی نماز کو پھر پھینک دیتے ہیں کہ نماز پڑھنے والا راز کہتا ہے اپنے خداوند سے اگر وہ جان لے کہ کس سے راز کہتا ہوں تو وہ ہرگز التفات نہ کرے طرف دنیا نہ آخرت کے اور نہ طرف اس چیز کے جو ان دونوں کے بیچ میں ہے۔ پس دل جب ہر محبت سے دور ہو تب خدا کے حضور ہو۔

چنانچہ حدیث **اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ** یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نہیں دیکھتا تمہاری صورتوں کو اور نہ تمہارے عملوں کو بلکہ دیکھتا ہے تمہارے دلوں اور نیتوں کو۔

جو کہ دل سے ہو وہ ہے بہتر عمل — جو عمل دل سے نہ ہو وہ ہے خلل
جیسا تو کرتا ہے تن قبلہ کے رُو — ایسا ہی کر دل خدا کے روبرو

چنانچہ حدیث **لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃَ رَجُلٍ لَا یَشْھَدُ فِیْھَا قَلْبُہٗ کَمَا یَشْھَدُ بَدَنُہٗ** یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نہیں قبول کرتا نماز اس شخص کی جس کا دل حاضر نہ ہو۔ جس طرح تن حاضر ہے۔

اس طرح فرماتے ہیں طالب خدا — جب کریں تکبیر اولے کو ادا
یعنی ہو ''اللہ اکبر'' میں فنا — ذبح کی تکبیر ہے یہ اے فتا
جان و تن قربان کر مثل خلیلؑ — تا نماز ہووے گی تیری بے دلیل
ایسا کر حق کے مشاہدہ میں فکر — اپنی ہستی تک نہ ہو تجھ کو خبر
جز خدا جانے فنا سب بالیقین — اس کو کہتے ہیں معراج المومنین
غیر کا جب اس میں کچھ آوے خیال — دیکھ کیا فرماتا ہے تب ذوالجلال

چنانچہ حدیث **اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا قَامَ فَاِنَّہٗ بَیْنَ یَدَیِ الرَّحْمٰنِ فَاِذَا الْتَفَتَ قَالَ لَہُ الرَّبُّ اِلٰی**

مَنْ تَلْتَفِتُ هَلْ مَنْ هُوَ خَيْرٌ لَّکَ مِنِّیْ اِبْنَ اٰدَمَ اَقْبِلْ اِلَیَّ فَاِنِّیْ خَیْرٌ لَّکَ مِمَّنْ تَلْتَفِتُ یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ جب بندہ نماز کے واسطے کھڑا ہوتا ہے تو خدا کے سامنے ہوتا ہے۔ پس اگر کسی طرف کو بندہ خیال و توجہ کرتا تو خدا فرماتا ہے کہ تو کس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ کیا تیرے حق میں وہ مجھ سے بہتر ہے۔ اے آدمؑ کے بیٹے تو میری طرف دھیان کر کہ میں تیرے واسطے بہتر ہوں اس چیز سے جس کی طرف تو متوجہ ہوتا ہے۔

حضرت امام علیؓ بوقت نماز جب وضو کرتے تو آپ کا رنگ نہایت زرد ہو جاتا۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ احکم الحاکمین کے روبرو ہونا ہے۔ پھر اس کی ہیبت وجلال سے ایسا حال کیوں نہ ہو۔

چنانچہ نقل ہے کہ ایک روز امام محمد باقرؒ حجرہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ بقضاء الٰہی حجرہ کو آگ لگی۔ امامؒ نے بحضور نماز تمام کی۔ لوگوں نے آگ کو بجھایا۔ بعد نماز متعجب ہو کر پوچھا تو آپؒ نے فرمایا۔ کہ قسم ہے پروردگار اپنے کی، مجھے آگ کی کچھ خبر نہیں۔

فضیلتِ شب آخر:۔

اور خدا اور رسالتؐ پناہ فرماتے ہیں کہ پچھلی رات کی تہجد و بندگی وغیرہ ہر دن کی عبادت ونفلوں سے افضل تر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نصف رات کو ایک فرشتہ مرغ کی طرح پَر مارتا ہے اور کہتا ہے کہ اٹھو اللہ کے پیارو اور پہر رات کے بعد پھر پکارتا ہے کہ اٹھو عابدو۔ پھر صبح کے قریب کہتا ہے۔ اٹھو غافلو! اور حدیث شریف میں ہے کہ آخر رات کو ایک فرشتہ آسمان سے اترتا ہے اور کہتا ہے کوئی دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں۔ اور کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں اور دیگر حدیث عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَۃَ اَقْرَبُ مَایَکُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ اِسْتَطَعْتَ اَنْ تَکُوْنَ بِذِکْرِ اللّٰہِ تِلْکَ السَّاعَۃَ یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ بہت نزدیک ہونا پروردگار کا بندہ سے درمیان پچھلی رات کے ہے۔ پس اگر ہو سکے تجھ سے تو ہو جا ان شخصوں میں سے جو یاد کرتے ہیں اللہ کو اس وقت میں

اٹھ کے آدھی رات با صدق و صفا — کر خدا کی بندگی دل سے ادا
شب بیداری ہے طریقہ مصطفےٰؐ — ایسا ہی کرتے ہیں سب سالک خدا

فضیلتِ تلاوت قرآن شریف:۔

اور قرآن مجید کی تلاوت بہت سعید ہے۔ جس کے واسطے اللہ اور رسولؐ کی نہایت تاکید ہے۔ چنانچہ حدیث عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّہٗ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ شَفِیْعًا لِاَصْحَابِہٖ یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ پڑھو قرآن کو یہ بخشا دیگا اپنے پڑھنے والے کو قیامت کے دن اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو میری امت کے سب گناہ دکھلائے اس سے زیادہ کوئی گناہ نہیں دیکھا۔ جو قرآن کی ایک آیت یا سورۃ بھلا دیوے۔

پس فقیر شوق پذیر فرماتے ہیں کہ کوئی اسی طرح باطنی تفسیر پیر کی تلاوت قضا کر کے آیت لقا یا صورت راہنما کو بھلا دیوے تو اس کی شفاعت ونجات نہ ہوگی۔

فضیلتِ درود و کلمہ شریف:۔

رسولؐ فرماتے ہیں کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ پروردگار اس کے دس خطا مٹاتا ہے اور دس بار اس پر رحمت عطا فرماتا ہے اور جیسا نام اللہ پر جل شانہ، کہنا ثواب بےحساب ہے۔ اسی طرح نام محمدؐ پر درود پڑھنا مقصود ہے۔

اور کلمہ شریف مد سے کہے۔نفی کو بائیں جانب سے سیدھی جانب مارے۔وہاں تک کہ سانس یاری دے پھر اثبات بھی بائیں جانب کرے۔

ذکر نوافل :۔

حدیث شریف میں حضرتؐ کا ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔میرے بندے فرائض ادا کرنے سے زیادہ قرب حاصل نہیں کرتے اور جو بندے نوافل وسنتیں ادا کرنے سے کبھی سست نہیں ہوتے تو وہ اس درجہ کو پہنچ جاتے ہیں کہ ان کی آنکھ، کان، ہاتھ، زبان میں بن جاتا ہوں۔ مجھ سے سنتا ہے، مجھ سے دیکھتا ہے، مجھ سے پکڑتا ہے، مجھ سے بولتا ہے۔غرض آدمی نوافل وسنتوں کے ذریعہ ایسی محویت پاتا ہے کہ محبت کے مقام پر پہنچ کر واصل باللہ ہو جاتا ہے۔اس واسطے کچھ ان نوافل وغیرہ کا بھی اس جگہ ذکر کیا جاتا ہے کہ جن کو سالک باللہ خود کرتے اور پڑھتے ہیں۔فرماتے ہیں کہ اگر سالک کم سے کم سو رکعت نوافل رات و دن میں سوا فرض وسنت کے ادا نہ کرے تو سالک نہ ہوگا۔اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو معہ فرض وسنت کے سو رکعت پوری کرے۔

متبدی ومنتہی کی عبادت میں فرق:۔

پس یہ ظاہر عبادت کی تمہید بھی اکثر سالک کے واسطے مفید ہے اور جو ابتدا میں بعضے طالب لوگ بھی کچھ نوافل وغیرہ پڑھتے ہیں تو ان میں چند نقص پیدا ہونے کا خوف ہے۔

اول تو طالب لوگ اتنی عبادت کی ہمت نہیں رکھتے یا کرتے ہیں تو اس میں دل راغب نہیں ہوتا۔اس واسطے تنگ ہو کر پھر ان کو کم کرنے لگتے ہیں یا چھوڑ دیتے ہیں۔جس سبب سے وہ راہ سلوک سے رہ جاتے ہیں۔اور سالک باللہ جتنا قریب ہوتے ہیں اتنا ہی زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے ہیں۔وصال کی خوشی سے ان کی عبادت کا بوجھ کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

دوم ابتدا میں طالب کو ظاہر عبادت کی کثرت سے باطنی عبادت کے چھوٹ جانے کا بھی ڈر ہے۔اور سالک دونوں عبادت ظاہر و باطن میں صاحب عادت ہو جاتے ہیں۔بلکہ دونوں کو بخوشی ادا کرنا چاہتے ہیں۔کیونکہ اکثر ایک حالت میں طبع خوب مرغوب نہیں رہتی۔اس واسطے جب وہ ذکر باطنی سے فارغ ہوتے ہیں تو پھر نوافل میں شاغل ہو جاتے ہیں اور کبھی تلاوت قرآن میں مشغول ہوتے ہیں اور کسی وقت وظائف کو عمل میں لاتے ہیں۔غرض ہر اوقات دن رات ایسے مشاغل میں رہا کرتے ہیں اور کسی وقت بھی غافل نہیں ہوتے۔

سوم ابتدا میں مبتدی کو عُجب وریا کا بھی خوف ہے اور ظاہر عبادت کے سبب لوگوں کی تعریف سے نفس بھی غرہ ہونا چاہتا ہے۔اور سالک باللہ اولیا اللہؒ نے عُجب وریا کو تو پہلے ہی بیخودی کے دریا میں ڈبو دیا۔اس واسطے ان کے دل میں مدح وقدح خلق مساوی ہو جاتی ہے۔یعنی جب نفس امارہ نہ رہا تو پھر ان کی تعریف ومذمت دونوں برابر ہیں۔

چہارم مبتدی ظاہر عبادت کی کثرت سے اور لوگوں کو کم ہمت سمجھ کر اپنے اوپر نگاہ رکھتا ہے کہ میں اتنی عبادت کرتا ہوں پھر عجب وپندار میں گرفتار ہو کر راہ چلنے سے رک جاتا ہے اس لیے مبتدی کو اپنے عمل اور عبادت کو چھپانا واجب ہے۔اور منتہی اگر جہت خلق سے کچھ اپنے عمل اور عبادت کو ترک کرے یا چھپائے تو اس کے لیے ریا وشرک خفی ہے۔اس واسطے اس پر ہر عبادت اور وظائف وغیرہ کا ظاہر کرنا واجب ہے۔تاکہ اور لوگ مرید وغیرہ بھی اس

کو دیکھ کر تربیت پکڑیں اور عمل کریں۔

پنجم اس ظاہر عبادت میں بھی محبت اور خشوع کی شرط ہے سو محبت اور خشوع کا خاص رجوع بھی اس وقت ہوتا ہے کہ جب انقطاع علائق خلق ہو جائے۔ پس منتہی کے سوا تو مبتدی سے یہ انقطاع علائق ہونا نہایت مشکل ہے۔ اسی واسطے متقدمین بزرگ تو مرید کو ابتدا میں اول ظاہر عبادت کی تلقین نہ فرماتے تھے۔

ششم قبولیت عبادت میں بھی تقویٰ اور ادب شرط ہے اور جس کی یہ حد ہے کہ جب تک حضرتؐ کی گفتار و رفتار اور کردار تینوں کو اختیار نہ کرے اور عمل میں نہ لائے تو متقی نہیں ہوتا۔ پھر جب تک تقویٰ حاصل نہ ہو تو واصل نہیں ہوتا۔

پس ان تینوں باتوں کا بھی منتہی کے سوا اور سے حق ادا ہونا دشوار ہے اور وہ مقبول تو ہر سنت رسول کو اس طرح بخوشی خود قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت پیر مخدوم جہانیاں علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث شریف میں دیکھا کہ ایک روز حضرت ﷺ اپنا ایندھن خود لائے۔ پس میں اسی وقت جنگل سے جا کر ایک بھاری گٹھڑی لکڑی کی سر پر لے کر آیا۔ تا کہ حضرتؐ کی حدیث پر عمل ہو جائے۔

پس جب اہلِ کمال حضرتؐ کے ہر حال وقال اور چال پر اس طرح عاشق ہو جاتے ہیں۔ تب وصال کمال پاتے ہیں۔ ہاں جو طالب شوق غالب بھی اسی طرح عالی ہمت ہو جائے اور سب نقص بیان شدہ سے آپ کو بچائے ظاہر و باطن کی عبادت میں کوشش کر کے حضرتؐ کے سب فعل و فرمان عمل میں لائے تو وہ بھی زود منزل مقصود کو پہنچ جائے۔ غرض ہر منزل و ہر مقام میں علو ہمت کا کام ہے اور بے ہمت غافل گنہگار بدعتی بدکار تو کسی منزل پر بھی پہنچ نہیں سکتا۔ عیاذاً باللہ

ذکرِ نمازِ اشراق:۔

نماز اشراق چہار رکعت و چھ رکعت تا دس رکعت ہے۔ طلوع آفتاب کے بعد تا پہر دن اس کا وقت ہے۔ اس میں نیت تکمیل الفرائض کی کرے۔ یعنی چہار رکعت نماز نفل اشراق تکمیل الفرائض اگر اتنا نہ ہو سکے۔ تو اشراق کا دوگانہ ہی ادا کرے۔ اس کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ حدیث میں ہے کہ بیٹھنا بعد نماز فجر کے سورج چڑھنے تک مستحب ہے۔ ساتھ ذکر اللہ تعالیٰ کے یا ساتھ تلاوت قرآن یا وظائف کے اور اسی طرح بعد نماز عصر کے بھی سورج غروب ہو جانے تک بیٹھے۔ کیونکہ ان دونوں وقتوں میں نماز نوافل منع ہے۔ پھر طلوع آفتاب کے بعد دو رکعت نماز پڑھیں۔ چنانچہ حدیث **مَنْ صَلَّے الْغَدَاۃَ فِیْ مَسْجِدٍ ہ ثُمَّ جَلَسَ یَذْکُرُ اللّٰہَ تَعَالٰی اِلٰی اَنْ تَطْلَعَ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتْ حَمِدَ اللّٰہَ تَعَالٰی وَقَامَ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ۔** یعنی جو شخص صبح کی نماز پڑھے اپنی مسجد میں پھر بیٹھے اللہ تعالیٰ کی یاد کو۔ یاد کرتا رہے سورج چڑھنے تک۔ پھر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے۔ پھر اٹھے اور نماز پڑھے دو رکعت۔ حدیث دیگر **مَنْ صَلَّی الصُّبْحَ وَ جَلَسَ فِیْ مَجْلِسِہٖ حَتّٰی تُمْکِنَہُ الصَّلٰوۃُ کَانَتْ بِمَنْزِلَۃِ حَجَّۃٍ وَعُمْرَۃٍ مُتَقَبَّلَتَیْنِ** یعنی جو شخص صبح کی نماز پڑھے اور بیٹھا رہے اپنی مجلس میں، یہاں تک کہ ممکن ہو جاوے اس پر نماز پڑھنی۔ تو اس کو ایک حج اور ایک عمرہ مقبول شدہ کا ثواب ملے گا۔

نمازِ چاشت:۔

نمازِ ضحیٰ یعنی چاشت آٹھ رکعت ہے آٹھ رکعت تا بارہ رکعت ہے آٹھ رکعت تو خود حضرتؐ کا فعل ہے اور بارہ کا قول ہے۔اس واسطے آٹھ رکعت میں نیت متابعاً رسول اللہ ﷺ کرے۔یعنی چار رکعت نماز نفل چاشت متابعاً رسول اللہ ﷺ اور باقی چار رکعت میں نیت تکمیل الفرائض کی کرے۔بعد فاتحہ ہر رکعت میں آیۃ الکرسی ایک بار وسورہ اخلاص تین بار پڑھے۔اس نماز کو تین سلام سے تمام کرے۔

اسی واسطے یہ حدیث حضرتؐ نے فرمائی ہے۔حدیث **مَنْ صَلّٰی اِثْنَیْنِ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً فِیْ کُلِّ یَوْمٍ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بِکُلِّ یَوْمٍ قَصْراً فِی الْجَنَّۃِ** یعنی جو شخص پڑھے ۱۲ رکعت ہر دن میں تو بنائے اللہ تعالیٰ اس کے واسطے ہر روز ایک محل جنت میں۔یہ بارہ رکعت چاشت ہے وقت اس کا پہر دن سے زوال تک ہے۔

نمازِ ظہریہ:۔

نمازِ ظہریہ یہ دس رکعت تین سلام سے لازم وملزوم ہیں۔اس میں نیت تکمیل الفرائض کی کرے۔وقت اس کا ظہر وعصر کے درمیان ہے۔جو اس کو ہمیشہ پڑھے تو حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگی اور جو اوابین میں آئتیں درج ہیں۔اس میں بعد فاتحہ کے وہی پڑھے۔

نمازِ اوابین:۔

نماز اوابین۔بعد نماز مغرب کے چھ رکعت سے بارہ رکعت تک۔تا کہ بیس رکعت تک اوابین ہے۔پہلے چھ رکعت کی فضیلت میں حضرتؐ نے یہ حدیث فرمائی ہے۔

حدیث **مَنْ صَلَّے الْمَغْرِبَ ثُمَّ صَلَّے بَعْدَہٗ سِتَّ رَکْعَاتٍ قَبْلَ اَنْ یَّتَکَلَّمَ بِسُوْءٍ کُتِبَ لَہٗ عِبَادَۃُ اِثْنَیْنِ عَشَرَ سَنَۃً** یعنی جو شخص مغرب کی نماز پڑھے۔پھر بعد اس کے چھ رکعت پڑھے۔بشرطیکہ بری بات نہ بولے تو لکھی جائیگی عبادت اس کی بارہ برس کی وہ یہ ہے۔دو رکعت صلوٰۃ الفردوس۔اس کی پہلی رکعت میں بعد فاتحہ **رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ** دوسری رکعت میں **رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ** دو رکعت صلوٰۃ النور کی پہلی رکعت میں **رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْراً وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ** اور دوسری میں **رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ** اور دو رکعت صلوٰۃ الاستجاب،اس کی پہلی رکعت میں **رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْراً کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ** دوسری رکعت میں **رَبَّنَا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ** اگر اس جگہ یہ دو سورتیں ان کے عوض پڑھ جائیں تو وہ بھی ٹھیک ہیں۔پہلی رکعت میں سورۃ قدر دوسری میں سورۃ کوثر۔

بعد ان کے چھ رکعتیں یہ ہیں۔دو رکعت شکر اللیل کی پہلی رکعت میں **رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلاً سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ** دوسری رکعت میں **رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیْ یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ نَا اَبْرَارِ** اور دو رکعت سراج القبر کی پہلی رکعت میں **رَبَّنَا اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ اِنَّ**

اللہ لا یُخلفُ المیعاد دوسری میں رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَاوَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَاتُخْلِفُ الْمِیْعَاد اور دورکعت حفظ ایمان کی پہلی رکعت میں رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ دوسری رکعت میں رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ۔

اور باقی آٹھ رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص تین بار پڑھے اور نیت اس نماز میں تکمیل الفرائض کی کرے۔ سالک فرماتے ہیں کہ جو پوری اوابین ہمیشہ پڑھے۔ حق تعالیٰ نے یہ آیت شریف ان کی تعریف میں فرمائی ہے۔ تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یعنی الگ ہوتی ہیں کروٹیں ان کی بچھونوں سے یعنی جیسا اس نے تمام رات عبادت میں گزاری۔

نمازِ تہجد:۔

نمازِ تہجد پچھلی رات صبح سے پہلے اول دو رکعت ہلکی یعنی تحیۃ الوضو کی پڑھے۔ پھر بارہ رکعت دوگانہ نفل تہجد ادا کرے۔ یہ نماز حضرت ﷺ پر فرض تھی اور ہم پر سنت ہے۔ یہ نماز سب نفلوں سے افضل تر ہے۔ اگر جانتا ہے تو ہر رکعت میں آیت طول پڑھے۔ نہیں تو پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص ایک بار دوسری رکعت میں دو مرتبہ تیسری میں تین مرتبہ۔ اسی طرح بارہویں رکعت میں بارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ اگر ضعیف یا کم طاقت ہو تو اس میں بھی وہی آیتیں پڑھے۔ جو اوابین میں درج ہیں یا ہر رکعت میں تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھے اور بعد سلام کے یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ یا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ چہل و یکبار سجدہ میں کہے۔

نمازِ تحیت الوضو:۔

نمازِ تحیت الوضو۔ پہلی رکعت میں قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص اس دوگانہ میں نیت تکمیل الفرائض کی کرے۔ بہتر تو یہ ہے کہ ہر وضو کے بعد یہ نماز پڑھے۔ نہیں تو ایک مرتبہ رات کو تہجد کے وقت اور ایک مرتبہ دن کو ادا کرے۔

اور بھی سالک کو چاہیے کہ ہمیشہ باوضو رہے اور باوضو ہی سوئے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَھَّرُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ یعنی وہ مرد ہیں جو دوست رکھتے ہیں وضو یعنی طہارت کو۔ اللہ دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو۔ اور جو سالک بے وضو سوئیگا تو اس پر دروازہ سلوک بند کیا جاویگا۔ جو ہرگز نہیں کھلے گا۔ اگر پانی موجود نہ ہو یا کوئی عذر سردی وغیرہ کا ہے تو تیمّم کر لیوے۔ کیونکہ تیمّم بھی طہارت ہے۔ غرض بے وضو نہ رہے جیسا کہ سالک جب خواب سے اٹھتے ہیں تو وضو یا تیمّم کر کے پھر لیٹ جاتے ہیں۔ اور بعض دوگانہ تحیت الوضو کا ادا کرتے اور سو جاتے ہیں۔

نمازِ ظہر:۔

نماز ظہر سے پہلے چار رکعت: چنانچہ حدیث عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَوْلُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ قَامَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ صَلّٰی قَبْلَ الظُّھْرِ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ یَقْرَاُ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ مَرَّۃً وَاٰیَۃَ الْکُرْسِیِّ وَقُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ

ثُلٰث مرّات وَیُتمُّ رُکُوعهُنَّ وَسُجُودهُنَّ کَتَبَ اللهُ لَهٗ سَبْعِیْنَ اَلْف حَسَنَةٍ وَمحا عَنْهُ سَبْعِینَ اَلْفَ سَیِّئَةٍ وَرَفَعَ لَهٗ سَبْعِیْنَ اَلْفَ دَرَجَةٍ وَّصَلّٰی خَلْفَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لَهٗ وَکَّلَ اللّٰهُ مَلَکَیْنِ لِحِفَاظَتِه اَحَدُهُمَا عَنْ یَّمِیْنِه وَالْاٰخَرُ عَنْ شِمَالِه وَاِنْ مَّاتَ کَانَ لَهٗ اَجْرُ صِدِّیْقٍ وَ شَهِیْدٍ یعنی ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کھڑا ہو جس وقت سورج ڈھلتا ہے اور وضو کرے کمال احتیاط سے پھر پڑھے ظہر سے پہلے چار رکعت ہر رکعت میں الحمد للہ یکبار اور آیۃ الکرسی اور قل ھو اللہ احد تین بار اور پورا کرے ان کے رکوع و سجود اور خشوع کو تو لکھوا دے اللہ واسطے اس کے ستر ہزار نیکیاں اور دور کرے اس سے ستر ہزار بدیاں اور بلند کرے اللہ واسطے اس کے ستر ہزار درجے اور نماز پڑھیں پیچھے اس کے ستر ہزار فرشتے اور بخشش مانگیں واسطے اس کے اور مقرر کرے اللہ دو فرشتے واسطے نگہبانی اس کی کے۔ ایک کو اس کے سیدھی طرف اور دوسرے کو اس کے بائیں طرف۔ اگر اس نماز کا پڑھنے والا اس دن مر جائے تو اس کے لیے صدیق و شہید کا اجر ہوگا۔ اور نیت اس میں چار رکعت نماز سنت متابعاً رسول اللہ ﷺ کی کرے۔

فضیلتِ سنتِ عصر:۔

حدیث شریف میں ہے مَنْ صَلّٰی اَرْبَعاً قَبْلَ الْعَصْرِ نَجَاعَنِ النَّار یعنی جو شخص چار رکعت سنت فرض عصر سے پہلے پڑھے۔ وہ ہرگز دوزخ کی آگ میں داخل نہ ہوگا اور دیگر حدیث صحاح میں ہے۔ مَنْ صَلّٰی اَرْبَعاً قَبْلَ الْعَصْرِ وَقَرَا فِیْ تِلْکَ الْاَرْبَعِ سُوْرَةَ الْعَصْرِ غُفِرَ لَهٗ وَمَنْ قَرَأَ فِی الرَّکْعَتِ الْاُوْلٰی سُوْرَةَ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ وَفِی الثَّانِیَةِ وَالْعَادِیَاتِ وَ فِی الثَّالِثَةِ الْقَارِعَةُ وَفِی الرَّابِعَةِ اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ صَارَ مَحْبُوْبًا وَّرَاٰی رَبَّهٗ جَلَّ وَعَلَا یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ جو پڑھے نماز عصر سے پہلے چاروں رکعتوں میں سورۂ عصر وہ بخشا جاویگا۔ اور جو پڑھے رکعت پہلی میں اِذَا زُلْزِلَتْ اور دوسری میں وَالْعَادِیَات اور تیسری میں اَلْقَارِعَةُ اور چوتھی میں سورۂ تکاثر تو وہ محبوب خدا ہو جائے گا اور اپنے رب کو دل کی آنکھ سے دیکھے گا۔

نمازِ احیاء القلب:۔

یہ نماز شام کے بعد دو رکعت پڑھے۔ پہلی رکعت میں وَاِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ دوسری میں بعد فاتحہ کے الٓمّٓ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ بعد سلام یہ دعا پڑھے یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا دَائِمُ یَا فَرْدُ یَا وِتْرُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ یَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَسْئَلُکَ اَنْ تُحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ یعنی اے اللہ ان صفتوں کا مالک نہیں ہے کوئی معبود سوا تیرے پیدا کرنے والا آسمان اور زمینوں کا مانگتا ہوں میں تجھ سے یہ کہ زندہ کر تو دل میرا ساتھ معرفت اپنی کے، اور نیت اس طرح کرے دو رکعت نماز نفل احیاء القلب۔

اور ... مالک باللہ فرماتے ہیں کہ جو نمازیں شام و عشاء کے درمیان ہیں۔ ان کو نہایت احتیاط سے پڑھے۔ تو تمام رات کی بیداری سے افضل تر ہیں۔ اور خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دل ان کے روشن کر دیتا ہے اور نماز تہجد بھی ان پر آسان کر دیتا ہے۔

نماز ہدیۃ الرسولؐ:۔

یہ نماز شام وعشا کے درمیان ہے۔ نیت اس طرح کرے۔ کہ دو رکعت نماز نفل ہدیۃ الرسول ﷺ۔ اول رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ والضحیٰ دوسری میں الم نشرح بعد سلام ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے۔ **اَللّٰهُمَّ صَلَّيْتُ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ وَقَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَجِرْ عَنَّا مُحَمَّدًا مَاهُوَ اَهْلُهٗ وَمُسْتَحَقُّهٗ وَبَلِّغْ مِنَّا رُوْحَ مُحَمَّدٍ تَحِيَّةً وَسَلَامٌ بِفَضْلِكَ وَكَرَمِكَ يَامَوْلَانَا وَسَيِّدَنَا** اے اللہ رحمت بھیج تو اس نماز کی اور کر تو ثواب اس کا واسطے اپنے رسول ﷺ اور اوپر آل اس کی کے۔ اور اے اللہ اجر دے ہم سے محمد ﷺ کو اور پہنچا ہم سے روح محمد ﷺ کو رحمت اور سلام کے ساتھ فضل اپنے اور بخشش اپنی کے اے صاحب اور سردار ہمارے، اس کے اول و آخر درود شریف پڑھے۔

صلوٰۃ بہ نیتِ شیخ خود:۔

نماز اوابین کے بعد اس طرح کرے کہ دو رکعت نماز نفل تکمیل الفرائض ثواب برائے پیر من۔ فاتحہ کے بعد ہر دو رکعت میں آیۃ الکرسی تین بار قل ہو اللہ احد تین بار۔ صلوٰۃ الحاجۃ دو رکعت نماز سنت عشا کے بعد یہ نماز اس نیت سے پڑھے کہ چار رکعت نماز سنت متابعاً رسول اللہ ﷺ صلوٰۃ الحاجۃ اول رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی تین بار دوسری میں سورۃ الاخلاص تین بار تیسری میں سورۃ الفلق تین بار چوتھی رکعت میں سورہ والناس تین بار بعد سلام پھر سجدہ میں یہ دعا پڑھے۔ **سُبْحَانَ الْقَدِيْمِ الَّذِىْ لَمْ يَزَلْ سُبْحَانَ الْعَلِيْمِ الَّذِىْ لَا يَجْهَلُ سُبْحَانَ الْجَوَادِ الَّذِىْ لَا يَبْخَلُ سُبْحَانَ الْحَلِيْمِ الَّذِىْ لَا يَعْجَلُ سُبْحَانَ الْغَنِىِّ الَّذِىْ لَا يَفْتَقِرُ** بعد بیس بار یا رحیم کہے اور حاجت کی نیت کرے تو خدا تعالیٰ زود حاصل مقصود کرے گا۔ اور سب حاجتیں پوری ہونگی۔ جیسا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ ہم نے اس نماز کی مداومت کی تو ہماری سب حاجتیں روا ہوگئیں۔ اور بھی مشائخ اس نماز میں لیلۃ القدر کا ثواب لکھتے ہیں۔

صلوٰۃِ توبہ:۔

بعد نماز حاجۃ کے یہ دو رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں پانچ پانچ بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ بعد سلام کے یہ دعا پڑھے۔ **اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّىْ وَعَلَانِيَتِىْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِىْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِىْ فَاَعْطِنِىْ سُؤَالِىْ وَتَعْلَمُ مَافِىْ نَفْسِىْ فَاغْفِرْلِىْ ذُنُوْبِىْ** یعنی اے خداوند بیشک تو جانتا ہے میرے سب حال ظاہر اور باطن کو سو تو میرا عذر قبول کر اور تو جانتا ہے میری حاجت کو سو میرا سوال منظور کر اور تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے۔ سو تو بخش دے میرے لیے میرے گناہ۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کرے تو انہی لفظوں سے حضرت آدمؑ نے دعا مانگی۔ پس حق تعالیٰ نے وحی بھیجی طرف حضرت آدم علیہ السلام کے کہ بیشک بخش دیا میں نے تیرے گناہ کو اور جو تیری اولاد سے بھی کوئی اسی طرح مجھ کو پکارے گا۔ میں اس کے بھی سب ہموم و غموم دور کرونگا اور آئیگی اس کے پاس دنیا اس حال میں کہ وہ رغبت کرنے والی ہوگی۔ اگرچہ وہ اس کو نہ چاہے گا۔ یہ سب حدیث شریف کا ترجمہ ہے اور نیت اس میں اس طرح کرے کہ دو رکعت نماز نفل صلوٰۃ التوبہ تکمیل الفرائض۔

نمازِ شکریہ طعام:۔
اول رکعت میں بعد فاتحہ کے **وَ اِلٰـهُـكُـمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ** دوسری رکعت میں **آلٓمّٓ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ** حدیث صحاح میں ہے۔**مَنْ اَكَلَ الطَّعَمَ وَلَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ شُكْرُ النِّعْمَةِ اللّٰهِ ثُمَّ يَنَامُ يَقْسُوْ قَلْبُهٗ** یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص کھانا کھاتا ہے اور دو رکعت شکر نعمت اللہ کی نہیں پڑھتا اور پھر سو جاتا ہے تو اس کا دل سیاہ و سخت ہو جاتا ہے۔ پس اگر ہو سکے تو ہر کھانے کے بعد ورنہ عشا کے وقت نماز وتر سے پہلے پڑھ کر سوئے۔ نیت اس طرح کرے۔ دو رکعت نماز نفل شکر یہ طعام تکمیل الفرائض۔

نمازِ رضا والدین:۔
اشراق کے بعد دو رکعت نماز رضا والدین کے لیے پڑھے۔ تو والدین کے اس سے حقوق ادا ہو جاتے ہیں۔ بعد فاتحہ کے ہر دو رکعت میں آیۃ الکرسی ایک بار اور قل ھو اللہ احد تین بار بعد سلام کے درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے۔ **اَللّٰهُمَّ وَلَكَ صَلَّيْتُ هٰذَا الصَّلٰوةَ وَقَدْ جَعَلْتَ ثَوَابَهَا لِوَالِدَيَّ يَاعَلِيْمُ يَاقَدِيْرُ اغْفِرْ لِيْ لِوَالِدَيَّ وَارْحَمْهُمَا وَتَجَاوَزْ عَنْهُمَا عَنِّيْ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ** یعنی اے اللہ یہ نماز تیرے واسطے ہے اور تحقیق کر تو ثواب اس کا واسطے ماں باپ میرے کے۔ اے دانا! اے توانا! بخشش کر واسطے میرے اور واسطے والدین میرے کے اور رحمت کر اُن دونوں پر اور تو اوپر ہر چیز کے قادر ہے اس میں نیت دونوں طرح جائز ہے یا نماز میں نیت رضائے والدین کی کرے یا اس دو رکعت نماز نفل کا ثواب والدین کو بخشے اگر دونوں فوت شدہ ہوں۔

نمازِ تسبیح:۔
بعد اشراق اس میں نیت اس طرح کرے۔ چار رکعت نماز نفل تسبیح تکمیل الفرائض۔ اگر شب جمعہ کو عشاء کے بعد وتر سے پہلے پڑھے۔ تو نیت سنت متابعاً رسول ﷺ کی کرے۔ کیونکہ حضرت ﷺ اس کو اس رات میں با جماعت پڑھتے تھے اور اگر دن کو پڑھے تو ایک سلام سے اور رات کو دو سلام سے ادا کرے۔ اور ہر رکعت میں پچھتر بار یہ تسبیح پڑھے۔ **سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ** ۔اول رکعت میں فاتحہ اور الکافرون کے بعد پندرہ بار یہ پڑھیں۔ پھر رکوع میں دس بار، پھر کھڑے ہو کر دس بار، پھر سجدہ اول میں دس بار، پھر دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھ کر، پھر سجدہ دوم میں دس بار، پھر بیٹھ کر دس بار۔ اسی طرح چاروں رکعتوں میں پڑھے اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص۔ تیسری میں فاتحہ کے بعد سورۃ فلق اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد سوۂ والناس پڑھے۔ پھر بعد نماز کے یہ دعا پڑھے۔ **يَاوَلِيَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَخْرِجْنَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَانَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَسَلَّمَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ** یعنی اے سردار مومنوں کے باہر نکال ہم کو غفلت کے اندھیروں سے طرف نور اپنے کے اے اللہ کریم تمام کر واسطے ہمارے نور اپنے کو اور بخش ہم کو کہ تحقیق تو اوپر ہر چیز کے قادر ہے ۔اور صلوٰۃ ہو اللہ تعالیٰ کی اوپر اس کے رسول محمد ﷺ اور اوپر اس کی آل اور اصحابؓ سب پر۔
حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص یہ چار رکعت نماز تسبیح پڑھے۔ تو بخش دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ

صغیرہ ہوں یا کبیرہ اور دل اس کا منور کر دیتا ہے نور اپنے سے۔ پس چاہیے کہ اس نماز کو ہر روز پڑھے۔ اگر نہ ہو سکے تو جمعہ کی رات۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک بار۔ اگر اتنا بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک مرتبہ ہی سہی۔ ورنہ عمر میں ایک بار تو پڑھے۔

نمازِ حفظِ ایمان:۔

حدیث شریف جس کا ترجمہ یہ ہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص پڑھے دو رکعت دن جمعہ کے درمیان ظہر وعصر کے اور پڑھے رکعت اول میں بعد فاتحہ کے آیۃ الکرسی ایک بار اور سورہ فلق پندرہ بار اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص ایک بار اور سورہ والناس پندرہ بار۔ اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص ایک بار اور سورہ والناس پندرہ بار۔ اور سلام کے بعد **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ** پچاس بار کہے۔ یہاں لفظ العلی کا مروی نہیں ہے تو وہ دنیا سے نہ نکلے گا۔ یہاں تک کہ دیکھ لے گا اپنی جگہ بہشت میں اور دیکھ لے گا اپنے پروردگار کو خواب میں اور نیت اس طرح کرے دو رکعت نماز نفل صلوٰۃ حفظ ایمان۔

اور یہ بھی ہے کہ ہر نماز کھڑے ہو کر پڑھے اور جو بیٹھ کر پڑھے تو اس کا آدھا ثواب ہوگا۔ چنانچہ حدیث **قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلٰوةُ الْقَاعِدِ نِصْفُ صَلٰوةِ الْقَائِمِ** یعنی بیٹھے ہوئے کی نماز آدھی ہے نماز کھڑے کی سے۔ اور سنت فجر و شام کی پہلی رکعت میں **يَاۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ** دوسری میں **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ** پڑھے۔

اور نماز رات کی تاکید میں حضرتؐ نے یہ حدیث فرمائی ہے۔ **صَلُّوْا مِنَ اللَّيْلِ وَلَوْ اَرْبَعًا صَلُّوْا وَلَوْ رَكْعَتَيْنِ** یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ نماز پڑھا کرو۔ رات سے اگرچہ چار ہی رکعت ہو۔ اور نماز پڑھا کرو۔ اگرچہ دو رکعت ہی سہی۔ اور بھی لاچار کبھی رات کی نماز قضا ہو جائے تو وہ دن کو زوال تک پڑھ لو تو بھی ویسی ہے جیسی رات میں پڑھی تھی۔ غرض عمل اور عبادت وغیرہ ہی قبول ہے جس کو ہمیشہ کیا جائے جو ترک و قضا نہ ہو۔

ذکر دعاؤں کا:۔

چنانچہ حدیث **مَنْ تَذَكَّرَ الْمَوْتَ عِشْرِيْنَ مَرَّةً فِيْ كُلِّ يَوْمٍ لَمْ تُكْتَبْ بِهٖ خَطِيْئَتُهٗ** یعنی حضرت نے فرمایا کہ جو کوئی موت کو ہر دن میں بیس بار یاد کرے تو اس کے گناہ نہ لکھے جائیں گے۔ پس سالک فرماتے ہیں کہ پانچ نماز فریضہ کے بعد یہ دعا پڑھے **اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْنَا قَبْلَ الْمَوْتِ وَارْحَمْنَا عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا تُعَذِّبْنَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَاَهْوِنْ عَلَيْنَا وَعَلٰى جَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ** یعنی اے اللہ تعالیٰ توبہ دے ہم کو پہلے موت سے اور رحم کر ہم پر وقت موت کے اور نہ عذاب کر ہم کو پیچھے موت کے اور آسان کر اوپر ہمارے اور اوپر ہر مومن مرد اور عورتوں کے وقت موت کا۔ اس دعا میں چار مرتبہ موت کا نام آتا ہے۔ چار کو پانچ سے ضرب دو۔ تو بیس ہو جاتے ہیں۔ اس کے اول و آخر درود شریف پڑھے۔

وظائف بعد نماز فجر کے دس بار پڑھے۔ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ** "تو خدا تعالیٰ اس کی دس نیکیاں لکھے گا اور دس برائیاں مٹائے گا اور بلند کرے گا اس کے دس درجے۔

دیگر بعد ہر نماز کے یہ تسبیح پڑھے تینتیس بار کہے سبحان اللہ اور تینتیس بار کہے الحمد للہ اور چونتیس بار کہے اللہ اکبر اور ایک بار کہے **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى**

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ دعاواسطے تقویت دین کے بعد ہر فریضہ کے تین بار پڑھے اَللّٰهُمَّ قَوِّلِيْ فِيْ سَبِيْلِكَ یعنی اے اللہ تو مجھ کو قوی کردے اپنے راہ میں اول وآخر درود پڑھے۔ اور بھی واسطے تقویت علم اور عبادت کے یہ دعا ہر فرض نماز کے بعد تین بار پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ بِكَ عَلٰى طَاعَتِكَ اول وآخر درود شریف پڑھے۔

دعاواسطے ادائے قرض دینی ودنیاوی کے، تین بار بعد نماز صبح وتین بار بعد شام اور تین بار بعد تہجد کے پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ "یعنی اے اللہ کفایت ہو مجھ کو ساتھ حلال تیرے سے حرام تیرے سے اور غنی وبے پرواہ کردے مجھ کو اپنے ماسوا سے۔ اول وآخر درود شریف پڑھیں۔

تسبیح پنج وقتہ:۔

بعد نماز فجر کے ستر بار سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ بِحَقِّ اَغِثْنِيْ يَاغِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ اور بعد نماز ظہر کے ستر بار درود شریف پڑھیں اور بعد نماز عصر ستر بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَيْهِ اور بعد نماز مغرب ستر بار کلمہ شریف اور بعد نماز عشاء ستر بار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ

وظائف سورج چڑھنے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے سورہ الحمد سات بار اور سورہ والناس سات بار سورہ فلق سات بار اور سورہ اخلاص سات بار اور سورہ قُلْ يَآاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ سات بار اور آیۃ الکرسی سات بار۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ سات بار اور درود شریف سات بار اور پھر بخشش مانگیں اپنی اور اپنے ماں باپ اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے سات بار۔

دعا سونے کے وقت:۔

حدیث میں ہے حضرتؐ نے فرمایا جو شخص رات کے جاگنے پر خوش ہو تو وہ سونے کے وقت یہ دعا مانگے۔ اَللّٰهُمَّ بَعِثْنِيْ مِنْ مُضْجَعِيْ لِذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَصَلٰوتِكَ وَاسْتِغْفَارِكَ وَتِلَاوَةِ كِتَابِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ یعنی اے اللہ مجھ کو اٹھائیو میرے بستر سے اپنے ذکر اور اپنے شکر اور اپنی نماز اور اپنے استغفار اور اپنی کتاب کی تلاوت اور اپنی اچھی عبادت کے لیے پھر سبحان اللہ کہے تینتیس بار اور الحمد للہ کہے تینتیس بار اور اللہ اکبر چونتیس بار اور بھی سونے کے وقت یہ دعا پڑھے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔

دعا اٹھنے کے وقت:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانِيْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنِيْ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ یعنی سب تعریف ہے اللہ تعالیٰ کو جس نے مجھ کو زندہ کیا بعد میرے مار دینے کے اور اسی کی طرف ہے اٹھنا حشر کو یعنی جب تہجد کو اُٹھے تو پڑھے۔

دعا بعد وضو تہجد:۔

سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَسْئَلُكَ التَّوْبَةَ فَاغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ یعنی اے میرے اللہ میں تجھ کو پاکی سے

یاد کرتا ہوں اور تیری تعریف کرتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں پس بخش دے مجھ کو اور میری توبہ قبول کر۔ بیشک تو ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ پھر آسمان کی طرف اٹھا دے اپنا منہ اور کلمہ شہادت پڑھے اور بعد سلام نماز تہجد کے دس بار **استغفر الله** التوب علیہ تک اور دس بار یہ دعا پڑھے **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ضِیْقِ الدُّنْیَا وَمِنْ ضِیْقِ الْاٰخِرَۃِ** تو خدا تعالیٰ تنگی دنیا و آخرت سے اس کو بچا لے گا۔ پھر یہ دعا پڑھے **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُکَ اَنْ تَجْعَلَنِیْ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ اِلَیْکَ وَالْوَاصِلِیْنَ اِلَیْکَ** یعنی اے اللہ تحقیق میں سوال کرتا ہوں تجھ سے کہ کر مجھ کو اپنے مقربین اور واصلین سے۔ اس دعا کے اول ایک بار اور بعد اس کے دس بار درود شریف پڑھے۔

دعا بعد ذکر:۔

ہر ذکر کے بعد یہ دعا پڑھے۔ **اَللّٰھُمَّ اَرْزُقْنَا الْاُنْسَ الْکَامِلَ مَعَ ذِکْرِکَ وَحَلَاوَۃَ الْمُنَاجَاتِ مِنْ کَثْرَتِ ذِکْرِکَ وَلَذَّتَ الْمَعْرِفَۃِ فِیْ مُدَاوَمَتِہٖ ذِکْرِکَ یَادَائِمَ الْفَضْلِ عَلَی الذَّاکِرِیْنَ بِفَضْلِکَ وَکَرَمِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّحِمِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔** یعنی اے اللہ نصیب کر ہم کو محبت کامل ساتھ ذکر اپنے کے اور مٹھائی دعا کی بخش زیادہ ذکر اپنے سے اور لذت معرفت کی عطا کر ہمیشہ ذکر اپنے کے ساتھ اور کر ہم کو ذکر کرنیوالوں سے اپنے فضل و کرم کے ساتھ اے رحم کرنیوالے رحم کر اور رحمت بھیج اوپر محمد ﷺ اور اس کی آل و اصحاب ؓ سب پر۔

دعا وقتِ صبح و شام:۔

حدیث صحاح میں ہے۔ **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ مِنْکَ فِیْ نِعْمَۃٍ وَعَافِیَۃٍ وَسَتْرٍ فَاَتِمَّ نِعْمَکَ عَلَیَّ وَعَافِیَتَکَ وَسَتْرَکَ وَفِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ** یعنی حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کہے کہ جب صبح کرے اے اللہ تعالیٰ بیشک میں نے صبح کی تیری طرف سے نعمت و عافیت و ستر میں سو تو پورا کر مجھ پر اور اپنی عافیت و ستر کو دنیا و آخرت میں اس کو صبح و شام تین بار کہے۔ اول و آخر درود شریف پڑھے۔ تو حق تعالیٰ تمام کرے اپنی نعمت اس پر رات اور دن کو۔

فضیلتِ اسم الٰہی:۔

رات میں سو بار **یَا بَاقِیْ** کہے۔ اور اس طرح توسل کرے **اِلٰھُنَا تُوَسَّلْنَا بِھٰذَا الْاِسْمِ الْاَعْظَمِ اَنْ تَجْعَلَ اَعْمَالَنَا مَقْبُوْلَۃً** یعنی اے ہمارے معبود ہم نے توسل کیا ہے ساتھ اس نام بڑی عظمت والے کے کہ تو ہمارے عملوں کو قبول کر تو اس کے سارے اعمال رات اور دن کے قبول ہونگے۔ اول و آخر اس کے درود شریف پڑھے۔

دعا بعد طعام:۔

اس طرح پڑھے **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا الطَّعَامَ وَاَرْزَقْنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃَ اَللّٰھُمَّ اِسْتَحْمِلْنَا فِیْ طَاعَتِکَ وَلَا نَسْتَحْمِلْنَا فِیْ**

مَــعــصِــيَــتِــکَ یعنی حمد ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے وہ اللہ جس نے رزق دیا مجھ کو یہ طعام اور عطا کیا سوائے گردش کے مجھ کو اور نہیں ہے قوت عبادت کی سوا یاری تیری کے۔ اے اللہ تحلیل کر اس کو بیچ عبادت کے اور نہ تحلیل کر اس کو گناہوں میں۔ اور بھی حدیث میں ہے کہ جب شرینی یعنی مٹھائی کھائے تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حَلَاوَۃَ الْاِیْمَان یعنی اے اللہ تو رزق عطا کر مجھ کو مٹھائی ایمان کی۔

دعا حق والدین:۔

حدیث شریف میں ہے **عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ مَنْ قَالَ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعٰلَمِیْنَ وَلَہُ الْکِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَض وَرَبُّ الْعٰلَمِیْنَ لَہُ النُّوْرُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ مَرَّۃً وَاحِدَۃً ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ثَوَابَھَا لِوَالِدَیَّ لَمْ یَبْقَلُوْا الدَّئِیْہِ عَلَیْہِ حَقَّ اِلَّا دَایَ اِلَیْھَا وَاَنَّمْ بِرُ ھُمَا** یعنی حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ جو کوئی اس دعا کو ایک بار پڑھ کر اس کا ثواب اپنے ماں باپ کو بخشے۔ تو باقی نہ رہیگا اس کے ماں باپ کا اس پر کوئی حق۔ مگر اس نے ادا کر دیا ان کے حق کو اور بھی اس حدیث کے آگے حضرتؐ نے فرمایا کہ جو کوئی تین بار اس دعا کو پڑھے اور پڑھنے کا ثواب مومن مردوں اور عورتوں کو بخشے۔ تو حق تعالیٰ ان کی قبروں کو فراخ ومنور اور روشن کر دیتا ہے مانند سورج اور چاند کے۔

اور بھی ہر دعا کو اس طرح پر ادا کرے کہ محبت عاجزی سے خشوع و رجوع کر کے دعا مانگے اور اس کے قبول ہونے پر یقین کرے اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے۔ چنانچہ حدیث **اَلسَّمَاءُ قِبْلَۃُ الدُّعَاءِ وَالْکَعْبَۃُ قِبْلَۃُ الصَّلٰوۃِ** یعنی آسمان دعا کا قبلہ اور کعبہ نماز کا قبلہ ہے اور ہر دعا کے اول وآخر درود شریف پڑھے۔ ورنہ دعا درمیان زمین وآسمان کے رہ جاتی ہے اور اکثر بزرگوں کی کتابوں میں دعائیں ونوافل وغیرہ تو اور بھی درج ہیں۔ جن کو ایک امر مانع کے سبب اس جگہ نہیں لکھا۔

عارف فرماتے ہیں کہ اگر کاتب یا واعظ اس منزل کا بیان کرے کہ جس کو وہ نہیں جانتا یا وہ مسئلہ کہے۔ جس پر اس نے عمل نہیں کیا تو وہ ریا میں داخل ہے۔ اس بات کو سالک بہت برا جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک بزرگ سے کسی نے نماز چاشت کا ثواب پوچھا آپ نے کچھ نہ کہا۔ پھر اپنے حجرہ کے اندر جا کر نماز ادا کی۔ جب باہر آئے تو فرمایا کہ نماز چاشت کا ایسا ثواب ہے۔ پوچھنے والے نے کہا۔ حضرت جس وقت میں نے پوچھا تھا۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اب آپ کے کہنے کا کیا سبب ہے۔ فرمایا کہ میں نے نہیں پڑھی تھی تو نے یاد دلائی۔ جب تک میں نہیں پڑھتا یا جس مسئلہ پر جہاں تک عمل نہیں کرتا۔ تو نہیں کہتا ہوں پس واعظ بھی ایسا باعمل ہونا چاہیے اور زبان تاثیر بھی انہیں لوگوں کی دلپذیر ہوتی ہے۔ الٰہی ایسی صفائی اور سچائی ہر مومن کو عطا فرما۔ آمین ثم آمین

بیان ذکرِ باطنی:۔

ہر فرض ظاہر کو وقتی کہتے ہیں اور باطنی کو دائمی کہ جیسا ظاہر میں باطن پوشیدہ ہے ویسا ہی باطن میں دائم مخفی ہے۔ اگر فرض دائم پر قائم نہیں ہے تو ہر باطن کا ثواب خراب ہے۔ جب باطن میں قصور ہے تو سب ظاہر بھی نامنظور ہے۔

چنانچہ حدیث **مَنْ لَمْ یُنَوِّدْ فَرْضَ الدَّائِمِ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰہُ تَعَالٰی فَرْضَ الْوَقْتِ** یعنی حضرتؐ

نے فرمایا کہ جو کوئی نہیں ادا کرتا فرض دائمی تو نہیں قبول کرتا اللہ تعالیٰ فرض وقتی اس کے۔ اگر فرض وقتی قضا ہو جائے تو پھر قضائی بھی ادا ہو سکتی ہے۔ الا دائم پھر قائم نہیں ہوتا۔ اس واسطے بہر صورت فرض دائم کی ضرورت ہے۔

مشائخ فرماتے ہیں۔ **لا یصل احد الی اللہ الا بذکرہ** یعنی نہیں پہنچتا ہے کوئی طرف اللہ تعالیٰ کے مگر اس کی یاد کرنے سے، پس یاد کرنا فرض دائمی "ذکر الٰہی" ہے، جس کے واسطے ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا **الذکر اللہ اکبر** یعنی یاد کرنا اللہ تعالیٰ کا، بڑا اور بہتر ہے سب عبادتوں سے جو کہ سوا ذکر کے ہیں۔

پس ذکر دونوں جائز ہیں علانیہ اور خفیہ۔ دونوں کے واسطے سرور کائناتؐ نے احادیث فرمائی ہیں۔ جیسا صحاح میں ہے۔

حدیث **من ذکر نی فی نفسہ ذکرتُہٗ فی نفسی ومن ذکر نی فی ملاءِ ذکرتُہٗ فی ملاءِ خیر منہ** یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو کوئی یاد کرے مجھ کو آہستہ وتنہا تو میں بھی اس کو یاد کرتا ہوں آہستہ وتنہا اور جو کوئی یاد کرے مجھ کو علانیہ اور ظاہر تو میں بھی اس کو یاد کرتا ہوں علانیہ وظاہر یعنی مقرب فرشتوں کے مجمع میں۔ یہ اس سے بہتر ہے۔

حدیث **عن اللہ تعالیٰ انا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت شفتاہ** یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہٗ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جس وقت کہ وہ مجھ کو یاد کرے اور اس کے دونوں ہونٹ ہلیں۔

ذکرِ جہر نفی اثبات:۔

یہ ذکر جہر کلمہ شریف کا ہے جس کا ذکر اوپر بھی ہو چکا ہے۔ پس اس کا باطنی معنی اور ترکیب خود پیر سے سمجھ کر بائیں طرف سے لاؔ کا مد شروع کرے۔ اور دائیں جانب نفی کو تمام کرے۔ پھر اثبات بھی بائیں جانب میں کرے۔ کیونکہ دل بائیں طرف ہے۔ دل سے غیر حق کی نفی کرے اور دل ہی میں حق کا اثبات کرے۔

ذکرِ خفی پاس انفاس:۔

اور ذکر خفی کی بھی قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے اس طرح تاکید فرمائی ہے۔ قولہ تعالیٰ **واذکر ربک فی نفسک تضرعاً وخیفۃً وَّ دُوْنَ الْجَھْرِ** یعنی فرمایا خدا تعالیٰ نے ذکر کر تو رب اپنے کا بیچ نفس اپنے کے از روئے عاجزی کے اور پوشیدہ بغیر بلند آواز کے اور نبی علیہ السلام نے بھی موافق اس کلام کے فرمایا ہے۔

حدیث **ذکرُ اللسانِ بالسرِّ مرّۃً افضلُ من ذکرِ الجھرِ سبعینَ الفَ مرّۃٍ وذکرُ القلبِ بالنفسِ مرّۃً افضلُ من ذکرِ اللسانِ بالسرِّ سبعینَ الفَ مرّۃٍ** یعنی ذکر اللہ تعالیٰ کا ساتھ زبان کے آہستہ کہنا افضل ہے۔ ذکر بلند کہنے ستر ہزار مرتبہ سے اور ذکر اول سے نفس میں کہنا افضل ہے۔ ذکر بلند کہنے ستر ہزار مرتبہ سے اور بھی صحاح میں ہے۔

حدیث **اَفضلُ الذکرُ الذکرُ الخفی** یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ افضل ذکر، ذکر خفی ہے۔ پس خفی ذکر وہ ہے کہ زبان بند کرے اور دل سے کہے، زبان کی حرکت نہ رہے۔ سالک باللہ کا قول ہے **اوّل الذکر باللسان ثُمّ موافقھا مع القلب ثُمّ تسکتُ اللسانُ ویقولُ بالقلب وبو فقہٗ**

باعضائه کلّها یعنی اول ذکر ساتھ زبان کے ہے۔ پھر زبان کو موافق کرے ساتھ دل کے۔ پھر زبان چپ رہ جاتی ہے اور دل سے ذکر کرتا ہے۔ پھر موافقت کرتا ہے دل ساتھ سب اعضاء کے یعنی اس کے سارے اعضا ذکر میں ہو جاتے ہیں۔

خوب دونوں ظاہر و باطن کا ذکر ہے مگر ظاہر سے باطن خوب تر
یہ ذکر مخفی کا پاس یہ انفاس ہے ہو نہ اس سے ایک دم غافل پسر

شرائطِ ذکر:۔

اور ذکر میں چار چیزوں کی شرط ہے۔ ایک تو اس میں تصدیقِ قلب ہے۔ اگر تصدیق نہ ہوگی تو منافق ہوگا۔ دوسری شرط ادب ہے۔ اگر اس میں ادب نہ ہوگا تو بدعتی ہوگا۔ سوم ذکر وہ مقبول ہے جس میں لذت پیدا ہو۔ اگر لذت نہ ہوگی تو پھر دکھاوا کرنے والا ہوگا۔ چہارم شرط حرمت ہے اگر حرمت نہ ہوگی تو فاسق ہوگا۔ اور بھی ذاکر ذکرِ خدا کو اس بِنا سے ادا کرے۔ تب آسان راہ رواں ہوگی۔ اوّل تو ذکر کے لیے لقمہ حلال ہو۔ ورنہ عبادت محال ہے اور اہلِ اکرام کے نزدیک تو بغیر نام کے بھی ہر لقمہ حرام ہے۔ بیت

دوم از مخلوق دوری کن فقیر کم خوری و کم بگو کم خواب گیر

سوم اپنی عبادت کا احسان خدا پر تصور نہ کرے بلکہ یہ احسان اللہ کا جانے کہ جس نے یہ توفیق دے کر اس ناچیز کو اپنا عزیز کیا ہے۔ چہارم سوا محبت پروردِگار کے دل میں کسی چیز کا انتظار نہ ہو۔ کیونکہ جو کچھ دل میں چاہتا ہے۔ عبادت کا بدلہ وہی ہو جاتا ہے۔ پنجم ہر عبادت کی عادت ہموار ہو۔ یہ نہیں کہ گاہ کم گاہ بسیار ہو۔ بلکہ دن بدن ذکر میں ہوشیار ہو۔ ششم مراقبہ میں وہاں تک ذکر خوب ہے، جہاں تک ذکر میں دل مرغوب ہے۔

اور یہ بھی حضرتؒ نے فرمایا کہ زیادہ زبان کی عبادت اکثر دل کے مخفی ذکر کو روکتی ہے۔ اس واسطے طالب خدا کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ زبان کا چست اور دل کا سست نہ ہو جائے۔ بلکہ ہر وقت ذکرِ دائم پر قائم رہے۔ چنانچہ قولہٗ تعالیٰ **فَاذْكُرُو اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِكُمْ** یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ یاد کرو تم پروردگار اپنے کو اگر کھڑے ہو یا بیٹھے یا پڑے ہو یعنی ہر وقت و ہر حال میں۔ جیسا کہ مشائخ فرماتے ہیں **فَاذْكُرُو اللّٰهَ فِیْ كُلِّ حَالٍ وَفِیْ كُلِّ مَكَانٍ** یعنی ذکر کرو خدا تعالیٰ کا بیچ ہر حال و ہر مکان کے۔ یعنی اگر گھر ہو یا سفر میں، بیمار یا تندرست، باوضو یا بے وضو۔

غرض کوئی دم خدا کی یاد سے عدم نہ ہو۔ چنانچہ حدیث **كُلُّ نَفْسٍ يَخْرُجُ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَهُوَ مَيِّتٌ فَهُوَ حَرَامٌ** یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ جو دم خارج ہوتے ہیں سوا ذکر اللہ تعالیٰ کے پس وہ مردہ و حرام ہیں۔

اس لیے حق تعالیٰ **فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ** کا اشارہ فرماتا ہے۔ کہ یاد کرو مجھ کو تا کہ میں یاد کروں تم کو۔ پس اس یاد سے تو خاص محبت مراد ہے کہ یہ نہ کسی وقت میں قضا ہو۔ نہ عاشق معشوق سے جدا ہو۔

جدی پشتی رئیس:۔

میاں کریم بخش ہراج نے اپنے انٹرویو میں بتایا، حضرت قطب عالمؒ جدی پشتی رئیس تھے۔ انگریزوں کے عہد میں جب زرعی اصلاحات ہوئیں اور زمینیں الاٹ کی گئیں اس وقت اس نواح میں تین خاندان ایسے تھے جو اس تمام علاقہ کے جدی پشتی مالک چلے آ رہے تھے۔ حضرت قطب عالم کے چوبیس، پچیس مربعے وراثتی تھے، ماسوائے

ساڑھے پانچ مربعے جو آپ کو بطور سفید پوشی کے چک نمبر 191 گ، ب مخدوماں (تھانہ مریدوالہ) میں اور ایک مربعہ تحت خواہی سکیم کے تحت یہاں ملا۔

دو مربعے چاہ چیلیاں والہ پر حضور نے سادات سے خریدے، نصف مربعہ چاہ گھیالہ سے گرو قوم سے خریدا۔ اور پھر 1/4 حصہ خود رکھ کر باقی ماندہ 1/4 حصہ میاں سردار بخش ہراج کو قیمتاً دلوایا، آخری عمر میں سادات سے مزید چار مربعے خریدے، الغرض آپ کا شمار اپنے علاقہ کے رؤسا میں ہوتا تھا آپ تین گاؤں کے نمبردار اور ذیلدار بھی تھے۔

ایک مال افسر سے گفتگو:۔

ملک محمد نواز کھوکھر سے مروی ہے، ایک ہندو مال افسر دورہ پر سند ھیلیا نوالی شریف آیا کیونکہ بندوبست ہو رہا تھا۔ اس وقت ضلع ملتان تھا۔ جہاں پرانا لنگر خانہ ہوتا تھا وہاں ساتھ ہی تالاب تھا۔ اس کے کنارے سائبان لگا دیئے گئے حضور نے درویشوں سے فرمایا، مال افسر آ رہا ہے اس کا اچھا انتظام کرنا، وہ عصر کے وقت یہاں پہنچا۔ اُس نے بڑی انتظار کی کہ آپ مجھے ملنے آئیں گے، مگر حضور تو اپنے معمول کے مطابق مغرب پڑھ کر گھر چلے گئے، دوسرے دن پھر وہ منتظر رہا مگر آپ نہ گئے۔ الغرض دس گیارہ بجے وہ خود کچہری میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی جناب میں کل سے آیا ہوا ہوں آپ تشریف نہیں لائے۔ حضور نے فرمایا کیا آپ کا انتظام ٹھیک نہیں تھا؟ اُس نے کہا وہ تو ٹھیک تھا فرمایا پھر میرے آنے کا کیا فائدہ؟ اس نے کہا آپ نہ صرف نمبردار ہیں بلکہ ذیلدار بھی ہیں؟ حضور نے ہاتھ سے نمبرداری والی انگوٹھی اُتاری اور فرمایا۔ یہ نمبرداری بھی لے لو، اور ذیلداری کی سند بھی منگوا کر دیتا ہوں۔ مجھے ان چیزوں کی پرواہ نہیں ہے اُس نے مزید کہا۔ میں نے جمع بولنی ہے۔ حضور نے فرمایا میں نہیں کہتا، ایک روپیہ بولو یا پانچ سو بولو، جو تمہارا جی چاہے بول دینا۔ مال افسر شرمندہ ہو کر واپس چلا گیا۔

پنچائتی فیصلے:۔

حضور کی مجلس میں سارا دن خدا اور رسول کا ذکر ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ پنچائتی فیصلے بھی گاہے بگاہے آتے رہتے تھے۔ چنانچہ آپ ان کی باتیں سن کر اتنے احسن انداز میں فیصلہ فرماتے کہ کافی الجھے ہوئے معاملات تھوڑی دیر میں درست ہو جاتے۔ بعض اوقات ان امور میں مشغولی کے باعث آپ دوپہر کا کھانا دواڑھائی بجے تناول فرماتے گویا حضور نے اپنی ذات کو لوگوں کے نہ صرف دینی بلکہ دنیاوی امور کے لیے بھی وقف کر رکھا تھا۔

اقارب سے بعض تنازعات:۔

☆ حضرت قطب عالمؒ کے رشتہ داروں میں سید ناصر الدین شاہ جو آنریری مجسٹریٹ بھی تھے اُن سے حضور کے بعض مواقع پر تنازعات رہے مگر آپ کی صلح پسند طبیعت نے ہمیشہ معاملات کو سلجھانے کی کوشش کی۔ سند ھیلیا نوالی شریف میں جہاں حضور شیر یزدانیؒ کی مسجد ہے وہاں چھ ایکڑ زمین بندوبست میں حضور کے نام لگ گئی تھی اس وقت یہاں اردگرد سارا جنگل ہوتا تھا۔ سید ناصر الدین کا موقف تھا یہ زمین ہمارے حصہ میں آتی ہے حضور نے فرمایا چونکہ یہ ہمارے گھر کے قریب ہے اور ہمیں اپنے درویشوں، ملازموں اور مزارعوں کے لیے ضرورت بھی ہے اگر تمہیں زمین چاہیے تو ہم تمہارے قریب میں یا جہاں کہیں اور تم چاہو زمین دینے کے لیے تیار ہیں مگر یہ نہیں

دے سکتے۔ یہ معاملہ چلتا رہا۔ پنچائیت میں بھی گیا۔ آخر انہوں نے لڑائی کا منصوبہ تیار کیا اور یہاں جلسے کا پروگرام بنا کر کھلاڑیوں کے بہانے کئی جنگجو آدمی بلوائے۔ حضور کو پتہ چلا تو آپ نے بھی مدافعانہ طور پر کچھ آدمی بلا لیے اور فرمایا اگر وہ حملہ نہ کریں تو ہمیں پیش قدمی کی ضرورت نہیں لیکن لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ معمولی جھڑپ کے بعد وہ لوگ چلے گئے آخر ملتان میں مقدمہ چلا اور فیصلہ حضور کے حق میں ہو گیا۔

☆ میاں غلام فرید چھن سے مروی ہے سادات شاہ پور (سید ریاض حسین شاہ کے والد اور سید احمد شاہ وغیرہ) کو سید ناصر الدین آنریری مجسٹریٹ نے ایک گھوڑی کی چوری کا الزام لگا کر قید کروا دیا۔ ان کے باقی سب افراد حضرت قطب عالمؒ کی خدمت میں امداد کے لیے حاضر ہوئے اور اپنے ساتھ ملتان چلنے کے لیے اصرار کیا۔ حضور ان کی دلجوئی کے لیے تشریف لے گئے اور ضمانت کے لیے درخواست دی مگر متعلقہ افسر نے سید ناصر الدین کی سفارش کے پیش نظر ضمانت قبول نہ کی حضور نے فرمایا، چلو انہوں نے انصاف نہیں کیا ہمارا منصف کوئی اور بھی ہے لہٰذا آپ سید چراغ شاہ قتالپوری (جو آپ کے داماد تھے) کے بنگلہ پر تشریف لائے رات کو ایک بجے کا وقت ہوگا کہ وہ متعلقہ افسر حضور کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کی "حضرت ان کی ضمانت کے لیے کوئی شخص بھیجیں میں ابھی منظور کرتا ہوں کیونکہ مجھے ایک فقیر چارپائی پر سونے نہیں دیتا" حضور نے فرمایا اب رات کو آدمی کہاں سے پیش کریں، صبح آ جائے گا؟ چنانچہ اُس افسر نے سادات شاہ پور کو رات ہی جیل سے نکال کر اپنی رہائش گاہ پر بلا لیا اور صبح ایک شخص کی ضمانت لے کر انہیں رہا کر دیا، اس واقعہ کا عام چرچا ہوا جب حضور کاغذات کے حصول کے لیے عدالت میں پہنچے تو اتنا رش ہو گیا کہ پاؤں رکھنے کی جگہ نہ تھی اس وقت چاندی کے روپے ہوتے تھے۔ لوگوں نے حضور پر اتنے روپے نچھاور کیے کہ ایک ڈھیر لگ گیا جسے لانگری بمشکل ایک ٹین کے صندوق میں ڈال کر لایا۔ بعد ازاں آخری فیصلہ سنانے تک حضور دو تین مرتبہ ان کے اصرار پر تشریف لے گئے مگر ہر بار اس قدر نذر و نیاز پیش ہوتی کہ درویش بڑی مشکل سے اُٹھا کر لاتے، "سید ناصر الدین کو کسی نے کہا تمہارا مقابلہ ایسے شخص کے ساتھ ہے، جو ہر پیشی پر عدالت سے تانگہ روپوں کا گھر لاتا ہے اور تم گھر سے روپوں کا تانگہ بھر کر لے جاتے ہو۔ تمہیں اس شخص پر فتح کیسے ہو سکتی ہے؟"

تعمیرات میں دلچسپی:۔

حضرت قطب عالمؒ نے ساری زندگی تعمیرات کا سلسلہ جاری رکھا۔ جیسا کہ بزرگوں کا دستور رہا ہے ہمیشہ خانقاہوں پر کام چلتا ہی رہتا ہے۔ حضور نے یہ شغف نہ صرف اپنے آستانہ تک محدود رکھا بلکہ پیر خانہ میں بھی تمام تعمیراتی کام آپ کی زیر نگرانی ہوا جس کا تذکرہ سابقہ ابواب میں کیا جا چکا ہے۔ البتہ جن تعمیرات کا ذکر پہلے نہیں ہوا وہ یہاں تفصیل سے قلمبند کرتا ہوں۔

محل مبارک پیر امام شاہؒ:۔

دربار شریف پر عالیشان مسجد کی تعمیر کے بعد حضرت قطب عالمؒ نے مزید سامانِ تعمیر مہیا کر کے فرمایا، کل سے حجرہ (جہاں بعد میں آپ کا مزار بنا) کی بنیاد رکھیں گے مگر دوسرے دن آپ نے ارادہ بدل لیا کہ پہلے اپنے والد بزرگوار حضرت پیر سید امام شاہؒ کا محل مبارک تعمیر کرتے ہیں اور تمام سامان تعمیر یہاں سے اُٹھا کر قبرستان پیر محل پہنچا دیا۔ خاندان کے معمر اشخاص کی مدد سے حضور کے جن بزرگوں کی قبور معلوم ہو سکیں انہیں وہاں سے نکال کر نئے تابوتوں میں ڈال کر ایک ہی محل مبارک میں دوبارہ دفن کیا گیا حضور کے والد پیر سید امام شاہؒ، دادا پیر سیّد اکبر شاہؒ اور

ان کے دادا پیر سید فتح شاہؒ کے مزارات معلوم ہوئے۔ البتہ حضور کے پردادا پیر سید امیر شاہ کی مرقد معلوم نہ ہوسکی حالانکہ وہ بھی اسی قبرستان میں مدفون تھے۔ میاں بہادر خاں بلوچ سے روایت بیان کی جاتی ہے جب مذکورہ بالا تینوں بزرگوں کے اجسادِ مبارک مزارات سے نکالے گئے تو انہیں بالکل صحیح حالت میں پایا گیا حتیٰ کہ حضور کے جدامجد پیر سید فتح شاہ کی مونچھوں کے خم دار بال بھی ویسے ہی موجود تھے۔ تین دن عوام الناس ان کی زیارت سے مشرف ہوتی رہی اور بطور خیرات لوگوں میں میٹھے چاولوں کی دیگیں تقسیم ہوتی رہیں۔

پیر محل شہر سے سندھیلیانوالی شریف والی سڑک پر تقریباً 9 میل کے فاصلے پر بالمقابل ''ناصر نگر'' پرانے قبرستان میں یہ محل مبارک بدستور موجود ہے اس کی چھت چوبی اور نقش ونگار سے مزین ہے یہ محل مبارک ۱۳۳۹ھ بمطابق 1920ء میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔

دربار شریف:۔

اس کے بعد حضور نے اپنے حجرہ مبارک کی تعمیر کا آغاز فرمایا، اس کے دو، دروازے تھے ایک مشرق کی جانب اور دوسرا جنوب کی جانب البتہ شمال اور مغرب کی جانب نفیس کام پر مشتمل سنگ مرمر کی دو جالیاں نصب کی گئیں۔ حجرہ کے تین اطراف یعنی شمال، مشرق اور جنوب کی طرف سے خوبصورت برآمدہ تعمیر کیا گیا۔ جن کے محراب دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ مسجد کی جنوبی دیوار اور محل کی شمالی دیوار کے درمیان گلی رکھی گئی اور پچھلی دونوں دیواروں کے درمیان محراب دار دروازہ رکھا گیا جو مسجد و محل سے ملحقہ مغربی جانب بازار میں جانے کا راستہ تھا۔ محل کے مغربی حصہ میں کچھ جگہ بچ گئی جسے بغیر چھت ڈالے دیوار کے اندر چھوڑ دیا گیا۔ محل کی پہلی منزل جسے چوراس (چار کونے والی) کہتے ہیں مکمل ہوکر اٹھاس (آٹھ کونے والی) تک پہنچی تو اسے زیر تکمیل چھوڑ دیا گیا۔ حضرت قطب عالمؒ کے بعداز وصال پیر سید فضل حسین شاہؒ نے اٹھاس کے اوپر نہایت ہی خوبصورت گنبد تعمیر کروایا اور محل کی پہلی منزل پر اندر چوبی چھت ڈلوا کر اُسے نقش ونگار سے خوب مزّین کیا گیا، محل اور برآمدہ کے فرش پر سفید اور سیاہ سنگ مرمر لگایا گیا، اور دربار شریف کا باقاعدہ صحن متعین کر کے فصیل تعمیر ہوئی اور سامنے کی طرف ایک محراب دار خوبصورت دروازہ بنا کر چوبی پھاٹک لگا دیا گیا۔

کنواں:۔

نمازیوں کی سہولت کے لیے مسجد کے سامنے بہترین کنواں بنوایا گیا، اور اس کے ساتھ پختہ حوض اور غسل خانے بنائے گئے، حوض کے ساتھ نمازیوں کی آسائش کے لیے ٹوٹیاں لگی ہوئی تھیں، ایک بند نالی کے ذریعے پانی کا کچھ حصہ غسل خانے کی اگلی جانب پیتل کی بڑی ٹوٹی سے باہر گرتا جہاں سے ہر ایک کو پانی بآسانی میسر آتا، پھر یہ تمام پانی ایک پختہ نالی میں جمع ہوکر باغ کی طرف نکل جاتا، کنوئیں کے قریب ہی برگد کا پیڑ تھا جس کے سایہ میں حضور کچہری لگایا کرتے، وہ تادمِ تحریر ابھی تک موجود ہے۔

بنگلہ:۔

پھر حضور نے مہمانوں کے لیے ایک پختہ بنگلہ بنوایا۔ اس کا ہال کمرہ چھ کونہ تھا، پچھلی دیوار سیدھی تھی اردگرد، دودو کونے بھی سیدھے تھے مگر سامنے تین کونے تھے جن میں اسی وضع کے تین دروازے رکھے گئے جو باہر برآمدہ میں کھلتے تھے۔ ساتھ ہی غرباً تین کمرے، سامنے برآمدہ اور شرقاً ایک کمرہ تھا جس کا ایک دروازہ ہال کمرہ میں کھلتا اور

ایک دروازہ اور دو کھڑکیاں برآمدے میں کھلتی تھیں، اسی کمرہ کے نیچے چلہ کشی کے لیے ایک تہ خانہ کچی اینٹوں سے تیار کیا گیا اور پچھلی دیوار میں اوپر نیچے جانے والی سیڑھیاں بنوائی گئیں۔ یعنی ایک سیڑھی ہال کمرہ کی چھت پر جاتی تھی اور دوسری تہ خانہ میں اترتی تھی تہ خانہ کے روشندان برآمدہ میں کھلتے تھے۔ چونکہ اس دَور کے لوگ اب نہیں رہے اس لیے یہ علم نہیں ہو سکا کہ تہ خانہ حضور کے استعمال میں بھی رہا کہ نہیں البتہ یہاں سے بعد میں حضور کی زیر مطالعہ رہنے والی کئی نایاب کتب دستیاب ہوئیں جن میں ایک قلمی قصیدہ غوثیہ بھی تھا۔ وابستگانِ قطبیہ میں ایک روایت مشہور ہے کتاب ''مراۃ الفقراء'' کے مرتب میاں محمد رمضان نے اس تہ خانہ میں کسی عمل کے لیے حضور سے اجازت حاصل کی، آپ نے فرمایا تمہیں اجازت ہے مگر میرا نہیں خیال کہ تم اس عمل کو پورا کر سکو لہٰذا وہ اپنا عمل ادھورا چھوڑ کر گھر چلے گئے۔

برآمدہ کے ساتھ ایک بارہ دری تعمیر کی گئی جس کی چوبی منقش چھت پیر سید فضل حسین شاہ نے بنوائی اور شہتیروں کی لمبائی کے پیش نظر ہر دو شہتیروں کے نیچے درمیان میں دو چوبی ستون ایستادہ کیے گئے، تعمیراتی کام میں مہارت کے سلسلہ میں حضرت قطب عالمؒ کے بارے ایک روایت مشہور ہے۔ ہال کمرہ کے سامنے برآمدہ کے تین کونوں میں چوبی بالے لمبائی میں ایک جیسے بنوائے گئے تھے۔ مگر کونوں کا حصہ کم لمبائی میں تھا۔ جن پر بالے پورے کرنے کے لیے معماروں نے انہیں کاٹنے کا ارادہ کیا۔ حضور نے فرمایا کوئی ایسا طریقہ اپناؤ کہ بالے کاٹنے کے بغیر پورے اتریں۔ مستری محمد بخش گھاڑو نے عرض کی ہماری سمجھ میں ایسی کوئی تجویز نہیں بالآخر آپ نے خود ہی فرمایا کہ بالے اس طرح چڑھاؤ کہ ایک طرف سے اُن کے سَر ملے رہیں اور دوسری طرف سے ہاتھ کے پنجے کی طرح کھل کر تمام سائیڈ کو پورا کر لیں۔ الغرض اسی طرح چھت پر بالے رکھے گئے تو وہ دیدہ ذیب بھی تھے اور پورے بھی اترے، لہٰذا اندرونی حصہ میں جہاں تین کونے بنتے تھے انہیں اسی شکل میں پورا کیا گیا۔

لنگر کا اصطبل:۔

اُس زمانے میں سفر کے لیے گھوڑوں کو اچھی سواری خیال کیا جاتا تھا۔ لہٰذا حضور نے بھی لنگر میں گھوڑے رکھے ہوئے تھے۔ مگر دربار شریف پر صرف ایک، دو موجود رہتے۔ باقی اسفار کے موقع پر بلائے جاتے۔ میاں کریم بخش ہراج سے مروی ہے اس وقت ''بہاول کے بلوچ'' لنگر کے گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتے تھے ''مخدوماں'' والے ساڑھے پانچ مربعے گھوڑوں کے لیے مختص تھے۔ وہاں حضور کے دس، بارہ گھوڑے ہوتے تھے، جنہیں سفر کے موقع پر طلب کیا جاتا، اُن میں کئی بڑے قیمتی تھے۔ ایک ''دسہنی گھوڑا'' تھا چکر میں اُس جیسا کوئی نہ دوڑتا تھا ایک ''ککی گھوڑی'' تھی وہ چلتی تو قدم بقدم تھی مگر اس کے پیچھے گھوڑے اور اونٹ سفر میں چلتے تھے۔ حضور قطب عالمؒ بھی اُس ''ککی گھوڑی'' پر سواری فرمایا کرتے تھے۔ یہ اصطبل ضرورت کے پیش نظر تھا۔ حضور کو ویسے گھوڑے رکھنے کا شوق نہیں تھا۔''

ہمہ صفت موصوف:۔

حضرت قطبِ عالمؒ ہمہ صفت موصوف بزرگ تھے۔ اپنی حیاتِ مبارکہ میں فقط خانقاہی امور میں خود کو پابند نہ رکھا بلکہ تمام شعبہ جاتِ زندگی سے تعلق رکھا اور پھر اپنے اصلی (دینی وروحانی) کام میں بھی فرق نہ آنے دیا، ولایت و بزرگی اور عبادت و بندگی کا حال پہلے ہی سب پر اظہر من الشمس ہے۔ فقیری کی، دنیاداری کی، پنچائیت کے

فیصلے کیے، کبڈی کا کھیل دیکھا، برادری کے جھگڑے مٹائے جو کوئی دربارِ اقدس میں حاضر ہوتا مایوس ہو کر نہ جاتا۔ حتیٰ کہ نٹ اور مداری کے کرتب بھی ملاحظہ فرمائے۔ درویشی دنیا سے بالکل کنارہ کشی کا نام نہیں دنیا میں رہ کر خود کو فقط ذاتِ دُنیا سے بیگانہ رکھنا ہے بڑی مشہور و معروف حدیث پاک ہے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں ''ایک بار حبشی عید کے دن مسجد میں بازیگری کر رہے تھے تو آنحضرت ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ تم دیکھو گی؟ چنانچہ میں حضور ﷺ کے شانے پر اپنی ٹھوڑی رکھ کر تماشہ دیکھتی رہی۔'' میرے پدرو مرشد حضرت سائیں پیر محمد کرم حسین حنفی القادریؒ اپنی کتاب ''تنویر الابرار'' میں اس حدیثِ مبارکہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اس حدیث کی غالباً پانچ وجوہ معلوم ہوتی ہیں۔

1۔ پہلا سبب یہ کہ لہو و لعب اور نظارہ بازی کبھی کبھی کر لینا جائز ہے، نیز وہ کھیل حبشی قوم کر رہی تھی جن کے چہروں میں کوئی جاذبیت نہیں ہو سکتی۔

2۔ دوسرا یہ سبب ہے کہ وہ بازی گری اور کھیل مسجد نبویؐ میں ہو رہا تھا وہاں دیکھ لینے میں کوئی حرج نہ تھا۔

3۔ تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حدیث میں ہے جس وقت آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بازیگری دیکھنے کے لیے بلایا اس وقت حکم ہوا ''**دونکم یا بنی ارفدة**'' یعنی اے بنی ارفدا کھیل کود میں مشغول ہو، لہٰذا حرام نہیں ہو سکتا۔

4۔ چوتھا یہ کہ حضور ﷺ نے فرمایا، اے عائشہ! کیا تم دیکھنا چاہتی ہو؟ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ یہ روزانہ کا معمول نہ تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے خود دریافت فرمایا اور اُن کو رنجیدہ کرنا نہ چاہا، ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اس وقت بازیگری سے محظوظ ہونا چاہتی ہوں اور حضور ﷺ اُن کو رنجیدہ کرنا نہ چاہتے تھے۔

5۔ پانچواں سبب یہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ خود ان کے ساتھ تشریف فرما رہے، باوجود اس کے کہ بازیگری کا نظارہ بازی کرنا حضور ﷺ کے اصول میں داخل نہ تھا لیکن عورتوں اور بچوں کا دل خوش کرنے کے لیے اس قسم کے کام بُرے نہیں ہوتے لہٰذا یہ جائز ہے۔

پیر سید غلام رسول شاہؒ کا ملفوظ اور چشم دید واقعہ:۔

میاں کریم بخش ہراج سے مروی ہے ایک مرتبہ میں کھوہ پاک حاضر ہوا حضور پیر سید غلام رسول شاہؒ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ''سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ کا گزر ایک محفل سے ہوا جہاں تماشہ ہو رہا تھا یعنی لہو و لعب کا نظارہ تھا۔ اور ایک امیر کبیر شخص لوگوں کے درمیان کُرسی پر بیٹھا ہنس رہا تھا۔ آپ نے اسکی حالت دیکھ کر دل میں نفرت کا اظہار کیا، پھر خیال آیا میں نے خود کو اس سے بہتر سمجھا ہے، تب ہی نفرت کا اظہار کیا ہے، لہٰذا اپنے کو اس غرور اور تکبر کی سزا دینی چاہیے کہ میں اپنی جھولی میں مٹی لیکر اس شخص کے سَر پر گرا دوں، اسکے ملازم غصے میں آ کر میر پٹائی کریں گے اس طرح میرے نفس کی مُرمت ہو جائے گی۔

آپ نے جھولی میں مٹی اُٹھا کر اس شخص پر گرائی تو اسکے ملازم آپ کو مارنے کیلئے دوڑے مگر اُس شخص نے انہیں روک

دیا۔ اور آپ سے مخاطب ہو کر کہا، بایزید! تم نے اگر نفس کی مرمت کرانی ہے تو کسی اور کے پاس جاؤ؟ آپ حیران رہ گئے کہ میں نے اسے کیا سمجھا اور یہ کیا نکلا۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر تُو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

(دنیا کے خاکساروں / مفکر مزاج لوگوں کو حقارت سے مت دیکھ، تجھے کیا معلوم کہ اس گرد میں کوئی سوار ہی ہو)

یہ واقعہ بیان فرما کر پیر سید غلام رسول شاہؒ نے فرمایا، ''حضرت بایزید بسطامی جیسا سلطان العارفین شخص اگر اس دور میں ہوتا تو حضرت قطبِ عالمؒ اور حضور شیر یزدانیؒ کا مرید ہو جاتا۔ اس مقام و مرتبہ کے حامل یہ بزرگ تھے''۔

پھر اپنا اک چشم دید واقعہ بیان کیا کہ ہم ایک مرتبہ حضرت قطبِ عالمؒ کی معیت میں عرس پر میرک شریف گئے، میرک شریف کا ماحول ایسا ہے کہ وہاں ہر قسم کے آدمی آتے ہیں، ظہر کے وقت محفل برخاست ہوئی اور ہم سب واپس اپنے سائبان میں آ گئے۔ اتنے میں ایک مداری، حضرت قطبِ عالمؒ کی خدمت حاضر ہوا، اور عرض کی جناب! ہر کسی کو ٹائم ملا ہے صرف میں غریب رہ گیا ہوں، مجھے بھی ٹائم دیا جائے، آپ نے فرمایا، تُم میرے پیر کے دَر پر آئے ہو گھبراؤ نہیں تمہیں بھی ٹائم دیتے ہیں۔ باہر پلنگ بچھا دیے گئے، ایک پر حضرت قطبِ عالمؒ اور دوسرے پر حضور شیر یزدانیؒ اور میں (پیر غلام رسول شاہ) بیٹھ گئے، کافی لوگ اکٹھے ہو گئے، اس مداری نے کہا میرے سامنے ایک آدمی بٹھائیں، حضرت قطبِ عالمؒ نے خوش طبعی کیلئے ''گودھائٹ'' (جو اس دور میں مشہور نقل کرنے والا تھا) اُسے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا، پھر پیر سید غلام رسول شاہؒ نے وہ تمام گفتگو سُنائی کہ مداری نے یہ کہا اور گودھائٹ نے یہ جواب دیا۔ آخر میں فرمایا اُس روز انہوں نے جو لطیفے سنائے پھر ایسے لطیفے نہیں سُنے، لیکن حضور قطبِ عالمؒ اُس مداری کی دلداری کیلئے بیٹھے رہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جو باتیں عوام النّاس کے نزدیک قابلِ اعتراض ہو سکتی ہیں، فقیر کے مراتب یا روحانیت میں کوئی کمی پیدا نہیں کر سکتیں، عارفِ روم فرماتے ہیں

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ مانند در نوشتن شیر و شِیر

پنجاب میں ایک کھیل کی عارفانہ تشریح:۔

کھیل ''سَوچی'' مشہور ہے۔ جس میں ایک آدمی آگے دوڑتا ہے اور دو پیچھے اُس کو پکڑنے کے لیے دوڑتے ہیں۔ حضرت قطبِ عالمؒ نے ایک مرتبہ اسے دیکھا تو حاضرِ خدمت درویشوں سے فرمانے لگے ''دیکھو پیچھے ایک نفس ہے اور دوسرا شیطان ہے آگے صرف ایک ہے۔ اب مرد (بہادر) وہ ہے جو ان دونوں کو مار کر نکل جائے۔'' سبحان اللہ! ایک کھیل کی کیا خوبصورت عارفانہ تشریح فرمائی ہے۔

نفس امارہ کی مرمت:۔

میاں محمد اسماعیل کاٹھیا سے روایت ہے ایک مولوی صاحب نے حضرت قطب عالمؒ کی خدمت میں عرض کیا، حضور! رات کو ایک بلا میرے سامنے آ جاتی ہے اور اس طرح معلوم ہوتا ہے جیسے مجھے کھانے لگی ہے۔ حضور نے فرمایا رات کو ہاتھ پر سیاہی لگا لینا جونہی وہ بلا تمہارے سامنے آئے، اس کے منہ پر تھپڑ مار دینا تمہیں کچھ نہیں کہے گی، اُس نے

ویسا ہی کیا مگر تھپڑ اپنے منہ پر لگا، شیشہ میں اپنا منہ دیکھا تو پریشان ہو گیا اور حضور کی خدمت میں ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا "وہ کوئی بَلا نہ تھی، تمہارا ہی نفس امّارہ تھا، اب گھبراؤ نہیں کچھ نہ ہوگا۔

بڑے کافر کو مارا نفس امّارہ کو گر مارا:۔

جن دنوں حضور کا زمین کے بارے سید ناصر الدین شاہ سے تنازعہ چل رہا تھا، ایک شخص اپنے سر اور کمر میں کپڑا باندھے، ہاتھ میں بڑی لٹھ اُٹھائے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، اور پُر جوش انداز میں کہا آپ کا دشمن کہاں ہے تاکہ میں اس کی خبر لوں؟ حضور نے سنجیدہ ہو کر فرمایا "پہلے اپنے دشمن (نفس امّارہ) کی خبر لے پھر کسی اور پر حملہ کرنا" اُس نے کہا میرا دشمن کون ہے؟ حضور نے فرمایا تمہارا نفس امّارہ، آج ایک ساہوکار سے تم نے سودا خریدا مگر اس کی دوونی غلطی سے تمہارے سودے میں آ گئی۔ تم نے جانتے ہوئے بھی اسے دوونی واپس نہ کی وہ شخص یہ بات سن کر شرمندہ ہو گیا اور اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔ مولانا معین الدین اجمیری نے کیا خوب فرمایا ہے۔

کسی بے کس کو اے بے داد گر مارا، تو کیا مارا — جو آپ ہی مر رہا ہو، اس کو گر مارا، تو کیا مارا

نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا ، تو کیا مارا — بڑے کافر کو مارا ، نفس امارہ کو گر مارا

☆ مولوی محمد رمضان سکنہ چک نمبر 125/15-L سے روایت ہے ایک روز کسی درویش نے حضرت قطب عالمؒ سے عرض کیا "بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے نفس کشی کے لیے چھتیس سال مجاہدہ کیا مگر ہم تو سیر ہو کر کھاتے ہیں؟" حضور نے فرمایا بابا صاحب نے اسے بھوک سے مارا، اور ہم اسے سیر کر کے مارتے ہیں، مقصد ایک ہی ہے، نفس کو قابو کرنا"۔

حقیقت انسانی:۔

ایک شخص صالح محمد جو ہاتھ سے منڈا (یعنی ہاتھ کٹا ہوا) تھا۔ پیر محل شریف حاضرِ خدمت ہوا۔ اور حضرت قطب عالمؒ سے عرض کی۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ "انسان حق تعالیٰ کی صورت پر ہے۔ کہ **اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ** (مسلم شریف) مگر انسان کے ماں، باپ اور بیوی، بچے ہوتے ہیں۔ بعض انسان لولے، لنگڑے اور کانے بھی ہوتے ہیں۔ معاذ اللہ کیا یہی صورت الٰہی ہے؟ حضور نے فرمایا میاں! انسان یہ ظاہری اعضاء (ہاتھ، پاؤں، منہ، جسم) کا نام نہیں۔ بلکہ انسان تو حقیقتِ ورّا کہ کو کہتے ہیں۔ انسان وہ چیز ہے۔ جو اس انسانی ڈھانچہ کے اندر جان اور دیکھ رہی ہے۔ وہ حقیقت نہ لولی، لنگڑی اور کانی ہے۔ نہ اُس کو کسی نے جنا ہے اور نہ ہی اس نے کسی کو جنا ہے۔ یعنی ماں، باپ، بچے وغیرہ کے رشتوں سے پاک ہے۔"

حضرت پیر جلو آنویؒ سے مروی ہے۔ فتح پور شریف ایک مرتبہ حضور شیر یزدانیؒ کی خدمت میں کسی پیر صاحب کے خلیفہ حاضر ہوئے۔ حضور نے فرمایا "**مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ**" کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے عرض کی "انسان کی تخلیق منی کے پلید قطرہ سے ہوئی، اگر یہی جان لے کہ میری پیدائش پلید خون اور خاک سے ہے۔ اور خود کو نہایت ذلیل سمجھے اور خدا کے حضور سراپا نیاز ہو جائے۔ تو گویا اس نے اپنے رب کو پالیا" حضور شیر یزدانیؒ نے فرمایا خلیفہ صاحب! انسان کی پیدائش قطرہ سے نہیں ہوئی۔ پلید قطرہ سے تن (وجود) کی پیدائش ہوئی ہے۔ انسان تو اور چیز ہے؟ یہ تن تو فقط ایک سواری اور مرکب ہے۔ اور یہ تمام اعضاء ہاتھ، پاؤں، منہ،

کان، آنکھیں، ناک وغیرہ ہتھیار ہیں۔ ان تمام اعضاء کے مجموعے کا نام تن ہے۔ جو فقط ایک سواری ہے۔ معرفت کا شکار کھیلنے کے لیے۔ اس کو انسان ہرگز نہیں کہیں گے۔ انسان وہ ہے جو اس سواری پر راکب ہے۔ جسے حکم ہے کہ ان ہتھیاروں ہاتھ، پاؤں، آنکھ وغیرہ سے کام لے۔ لہٰذا جو چیز سمجھ رہی ہے۔ وہ انسان ہے۔ منزلیں اِدارک میں ہیں۔ نہ کہ تن میں۔ پس قوتِ درّاکہ کا نام انسان ہے۔ ہاں البتہ یہ بات جُدا ہے۔ اور یہ صرف شانِ محمدی ﷺ کہ اُن کا جسم بھی جان ہو اور جان جسم ہو۔ اور اُسی جسدِ عنصری کے ساتھ وہاں پہنچ جائیں جہاں ملائکہ کے سردار حضرت جبرئیلِ امین کی بھی رسائی نہ ہو۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

پہنچا اُس جا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا   باوجودیکہ پر وبال نہ تھے آدم کے

(اسرار التوحید، جلد سوم، حصہ اوّل، صفحہ 73)

اسلامی ریاست کی تمنا:۔

حضرت قطبِ عالم ؒ کا عہدِ مبارک چونکہ انگریزوں کی عمل داری کا تھا۔ لہٰذا حضور اسلامی ریاست کے خواہاں تھے۔ اور امیرِ کابل سے مسلمانوں کی اس عبرت ناک صورتِ حال میں توقع رکھتے تھے۔ اکثر اشارتاً فرماتے ''یہ ملک امیرِ کابل کا ہے۔'' حضور کا خیال تھا۔ پہلے بھی مسلمان فاتحین افغانستان کے راستے پنجاب میں آئے۔ اور انہوں نے یہاں فتح ونصرت کا پرچم بلند کیا۔ اب بھی وہی اس کی باگ ڈور سنبھال سکتے ہیں۔ ہمارے لوگوں میں اتنی قابلیت نہیں۔ یہاں تو آئے روز فتنے ہی جنم لیتے رہتے ہیں۔ مگر انگریزوں کی سیاست نے امیرِ کابل کو قیامِ پاکستان سے قبل ہی بے اختیار کر دیا تھا۔

بھول کر کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا:۔

حضرت قطبِ عالم ؒ کی خدمت میں کوئی درویش موسم کا تازہ پھل (فروٹ) لایا۔ حضور کا روزہ تھا اور درود شریف پڑھ رہے تھے۔ حضور پھل اُٹھا کر کھانے لگے۔ تو غلام علی شاہ نے عرض کی حضور کا تو روزہ ہے۔ آپ ؒ نے درود شریف پڑھ کر وہ پھل نیچے رکھ دیا اور فرمایا غلام علی شاہ! تو نے ہمیں دو چیزوں کے ثواب سے محروم کیا ہے۔ ایک تازہ پھل کھانے کا ثواب، دوسرا پھل بھی کھا لیتے اور روزہ بھی برقرار رہتا یعنی بھول کر کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اللہ کے فقیر کا ہر کام مخلوق کی راہنمائی کے لیے ہوتا ہے۔ ورنہ حضرت قطبِ عالم ؒ کی عبادت وریاضت کا حال اس کتاب میں جا بجا عیاں ہے۔

وجد سے اجتناب:۔

پیر فلک شیر چشتی سے مروی ہے ایک دن حضرت قطب عالم کچہری میں تشریف فرما تھے۔ میاں خان محمد آرائیں جو ریاست بہاولپور کا رہنے والا تھا وہ بار بار حضور کو والہانہ انداز سے دیکھتا۔ آپ نے اُسے مخاطب کر کے فرمایا ''خان محمد! آج تو بھوکے عاشقوں کی طرح بار بار دیکھتے ہو؟'' حضور کا اتنا ہی فرمانا تھا کہ اُسے وجد ہو گیا۔ اور تڑپنے لگا حضور نے فرمایا ''اسے پکڑو، یہ بات تو ہمارے خاندان (سلسلۂ طریقت) میں ہی نہ تھی اس نے مجلس میں بے چینی پیدا کر دی ہے'' اُسے اُٹھا کر بٹھایا گیا۔ حضور قطب عالم ؒ درویشوں کا وجد میں آ کر تڑپنا پسند نہیں فرماتے تھے کہ اس سے ریا کاری پیدا ہوتی ہے یہی اثر اپنے دل پر ڈالنا چاہیے۔ پیر سید فضل حسین شاہ ؒ تو وجد سے اس قدر گھبراتے تھے کہ فرماتے ''اسے پکڑ کر مجلس سے باہر پھینک دو''۔

لانگریوں کو نصیحت :۔

میاں کریم بخش ہراج سے روایت ہے ایک مرتبہ سند ھیلیا نوالی شریف لانگریوں نے کہیں سے سویّاں تیار کروائیں اور چینی ڈال کر کھائیں مگر عام درویشوں کو نہ دی گئیں، حضرت قطب عالمؒ کو اطلاع ہوئی تو آپ کچہری میں تشریف لائے اور لانگریوں کو بلا کر فرمایا ''تم یہاں نفس کو مارنے کے لیے آئے ہو یا، اُلٹا پالنے کے لیے آئے ہو؟ تم یہاں اپنا نفس مارنے آئے ہو۔ اگر پالنے کے لیے آئے ہو تو واپس گھر چلے جاؤ'' اُنہوں نے معافی مانگی اور آئندہ ذاتی تکلّفات سے توبہ کی الغرض لانگریوں نے چونکہ صرف اپنے لیے ایسی فضول خرچی کی تھی اور فضول خرچی کرنا آئینِ درویشی کے خلاف ہے بلکہ خداوند کریم نے بھی اسراف کرنے والوں کے لیے تحذیر فرمائی ہے۔

ایک ملازم کا خاتمہ بالخیر :۔

پیر کرم حسین شاہ سکنہ چاہ آڑی والہ بیان کرتے ہیں، حضرت قطب عالمؒ کا مراد قصائی کاردار تھا۔ اُس وقت کنوئیں پر کھیتی باڑی ہوتی تھی، ایک روز میں حضور کی کچہری میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی جناب کا ملازم مراد قصائی فوت ہو گیا ہے۔ حالانکہ وہ حضور کا مرید نہیں تھا مگر اس کا خاتمہ بزرگوں کی طرح ہوا ہے:۔ حضور نے فرمایا ''وہ نیک نیتی سے ہماری خدمت کرتا تھا، خداوند کریم نے اسے نیک نیتی کا یہ صلہ عطا فرمایا ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہوا۔''

غریب پروری :۔

میاں سراج دین چنن سے مروی ہے حضرت قطب عالمؒ کو امام مسجد کی ضرورت تھی۔ ایک دن کچہری میں ایک شخص نہایت مفلس جس کے چہرہ پر ماتا کے داغ اور رنگت بھی سیاہی مائل تھی، حاضر ہوا اور خود کو امامت کے لیے پیش کیا۔ حضور کے مزاج شریف سے ناواقف لوگ اس کی وضع قطع دیکھ کر نا موزوں تصور کرتے ہوئے ہنس پڑے، مگر حضور نے اس کی دلجوئی فرمائی اور اپنی مسجد کی امامت اس کے سپرد فرما دی، اُس کا نام مولوی محمد سلیمان تھا جو زندگی بھر اس خدمت پر مامور رہا بلکہ اس کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا اس منصب پر فائز کر دیا گیا۔

فقر کی راہ :۔

میاں سلطان درویش سکنہ دربار پاک سند ھیلیا نوالی شریف سے روایت ہے ''ایک روز فقر کی راہ پر کلام کرتے ہوئے حضور قطب عالمؒ نے یہ واقعہ بیان فرمایا، ایک شخص کہیں جا رہا تھا، لوگوں نے پوچھا تمہارا مذہب کیا ہے؟ اُس نے کہا سُنی ہوں پوچھنے والے شیعہ تھے انہوں نے پکڑ کر خوب مارا پیٹا، پھر آگے روانہ ہوا راستے میں لوگوں نے دوبارہ پوچھا تمہارا مذہب کیا ہے؟ اُس نے مار کھانے کے ڈر سے کہا میں شیعہ ہوں؟ پوچھنے والے سُنی تھے اُنہوں نے بھی پکڑ کر مرمت کر ڈالی پھر آگے جا رہا تھا کہ لوگوں نے پوچھا تمہارا مذہب کیا ہے؟ اُس نے کہا میرا مذہب کوئی نہیں، اب کسی نے کچھ نہ کہا، حضور قطب عالم مسکرائے اور فرمایا بتانا یہ مقصود تھا کہ مذاہب کے جھگڑے چھوڑو اور فقر کی راہ اختیار کرو، اسی میں سکون اور نجات ہے حضور اپنے منظوم کلام میں بھی فرماتے ہیں

شریعت وچوں راہ لدھو سے خاص محمدؐ والا شر شرارت جھگڑے دیوچہ آہا منہ کالا
مرشد کامل باجھ نہ ہوندا ایہہ دِل سیاہ اُجالا قطبؒ شاہ سنگاں لدویاں کولوں لنگھسی کر سنبھالا

(دیوانِ قطبیہ، ص78)

قاضی علی حیدرؒ پر نگاہِ سلطانی" کا اثر:۔

میاں موکھا چنن سے مروی ہے "حضرت قطب عالمؒ نے فرمایا قاضی علی حیدر، نواب آف جھنگ کا مفتی تھا۔ دربار میں اس کا فتویٰ قبول کیا جاتا اور اس کے مطابق لوگوں کو سزا دی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے سلطانوں کے سلطان حضرت سلطان ہاتھیوانؒ کے درویشوں کی اس کے سامنے شکایت کی کہ بعض درویش شراب پیتے ہیں، علی حیدر نے کہا جب تک میں اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں حد کیسے لگا سکتا ہوں تم اُن درویشوں کی نگرانی کرو اگر کسی درویش کے پاس شراب دیکھو تو مجھے بتاؤ پھر آگے میرا کام ہے کچھ دنوں بعد مخبروں نے شکایت کی ایک درویش شراب کی بوتل لے کر جا رہا ہے، علی حیدر بڑا جوان آدمی تھا اور ہاتھ میں عصا رکھتا تھا۔ اُس نے بازار میں درویش کو روکا اور کہا بتا تیرے پاس کیا ہے؟ اُس نے کہا دوا ہے علی حیدر نے کہا دکھاؤ؟ جونہی درویش نے بوتل سامنے کی علی حیدر نے اپنا عصا اس زور سے مارا کہ بوتل ٹوٹ گئی اور عصا کا کیل درویش کے ہاتھ پر لگا جس سے خون جاری ہو گیا درویش وہاں سے حضور سلطان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت عرض کر دی آپ نے فرمایا ہمیں کسی موقع پر علی حیدر ضرور دکھانا کچھ دن گزرے کہ حضور کے ایک درویش نے دعوت پیش کی۔ آپ ہاتھی پر سوار شہر کے بازار سے گزر رہے تھے کہ سامنے علی حیدر کھڑا تھا، جس درویش کا ہاتھ زخمی ہوا تھا اس نے عرض کی حضور یہ سامنے قاضی علی حیدر ہے بس حضور نے ایک نگاہ بھر کر دیکھا اور چہرہ دوسری طرف کر لیا، پھر کیا تھا علی حیدر پر وجد طاری ہو گیا تڑپنے لگا اور پگڑی کھل کر ہاتھی کے پاؤں میں آ گئی اُس کا یہ بیت اسی واقعہ کی جانب اشارہ ہے۔

ت۔تک کے چا دو تک کیتائی مڑ تک او دلبرا واسطائی

پھر حضور نے علی حیدر کے کئی ابیات پڑھے اور فرمایا "اُس دن علی حیدر بنا، پہلے صرف مفتی و قاضی تھا، اُس پر حضرت سلطان بادشاہ کا فیض ہوا"

میاں سراج دین چنن بیان کرتے ہیں "حضرت قطب عالمؒ بڑے درد سے قاضی علی حیدرؒ کے دوہڑے پڑھا کرتے اور حضور پر گریہ طاری ہو جاتا تھا"۔

پیر کامل کی نسبت کا فیض:۔

میاں احمد دین مستری سے روایت ہے: حضرت قطب عالمؒ ایک مرتبہ چراغ خاں گادھی کی دعوت پر تشریف لے گئے وہاں مجلس برپا تھی کہ چراغ گادھی نے سوال کیا، یا حضرت! اتنی خلقت جو آپ کی مرید ہے حضور کو کیسے پتہ چلتا ہے کہ یہ میرا مرید ہے؟ حضور نے فرمایا تمہارے جسم پر جتنے بال ہیں گنتی کر لو گے؟ اُس نے کہا نہیں، فرمایا، اگر جسم کے کسی حصے سے کوئی بال اُکھاڑا جائے تو پتہ چل جائے گا؟ کہنے لگا جی ہاں! حضور نے فرمایا شرط یہ ہے کہ پیر کامل ہو کیونکہ مرشد کامل کے ساتھ مریدوں کا وہی تعلق ہوتا ہے جو بالوں کا جسم کے ساتھ ہوتا ہے، جس طرح کسی حصے سے ایک بال اُکھاڑا جائے تو جسم کو پتہ چل جاتا ہے اسی طرح مرید کو تکلیف پہنچے تو کامل پیر کو بھی فوراً

پتہ چل جاتا ہے، پھر حضور نے فرمایا ''مرید بے چارے کا کیا قصور ہے؟ اُس نے تو پہلے دن ہی اپنا سر اپنے مرشد کے قدموں میں جھکا دیا۔ اب جو پیر اپنے مرید کی آخرت نہیں سنوار سکتا وہ پیر نہیں کہلا سکتا'' پھر ایک مثال ارشاد فرمائی ''مٹی کے برتن میں اگر گھی ڈالا جائے تو وہ برتن میں ضرور کچھ نہ کچھ جذب ہو جاتا ہے پھر وہ برتن ٹوٹ جائے، ہزار سال کے بعد بھی جب اس برتن کی ٹھیکری کو آگ کی تپش لگے گی تو وہ ٹھیکری گھی کی خوشبو دے گی، اسی طرح مرشد کامل کا مرید جتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو ان شاء اللہ قیامت کے روز اُس سے خوشبو آئے گی کہ اس نے اپنا ہاتھ کسی مرد کامل کے ہاتھ میں دیا تھا۔

غیرتِ فقر:۔

پیر کرم حسین شاہ سکنہ چاہ آڑی والہ سے مروی ہے حضرت قطب عالمؒ جب عرس پر میرک شریف جاتے تو راستے میں ایک درویش جس کا نام غالباً ''ابراہیم'' اور مالڑہ قوم سے تھا اس کی دعوت لیا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضور نے اپنی تشریف آوری سے ایک روز قبل اطلاع کے لیے درویش بھیجا، جب اس کو معلوم ہوا تو کہنے لگا ''حضور اس وقت اطلاع دیتے ہیں جب میں صحیح طور پر انتظام بھی نہیں کر سکتا'' دوسرے روز حضور تشریف لے گئے حضرت شیر یزدانیؒ اور میں (پیر کرم حسین شاہ) بھی ساتھ تھے جب اُس مالڑہ درویش کے گھر سے مربع ڈیڑھ پہلے پہنچے تو وہاں چنگڑ قوم کے آدمی راستے میں منتظر کھڑے تھے۔ انہوں نے عرض کی ہماری دعوت آج منظور فرمائی جائے۔ آپؒ نے حضرت شیر یزدانی کی طرف دیکھا کہ تمہاری صلاح (مشورہ) کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی بڑی آس (امید) لے کر کھڑے ہیں ان پر کرم نوازی فرمادیں۔ حضور اُس مالڑہ کے پاس نہ گئے اور چنگڑوں کی دعوت قبول فرمالی۔ کیونکہ مرشد کامل ہمیشہ اپنے مرید کا شوق دیکھتا ہے انتظام نہیں دیکھتا۔

نماز میں خیال آنا:۔

میاں سلطان کھرل سے مروی ہے ایک مرتبہ درویشوں کا آپس میں مباحثہ ہو گیا ایک کہتا نماز دلیل والی ہو جاتی ہے دوسرا کہتا دلیل والی نماز نہیں ہوتی۔ درویشوں کا مطلب و مقصد یہ تھا کہ دلیل کے بغیر نماز پڑھی نہیں جاتی اور اگر دلیل آئے تو نماز نہیں؟ حضور نے فرمایا ''نماز ہو جاتی ہے'' اور یہ مثال بیان فرمائی ''ساون کے مہینے میں دیکھا ہو گا دریا کا پانی بڑے زور سے چلتا ہے، لہریں اُٹھتی ہیں مگر دریا اُنہیں واپس موڑ دیتا ہے وہ پھر اُٹھتی ہیں لیکن دریا چلتا رہتا ہے'' یہی وجہ ہے نماز میں دلیل آتی ہے رُک جاتی ہے لہٰذا نماز نہیں ٹوٹتی، تم اپنی طرف سے کوشش کرتے رہو۔

وحدت و کثرت:۔

میاں لال درویش سکنہ موضع عنایت شاہ سے مروی ہے، حضور نے وحدت و کثرت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا میں تمہیں ایک مثال کے ذریعے سمجھاتا ہوں تاکہ ہر ایک کو سمجھ آجائے۔

☆ فرمایا ''دریا سے ایک نہر نکالی جائے، نہر سے رجواع (چھوٹی نہر) اور رجواع سے کھالا (نالی) اب دریا کا پانی نہر میں آیا تو اُسے نہر کا پانی کہیں گے، نہر سے رجواع میں آیا تو اسے رجواع کا پانی کہیں گے اور رجواع سے کھال میں آیا تو اُسے کھالے کا پانی کہیں گے یعنی اس کی ذات بدل گئی اب وہی کھالے کا پانی دریا میں ڈالا جائے تو اس کی

ذات کیا ہے؟ بس ذات میں ذات فنا ہو گئی یعنی کثرت وحدت میں گم ہو گئی۔

☆ مزید فرمایا "کثرت یہ ہے کہ انسان اپنے ہونے سے دستبردار ہو جائے اور ذات میں ذات فنا ہو جائے پھر بطور مثال فرمایا، بچہ اپنے باپ کو بُوا، بُوا (بابا، بابا) کہتا ہے حتیٰ کہ ایک دن وہ خود بُوا (بابا) بن جاتا ہے یعنی بندہ اللہ، اللہ کرنے سے آخر ایک دن اللہ کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے عارف روم بھی فرماتے ہیں۔

اللہ ، اللہ گو کہ اللہ می شوی　　　　این سخن حق است باللہ می شوی

☆ میاں احمد دین نو مسلم سے روایت ہے "ایک دن حضرت قطب عالمؒ نے حرف لام (ل) ڈالا، اور درویشوں سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی حرف لام (ل) ہے۔ پھر حضور نے لام کا دائرہ مٹا دیا اور فرمایا اب باقی کیا ہے؟ عرض کی گئی صرف الف ہے حضور نے فرمایا "بس کثرت مٹا دو اور ایک ہو جاؤ"

ایک آدمی کو نصیحت:۔

میاں احمد دین مستری سے مروی ہے، جلسہ انجمن اسلامیہ کمالیہ کے اختتام پر حضرت قطب عالمؒ نماز عصر کے لیے وضو فرما رہے تھے۔ جب آپ نے اپنے قدموں پر پانی ڈالا تو ایک سرخ ریش والے آدمی نے عرض کی جناب! مجھے اپنے پاؤں کا غسالہ پینے کی اجازت مرحمت فرمائیں؟ حضور نے بغیر اُسے دیکھے فرمایا "جا میاں! پہلے اپنا دل صاف کر" یعنی ایسی بات پسند نہ فرمائی۔

پیر بہن کا اکرام:۔

میاں حاجی ماچھی بتایا کرتے ،ایک روز حضرت قطب عالمؒ سندھیلیانوالی شریف آم کے پاس کچہری لگا کر بیٹھے تھے کہ ایک بوڑھی عورت جس کے میلے کپڑے تھے آ گئی اور حضور کو اس طرح ملی جیسے بہن اپنے بھائی کو ملتی ہے اور کہا "آ بھائیا قطب شاہ" حاضرین مجلس اس کی حالت دیکھ کر ہنس پڑے مگر حضور کے آنسو بہہ آئے اور فرمایا "یہ میری پیر بہن ہے" اسی طرح کا ایک واقعہ میاں احمد بخش سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میرک شریف عرس پر حضور تشریف رکھتے تھے ایک خاتون جو آپ کی پیر بہن تھی اور "مائی مستانی" کے نام سے معروف تھی آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئی، آپ اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور بطور پیر بہن اس کا احترام فرمایا۔

میرک شریف کا معمول اور آخری حاضری:۔

حضرت قطب عالمؒ نے ساری زندگی اپنے مرشد کریم کا عرس نہ چھوڑا ہر سال باقاعدگی سے تشریف لے جاتے رہے۔ میاں نور محمد جو پو سے روایت ہے میں حضور کی معیت میں عرس پر میرک شریف گیا۔ حضور اپنا راشن ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک وقت کا کھانا لنگر سے لیتے اور دوسرے وقت کا کھانا بابا مولا بخش لانگری تیار کیا کرتا تھا۔ میاں احمد دین نو مسلم سے مروی ہے میں حضور قطب عالمؒ کی معیت میں دو مرتبہ عرس پر میرک شریف گیا، پہلی مرتبہ گئے تو اس وقت پیر سید نور سلطان (سجادہ نشین) ابھی حیات تھے، جو حضور کے مرید خلیفہ مجاز بھی تھے وہ دربار پاک پر شیعہ کو روک دیتے تھے، جس وقت حضور قطب عالمؒ کی آمد ہوتی پیر سید نور سلطان اپنے مریدوں کو لے کر استقبال کے لیے میرک شریف سے باہر آیا کرتے اور حضور کو "چاچا صاحب" کہتے تھے۔ دوسری مرتبہ جب میں گیا تو اس وقت پیر سید نور سلطان کا وصال ہو گیا تھا ان کے صاحبزادے ابھی معصوم تھے، حضور قطب عالم نے ان کی اہلیہ محترمہ

سے بڑا بیٹا پیر سید جیون سلطان مانگا کہ انہیں اپنے ساتھ لے جا کر پڑھاؤں گا اور آپ کو بھی وقتاً فوقتاً ملاتا رہوں گا مائی صاحبہ تو خاموش رہیں مگر اُن کے بھائی نے صاحبزادہ دینے سے انکار کر دیا۔ حضور قطب عالمؒ ناراض ہو کر واپس اپنی رہائش گاہ پر تشریف لائے، صبح 10 بجے کچہری لگی تو حضور نے پیر سید جیون سلطان کے ماموں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''یہ نہ سمجھنا کہ تم ہی گدی کے حقدار ہو، ہم بھی حقدار ہیں، مشائخ کا قول ہے'' بزرگوں کا حق دار وہی ہوتا ہے جو انکی پیروی کرے'' وہاں پر کچہری میں حضور کا یہ آخری کلام تھا۔ پھر آپ میرک شریف نہ جا سکے اس واقعہ سے حضور کافی افسردہ تھے واپسی پر میں (میاں احمد دین نومسلم) نے دیکھا آپ میرک شریف کی دیواروں کو بھی الوداعی سلام کرتے ہوئے وہاں سے رخصت ہوئے۔

وہی ہے حاصلِ عمرِ رواں حقیقت میں   جو زیرِ سایۂ دیوارِ یار گزری ہے

حضور کے آخری ایام:۔

☆ مولوی علم دین جرولہ سے روایت ہے، میں حضور کے آخری ایام میں حاضر ہوا، آپ ہمیشہ دستار باندھا کرتے تھے مگر علالت کے ایام میں ہم نے آپ کو رومال باندھے ہوئے دیکھا۔

☆ میاں موکھا چنن بیان کرتا ہے، میں حضور کے ایامِ علالت میں دو مرتبہ حاضر ہوا اُن دنوں آپ گھر میں رہتے تھے ہمیں پردہ کروا کر زیارت کروائی جاتی۔ میں حاضر ہوا تو اس وقت حضرت شیر یزدانیؒ آپ کا دست مبارک تھام کر سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

☆ میاں محمد نواز سے مروی ہے ''حضرت قطب عالمؒ کے آخری ایام میں حضرت شیر یزدانیؒ اور پیر سید فضل حسین شاہ اکٹھے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے حضرت شیر یزدانیؒ کو مخاطب کر کے فرمایا ''فضل حسین تمہارے سپرد ہے اس کے ساتھ کچھ کر دینا انہوں نے عرض کی، ابھی کچھ کر دیا جائے، جیسے حکم ہو؟ فرمایا نہیں، بعد میں، لہٰذا حضرت قطب عالمؒ کے بعد از وصال حضرت شیر یزدانیؒ نے حضرت پیر فضل حسین شاہ کو نعمتِ فقر عطا فرمائی۔

☆ میاں غلام فرید چنن سے روایت ہے ''حضرت قطب عالمؒ نے اپنے وصال سے قبل پیر سید فضل حسین شاہ کو یاد فرمایا، جب وہ حاضر خدمت ہوئے تو حضور پر تھوڑی دیر کے لیے غنودگی طاری ہوگئی۔ درویشوں نے عرض کی صاحبزادہ صاحب آگئے ہیں، حضور نے اپنی مبارک آنکھیں کھولیں اور فرمایا ''اب فضل ہو گیا ہے''۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باب ہفتم

کوائف وصال و بعد از وصال

رسالہ وصال نامہ از پیر جلو آنوی

حضرت قطبِ عالم کا وصال ہوا تو شیر یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانی نے اپنے خلیفہ مجاز حضرت پیر غلام محمد جلوآنوی کو حکم فرمایا کہ وہ حضور کے تمام احوالِ وصال قلمبند کریں۔ کیونکہ جو کچھ حضور کے آخری لمحات میں رونما ہوا وہ ایک نرالی شان کا حامل ہے ایسی نظیر اکابر اولیاء اللہ کے علاوہ اور کہیں نظر نہیں آتی لہٰذا متوسلین و متعلقین ان واقعات کو پڑھ کر اپنی زندگیاں حضور کے عکسِ حیات میں ڈھالیں گے اور اپنے قلوب واذہان کو منور کریں گے۔ حضرت پیر جلوآنوی نے وہ تمام حالات جو حضرت شیر یزدانی کی زبان مبارک سے سنے یا دیگر احباب خاص نے بیان کیے اور جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا نہایت صحت کے ساتھ قلمبند کیا اور اس رسالہ کا نام "وصال نامہ" رکھا، درحقیقت یہ رسالہ حضور کے احوالِ وصال پر ایک مستند دستاویز ہے، جسے تھوڑے ہی عرصہ بعد "مطبع کریمی سٹیم پریس لاہور" سے شائع کیا گیا۔ مگر یارانِ طریقت کی طلب کے پیش نظر یہ رسالہ انہی ایام میں تقسیم ہو کر نایاب ہو گیا پھر دوبارہ اس کی اشاعت نہ ہو سکی۔ راقم الحروف کو دربارِ قطبیہ سے اس کی ایک فوٹو اسٹیٹ کاپی دستیاب ہوئی جس کے ساتھ اور بھی ایک رسالہ پایا گیا، یہ "وفات حسرت آیات" نامی رسالہ حضرت قطب عالم کے منظوم پنجابی میں حالات وصال پر مشتمل تھا۔ جسے قاضی الٰہی بخش حاضر متوطن شاہ پور پیر محل، نے حضرت پیر سید فضل حسین شاہ صاحب سجادہ نشین کے ایماء پر تحریر کیا۔ لیکن اس رسالہ کا ماخذ بھی "وصال نامہ" از پیر جلوآنوی ہی تھا۔ کیونکہ وہ حضور کے ایامِ وصال میں سندھیلیانوالی شریف حاضر تھے اور اکثر و بیشتر احوال کے عینی شاہد بھی تھے۔ راقم الحروف نے سوچا اس رسالہ کا خلاصہ یہاں درج کر دوں مگر ایک تو یہ پہلے ہی مختصر ہے اور دوسرا "الفضل المتقدم" کے پیش نظر اسے من وعن یہاں نقل کرتا ہوں صرف چند ایک مقامات پر زائد الفاظ کو کم اور مشکل عبارت کو سہل کیا گیا ہے۔

ذکرِ وصال جناب قطب الاقطاب قدس سرہٗ:۔

بروز پنج شنبہ بوقت عصر بتاریخ ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۴۶ ہجری کو آپ بعارضہ بُخار بیمار ہوئے اور مجلس خانہ عام سے دولت سرائے خاص میں تشریف لے گئے۔ مولوی عبدالرحمان و پیر منگائے شاہ ہر دو حکیم اُس بُرہان الاصفیاء قطب العالم کا علاج کرنے میں مشغول ہوئے۔ دوسرے دن مسمّی فتح الدین درویش کو خاص طور پر خط دے کر اطلاع کے واسطے فتح پور شریف حضرت مُرشدی و مخدومی دامت برکاتہٗ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا گیا۔ اور ایک خاص آدمی کو خط دے کر میاں اللہ یار صاحب کی جانب واسطے لینے حکیم سُلطان بخش کے بھیجا گیا۔ یک شنبہ کے دن نائب مکرم میاں اللہ یار صاحب حکیم مذکور کے ہمراہ آموجود ہوئے۔ میاں اللہ یار صاحب قدمبوس ہو کر رونے لگے۔ تو آپ نے نہایت خوش ہو کر فرمایا کہ "اچھا کیا ہے بہت جلد آگئے ہو"۔ اور ہر سہ حکیم اُس پیر جہان، قطب زمان کے معالجہ میں حتی المقدور ساعی و کوشاں ہوئے۔ اُدھر سے خادم خاص میاں رحمت علی لائل پور سے حکیم حاذق ڈاکٹر نور محمد صاحب کو لے کر آ پہنچا۔ اُس نے علاج سابق بالکل بند کر دیا۔ اور معالجہ (ہومیوپیتھک) شروع کیا۔ واقعی ڈاکٹر مذکور نے اپنے فنِ حکمت میں کمال ظاہر کیا۔ کہ جو عارضی تکلیف جسمانی پیدا ہوتی فوراً دوا دینے سے رفع ہو جاتی اور خود جناب قطب الاقطاب اپنی زبانِ دُرفشان سے فرماتے تھے کہ یہ ڈاکٹر طلسمات کر رہا ہے۔

بروز منگل جناب خلیفہ اعظم و غوث مکرم حضرت مرشدی و مخدومی (شیر یزدانی) ادام اللہ فیوضھم و صاحبزادہ

حضرت سید غلام رسول شاہ صاحب بمعہ مستورات فتح پور شریف سے تشریف لے آئے۔ بوقتِ ملاقات جناب قطب الاقطاب نے حضرت ولایت مآب (شیر یزدانی) کو اپنے سینے فیض گنجینہ سے لگایا اور نہایت خوش ہو کر فرمایا کہ آپ کے آنے سے ہماری بیماری بھی چلی گئی ہے۔ اور صحت کے آثار پیدا ہوئے۔ اور سب ایک دوسرے کو مبارکباد کہنے لگے۔ حضرت مرشدی مخدومی (شیر یزدانی) دامت برکاتہٗ نے طبع مبارک کا حال دریافت کیا تو تین بار فرمایا کہ ''دعا کرو، دعا کرو، دعا کرو'' اور جناب قبلہ ام (شیر یزدانی) بہت دیر تک حضور پُرنور کے پاس بیٹھ کر روتے رہے۔

بدھ کے دن حضورِ انور نے منادی کروائی کہ جو اشخاص مرید ہونے والے ہیں وہ آج ہو جائیں۔ بہت آدمی اُس دن مرید ہوئے اور شام تک آپ لوگوں کو بیعت فرماتے رہے۔ چونکہ وہ شہبازِ لامکانی اور طائر عرشِ آشیانی اپنے اصلی وطن جاودانی کی جانب پرواز کرنے کا مصمّم ارادہ فرما چکے تھے۔ اور اپنے دیوان میں اس طیران کی خبر پیشتر سُنا چکے تھے کہ

مرغ من باغش کهن قفس شکن سوئے چمن پرواز کن اے بیوطن امروز در زندان ہلد

کیونکہ وہ شاہسوارِ عشق اپنے مرکبِ ادراک کو افلاکِ معانی کی سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا چکے تھے اور اپنے اَسپِ ہمت کو دائرۂ ولایت کی سرحدِ نہایت تک دوڑا چکے تھے۔ اس لیے شبِ تعریس یعنی خمیس کی رات کو ملاقاتِ یار کی انتظار میں سو گئے اور من وجہ کلی بجناب رب الارباب متوجہ ہو گئے اور تمام شب تمہید و تسبیح و تقدیس و تحلیل میں مشغول رہے۔ اُس رات حضور پُرنور کی خدمتِ اقدس میں آپ کے صاحبزادے حضرت سید فضل حسین شاہ صاحب و میاں اللہ یار صاحب و پیر غلام مرتضیٰ شاہ و پیر منگائے شاہ و مولوی عبدالرحمٰن و ڈاکٹر نور محمد و میاں بہادر خان و میاں عبداللہ و میاں رحمت علی و میاں احمد الدین و مائی سُہاں حاضر رہے اور آپ کے زبان دُرفشان سے ذکرِ الٰہی و آیاتِ قرآن سنتے رہے۔

جناب قطب الاقطاب قدس سرّہٗ نے جو کلمات آخری رات فرمائے:۔

میاں اللہ یار صاحب فرماتے ہیں کہ حضور پُرنور نے یہ آیت شریف پڑھی **اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ** اور فرمایا **وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ لِاَبِیْهِ** اور فرمایا **رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ** اور فرمایا **رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ وَقِنَا عَذَابَ الْقَبْرِ وَقِنَا عَذَابَ الْحَشْرِ وَقِنَا عَذَابَ الْمِیْزَانِ** اور فرمایا **اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ نَسْتَعِیْنُ بِكَ عَلٰی طَاعَتِكَ** اور فرمایا **اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ** اور فرمایا ''محمد غوث تم چلو'' (محمد غوث آپ کے فرزند تھے جو چھوٹی عمر میں فوت ہوئے) پھر بطورِ سوال کے فرمایا ''قبر کو ہاتھ لگایا ہے؟'' اور صاحبزادہ سید فضل حسین شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں حضورِ انور کے سرہانے کھڑا تھا۔ میرا نام لے کر یاد فرمایا۔ میں نے جواب دیا تو نظر اُٹھا کر میری طرف غور سے دیکھا۔ میں نے سامنے آکر عرض کیا کہ حکم کریں، تو آپ خاموش رہے چونکہ میاں اللہ یار صاحب دَوا دینے پر مُعیّن تھے۔ اور آپ گاہے گاہے دَوا لینے سے نفرت فرماتے تھے۔ اس لیے پیر غلام مرتضیٰ شاہ نے خوش طبعی سے کہا کہ ہم سے زوری بار بار

یہی دوا دیتا ہے۔ تو آپ نے بطورِ دل لگی کے فرمایا کہ "تم اللہ یار کو میرا دشمن بناتے ہو۔" تو سب ہنس پڑے اور خود حضور نے بھی تبسم فرمایا پھر آپ نے یہ درود شریف پڑھا: **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ**۔ پیر غلام مرتضےٰ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضور پُر نور کے دستِ راست کی انگشتانِ مبارک مثل عادت معہودہ کے تسبیح پھیرنے میں متحرک تھیں۔ حتیٰ کہ جب ہم آپ کا دست مبارک پکڑتے تھے۔ تو آپ کی انگشتانِ مبارک ہمارے ہاتھ پر لگتی تھیں، اور فرمایا کہ اس سے ایک رات پہلے میں آپ کو رفع تنگی تنفس کے خیال سے شربت بنفشہ پلانے لگا تو بلند آواز سے فرمایا **ھُوَ اللّٰہ**۔ جس سے صاف معلوم ہوا کہ حضور کا ذکرِ الٰہی میں قلب جاری ہے۔ اور فرمایا کہ چھ دن، رات آپ کی خدمت میں حاضر رہا ہوں۔ اس اثناء میں سوائے ذکرِ خداوندی کے آپ نے کسی دنیاوی چیز کا ذکر تک نہیں فرمایا اور جب کبھی آپ غنودگی میں وہپلاتے تو اکثر درود شریف اور **اَللّٰہُ الصَّمَدُ** فرماتے تھے، اور یہ حالت دیکھ کر آپ کی عظمت و بزرگی کی دل شہادت دیتا تھا۔

میاں رحمت علی کہتے ہیں کہ حضور انور نے عالم مستی میں فرمایا "یا حضرت آپ کیا فرماتے ہیں" اور میں حیران کھڑا تھا کہ آپ کس سے کلام کر رہے ہیں پھر مجھے فرمایا کہ "ڈاکٹر کا کیا نام ہے"۔ میں نے عرض کیا نور محمد۔ پھر فرمایا کہ "نماز کا وقت ہو گیا ہے؟" میں نے عرض کیا جی ہاں! ۔ اور میاں عبداللہ کہتا ہے کہ میں لُعابِ دہن مبارک لے رہا تھا۔ نماز فجر کے وقت حضور نے فرمایا "اذان ہو گئی ہے؟" میں نے عرض کیا ہو چکی ہے۔ تو فرمایا "دو رکعت نماز نفل" اور یہ بھی آپ نے تین بار فرمایا "اے قادر! اے قادر! اے قادر!"۔ میاں اللہ یار صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کہا دیکھو آپ کے دل میں سوائے محبتِ الٰہی کے اور کوئی چیز نہ تھی، ورنہ اُس کا ذکر بھی تو فرماتے۔ اس لیے سب گواہی دیتے ہیں کہ حضور والا شان نے سوائے ذکرِ الٰہی و آیاتِ قرآن کے اور کوئی ذکر دنیاوی نہیں فرمایا۔ اور بھی مائی سابن کہتی ہے کہ اس سے ایک رات پہلے میں نے عرض کیا اگر حکم ہو تو مستورات (اہل خانہ) کو بلاؤں؟ فرمایا "اُن کو خدا کے سپرد کیا"۔

صبح کے وقت جو کلمات آپ نے فرمائے:۔

علی الصبح حضرت مرشدی مخدومی (شیر یزدانی) دامت برکاتہٗ اندرون عصمت خانہ تشریف لائے اور حضور پُر نور کی حالت رنجور دیکھ کر آنسو بہائے، اور کہا کہ آپ نے مجھے پہچانا ہے۔ فرمایا "ہاں! تو شیر محمد ہے"۔ پھر حضرت مرشدی مخدومی کا ہاتھ محکم پکڑ لیا۔ قبلہ ام (شیر یزدانی) نے ہاتھ مبارک پر بوسہ دے کر کہا کہ اس بازو پکڑے کی حضور کو لاج ہے اور زار زار رونے لگے۔ تھوڑی دیر بعد یہ بندہ کاتب الحروف (پیر جلو آنوی) بھی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اُس وقت حضور پُر نور کی طبع شریف نہایت نحیف ہو چکی ہوئی تھی۔ نبض گاہے متحرک اور گاہے ساکن ہو جاتی تھی۔ حضور انور کا دست مبارک دائیاں قبلہ ام (شیر یزدانی) کے ہاتھ میں تھا اور دست مبارک بایاں اس پُر خطا کے ہاتھ میں تھا۔ نبض کے گھٹنے سے غم جدائی کے سبب دل گھٹا جا رہا تھا۔ میاں اللہ یار صاحب دوا کی پُڑیا دہن مبارک میں ڈالتے تھے اور صاحبزادہ صاحب و پیر غلام مرتضیٰ شاہ و دیگر تمام اشخاص کھڑے دعائیں مانگتے تھے اور حضور انور کی زبان مبارک ذکرِ الٰہی میں گردش کر رہی تھی اور دل محبتِ الٰہی میں شاغل تھا۔ اور روح اصلی وطن کی مشتاق تھی۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر **اَلْمَوْتُ جِسْرٌ "یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ** کا معنی منکشف ہو رہا تھا کہ اسی اثناء میں دوا لینے سے نفرت کی اور فرمایا "اب اس دوائی کے سلسلہ کو بند کر دو"۔ پھر اپنی زبانِ دُرفشاں سے دو مرتبہ یہ مصرع پڑھا:

گر عیش خواھی جاوداں مشغولِ شود رذکر ہُو

پھر فرمایا ''اے خضر ٹھہر! اللہ الصمد کی تسبیح پڑھ'' اور فرمایا اللہ الصمد پڑھو۔ کچھ تو آپ بھی اللہ اللہ کیا کرو۔ اور فرمایا ''پاس انفاس کرو'' گویا کہ اس حالت میں بھی لوگوں کو ارشاد فرما رہے تھے۔ اور فرمایا **رَبَّنا اغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین**۔ اور فرمایا ''قرآن شریف لاؤ'' پھر دوبارہ فرمایا ''سورج نکل آیا ہے؟ قرآن شریف لاؤ ہم منزل کرتے ہیں''۔ اور زبان مبارک دہن مبارک میں واسطے تلاوت قرآن مجید اور ذکرِ الٰہی کے گردش کرنے لگی۔ حضور پُرنور آیاتِ قرآن پڑھتے اور ذکرِ الٰہی کرتے تھے اور نبض کا کوئی پتہ نہ چلتا تھا کہ یکدم ہاتفِ غیب سے اُس نفسِ پاک کے کانوں میں ندا آئی **یَا یَّتُھَا النَّفسُ المُطمَئِنَّۃُ ارْجِعِی اِلیٰ رَبِّکَ رَاضِیَۃً مَّرضِیَّۃً**۔ یعنی ''اے نفسِ مطمئنہ رجوع کر طرف رب اپنے کے تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی''۔

بالآخر بروز خمیس بوقت اشراق بتاریخ ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ بمطابق 22 دسمبر 1927ء بمطابق ۸ پوہ ۱۹۸۴ بکرمی کو اُس آفتاب سپہرِ نہایت و ماہتاب فلکِ ہدایت نے اس دارِ فانی سے طرف عالمِ جاودانی کے اپنی نگاہوں کو پھیر لیا۔ حضرت مرشدی و مخدومی (شیر یزدانی) دامت برکاتہٗ نے چشمان مبارک پر ہاتھ رکھا اور میاں اللہ یار صاحب نے ہاتھ مبارک درست کیے اور دعا گو نے اقدام مبارک کو سیدھا کیا اور حضورِ انور واصل بحق ہوئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جناب قطب الاقطاب قدس سرہٗ کی وفات کے بعد اندر و باہر خاص و عام کا آہ و نالہ اور آپ کے غسل اور کفن اور جنازے کا ذکر اور سب کا آپ کی زیارت سے مشرف ہونا اور اپنے محل خاص میں دفن ہونا:۔

جونہی کہ داعیِ اجل کو لبیک اجابت کہہ کر روح مبارک نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب پرواز پکڑا۔ اندروں دولت سرائے ہر خاص و عام کہرام مچ گیا اور ایک قیامت قائم ہوگئی۔ سیّدانیاں (اہل خانہ، پردہ دار) نیم بسمل کبوتروں کی طرح پھڑ پھڑانے لگیں اور نزدیک تھا کہ مثل پروانوں کے شمع جمال قطبیت پر آگریں۔ کہ ہم سب روتے ڈھہاتے سروں پر خاک اُڑاتے باہر چلے گئے اور مستورات اُس چشمۂ حیات کے اردگرد مثل ماہیانِ بے آب کے اپنی جانوں کو تڑپانے لگیں اور اشکبار آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہانے لگیں۔ گویا کہ لالہ زار آنکھوں سے زہراءؓ کے لعل پر آنسوؤں کے پھول چڑھاتیں تھیں اور اَبر نو بہار آنکھوں سے نونہال مصطفویؐ پر موتیوں کا مینہ برساتی تھیں۔ اُدھر بیرون پردہ ہائے ہائے کے آوازے آنے لگے اور جمالِ شیخ کے پروانے اپنے سروں پر خاک اُڑانے لگے۔ مرد عورتیں سب رونے ڈھہانے لگے اور جدائی کے صدموں سے چیخنے چلانے لگے۔ سب ایک دوسرے کو گلے لگا کر روتے تھے اور باہم دیگر ماتم پُرسان ہوتے تھے۔ کوئی کہتا تھا اب ہم کہاں جائیں گے۔ کوئی کہتا تھا کس کو حال سنائیں گے۔ کوئی دیواروں کو گلے لگاتا تھا۔ کوئی زمین پر بے ہوش ہو جاتا تھا۔ غرض ہر طرف سے دردو غم کا آواز جاری تھا۔ اور ہر ایک مشغول آہ وزاری تھا کہ اتنے میں اُس نورِ ذوالمنن کے غسل و کفن کی تیاری ہوئی۔ اور اس شہسوار براقِ عشق کی خاطر عشاقِ جان افگار کے سروں کی سواری ہوئی اور ہر طرف سے کلمۂ طیبہ کی آواز بلند آنے لگی اور خلقت صلِّ علیٰ کا شور مچانے لگی۔ اُس بلبلِ بُوستانِ وحدت کو باغ کی طرف لے جانے لگے۔ گویا کہ حضور انوار اپنے باغ کی سیر فرمانے لگے۔ باغیچے میں آکر عوام الناس کو ہٹایا گیا اور صرف چند اشخاص کو واسطے غسل کے ٹھہرایا گیا اور

چونکہ آں فخر الاولیاء معدنِ حلم وحیا تھے اور بوقت غسل پردہ داری کی نہایت احتیاط فرماتے تھے۔ اس لیے بحکم مرشدی مخدومی (شیر یزدانی) دامت برکاتہٗ چاروں طرف سے چادروں کا پردہ کیا گیا اور سب کو حضور پُر نور کے وجود مبارک پر نظر کرنے سے روک دیا گیا۔ اور ایک خاص پردہ حضور انور کے نزدیک تر کیا گیا۔ مولوی سلیمان ومیاں کریم بخش نہلانے لگے اور دعا گو پانی لے کر دینے میں مشغول ہوا۔ اور اس وجود پاک کو نہلا دُھلا کر لباسِ کفن پہنایا اور پلنگ نوار کو ہر قسم کے پھولوں سے سجایا اور ہر کونہ خوشبو سے بسایا اور اس نازنینِ گلبدن کو پھولوں کے بستر پر سُلایا اور عاشقان دِلخستگان اپنے سروں اور آنکھوں پر اُٹھا کر درِ دولت سرائے خاص پر لے آئے۔ پردہ کیا گیا اور اندرونِ عصمت خانہ سے جمیع مستورات مثل پروانوں کے اُس شمع نورانی کے گرد جمع ہو گئیں۔ اور درد بھری آہوں سے رونے چلانے لگیں اور اشک بار آنکھوں سے آنسوؤں کا مینہ برسانے لگیں۔ گویا کہ اُس محبوب پروردِگار کو بسترِ مرگ پر سوئے ہوئے دیکھ کر اپنی آہ ونالہ کے ساتھ بیدار کرنا چاہتی تھیں مگر وہ نازنین دلرُبا گہری نیند میں سوئے ہوئے بھلا کب بیدار ہوتے تھے۔ بہت کچھ بُلایا اور آہ ونالہ سے جگایا مگر آخر جواب نایافتہ حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ کر اور آخری زیارت سے مشرف ہو کر اور قیامت تک ہمیشہ کیلئے الوداع کہہ کر بے آب مچھلیوں کی طرح نیم بسمل تڑپتی ہوئی پردہ میں داخل ہو گئیں۔ اُدھر سے شیفتگانِ جمالِ غوثیت ووالہانِ کمالِ قطبیت یعنی شمعِ حُسن کے پروانے اور بادہ عشق کے مستانے دوڑتے ہوئے آئے۔ اور اپنی گردنوں کو جُھکا خاکِ انکسار چُوم کر اس عالی جاہ ذی وقار کا پلنگ اُٹھا کر صحنِ مسجد کو روانہ ہوئے۔ کئی اپنے سَر اور گردنوں پر اُٹھاتے تھے اور کئی آنکھوں کا فرش بچھاتے تھے۔ جب حضور پُر نور کو صحن رباط میں لائے تو چراغِ قطب کے نور الانوار پر بے پَر پرانوں کا جمِ غفیر جمع ہو گیا۔ سب ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ مرد وزنان کی آہ وفغاں سُن کر در و دیوار بھی روتے تھے اور درد وغم سے سینوں میں دل وجگر خون ہوتے تھے۔ آخر تمام غمد اران کو زیارت فیضِ بشارت کی اُمید دلا کر آہ ونالہ سے خاموش کرایا گیا اور پیر خدا بخش جو ہمیشہ حضور انور کے رُوبرو مولود شریف پڑھا کرتے تھے۔ نعت خوانی میں مشغول ہوئے اور حضور پُر نور کے وجود باجود پر عطر ریزی شروع کی۔

دلوں میں عشق ومحبت کی آگ بھڑکنے لگی اور ہر ایک کی رُوح شوق زیارت کے انتظار میں پھڑکنے لگی۔ تمام خاص وعام دیدارِ یار کی خاطر برقعہ براندازی کے انتظار میں عین مرکز دائرہ کی جانب درد بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے کہ اچانک پیر حسن شاہ صاحب نے حضور انور کے چہرۂ منور سے برقعہ ہٹایا تو ہر ایک کے منہ سے صلِّ علیٰ کا نعرہ نکل آیا۔ حُسن وخوبی کا گرم بازار ہوا اور چہرۂ حضور کی شعاع پُر نور کے آگے خورشید فلک بھی شرمسار ہوا۔ ہر دو ابروان "**فکان قاب قوسین او ادنیٰ**" یاد دلاتے تھے اور پیشانی پر سجدوں کے آثار آیۃ **اقیمو الصلوۃ** پڑھ کر سناتے تھے۔ ناصیۂ نوری کو دیکھ کر حضوری حاصل ہوتی تھی اور جلوۂ صورت کے نظارے سے قُرب نصیب ہوتا تھا۔ لبوں کی مسکراہٹ رونے والوں کو ہنساتی تھی اور چہرے کی بشاشت مُردہ دلوں کو زندہ بناتی تھی۔ گویا کہ آپ رونے سے منع فرماتے تھے اور اپنی حیاتِ جاودانی کا مژدہ سناتے تھے۔ فنافی الشیخ کے طالب آپ کی صورت پاک کا نقش دل میں جما رہے تھے اور حُسنِ پیر کے عاشق آپ کے ہجر وفراق کے مرثیے گا رہے تھے کہ بعد از ظہر نمازِ جنازہ کی تیاری ہوئی اور اُس نازنین دلبر نے اپنے عشاق کے سروں پر سواری کی۔ چونکہ ہزاروں آدمی جنازۂ پاک میں شامل ہو کر نجات حاصل کرنے کے خواستگار تھے۔ اور یہ سب صحنِ سرائے میں سمانے دشوار تھے۔ اس لیے شہر سے باہر ایک وسیع میدان میں اُس قطبِ جہان پر نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ بعد از فراغت نماز پھر اسیرانِ عشق ومحبت اور عاشقانِ

جمالِ حضرت اُس محبوبِ ناز پرور کو اپنی آنکھوں پر اُٹھا کر واپس روانہ ہوئے۔ آگے آگے مولود خوانی ہوتی تھی۔ اردگرد مخلوقات روتی تھی۔ درویش صلواتیں پڑھتے آتے تھے۔ دل ریش قربان ہوئے جاتے تھے۔ خالقِ اکبر کا دوبارہ کرم ہوا اور صحنِ رباط (سرائے) میں پھر حسن کا بازار گرم ہوا لوگ زیارت سے مشرف ہونے لگے اور آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی پرونے لگے۔ سورج غروب ہوا جاتا تھا مگر وہ شمسِ ولایت ابھی جگمگا تا تھا۔ شام ہوئی اور شمع دان جگانے لگے۔ تو مشاعل اُس چہرۂ پرنور کے آگے شرمانے لگے، اہلِ دل کھڑے طواف کرتے تھے اور اُس خورشیدِ نورانی کے نقاب میں رخ چھپانے سے ڈرتے تھے۔ پھر رات تک یہی دستور رہا اور حُسنِ شیخ سے ایک عالم معمور رہا۔ اُدھر سے کاریگران صندوق بنا کر آ حاضر ہوئے۔ اِدھر معماران محلِ خاص میں تجر بنانے سے فارغ ہوئے۔ تجر میں صندوق کو اتارا اور روئی ڈال کر نرم کیا اور سنوارا۔ پھر اس سلطان الاولیاء کو محلِ خاص میں لائے اور ہر خاص وعام نے آخری الوداع کہہ کر صلوات کے تحفے پہنچائے۔ سبحان اللہ! حضور کے چہرۂ پرنور کے آگے شعاعِ شمع بھی شرمسار ہوتی تھی اور مخلوق حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ دیکھ کر روتی تھی۔ آخر جمعرات ۲۷ جمادی الآخر اُس سلطان العارفین کو بسترِ لحد پُر روبقبلہ سُلا دیا اور اُس نازنین نے اپنے عشاق سے روئے زیبا کو چھپالیا۔

حضرت صاحبزادہ پیر سیّد فضل حسین شاہ صاحب کی سجادگی ومسند خلافت پر جلوہ افروز ہونے کا بیان:۔

جونہی کہ اس خورشیدِ جمالِ غوثیت اور بدرِ کمالِ قطبیت نے لحد کی مغرب میں اپنی شعاعوں کو چھپایا۔ مخلوقات کی نگاہوں میں اندھیرا چھا گیا۔ موت کی خبر عالم میں ہوا کی طرح پھیل گئی۔ دُور دُور کے لوگ سُن سُن کر آنے لگے اور اُس نورانی صورت کو یاد کر کے دردوغم کے آواز سنانے لگے۔ عالم میں ایک محشر برپا ہو گیا اور گھر گھر میں ہجر کے ماتم شروع ہوئے۔ درد بھری آنکھیں رونے لگیں اور اُمیدیں منقطع ہونے لگیں۔ خیالات منتشر ہو رہے تھے اور مرید بچارے رو رہے تھے کہ اچانک منشورِ خلافت جنابِ الٰہی سے بنام شہزادہ حضرت سید فضل حسین شاہ صاحب حضرت سیدی مرشدی مخدمی (شیر یزدانی) دامت برکاتہم کے قلبِ سلیم پر نازل ہوا۔ فوراً روضہ مقدس میں مجلس منعقد فرمائی اور دستارِ سجادگی حضرت سید فضل حسین کے سر پر باندھ کر مسندِ خلافت پر بٹھا دیا اور منادی کرادی کہ ہر مرید صادق الیقین حضرت سجادہ نشین کے ہاتھ پر مطابق سنت سید المرسلین وخلفائے راشدین کے ازسرِ نو بیعت کرے، اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی پیشانی میں وہی نورِ قطبیت مثل آفتاب کے چمکنے لگا۔ اُس مجلسِ پاک میں حضرت مخدوم سید حبیب بخش بغدادی اُدام اللہ برکاتہم بھی رونق افروز تھے۔ سب سے پہلے خلیفہ خاص میاں اللہ یار صاحب نے دستِ ارادت دراز کیا اور سجادہ نشین صاحب نے اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ یہ ہاتھ اپنے پیر کا ہاتھ سمجھو اور جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے اس پر عمل کرو۔ اور میں نے آپ کا ہاتھ انہیں جناب کو سونپا۔ پھر مہر نور محمد وغلام محمد ہراج، پیر قادر بخش بغدادی وہر دو خلیفہ میاں محمد فاضل و پیر سخی محمد شاہ دستِ بیعت سے مشرف ہوئے۔ بعدازاں ہر طرف سے ہاتھ دراز ہونے لگے اور صدقِ ارادت کی آواز جاری ہوئی اور روضۂ پاک کے اندر شوروغل مچ گیا۔ اس لیے حسب فرمان حضرت قبلۂ عالمیان (شیر یزدانی) روضہ منور سے باہر چبوترہ پر جلوس مقرر ہوا۔ ہر ایک کے دل میں شوق پیدا ہوا۔ تمام مریدان وطالبان یکے بعد دیگرے دستِ بیعت سے مشرف ہونے لگے اور پیشِ خدمت تحائف ونذرانے ڈھونے لگے۔ یکدم زمانہ بدل گیا اور خوشی کے آثار نمودار ہوئے۔ پریشان خاطروں

کو اطمینانِ قلب نصیب ہوا اور مردہ دلوں کو دوبارہ زندگی حاصل ہوئی۔ ڈوبتا ہوا جہاز کنارے جا لگا اور جاتی ہوئی آواز دوبارہ گونج اُٹھی۔ پژمُردہ چہروں پر رونق آ گئی اور مصلحت ہر ایک کے دل میں سما گئی، میرے قبلہء معنوی (شیر یزدانی) کی حق ادائی کے لوگ گیت گانے لگے اور سجادہ نشین کو مبارک باد کے مژدے سنانے لگے۔

الحمدللہ کہ آج شہزادہ سیّد فضل حسین حضرت مرشدی مخدومی (شیر یزدانی) دامت برکاتہٗ کے خلیفہ ہوئے اور اپنے والد ماجد جناب قطب الاقطاب قدس سرہٗ کے سجادہ نشین بنے اور مجلسِ عام میں حضرت سیدی مرشدی (شیر یزدانی) سے کہا کہ آپ تمام ارادت مندوں کو فرما دیویں کہ لنگر حضور کا بدستور جاری رہے گا اور درس بھی اُسی طرح قائم رہے گا اور میں عہد کرتا ہوں کہ تادم زیست اس عالی دربار کا خدمت گزار رہوں گا اور آپ دعا فرماویں کہ میری دو بیوہ مائیں ہیں۔ خداوند کریم مجھے توفیق عطا فرماوے کہ میں ان کی خدمت اچھی طرح سے ادا کر سکوں اور میری رہائش کے دو مقام ہیں۔ ایک یہ دربارِ معلیٰ دوسرا فتح پور شریف، میں ہمیشہ اس دربار کا خادم رہوں گا۔ اور جب اُداس ہونگا حضور (شیر یزدانی) کے پاس چلا آؤں گا۔ حضرت پیرِ دستگیر (شیر یزدانی) آپ کی یہ تقریر دلپذیر سن کر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ "فضلا یا! آج آپ سے وہی قطبائے کے آثار نمودار ہو رہے ہیں اور بہت عمدہ خوشبو آئی ہے۔ خداوند کریم آپ کو ایسی ہی توفیق عطا فرمائے اور میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس دربار کا مجاور ہوں۔ آپ کوئی فکر نہ کریں" اور تہ دل سے دعائے خیر فرمائی اور تمام مجلس سے آمین ثم آمین کی بلند آواز آئی۔

رات کو بعد فراغت نماز حضرت سجادہ نشین مراقب بیٹھے تھے کہ اچانک دل کی آنکھیں کھل گئیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ جناب قطب الاقطاب قدس سرہٗ آپ کے سر پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "فضل! جو آپ کے ظاہری قصور تھے وہ ہم نے خود معاف کر دیئے تھے اور باطنی قصور تمہارے پیر نے بخشائے ہیں۔ اور یہ سب فیض اپنے پیر کا سمجھنا۔ کسی اور طرف سے مت خیال کرنا اور جو تم نے اپنے پیر کے ساتھ عہد کیے ہیں اُن پر قائم رہنا تمہیں کسی قسم کی لوائی نہ ہوگی"۔ علی الصبح حضرت قبلہ ام کی خدمتِ اقدس میں واقعہ بیان کیا۔ آپ نے نہایت شاد ہو کر مبارک باد کہی اور جمیع ارادت مندوں کو ہدایت فرمائی کہ "حضرت فضل حسین پر اعتقاد خالص رکھیں اور یہ وہی قطب الاقطاب کا نور سمجھیں اور جو شخص بیعت سے انکار کرے گا اُس کی ارادت میں نقص واقع ہوگا"۔ یہ سُن کر شمع جمالِ قطبیت کے پروانے ایک دوسرے سے آگے گرنے لگے۔

جناب قطب الاقطاب قدس سرہٗ کا عالم خواب میں لوگوں کو صاحبزادہ صاحب سے بیعت کرنے کا ارشاد فرمانا:۔

جن لوگوں کے دلوں میں ذرا بھی اشتباہ پیدا ہوا فوراً جناب قطب الاقطاب نے عالمِ خواب میں اُن کا شبہ دور کر دیا۔ چنانچہ ایک عورت صالحہ کہتی ہے کہ میں سجادہ نشین صاحب کی بیعت سے متذبذب ہوئی تو رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور انور روضۂ منور کے آگے چبوترے پر ایک تخت مزین کے اوپر شاہانہ لباس پہنے ہوئے جلوہ افروز ہیں اور آپ کے سر مبارک پر نورانی سہرے جگمگ جگمگ کر رہے ہیں اور سامنے ایک پانی کا چشمہ موجود ہے۔ اُس اولیاؤں کے سرتاج قطب العالم نے میاں سردار بخش ہراج کو فرمایا، منادی کر دو کہ ہر شخص اس چشمہ میں نہا کر فضل حسین سے بیعت کرے جو کوئی مرید ہوگا اُس کے تمام گناہ بخشے جائیں گے۔ پھر مجھ کو فرمایا کہ تو بھی نہا کر بیعت کر

لے۔ میں نے عرض کیا یا حضرت چشمہ میں مرد نہا رہے ہیں۔ فرمایا فکر نہ کرو یہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھتے۔ پس صبح کو وہ عورت نیک بخت بھی نہا کر مرید ہو گئی، اور مولوی محمد سلیمان نے قبلۂ عالمیان حضرت مرشدی مخدومی (شیر یزدانی) دامت برکاتہٗ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ جناب قطب الاقطاب قدس سرّہٗ پلنگ نوار پر سفید لباس پہنے ہوئے تشریف فرما ہیں۔ پلنگ کے ہر چہار پائیوں سے نور کی شعاعیں آسمان کی طرف جا رہی ہیں اور ایک سنہری کرسی نہایت خوبصورت پاس دَھری ہے اور مجھے کو فرماتے ہیں کہ تو کیوں گھبرایا ہے۔ فکر نہ کر اور فضل حسین سے بیعت کر لے اور اگر کوئی مُعمّا دریافت کرنا ہو تو آپ کا نام لے کر فرمایا کہ اُن سے پوچھ لیا کرو۔

میاں فتح شاہ نیکو کارہ کہتا ہے کہ جب مجھ کو حضور پُر نور کے وصال کی خبر پہنچی تو دل میں خیال آیا کہ اب وہاں جا کر کیا کرنا ہے۔ جب میں اس جگہ آیا تو خواب میں جناب قطب الاقطاب کی زیارت سے مُشرف ہوا۔ میں مدت سے ایک وظیفہ کا خواہشمند تھا۔ وہ عطا فرمایا اور حکم کیا کہ یہ کسی کے آگے ظاہر نہ کرنا۔ پھر فرمایا کہ تو کیوں گھبرایا ہے۔ فضل حسین جو موجود ہے، اور بھی اگر کچھ دریافت کرنا ہو تو میاں اللہ یار صاحب کا نام لے کر فرمایا کہ اُن سے پوچھ لینا۔

پیر عبداللہ شاہ الٰہ آبادی کو بھی خواب میں آپ سے بیعت کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اسی طرح بہت لوگوں کو جناب قطب الاقطاب نے عالمِ خواب میں حضرت فضل حسین سے بیعت کرنے کی تاکید فرمائی۔

نور قطبیت کا ظہور اور سلسلہ فیضان کا بیان اور جناب غوث مکرم خلیفۂ اعظم حضرت سیّدی مُرشدی مخدومی سیّد شیر محمد شاہ گیلانی ادام اللہ فیوضہم کے احسان وعطیہ کا شکریہ:۔

الغرض جملہ سعادتمندان وارادت کیشان از سرِ نو حضرت سجادہ نشین صاحب کی دستِ بیعت سے مشرف ہونے لگے۔ علاوہ بریں دیگر اشخاص عام وخاص بھی اُس عالی جناب کے دَر سے فیضیاب ہونے لگے اور نورِ قطبیت کی شعاعیں اطرافِ عالم میں اسی طرح چمکنے لگیں اور بطور سابق سلسلۂ فیضان شروع ہوا یعنی مُریدوں کے دلوں پر رحمت کی جھڑیاں برسنے لگیں اور صدق واخلاص کے کھیت لہلہانے لگے۔ فضل واحسان کے دریا اُچھلنے لگے اور علم وعرفان کی خلعتیں ملنے لگیں۔ میخانۂ وحدت کے دروازے کُھلنے لگے اور بادۂ عشق ومحبت کے دور چلنے لگے۔ ذوق وشوق کی مستیاں آنے لگیں اور ہجر وفراق کی کلفتیں جانے لگیں۔ لوگ دیکھ دیکھ کر حیران ہونے لگے اور قبلہ ام (شیر یزدانی) کی مَدح خوانی میں رطب اللسان ہونے لگے کہ یہ سب اُس پیر مغاں کے لطف وکرم کی بدولت ہے اور خواجہ محمد شیر کے دَم قدم کی برکت ہے اور یہ اُنہیں جناب کے جوش رحمت کا ظہور ہے اور یہ انہیں حضرت کے آفتابِ کرامت کا نور ہے کیوں نہ ہو! آپ نے اسی آستانہ پاک سے رفعتِ افلاک کا مرتبہ حاصل کیا اور حضرت قطب الاقطاب سے خلیفۂ اعظم کا خطاب لیا۔ پھر اُس قطب زمان کے احسانات کا ایسا شکریہ ادا کیا کہ زمین پر خلائق آپ کی وفاداری کے گیت گانے لگے اور آسمان پر ملائک آپ کی حق ادائی کے خُطبے سُنانے لگے یعنی آپ نے تاجِ کرامت پھر اُسی زبدۂ خاندانِ قطبیت شہزادہ سید فضل حسین کے سر پر رکھ کر اور دستارِ سجادگی باندھ کر مسندِ عزت کا صدر نشین بنا دیا اور شکستہ خاطر مُریدوں کی ترستی ہوئی آنکھوں کو دوبارہ پھر وہی قطب الاقطاب کا جلوۂ

نورانی دکھا دیا۔

قطعات

تاریخ وفات حسرت آیات جناب قطب الاقطاب حضرت سیّد قطب علی شاہ بخاری محلوی قدس سرہ العزیز
از بندہ خادم الفقراء غلام محمد عفی عنہ

بوقت آمدِ اشراق و روز پنجشنبہ
کہ بُود بست و ششم از جمادی الثانی
ہزار و سہ صَد و چہل و شش از سنِ ہجری
بگشت واصلِ حق آں حبیبِ سبحانی
بگفت ھاتفِ غیبم کہ سالِ ترحیلش
بجو ز محوِ خدا شاہ قطبِ ربانی
(۱۳۴۶ھ)

ایضاً

یومِ خُمس از جمادی الثانی
کرد پرواز رُوحِ قطبِ زمان
سوئے جنت برفت و زاں بگذشت
جانِ پاکش رسید با جانان
بُود فیاض و دستگیرو کریم
اہلِ ارشاد و صاحبِ عرفان
سالِ تاریخ وصلِ او جستم
گفت ملہم و حافظِ قرآن
(۱۳۴۶ھ)

ایضاً

قطبِ اقطابِ زمانہ غوثِ اغواثِ جہاں
آنکہ جزوے کس ندیدہ منتہائے بحرِ عشق
عارفاں را بُود لاریب اوستادِ معرفت
عاشقاں را بُود بیشک رہنمائے بحرِ عشق

بُوْد آں پیر ازل غوّاص بحرِ لــم یــزلُ
دُرِّ یکتا بودو گوہر بے بہائے بحرِ عشق
آمدہ بُود از برائے خلق آں دُرِّ یتیم
باز غوطہ زد میاں قعر ہائے بحرِ عشق
ذات او پیوست باذاتِ خدائے ذوالجلال
دُرِّ دریائے حقیقت شد فنائے بحرِ عشق
ہاتفے ایں گفت با آہ و غم و درد و الم
(۱۳۴۶ھ)
حضرتِ قطبِ علی شد آشنائے بحرِ عشق
(۱۳۴۶ھ)

ایضاً

آں شاہ قطبِ عالم نورِ خدا مجسم
جانِ رسولِ اکرمؐ فخرِ جنابِ آدمؑ
در شرع و در طریقت در علم و در حقیقت
در عشق و در محبت بود از ہمہ مُقدم
رفت از جہانِ فانی در ملکِ جاودانی
آں قبلۂ جہانی و کعبۂ مکرّم
سالِ وصالِ آں شہِ در گوش من سحر گہ
ہاتفِ بگفت کہ وَہ وَہ بادشاہ اعظم
(۱۳۴۶ھ)

ایضاً

ہوا تھا اِس طرح روشن جہاں میں قطبِ ربّانی
کہ شرمانے لگا اُس سے فلک پر شمسِ نورانی
دِکھایا جلوۂ ذاتی طلبگارانِ معنیٰ کو
سخی فیاض تھے ایسے لٹایا گنج پنہانی
ہزاراں حیف و صد ہا غم نہ کیونکر ہم کریں باہم
کہ اُس خورشیدِ انور نے چھپایا روئے رخشانی
کیا عزمِ سفر جس دم شہِ قطبِ دو عالم نے
تو ہاتف سے ندا آئی چلا فرخندہ پیشانی
(۱۳۴۶ھ)

قطعاتِ تاریخ ازنتائج طبع مولوی احمد دین کمالوی المتخلص بہ احمد

بوصلِ خدا قطب علی شاہ خرم
مشو محوِ رنج و الم درد و ماتم
ہمہ حور و غلمان و رضوان جنت
شد آراستہ بہرِ تعظیم باہم
ملک در جناں بُرد چوں روحِ اطہر
ملائک بکر دند ہمہ خیر مقدم
ندا آمد از غیب در گوش احمد
بہ جنت مکاں کرد شاہ قطب عالم

(۱۳۴۶ھ)

دیگر

یومِ خمس از جمادی الآخر
دیدہ ام حادثہ یکے پُر درد
کرد از ما جُدا قضاء و قدر
قُطب الاقطاب کامل اکمل مرد
گفت ہاتف کہ آہ احمد دین
قطب شاہ از جہان رحلت کرد

(۱۳۴۶ھ)

قطعاتِ تاریخ مفروجاتِ طبع حافظ حبیب اللہ کمالوی مع اظہارِ غم بروفات حسرت آیات جناب قطب الاقطاب قدّس سرہ العزیز

افسوس صد افسوس مارا بَر فراقِ قطب شاہ
گمراہاں را راہنما و عاجزاں پُشت و پناہ
غمگسار بے کساں بَر سائلاں جُود وکرم
بامرّوت خُلقِ اعظم سیدِ صاحب شَرم
خیر خواہِ کُل بشر آں والیِ پیر محل
دیدزد بردیدِ کس بس رفت اُو را کُل خلل

فیضِ عالم را دہد از چشم مشرب قادری
بُود بخشش از خُدا بر قطب شاہ قادری
اہلِ سنّت را ملالے بر وفاتِ حق نما
در غم شاہ است حافظ کمترین بس مبتلا
(۱۳۴۶ھ)

دیگر

چُوں رفت از دارِ فنا آں قطب عبد القادری
ہاتف بحافظ گفت ایں وہ رفت قمر قادری
(۱۳۴۶ھ)

قطب وقت کا جنازہ:۔

پیر برکت علی صاحب (کنجوانی شریف) بیان کرتے ہیں۔ جس دن حضرت پیر سید قطب علی شاہ کا سندھیلیانوالی میں وصال ہوا۔ رات کو عالمِ رویاء کے اندر میرے رہنما حضرت عارف حسن رام پوریؒ تشریف لائے اور فرمایا ''برکت علی! آج ایک قطب کا وصال ہو چکا ہے۔ چل اُن کا نمازِ جنازہ پڑھنا چاہیے۔'' یہ فقیر اپنے ہادیٔ منزل کے ساتھ نمازِ جنازہ میں شامل ہوا۔ نمازِ جنازہ میں کافی لوگ تھے لیکن میں اپنے ہادیٔ منزل کے سوا کسی کو پہچانتا نہ تھا۔

(سوانح عمری حضرت پیر برکت علیؒ۔ صفحہ 154، مؤلف حکیم حافظ محمد سلطان)

اشعار در فراق حضرت قطب عالم پیر محلویؒ
رَوَّحَ اللّٰہ رُوحَہ، نَوَّرَ ضَرِیحَہ،

بعد از وصال برگزیدۂ ذوالجلال، شیخ الاسلام والمسلمین، وارثِ علوم الانبیاء والمرسلین، سرگروہِ اولیاء اللہ، جنابِ قطب الاقطاب حضرت پیر سید قطب علی شاہ بخاری پیر محلوی قدس سرّہٗ العزیز کے ایک روز جنابِ غوثیت مآب غوث المحققین، قطب العارفین، مخزنِ علومِ سُبحانی، معدن فیوضاتِ یزدانی مرشدنا ومولانا حضرت سید شیر محمد شاہ جیلانی **ادام اللہ فیوضہ، و افاض علینا برکاتہ،** اپنے صاحبزادہ حضرت سید غلام رسول شاہ کے گھر تشریف لے گئے۔ تو سامنے دیوار پر جناب قطب الاقطاب، محبوب ربّ الارباب، حضرت پیر روشن ضمیر کی تصویر دلپذیر نظر آئی جس کو دیکھ کر تمام بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور اسقدر دَرد پیدا ہوا۔ جو احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ اُس وقت نہایت آہ وفغاں کے ساتھ مندرجہ ذیل اشعار زباں پر جاری ہوئے۔

سوہنی دلپذیر تصویر ہادی اَج چھک لایا مینوں تیر بیلی
ایہہ تیر سریر نوں چیر گیا مثل فصد کھلی دل دی سیر بیلی
دونویں نین بے چین ہو وہن آپے بیوس وہاوندے نیر بیلی
اَج لُطف قُطبائیدےؒ یاد آئے، لُوں لُوں منگے پیر، پیر بیلی

کِتھے چَن نمانی دا چھپ گیا وتاں ڈھونڈ دی بدر مُنیر بیلی
دَسو چَن سوہنا ،میرا من موہنا کِدے گیا اوہ دلدی دھیر بیلی
بھٹھ زندگانی ،باجھوں یار جانی ہووے یار دے کول خمیر بیلی
میرے ناز قطبائیدےؒ نال آہے، ہویاں یار دے باجھ ظہیر بیلی

کدھی باجھ قطبائیدؒے کون لائے میرا اُس دے نال ہے سیر بیلی
ہادی باجھ شادی سبھا بُھل گیا غم آئے نی گھت وہیر بیلی
ہجر، دَرد،فرآق ،دل چاک کیتا ہادی باجھ ہویاں دلگیر بیلی
میرے پیر جیہا کوئی پیر ناہیں آہا پیر اوہ بے نظیر بیلی

مان ،تران تے دین، ایمان آہا میرے نال آہا کھنڈ کھیر بیلی
دو تن اُتوں ہکو من وچوں آہا سن مثل رانجھے ہیر بیلی
جند جان جاناں ایمان آہا میرے نال آہا کھنڈ کھیر بیلی
ہادی عشق رنگیلے دی جاگ لائی اجے آہا مَیں سَن صغیر بیلی

زندی وانگ مچھی ذبحہ ہو گیاں، اچھی یار نے واہی تکبیر بیلی
سَن تیراں سو اُٹھ۱۳۰۸ھ وچہ بھاگ جاگے پھڑیا سوہنے قطبائنوںؒ پیر بیلی
جیہڑے فیض قطبائےؒ تھیں مجھ پائے سمجھے اوسدی کون تعبیر بیلی
لکھ وار جے شُکر ادا کراں ہووے شُکر دی کداں اَخیر بیلی

سوہنا جھلی وِلّی نوں چھوڑ گیائی اللہ دی من تقدیر بیلی
اللہ سَدا فضلائےؒ نوں رنگ لائے شالا مدد ہووس دستگیر بیلی
شالا سدا قطبائیدےؒ رہن سائے نِت رہے فضلائےؒ دی دھیر بیلی
میرے ہادی دا سلسلہ رہے قائم منگے نِت دُعا فقیر بیلی
شالا شیر محمدؐ یاد رہے چہرا پیر دا وقت اَخیر بیلی

(مکتوباتِ عشق از حضرت سید شیر محمد گیلانیؒ، خط نمبر24، ص80-78)

مسجد و روضہ اول کی تعمیر:۔

دربارِ قطبیہ کی عالیشان مسجد ۱۳۳۲ھ (بمطابق 1913ء) کو تعمیر ہوئی جس کا تفصیلی تذکرہ بابِ چہارم میں ہے گویا عرصہ 85 سال یہ مسجد موجود رہی۔ ۱۳۳۹ھ (بمطابق 1920ء) کو حضور کے والد ماجد کا محل مبارک تکمیل پذیر ہوا تو آپ نے دربارِ قطبیہ پر اپنے لیے حجرہ مبارک کی تعمیر کا آغاز کیا جس کا تفصیلی ذکر باب ششم میں موجود ہے۔ حجرہ مبارک کے تین اطراف نہایت خوبصورت برآمدہ بنایا گیا اور اس عمارت کو اٹھاس (دوسری منزل) تک لے جا کر زیرِ تکمیل چھوڑ دیا گیا۔ حضرت قطب عالمؒ کے وصال اور وہاں تدفین کے بعد 1928ء میں پیر سید فضل حسین شاہ نے اٹھاس کے اوپر ایک نہایت دل کش گنبد تعمیر کروایا اور محل کی پہلی منزل پر اندرونی حصہ میں چوبی چھت ڈلوا کر اُسے خوبصورت نقش و نگار سے مزین کیا، اس عمارت کی بلندی کم و بیش چالیس فٹ ہوگی لیکن اپنے دور میں فن تعمیر کا ایک نادر نمونہ تھا۔ 1939ء میں حضور کے فرزند اکبر اور سجادہ نشین اول پیر سید فضل حسین شاہ کا وصال ہوا تو انہیں حضور کے مغربی پہلو میں دفن کیا گیا اور دونوں مزارات پر نہایت خوبصورت چوبی پالکیاں تیار کر کے رکھی گئیں۔ یہ روضہ مبارک کم و بیش 75 سال موجود رہا۔

بعض کتب میں پرانے دربار کا ذکر:۔

☆ ''آپ کا مزار پُر انوار نہایت شاندار بنا ہوا ہے۔ اور مرجع خلائق ہے۔ سالانہ عرس پر بے پناہ ہجوم ہوتا ہے۔ اب یہ مزار محکمہ اوقاف کی تحویل میں آ چکا ہے۔'' (آجکل اوقات میں نہیں، سجادہ نشین دوم نے واگزار کروالیا تھا)

(تذکرہ اکابر اہلسنت از علامہ عبدالحکیم شرف قادری، صفحہ 406)

☆ ''آپ کا مزار مرجع خلائق ہے اور سالانہ عرس پر بے پناہ ہجوم ہوتا ہے، آپ ایک بہت بڑے زمیندار بھی تھے۔ فیصل آباد ڈویژن میں بڑے زمینداروں میں شمار ہوتے ہیں۔''

(اربابِ طریقت از مولانا حاجی ادریس بھوجیانی، صفحہ 351)۔ (اولیاء اللہ از علامہ عالم فقری، صفحہ 119)

مسجد و روضہ ثانی کی تعمیر:۔

دربارِ قطبیہ کے دوسرے سجادہ نشین اور حضرت قطب عالمؒ کے پوتے پیر سید اسرار حسین شاہؒ نے کئی سال پہلے مسجد و دربار کو از سر نو تعمیر کرنے کے لیے نقشہ جات بنوائے مگر ہر بار کوئی نہ کوئی امر مانع کے سبب اس کام کا آغاز نہ ہو سکا اور وہ 18 جون 1999ء کو وصال فرما گئے، انہیں حضرت قطب عالمؒ کے مشرقی پہلو میں دفن کیا گیا جب کہ حضور کے مغربی پہلو میں پہلے ہی آپ کے فرزند اکبر اور سجادہ نشین اول پیر سید فضل حسین شاہ کی مرقد شریف تھی۔ چونکہ روضہ مبارک زیادہ کشادہ نہ تھا اب تیسری مزار کی وجہ سے مزید جگہ نہ رہی حضرت قطب عالم کے قدموں کی طرف باہر حجرے تھے جن میں حضور کے فرزند ثانی پیر سید محمد غوث اور گھر کی مستورات کے مزارات تھے، موجودہ

سجادہ نشین پیر سید ابرار حسین شاہ جو دربارِ قطبیہ کے تیسرے سجادہ نشین اور حضرت قطب عالم کے پڑپوتے ہیں انہوں نے اپنے والد ماجد کی دیرینہ خواہش اور وقت کی ضرورت کے پیش نظر مسجد اور روضہ کی از سرِ نو تعمیر کا آغاز کیا۔ نہات وسیع و عریض اور بڑے عالیشان انداز میں مسجد و روضہ کی تعمیر فرمائی اب ان دونوں عمارتوں کو اکٹھا کر دیا گیا اور درمیان میں کم وبیش ستر فٹ بلند مینار بھی بنایا گیا تادمِ تحریر مسجد، مینار اور روضہ مبارک تعمیر ہو چکا ہے، برآمدے کے فرنٹ پر سنگ مرمر اور چینی کی ٹائلیں لگائی گئی ہیں حضرت قطب عالمؒ کے عہد مبارک کی تعمیرات چونکہ سطح زمین کے برابر تھیں اب مٹی سے اتنی بھرآئی کی گئی ہے پرانا صحن اور مزارات کم وبیش چھ فٹ نیچے رہ گئے ہیں موجودہ مزارات ان کے اوپر دوبارہ تعمیر کئے گئے۔ الغرض اس عالیشان عمارت پر اب تک کئی کروڑ روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔

الٰہی تا بہ ابد آستانِ یار رہے
یہ آسرا ہے غریبوں کا برقرار رہے

☆☆☆☆☆

باب ہشتم

دیوانِ قطبیہ

حضرت قطبِ عالمؒ کا منظوم کلام

شعروشاعری کو ہمیشہ ہمارے اسلاف کرام نے اپنی قلبی کیفیات کے اظہار کا ایک ذریعہ سمجھا ہے۔اس لیے بیشتر صوفیائے کرام نے شعروشاعری سے شغف رکھا۔آج بھی اُن کا منظوم کلام اپنے اندر جذب وشوق اور دَردو سوز کا ایک بحرِ بیکراں لیے ہوئے ہے۔حضرت قطبِ عالمؒ شعروشاعری کا باقاعدہ مشغلہ نہیں رکھتے تھےلیکن اپنے پیشروحضرات کی تقلید میں بعض اوقات آپ کی زبان دُرفشان سے بڑے قیمتی جواہر کا ظہور ہوتا رہتا۔حضور نے فارسی ،اردواور پنجابی میں طبع آزمائی فرمائی۔شاعری کی ہر صَنف آپ کے کلام میں موجود ہے۔جس سے شعروسخن پر آپ کے مکمل عبور کا پتہ چلتا ہے۔حضور نے وحدت الوجود کے دقیق مسائل کونہایت عام فہم اور آسان پیرائے میں رقم فرمایا۔اس کے علاوہ یہ اشعار آپ کے غلبۂ حال کے لطیف جذبات واحساسات کا بھی مرقع نظر آتے ہیں۔حضرت قطبِ عالمؒ کوشاعری کے تمام اصولوں پر اسطرح دسترس تھی کہ کہیں وزن ،بحور،قافیہ اور ردیف کی پابندی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔کلام قطبِ عالم جب پڑھا جائے۔تو الفاظ ومعانی کی تراکیب سے یوں محسوس ہوتا ہے۔جیسے شاعری کی تمام اصناف پرطبع آزمائی کرنے والے کسی کہنہ مشق اور بلند پایا سخنور کا کلام ہے۔چونکہ آپ کا یہ مشغلہ نہیں تھا۔اس لیے کوئی باقاعدہ دیوان مرتب نہ فرمایا۔البتہ آپ کی تصانیف میں کئی مقامات پرآپ کی غزلیات،مناقب اور دیگر منظومات ملتے ہیں۔راقم الحروف نے موجودہ سجادہ نشین پیر سید ابرار حسین شاہ صاحب کی اجازت سے آپ کے متفرق کلام کوایک دیوان کی صورت میں مرتب کرنے کا پروگرام بنایا۔اوراکتوبر 2004ء میں ’’دیوانِ قطبیہ‘‘ کی صورت میں یہ مجموعہ کلام شائع کروایا۔تین زبانوں میں ہونے کی وجہ سے ہر ایک زبان کا علاحدہ،علاحدہ حصہ بنایا۔اور فارسی چونکہ ہمارے ملک میں ختم ہورہی ہے۔اُس کا بامحارہ اردوترجمہ بھی شامل کیا گیا۔اس باب میں حضرت قطبِ عالم کا منظوم کلام درج کیا جاتا ہے۔تاکہ اشعار کی صورت میں آپ کے افکار کا نوراپنے قارئین تک پہنچاؤں۔

دیوانِ قطبیہ اہلِ علم ودانش کی نظر میں

1۔سجدۂ قلم:۔

خداوندِ ذوالجلال والاکرام کی یہ وسیع وعریض اور حسین وجمیل دنیا کسی دور میں بھی عقیم نہیں رہی۔اس کی آغوش میں بڑی بڑی شخصیتیں جنم لیتی رہیں۔یہ بے نظیر ہستیاں مینارۂ عظمت ہیں۔یہ بے مثل شخصیتیں مینارۂ نور کا درجہ رکھتی ہیں۔یہ تاریخ ساز افراد ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔یہ عہد آفریں لوگ خدا کا انعام اور اسی کا احسان ہیں۔بے شک یہ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔جو لاکھوں افراد میں معروف ومقبول ہوتے ہیں۔جو بے کراں عظمتوں کے مالک اور بے بہا صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں۔جو بے شمار امیدوں کا محور اور بے قرار دلوں کا سرور ہوتے ہیں۔بلا مبالغہ ایسی ہی ایک ممتاز ومنفرد شخصیت،شہریارِ جمال،پیکرِ لطف وکمال،قُطب الاقطاب پیر سید قطب علی شاہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تھی۔

جو علم کا بحرِ بیکراں،عزم وعمل کا عظیم نشاں،عبادت وریاضت کا مہرِ درخشاں،سیرت وکردار کا باب

تاباں، وارثِ شاہِ جیلاںؒ، حق وصداقت کی پہچان، مسلکِ حق اہلِ سنت کے ترجمان اور عارف حدیث وقرآن تھے۔
جن کی صورت محبت کا عکسِ جمیل اور جن کی سیرت ولایت کی دلیل تھی۔ جو عظیم مبلغِ اسلام، آرائشِ صوفیائے کرام، زینتِ اولیاء عظام اور اولادِ رسولِ انامؐ تھے۔ شاید بہت ہی کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہو کہ تفسیر وحدیث، منطق وفلسفہ اور فقہ وادب کے جلیل القدر عالم باعمل، ولی کامل ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت اعلیٰ اور پاکیزہ شاعرانہ ذوق بھی رکھتے تھے۔ آپ کبھی کبھی مجلس وعظ وارشاد میں موقع محل کے مطابق فی البدیہہ فارسی، اُردو، پنجابی میں عام فہم اور دلنواز اشعار سے نوازتے جو آپؒ کی مختلف تصنیفات میں بکھرے ہوئے تھے۔ ان کو ایک دیوان کی صورت میں جمع کرنے کی سعادت پیر طریقت، بدرِ شریعت صاحبزادہ پیر محمد طاہر حسین قادری حنفی زید مجدہٗ زیب آستانہ عالیہ منگانی شریف کے حصہ میں آئی۔

این سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

صاحبزادہ والا شان نے انتہائی جانفشانی، جہدِ مسلسل اور عرق ریزی سے ''دیوانِ قطبیہ'' کو مرتب فرما کر سلسلہ عالیہ قطبیہ کے مریدین اور متعلقین ومتوسلین پر احسان فرمایا ہے۔
اللہ رب العزت جل وعلیٰ اپنے حبیبِ کریمؐ کے وسیلہ جلیلہ سے صاحبزادہ صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور آپ کے علم، عمل اور عشق میں مزید ترقیاں عطا فرمائے۔ امین بجاہِ سید المرسلینؐ

گدائے درِ بتول وآلِ رسولؐ

مفتی محمد فاروق سلطان قادری فاضل جامعۃ الازہر (مصر)
خطیب دربارِ قطبیہ سندھیلیا نوالی شریف
(دیوانِ قطبیہ، ص: 9-8)

2۔ دیوانِ قطبیہ نامہ:۔

بہ مناسب چاپ ونشر دیوانِ قطبیہ منظوم کلام قطب الاقطاب فرد الاحباب حضرت پیر سید قطب علی شاہ بخاری قادری پیر محلوی قدس سرہ العزیز۔ ترتیب وتحقیق حضرت عارف باللہ ودانشمند شعائر اللہ جناب آقای خواجہ ابوالحسن پیر محمد طاہر حسین قطبی قادری کرمی مدظلہٗ العالی۔ بہ کوشش آستانہ عالیہ غوثیہ قطبیہ دربارِ کرمیہ طاہر آباد منگانی شریف ضلع جھنگ (پنجاب) پاکستان

می زند ہر دم نوای حیدری   قطب علی شاہ بخاری قادری
نام نیکش قطب علی شاہ آمدہ   قادری و پیر محلوی و صفدری
شعر او پیوستۂ لطفِ قلم   آمدہ ''نٓ و القلم'' رامظہری
فارسی و اردو و پنجابی بخوان   جلوۂ اشعار اورا گوھری
او بُوَد دانا سخندانِ بزرگ   در طریقِ عشق حق روشنگری
در کلام قطبیہ کوشش نمود   بوالحسن طاہر حسین قادری
طاہرِ ما پیکرِ لطف و صفا   کشف این دیوان نمود گر بنگری
سید ابرار حسین شاہ پیرِ حق   انتساب آن بہ او شد یاوری

موج دریا سیّد راه و طریق   ''راوی دریا'' راشده آشنا گری
عارف باللہ اسرارِ وجود   هر کجا لطف و محبت سَری
کاشف سرّو عَلَن افکار او   منبع اسرار یزدان قیصری
قطب الاقطاب شد نمایان باسرو   شد امام و قطب و شیخ و سروری
دُرّ اشعارش نگین جان و دل   سرو ناز باغ مهر مهتری
آیتِ لطف و صفا در شعر او   ناز نازان قطب علی شاه خوشتری
پنج تن پاک او سروده در سخن   باغنامه دُرّ قطبیه دُرّ دَری
آمده خورشید طبع او بلند   در سما چون اوج چرخ اخضری
گوییا شعرش بُوَد معراج دل   معنی '' أنا اعطیناك الکوثری''
جلوهٔ روحِ ، امانت در دلش   چشمهٔ مهتاب روحش انوری
حل شود از حضرت مشکل کشاؓ   جست و جواندر حدیث پیغمبریؐ
حلِ مشکل خواهد از مهر علیؓ   شد علیؓ مشکل کشای خیبری
بنگرای قطب علی شاہؒ یك نظر   یا علیؓ مشکل کشا شد رهبری
چار خلیفہؓ یاورانِ مصطفیﷺ   چار عنصر شیر حق را قسوری
در نبوت بنگرید ای مؤمنان   قطب علی شاهؒ خوش بود در داوری
وحدت و کثرت بود در شعر او   لا شریك لهٗ بخوان و برتری
جمله ارشادات قطبیه بخوان   تا کنی در راه حق گردشگری
از مقامِ عشق او بشنو سخن   اکمل و کُمّل بود کاملتری
تو بخوان دیوانِ قطبیه به دل   حکمت و اخلاق و عرفان راطری
بو الحسن طاهر حسین پیر حق   کرده تحقیق و تتبع نوبری
آفرین بر کوشش و تحقیق او   زنده و پاینده ماند طاهری
این ''رها'' خدمت گزار عارفان   جان و دل دارد همه خدمتگری

سروده: دکتور محمد حسین تسبیحی رہاؔ، تهران (ایران)
(آئینۂ کرم شمارہ نمبر 29، ص:71-70)

3۔ دیوانِ قطبیہ:۔

قطب الاقطاب حضرت سید قطب علی شاہ بخاری پیر مکلوی قدس سرہ العزیز، انیسویں صدی عیسویں میں سندھیلیانوالی شریف ضلع کمالیہ میں ہوئے ہیں۔ شاعری اگرچہ آپ کا مشغلہ نہیں تھا۔ لیکن پنجاب میں صوفیاء کی رگ، رگ میں شاعری بسی ہوئی ملتی ہے۔ سو آپ نے بھی اُردو، فارسی اور پنجابی میں اس روایت کو جاری رکھا۔

دیوانِ قطبیہ میں تصوف اور رموزِ انسان و کائنات پر فکر و آگہی کے جو نمونے ہمیں ملتے ہیں۔ انہیں پڑھ کر ایمان کی پختگی ہوتی ہے۔ اور یقین و اعتماد بحال ہوتا ہے۔ چونکہ آپ نے شاعری کو اپنا ذریعہ اظہار مستقلاً نہیں سمجھا

۔سو کہیں کہیں فنی اسقام بھی دکھائی دیئے ہیں جنہیں فکر و خیال کی عمدگی میں ضم کیا جا سکتا ہے۔ دیوانِ قطبیہ، حضرت ابوالحسن محمد طاہر حسین قادری مدظلہ نے تلاش کر کے ترتیب دیا ہے۔ جس کی ابتداء تعارفی کلمات سے اس عہد، شاعری اور حضرت سید قطب علی شاہ کے بارے آگاہی ہوتی ہے۔ اس دیوان کی اشاعت کا اہتمام قادریہ آرگنائزیشن آستانہ عالیہ غوثیہ، قطبیہ دربار کرمیہ طاہر آباد منگانی شریف ضلع جھنگ نے کیا ہے۔ 2004ء میں شائع ہونے والے اس شعری مجموعے کے 134 صفحات ہیں۔ فارسی، اردو اور پنجابی زبان میں شاعری کے علاوہ آخر میں اقوال و ارشادات قطبیہ بھی طراوتِ روح کا سامان مہیا کرتے ہیں۔

شاکر کنڈان
(مجلّہ ''عقیدت'' سرگودھا، ص:95)
(جنوری تا مارچ 2006ء)

دیوانِ قطبیہ

حصہ اول (فارسی)

ربنا من پر خطاہم تو عطا دارم اُمید　　نیست من کس تو سوا دیگر کجا دارم امید

(اے ہمارے رب! میں تو عاصی ہوں لیکن تیری عنایت کا اُمیدوار ہوں۔ تیرے بغیر میرا کون ہے کس سے میں آس لگاؤں)

گُفتہ کن نیک ہا ہم کردہ ام بد بے بہا　　ایں چنیں من بیوفا از تو وفا دارم اُمید

(اے محبوب! بھلائی اور نیکیوں کی بات کریں کیونکہ مجھ سے تو لامحدود گناہ ہوتے ہیں لہٰذا میں تو بے وفا ہوں لیکن آپ سے ساتھ نبھانے کی توقع کرتا ہوں)

من بیمارم بے نوا درغم مصیبت مبتلا　　لیکن خورم زیں مرض ہا از تو شفا دارم اُمید

(میں تو بیمار بے نوا ہوں اور دکھوں کے غم میں گھرا ہوا ہوں لیکن ان امراض کو گلے لگا رہا ہوں اور آپ سے صحت یابی و شفا کی آس لگا رکھی ہے)

تو کند ہر دم عطاؤ کردہ ام ہر دم خطا　　باوجودی جُرم ہا از تو عطا دارم اُمید

(یاربِّ تعالیٰ! تو ہر دم عنایت فرماتا ہے لیکن میں ہر لحہ غلطی کرتا ہوں، اس قدر خطاؤں کے ہوتے ہوئے بھی تیری بارگاہ سے مغفرت کا اُمیدوار ہوں)

بے اُمید زیں جرمہا ہم امید از تو خُدا　　لا تقنطوا گفتہ شُما بر ایں رجا دارم اُمید

(اے خدا! اِن جرائم کے سبب میں مایوس ہو گیا ہوں لیکن تیری ذات سے نا اُمید نہیں ہوا چونکہ آپ نے لا تقنطوا ارشاد فرمایا ہے۔ لہٰذا مغفرت کی اُمید رکھتا ہوں۔)

ہر کہ آمد درتُرا خالی نہ گشتہ از عطا　　من اسیرم درخطا از تو رہا دارم اُمید

(جو بھی تیرے در پہ آیا تیری عنایت و کرم سے خالی نہ لوٹا۔ میں تو خطاؤں کا قیدی ہوں اور آپ سے نجات دلانے کی اُمید رکھتا ہوں)

اے قُطب ترسی چرا بسیار تو گرچہ خطا پس کن تو تقویٰ بر خدا آں رحمتہا دارم اُمید

(اے قطب! اگرچہ تیرے بے حد گُناہ ہیں لیکن اتنا خوف زدہ کیوں ہو گیا ہے پس تو خدا تعالیٰ کے فضل و رحمت پر یقین رکھ۔ انہیں رحمتوں پر اُمید رکھتا ہوں۔)

با شوق الف مستم نقشت خیال بستم در غم ہائے ہستم اے یار روز و شب

(میں الف کی مُحبت کے ساتھ مست ہو گیا۔ میں نے تیرے نقش کو اپنے خیال میں جما لیا۔ اے دوست اس طرح میں دِن رات غموں میں ہوں)

بازی بعشق بازم دِل جان فدا سازم خُود را بتو گدازم اے یار روز و شب

(میں نے عشق کے ساتھ بازی لگائی اور دِل و جان کو قُربان کر دیا ہے۔ اے دوست میں نے دِن رات تیرے ہجر میں خُود کو پگھلا دیا ہے)

دِل و جاں تو سپارم چیزے دگر ندارم جُز درد گریہ زارم اے یار روز و شب

(میں نے دل و جان تیرے سُپرد کر دیے اِس کے علاوہ میرے پاس کُچھ نہیں۔ اے محبوب! میں دِن رات تیرے ہی فراق میں آہ و زاری کرتا رہتا ہوں)

من عشق تو چہ دانم شب و روز در فغانم زیں غمہا حیرانم اے یار روز و شب

(میں تیرے عشق کو کیسے سمجھ سکتا ہوں کیوں کہ میں تو شب و روز آہ و فغاں کر رہا ہوں۔ مجھے دِن رات اِن غموں نے حیرت میں ڈال دیا ہے)

گو غم در فتادم لیکن برنج شادم خواہش شفا نہادم اے یار روز و شب

(گو میں غم میں گھر گیا ہوں لیکن اِس دُکھ درد میں بھی خوش رہتا ہوں میں نے شفا کی خواہش کو بھی ترک کر دیا ہے یعنی روز و شب مجھے اس غم میں لذت ملتی ہے)

بدہ وصال یارم طاقت ہجر نہ دارم بسیار شُد خوارم اے یار روز و شب

(اے محبوب! مجھے اب تو وصال عطا کر کیونکہ اب مجھ میں ہجر کو برداشت کرنے کی ہمت نہیں۔ میں بے حد تباہ ہو گیا ہوں۔ یہی میری حالت ہے)

از قفسِ غم رہیدم سوئے بقا پریدم دامِ ہجر بسے دیدم اے یار روز و شب

(میں نے غم و الم کے پنجرے سے آزاد ہو کر بقا کی طرف پرواز کی کیونکہ اے محبوب! میں رات دِن ہجر کا حال بہت دیکھ چُکا تھا)

چُوں لام الف گویم ہر یک در یک پویم خود نیست تُرا جویم اے یار روز و شب

(جب لا کہتا ہوں تو سب کو ایک ملاتا ہوں اے محبوب! میں روز و شب تیری تلاش کرتا ہوں اور اپنی نفی کر دیتا ہوں)

کُن قطب جاں فشانی قصہ مکن زبانی حالِ مرا تو دانی اے یار روز و شب

(اے قطب! سخت جانفشانی کر اور کسی سے یہ بات بیان نہ کر۔ اے دوست! تُو تو میرے حال سے دِن رات واقف ہے۔ یعنی نفی ثبات کے ذکر میں جاں فشانی کے ساتھ سخت محنت کی جائے۔ لیکن زبان سے کسی کے سامنے نہ بیان کیا جائے)

ساقیا یک جرعہ مئے وحدت بیار　　　گرد ہی تا کم نہ شُد خانت خمار
(اے ساقی! شرابِ وحدت کا ایک گھونٹ لا۔ اگر تو عطا کر دے تو تیرے گھر میں شراب وحدت کا خُمار کم نہیں پڑ جائیگا)

بر درت باز آمدم روئے سیاہ　　　پس کُجا از تو سوا آمرزگار
(میں گناہ گار تیرے دَر پر پھر لوٹ آیا ہوں تیرے بغیر مغفرت فرمانے والا کون ہے کہاں ہے؟)

عاصیاں را بخش کردن کار تُست　　　زاں سبب مشہور شُد نامت غفار
(گُناہ گاروں کی مغفرت فرمانا تیرا شعار ہے یہی وجہ ہے کہ تیرا نام غفار مشہور ہے)

گر خطا بسیار من لیکن چہ غم　　　چونکہ آں نسبت تو رحمت بے شُمار
(اگر چہ میرے بے حد گناہ ہیں لیکن پرواہ نہیں ہے کیوں کہ تیری ذات سے لاکھوں کروڑوں رحمتیں وابستہ ہیں)

حال مارا خود بدانی آنچہ است　　　در دو عالم بس تُرا خواہم دیدار
(جو ہمارا حال ہے تجھے خوب معلوم ہے لیکن میں تو دونوں جہاں میں تیرے دیدار کی لذت سے آشنا ہونا چاہتا ہوں)

با محبت محو کُن ہم ایں چنیں　　　تا کہ بینم ہر زماں وحدت بہار
(محبت کے ساتھ مجھے اس قدر استغراق نصیب ہو کہ ہر لحظہ میں وحدت کی بہاروں کا نظارہ کروں)

من نباشم بعد ازاں من تو شدم　　　ایں چُنیں کُن مست چُوں منصورؒ وار
(مجھے شاہ منصورؒ کی طرح اس قدر بے خود کر دے کہ میں مَیں نہ رہوں بلکہ تو ہی تو ہو جائے)

کُن عنایت ساقیا وحدت شراب　　　تشنہ ام بس تا بگویم باربار
(اے ساقی! شرابِ وحدت عنایت کر۔ میں پیاسا ہوں اس لیے بار بار عرض کرتا ہوں)

ماسوئی از تو نہ من حاجت دگر　　　عشق تو خواہم کہ باشد راہوار
(تیرے سوا مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں میں تیرے عشق کا طلب گار ہوں کیونکہ تیری ذات تک پہنچنے کے لیے وہی میری سواری ہوگا)

قُطب شاہ حالِ تُرا داند خدا　　　ورنہ از تو بہتر است اہلِ شعار
(اے قطب علی شاہ! اللہ تعالیٰ تیرے حال سے واقف ہے تجھ سے تو تمام اولیاء اللہ افضل ہیں)

ہر چہ مے بینی ہمہ جلوۂ خدا ست　　　اوّل و آخر یکے دیگر کجاست
(جو کچھ تجھے نظر آ رہا ہے تمام خُدا کا جلوہ ہے۔ اوّل و آخر وہی ایک ہے دوسرا کہاں ہے)

در دو عالم نیست جُز ذاتِ خدا　　　ہر چہ اشیاء در نظر بینی فناست
(دونوں جہاں میں ذاتِ خُدا کے بغیر کوئی نہیں۔ جو اشیاء تجھے دکھائی دیتی ہیں یہ فانی ہیں)

ایں چُنیں ہم یار خود دیدی اگر باز بر دیگر چرا بینی خطاست
(تو اپنے دوست کو اگر اس طرح دیکھے تو دوسری طرف کسی اور کو کیوں دیکھے گا اگر دیکھے تو یہ خطا ہے گناہ ہے)

سوزِ چوں پروانہ در ایں نارِ عشق شو فنا در راہِ جاناں تا بقاست
(اس عشق کی آگ میں پروانہ کی طرح جل جا اور مقامِ بقا کے حصول کے لیے محبوب کی راہ میں فنا ہو جا)

قربِ حق باخود بداں ائے بے خبر تو ہمیدانی کہ او از ما جداست
(اے نا آشنا! تو خدا تعالیٰ کو اپنے قریب خیال کر۔ تو جانتا ہے کہ وہ ہم سے جُدا ہے یا الگ ہے)

نہ قدم بر دار چوں منصورؒ تو خُود انا الحق تا بگو گفتا رواست
(تُو شاہ منصورؒ کی طرح سُولی پر قدم رکھ اور بالکل اسی طرح انا الحق کہہ تب بات بنتی ہے)

قُطبؔ ہر کس واقفِ ایں گفتار نیست مگر آں داند کہ محرم حالِ ماست
(اے قطب! ہر شخص اس بات سے آشنا نہیں ہے مگر وہ شخص جانتا ہے جو ہمارے حال سے واقف ہے

اے یار گر مُحب تو محبوب خود شناس محبوب عین طالبِ مطلوب خود شناس
(اے دوست! اگر تو واقعی محبت کرنے والا ہے تو خود کو محبوب سمجھ لے، محبوب حقیقی اپنے مطلوب کا طالب ہوتا ہے تو اپنے آپ کو وہ سمجھ)

اے یار در دو عالم محبوب ظاہر است در ایں حجابِ تست محجوب خود شناس
(اے دوست! محبوب دونوں جہاں میں ظاہر ہے اس حجاب میں تو ہی پردہ ہے تو ہی خُود کو پردہ سمجھ)

ما سوا محبوب محبت حرام کن گر ایں چُنیں تو راغب مرغوب خود شناس
(اللہ تعالیٰ کی محبت کے علاوہ باقی محبت کو حرام کر دے۔ تو اگر یوں راغب ہے پھر اپنے آپ کو مرغوب سمجھ یعنی تو وہ ہے جس کی طرف رغبت کی گئی ہو)

وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ راز تو ایں روح یار تست تو خوب خود شناس
(اور ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔ یہ تیرا بھید ہے۔ یہ رُوح دوست تُو ہی تو ہے تو یہ بھید اچھی طرح اپنے آپ کو سمجھ لے)

خَلَقَ الْاٰدَمَ عَلٰے صُوْرَتِہٖ نگر ہست ایں تو نسبتِ منسوب خود شناس
(اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر تخلیق فرمایا۔ اس پر غور کر۔ تیری منسوب کے ساتھ کیا نسبت ہے بلکہ تو خود کو منسوب ہی سمجھ)

قطبؔ تو مباش باقی محبوب است محبّ خاص محبوب محبوب خود شناس
(اے قطب! تیرے بغیر محبوب ہی ہے۔ خاص محبّ، محبوب ہے لہٰذا تو خود کو محبوب سمجھ)

دینِ من روشن بنورِ شاہ چراغؒ ہم دو عالم روشن از جمالِ اوست
(میرا دین سیّد چراغ علی شاہؒ کے نور سے منور ہے بلکہ دونوں جہان آپ کے جمال سے پُرنور ہیں)

صاف شُد ایں چشمِ من نکتہ زغیر بستہ ام بر دِلِ چو نقش خیالِ اوست
(میری آنکھوں سے غیر کا نکتہ صاف ہوگیا ہے۔ جب سے میں نے آپؒ کے نقش کے خیال کو دِل میں بسالیا ہے)

سیّد چراغؒ ہم در دو جہاں دیدہ ام در ہر آئینہ جمالِ اوست
(میں نے سید چراغ علی شاہؒ کا حُسن و جمال ہر آئینہ میں بلکہ دونوں جہانوں میں دیکھا ہے)

راہنُما و پیشوا ہر مومناں نُور در عالم چوں بدرِ کمالِ اوست
(تمام مومنوں کے لیے آپ مُرشدِ کامل ہیں اور راستہ دکھانے والے ہیں اور آپ کا نور پورے جہاں میں چودھویں کے چاند کی مانند نور پھیلا رہا ہے)

شد مرا روشن ازیں راہ دو جہاں دور شُد ظلمات ہم بوصالِ اوست
(میرا دونوں جہانوں کا راستہ آپ کے حُسن و جمال سے مُنور ہوگیا اور آپ کے وصال سے گُمراہی کی تاریکی چھٹ گئی)

من نمے دانم چہ ام چہ گفتہ ام چُوں شُدم مستم بجام زلالِ اوست
(میں نہیں جانتا میں کون ہوں اور میں نے کیا بات کی اس کا سبب یہ ہے کہ میں آپ کی پاکیزہ شراب کا جام نوش کر کے بے خود ہوگیا ہوں)

قطب شاہ ہوشیار شو چہ خوف تو گر تو ہستی میم رے ی دال اوست
(اے قُطب علی شاہ! تو مرد بن تجھے کس بات کا خوف ہے کیونکہ تُو توان کا ''مُرید'' ہے)

◈

عِشق ایں گُفتار من اَز یار پرس حال شاہ منصورؒ را از دار پرس
(یہ عشق کے متعلق میری گفتگو میرے یار سے پوچھو اور شاہ منصورؒ کا حال سولی سے دریافت کرو)

تو نمے دانی کہ یاری یار چیست حقِ یاری یارِ من از یار پرس
(اے دوست! تجھے خبر نہیں کہ دوستی کیا چیز ہے۔ دوستی کا اصول اور حق میرے محبوب سے دریافت کرو)

دِل بدہ بایار تو خود مباش بعد حالت دِل از دلدار پرس
(محبوب کو اپنا دِل اس طرح دے کہ پھر تو نہ رہ جائے۔ اس کے بعد دِل کی کیفیت دلدار سے پوچھ جس کو دِل دیا ہے)

عاشقاں را حال اے صوفی چہ دانی مگر ایں گفتار از مئے خوار پرس
(اے صوفی! تجھے عاشقوں کے حال کی کیا خبر۔ مگر یہ بات کسی نشۂ عشق کے سرشار سے پوچھو)

گر تو عاشق ہمتِ پروانہ بیں سوختن ایں را تو ہم از نار پرس
(اگر تو عاشق ہے تو جرأتِ پروانہ دیکھ۔ پھر اس کے جلنے کی کیفیت آگ سے دریافت کر)

باغِ وحدت سیر کن چوں عندلیب　　دور کردن بھور از گلزار پرس
(بلبل کی طرح وحدت کے گلشن کی سیر کر اور بھور کا پھولوں کا طواف کرنا باغ سے پوچھ)
ہمچوں مجنوں مست شو در عشقِ یار　　حالِ عاشق زار از غم خوار پرس
(محبوب کے عشق میں مجنوں کی طرح بے خود ہو جا اور عشق کے رنج و غم اُٹھانے والوں سے عاشقوں کا حال پوچھ)
قطبؔ شاہ زیں غمہا ہرگز مترس　　لذّتِ غم یار از غم دار پرس
(اے قطب علی شاہ! ان مصائب سے ہرگز نہ ڈر اور غم کھانے والے سے غم دوست کی لذّت پوچھ)

رِند سر مستیم با جامِ شراب　　چشم ما روشن شدہ چوں آفتاب
(ہم توحید کی مئے پی کر مست شرابی ہیں اور ہماری آنکھ سورج کی طرح روشن ہوگئی ہے)
جام مے را نوش کردہ ایم باز　　نَحنُ اَقرَبُ دور ما کردہ نقاب
(ہم نے دوبارہ مئے کا پیالہ نوش کیا اور ''ہم شہہ رگ سے بھی قریب ہیں'' نے نقاب اتار دیا)
غرق در بحریم ہم تشنہ لبیم　　عین دریائیم ہم جوئیم آب
(عجب بات ہے کہ ہم سمندر میں غرق ہیں اور پیاسے بھی ہیں۔ ہم عین دریا ہیں لیکن پھر بھی پانی کے متلاشی ہیں)
بادشاہ ہستیم بر مُلکِ بقا　　ہم گدا گر عشق ماست و خراب
(ہم بقا کے مُلک کے تاجدار ہیں اور عشق کی گداگری کرنے والے بھی ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم خراب حالت میں ہیں)
ذات ما آبست آخر لایزال　　ہست ظاہر جسم ما ہمچوں حباب
(ہماری ذات بااصل پانی ہے جو کہ بالآخر مستقل ہے اور ہمارا ظاہری جسم بُلبلہ کی مانند ہے)
طالبم مطلوب و ہم مطلوب ایم　　قطب شاہ خاموش کن ازایں جواب
(ہم اپنے دوست کے طالب بھی ہیں اور مطلوب بھی ہیں۔ اے قطب علی شاہ! اس جواب سے متعلق خاموشی اختیار کر)

دلا ہرگز مشو ابتر ترا چوں عشق شُد رہبر　　رساند تو باخود دلبر وسیلہ است ایں بہتر
(اے دِل تو ہرگز بدحال نہ ہو کیونکہ تجھے عشق جیسا راہنما مل گیا ہے جو خود بخود تجھے محبوب تک تیری رسائی کرادے گا۔ عشق سے بہتر کوئی وسیلہ نہیں ہے)
اگر بسیار مُشکل ایں ازاں مشکل مشو غمگیں　　کہ بعد از غم شود تسکیں ہمیں حیلہ وصل دلبر
(اگر راہِ عشق بے حد مشکل ہے تو اس مشکل سے غمزدہ نہ ہو کیونکہ مصائب و آلام کے بعد ہی راحت نصیب ہوتی ہے

اور محبوب کے وصال کا یہی ایک وسیلہ ہے)

بیا عشقا بدہ بادا کہ زاں مستم شوم زیادہ منم خود را بتو دادہ کہ چہ خواہی ازیں برتر

(اے عشق! آ مجھے شرابِ وحدت عطا کرتا کہ میری مستی میں اور اضافہ ہو جائے۔ میں نے خود کو تیرے سپرد کر دیا ہے اس سے زیادہ تو مجھ سے اور کس چیز کی طلب کرتا ہے)

منم خواہم شرابِ تو مرا دادی عذابِ تو عجب دیدم حسابِ تو کہ من گریہ تو خندہ تر

(مجھے تو تیری چاہت کی شراب چاہیے لیکن تو مجھے دکھ دیتا ہے۔ یہ انوکھی بات ہے کہ میں روتا ہوں اور آپ ہنستے ہیں)

مکن برمن ظلم یارم کہ ایں طاقت نمیدارم بصد ہا گزیہ مے زارم کہ ایں حال مرا بنگر

(اے میرے یار! مجھ پر ظلم نہ ڈھا کہ مجھ میں برداشت کی ہمت نہیں ہے۔ میں تجھے سینکڑوں بار رورو کے التجا کرتا ہوں کہ تو میری حالت کو تو دیکھ)

زِحالِ تو مرا دانی بسے دیدم پشیمانی بکن جانی مہربانی بدہ وصل شوم خوشتر

(آپ میرے حال سے واقف ہیں کہ میں نے بے پناہ رُسوائیاں اور غم دیکھے ہیں۔ اب اے میرے محبوب! مجھ پر عنایت فرما مجھے وصل پر شرف بخش تا کہ میری خوشی کی انتہا نہ رہے)

اگر خواہی وصل یارا چرا ترسی ازیں غمہا مگر ایں غم دوائے ما مشو اے دِل ازیں ابتر

(اگر تو وصال کا خواہش مند ہے تو دکھوں سے کیوں ڈرتا ہے۔ یہ غم تو ہمارے درد کا علاج ہیں تو ان سے رنجیدہ اور بیزار نہ ہو)

اگر خواہی وصل جاناں بکن ہمت چوں پروانہ دلا شو مرد مردانہ کجا دیگر ترا ہمسر

(اے دل اگر تو محبوب کا قُرب چاہتا ہے تو پروانہ کی طرح عالی ہمت ہو جا۔ شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کر کیونکہ اس راہ میں ترا امیدِ مقابل کوئی نہیں ہے)

قطب خود را اگر دانی شوی در عشق تو فانی نہ تو عنصر نہ جسمانی توئی خود بے بہا گوہر

(اے قطب! اگر تو اپنی معرفت حاصل کرے تَو تُو میدانِ عشق میں اپنے آپ کو فنا کر لے کیونکہ تیری ذات عنصر و جسم سے ماوریٰ ایک انمول بے حد قیمتی موتی ہے جو لا فانی ہے)

دانہ محبت تو مرا در دامِ عشقت میکشد از مصیبت دام ہا ہم ایں دلم ارزاں کند

(تیری چاہت کے دانہ نے مجھے تیرے عشق کے جال کی طرف کھینچا ہے۔ اس جال کی مصیبتوں نے میرے دِل کو سستا کر دیا ہے)

عقل من گوید نیاؤ عشق مے گوید مترس ہر زماں ایں مرغِ دِل را عشق تسکیں مید ہد

(میری عقل کہتی ہے کہ جال میں نہ آ اور عشق کہتا ہے مت ڈر۔ اب ہر لحہ عشق میرے دِل کے پرندہ کو تسلّیاں دیتا رہتا ہے)

گر دِلم خواہی شفا ترسی چرا ازیں مرضہا چونکہ ایں لذّت شفا بیمار را حاصل شود

(اے دِل! اگر تو شفا کا طالب ہے تو ان امراض سے کیوں خائف ہے کیونکہ یہ لذت شفا تو ایسے ہی مریضوں کو حاصل ہوتی ہے)

اے دلم گر عشق خواہی سبق از پروانہ موز   دَر محبت عشقِ جاناں خود می سوز د خوش بود

(اے دل! اگر تو عشق کا طالب ہے تو پروانہ سے سبق سیکھ جو محبوب کے عشق و محبت میں جل کر بھی خوش رہتا ہے یا تسکین پاتا ہے)

اے دلم آنکس کہ ترسید از مصیبت عشق ہا   در قفس غمہا حبس ہم آں کجا خود جا رسد

(اے دل! جو شخص عشق کے غموں سے خائف ہے وہ قید کے غم والے قفس میں اپنی جگہ کیسے بنا پائے گا)

مرغ من باغش کہن قفسِ شکن سوئے چمن   پرواز کن ائے بے وطن امروز در زنداں ہلد

(اے میرے پرندے اس کا باغ قدیم ہے پنجرہ توڑ ڈال اور گلشن کی طرف پرواز کر تو مسافر ہے پردیسی ہے کب تک قید خانہ کی صعوبتوں میں پڑا رہے گا)

قطب زیں غم عشقہا ہرگز مترس و مرد باش   زانکہ قید از ماسوا کس اہل ہمّت مے رہد

(اے قطب! اس عشق کی مصیبتوں سے مت ڈر بلکہ ہوشیار ہو کیونکہ ماسوا کی قید سے صاحبِ جرأت شخص ہی نجات حاصل کر سکتا ہے)

❖

عشق اول اے دلم ظاہر بلاست   بعد از غمہا ولے آخر شفاست

(اے میرے دِل! ابتدائے عشق بہت بڑی مصیبت ہے اس کی انتہا بالآخر کئی غموں کے بعد شفا ہے)

در غمش بیمار ام لیکن خوش ام   زانکہ ایں درد ہا مارا دواست

(میں اس کے غم میں مریض ہو گیا ہوں۔۔ پھر بھی خوش ہوں کیونکہ یہ درد ہمارے لیے علاجِ غم ہے)

در بحر بے پایاں من افتادہ ام   ابتدا آں نیست نہ ہم انتہا است

(میں ایک بے کنار سمندر میں گر پڑا ہوں جس کی ابتداء اور انتہا نہیں ہے یعنی لامحدود ہے)

بحرِ عشق چوں زند ایں موجہا   درمیاں ایں غوطہ ہا فریاد ماست..

(عشق کے سمندر میں جب موجیں اُٹھ اُٹھ کر ٹکراتی ہیں تو ہم اُن کے درمیان غوطہ کھاتے ہیں اور جیتے رہنے کی فریاد کرتے ہیں)

در فراقش روز و شب نالا کنم   درد خواہ کس حال ما اکنوں کجاست

(میں اس کے فراق میں شب و روز نالہ کناں ہوں۔ کوئی ہے جو ہمارا دردخواہ ہو۔ کوئی کہاں ہے جو ہماری دلجوئی کرے)

در ہجر ایں عشق جانم سوختہ   باز حیرانم کہ جانم خوش چراست

(اس عشق کے ہجر نے میری جان کو جلا ڈالا ہے پھر میں حیران ہوں کہ میری جان خوش کیوں ہے۔ کس بات کی خوشی ہے)

زیں مصیبت یار اے دِل خوش مباش / باوجود ایں حال ہم شکرِ خداست

(اے دِل! محبوب کے درد کی مصیبت پر خوش نہ ہو بلکہ اس حال کے باوجود خدا تعالیٰ کا شکر گزار بن)

گر تو عاشق ہمتِ پروانہ بیں / سوز خود در عشق جاناں تا وفاست

(اگر تو عاشق ہے تو پروانہ کی جرأت دیکھ اور محبوب کے عشق میں خود کو جلا دے تب تیری وفا ثابت ہو گی)

قطب شاہ در دام عشقش آمدی / زیں رہائی یافتن مشکل تراست

(اے قطب علی شاہ! تو اس عشق کے جال میں گرفتار ہو گیا ہے اب اس سے آزاد ہونا نہایت مشکل ہے)

❖

بیار اے عشق مئے مستی رود درد وبلائے ما / چُنیں بیمار کردہ کہ مُشکل ہا دوائے ما

(اے عشق ایسی مست شراب لا جس سے ہمارے مصائب و آلام دور ہو جائیں کیونکہ ہم بیمارِ عشق ہیں اس لیے ہمارا دوا بھی مشکل ہو گیا ہے)

فنا کر دی دل و جانم کہ بیمارم بصد ہا غم / غم ایں گریہ بما ہمدم کجا باشد شفائے ما

(میں جو پہلے ہی سینکڑوں غموں کا مارا تھا تُو نے میرے جسم و جان و دِل کو فنا کر دیا۔ یہ غم واندوہ جو میرے ساتھی ہو گئے اُن سے مجھے کب شفا ملے گی)

بما ظالم چہا کر دی بیکس ماندم دلم بردی / کہ خون از دل جگر خوردی مکن تو بر جفائے ما

(اے ظالم! تو نے ہمارے ساتھ کیا کیا۔ تو میرا دل لے گیا اور میں بے کس رہ گیا ہوں۔ تو نے میرے دل اور جگر کا خون پی لیا ہے۔ تو مہربانی کر ہم پر اتنا ظلم نہ کر)

مرا در دام بستہ بصد ہا غم گرفتہ / چنیں بردار کشتہ کہ شد زندگی کجائے ما

(مجھے تو تُو نے جال میں پھنسا کر سینکڑوں غموں میں گرفتار کر دیا ہے تُو نے مجھے سُولی پر یوں مار دیا ہے کہ میری زندگی ختم ہو گئی ہے)

چرا سوزی مرا عشقا شب و روزِ کنم گریہ / کدامِ کس دریں غمہا چنیں نالاں سوائے ما

(اے عشق! تو نے مجھے یوں کیوں جلایا کہ میں شب و روز آہ و زاری کرتا رہا ہوں بھلا میرے سوا کون شخص ہے جو اس طرح نالہ و فریاد کرتا ہو)

قطب گر وصل او جوئی ہمہ غم دمبدم پوئی / مصیبت ہا مکس گوئی کہ بود اندر قضائے ما

(اے قطب! اگر یار کے ملنے کا متلاشی ہے تو ہر آن میں ہر غم کو بخوشی برداشت کر اور یہ غم کسی کو مت بتا کیونکہ قضاء و قدر نے تیرے مقدر میں تیرے لیے لکھ دیے ہیں)

❖

حل نبا شد کار از گفتار ہا / راہ ملامت است مشکل کار ہا

(یہ ملامت ورسوائی کا کٹھن راستہ ہے محض باتوں سے یہ کام حل نہیں ہوگا یہ راستہ طے نہیں ہوگا)

از مصیبت ہا مترس ومرد باش   یار در راہ عِشق غم بسیار ہا

(مصائب سے مت ڈر اور مرد بن۔ اے دوست! راہِ عشق میں بے حد غم اور تکالیف ہیں)

درمیانِ درد راہ محبوب است   گل چوں خالی نہ شود از خارہا

(محبوب سے ملنے کا راستہ درد وغم میں گھِرا ہوا ہے جیسے پھول کانٹوں سے خالی نہیں ہوتا)

جان جاناں را سپر آخر مترس   باش مردی کار ایں ہوشیار ہا

(جان ودِل کو محبوب کے حوالے کر اور خوف نہ کھا۔ اس مشکل کام میں مرد کی طرح چاک وچوبند رہ)

جان با جاناں بدہ گر عاشقی   سوز چُوں پروانہ درایں نارہا

(اگر تو عاشق ہے تو اپنی جان کو محبوب کے سُپرد کر اور نارِ عشق میں صورتِ پروانہ جلنا سیکھ)

سوز خود راہم بآتش عشقِ یار   وار غم لیلیٰ و مجنوں وارہا

(دوست کے عشق کی آگ میں خود کو جلا ڈال اور مانندِ مجنوں لیلیٰ کے درد وغم میں محو ہو)

جاں بدہ بایار خُود ائے بے خبر   بار ہا گوئیم ترا صد بارہا

(اے نا آشنا میں بار بار بلکہ سینکڑوں بار تجھے کہتا ہوں کہ اپنی جان محبوب کے سپرد کر، اس پر قربان کر)

پند گوئی ہم چنیں خُود نہ کنی   از تو ہر کس اے قُطبؔ ابرار ہا

(تو لوگوں کو نصیحت کرتا ہے اور خود ایسا نہیں کرتا۔ اے قطب! تجھ سے تو ہر شخص زیادہ نیک ہے)

❖

اے یار من بیمارم کہ افتادہ بردرت   گاہے دوا نہ دادی ہے ہے کہ ایں عجب

(اے دوست! میں تیرے در پر پڑا ہوا اور بیمارِ محبت ہوں۔ کتنے افسوس اور تعجب کی بات ہے کہ تو نے کبھی بھی مجھے دوا نہ دی)

درعشق تو خرابم شب وروز در عذابم   حال مرا نہ پرسی ہے ہے کہ ایں عجب

(میں تیرے عشق میں خراب ہو کر رات دن عذاب میں مُبتلا ہوں۔ کتنے تعجب کی بات ہے تو نے میرا حال تک نہ پوچھا)

مجنوں وار ہستم برتو چنیں مستم   پرواہِ تو نہ داری ہے ہے کہ ایں عجب

(میں مجنوں کی طرح ہوں اور تجھ پر مست ہو گیا ہوں لیکن تو نے بے نیازی کی یہ کتنے تعجب اور افسوس کی بات ہے)

در ہجر بے نالم جانی نگر تو حالم   برما رحم نہ کردی ہے ہے کہ ایں عجب

(میں تیرے ہجر میں رو رہا ہوں اے دوست! میرے حال پر نگاہ فرما۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ تم ہمارے حال پر رحم نہیں کرتے)

دریں عذاب جانم چوں بلبلاں فغانم   فریادِ من نہ شنوی ہے ہے کہ ایں عجب

(میری جان اس عذاب میں مبتلا ہے اور میں بلبلوں کی طرح آہ وفغاں کر رہا ہوں۔ آپ میری فریاد تک نہیں

سُنتے کتنے تعجب کی بات ہے)

بیمار ہم غریبم اۓ یار تو طبیبم چرا دوا ند ہی ہے ہے کہ ایں عجب

(میں تو بے وطن بیمار ہوں اور اۓ محبوب! تو میرا طبیب ہے۔ آپ میرے درد کی دوا کیوں نہیں دیتے کتنے دُکھ کی بات ہے)

در غم ہا تو زارم تو خندہ مے کنی صد بار قطبؔ ہے! ہے ہے کہ ایں عجب

(میں تیرے غموں میں گھِر کر رو رہا ہوں اور آپ ہنس رہے ہیں۔ اے قطب! تو سینکڑوں بار آہ و فریاد کرتا ہے یہ عجیب بات ہے)

بیا ساقی کہ تشنہ ام بدہ کاسہ وصالِ ما عُمر شد نیم بگذشتہ کہ بر درِ تو سوال ما

(اے ساقی! آ مجھے میرے وصال کا جام پلا۔ کیونکہ میں پیاسا ہوں۔ میری نصف عمر تیرے در پر سوال کرتے کرتے بیت گئی)

بدریا عشق بے پایاں ہزاراں غوطہ ہا خوردم ولے پایاں ندیدہ ام کنارہ او محالِ ما

میں عشق کے دریائے بے کنار میں غوطے کھا رہا ہوں کیونکہ اس کو عبور کر کے کناروں تک پہنچنا میرے لیے مشکل ہے)

ز دردِ ہجر بیمارم کہ ہر دم گریہ مے زارم بغیر از تو نہ غم خوارم نگر جانی تو حالِ ما

(دردِ ہجر نے مجھے بیمار کر دیا ہے اور میں ہر وقت گریہ زاری کر رہا ہوں۔ اے جانی تو میرے حال کو دیکھ کیونکہ تیرے بغیر ہمارا کوئی غمگسار نہیں ہے)

منِ مستم چوں دیوانہ ولے سوزم چوں پروانہ تو در بکشائے میخانہ بدہ بادا زلالِ ما

(میں مانند دیوانہ مست ہو گیا ہوں لیکن صُورت پروانہ جل رہا ہوں تو ہماری پاکیزہ شراب ہمیں دینے کے لیے میخانہ کا در کھول دے)

ز آتشِ عشق تو سوزم بگریہ در شب و روزم بدہ مئے وصل امروزم کہ دردِ تو کمال ما

(میں تیرے عشق کی آگ میں جل رہا ہوں اور شب و روز آہ و زاری میں مبتلا ہوں۔ تو آج ہی وصال کی شراب عطا کر کیونکہ تیرے ہجر و فراق کا درد انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ جس کو برداشت کرنا ہمت سے باہر ہے)

ز عشقِ تو خوشی دارم نہ کفر و دین درکارم دگر مطلب نمی خواہم مگر بنُما جمالِ ما

(تیرا عشق ہی مجھے خوش رکھتا ہے اس لیے مجھے کفر و دین سے غرض نہیں رہی۔ تیرے دیدار اور تیرے جمال کے بغیر میری کوئی طلب نہیں)

منم در بحرِ غرقابم ہزاراں موجہا آیند ہر آنکس بر کنارہ اند کجا دانندِ حالِ ما

(میں عشق کے سمندر میں جس میں ہزاراں موجیں اُٹھ رہی ہیں غرق ہو چکا ہوں۔ کناروں پر کھڑے لوگ ہمارے حال سے کیسے آشنا ہو سکتے ہیں)

بتوا اے یار دِل بستم کہ مجنوں وار من ہستم ہمہ وقتِ چناں مستم کہ ہر در ایں مقالِ ما
(اے محبوب! تیرے ساتھ میرا دل ایسا بندھ گیا ہے کہ میں تو مجنوں کی طرح ہو گیا، ہر لمحہ ایسا مست رہتا ہوں کہ تیرے ذکر و فکر میں کھو کے رہ گیا ہوں)

قطب ایں راہ ملامت ہا دریں خود آ کہ ایں واہ واہ نصیب ما مصیبت ہا عیاں گشتہ زفالِ ما
(اے قطب! یہ راستہ طعن و تشنیع کا ہے لیکن اس طرف دوڑ کے آ کیونکہ اس میں کیف ہے، سرور ہے لذت ہے۔
اس راہ کی مصیبتیں قدرت نے ہمارے نصیب میں لکھ رکھی ہیں۔ جو ہمارے مقدر سے ظاہر ہیں)

اے دریغا خود پرست آہ شد بر مال مست آخر ایں دنیا عبس ! اللہ بس باقی ہوس
(اے خود پرست انسان تجھ پر بہت افسوس ہے کہ تو چاہتِ مال میں محو ہو گیا ہے فقط ذاتِ خدا کے لیے لالچ کر باقی دنیا و مافیہا تو فضول ہے)

از برائے مال و زر چند گردی در بدر شام و سحر اے بوالہوس اللہ بس باقی ہوس
(تو مال و دولت کے لیے کب تک در بدر کی ٹھوکریں صبح شام کھاتا پھرے گا، اللہ تعالیٰ کافی ہے باقی تو ہوس ہی ہے)

یار ایں دنیا مکار می کند آخر خوار دور شو از ایں حبس اللہ بس باقی ہوس
(اے دوست! یہ دنیا دغاباز ہے اور بالآخر ذلیل کر دیتی ہے اس لیے تو اس قید سے دور ہو کیونکہ تیرے لیے اللہ ہی کافی ہے)

اہل دنیا حب مدار خود بیا در عشق نار سوز ہستی خارخس اللہ بس باقی ہوس
(اے دنیا دار! دنیا کی چاہت نہ رکھ اور بذاتِ خود عشق کی آگ میں آ جا۔ زندگی کے مال و اسباب کو عشق کی آگ میں جلا ڈال بس اللہ تعالیٰ کے سوا باقی سب ہوس ہے)

ایں چنیں دنیا گزر جز و کل فانی نگر تا یار باشی ہم نفس اللہ بس باقی ہوس
(دنیا کو اور اس کے مال و اسباب کو فانی تصور کرتے ہوئے گزر جا، تا کہ محبوب تیرا ہم دم ہو جائے اللہ کے سوا باقی سب ہوس ہے)

جلوۂ دلدار را بنگر تو ہر گلزار را ہر چہ مور و چہ مگس اللہ بس باقی ہوس
(تو ہر گلزار میں محبوب کا جلوہ دیکھ بے شک وہ چیونٹی یا مکھی ہی ہو ہر رنگ میں اُسی کو دیکھ باقی سب ہوس ہے)

خود را بداں شہباز تو کُن لامکاں پرواز تو ہم چرا در ایں قفس اللہ بس باقی ہوس
(تو خود کو شہباز تصور کر اور لامکاں تک پرواز کر۔ تو اس پنجرہ میں کیوں قیدی بن گیا ہے اللہ کے سوا باقی سب ہوس ہے)

قطبؔ گر خواہی وصال ایں بجز عشقِ مُحال پس ازیں مشکل مترس اللہ بس باقی ہوس

(اے قُطب! اگر تو یار کے وصال کا مُشتاق ہے تو سوائے عشق کے یہ کام انتہائی مشکل ہے پس اس کٹھن کام سے مَت خوف کھا۔ اللہ پر بھروسہ رکھ باقی سب ہوس ہے)

☆☆☆☆☆☆

حصہ دوم (اُردو)

شجرۂ غوثیہ باغنامہ طلبیہ

کُنتُ کنزًا • حق کہا تا احد سے احمدؐ ہوا
کیا باغ کھِڑیا مصطفیٰؐ ہر گل رنگو رنگھا
یا الٰہی کر مجھے گل پنجتنؑ کے باغ کا

علیؓ چمن کے ہیں شجر حسنؓ و حسینؓ ہر دو ثمر
سُن باغ نبویؐ کی خبر کھڑیا ہے گل زین العباؒ
یا الٰہی کر مجھے گل پنجتنؑ کے باغ کا

باقرؒ گلابی پھول ہیں صادقؒ سرو سرِدول ہیں
کاظمؒ علی مقبول ہیں گل لالہ ہیں موسیٰ رضا
یا الٰہی کر مجھے گل پنجتنؑ کے باغ کا

دو ازدہ کے نُور سے ہک شاخ لٹکی دُور سے
ہے باغ اس دستور سے معروف کرخیؒ راہ ہُدا
یا الٰہی کر مجھے گل پنجتنؑ کے باغ کا

ہے سرّی سقطیؒ گل ریحان حضرت جُنیدؒ ہیں پھولدان
ہے شیخ شبلیؒ زعفران کیا گل ہر رنگ کا کھِڑا
یا الٰہی کر مجھے گل پنجتنؑ کے باغ کا

فضلؒ رنگ بہار ہیں ابوالفرحؒ گل گلزار ہیں
ابوالحسنؒ گل انار ہیں کھِڑیا مُبارکؒ کیوڑا
یا الٰہی کر مجھے گل پنجتنؑ کے باغ کا

شاہ محی الدّینؒ ہیں گل ہر تو رنگ رنگین ہیں
کھِڑیا تو عرش برین ہیں اُمت نبیؐ کے پیشوا
یا الٰہی کر مجھے گل پنجتنؑ کے باغ کا

عبدالوہابؒ ہیں گل چمن مشہور سیف الدّین زمن
ہیں فضلؒ حق بُوٹا عدن گل ابوالفراحؒ ہیں صوفیا
یا الٰہی کر مجھے گل پنجتنؑ کے باغ کا

سید احمدؒ گل ہیں کیا مشک عنبر بُل ہیں
مسعودؒ کرنا پھول ہیں گل ہار سیّد نور شاہؒ
یا الٰہی کر مجھے گل پنجتنؑ کے باغ کا

شاہ میرؒ ہیں گل عجب ہیں شمس الدینؒ عالی نسب
غوثِؒ محمد خوش لقب ہیں گلِ طوبیٰ کی ہوا
یا الٰہی کر مجھے گل پنجتنؑ کے باغ کا

عبدالقادرؒ اکسیر ہیں بالا محمدؒ پیر ہیں
روشن جو بدرِ منیر ہیں کھڑیا شگوفہ مرتضیٰ
یا الٰہی کر مجھے گل پنجتنؑ کے باغ کا

چمن عبدالقادریؒ عبدالوہابؒ گل ناصری
گل زین العابدین جعفری عبد الرزاقؒ سیہورا
۶ یا الٰہی کر مجھے گل پنجتنؑ کے باغ کا

گل چاندنی ہیں مصطفیٰؒ محمودؒ جیلانی صفا
ہیں گلِ نرگس مجتبیٰؒ کھڑیا ہے ہر رنگ موتیا
یا الٰہی کر مجھے گل پنجتنؑ کے باغ کا

گل حیدرؒ ہیں گلزار کا وہ کھڑیا رنگ بہار کا
شاہ غوثؒ نور انوار کا کیا گل ہیں باطن صفاؒ
یا الٰہی کر مجھے گل پنجتنؑ کے باغ کا

سُلطانوں کے سُلطان ہیں مشہور ہاتھیوانؒ ہیں
ہر گل کی داستان ہیں ہیں شیر علیؒ نورِ اللہ
یا الٰہی کر مجھے گل پنجتنؑ کے باغ کا

گل کھڑیا سیّد چراغ کا بوٹا ہے نبویؐ باغ کا
گل مشک ہر دماغ کا ہیں قطب شاہ کے راہنما
یا الٰہی کر مجھے گل پنجتنؑ کے باغ کا

یا الٰہی کر قبول عاجزی صدقہ رسولؐ
جلد کر مطلب حصول قطب • کے مشکل کشا
یا الٰہی کر مجھے گل پنجتنؑ کے باغ کا •

(یہ مصرع پیر ناصر الدّین شاہ کا تصنیف کردہ ہے۔ جو بعد میں شجرہ شریف کی تکمیل کے لیے شامل کیا گیا)

گُل شیرؒ کامل اولیاء گل فضلؒ سیّد اصفیاء
گل پیر غُلام رسول شاہؒ اسرارؒ کا گلشن کھِلا
یا الٰہی کر مجھے گُل پنجتنؑ کے باغ کا

مشکل تو میری حل کریا حضرت مشکل کُشا

حق نے حکمت سے اوّل عشق کو پیدا کیا پھر طفیلوں کے ہوئے محمدؐ مصطفیٰ
میم کی پوشاک دے لولاک بھی خود نے کہا میم کی یاری میں بھیجا عین کو سرِّ اللہ
مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کُشا

نادِعلی خاطر تیری حق نے یہ فرمایا ہے قرآن بھی بیشک تیرے شان میں سب آیا ہے
کون ہے تیرے برابر دشمناں غم کھایا ہے حضرت محمد مصطفیٰؐ بھی لحمک لحمی کہا
مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کُشا

ہر پیغمبر کی مصیبت تم نے ہی بیزار کی تم نے کشتی نوح کی طوفاں سے بھی پار کی
حضرت خلیل اللہ پر تم نے آتش گلزار کی تو ہوا غمخوار اس دُشوار میں سلیمان کا
مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کُشا

سب پیغمبر کو ہوا شافی تمہارا نام ہے ہر کسی کے واسطے بھی فیض تیرا عام ہے
راہِ خُدا میں بکنا یہی تمہارا کام ہے بہرِ خُدا تم مدد میری کو جلد پہنچو شہنشاہ
مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کُشا

ہر سوالی کی کری ہے تم نے مشکل آسان شوق ذاتی کا مجھے میں سائل منگتا ہوں داں
ہر طرح کی عاجزی کے تم ہو صاحب عیان یہ میری فریاد ہے تُم سُن لیو شیرِ خُدا
مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کُشا

دُشمن قدیمی ہے میرا یہ نفس شیطاں پُر مکار دام پابندی میں کرتا ہے مجھے ہر دم خوار
واسطے حسنینؑ کے سن لیجیو میری پُکار تیرے سوا اور کون ہے یا پیر میرے راہنما
مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کُشا

سخت اس پردیس میں یہ دل میرا گھبراتا ہے راہ اوپر ہو کر اُداسی وطن کو نت چاہتا ہے
جب دُور منزل آتی ہو پریشان ہو جاتا ہے اس فکر و غم کے بحر سے کر پار یا بحر الحیا
مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کُشا

راہ میرے مقصود کا یا شہنشاہ ہے دُور تر ہے اسی رستے میں آتا دشمنوں کا بہت ڈر
کر سوار عاجز کو ہر دم شوق کے راہوار پر منظور میری عاجزی کر واسطے خیر النساء
مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کُشا۰

حاصل کرو مطلوب میرا جلد اے صاحب کرم — وصال کا سوال ہے نت ہجر کا رہتا ہے غم
بیکس میں اور بیکار ہوں ہے تجھے دامن کا شرم — شوق کا بھر جام دیجو واسطہ شاہ کربلا
مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کُشا

یادِ حق کے باجھ خالی ایک دم جاوے نہیں — نفس شیطاں دل میں راہ اک ذرا پاوے نہیں
ہر کام دنیا دین کا بھی کوئی غم آوے نہیں — اب کیا کری ہے دیر تم کو واسطہ زین العباء
مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کُشا

زیادہ کرن تحریر یہ زبان کا بیان ہے — جو دِل کا ہے خیال سب تو آپ کو عیاں ہے
زبان سے کرنی چالاکی ہر طرح نقصان ہے — قطبؔ شاہ عاصی کو مولا اپنی سنگت رلا
مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کُشا

مناقبِ حیدری

اس بے چون ہر جون بنائی ہے خالق ہر جن و بشر کا
خود آپ حکیم مقیم کیا واہ قدر عظیم نبی سرورؐ کا
کیا انسان بیان کرے زُبان سے شان علی حیدرؓ کا
قطبؔ علی رکھ شوق ہمیشہ ہو خادم ہر دَم اِس در کا

پھر ذات الف سے جُدا ہوا روح پنجتنؑ پاک سے پاک اطہر کا
اس نام لیاں ہر کام ہوتا ہے ورد رکھو ہر شام سحر کا
دُور کرے ہر درد مریضاں ہے شافی وہ روزِ محشر کا
قطبؔ علی ہر رازِ الٰہی ہے جلوہ ہر لہر بحر کا

ا
لف میم عین ایک سبھی ہیں فرق نہ جانو زیر زبر کا
خود ذات واحد کثرت وچہ آکے رکھیا نام جدا ہر ہر کا
جیسیا برگ تے پھل پھُل میوہ سب ہوتا ہے ایک شجر کا
قطبؔ علی ہے عین الف وچہ پردہ رکھیں جوڑ ہنر کا

دِل صاف کرو انصاف اندر نت رکھ لے شیشہ ذکر فکر کا
صاف صراف ہو نظر دھروہے ہر ذرّہ وچہ جلوہ ہر کا
یاد کرو ہر دَم مولا کو تاں ڈیکھو یہ مزہ صبر کا
قطبؔ علی بن بابجھ وسیلے کیا محرم ہے اس قدر کا

دُور کرو مذہبوں کا جھگڑا پکڑ لیو تُم راہ فقر کا
سب ایک جانو کوئی اور نہیں ہے دُور کرو یہ کُفر اندر کا
عُمرِ تمامی جھگڑ گنوائی ہے اعتبار نہ گھڑی پہر کا
قطبؔ علی رکھ شوق الٰہی چھڈ جھگڑا تم اِدھر اُدھر کا

ہیں دُنیا وچہ چار دہاڑے چھڈ دعوای اس کوڑ عُمر کا
ہے جگ سارا کوڑ پسارا یاد رکھو وہ دن قبر کا
دینہہ سارا ہس کھیل گُزارا اب آیا ہے وقت عصر کا
قطبؔ حیاتی رہے نہ ساتھی کر لے کجھ سامان سفر کا

نبیؐ علیؑ نت یاد رکھو یہ ہے دروازہ فیض مہر کا
اگر وصال الٰہی چاہیں ہو طالب کامل رہبر کا
میں بے پر پروانہ ہوں اُس شمع چراغؒ کے نُور انور کا
قطبؔ علی شاہ کا خصمانہ ہیں صاحب تو لج پرور کا

(مختلف موضوعات) فاعلِ حقیقی حق سبحانہٗ

جب کہ بندہ ہے طریقت میں فنا — کہاں وُہ مختار کے لائق رہا
بلکہ ہر دعویٰ میں آتا ہے ضرر — تا کہ دعویٰ ہے شامل کفر
چھوڑ دعویٰ ہستی کا خود ہو فنا — کیونکہ دعویٰ ہوتا ہے لائق سزا
دعویٰ سے جب ہو گی ہستی پر نظر — سب عبادت ضائع ہو گی اے پسر
دور کر سب دعویٰ ہو خود سے جدا — پس فنا میں کچھ نہیں رہتا خطا
بندہ ہے مجبور اور فانی اخیر — اول آخر ہے خدا قادر قدیر
سب یہ اس کی ذات کا انوار ہے — فعل کل فاعل کا وُہ مختار ہے
کوئی نہیں دعوٰی نہ کوئی تقلید ہے — اوّل آخر اللہ کی توحید ہے
ذات اس کی ظاہر و باطن مدام — ہست اللہ نیست ہیں ہم سب تمام

سنتِ مصطفیٰ ﷺ

نبیؐ کی جو سنت کو جانے حقیر — وُہ ہے دُور ایماں سے بد خُو شریر
کرے ترک جو سُنتِ مصطفیٰؐ — ہووے دینِ احمدؐ سے بے شک جُدا
عمل اس مُنافق کے بے سُود ہیں — فضائل سبھی اس کے نابود ہیں
رہیگا قیامت کو بے شک خوار — شفاعت سے محروم وہ نابکار
ولے جس نے کی دِل سے سُنت قبول — خُدا اس پہ خوشنود راضی رسولؐ

خلفائے راشدینؓ

چونکہ ہر اشیاء کے عنصر چار ہیں — اس طرح اُمّت کے عنصر یارؓ ہیں
گر نہ کرتا کوئی عنصر میں قصور — اُمّتِ نبویؐ میں کیوں آتا فتور

بارہ امامؑ

یہ ہیں برج بارہ جو افلاک میں — رکن بارہ ہیں امت پاک میں
وُہ ہیں یعنی اولاد خیر البشرؐ — امامان معصوم اثنا عشر

شجرِ نبوتؐ

نبوّت کے عجب دیکھو شجر ہیں — کہ جس کی بارہ شاخیں سبز تر ہیں
مثل طوبیٰ کے ہر مومن پہ سایہ — مگر مومن وہ جو طالب شجر ہیں
اول اس کی علیؓ ہیں شاخِ اعلیٰ — امام حسنؓ و حُسینؓ ہر دو ثمر ہیں
چمن میں زین العابدؒ اور باقرؒ — کھلا گل جعفریؒ ہر ہر دہر ہیں
محمد کاظمؒ ہیں گلشنِ دو عالم — علی موسیٰ رضاؒ تاج فقر ہیں
تقیؒ ہیں اور نقیؒ امت کے راہبر — علی عسکریؒ منور ماہ بدر ہیں
محمدؐ اور مہدیؒ کا ہے اِک نور — کہے یہ کون کہ ہر یک دگر ہیں
ایسے سائے میں پس آئے بشر جو — بلا شک وہ مثل زندہ خضرؑ ہیں

اطاعتِ کاملین

اطاعت بزرگوں کی کرتا ہے جو — امامت کے سائے میں آتا ہے وہ
تا ظلِ نبوّت میں پھر آتا ہے — وہ ظلِ الٰہی کو تب پاتا ہے
اگر اس عمل میں کرے جو قصور — ہے ظلِ خدا اور نبوت سے دُور

محبتِ اولیاء

محبت تُو رکھ اولیاء سے پسر — کہ فرماتے ہیں دیکھ خیر البشرؐ
جو ان کی محبت میں کاملِ ہوا — حشر کو بھی وہ ان کے شاملِ ہوا
کہیں اس طرح عاشق کردگار — شُتر جیسا بیمار ہو در قطار
تو منزل پہ وہ بھی پہنچ جاتا ہے — پس و پیش کا بس فرق آتا ہے
مِلے اس طرح تجھ کو جائے فقر — سبب اس محبت کے اے بے خبر
محبت بزرگوں کی اکسیر ہے — وصالِ خُدا کی یہ تدبیر ہے
رہا اس محبت سے جو دور تر — ہے ازلی شقاوت کا اُس پر اثر

حضرتِ انسان

بحرِ وحدت میں تو جب تھا بے نشاں — اس مخفی راز کو جان اے جواں
الست میں ہو مست دل کو شاد کر — قول وہ قَالُوْا بَلٰی کا یاد کر
کیوں ہوا تو ذاتِ وحدت سے جُدا — کیوں فرشتوں نے تجھے سجدہ کیا
اس وطن کے راز اب تو یاد کر — اس سفر میں کیوں ہوا ہے بے خبر
پھر محبت وطن کی تو رکھ سدا — تب تجھے وہ لے گا اپنے سے مِلا
دیکھ وہ غفار ایسا ہے حبیب — تو رہے خود دُور وہ تیرے قریب

حقیقتِ انسان

عدم کی صورت نظر سے دُور کر — تا کہ دو عالم میں اک آوے نظر
اس کو کہتے ہیں عدم اے دل حزیں — شکل جو ظاہر اصل میں ہے نہیں
جیسا پانی کا آئے نظر — در اصل پانی نہیں اے بے خبر
ہے عدم کی اس طرح ہستی جہاں — یہ کرے سب نیست تب حق ہو عیاں
جب تعین یہ نظر سے دور ہو — تا ظہور میں ایک واحد نور ہو
دُور ہو اپنی خودی سے اے جوان — دیکھ اَلْاِنْسَانُ مِرْاَتُ اَلرَّحْمَان
تجھ کو آئینہ کہا اپنا خُدا — خودی کے زنگار سے رکھ تو صفا
تو مثلِ شیشہ کے ہو صاف اے پسر — ہر ظہور میں تا وہ نُور آوے نظر
جسم ہے آئینہ تُو عکسِ خُدا — ہر گھڑی ہے اِس میں حق کا پرتوا
پس اصل صورت کا ہوتا عکس ہے — اس لیے حق اصل سایہ شخص ہے

رُموزِ خُودشنائی

آپ کو نابُود کُل فانی پہچان — مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا پڑھ جوان
اس طرح کی خود شناسی خُوب ہے — پس اسی میں یار کل مطلوب ہے
جس عدم سب جزو کل جانا فنا — بحر و بَر ہر ذرّہ میں دیکھا خُدا
ذات کائنات میں ہے سر بسر — جیسا ہر گُل میں ہے خُوشبو تازہ تر
ایسا اک وحدت کا سَب گُلزار ہے — لیک وحدت گُل و کثرت خوار ہے
جیسا ہر زیور کا اصل ہے زَر جواں — ایک سیاہی سے حروف ہیں بیکراں
چُونکہ ایک گِل کے ہیں برتن بے شُمار — دیکھ ایک آہن سے ہیں اشیاء ہزار

اس طرح وحدت سے کثرت اے پسر — پر نہیں اس راز کی تجھ کو خبر
جس طرح ہے لام میں الف نہاں — ایسی ہے کثرت میں وحدت اے جواں
لام کا خم یار جب ہو جائے دُور — تب الف کا نُور اک ہو گا ظہُور
اس طرح کثرت نظر سے دُور کر — تا کہ وحدت ایک ہی آوے نظر

پہچانِ انسان

مِلا تجھ کو جب رُتبہ انسان کا — نہ چاہیے تجھے کام حیوان کا
نہ کر اِس شکل پر فخر اے اخی — کہ جو فعل تیرا ہے تُو ہے وُہی
تُو جس شان کے یار کرتا ہے کام — دو عالم میں تیرا وُہی ہوگا نام

نیت

پس طلب حق میں نیت مقصود ہے — ہر عمل نیّت سوا بے سُود ہے
یار ہو ہوشیار اے طالب خُدا — ہر عمل سے پہلے کر نیّت صفا
نیّت ہی کا علم ہے مقصودِ حق — مگر پڑھ خُود پیر سے اِس کا سبق
ہو تیری امداد اے میرے خُدا — تا ہماری ہو گی دِل نیّت صفا
ہم تو ہیں مجبور اے قادرِ کریم — کر ہدایت مومنوں کو یا رحیم

عُشاق کا وضو

اِس طرح کرتے وُضو عاشق سدا — اے برادر تو بھی کر ایسا ادا
ہے وضُو مُنہ غیر حق سے دُور ہو — اور ایذا دینے سے دونوں ہاتھ دھو
پردہ پوشی کر ہمیشہ مسح سَر — پاؤں ریا کے عمل سے دھو دُور کر
توبہ خالص کا پانی لے پسر — سب محبت غیر سے دِل دُور کر
ماسوا اللہ سے پاک ہو اے فتا — کر نجاست دُوئی سے دِل کو صفا
جب کہ ایسا ہی غُسل دِل کو مِلا — تب بدن کا میل سب جاتا رہا

شریعت وطریقت

شریعت میں ہو پہلے محکم پسر — تا ہو طریقت کی تُجھ کو خبر
پھر وہ حقیقت کا عاملِ ہوا — عِرفان میں تب وُہ کاملِ ہوا
اگر اِس عمل کو کرے ترک وُہ — ہرگز نہ پہنچے گا مقصود کو

طرزِ عبادت

ظاہر و باطن جماعت خوب تر | لیکن ہے ظاہر سے باطن معتبر
ایک دم تارک نہ ہو اِس کا فتا | ہو نہ ہرگز اِس سے اِک لحظہ جُدا
جب اِمام ہر وقت ہو حاضر حضُور | تب ذکر حق میں نہ کُچھ ہو گا قصُور
گر سِوا مُرشد کرے بندگی ہزار | مثل بز تجھ کو کرے دُشمن خوار
ظاہر ، باطن پیر اپنا کر اِمام | اس کے پیچھے ہر ذکر میں کر قیام
یہ عبادت خاص حق کو ہے پسند | ایسا ہی کرتے ہمیشہ ہوش مند

حضورِ قلب

اگر ہے تیرا دِل خُدا کے حضُور | قبُول ہے عبادت تیری ذی شعُور
وگر ہے خُدا سے تیرا دِل جُدا | عِبادت تیری ہے سبھی ناروا
خُدا ہے تیرے دِل کا محرم پسر | نہیں کرتا ظاہر پہ ہر گز نظر
جو کہ دِل سے ہو وُہ ہے بہتر عمل | جو عمل دِل سے نہ ہو وہ ہے خلل
اس لیے دِل سے نمازیں کر ادا | جو نماز ہے دِل سوا پس وہ ریا
جیسا تو کرتا ہے تن قبلہ کے رُو | ایسا ہی کر دِل خُدا کے رُو برُو

ترکِ غیر

ہے گزُر گاہ دِل خُدا کا رکھ صفا | غیر کا سب خار و خس دِل سے ہٹا
کیوں کہ تُو اِس خانہ کا ہے پاسباں | غیر کو اس میں نہ رہنے دے جواں
لا کا جھاڑو لے کر اس کو صاف کر | ایسا ہی طواف ہر دم کر پسر
اس سبب سے تجھ پہ راضی ہو خُدا | تب تجھے بخشے گا رُتبہ اولیا

محبتِ الٰہی

محبتِ خُدا میں ہو ایسا کمال | فدا کر خُدا پر سبھی جان و مال
محبت دو عالم سے ہو تو جدا | دو رنگی دوئی کی نظر سے ہٹا
دِل و جان سے یار قُربان ہو | خُدا پر اگر تیری سو جان ہو
زکوٰۃ اس طرح ہے خُدا کو پسند | ادا کر اِسے رات دِن ہوش مند

معراج المومنین

اس طرح فرماتے ہیں طالبِ خدا
جب کریں تکبیرِ اولیٰ کو ادا

یعنی ہو اللہ اکبر میں فنا
ذبح کی تکبیر ہے یہ اے فتا

جان و تن قربان کر مثلِ خلیلؑ
تا نماز ہووے گی تیری بے دلیل

ایسا کر حق کے مشاہدہ میں فکر
اپنی ہستی تک نہ ہو تجھ کو خبر

جز خدا جانے فنا سب بالیقین
اس کو کہتے ہیں معراج المومنین

غیر کا جب اس میں کچھ آوے خیال
دیکھ کیا فرماتا ہے تب ذوالجلال

نماز اور سوزِ دروں

ذرا دِل میں انصاف کر بے ادب
کرے پُشت اپنی بدرگاہِ رب

کہ ہے وُہ تیرے واسطے منتظر
اسے چھوڑ کر تو ہے پھرتا کدھر

نہ اس فعل سے جب تو باز آتا ہے
پھر اس وقت خالق یہ فرماتا ہے

نہ لے نام میرا تو اے بے تمیز
ہے معبود تیرا جو تجھ کو عزیز

نماز ہے نہ میری یہ اے نابکار
یہ ہے اِس کی جس کا تو ہے خواستگار

مگر ہیں میرے فضل بے انتہا
تو جب پھر کر آوے میں بخشوں خطا

ہے ایسا خداوند مالک غفور
رجوع کر رجوع کر تُو اس کے حضور

محبت سے پڑھ یار ایسی نماز
کہ ہو جان و دِل خوف حق میں گداز

خشوع وخضوع

محبت میں ہو ایسا محو اے یار
کہ اپنی بھی نہ ہووے خبر زینہار

باحاضر دِل نماز ہو گی ادا تب
خُدا کی یاد میں ہو گا فنا جب

اگر ہر وقت دِل حاضر خُدا ہو
نماز اندر بھی یہ دِل تب بجا ہو

مگر اس کا سبق پڑھ پیر سے یار
بغیر اس کے نہیں کوئی حیلہ درکار

لذتِ نیم شب

اُٹھ کے آدھی رات با صدق و صفا
کر خُدا کی بندگی دِل سے ادا

نیم شب آخر میں ہرگز سو نہیں
یہ مُبارک وقت غافل کھو نہیں

رات کو جو عیش میں سوتا رہا
بے گُماں محشر تلک روتا رہا

شب بیداری ہے طریقہ مُصطفیٰؐ
ایسا ہی کرتے ہیں سب سالکِ خُدا

خوابِ غفلت سے ذرا بیدار ہو — اُٹھ خُدا کی یاد میں ہوشیار ہو
وقت ہے کر تُو خُدا کی بندگی — تا قیامت کو نہ ہو شرمندگی
پس خُدا کی یاد میں دِل شاد کر — یاد کر توُں یاد کر توُں یاد کر

باطنی روزہ

ہے ظاہر سے باطن کا روزہ ثواب — کہ ظاہر ہے باطن سوا سب خراب
سَدا عشق کا روزہ رکھ اے پسر — کسی غیر سے یہ نہ ٹوُٹے مگر
تُو اِس روزے کا خُوب ہو پاسباں — نہ لُقمہ آوے غیر کا بر زُباں
محبت سے کر ہر دو روزہ ادا — تا راضی خُدا ہووے اور مصطفیٰؐ

ذکرِ نفی اثبات

پس خُدا کی چاہیں رحمت جس قدر — اے پسر صلوٰۃ پڑھ شام و سحر
اور اگر چاہیں کہ وہ وصلِ خُدا — نفی کی تلوار سے خُود ہو جُدا
کلمہ توحید کا نِت کر ذکر — شام سے کر صُبح تک اس کا جہر
باطنی معنی کو دِل میں رکھ پسر — کیوں کہ جُو معنی نہ ہو گا کُچھ اثر
رمز الف و لام میم اے یار جان — ہے ختم اِن تین حرفوں میں قرآن
ہے الف اثبات لام ہر نفی کر — میم محمدؐ سب صفات ہے اے پسرا ے
لا الٰہ میں آپ کو پس کر فنا — تیغ لا سے دور کر کل ماسوا
اور الا اللہ میں حق اثبات ہے — دیکھ دو عالم میں واحد ذات ہے
ذکرِ نفی اثبات کو کر تُو مدام — پس یہی مقصود ہے تیرا تمام

ذکرِ پاس انفاس

گوش وچشم نہ لَب ہلا سب بند کر دِل کے سوا — کر دَم بدَم ذکرِ خدا تب یار دِل ہوگا صفا
ہو طالب حق شناس کا کر ذکر پاس انفاس کا — ہے یہ ذکر ہر خاص کا تب ہو گا رُتبہ اولیا
مخفی ذکر مذکور کر دل یاد میں مسرور کر — اِک دم نہ حق سے دور کر تب ہو تجھے حق کی لقا
ہُو ہُو کا ہر دَم کر ذکر ایسا ذکر میں کر فکر — جس میں نہ ہو اپنی خبر تب ہوگا تُو واصل خُدا

اذکار خفی وجلی

عبادت شریعت کی ہے با زباں
خیالات سے یہ ہے پُر اے جواں
شرع میں اگر نفس ہووے اسیر
تو مومن کا درجہ ملے گا اخیر
طریقت میں دِل کا ذکر ہے سدا
مگر کرتے بے وہم سالک خدا
حقیقت میں رُوح کا ہے مخفی ذکر
محبت سے یار ایک آوے نظر
فنا سے گُور جب بقا سمجھے گا
ملے اس میں رتبہ تجھے اولیا

عدل وانصاف

عدل سے اے یار کر دِل کو صفا
عدل سے راضی خُدا اور مصطفیٰؐ
اس سے ہووے نام روشن دَر جہاں
عدل سے مشہورؔ ہے نوشیرواں
جو کہ عادِل ہے سو وُہ انسان ہے
بے عدل ظالم مثلِ حیوان ہے
عدل اور انصاف سب کو ہے پسند
رات دِن انصاف کر اے ہوش مند
عدل جو ہو دو میں منصف تیسرا
انصاف وُہ خود میں کرے خود فیصلہ
عدل سے ہوتا ہے رُتبہ بے نظیر
اس طرح انصاف کرتے سب فقیر
گر کسی میں غیر کُچھ آوے نظر
عیب اپنا دیکھ اُس کو دُور کر
آپ سے تُو اور سب کو خُوب جان
اسی کو انصاف کہتے اے جوان

نفی ذات

ہے تیرے نزدیک وُہ تجھ سے عزیز
کیوں نہیں کرتا تُو کچھ اس کی تمیز
ہے خدا کا خاص تو مظہر جوان
وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوْحِي پہچان
قُرب حق سے تو رہا جب بے خبر
اس لیے آتا نہیں تُجھ کو نظر
جب کہ تُو ظاہر ہے تب ہے وہ نہاں
تُو نہ ہو تب یار ہو گا وُہ عیاں
تو نہ ہو خود تو نہ ہو خود تو نہ ہو
دیکھ پھر ہر جا کہ ہے وہ رُو برو
ہے فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ کا ظہور
ہر طرف ہر جا میں واحد ایک نُور

جلوۂ ذات

جب کہ اس منزل پہ آئے مصطفیٰؐ
تب انا احمد بلا میم کہا
جب جسم ہستی کا سب جاتا رہا
پھر جو دیکھا ما سوا اللّٰہ فنا

تا کہ دو عالم میں اِک آیا نظر
تب انا کہنے کی دِی حضرت خبر

ابلیس مکار

دِل میں وہم غیر جو آتا ہے
یہی نفس شیطان کہلاتا ہے

ہمیشہ ہماری رہے ذات میں
شب و روز یہ رہتا ہے گھات میں

اسے گرچہ ہم جانتے ہیں بُرا
تو بھی مناتا ہے اپنا کہا

یہ ایسا ہے دُشمن ہمارا مکار
فریب اور مکر اس کے ہیں بے شُمار

ارادہ کریں نیک جب ہم کبھی
کہے یہ نہ کر آج پھر کل سہی

ہوئی آج کل میں عمر سب تمام
نہ کرنے دیا اس نے کُچھ نیک کام

کریں گرچہ نیکی دیوے بَد ملا
وُہ بھی عمل اِس نے ضائع کیا

اگر بَد کریں ہم کرے یہ بھلا
بدی میں زیادہ کرے مُبتلا

مکر اس طرح اس کے ہیں اےَ پسر
یہ لیتا بھُلا کیسا دانا ہو گر

پیغمبروں سے کی جس نے حرکات ہیں
تو ہم رُو برو اِس کے کیا بات ہیں

مکر میں کیا ہم کو اس نے اسیر
خُدایا ہمارا تُو ہو دستگیر

ہدایت کرے کون تیرے سوا
تو ہی اس بَلا سے بچا اے خُدا

بھلا ہوں مکر جس کے ایسے دقیق
بچیں تب جو تُو ہو ہمارا رفیق

وحدت و کثرت

جان کل کثرت میں ہے وحدت کا نُور
بلکہ ہے کثرت سے وحدت کا ظہُور

ہے نہ کچھ کثرت سے وحدت کو خلل
بھی نہ وحدت سے ہے کثرت کو ذلل

لیک وحدت شخص و کثرت عکس ہے
عکس ہے فانی و قائم شخص ہے

ہرطرف ہر جا میں حق کا نُور ہے
شش جہت میں بندہ خُود مجبور ہے

ہر جہت سے بے مقید ہے خُدا
اس سبب سے وہ جدا ہے یہ جدا

گر خُودی کی جہت سے خُود دور ہے
خُود بے خود ہو دیکھ واحد نُور ہے

ماسوا اللہ کے کُل نابُود کر
لا شریک ہے ذات اک موجود کر

موت

موت سے غافل نہ ہوائے بے خبر — ہے تو مہمان ایک ساعت دنیا پر
وقت پہنچا ہے تیرے چلنے کا اب — کر مُہیا سفر کا سامان سب
موت کا جب پیک سر پر آوے گا — پھر نہ فرصت ایک دم کی پاوے گا
دیکھتا ہے رات دِن عالم کا حال — پھر نہیں کچھ موت کا تجھ کو خیال
قافلے کے قافلے سب چل گئے — دیکھ آخر خاک میں سب مل گئے
پیر و پیغمبر جہاں سے گئے گُزر — اوّل ، آخر یار سب میں کر نظر
آدمؑ و ادریسؑ ،موسیٰؑ ہیں کہاں — یوسفؑ و یعقوبؑ ، عیسیٰؑ ہیں کہاں
سرورِ کونینؐ رحلت کر گئے — اس جہاں فانی پہ وُہ بھی نہ رہے
ہے یہ دُنیا بے وفا آخر فناہ — نہ رہا اِس میں گدا نہ بادشاہ
چھوڑ سب اُمید غفلت دُور کر — یادِ حق میں یار دِل مسرور کر
یار ہو ہوشیار کر بندگی خدا — ہے یہ مرضِ موت کی عُمدہ دوا

دارِفانی

ہے یہ دنیا بے وفا پُر مکر فن — نوجوان آتی نظر یہ پیر زن
ابتداء سے انتہا تک کر نظر — ہو گئے برباد کیسے نامور
بادشاہ و نوجوان خوبرو — اس جہاں فانی میں گئے سب خام ہو
چھوڑ گئے دیوان کر خالی مکان — رُستم و سہراب جیسے پہلوان
دیکھ وُہ دارا ، سکندر ہیں کہاں — ہیں کہاں دربار لشکر شاہجہاں
سب خزانے چھوڑ کر کے خاک میں — چُھپ گئے آخر کفن کے چاک میں
تختِ شاہی مُلک چھوڑ ہو گئے رواں — نہ جہاں میں نام ان کا نہ نشاں
کیوں تو ہے مغرور اس کے حُسن پر — آج کل جاوے گا تُو بھی چھوڑ کر
زَن و فرزندوں سے ہونا ہے جُدا — ہو کے تنہا گور میں سونا سدا
گھر مکان ہونا ہے ویراں اے پسر — مال و زَر سے ایک دِن جانا گُزر
یہ زنِ دنیا ہے ایسی بے وفا — بے وفا پر کیوں ہوا ہے مبتلا
یار اس کے پیار میں دل مت لگا — کیونکہ کر دیتی ہے یہ حق سے جدا

جب محبت اس کے دل میں آتی ہے
دینِ حق سے چشم بند ہو جاتی ہے

اس لیے اے یار سب حق کے عشاق
دے گئے ہیں زنِ دنیا کو طلاق

پس تجھے اب چاہیے اے مردِ خدا
جز محبت حق کے ہو سب سے جدا

خویش و بیگانہ سے اب بیزار ہو
اک محبتِ یار میں ہوشیار ہو

رحمتِ حق

ذات کا تکیہ نہ کر اے ہوش مند
عمل صالح خُوب ہیں حق کو پسند

دَر حقیقت ہر دو تکیہ دُور کر
محض رحمت رب کی منظور کر

چھوڑ سب اُمید کر حق سے رجُوع
کیوں کہ خُود فرماتا ہے لا تقنطو

مقامِ عشق

عشق سے ظاہر ہوئی ہے ذاتِ حق
عشق کی خاطر ہوئے چوداں طبق

عشق نے ہر ادنیٰ کو اعلیٰ کیا
خاک کو افلاک پر رُتبہ ملا

عشق سے کیا مرتبہ پایا حیوان
نام اِن کا دیکھ روشن دَر جہان

بُلبُل اور پروانہ کو دیکھ اے فتا
کس طرح معشوق پر ہوئے فِدا

جان تک وہ یار پر قُربان ہیں
حیف تُو انسان وہ حیوان ہیں

ہو کے انسان کُچھ شرم کرتا نہیں
کیوں مثل پروانہ جل مرتا نہیں

تو شمعِ محبوب کا پروانہ ہو
اس محبتِ یار میں دیوانہ ہو

جن کا دل ہے عشق سے خالی پسر
دین کا پھر کچھ نہیں ان پر اثر

مقصد و مقصود خاصہ عشق جان
نہ بغیر از عشق ایماں کا نشان

عشق کے ہے علم سے جو بے خبر
نہیں انسان ہے وہ حیوان سر بسر

دو جہاں میں عشق پس مقصود ہے
اور سب اس کے سوا بے سُود ہے

صحیح عِلم ہے عشق کا ہر سے فقط
اور جو اس کے سوا سب ہے۔غلط

ابتدائیہ اشعار (دَر آغاز کتاب اسرارُالمعرفت)

سوچ معنے ظاہر و باطن کا یار
کر فکر اور فہم اس میں ہوشیار

ظاہر اس کی ہے شریعت سے کلام
معرفت ہے باطنی اس میں تمام

ہے مناظرہ درج اس میں اور پَند
ایک ہی مضمون میں مقصود چند

یہ نہ سمجھو اس میں ہے تھوڑا کلام
بلکہ اس کوزے میں ہے دریا تمام

گر مُنصف ہو کے دیکھ اس میں فہیم
ہے خدا کی طرف یہ راہِ مستقیم

دُعائیہ مثنوی (دَر اختتام کتاب اسرارُالمعرفت)

فضلِ حق سے یہ ہوا نسخہ تمام
مرضِ گمراہی کے لیے ہے فیضِ عام
لیک با انصاف کر اس میں نگاہ
ہے بیماری جہل کا عُمدہ دوا
با محبت حق اس میں کر نظر
بے محبت کو تو یہ ہوگا ضرر
کیونکہ ہے مرضِ تعصُّب لادوا
یہ پیغمبروںؑ سے بھی نہ ہوئی شفا
یا الٰہی مومنوں کو دے توفیق
تاکہ ہوں تیری محبت میں غریق
آپ ہی ہر مرض کا شافی تو ہو
جُز ہدایت تیری کے ہادی نہ کو
شاہ چراغؒ ہیں پیر میرے رہنما
ہادی ہیں علمِ ہدیٰ باطن صفا
بے خبر بے دل ہوں میں بے زبان
یہ سبھی اس آپ نے کیا بیان
بارگاہِ حق میں قُطبؒ کر التجا
تا وہ حاصل ہو گا دل کا مدعا
جو تیرے دَر آیا اے میرے خدا
جُز عطا تیرے نہیں خالی گیا
ہر سے ہو کے بے اُمید آیا ہوں بس
کون ہے تیرے سوا فریاد رَس
یا خُداوندا بحقِ مُصطفیٰؐ
ہوں بے ہمت کر تو عشق اپنا عطا
یہ دُعا اپنے کرم سے کر قبول
از طُفیلِ آل و اولادِ رسولؐ
نزع کے دم میں رہے کامل ایمان
عشق تیرا دِل میں ہو کلمہ زبان

رباعیات قربِ حقِ تعالیٰ

دیکھ فرماتا خُدا ہے اے سعید
وہ تیرے نزدیک کیوں تو ہے بعید
دیکھ اپنی ذات میں اے ہوش مند
نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ

محبتِ خدا گوہرِ بے بہا

محبت جس کے دِل میں ہے خُدا کی
انہیں لفظوں پہ اس نے جاں فدا کی
مگر جو بے محبت اشقیا ہے
قدر کیا جانے گوہر بے بہا کی

محبتِ پنجتنؑ

محبت فرض جانو پنجتنؑ کی
کہ ہے یہ دافع رنج و محن کی
مگر یہ دوستی بھی تب روا ہے
جب اس میں ہو محبت ذوالمنن کی

مشکل کشاء

علیؓ کا نام جب مُشکل کُشا ہے — مدد مُشکل میں گر مانگیں روا ہے
علیؓ کو کر وسیلہ اپنا ہر دم — مرضِ مُشکل کا یہ عُمدہ دوا ہے

تاثیرِ عشق

عشق کا ہر دم نشہ دل صاف کرتا اے سعید — نام کی مستی سوا ہر نشہ ہی جانو پلید
عشق الٰہی کا ہمیشہ جام بھر دِل کو پلا — اس نشہ کی دیکھ عارف دمبدم کرتے تائید

مقامِ دل

ظاہری کعبہ بنا ہے زاہدوں کا خاک کا — عارفوں کا دِل ہے کعبہ عرش ایزد پاک کا
ظاہری ہے حج اصغر اور اکبر باطنی — دونوں کا طواف ہر دَم عاشقوں دل چاک کا

تزکیہ باطن

عبادت باطنی سے دِل صاف کر — بغیر اِس کے نہ ہووے پاک بھائی
خُدا دیکھے نہ کوشش ظاہری کو — ولے ہے دیکھتا دِل کی صفائی

ذکرِ پاس انفاس

خُوب دونوں ظاہر و باطن ذکر — ہے مگر ظاہر سے باطن خُوب تر
یہ ذکر مخفی کا پاس انفاس ہے — ہو نہ اِس سے ایک دم غافل پسر

ہستی و نیستی

خودی سے گر انا جس نے کہا ہے — سیاہ رُو مثل شیطاں کے ہُوا ہے
خُودی خُود ہستی سے ہو گا فنا جب — انا الحق یار تب کہنا روا ہے

خیالِ محشر

دِلا راہ مُشکل کا مت کر خیال — سمجھ اپنا مقسوم رنج و ملال
کہ یہ عیش دُنیا تو اک لحظہ ہے — مگر ہے حشر کی مُصیبت محال

التجا بدرگاہِ ربُ العلیٰ

الٰہی بندہ ہوں تیرا خطا وار — شرمسارم شرمسارم شرمسار
گو شرمسارم مگر تجھ سے ہے امید — اس سبب سے جو نام تیرا ہے غفار

کتاب مراۃ الفقراء کے آخر میں دعائیہ رباعی

یا خُداوند یہ میری آرزو — نزع کے دم میں بھی تیرا عشق ہو
جُز محبت تیری دم جائے نہیں — ذکر تیرا دَم بدم ہو موبمو

سنہ تکمیل کتاب اسرار المعرفت

(حضرت قطبِ عالمؒ نے ابتداء میں اس کا نام "ہدایت الانسان سرّ العارفان" رکھا تھا۔ اشاعت کے موقع پر جب نام تبدیل کیا گیا تو یہ رباعی حذف کر دی گئی)

کتاب کا بھی نام سن تو اے جوان ہدایت الانسان سرّ العارفان
پس عدد اس نام کے کر تو بیان تیراں سو چھ سنہ ہجری ہے عیاں
(۱۳۰۶ھ)

حضرت قطبِ عالمؒ کی تعمیر کردہ مسجد پر نصب کتبہ

نالِ امداد الٰہی مسجد ہوئی تیار بخش بناون والیاں رب رحیم غفار
قُطب علی ہور عاصیاں توہیں بخشنہار سن تیرہ سو بتّی ہجری کرو شُمار
(۱۳۳۲ھ)

فردیات جلوۂ ذات

ایسا توحید نے گھیرا کہ سجدہ ہر طرف میرا جدھر دیکھوں اُدھر تو ہے، ہے جلوہ ہر طرف تیرا

خودشناسی

خود شناسی فرض ہے تم کو عزیز تا کہ ہو مخلوق و خالق میں تمیز

شریعت

شرع میں آپ کو یوں جان مختار بدی اپنی، ثواب حق سے سمجھ یار

مریضِ عشق

یہ بیماری عشق تو لائق دوا نہیں بجز دیدارِ یار کے ہرگز شفا نہیں

نیک وبد

بد نیک پر فوق پاتا نہیں کبھی زنگ سونے کو کھاتا نہیں

فنا وبقا

فنا ہو کر دیکھے فنا ہے بقا میں گر بقا دیکھے بقا ہے

حصہ سوم (پنجابی)

اوّل حمد خداوند خالق سب صفتاں دا سائیں
احد کولوں جُدا احمدؐ ہویا بنیاں عشق تدائیں
رنگو رنگ عجائب خلقت بدھیاں عِشق بناہیں
ہک عالم ہک جاہل ہوئے ہکناں نیک ادائیں

ظاہر اُتے ہک مست پھرن ہک باطن والے راہیں
قطب کمال وصال دی لذت مِلی عاشقاں تائیں

اُٹھی غافل سُتیا من وچ جھاتی پا

اُٹھی غافل سُتیا من وچ جھاتی پا
ہِی تیل بتی گھر اپنے لے گُر توں شمع جگا
رکھ ہر دم دید چراغ ؒ وچہ بہیں سُرت رلا
قُطب شاہ ہر غیر ہوا توں بالیں رکھ نگاہ
لا دی گُنجی نال لہوے نحنُ والا پَردہ
تا اِلّا اللہ واحد دسیوے ہر ہر وچہ رنگ ہر دا
چڑھ مُوتُو والی کشتی سیر کچیوے پریم نگر دا
قطب شاہ فنا دیوچہ ہِی راہ بقا شہر دا
شریعت وچوں راہ لدھوسے خاص محمدؐ والا
شر شرارت جھگڑے دیوچہ آہا مُنہ کالا
مُرشد کامل باجھ نہ ہوندا ایہہ دِل سیاہ اُجالا
قُطب شاہ سَگاں لڑدیاں کولوں لنگھسی کر سنبھالا
کاہنوں حج مکے دی کرنائیں وچے وچ کچیوے
وچے مکہ مسجد سجدہ وچہ قرآن پڑھیوے
نحنُ اَقرب خود فرمایا ایہو گھنڈ لہیوے
قطب شاہ بُت خانے وچوں ہر دم یار دسیوے
اَلَستُ بِرَبِّکُم سُنیا دل میرے تا قالُوْ بَلیٰ الایا
اساں سُن دیویلے تے وقت اربیلے سر بھار عشقیدا چایا
فاذْ کُرُوْنی اَذْکُرْکُم ایہہ سبق ہے یار پڑھایا
ہن قطب شاہ بھلا نہیں اوہ قول .قرار پکایا

دوہڑہ جات

کُن فیکُون جدوں فرمایوس چا کیتس کیڈ پسارا
ہر ہر دے وچ آپ سما کر مُڑ بھی رہیا نیارا
ہِک بے خبراں جان بے چُون نہ کیتا دید نظارا
قطبؔ شاہ نکھن دا ہِکناں دُور کیتا گھنڈ سارا

کُن فیکُون جدوں فرمایوس تاں سفر پیوسے لماں
آوچہ پردیس کوئی ذات نہ جانے رہیا کتھ اساڈا جماں
ہکے تخت خُوشی دے مالک ہاسے ہکے مار مکایائی غماں
مڑ قطبؔ شاہ وصال والا ویکھاں آوسی کیہڑا سماں

آماہی گُل موسم آئی سب کھڑیاں باغ بہاراں
ہِک مینوں تانگ تے سانگ ہجر دی نِت کوئل وانگ پُکاراں
جیویں بھور گُلاں تے دور کرے لہیں بلبل طور طواراں
قطبؔ یار ملے ہِک وار مینوں تاں میں شکر ہزار گزاراں

موسم وار کھڑی گلزار جاں رُت بہار دی آئی
نِت بھور دے طور کراں میں دَور دِل وانگ پتنگ جلائی
میں عُمر حیاتی وچھڑیاں جاتی جیویں چاند چکور لگائی
ہُن قطبؔ یار ہِک وار مِلو مینوں گھتیائی مار جدائی

اس نیّت نال یقین سچے دے ہُن ہو ماہی دی رہیّاں
وچہ دریا محبت والے وَڑ نال توکّل گہیاں
بحر فکر دے وچ لوھدی دیاں نپ باہاں چراغؒ ہُن لیّاں
ہُن قطبؔ یار لج دار دے گل وچہ آسھے لجاں پیاں

عشق پیالہ محبت والا پی نال صبر دے لیئے
بنّھ کر تلہا توکل والا وچہ عشق بحر ٹھِل پیئے
توڑے لوک کہن سب مست دیوانی ہو صُمّ بکمّ رہیے
قطبؔ یار سچے دِلدار بناں ہور فحش کلام نہ کہیے

سچّا راہ محمدؐ والا ڈھونڈ مُربّیوں پایا غیر ہٹایا
مذہب سُنی شیعہ دے وچہ ایویں مغز کھپایا کُجھ نہ آیا
ایہہ مہناں یار پیارے دا میں ساہجو سر پر چایا توڑ نبھایا
قطب شاہ نوں مُرشد کامل ملیا جس وچ وچہ وکھایا سچ خُدایا

صبح و شام لئے نام سائیں دا تاں کام انجام بھی تھیوے
دم دم نال تے ہر ہر حال وچہ یار دی گاہل کچیوے
فاذکرونی اذکرکم یاد کیتیاں یاد رہیوے
قطبؔ شاہ فناہ ہو رہیے تاں بقا پییوے

اُٹھی جاگ نیّت دے مارے سِر سائیں کھلوتائی آکے
کھڑا یار دی گل کریندائی وَلوَل جے توں ویکھیں سر اُٹھا کے
وَڑ مذہباں وچہ غافل ہویوں دِتائی ذاتی اسم بُھلا کے
قطبؔ شاہ مُربی باجھوں سب دِتائی دھن لُہڑا کے

نشہ شوق تیرے دا سائیں میرے تن وچہ رہے مدامی
سُرمہ دیدار تیرے دا ہر دم رہے چشماں وچہ مقامی
اس عشقؔ وچالے لذّت عجائب ساڑ جان کیجئے قُربانی
قطبؔ ، شاہ چراغؒ دکھائی واہ عشق دی رمز نہانی

ابیاتِ متفرقہ

الف۔ آ ویکھا مُکھ ماہ مینوں ہُت راہ بھلینڈڑی کھلیاں میں
تیرے ہجر آتنگ بیرنگ کیتا شمع وانگ پتنگ دے جلیاں میں
ہک دیدار تیرا درکار مینوں ہور کار توں یار وللیاں میں
قطبؔ شاہ سوہنے گل لج پئی غیر تج کے سنگ بھج رلیاں میں

ب۔ بہوں ہلاک پھراں غمناک کائی وَا فراق دی گُھل پئی
آمل یار سنبھال قرار ہُن رُت بہار دی کُھل پئی
تیرے پچھے جانی پھراں حیرانی میں ہو دیوانی رُل پئی
قطب شاہ ماہی کیوں دِل چائی نہوں خبر کائی کیہی بھل پئی

د۔ دِل وی ہکو تے یار وی ہکو وَت غیرتے دِل ٹِکا ناہیں
اکھیں بنیاں یار دے ویکھنے نوں پھر دَر دَر جھاتیاں پا ناہیں
بنے گوش آہن ہوش یار دے نوں ہور غیر آواز سنا ناہیں
قطب شاہ نگاہ وَل یار ہووے بناں کم کوئی دم بھلا ناہیں

الف۔ آجانی او ماہتاب ثانی توہیں لائی کانی نکل پار گئی
تیرے ہجر ماری پھراں کروی زاری لا کردکاری میں بیمار پئی
ہُت فالاں گھتاں آوے یار متاں او میں رُلدی وتاں تُوں نہ سار لئی
قطبؔ گھت کُٹھالی میں ہجر گالی سِک یار والی مینوں مار گئی

الف۔ آکھاں مُورکھا سمجھ کدی کیوں چا رب دا نام بھلایائی
دُنیا حِرص ہَوا دی پھاہی اندر آپے آپ نوں آپ پھہایائی
لگ خواب دے نال توں خیال ہویوں مُورکھ اپنا قدر نہ پایائی
قطبؔ شاہ بھلایائی یار تائیں دِلوں موت والا ڈر لایائی

ب۔ بھال اکھیں تک غافلا او سر موت والا مارو وَج وائی
ذرا خواب تھیں یار بیدار ہو کھاں پیا شیر تیرے سر گج وائی
ایہو پنجرا آب تے خاک والا خبرے اَج کے کل نوں بھج وائی
قطبؔ شاہ پچھے پچھتاؤ ناہیں کچھ کر لئے توں ویلا اَج وائی

ت۔ تداں تدبیر کی کریں توں جداں موت تیرے سر آونائیں
ایہا دُنیا مال اولاد ساری اوڑک چھڈ اکلیاں جاونائیں
لبھے بھین بھائی پیارے یار تیرے کسے تیرا نہ دَرد ونڈاونائیں
قطبؔ شاہ ایہہ وقت گوا نائیں ایس ویلڑے نوں پچھوتاو نائیں

ث۔ ثابت دل دینال جانیں اسے موت نوں یار وسار ناہیں
حُسن دُنیا دا ویکھ نہ بُھل بیلی سدا رہنا ایہہ رنگ بہار نائیں
گھڑی گھڑی دے پے گھڑیال وجّن اسے دم دا کوئی اعتبار ناہیں
قطب شاہ کُجھ ونج وپار کر لے پھر آونا اس بازار ناہیں

الف۔ آکھاں من صلاح میری لگ مَت کُڑے تینوں واسطہ ای
ہئے اَج ویلا تیرے کتنے دا چرخہ کت کُڑے تینوں واسطہ ای
اینویں ہِت سہیلیاں وچہ ٹُر دی اونا وَت کُڑے تینوں واسطہ ای
قطب شاہ کوئی تند فراق والی اَج گھت کُڑے تینوں واسطہ ای

ب۔ بیٹھ کے آتن کت چرخہ تیرا کھیڈنے وَل ہے دھیان کُڑے
اَج کل ہے کاج تیار تیرا کجھ داج دا کر سامان کُڑے
جیہڑِیاں تر کلے تند نہ پاندیاں نی اوہ داج ویلے پچھتان کُڑے
قطب شاہ ہے کاج تیار تیرا کچھ داج دا کر سامان کُڑے

ت۔ تانگ وسار ہن کھیڈنیدی ایہے کتنے دے دن چار گڑوے
اَج نال سہیلیاں کت چرخہ کل جاسیا اُٹھ بھنڈار گڑوے
رَل آئن دے وچہ کتنے دا ایہو ویلڑائی ہتھ مار گڑوے
قطبؔ شاہ نہ پیکڑا راج سدا ایہو جوبن ہے کائی دیوار گڑوے

س۔ سار نہیں اجے مول تینوں سیّاں کت کے داج رنگاندیاں نی
رل وچہ بھنڈار دے پا چھوپاں وار و وار سبھے پونی چاندیاں نی
نال شوق دے اُٹھ کے رات اڈھی رل گیت فراق دے گاندیاں نی
قطبؔ شاہ تونہہ جیہاں بیکار گڑوے آخر داج ویلے پچھتاوندیاں نی

د۔ دینہہ ساہے والے آپنیں ہُن کھیڈ ولّوں چت چا گڑوے
اُٹھ وقت سویلڑے رات اڈھی چرخہ شوق دے نال گُھکا کڑے
وَٹ پُونیاں درد فراق دیاں ترکلے تند سہاگ دی پا گڑوے
قطبؔ شاہ ہے کاج تیار تیرا داج شاہ پسند رنگا گڑوے

د۔ دل نوں دل تاں منگدی ہے آمل او ڈھولن ڈِھل کیہی
دَل وَل آکھیں تے آویں ناہیں ایہا ہمیشہ کِھل کیہی
پیا ِسکائیں تے پھیرا نہ پائیں وَس کھاں ماہی ایہہ دِل کیہی
قطبؔ دِل جے ونجیں مِل تا دِل اَگے مشکل کیہی

ر۔ رُت برسات سنجان کے ماہی بدلاں بھی آواس کیتے
کوئل بھی آ کاہل ہوئی وصل دی خاص پیاس کیتے
دیکھ محبوب دی شمع اُتے پتنگاں بھی چت اُداس کیتے
قطب شاہ وصال نصیب اُنہاں جنہاں دل چا اپنے راس کیتے

ش۔ شوق تے صبر دا بنّھ تُھا اَج تریں او بیلیا ویلڑائی
تن تیرا ایہہ ڈِرد فراق والا اَج جریں او بیلیا ویلڑائی
وچہ مُوتُو والی موت دے توں اَج مریں او بیلیا ویلڑائی
قُطبؔ شاہ اِس عشق دی بھاہ اندر اَج سڑیں او بیلیا ویلڑائی

ع۔ عشق دی یار بہار مِٹھی سبھے راز تاں وچہ نیاز دینی
جو جو سریں وچے وچہ جریں اہیے تا مقصد راز دینی
چڑھے گُٹھالی عشقے والی مزے تاں وچہ گداز دینی
قطب شاہ فنا دے باجھوں بۓ تا رنگ مجاز دینی

ع۔ عشق دی یار بہار آئی پیاں کِھل سبھے گلزاریاں نی
موسم بھال وصال والی اُٹھی بُلبل مار اُڈاریاں نی
گُلاں پھلاں چمناں اُتے آ بھور سبھے لیندے تاریاں نی
ہُن قطب نوں آ وکھا او ماہی وصل دیاں مزیداریاں نی

ک۔ کی دی پاروں چا کی کتوئی میں وت نہ آکھ ساں کی ایہی
جی او ماہی جی جو چاہی حاضر اساڈڑا جی ایہی
بھی کریندیاں بھی نہ آیوں عرض اساڈڑا بھی ایہی
قطبؔ کی دی رمز انوکھی تا کی جاناں اج کی ایہی

الف۔ اکھیں سکدیاں نوں رکھیں سِک او پیاریا ویلڑائی
نت یار دی تار دیدار والی بیٹھا جھِک او پیاریا ویلڑائی
اسے سِک تھی قابَ قَوسَین طرح ویسیں مِک او پیاریا ویلڑائی
قطب یار والی ہِک سِک اندر ویکھیں ہِک او پیاریا ویلڑائی

کافی

بھوں دناں دی وچھڑی نوں آ جلوہ یار وکھایائی

آپے چا ایہہ کھیڈ بنائی — ہن کیوں کرنائیں یار جُدائی
تیرے پچھے ہوئی دیوانی — میں خفتن نام رکھائی
بھوں دناں دی وچھڑی نوں آ جلوہ یار وکھایائی

عشق تیرے دی منزل بھاری — میں کملی بیکار نکاری
گلیاں دیوچ پھراں حیرانی — برہوں مار مکایائی
بھوں دناں دی وچھڑی نوں آ جلوہ یار وکھایائی

تساں کدے کدے اِتھ آندے ہو — وت آکھ سجن کتھ رہندے ہو
کولوں لُک چھپ کے لنگھ جاندے ہو — کیوں سِکدی نوں آ سکایائی
بھوں دناں دی وچھڑی نوں آ جلوہ یار وکھایائی

ہُن نہ کرہیو یار جُدائی — مینوں مونجھ ہجر دی آئی
وچہ پردیس دے پھِراں اُداسی — یاد وطن اوہ آیائی
بھوں دناں دی وچھڑی نوں آ جلوہ یار وکھایائی

ہُن چا یار وِصال کراوٗ — میں غریب توں ہجر ہٹاوٗ
رات دِناں نِت کھپدی نوں — کیوں وَل وَل یار کھپایائی
بھوں دناں دی وچھڑی نوں آ جلوہ یار وکھایائی

قُطبؔ شاہ سنگ یار رلیسی — دامن دی اوہ لاج پلیسی
ہے ایہو عرض نمانی دا — رہے دمدم شوق سوائیائی
بھوں دناں دی وچھڑی نوں آ جلوہ یار وکھایائی

کافی

آوٗ سجن رتیں آیاں نیں نت تانگ تیری مینوں رہندی ہے

رات دہاں نت لئیں طواراں — عشق تیرے دیاں گُجھیاں ماراں
آوٗ جانی ہُن پرت مُہاراں — دِل ہجر نہیں ساہندی ہے
آوٗ سجن رتیں آیاں نیں نت تانگ تیری مینوں رہندی ہے

گلیاں دے وچہ پھراں کُرلاندی — دُکھاں سُولاں کیتا ہے ماندی
آوٗ سوہنا ہُن لایو کاندھی — جند پئی غوطے کھاندی ہے
آوٗ سجن رتیں آیاں نیں نت تانگ تیری مینوں رہندی ہے

حال نہ پُچھیا آ کداہیں عشق میرے تن لایاں بھاہیں
آجانی گل لگ مِلاہیں دِل اینویں پئی آہندی ہے
آ و سجن رتیں آیاں نیں نت تانگ تیری مینوں رہندی ہے

عشق تیرا کی جانے کوئی جس تن لگڑا معلم سوئی
آجانی میں کاہل ہوئی مونجھ ہجر دی کھاندی ہے
آ و سجن رتیں آیاں نیں نت تانگ تیری مینوں رہندی ہے

قطبؔ شاہ نہیں عشق سکھالا مُشکل پینڈا ہے درد کشالا
آجانی دے شوق پیالا دل وصال نوں چاہندی ہے
آ و سجن رتیں آیاں نیں نت تانگ تیری مینوں رہندی اے

بسنت

تُو سُلطان ہیں سب سُلطاناں اس عاجز دا ہئی خصماناں
حامی ہوویں دونہاں جہاناں کر غور میری ایہہ دُہائی ہے
سائیں بخشو شوق الٰہی ہے

میں سوالی ہاں نام دا سائیں بخش ہووے نت سنج صباحیں
یاد سوا دم بھولے ناہی بن نام نہ حاجت کائی ہے
سائیں بخشو شوق الٰہی ہے

موسم وار کھِڑی گُلزاری میرے نیر ہوئے نت جاری
لگی تانگ وطن دی پیاری مینوں باجھ وصال اُدرائی ہے
سائیں بخشو شوق الٰہی ہے

رات دہاں نت پئی غم کھاواں کونج مثل ہر دم کُرلانواں
باجھ وصال آرام نہ پاواں ہن جان لباں پر آئی ہے
سائیں بخشو شوق الٰہی ہے

ہاں بے کار کوئی حال نہ میرا مہر کرم دا کرہیو پھیرا
پکڑیا ہے میں دامن تیرا سب لاج سوہنے گل پائی ہے
سائیں بخشو شوق الٰہی ہے

قُطبؔ شاہ ہے بِرت سوالی نہیں لائق ولاون خالی
شاہ چراغؒ ہے مُرشد عالی کرنی نام دی یار وفائی ہے
سائیں بخشو شوق الٰہی ہے

بسنت

بِرت میں اُداسی پھراں ڈھولا پرت مہاراں
دل گھبراندی موںجھاں کھاندی موسم ویکھ بہاراں
بِرت میں اُداسی پھراں ڈھولا پرت مہاراں
ولدیاں کلیاں موںجھیاں کھلیاں کھڑیاں ویکھ اناراں
بِرت میں اُداسی پھراں ڈھولا پرت مہاراں
میں نمانی باجھوں پانی کوئل وانگ پکاراں
بِرت میں اُداسی پھراں ڈھولا پرت مہاراں
قطبؔ شاہ سوہنے یار دے باجھوں پھکے تاں رنگ گلزاراں
بِرت میں اُداسی پھراں ڈھولا پرت مہاراں

کافی

شالا جوانی مانیں ماہی نین میرے وَل بھال
یاری لاون لگ چھپ جاون عجب تساڈی ایہہ چال
شالا جوانی مانیں ماہی نین میرے ول بھال
آہدا وی آہیں دِل تینوں میں دییاں کیتے اوہ قول سنبھال
شالا جوانی مانیں ماہی نین میرے ول بھال
سکدی رہندی پئی غم کھاندی آ کے نہ پچھنائیں حال
شالا جوانی مانیں ماہی نین میرے ول بھال
قطبؔ شاہ نیہڑا لا کی جانے عشق دے پے مُنہ جنجال
شالا جوانی مانیں ماہی نین میرے ول بھال

ٹپہ

میں نال دکھاں دے لائیاں نی نہ کراو یار جدائی
ہک میں اوداسن پھرنیاں ہور خوش دِسے ہر کائی
میں نال دکھاں دے لائیاں نی نہ کراو یار جدائی
غم کھاندی پھراں کرلاندی میں وانگ چکور لگائی

میں نال دکھاں دے لائیاں نی نہ کراو یار جدائی

ہک نال وصال نہال ہویاں میری روندیاں رین وہائی
میں نال دکھاں دے لائیاں نی نہ کراو یار جدائی

قطبؔ شاہ عشق او لڑے دی میں ایہہ گل جان دی ناہیں
میں نال دکھاں دے لائیاں نی نہ کراو یار جدائی

دریشوں کی زبانی سنا گیا غیر مطبوعہ کلام:۔

یہاں پر حضور کا وہ منظوم کلام درج کیا جاتا ہے جو نہ آپ کی تصنیفات میں ہے اور نہ آپ کی قلمی تحریروں میں بلکہ حضور کے مریدین کی زبانی سنا گیا ہے۔ پھراُن اشخاص سے جو شاعر بھی نہ تھے۔ اور ایک طویل عرصہ گزرنے کے بعد ظاہر ہے الفاظ میں کچھ رَدوبدل بھی ہوگا۔ اگر چہ اس کی سند کمزور ہے پھر بھی بطور یادگار یہاں نقل کر دیا ہے۔

☆ میاں محمد چراغ آرائیں (صادق آباد ضلع رحیم یار خاں) نے بیان کیا میں نے حضور کی زبان سے یہ بیت سنے۔

رَکھ پہچان اساڈی صورت ، بنھ نقشہ وچ دل دے
یاریاں والے سخت کشالے ، یار نہیں سوکھے ملدے
میں ہاں وچ سندھیلیانوالی ، نام قطب رکھوایا
اللہ پاک نے رتبہ دتا ، ہر توں دون سوایا

☆ میاں امیر بخش نول موضع ڈھیڈی سے روایت ہے حضور کبھی کبھی یہ دوہڑہ بھی پڑھا کرتے۔

کن فیکون جدوں فرمایا ، تے کیتیاں نی زور آوریاں
ذات دے نالوں چانکھڑیا ای ، تیریاں کیتیاں سر تے دھریاں
کِکے تخت خوشی دے مالک ہاسے ، ہکے آن زکوتاں بھریاں
قطب شاہ ماہی جا ادب دی آہی ، نہیں تے گلاں کریے ہاکھریاں

☆ میاں محمد امیر آرائیں سکنہ ٹبی قاسم سے مروی ہے ایک مرتبہ حضور نے یہ بیت ارشاد فرمایا:

د۔ درزیا سی اک قمیض دیویں ، جیہڑی کسے محبوب نہ پائی ہووے
گز ہجر دے نال توں لویں میچا، قینچی وصل دے نال کٹائی ہووے
دُکھاں سوئی دا یار تو بھریں تروپا، معرفت دی مشین چلائی ہووے
قطب علی شاہ لذت تد آوے جے گل یار میرے نے پائی ہووے

☆ میاں مانک بھوجوانہ سکنہ چک نمبر 172 سے راقم الحروف نے خود سنا، حضرت قطب عالم نے ایک مرتبہ یہ اشعار پڑھے اور میں نے حضور سے ہی سن کر یاد کیے۔

پڑھ بسم اللہ مسلماناں ، مَت تیری ریہہ نہ گئی
کتھوں آئیوں ، کتھے جاناں، ایہہ گل ذرا دس تاں سہی

ٹُردی واری کجھ نہ دسیا اینویں عمر روڑھ گئی
ظاہر علم نوں پڑھن والیا اُم الکتاب پڑھ تاں سہی

پنجاں تتاں دا پُتلا بنیا وچ بولن والا کون ہئی
وچ مسجد ، وچ مندر، وچ گُل پسارا ہئی

گھر والی ہتھ کُنجی تیرے، ایویں جندرا کتھوں لبھئی
ہَری دے پوچھن والیا، ہَر وچ جھاتی پا تے سہی

رحمت دا دریا ڈیٹھو سے ، دوئی سب غبار ہئی
قطب ڈردا سچ نہ آکھے ، ساری جاندا سر تے سہی

فی البدیہہ مکالمے:۔

حضرت قطب عالم اپنی مجالس میں فی البدیہہ اشعار اور مکالمے بھی فرمایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ حضور نے میاں حسن چھنن پر نگاہِ کرم (توجہ) فرمائی تو اس کا قلب جاری ہو گیا اور بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا۔

حق اے ، قطب حق اے کڈھی جاویں شک اے
کیتی جاویں پک اے

حضور نے اس کے جواب میں فرمایا:

کڈھ دتا شک اے ہو گیا پک اے
پک توں وی پک اے

☆میاں احمد دین نومسلم، میاں کریم بخش ہراج اور بھی کافی درویشوں سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت قطب عالمؒ کی مجلس میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کا یہ بیت پڑھا گیا۔

روٹی میری کاٹھ دی تے لاون میرا بھکھ جنہاں کھادیاں چوپڑیاں، اُنہاں پائے دُکھ

حضور نے فرمایا اگر ہم اس وقت ہوتے تو حضرت بابا صاحب سے عرض کرتے:

پنج، پنج کھاوے چوپڑیاں، اُدوں نہ موڑے مکھ جنہاں رَب وساریا ، اُنہاں پائے دُکھ

☆میاں غلام فرید چھنن اور میاں کریم بخش ہراج سے مروی ہے "تابو" کے بارے دو روایتیں ہیں ایک ہے کہ وہ کوئی

درویش تھا۔اور دوسری یہ ہے کہ جن تھا۔ کہتے ہیں ایک جن خاتون نے منت مانی تھی کہ مجھے اگر پہلا لڑکا ہوا تو میں اسے حضرت پیر سید موج دریاؒ کی نذر کروں گی، چنانچہ لڑکا ہوا تو اُس نے پیر سید موجِ دریاؒ کے دربار پر پیش کردیا وہ حضور شیر یزدانیؒ کا بڑا عاشق مرید تھا۔ اکثر مجلس میں بیٹھا رہتا اور حضور کے چہرہ مبارک کا تصور رکھتا۔لوگ بھی اسے دیکھتے تھے۔ایک مرتبہ سندھیلیا نوالی شریف باغ میں حضرت قطب عالمؒ تشریف رکھتے تھے حضور شیر یزدانی اور آپ کی معیت میں ''تابو'' بھی اپنے شغل میں مستغرق تھا۔حضرت قطب عالمؒ نے اس کی والہانہ وارفتگی کو دیکھتے ہوئے شیر یزدانی سے خوش طبعی میں فرمایا''پہلا مصرعہ میں بناتا ہوں، دوسرا تم بناؤ'' اور پڑھا'' تابو گتھے قابو قطب شاہ نے'' آپ نے فی البدیہہ عرض کیا'' قطب شاہ کرے نگاہ میں گداتے'' حضور قطب عالمؒ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا'' شیر محمد! تو مجھے کہیں نہیں بیٹھنے دے گا۔''

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

بابِ نہم

تصنیفاتِ عالیہ

اسرارالمعرفت ۱۳۰۶ھ/1888ء

یہ کتاب حضرت قطب عالم کی پہلی تصنیف ہے جو آپ نے حسب ارشاد اپنے ہادی و راہنما حضرت سید چراغ علی شاہ قدس سرہٗ ۱۳۰۶ھ مطابق 1888ء میں تحریر فرمائی۔ لیکن حضور کو ہمیشہ افسوس رہا کہ بغیر ملاحظہ فرمائے اسی سال آپ کے پیرومرشد وصال فرما گئے۔ جس کی تفصیل مقدمۂ کتاب میں آپ نے خود قلمبند فرمائی ہے۔ یہ کتاب دربارِ قطبیہ سے منسلک خانقاہوں میں ایک دستور العمل کا درجہ رکھتی ہے۔ راقم الحروف کے پاس اس کے دو خطی نسخے موجود ہیں۔ قدیم ترین نسخہ ۱۳۰۷ء کا ہے۔ یعنی حضرت چراغ حق نما کے وصال سے تقریباً آٹھ ماہ بعد قلمبند ہوا۔ حضرت قطب عالمؒ نے پہلے اس کتاب کا نام ''ہدایت الانسان سِرُّ العارفان'' تجویز فرمایا۔ اور شروع میں یہ رباعی بطور تاریخ مرقوم فرمائی۔

کتاب کا بھی نام سن تو اے جوان — ہدایت الانسان سِرُّ العارفان
پس عدد اس نام کے کر تو بیان — تیراں سو چھ سنہ ہجری ہے عیاں

بعدازاں جب ''اسرارالمعرفت'' اس کا نام رکھا گیا تو یہ رباعی حذف کردی گئی۔

مندرجہ بالا نسخہ ستاسی صفحات پر مشتمل ہے۔ ترقیمہ اس طرح ہے۔

''تمام شد نسخہ ہدایت الانسان سِرُّ العارفان، دست خط فقیر حقیر پُر تقصیر سید محمد شاہ ابنِ سید عبداللہ شاہ بخاری برائے پاسخاطر خودشد، بتاریخ ۱۹ ماہ جیٹھ ۱۳۰۷ ہجری فقط، برچاہ اور یانو الہ علاقہ موضع دورانیہ'' (شورکوٹ)[1]

''اسرارالمعرفت'' کی تادمِ تحریر نو (9) اشاعتیں ہو چکی ہیں ویسے بھی اس کتاب کو حضور کی تمام تصنیفات میں زیادہ قبولیتِ عامہ حاصل ہوئی اور ہمیشہ دُور و نزدیک اسکی مانگ رہی۔

یہ کتاب دس فصلوں پر مشتمل ہے جن کی ترتیب کچھ اسطرح ہے۔ 1۔ درحقوق و آداب 2۔ درعقایدِ اسلام 3۔ درمذمت دُنیا و اہلِ دنیا 4۔ درتوبہ و رحمتِ الٰہی 5۔ درفرائض ظاہر و باطن و عبادات 6۔ دربیانِ معرفت 7۔ درذکر سرور و فضیلتِ عشق 8۔ درمسائل متفرقہ 9۔ درحرکاتِ شیطان 10۔ درختم ارواح۔

پھر ایک فصل میں بیسیوں عنوانات دے کر مزید رموز و مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ جنکا پڑھنا متلاشیانِ حق کے لیے ضروری ہے۔ بلکہ یہ کتاب ہر قادری قطبی دُرویش کے گھر میں ہونی چاہیے۔ یہاں پر اس کتاب کے عنوانات کی ایک فہرست قارئین کے استفادہ کے لیے نقل کی جاتی ہے تاکہ مکمل آگاہی ہوجائے، یہ فہرست (بشکل نو) جولائی 1992ء کی اشاعت سے درج کی جارہی ہے۔

مقدمہ، مقصودنیت، ذکر سالک باللہ، مجذوب سالک، زاہد خشک، انسان مانند حیوان، عبرت فقراء،

1۔ کاتب مذکورہ، حضرت قطب عالمؒ کے صادق الیقین اور فیض یافتہ درویش تھے۔ اس زمانے طباعت کا سلسلہ اس قدر عام نہیں تھا۔ یہ دربار شریف پر حضور کی کتابیں نقل فرمایا کرتے تھے۔

1۔ (فصل اوّل، در حقوق و آداب)

حقوق العباد، فضیلت سنتِ نبویؐ، متابعت اہل اُمر، وسعت دوزخ، عذاب موافق اعمال، شفاعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، خوف سکر الموت، ترتیب ارشاد و تلقین، پاس انفاس، آداب شیخ کامل، غسل جمعہ، آداب علماء، فائدہ علم ظاہر، فائدہ علم باطن، متابعت پیر کامل، ذکر پیر ناقص، تاثیر صحبت، متابعت اولیاء، کراماتِ اولیاء اللہ، بیعت کرنا عورت کا، مذمت دیوث، مذمت ماتم و نوحہ، مذمت غیبت، مذمت بہتان،

2۔ (فصل دوم، عقائدِ اسلام)

فضیلت خلفائے کرام رضی اللہ عنہم، شانِ صحابہ رضوان اللہ اجمعین، شانِ علی کرم اللہ وجہہ، مذمت لعنت، محبت اہلبیت، ارکانِ محبت اہلبیت، رَدِ روافض، رَدِ خوارج، حقیقی محبتِ اہلبیت، اوصافِ مومن، علاماتِ منافق، درجات انسان، ذکر چہار امام فقہ، فضائل فقیہ و مجتہد، دوازدہ امام علیہم السلام،

3۔ (فصل سوم، در مذمت دنیا و اہل دنیا)

ذکر سالک باللہ، حقیقت بہشت، جمالِ الٰہی

4۔ (فصل چہارم، در توبہ و رحمت الٰہی)

توبہ خالص، نسخہ مرض معصیت، خاص توبہ، خوفِ خدا، باب توبہ، حیا، ملک وجود، رحمت الٰہی،

5۔ (فصل پنجم، در فرائض ظاہر و باطن و عبادات)

ذکر حج ظاہر، حج باطن، ذکر زکوٰۃ، فضیلت روزہ، فضیلت وضو، فضیلت مسجد، فضیلت جماعت، فضیلت نماز، فضیلت شبِ آخر، فضیلت تلاوت قرآن شریف، فضیلت درود و کلمہ شریف، ذکر نوافل، مبتدی و منتہی کی عبادت میں فرق، ذکر نماز اشراق، نماز چاشت، نماز ظہریہ، نماز اوابین، صلوٰۃ الفردوس، صلوٰۃ النور، صلوٰۃ الاستجاب، نماز تہجد، نماز تحیت الوضو، نماز ظہر، فضیلت سنتِ عصر، نماز احیاء القلب، نماز ہدیۃ الرسولؐ، صلوٰۃ بہ نیت شیخ خود، صلوٰۃ الحاجۃ، صلوٰۃ توبہ، نماز شکریہ طعام، نماز رضا والدین، نماز تسبیح، نماز حفظ ایمان، ذکر دعاؤں کا، تسبیح پنج وقتہ، دعا سونے کے وقت، دعا اُٹھنے کے وقت، دُعا بعد وضو تہجد، دعا بعد ذکر، دُعا وقت صبح و شام، فضیلت اسم الٰہی، دعا بعد طعام، دعا حق والدین، بیان ذکر باطنی، ذکر جہر نفی اثبات، ذکر خفی پاس انفاس، شرائط ذکر،

6۔ (فصل ششم، در بیانِ معرفت)

نفس و دل و روح، شریعت و طریقت و حقیقت، لطائف، اقسامِ نفس، اقسام دل، لطیفہ سرّی، ہمہ از وست، ہمہ نیست، ہمہ اوست، احدیت، پابندی شریعت، وحدت، حضرت انسان، عبودیت و ربوبیت، مسئلہ قضا و قدر، قضا، رضا، بندہ کی مختاری، ذکر میثاق، ذکر ارواح، گروہ ارواح، نور احدیت، رجوع میثاق، نیک نیتی،

7۔ (فصل ہفتم، در ذکر سرور و فضیلت عشق)

حقائقِ عشق، اقسام محبت، اجزائے عشقِ حقیقی، خلقِ محمدیؐ، رضائے الٰہی، ذکر طالب خام،

8۔ (فصل ہشتم، در مسائل متفرقہ)

خرقہ فقراء ذکر وجد و سماع، گداگری، حرمت نشہ، بادہ از ما مست شد، ذکر نکاح، فوائدِ نکاح، مہمان نوازی و ریاضت و سخاوت، اقسام سخاوت، سخاوت فقراء و علماء، ذکر ریا، بدعت، منکروں کے اعتراضات،

9۔ (فصل نہم، در حرکات شیطان)

قصہ آدم علیہ السلام و شیطان، تو در طریق ادب کوش، شیطان مکر باؤر رویش،

10۔ (فصل دہم، در خاتمہ کتاب ختم ارواح)

جواز نذر و نیاز ختم، ارواحِ اولیاء اللہ، اختتامیہ مثنوی،

حضور قطبِ عالمؒ نے کتاب میں آیات، احادیث، روایات، حکایات اور امثال و اشعار جابجا اپنے بیان کی وضاحت کے لیے درج کیے ہیں۔ عربی متن کے ساتھ اُردو میں سلیس ترجمہ بھی رقم کیا گیا ہے۔ کتاب کا اسلوب عام فہم رکھا گیا ہے تاکہ ہر کس و ناکس اس سے استفادہ حاصل کر سکے۔ حضور نے معرفت کے بحرِ بیکراں سے طالبانِ حق کے لیے ایسے گوہر نایاب اکٹھے کیے ہیں کہ کتاب واقعی اسم بامسمیٰ ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں۔

یہ نہ سمجھو اس میں ہے تھوڑا کلام ۔۔۔ بلکہ اس کوزے میں ہے دریا تمام

یہاں پر نہایت اختصار کے ساتھ بعض ضروری مطالب ''اسرار المعرفت'' سے بطورِ انتخاب میں نے اخذ کیے ہیں تاکہ حضرت قطبِ عالم کا طریقہ اور عقائد واضح ہو سکیں۔

سوال:۔ بعضے فقراء تین خلفاءؓ کی فضیلت میں فرق پا کر ایک حضرت علی المرتضیٰؓ کی ثناء کرتے ہیں۔ لیکن یہ صاف شریعت کے برخلاف ہے۔ کیونکہ خلافت میں ہر چہار برابر یار ہیں۔ بلکہ حضرت صدیق اکبرؓ درجہ اول مقبول ہیں۔ یہ کہ اول خلیفہ رسولؐ ہیں اور جناب امیرؓ کی تو خلافت بھی اخیر ہے۔

جواب:۔ تمام اہلسنت صوفیاء کرام کا عقیدہ ہے۔ کہ سب امتوں سے ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت افضل ہے۔ اور اس میں سے حضرتؐ کے اصحابؓ اعلیٰ تر ہیں۔ پھر ان میں سے وہ اصحابؓ افضل ہیں۔ جنہوں نے بیعت الرضوان میں حضرتؐ کے ساتھ بیعت کی۔ وہ ایک ہزار چار سو مرد ہیں۔ جن سب کا شان اور بہشتی ہونا قرآن میں عیاں ہے اور ان سے افضل بدر والے اصحابؓ ہیں۔ وہ تین سو تیرہ ہیں۔ جن کو خدا اور رسالتؐ پناہ نے قطعی بہشتی فرمایا ہے اور ان سب سے افضل عشرہ مبشرہ ہیں۔ جن کے واسطے حضرت محمد ﷺ نے خاص بہشت کی گواہی دی ہے۔ وہ یہ دس ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت سعدؓ۔ حضرت سعیدؓ۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح ہیں۔

فضیلتِ خلفاء کرام رضی اللہ عنہم:۔

پھر ان سب میں افضل چہار خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں پس ثابت ہوا کہ پیغمبروںؑ کے بعد کل مخلوق سے اعلیٰ شان یہ چہار یار ہیں۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمان و علیؓ ناطق القرآن کہ یہ خاص دین نبوی ﷺ کے ارکان ہیں۔

چونکہ ہر اشیاء کے عنصر چار ہیں ۔۔۔ اس طرح امت کے عنصر یار ہیں
گر نہ کرتا کوئی عنصر میں قصور ۔۔۔ امت نبویؐ میں کیوں آتا فتور

پس یہ چہار یارؓ خاص دربار نبوی ﷺ کے گلزار ہیں اور ان کے منکر بدکار بطور خار نار کے سزاوار ہیں۔

شانِ علی کرم اللہ وجہہ:۔

اور حضرت امیرؓ کی خلافت اخیر ہے۔ سو یہ اس قادر قدیر کی ایک مخفی راز تدبیر ہے۔ جیسا کہ سب پیغمبروںؑ و نبیوںؑ سے اخیر ہمارے پیغمبر ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ اور فضیلت میں ہر پیغمبرؑ سے اعلیٰ تر ہیں۔ یا جس طرح

توریت، زبور وانجیل سے آخیر قرآن شریف آیا ہے۔ درجہ ہر کتاب اللہ سے اعلیٰ تر پایا ہے۔ پس جناب امیرؓ کی خلافت آخیر ہونے میں کوئی خطا نہیں۔ بلکہ اس میں تو ان کا رتبہ افزا ہے۔

چنانچہ حضرت محمدؐ نے بھی فرمایا ہے۔ حدیث **عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَاصٍ یَاعَلِیُّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ** یعنی مسلم میں سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا علی مرتضیٰؓ تیرا رتبہ میرے نزدیک ایسا ہے۔ جیسا ہارونؑ کا رتبہ موسیٰؑ کے نزدیک مگر اتنا فرق ہے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔

حدیث **قَالَ النَّبِیُّ اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَاحِدٍ** یعنی فرمایا حضور نبی علیہ السلام نے کہ میرا وعلیؓ کا نور ایک ہے۔

اور فرمایا کہ اے علیؓ تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں۔ میں علم کا شہر ہوں۔ علیؓ دروازہ ہے۔ اور میرا و علیؓ کا گوشت وجسم، دم وروح ایک ہے۔ سبحان اللہ۔ خدا اور رسالت پناہ کی بارگاہ میں علی مرتضیٰؓ کا کیا عمدہ اعلیٰ مرتبہ ہے۔ قلم خام کو کیا طاقت کہ تمام جلوہ مرتضویؓ ارقام کر سکے۔

شانِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین:۔

اور بھی اسی طور تو ہر اصحاب کبارؓ کی فضیلت میں احادیث بسیار ہیں۔ جواب کہ طول کے سبب منقول نہیں کیں۔ جیسا عام تمام کے واسطے بھی یہ حدیث ہے۔ **اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ وَاِنْ اَبَیْتُمْ غَوَیْتُمْ** یعنی حضرتؐ نے فرمایا۔ میرے اصحابؓ مثل ستاروں کے ہیں۔ جس کی پیروی کرو گے راہ پاؤ گے۔ اور اگر انکار کرو گے تو گمراہ ہو گے۔

اور بھی اپنے صحابہؓ کا شان حضرتؐ نے اس طرح قسمیہ بیان فرمایا ہے۔ حدیث" **عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ اَنَّ اَحَدَ كُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا اَدْرَكَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ** یعنی مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ نہ بد کہو میرے اصحابؓ کو اور نہ بد کہو میرے اصحابؓ کو۔ پس قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قابو میں میری جان ہے۔ اگر تمہارا اُحد پہاڑ کے برابر سونا راہِ خدا میں خرچ کرے۔ تو ان کے تین پاؤ کے برابر بھی ثواب نہ ملے اور نہ ان کے آدھے کے برابر۔

پس معلوم ہوا کہ اگر کوئی بہت عبادت وسخاوت کرے تو بھی اس کو حضرتؐ کے ایک اصحابؓ ادنیٰ کے برابر رتبہ وثواب نہیں ملتا تو پھر حضرتؐ کے اصحابؓ کا بدگو خراب ولائق عذاب کیوں نہ ہو۔ کیونکہ وہ تو مقبول اصحابِ رسولؐ ہیں۔

مذمتِ لعنت:۔

مگر کسی عام مسلمان کا نام لے کر بھی لعنت وغیرہ کرنا تمام شرع میں ناروا بلکہ خطا ہے کہ جس بات کی بابت بہت احادیث گواہ ہیں۔ حدیث **اَنْ اَبِیْ دَرْدَاءِ اِنَّ اللَّعَّانِیْنَ لَا یَكُوْنُوْنَ شُهَدَاءَ وَلَا شُفَعَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ** یعنی مسلم میں حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اکثر لعنت کرنے والے قیامت کے دن نہ گواہوں میں ہونگے، نہ سفارش کرنے والوں میں یعنی لعنت کی عادت والا نہایت فاسق وگنہگار ہے۔ اس واسطے اس فاسق کی گواہی بے اعتبار ہے اور سفارش کو رحمت درکار ہے۔ سو لعنت سے رحمت بیزار ہے۔

اور جو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لعنت ہے اللہ کی شیطان و کافر و جھوٹے پر اور یہ بھی فرمایا کہ اُن پر لعنت ہے میری اور میرے سب فرشتوں اور آدمیوں کی سو خدا تعالیٰ نے کسی جگہ یہ ہم کو صیغہ امر کا نہیں فرمایا۔ کہ اے فرشتو اور آدمیو تم ہمیشہ لعنت کا وظائف کرو۔ معاذ اللہ مگر اس ارشاد سے یہ مراد ہے کہ ہر کس میری لعنت سے ڈر کر تمام کام لعنت انجام سے خود باز آوے۔

غرض اپنی عبرت کے واسطے ہر انسان، خدا اور رسالتؐ پناہ کے دشمن و بے فرمان کو لائق لعنت تصور کرے۔ بلکہ رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر طرح انسان مسلمان زبان کو بدکلام کفر انجام سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ حدیث **عن ابن عمر اذا کفر الرّجل اخاہ لقد باء بها الی احدھما** مسلم میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ جب کسی مرد نے اپنے بھائی کو کافر کہا۔ تو وہ بات دونوں میں کسی پر ضرور پلٹ پڑتی ہے۔ یعنی اگر وہ کافر ہے تو بجا ہوا۔ ورنہ کہنے والا کافر ہوا۔

پس نام لے کر تو اتنا بھی کہنا منع ہے کہ فلانا لعنتی یا بے ایمان جھوٹا زانی بدکار وغیرہ ہے کیونکہ اگر وہ اسطرح نہیں تو کہنے والا خود ہوتا ہے۔ پس حدیث رسول اللہ ﷺ و اقوال دوزادہ (۱۲) امام و تمام کلام اولیاء اللہ کی بھی موجود ہے کہ جس میں مسلمان پر لعنت کرنے کا کسی امامؓ یا اولیاء کرامؒ کا کوئی فعل و فرمان ثابت نہیں ہے۔ بلکہ یہ فعل تو مخالفوں کا ظاہر ہے کہ چہار خلفاؓ کے بعد زمانہ مروانیوں میں منافقوں نے اہل بیت علیہ السلام پر چوراسی برس تبرہ کیا تھا۔ نعوذ باللہ منہا۔ پس اس فعل کے فاعل وہی مروان اور شیطان کے بھائی ہیں۔

نقل ہے کہ ایک فقیر کے روبرو کسی نے اصحابؓ پر تبرہ کیا۔ فقیر نے فرمایا کہ بھائی شیطان کہاں تک آدمی کے ساتھ رہتا ہے۔ وہ بولا کہ موت تک۔ پھر فقیر نے یہ نظیر فرمائی کہ تم تو شیطان کے بڑے اخوان ہوئے جو موت کے بعد بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ پس اس مکر آمادہ سے تمہارا خوف زیادہ چاہیے۔

غرض حضرتؐ کا فرمان ہے کہ سب مسلمان اہل ایمان زبان کو ہر طرح کی بدکلام سے بچا کر اہل اسلام سے سلوک و نیک انجام رکھیں۔

چنانچہ حدیث **عن عائشۃ انّ شرّ النّاس عند اللہ منزلۃ یوم القیٰمۃ من ترکہ النّاس اتقاء شرّہ وفی روایۃ اتقاء فحشہ** بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ مقرر سب آدمیوں سے بدتر خدا تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن وہ آدمی ہے۔ جس کا دنیا میں لوگ ملنا چھوڑ دیں۔ اس کی زبان درازی و بدکلامی کے سبب سے۔ اور لعنت میں یہ بھی خیانت ہے کہ اس کی کثرت سے اکثر دل سخت و سیاہ ہو جاتا ہے کہ جس کے سبب خدا اور رسولؐ بھول جاتا ہے۔ کیونکہ لعنت بازی و زبان درازی سے تو صرف اپنا نفس راضی ہوتا ہے اور خلق و سلوک سے مالک و مملوک خوش ہوتا ہے۔ پس چاہیے کہ ہر انسان دل و زبان کو سب بات واہیات سے بچا کر محض ذکر خدا میں ہمیشہ مبتلا رکھے۔

محبتِ اہل بیتؑ :۔

اور بھی محبت اہل بیت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہم پر واجب الادا ہے۔ اسواسطے کہ خدا تعالیٰ کیطرف سے یہ خاندان ہمارا رہنما ہے۔ اس لیے اپنی اہلبیتؓ کی محبت و پیار کے واسطے سید ابرار احمد مختار نے اس طرح فرمایا ہے۔ روایت کی ہے ترمذی میں کہ ایک روز حضرت ﷺ نے حسنین علیہما السلام کو اٹھالیا۔ اور یہ فرمایا حدیث **فقال فقد احبنی احبّ ھذین وابا ھما وامّھما کان معی فی درجتی یوم القیٰمۃ** یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ جو

مجھ کو دوست رکھے گا۔ ان دونوں کو دوست رکھے گا اور ان کے ماں باپ کو دوست رکھے گا۔ تو وہ شخص میرے ساتھ ہو گا۔ روز قیامت میں۔ اور روایت عبداللہؓ بن عباس سے ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا حدیث **مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِىْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِىْ** یعنی جس نے محبت رکھی حسنینؓ سے۔ تو اس نے محبت رکھی مجھ سے اور جس نے عداوت رکھی ان سے۔ بیشک اس نے دشمنی رکھی مجھ سے، حدیث **مَثَلُ اَهْلُبَيْتِىْ كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ رَكِبَ فِيْهَا لَقَدْ نَجَا وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا فَقَدْ غَرِقَ** حضرتؐ نے فرمایا کہ مثال میری اہلبیتؓ کی مانند کشتی نوح علیہ السلام کی ہے۔ پس جو کوئی سوار ہوتا ہے اس میں خلاصی پاتا ہے اور جو اس پر سوار نہ ہوا۔ تحقیق وہ غرق ہوا کہ کشتی سے مراد اہلبیت کی محبت یعنی پیروی کرنا ہے اور اہلبیتؓ کا معنی سب اہل خانہ ہیں۔ لیکن حدیث شریف میں اکثر ان کی تعریف ہے۔ چنانچہ حدیث **عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَاصٍ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِىْ عَلِىٌّ وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِىَ اللهُ عَنْهُمْ** یعنی مسلم میں سعد بن وقاصؓ سے روایت ہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ الٰہی یہ میرے اہلبیت ہیں یعنی علی مرتضیٰ و فاطمۃ الزہرا اور حسن و حسین علیہم السلام حدیث **عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اُحِبُّهُمَا يَعْنِى الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رَضِىَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ** بخاری میں اسامہؓ بن زید سے روایت ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ الٰہی میں دوست رکھتا ہوں۔ حسنؓ و حسینؓ کو، تو بھی دوست رکھ ان کو۔

پس اس تمام کلام سے یقین ہوا کہ محبت اہلبیت کرامؓ کی خاص محبت رسول علیہ السلام کی ہے اور محبت مصطفیٰؐ بعینہٖ محبت ذات کبریا ہے اور اسی طرح دشمن اہلبیتؓ کا بھی دشمن خدا کا ہے۔ اس واسطے محبت اہلِ بیتؓ کی ہم پر فرض ہوئی۔ لیکن یہ محبت ان چہار ارکان سے روا ہے ورنہ بدعت وخطا ہے۔

ردِّ روافض:۔

اور جھوٹے مرثیات وروایات کا سننا ثواب تو کیا عاقبت خراب ہے۔ کیونکہ جو اہلبیت علیہم السلام نے کام نہیں کیا اور نہیں کہا وہ تو ناحق ان کے ذمہ تہمت اور بہتان لگانا ہے کہ جس سے تو اپنا الٹا ایمان گنوانا ہے۔ اور ثواب بھی وہ مستجاب ہے کہ جس میں کوئی فرض خدا وسنت مصطفیٰؐ ترک وقضا نہ ہو ورنہ ثواب کیا الٹا عذاب ہے۔

اور جو شاید حدیث میں ہے کہ عشرہ محرم کو غسل کرنا ونو پوشاک بدلنا اور سرمہ وغیرہ لگانا ثواب ہے۔ سو اس میں شرط ہے۔ اگر ثواب کی خاطر اس حدیث کا ارتکاب کرے تو خطا نہیں۔ ورنہ اس ماتم کے مقابل تو ناروا بلکہ خطا ہے۔ کیونکہ اول تو اس حدیث کی صحت میں شک ہے اگر حدیث ہے تو حضرتؐ نے اس وقت فرمایا تھا کہ جب پہلے ابتدا سے یہ دن عید کا تھا لیکن جب بعد شہادت حسین علیہ السلام کے عید موقوف ہوئی تو یہ حدیث بھی منسوخ ہوئی۔ دوم ایک حدیث قولی اور ایک فعلی ہے۔ سو اکثر علماء کے نزدیک قولی سے فعلی مقدم تر ومعتبر ہے۔ سو فعلی احادیث متذکرہ بالا سے ثابت ہے کہ عشرہ کے دن تو خود سرور کونین اپنے فرزند حسینؓ کی شہادت پر اس قدر روئے کہ سر کھلے خاک آلود ہوئے۔ سو کجا حال ملول سے غم والم میں رونا اور کجا عیش وعشرت میں نہانا اور سرمہ وغیرہ لگانا غرض آیات کی طرح یہ احادیث ناسخ ومنسوخ ہیں۔ مگر جس کو شک ہو کہ یہ احادیث عالم خواب کی ہیں۔ سو صحیح بخاری ومسلم میں بہت حدیثیں ہیں۔ جو حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا ہے۔ اس نے صحیح سچ دیکھا۔ اس واسطے کہ شیطان میری صورت پکڑ نہیں سکتا۔ پس سوائے ان چہار ارکان بیان شدہ کے باقی محبت واہی تباہی خاص بدعت وگمراہی ہے۔

رِدِّ خوارج:۔

اور بعضے اہلبیتؓ کی محبت وفرمانبرداری کو بھی شرک کہتے ہیں۔ تو اس میں بھی خود عقل کا فتور اور فہم کا قصور ہے۔ کیونکہ وسیلہ وراہنما کے سوا تو کوئی واصل خدا نہیں ہوا۔ اس واسطے خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب وپیغمبرؑ اور امامؓ واولیاء کرامؒ کو وسیلہ فرمایا ہے اور حضرتؑ نے بھی فرمایا کہ میں خدا کی راہ پر دو نشانیاں عمدہ اپنی امت میں چھوڑ چلا ہوں۔ ایک خدا کا کلام۔ دوسرا اپنی اہلبیت علیہم السلام یعنی جو ان کے ہر فعل وفرمان کی متابعت و پیروی کریگا۔ وہی نجات پاویگا۔ تو خود اہل بیت کا قول وفعل تو صرف خدا کی محبت وعبادت تھی۔ دیکھو انہوں نے عبادت کا کام بھی ایسا اختتام کیا کہ آخر سجدہ میں سر دیا۔ پھر فرمایا کہ الٰہی تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہوا۔ اور اسی طرح مخلوق کو بھی ہمیشہ احکام الٰہی سناتے اور منبروں پر یہی وعظ ونصیحت فرماتے تھے نہ کہ معاذ اللہ لعن وتبرّ اوغیرہ کرتے تھے۔

پس جو ان کے قول وفعل کا پیرو ہے وہ ان کا دوست ہے۔ پھر ان کا دوست خدا کا دوست ہے اور جو ان کے قول وفعل کے برعکس اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں پھر ان کی محبت کا دم بھرتے ہیں تو وہ جھوٹے ان کی محبت سے جدا محض بدعت وشرک میں مبتلا ہیں۔

ذکرِ چہار امام فقہ:۔

سوال: یہ چار امام اہلِ اکرام یعنی امام ابوحنیفہ وشافعی ومالک واحمد حنبل رحمۃ اللہ علیہم کہ بعضے بدیقین ان شمع دین کی بھی توہین کرتے ہیں۔

جواب: ان چہار بزرگوار کا دشمن ہمیشہ خوار واجب النار ہے۔ کیونکہ یہ دین کے باغ امت کے چراغ ہیں اور اکثر تبع تابعین ومجتہدین تمام علم فقہ کے امام ہیں کہ جس کے حق میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حدیث **اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِى الدِّيْن** یعنی حضرتؑ نے فرمایا کہ جس وقت اللہ چاہتا ہے ساتھ بندہ کے بھلائی تو دین میں اس کو فقیہ کرتا ہے۔ یعنی جس کو اپنا حبیب کرنا چاہتا ہے۔ اس کو علم فقہ نصیب فرماتا ہے اور علم فقہ اس کو کہتے ہیں کہ جس کے وجود میں تین معنے موجود ہیں۔ علم جانے اور اس علم پر دلیل رکھے۔ اور وہ اللہ کے لیے اس علم پر عمل کرے۔

دوازدہ (۱۲) امام علیہم السلام:۔

اور بھی علم لدنی کے راہنما ظاہر وباطن کے پیشوا وارث الامامت وکرامت کے دوازدہ (۱۲) امام علیہم السلام ہیں کہ پشت بہ پشت امامت میں سلامت تا کہ اول محمدؐ و آخر مہدیؑ تک ایک نور وکرامت مشہور ہے کہ ان کی محبت وآداب میں کامل ثواب ہے۔

دربیانِ معرفت

سوال: جب فقیر باطن نظیر معرفت کی تقریر کرتے ہیں تو عقل دلگیر ہوتی ہے۔ بلکہ اکثر عموم ظاہر شرع سے باہر معلوم ہوتے ہیں۔

جواب: یہ علم بغیر تلقین پیر کامل کے ظاہر تحریر وتقریر سے دلپذیر نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ قال نہیں حال ہے۔ جیسا کوئی کسی کو شہر یا مقام کا نقشہ معہ تمام گلی وکوچہ بیان کرے۔ تو کبھی اس کے فہم میں نہ آویگا۔ جب تک کہ وہ بچشم خود نہ دیکھے۔ جیسا ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' اسی طرح دید وشنید کا فرق ہے۔ پس جو کلام اہل اکرام کے بعضے شرع سے خام معلوم ہوتی ہے تو یہ فہم کا قصور ہے شریعت سے دور نہیں ہے۔ بلکہ شرع کے اصول سے تو معرفت حصول ہے۔ چنانچہ حدیث **اَلشَّرِيْعَتُ كَالسَّفِيْنَةِ وَالطَّرِيْقَتُ كَالْبَحْرِ وَالْحَقِيْقَتُ كَالصَّدَفِ وَالْمَعْرِفَتُ**

كَالدُّرِ فَمَنْ اَرَادَ الدُّرَ بَرَكَبَ السَّفِيْنَةَ ثُمَّ يَشْرَعُ فِي الْبَحْرِ ثُمَّ بِالصَّدَفِ ثُمَّ وَصَلَ اِلَى الدُّرِ وَمَنْ يَتْرُكُ هٰذَا التَّرْتِيْبَ لَمْ يَصِلُ اِلَى الدُّرِ یعنی حضرتؒ نے فرمایا کہ شریعت بمنزلہ کشتی کے ہے اور طریقت مثل دریا اور حقیقت بطور صدف و معرفت مانند دُر کے ہے۔ پس وہ کوئی جو ارادہ کرے کہ وہ دُر میرے ہاتھ آوے تو اول کشتی پر سوار ہو۔ بعد ازاں دریا میں جائے پھر طرف صدف کی تا واصل دُر مقصود ہوگا۔ اگر اس ترتیب کو ترک کرے تو وہ کبھی نہ پہنچے گا دُر مقصود کو۔

نفس و دل و روح:۔

پھر حضرتؒ نے فرمایا کہ شریعت میرے اقوال ہیں اور طریقت میرے افعال اور حقیقت میرے احوال ہیں اور جیسا شریعت و طریقت و حقیقت ہیں۔ اسی طرح مجموعہ آدمی تین چیز ہے۔ نفس، دل و روح۔ دنیا نفس کی جگہ ہے اور عقبیٰ دل کا مکان ہے اور روح کا مقصود مولا ہے۔ ان تینوں کو امر کیا۔ نفس کو فرمایا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اور دل کو امر کیا۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ اور روح کو ندا کی۔ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً اور ان تینوں کے واسطے رستے رکھے ہیں۔ نفس کے واسطے شریعت۔ دل کے واسطے طریقت اور روح کے واسطے حقیقت۔ جیسا کپڑے کا نگاہ رکھنا لوث و نجاست سے، بدن کا معصیت سے شریعت ہے اور دل کا نگاہ رکھنا کدورات بشریت سے طریقت ہے اور روح کا نگاہ رکھنا خطرات غیر خدا سے حقیقت ہے۔

اور نفس شریعت کی راہ سے عالم ملکوت میں جاتا ہے اور دل کی صفتیں لیتا ہے اور دل طریقت کے راستے سے مکانِ جبروت میں جاتا ہے اور صفت روح کی لیتا ہے۔ تا کہ ساتھ صفات قدسیہ کے مستحق ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ نفس دل ہو جاتا اور دل روح ہو جاتا ہے۔ یہ تینوں ایک حکم لیتے ہیں۔ اس معنے کو توحیدِ مطلق کہتے ہیں۔

شریعت و طریقت و حقیقت:۔

شریعت کیا ہے؟ دنیا میں رہنا اور عقبیٰ کو لینا۔ طریقت کیا ہے؟ عقبیٰ میں رہنا اور مولیٰ کے ساتھ ہونا اور حقیقت دنیا اور عقبیٰ کا ترک کرنا اور محض مولیٰ کو اختیار کرنا ہے۔ اور بھی تمام اجسام میں ان چہار منزل کے چار مقام ہیں۔ اول منزل شریعت مقام ناسوت۔ دوم طریقت ملکوت۔ سوم حقیقت جبروت۔ چہارم معرفت مقام لاہوت

لطائف:۔ اور اسی طور لطائف نفسی قلبی روحی سری ہیں۔

اقسامِ نفس:۔ پھر ایک نفس کے چہار اقسام ہیں۔ اول امّارہ یعنی خراب و لائق عذاب۔ دوم لوّامہ یعنی مومن گاہ خطا و گاہ عطا۔ سوم ملہمہ یعنی ریاضت سے پاک جیسا اولیاء اللہؒ چہارم مطمئنہ یعنی مادر زاد مبرّا یا جیسا پیغمبر۔

اقسامِ دل:۔ اور اسی طرح ایک دل کے بھی دو اقسام ہیں۔ ایک مجازی دوم حقیقی۔ مجازی جنسیت رکھتا ہے۔ جس کا اجسام میں بائیں طرف مقام ہے کہ یہ دل نفس کے متصل ہے اور دل حقیقی بغیر جنس لامکان ہے۔ جس کے سبب سب انسان اعلیٰ شان ہے کہ اس کا خاص روح کی طرف رجوع ہے اور شیطان امداد سے نفس امارہ کا ہر جن و انس میں شر ہے۔ جس کو خناس بھی کہتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ یعنی شر سے وسوسہ دینے والا ہے لوگوں کے سینے میں جنوں اور آدمیوں سے۔

پس اہل عرفان اس کا یوں بیان کرتے ہیں کہ دل کے نیچے اس کا مقام ہے، اور غفلت کے سبب دل کا منہ نیچے

رہتا ہے جس پر ہمیشہ خناس کا دم پہنچتا ہے پھر جس سے دل سخت وسیاہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے بندہ زیادہ گناہ پر آمادہ ہوتا ہے۔ پس جب عنایت الٰہی ہوئی تو اہلِ طریق پیر کے ارشاد سے مخفی ذکر دوام کو قلب سے اٹھا کر بغور تمام مقام نفسی وروحی کو دور کر کے پھر قلب پر ضرب لگا تا جاتا ہے۔ تو اسی طرح بفضلِ خدا رفتہ رفتہ نفس کا منہ بند ہو کر نیچے ہونے لگتا ہے اور ذکر کی کثرت سے دل کی سیاہی بھی دور ہو کر قلب کا منہ اوپر کو ہو جاتا ہے۔ اس وقت طالبِ خدا کو سب ماسوا اللہ فنا نگاہ میں آتا ہے۔ اور حقیقت میں بدستور ذاکر ذکر میں خود مذکور ہو جاتا ہے پھر اس معمول سے دل مانند پھول کے کھل جاتا ہے۔ تو وہ عارف باللہ کشف القلوب ہو کر سب بقا کو محبوب دیکھتا ہے تا کہ سوا ایک نور وحدت کے کچھ ظہور میں نہیں آتا۔

لطیفہ سرّی:۔

اور اسی طور لطیفہ سرّی کا بھی وہ اسرار ہے کہ جس میں امام زین العابدینؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنا علم پنہاں رکھتا ہوں اگر ظاہر کروں تو سب جہال میرا خون حلال سمجھیں۔ پس جب ان لطائف کا عمل ہوا تو بدیں طور درجہ بدرجہ کامل ہوا یعنی لطیفہء نفسی میں علم الیقین قلبی میں عین الیقین روحی میں حق الیقین سری میں حق الحق۔

اور نفس امارہ ولوامہ یہ ہر دو شامل شریعت کے ہیں، وملہمہ متصل طریقت اور مطمئنہ متعلق حقیقت کے ہے۔ اس واسطے کار شریعت تزکیہ نفس کا ہے اور طریقت تصفیہ دل اور حقیقت تجلیہ روح کا ہے۔

عبادت شریعت کی ہے با زباں — خیالات سے یہ ہے پُر اے جواں
شرع میں اگر نفس ہووے اسیر — تو مومن کا درجہ ملے گا اخیر
طریقت میں دل کا ذکر ہے سدا — مگر کرتے بے وہم سالک خدا
حقیقت میں روح کا ہے مخفی ذکر — محبت سے یار ایک آوے نظر
فنا سے گزر جب بقا سمجھے گا — ملے اس میں رتبہ تجھے اولیا

ہمہ از وست:۔ اول شریعت میں ہمہ از وست ہے۔ یعنی خدا خالق سے سب مخلوق اور وہ مالک ہم مملوک۔

ہمہ نیست:۔ دوم طریقت میں ہمہ نیست یعنی ایک خدا ہے باقی سب فنا۔ لیکن اس جا فنا اور بقا کے درمیان نگاہ ہے۔ گاہ اس میں نیست اور گاہ ہست کی جستجو ہے۔ کہ یہی دوئی کی گفتگو ہے۔ جب دوئی دور ہو تب ایک حق ظہور رہو۔

ہمہ اوست:۔ سوم حقیقت میں ہمہ اوست یعنی سب جا ایک ہی خدا ہے جو ہمیشہ بقا ہے۔ لیکن اس جا اہل بجود فنا میں خود نابود ہو کر مخلوق کو بغیر خالق و خالق کو بغیر مخلوق نہ دیکھے۔ یعنی ایسا مستغرق محبت ہو کہ سوا خدا نہ کچھ دیکھے نہ سنے۔ یہاں تک کہ ہر آواز میں بھی یار کا راز پائے تا کہ عارف سامع ہو جائے کیونکہ جو آواز آتا ہے ہر انسان اپنی سمجھ کے موافق پاتا ہے چنانچہ نقل ہے کہ تین شخص جنگل میں جا رہے تھے اثنائے راہ میں ایک سیاہ تیتر بولا۔ تو اہل شرع نے کہا یہ کہتا ہے سبحان تیری قدرت، صاحبِ طریقت بولا۔ سب فانی ہے کثرت۔ اہل حقیقت نے فرمایا۔ کل شیءِ وحدت۔ پس اسی طرح شنید کے موافق دید میں آتا ہے جس سے عارف واجد کہلاتا ہے۔

ایسا تُوحید نے گھیرا کہ سجدہ ہر طرف میرا — جدھر دیکھوں ادھر تو ہے، ہے جلوہ ہر طرف تیرا

احدیت:۔ چہارم احدیت وہ مقام ہے کہ جس میں بجز حیرت کے کہنا غیرت ہے۔ کہ ہستی موہومہ سے گزر کر ہستی مطلق ہو جائے تا کہ سب اضافتوں کا ترک کر دینا وحدت کا یہی معنی ہے۔ جیسا کہ ہم نہ تم دفتر گم۔

شیخ شبلی علیہ الرحمتہ سے کسی نے پوچھا کہ توحید کیا چیز ہے؟ فرمایا جو کوئی اس کا جواب دیتا ہے، وہ ملحد ہے اور جو اس کی اشارت کرتا ہے وہ بت پرست ہے جو توحید کی تعریف کرتا ہے مشرک ہے۔اور جو اس کو نہیں جانتا وہ کافر ہے۔ جو توحید کا سوال کرتا ہے وہ جاہل ہے یعنی زبان اس بیان سے قاصر ہے۔ پس یہاں تک ہستی دور ہو کہ اس میں ذاکر خود مذکور ہو۔ اسی واسطے حضرت علیہ ﷺ نے فرمایا حدیث اَلْعِبَادَۃُ بَعْدَ الْوُصُوْلِ شِرْکٌ وَفِیْہِ نَظْرٌ یعنی بعد وصال کے عبادت شرک ہے یعنی عبادت میں آپ کو عابد تصور نہ کرے۔ ورنہ مشرک ہے کیونکہ جب تک عبودیت باقی ہے۔ توحید قائم نہیں ہے۔

پابندیِ شریعت:۔

اس لیے عارف باللہ ظاہری عبادت میں تنگ و باطن پسند ہیں۔ لیکن پھر بھی شرع کے تو اس طرح پابند ہیں جیسا کہ حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری فرماتے ہیں کہ میں عرش پر تھا۔ بانگ نماز سن کر تحت الثریٰ میں آ گیا اور نماز ادا کی۔ یعنی الوہیت سے تنزل کر کے عبودیت میں آ گیا۔ غرض شریعت اس لیے فرض ہے کہ بندہ اس کی ابتدا سے معرفت کا انتہا پاتا ہے۔ اس سبب شریعت عین معرفت ہے جیسا کہ ایک لڑکے سے تین مقصد حاصل ہوتے ہیں۔ یعنی لڑکا و جوان اور پیر مرد۔ تو اسی طرح ایک شریعت سے بھی چہار منزل کا واصل ہوتا ہے۔

وحدت:۔

پس جیسا ایک شریعت کا یہ کل پرواز ہے تو اسی طرح ایک نقطہ وحدت سے بھی کثرت بے انداز ہے۔ چنانچہ حدیثِ قدسی کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ یعنی فرمایا خدا تعالیٰ نے کہ میں ایک خزانہ پوشیدہ تھا۔ پس محبت ہوئی کہ ظاہر ہوں یعنی ظاہر ہونے کے لیے دریائے وحدت سے یہ سیلاب کثرت کا پھیلا ہے۔ جیسا کہ دریا کو موج آتی ہے تو پانی پھیل پڑتا ہے۔ جب اُترا تو کچھ پانی آگے کچھ پیچھے کو چلا گیا۔ جو باقی خندق وغیرہ میں رہا۔ چند یوم کو وہ آب بسبب جدائی کے گندا و خراب ہوا۔ مگر جب دریا پھر محبت کی جنبش میں آ کر ان فروعات کو اپنی ذات سے ملا لے تو پھر وہ پاک وصاف ہے۔

حضرتِ انسان:۔

پس یہ کیفیت انسان کی شان میں ہے کہ یہ اسی دریائے وحدت بے بہا کا قطرہ ہے۔ لیکن جدائی کے سبب تباہی میں ہے پھر وصال میں رتبہ کمال ہے کہ اس مقصود کا یہ اشارہ موجود ہے۔

حدیث قدسی اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ یعنی خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان راز میرا ہے اور میں راز اس کا ہوں۔

بحرِ وحدت میں تو جب تھا بے نشاں — اسی مخفی راز کو جان اے جواں
الست میں ہو مست دل کو شاد کر — قول وہ قَالُوْا بَلٰی کا یاد کر
کیوں ہوا تو ذات وحدت سے جدا — کیوں فرشتوں نے تجھے سجدہ کیا
ں وطن کے راز اب تو یاد کر — اس سفر میں کیوں ہوا ہے بے خبر
پھر محبت وطن کی تو رکھ سدا — تب تجھے وہ لے گا اپنے سے ملا
دیکھ وہ غفار ایسا ہے حبیب — تو رہے خود دور وہ تیرے قریب

قولہ تعالیٰ **وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ** یعنی ہے اللہ ساتھ تمہارے جس جگہ تم ہو۔

جولائی 1992ء کی اشاعت سے قبل یہ کتاب جتنی بار طبع ہوئی، آخر میں حضور قطبِ عالمؒ کا منظوم سلسلۂ طریقت ''شجرۂ غوثیہ باغنامہ طلبیہ'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ اب یہ ''دیوانِ قطبیہ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ مزید تین حضرات کے قطعاتِ تاریخ بھی درج تھے۔ جو اشاعتِ نو میں حذف کر دیئے گئے۔ راقم الحروف بطور یادگار انہیں یہاں نقل کرتا ہے۔

قطعاتِ تاریخ طبعزاد قاضی غلام میراں از اولاد علی حیدر صاحبؒ (موضع قاضی غالب)

دریں زمانہ ابتر علومِ صدر نہاں — چوکرد شاہِ قطب ایں رسالہ فقر بیاں
چہ داد طبع خود را تمیز وافر کرد — عزیز خاطر ہر یک شدہ چہ پیر و جواں
حدیث عشق چو شنوند کساں شوند مسرور — کساں لعیں حقارت و بینی کشر کناں
بدوش ہاتف غیبم نوائے زدار لبع — قطب مکمل و غوث عالم آں

۱۹۴۵ بکرمی ۔ شمسی

ایضاً

تالیف شد رسالہ بر شد تصوفی — وز حیطۂ دلائل تجویز مستوی
از آیت و حدیث وز قول ماسلف — دریوزۂ قراضہ از ہا جوی جوی
اساس خوش نہادہ بہ ترتیب دلپسند — بانی ذہین مانی حضرت قطب علیؒ
رو کج مکن ز طبع لئیم مفسد خویش — اے نکتہ چین حاسد دامن کدر غوی
دوش از سرِ لطافت ہاتف بدعیہ گفت — دہ یا غفور ہمت علم معارفی

۱۳۰۶ھ

ایضاً

مؤلف سادہ الفاظت چہ خوشتر دلربا آمد — ب۲ — بہ معنے مغز پر فکرہ سخنہا بے بہا آمد
چو من بینم بفکرِ خود راہ عرفاں چنیں بینم — ب۲ — بگویم آفریں ہمت کہ حرفت خوش صفا آمد
تراصد آفریں باداکہ تو قطبِ حسیں ہستی — ب۲ — بطریق قادری پیرو کلامت بے ریا آمد
بخاری جعفری نقوی حسینی محلوی سیّد — غ ۱۰۰۰ — غنی ہر دم خدا گوئی عطا علمت سخا آمد
محبت اہلبیت احمدؐ چو قاضی فرض میداند — ش ۳۰۰ — شہنشاہِ زماں او در مدح آل عبا آمد

۱۳۰۶

قطعہ تاریخ طبعزاد سیّد سردار علی شاہ از خاندان حضرت شیخ اسمعیلؒ

چوں گشت طبع مطبوع طبائع از حمایت ذوالمنن
از تالیف شریف مکمل اکمل عالم قطب زمن

سیدی سئیدی نقوی حسبش قادری سلسلہ دان
بنگر کہ مرید مزید ارادت حضرت سیّد چراغ حسن
رَواست اقوال روافض راضِد است اقوال خوارج را
چوں شیر وشکر با اہلِ فقر عشاقاں را چوں روح بہ تن
شد مرشد رشد تصوف را مرشد بحسو داں طعنہ زناں
نزد مخالف خار شدہ صوفی را ہچوں باغ عدن
ملتجی سال ہجری گشتم از تاریخ طباعت او
ہاتف غیب زغیب بگفت ''اے صوفی بخرم قہقہہ زن''

۱۳۰۶ھ

قطعہ تاریخ از خلیفہ یار محمدؒ مجاور خانقاہ متبرکہ حضرت خواجہ محمد حسنؒ شہید علیہ الرحمۃ ملتانی ''دوحہ اسرار المعرفت''

۱۳۰۶ھ

چونکہ حضرت قطبؔ شاہ قطبِ زماں ہست کامل باغبانِ معرفت
کرد تصنیف ایں کتابِ مستطاب واہ چہ عمدہ بوستانِ معرفت
از چمن ہر خار و خس را دور کرد شد عجائب گلستانِ معرفت
ہر سوالے را جوابِ خوب داد بے شبہ اندر میانِ معرفت
ہست در عرفان کتابِ لا جواب ہم اشارت و نشانِ معرفت
از شریعت ہم طریقت را نمود در حقیقت ہست جانِ معرفت
عارفاں را شاہدِ مقصود ہست عابداں را ہم دکانِ معرفت
در صفِ میدان توحیدِ خدا ہست جنگی پہلوانِ معرفت
دِہ امانش یاخدا از بوالفضول کن نصیبِ نکتہ دانِ معرفت
سالِ تصنیفش خرد گفتہ چنیں
گو خلیفہ ''داستانِ معرفت''

۱۳۰۶ھ

ردشیعہ بقول امامیہ

یہ حضور قطبِ عالمؒ کے دو رسائل کا مجموعہ ہے جو اہل تشیع کے رَد میں لکھے گئے۔ سنِ تصنیف کہیں درج نہیں۔ البتہ ایک اشارہ ضرور ملتا ہے کہ آپ نے ''ردِ شیعہ'' کے صفحہ نمبر ۲۷ پر اپنے جدِ امجد حضرت مخدوم جہانیاںؒ کے ایک ملفوظ شریف کا ذکر فرمایا ہے جو مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۰۹ھ/1891ء کو شائع ہوا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۳۰۹ھ کے بعد تحریر ہوئی۔ حضور نے شروع میں وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھا ''ایک شیعہ صاحب نے بذریعہ کاغذ مجھ سے جواب طلب کیا کہ کتاب نہج البلاغت میں وہ کون، کون سے مواقع ہیں جہاں جنابِ امیر علیہ

السلام نے صحابہ کرام یعنی خلفائے ثلاثہ کی تعریف کی ہے؟" اس کے جواب میں حضور نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا اور اس کا نام "ردِ شیعہ بقول امامیہ" رکھا۔ یہ آٹھ فصلوں پر مشتمل ہے جن کے عنوان مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ خلفائے ثلاثہ کے ایمانِ کامل کا ثبوت۔
2۔ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا ثبوت۔
3۔ "نہج البلاغت" میں شیعوں کی خیانت و غلطی کا ثبوت۔
4۔ خدا کے قرآن میں لفظ شیعہ کی مذمت۔
5۔ قرآن شریف میں لفظ سُنت کی تعریف۔
6۔ آئمہ علیہم السلام کے مذہب کا بیان اور بدعت کا ذکر۔
7۔ اُن بدعتوں کا ذکر جو مذہب شیعہ میں مروج ہیں۔
8۔ جنابِ امیر علیہ السلام کی اولادِ اکرام کے مذہب کا بیان۔

حضور نے کتاب کے شروع میں وجہِ تصنیف بیان فرمانے کے بعد اہل تشیع کے سوالات کا حوالہ دیتے ہوئے جوابات کا سلسلہ شروع کر دیا، اور اپنے بیان کے ثبوت میں، آیاتِ قرآنی، احادیثِ نبوی، جنابِ امیر علیہ السلام کی کتاب "نہج البلاغت" اور مذہبِ شیعہ کے مشاہیر علماء کی مستند کتب سے حوالہ جات پیش فرما کر انہیں لاجواب کر دیا۔ کتاب سوالاً، جواباً تحریر کی گئی اور مشکل الفاظ کی بجائے عام فہم انداز اپنایا گیا تا کہ ہر کوئی استفادہ حاصل کر سکے۔ اس کی جامعیت کا یہ عالم ہے کہ اہلسنت والجماعت کا معمولی استعداد رکھنے والا شخص بھی اس کے مطالعہ سے کسی شیعہ عالم کے چکر سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اس رسالہ کے اختتام پر چند علماء نے ذیل مضمون لکھ کر بطور تصدیق اپنے دستخط ثبت فرمائے جو بعینہٖ نقل کیے جاتے ہیں۔

مَضمُونُ هٰذِهِ الرِّسَالَةِ الْاَنِيقَةُ مُوافِقٌ وَ مُطَابِقٌ لِلْحَقِيقَةِ فَاصِلٌ وَ فَارِقٌ بَيْنَ الْخَطَاءِ وَالثَّوَابِ ط مُثْبَتٌ وَ مُحَقَّقٌ بِاٰيٰتِ اُمِّ الْكُتُبِ ط مُؤَلِّفُهٗ فَاضِلٌ وَ عَارِفٌ بِاللّٰهِ اٰيَةٌ مِّنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ط مُسْتَحِقٌّ لِلصَّوَابِ الْجَزِيْلِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْجَلِيْلِ عَمَّ فُيُوْضُهٗ وَبَرَكَاتُهٗ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔ حَرَّرَهٗ نِيَازْ اَكِيْن،

العبد محمد علم الدین سکنہ موضع نکوڑہ تھانہ وڈانہ رانیہ تحصیل سرسہ ضلع حصار
العبد، مولوی نور محمد چیلا ساکن واسو استانہ ضلع جھنگ
العبد، مولوی سلطان محمود سکنہ پیر کوٹ سدھانہ ضلع جھنگ
العبد، مولوی نور محمد سکنہ شورکوٹ ضلع جھنگ
العبد، مولوی سلطان محمود سکنہ باہو سلطان ضلع جھنگ
العبد، مولوی عبدالحی تناولی ضلع ہزارہ
العبد، مولوی محمد عبداللہ سکنہ ماڑی ضلع ملتان
العبد مولوی نور الحق سکنہ جھنڈ ہیر ضلع جھنگ

اس کے بعد دوسرا رسالہ شروع ہو جاتا ہے جس کا نام حضور نے "ردِّ رسالہ برہانِ جلی" تحریر فرمایا ہے۔ وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "مولوی ولی محمد صاحب سکنہ شہر مکھیانہ نے ایک رسالہ "مذہب علیؑ" تحریر کیا

جس میں چندوہ آیات لکھیں جن میں لفظ شیعہ کی مذمت تھی، تو اسی شہر سے ایک شخص غلام محمد ولد شیخ رحمت علی نے تیرہ چودہ صفحات پر مشتمل اس کا جواب ''برہانِ جلی'' کے نام سے تحریر کیا اور اُن آیات کی تردید میں اپنا نامۂ اعمال سیاہ کیا''۔ حضور قطب عالم نے اس کے ہر سوال کا دندان شکن جواب قلمبند فرمایا، مختلف آیاتِ مبارکہ سے اس کی تردید قابلِ دید ہے، آخر میں مصنف ''برہانِ جلی'' کے سوال کہ مذہب اہلسنت والجماعت حضرت امیر معاویہؓ کے وقت مرّوج ہوا، حضور نے قرآنِ مجید سے کئی آیات مبارکہ کا حوالہ دیتے ہوئے ثابت کیا کہ اللہ رب العزت نے ''سنت'' کا لفظ اپنے پیارے انبیاء کے طریقہ کو فرمایا ہے۔

کتاب کے آخر میں حضور کی طرف سے ایک اشتہار بھی دیا گیا ہے۔ جو بطور یادگار یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

''اشتہار مباحثہ اور شرائط مباحثہ''

اگر کسی شیعہ بھائی کو اُن ائمہ کرام کے فرمان پر پورا اطمینان نہ ہوا ہو اور مناظرہ سے بھی تشفی چاہتا ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہم مناظرہ بھی کر کے اُس کی پُوری پُوری تسلّی اور تشفی کرنے کو تیار ہیں۔ مگر زبانی بحث نہ ہوگی کیونکہ زبانی بحث تو اب تک ہوتی چلی آئی ہے۔ جسکا آج تک تو کوئی تصفیہ نہ ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ آخر ایک دوسرے کو جھٹلاتے چلے جاتے ہیں اور بعضے موقع پر تو دنگا فساد کی بھی سخت نوبت پہنچتی رہی ہے۔ اس واسطے بحث تحریری ہوگی کہ جس سے تو قطعی فیصلہ ہو کر سچ اور جھوٹ بھی آئینہ کی طرح روشن ہو جائے گا۔ اور بحث بھی کسی ایک مقدمہ کی بابت ہوگی جیسا خلافت وغیرہ۔ اوّل ہر دو فریق سُنی و شیعہ ایک ایک اشٹام بدیں شرط رجسٹری کرا کے ایک دوسرے کو دیویں گے کہ جو فریق اس منصف صاحب کی عدالت سے جھوٹا ہوگا وہ دوسرے فریق کا مذہب اختیار کرے گا۔ اگر اس کو اپنا سابقہ مذہب چھوڑنا مجبور ہو تو وہ پانچ صد روپیہ بطور ہرجہ دوسرے فریق کو دیوے گا۔ اور بھی یہ مناظرہ تو اس طور کیا جاوے گا کہ ہر دو فریق ۔۔۔۔۔۔۔ اپنا اپنا دعویٰ معہ ثبوت عقلی و نقلی تحریر کر کے تاریخ مقررہ پر منصف صاحب کے پیش کریں گے۔ عدالت ان دونوں کو نقل کر کے اہلسنت کا دعویٰ اہلِ شیعہ کو اور شیعہ کا دعویٰ اہلسنت کو دیوے گی۔ ہر دو فریق ایک دوسرے کے دعویٰ کی تردید کر کے پھر تاریخ مجوزہ پر وہ عدالت کے پیش کریں گے۔ اگر عدالت کو اتنے پر تشفی نہ ہو تو پھر جس جس امر کا جس جس فریق سے پُورا، پُورا جواب نہ دیا گیا، تو عدالت ان امور کو بطور امر تنقیح ان سے جواب طلب کرے گی۔ غرض جہاں تک ہو سکے گا، عدالت اس میں کوشش کرے گی۔ اور اخیر فیصلہ کے وقت ایک عالم اہلسنت سے اور ایک عالم شیعہ سے بطور وکیل پیش عدالت ہو کر آپس میں زبانی بھی جرح کریں گے اور عدالت کے سوال کا بھی جواب دیویں گے، اور وہ جرح بھی عدالت تحریر کر کے شامل مِثل کرے گی۔ غرض یہ مقدمہ بھی سرکاری مقدمات کی طرح فیصل ہوگا۔ پس عدالت کو جس فریق کی طرف سے بذریعہ مِثل زیادہ ثبوت اور حق ثابت ہوگا عدالت اس کے حق میں بمعہ خرچہ ڈگری دیوے گی، اور وہ روپیہ نالش کے ذریعہ سے بھی وصول کیا جاوے گا۔

دیکھو اسطرح تحریری مناظرہ میں نہ تو کسی فساد اور شرارت کا اندیشہ ہے اور نہ کسی فریق کو زیادہ رنج و تکلیف پہنچتی ہے۔ کیونکہ ہر ایک فریق اپنی، اپنی جگہ پر بیٹھ کر اپنا، اپنا جواب تحریر کر کے اس تحریر کو ایک، ایک آدمی بھی تاریخ مجوزہ پر عدالت کے پیش کر سکتا ہے، اور بھی واضح ہو کہ یہ تمام مِثل بمع فیصلۂ عدالت شائع ہو کر ایک جدید کتاب تیار ہو کر شائع ہو جائے گی، جس فیصلہ سے پیچھے بھی ہر کس کو سچ اور جھوٹ تو دن کی طرح روشن ہو جائے گا۔ اور بھی اعلانیہ کہتے ہیں کہ جو فریق ان شرائط سے انکار یا عذر کرے تو پس وہی جھوٹا سمجھا جاوے گا۔

سید قطب علی شاہ

راقم الحروف کے پاس اس کتاب کا جو ایڈیشن ہے اس پر بارِ دوم لکھا ہوا ہے جو ۱۳۶۹ھ میں حسب الحکم سید اسرار حسین شاہ صاحب سجادہ نشین، باہتمام حافظ سید محمد و محمد عبداللہ تاجرانِ کتب سندھیلیانوالی المعروف پیر محل شریف ''گیلانی الیکٹرک پریس لاہور'' سے طبع ہوا، ٹوٹل صفحات 112 ہیں، پہلے 74 صفحات پر ''رسالہ ردِ شیعہ اور پھر آگے 107 صفحات تک ''رد رسالہ برہانِ جلی'' ہے بقیہ صفحات پر اشتہار مباحثہ اور شرائط مباحثہ مندرج ہیں۔ میری معلومات کے مطابق تادمِ تحریر اس کتاب کے صرف دو ایڈیشن شائع ہوئے ہیں۔

فہرست نہج البلاغت

کتاب ''نہج البلاغت'' امیر المومنین سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کے خطبات کا مجموعہ ہے جو علامہ سید شریف مرتضٰی حلی (متوفی ۴۳۶ھ) نے مرتب کیا۔ یہ دو حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصہ میں آپ کے خطبات ہیں اور دوسرے حصہ میں فرامین و منشورات ہیں جو آپ نے معاصرین کو تحریر فرمائے۔ اس کتاب کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں تفصیل کے لیے راقم الحروف کا رسالہ ''بابِ علم نبیؐ فی مناقب علیؓ'' ملاحظہ فرمائیں (جو ''آئینہ کرم'' کے شمارہ 25,26 میں بھی طبع ہو چکا ہے)

حضور قطبِ عالمؒ نے اس مشہور و معروف کتاب کا یہ ایک خلاصہ مرتب فرمایا ہے، آغازِ کتاب میں وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ''کتاب نہج البلاغت کا اُردو ترجمہ ''مطبع یوسفی دہلی'' سے شائع ہوا تو اہل تشیع کو بہت ناگوار گزرا۔ عوام الناس عربی زبان سے بے خبر تھے اور شیعہ علماء اسی چیز کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے من گھڑت عبارات پیش کر کے اپنے مذہب کی تائید کرتے تھے۔ البتہ اہلسنت والجماعت بہت خوش ہوئے کہ اب عوام بھی کلامِ امیر علیہ السلام سے مستفید ہونگے اور شیعہ صاحبان کا پردہ فاش ہوگا''۔ چونکہ کتاب کا حجم زیادہ تھا اس لیے لوگوں کے استفادہ کے لیے ہر خطبہ کا خلاصہ مختصر الفاظ میں رقم فرمایا۔ اہل تشیع، خلفائے ثلاثہ کے ایمان اور شان کے بارے اکثر غلط بیانی سے کام لیتے اور کہتے ہمارا عقیدہ اور طریقہ جنابِ امیر سیدنا علیؓ کے مذہب پر ہے۔ لہذا قارئین و ناظرین کو صرف اسکی فہرست ہی ملاحظہ کرنے پر معلوم ہو جائے گا کہ سیدنا علی المرتضٰی کے عقائد و معمولاتِ شریفہ کیا تھے؟

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصہ میں حضور نے ''نہج البلاغت'' کے صفحہ نمبر 1 سے صفحہ نمبر 555 تک کا ایسا خلاصہ مرتب فرمایا ہے کہ صرف پچاس (50) صفحات میں خطبات کا حاصل سامنے رکھ دیا ہے۔ کہیں کہیں بریکٹ میں جناب امیر علیہ السلام کے کلام کی روشنی میں اپنے مذہب کی تائید بھی فرماتے جاتے ہیں، ہر حوالہ کا صفحہ نمبر درج ہے، اور ''نہج البلاغت'' جیسی ضخیم کتاب آدمی آسانی سے ایک گھنٹہ میں ہی پڑھ سکتا ہے۔

دوسرے حصہ میں ایک الحاقی ''خطبہ شقشقیہ'' پر بحث فرمائی ہے۔ جو دس (10) صفحات پر مشتمل ہے۔ حضور نے اس خطبہ کو جنابِ امیر علیہ السلام کے دیگر خطبات کی رُو سے غلط قرار دیا ہے اور اس حصہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں، شیعہ حضرات نے یہ خطبہ اپنی طرف سے شاملِ کتاب کیا ہے۔ چونکہ اکثر خطبات میں جناب امیر علیہ السلام نے خصوصاً اصحابِ ثلاثہ اور اصحابِ دیگر کی بھی ضمناً تعریف فرمائی ہے لہذا، تمام خطبات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ خطبہ الحاقی اور غلط ثابت ہوتا ہے۔ تمام شیعہ کا مذہبی دار و مدار صرف اسی خطبہ پر ہے، جس کی رُو سے خلافت کے حقدار صرف جنابِ امیر ہی تھے اور اجماعِ غیر نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ نامزد کیا تو جنابِ امیر کو نہایت غم و رنج پہنچا، اس من گھڑت افسانہ کی تکذیب میں حضور قطبِ عالمؒ کا مؤقف یہ ہے کہ ''اگر اس خطبہ میں جنابِ امیر نے

خلفائے ثلاثہ کی شکایت فرمائی تو پھر دیگر خطبات میں ان کی تعریف وتوصیف کیا معنی رکھتی ہے؟'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ خطبہ الحاقی ہے جو بعد میں شامل کیا گیا۔ آخری تین صفحات میں حضور نے اہل تشیع کو ایک دردمندانہ نصیحت فرمائی ہے۔ جو من وعن یہاں نقل کی جاتی ہے۔

''اے بھائیو! دیکھو میرا تو اس میں نہ کوئی مباحثہ نہ مناظرہ ہے یہ تمام امیر علیہ السلام کی کلام ہے اس کو اچھی طرح غور کر کے سمجھو اور سوچو، خدا اور رسول کی طرف رجوع کرو، بدعت وغیرہ سے ڈرو، خیر قرآن وحدیث کو تو جسطرح آپ مانتے ہو، وہ تم خود ہی جانتے ہو مگر اس کلامِ امام کو تو سچ جانو اور مانو کہ جن کی محبت کا تم بڑھ کر دعویٰ کرتے ہو اور جن کو اپنا امام مانتے ہو، یہ ان کی کلام ہے اس کے ایک ایک حرف کو نہایت غور سے دیکھو اور پڑھو، جنابِ امیر کے ان اقوال وافعال پر عمل کرو، اپنی خود رائی، دیکھو دیکھائی کی باتوں کو چھوڑو، حضرت کی شریعت اور سُنت سے منہ نہ موڑو، دیکھو اس زمانے کی جس میں ہم ہیں جنابِ امیرؓ نے اس طرح پیش گوئی فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''آخیر زمانہ میں اہل بدعت اور بدعقیدہ لوگ ایسے بھی ہونگے جو خُدا کے قرآن وحضرت کی احادیث پر انکار کرینگے، اور اس میں اپنی تاویلیں بنا کر اُس کے معنی بدلیں گے، اور حضرت کی شریعت وسنت کا تو نام ہی سن کر کوسوں دُور بھاگیں گے۔ اور اپنی خود رائی اور بنائی ہوئی باتوں پر چلیں گے، بدعت وغیرہ کو اپنا مذہب بنا دینگے اور فرمایا میری محبت کو حد سے بڑھا کر خود کو ہلاکت میں ڈالیں گے اور شریعت کے فراخ راستے کو چھوڑ کر بدعتوں پر تمسک کریں گے اور نماز، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے تارک ہونگے اور عموماً مجھ پر بہتان وافترے کرینگے یعنی جو کام نہ ہم نے کیا نہ کہا وہ جھوٹے بہتان ہم پر لگائیں گے وغیرہ وغیرہ۔

اے حضرات! دیکھو بدعت وریاوہ بَلا ہے کہ جس میں برسوں کی عبادت بھی ایک لحظہ میں تباہ ہو جاتی ہے۔ اس واسطے تو امیر علیہ السلام اس کتاب کے ہر مقام پر بدعتوں سے ہم ہر کس کو سخت منع فرماتے جاتے ہیں، جیسا کہ فرمایا بدعتی کا تو کوئی بھی عمل قبول نہیں ہے اور بدعتی بدکار ہمیشہ کے لیے آگ دوزخ کا سزاوار ہے۔ پھر صفحہ نمبر 652 پر فرمایا بدعت اس کام کا نام ہے جو پیغمبر علیہ السلام کے بعد نیا ایجاد کیا جائے کہ جس کے لیے پروردگار کی جانب سے کوئی حجّت شرعی مقرر نہ ہو۔ یعنی جس کام کا رواج قرآن وحدیث کے مطابق نہ ہو وہ بدعت ہے جیسا شیعوں کی تعزیہ داری وغیرہ میں تو کُلھم بدعت کے کام جاری ہیں۔ جو پیغمبر علیہ السلام کے بعد ایجاد کیے گئے، جن کی نہ تو خدا کا قرآن اور نہ پیغمبر علیہ السلام کی حدیث تصدیق کرتی ہے اور نہ ہی کسی امام کا کوئی فعل وفرمان ہے یہ صرف شیعوں کی خود رائی اور اپنی بنائی باتوں کی کاروائی ہے جو ایک دوسرے سے دیکھو دیکھائی کر کے ہر سال اس مذہب میں نئی نئی استعمال ہوتی چلی آرہی ہیں اور صاف امیر علیہ السلام کے کلام کے برخلاف ہیں، دیکھو اس کتاب میں جنابِ امیرؓ نے تو آپ کو صاحب شریعت کہلایا اور اپنا مذہب سنت والجماعت ہونا تصدیق فرماتے ہیں۔ مزید اس کتاب کے مسائل ودلائل بھی تمام اہلسنت کے موافق اور مذہب شیعہ کے مخالف ہیں اور بھی جنابِ امیرؓ نے اس کتاب میں نا کسی جگہ آپ کو شیعہ کہلایا اور لفظ شیعہ کو نا کہیں استعمال فرمایا پھر تم کس سند وثبوت کے ذریعے سے آپ کو شیعانِ علی کہلاتے ہو اور کس امام کا آپ کو پیروبناتے ہو وہ ہم کو بھی دکھاؤ نہیں تو جنابِ امیر کی اس تمام کلام کے ساتھ اپنے مذہب کے اقوال واعمال تو ملاؤ پھر آپ ہی اپنا فیصلہ سناؤ کہ امام کیا فرماتے ہیں۔ اور تم کیا کر رہے ہو۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ آپ میری باتوں کو مناظرہ سمجھ کر مجھ کو بُرا جانتے ہو۔ حالانکہ میں تمہارے بھلے کے واسطے حسبِ فرمان جنابِ امیرؓ یہ نصیحت کر رہا ہوں۔ جیسا کہ صفحہ نمبر 418 پر فرماتے

ہیں کہ اپنے بھائیوں کے لیے نصیحت کو مخصوص کرو۔ خواہ وہ انہیں اچھی معلوم ہو یا بری۔ پس میری تو یہی نصیحت ہے کہ جنابِ امیرؓ کی اس کتاب وکلام کو سچ جانو اور مانو اور اس کے مطابق عمل کرو اور ان کی قال وچال پر چلو ورنہ کل قیامت کو تم پر حجّتِ خدا غالب آئے گی پھر عذابِ الٰہی سے آپ کو مہلت نہ دی جائے گی۔ پس ہم کو تو اتنا ہی دیکھا اور سنا دینا تھا۔ آگے آپ کی منشاء

فقط

سید قطب علی شاہ

اس کتاب کے دو ہی ایڈیشن میری معلومات کے مطابق شائع ہوئے ہیں اور دونوں میری لائبریری ''کتابخانہ ابنِ کرم'' میں محفوظ ہیں۔ پہلے ایڈیشن پر لکھا ہے ''در مطبع اسلامیہ مطبوعہ شد'' اور دوسرا ''گیلانی الیکٹرک پریس لاہور'' سے شائع ہوا میرے پیشِ نظر اس وقت اوّل ایڈیشن ہے۔

شوائطُ البرقات۔ ۱۳۱۳ھ/1895ء

عقائدِ اہلِ تشیع کے رَد میں یہ ایک ضخیم اور لاجواب کتاب ہے۔ طبقہ عُلماء میں اس کی مقبولیت تادمِ تحریر بدستور ہے۔ مقدمہ کتاب میں سنِ تصنیف ۱۳۱۳ھ درج فرما کر حضور نے تالیفِ کتاب ہذا کے دو سبب بیان فرمائے ہیں۔

اوّل:۔ رسول پاک ﷺ کی مشہور حدیث مبارکہ جس میں اخیر ایام زمانہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ تمام اُمت مختلف فرقوں میں بٹ کر فی النار ہوگی مگر ایک گروہ جنتی ہوگا جو قرآن وسنت کے پیروکار رہیں گے، جب یہ زمانہ آیا اور حدیث ظاہر ہوگئی۔ عام اکثر خاندان شریعت سے بدگمان اور منحرفِ قرآن ہونے لگے، اسی طرح اب تھوڑے ہی دنوں سے رفتہ رفتہ ہمارا خاندان (سادات) بھی اس اخیر ایام زمانہ کے دام میں پھنس گیا ہے [1]۔

---

(1)۔ (حضور قطب عالمؒ اس بیان کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں) ''یہ عام شیعوں کا تکیہ کلام ہے کہ ہم تمام سادات اور ائمہ کرام کا ابتدا سے یہی مذہب تھا اور بھی لوگوں کو اسی طرح دھوکہ دیتے اور کہتے ہیں کہ سب اولیائے خدا بھی اسی ہمارے مذہب کے تابع تھے۔ سو محض جھوٹ ہے۔ اوّل تو یہ صاحبان اپنے باپ، دادوں کا حال تو خود ہی بخوبی جانتے ہیں یہ کچھ دوری معاملات نہیں خود ان کے دیکھنے کی بات ہے کہ ان کے باپ، دادا، بچارے تو اچھی طرح شیعہ نام کے ہی واقف نہ تھے بلکہ وہ تو برعکس ان کے سب صحابہ کو مانتے اور جناب محبوب سبحانیؓ کو اپنا پیر جانتے تھے تو یہ حضرات اکثر موقعات میں اُن اپنے باپ، دادں کو بھی جاہل وغیرہ کہہ کر تبرّا کرتے ہیں۔ دیگر اکثر ائمہ علیہ السلام کی اولاد میں سے، ہمارے خاندان سادات سے بڑے بڑے بزرگ اولیاء اللہ، شمسی نُور کی طرح مشہور ہوئے ہیں جیسا کہ پیر شیر شاہ سید جلال بخاری، جتی لعل شہباز، سلطان سیدی احمد کبیر، پیر مخدوم جہانیاں جہانگشت، پیر شیخ اسماعیل، محمد راجن، پیر شاہ جیونا، لدھن امام، حضرت شاہ شمس، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، حضرت خواجہ قطب الدین وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم، ان میں سے اکثر کی خود تصنیف شدہ کتابیں بھی عام موجود ہیں جو صاف اس مذہب شیعہ کے مخالف ہیں، ان سب اولیاء اللہ نے اپنے پیر بھی بنائے اور ہزار ہا مخلوق کو مرید بھی کیا کہ جن کی پیری ومریدی کا نشان تو آج تک عیاں ہے۔ جن کے واسطے خاص کتب شیعہ کا اصول ہے کہ دوازدہ امام کے بعد ریاست ختم ہے۔ جو ان کے پیچھے مرید بنے یا پیر بنے تو وہ دونوں کافر ہیں، معاذ اللہ، پس اس بات سے بھی صاف ثابت ہوا کہ تمام اولیاء اکرام اور ائمہ علیہ السلام تو اس مذہبِ شیعہ کے برخلاف، خاص اہلسنت والجماعت تھے۔ لہذا ان کے خود تصنیفات گواہ ہیں''

اشتہارِ عام:۔

چونکہ حضرات شیعہ سے جو کوئی صاحب اس کتاب کا جواب دینا چاہے اُس کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ جسقدر مؤلف کتاب نے کتبِ معتبرہ شیعہ اثناعشریہ سے بروایت نص وحدیث واقوال ائمہؑ کرام کے اصحابِ ثلاثہ کا ایمان اور شان ثابت کیا ہے۔ اوّل تو اُن سب کا حرف بحرف جواب باصواب دیکر پھر اتنا یا اُس سے زیادہ ثبوت ہماری کتابوں سے مضبوط پیش کرے کہ جس سے ان صحابہ کے ایمان کا صریح نقصان ہو، تو بعد تصفیہ فریقین ثالث کے وہ یک صدروپیہ مؤلف سے انعام پاوے گا۔ الا یہ بھی مژدہ دیا جاتا ہے کہ اگر رمی الجمرات وغیرہ کی طرح بغیر ثبوت صرف زبان سے برائے نام ردارقام کرے تو اس پر ہم یا ہمارے ہم مذہب کو ناحق توہین مذہب کے جرم کا عدالت وقت میں استغاثہ دائر کرنے کا مجاز ہوگا، فقط العبد مُصنّف

حضور قطبِ عالمؒ نے دیباچہ تحریر کرنے کے بعد تین موضوعات پر قلم اُٹھایا ہے۔

1۔ حصہ اوّل میں آیات فضائلِ صحابہ پر شیعہ حضرات کے اعتراضات کی تکذیب فرمائی ہے۔

2۔ حصہ دوم میں احادیث رسول ﷺ وائمہؑ مقبول پر شیعہ حضرات کے اعتراضات کی تردید کی ہے۔

3۔ حصہ سوم میں ذکرِ قرطاس وخلافت اور فدک سے متعلق شیعہ حضرات کے طعن کو باطل قرار دیا ہے۔

اس طرح آغازِ کتاب میں حضور نے فضائلِ اصحاب پر مختلف آیاتِ مبارکہ سے مفصل بحث فرمائی ہے۔ پھر صحابہ کرام کی فضیلت میں احادیث نبوی ﷺ اور اقوالِ ائمہؑ سے شہادتیں پیش کی ہیں۔ اسکے بعد اہلِ تشیع کے معروف اعتراضات 1۔ سورہ جمعہ 2۔ سورہ برات 3۔ ذکر قرطاس 4۔ تجہیز وتکفین حضرت رسولِ پاک ﷺ 5۔ ذکر خلافت 6۔ باغ فدک 7۔ جامع القرآن حضرت عثمانؓ پر تفصیلی بحث فرمائی ہے اور ان کے ہر طعن کا بطلان کیا ہے۔ علمی اور تحقیقی لحاظ سے اس کتاب کا پایہ بہت بلند ہے، علماء وفضلاء کے لیے یہ ایک گراں مایہ تحفہ ہے۔ جسکا مطالعہ اہلِ تشیع کی سینکڑوں کتب سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ مختلف حوالہ جات کے متن تحریر فرما کر حضور نے ان کی مفصل شرح بھی قلمبند کی ہے۔ ہر صفحہ احادیث، روایات اور منقولات سے بھرا ہوا ہے جو آپ کے کثرتِ مطالعہ پر دال ہے۔ حضور کی طرزِ تحریر اکثر سوالاً، جواباً ہے جو ایک مکالمہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ سوال وجواب میں عوام الناس کی دلچسپی زیرِ نظر رکھی گئی ہے۔ کہیں خداوندِ عالم کی عدالت میں شیعہ حضرات کی طرف سے مقدمہ پیش کرتے ہوئے ان کے سوالات پر آیات، احادیث اور ائمہؑ کرام کی کتب سے روایات ومنقولات پیش کرتے ہوئے انصاف کے طالب ہیں۔ کہیں مدعی مناظرہ میں آیات واحادیث اور کتبِ ائمہؑ کی عبارت کا غلط ترجمہ کرتا ہے تو حضور صیغے اور گردانیں پیش فرما کر اس غلط بیانی کی اصلاح فرماتے ہیں۔ کہیں مزاحیہ مثال دے کر بحث کو دلچسپ بنا دیتے ہیں۔

کتاب کے مآخذ ومصادر کی اگر فہرست دیکھی جائے تو کثیر تعداد میں شیعہ حضرات کی مشہور ومعتبر کتب کا اندراج نظر آتا ہے۔ اہلسنت والجماعت کی صرف بارہ، تیرہ کتب کا ذکر ملتا ہے۔ اب فہرست دیکھ کر خود اندازہ لگائیں۔ ''نہج البلاغت، صحیفہ کاملہ، تفسیر حسن عسکری، تفسیر صافی، کشف الغمۃ فی معرفت الآئمہ، عیون الاخبار، احقاق الحق، کتاب اختصاص، حق الیقین، مجالس المومنین، معانی الاخبار، خصال، منہج المقال، انوار الھدیٰ، خلاصۃ المنہج، شرح دساتیر مسمی ملفرنگ دساتیر، اشتشنا توریت، مجمع البیان، منہج الصادقین، اطواق الحمایت، شرح تجرید، روضہ

کلینی، کافی، غوالی لیالی، احتجاج طبرسی، رزالتہ البحفا، ذوالفقار، جامع الاستفسار، رسالہ اولہ نقیہ، خرائج وجرائح، بحار الانوار، صحیح بخاری، صحیح مسلم، تفسیر بیضاوی، تفسیر در منثور، کنز العمال، غنیۃ الطالبین، مصباح الشریعت، اسرارالاولیاء، مصباح السالکین، دیوان قطب الدین بختیار کاکیؒ ردیف الف، خزینۃ الجلالیہ، جامع الاسرار'' وغیرہا۔

اس لاجواب کتاب میں مذہب شیعہ کے ہر طعن کا بطلان اور اصحابِ ثلاثہ کا ایمان وشان اظہر من الشمس عیاں ہے۔ شیعہ حضرات کے سب دلائل لاطائل ایسے زائل ہیں کہ آج تک کوئی شیعہ اس کا جواب نہیں لکھ سکا۔ مناظرہ کی جنگ کے ہتھیار پہلے بھی کافی بن چکے ہیں لیکن آلِ رسول ﷺ کی اس نئی ذوالفقار کو حکمت کا مسالہ لگا کر بطورِ خاص تیار کیا گیا ہے۔ جس کے سامنے کوئی دانا دشمن تو کبھی نہ آئے گا لیکن احمق بے وقوف ضرور ذلت و خواری پائے گا علیٰ ھذا القیاس حضور نے مضافاتِ پیر محل اور دیگر علاقہ جات میں شیعہ مذہب کے بڑھتے ہوئے اثرات کے پیشِ نظر اہلِ حق کے لیے یہ ایک مشعل روشن فرمائی ہے کہ صراطِ مستقیم سے کوئی بھٹک نہ جائے، دیباچۂ کتاب میں خود فرماتے ہیں'' بندہ کا خیال ہے کہ شاید یہ پند کسی کو سودمند ہوجائے یا پیچھے کوئی دیکھ کر عبرت پائے''

فاعتبرو یا اولی الابصار (اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو)۔

میری معلومات کے مطابق اب تک اس کتاب کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، گو یہ کتاب ۱۳۱۳ھ میں تحریر کی گئی لیکن اس کی پہلی اشاعت ۱۳۴۰ھ/1922ء میں ہوئی۔ 12×8 کی تقطیع پر حسب فرمائش لالہ پاری رام وامیر چند کتب فروشان موضع سندھیلیا نوالی شریف ڈاکخانہ تلمبہ ضلع ملتان ''مطبع کریمی سٹیم پریس لاہور'' میں طبع ہوئی، دوسری اشاعت پر ۱۳۷۹ھ/1959ء اور بارِ دوم لکھا ہوا ہے جو بحسب الحکم سید اسرار حسین شاہ صاحب ولد سید فضل حسین شاہ صاحب قدس سرہٗ سجادہ نشین سندھیلیا نوالی شریف المعروف پیر محل بااہتمام حافظ سید محمد تاجر کتب سندھیلیا نوالی شریف ڈاکخانہ خاص براستہ پیر محل ضلع لائکپور شائع ہوئی۔ تیسری اشاعت بشکلِ نَو کی صورت میں پیر سید اسرار حسین شاہ سجادہ نشین دربارِ قطبیہ نے اپنے دیباچہ کے ساتھ ستمبر 1996ء میں شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے طبع کروائی۔

مناظرہ ہیرو قاضی۔ ۱۳۲۰ھ/1903ء

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصّہ اوّل میں حافظ فتح محمد علیہ الرحمہ کی پنجابی سی حرفی جو ہیرو قاضی کے مابین ایک مکالمہ ہے۔ حضور قطب عالمؒ نے اس کے ہر بند کی اُردو نثر میں شرح قلمبند فرمائی ہے اور تصوف وعرفان کے رموز کو آیات واحادیث اور بزرگانِ دین کی حکایات سے عوام الناس کے لیے سہل کیا ہے۔ سنِ تالیف دیباچہ میں ۱۳۲۰ھ درج ہے۔ حضور نے مختلف موضوعات لکھ کر ہر بیت کی شرح میں عشق ومعرفت کے بیان پر بڑے سبق آموز واقعات تحریر فرمائے ہیں۔ ذیل میں وہ تمام عنوانات قارئین کے استفادہ کے لیے نقل کیے جاتے ہیں تاکہ اس کتاب کے مندرجات ہر ایک پر واضح ہوجائیں۔

''شانِ مصطفیٰ ﷺ، نُورِ اہلبیت، حقیقتِ علم، قصہ بلعم باعور، جودَم غافل سودَم کافر، فضائلِ نماز، علماء و فقراء کی نماز میں فرق، مذہبِ عشق، قصہ حضرت ابوہشامہؓ ایثار فی سبیل اللہ، قصہ شیخ برسیسا، مرید پر پیر کا اور پیر پر مرید کا حق، شرم و حیاء، عشق زلیخا، اجرِ صبر، عاشقِ صادق، پابندی شریعت، حکایات امام غزالیؒ، شفاعتِ

مصطفیٰ ﷺ، شفاعتِ اولیاء، ضدی عورت، یادِ موت، قصہ شیخ صنعان، غرور کا سر نیچا، 9 بہشت اور 5 کعبے، احترامِ آدمی، ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں، قصہ عفت مآب عورت کا، ضدی شیطان، اندھے اور ہاتھی، چاہ کن راہ چاہ در پیش۔''

(یہ تمام عنوانات بشکل نَو ستمبر 1998ء سے لکھے گئے ہیں)

یہاں پر بطور نمونہ ''حکایاتِ امام غزالیؒ'' نقل کرتا ہوں جو راہِ سلوک پر چلنے والوں کے لیے بے حد سبق آموز ہے۔ حضور قطبِ عالمؒ لکھتے ہیں ''امام غزالی اور شیخ احمد دو بھائی تھے۔ امام غزالی ظاہری علم کے اسقدر عالم ہوئے کہ فضیلت اور قضاء کا درجہ پایا، اور شیخ احمد کو علم باطنی تھا جس کی محبت اور ریاضت کے سبب بزرگی اور صفائی حاصل کی۔ مگر امام غزالی اس کو حقیر سمجھتے اور آپ جیسا نہیں جانتے تھے۔ شیخ احمد بھی ان کے پیچھے نماز نہ پڑھتے تھے، ایک روز امام غزالی نے اپنی ماں سے کہا کہ شیخ احمد میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتا اس میں میری بڑی ہتک ہے۔

شیخ احمد کو ماں نے کہا یہ تیرا بھائی اسقدر عالم فاضل ہے کہ تمام لوگ اس کے مطیع ہیں۔ تو اس کے پیچھے نماز پڑھا کر۔ القصہ ایک دن شیخ احمد نے امام غزالی کے پیچھے نماز کی اقتداء کی، تو امام غزالی کو نماز میں یہ خیال آیا کہ ایک عورت نے مجھ سے حیض و نفاس کا مسئلہ پوچھا تھا۔ میں نے اس کو اس وقت نہ بتایا یہ تو مجھ سے خطا ہوگئی، شیخ احمد نے اُسی وقت جماعت سے علاحدہ ہو کر نماز پڑھی اس پر امام غزالی بہت ناراض ہوئے اور ماں کو کہا۔ آج تو شیخ احمد نے پہلے سے بھی بڑھ کر میری بے عزتی کی ہے کہ اوّل تو جماعت میں شامل ہوا پھر جماعت کو چھوڑ کر اپنی علاحدہ نماز پڑھی، شیخ احمد کو ماں بہت غصے ہوئی اور کہا کیوں تو نے اپنے بھائی سے علاحدہ ہو کر نماز پڑھی۔ شیخ احمد نے کہا، امام غزالی تو اس وقت حیض و نفاس کا مسئلہ کر رہا تھا۔ میں مسئلے سنتا کہ خدا کی نماز پڑھتا۔ جب امام غزالی نے یہ بات سنی تو دل میں حیران و پریشان ہو کر کہنے لگے، میں تو اپنے علم پر ہمیشہ فخر کرتا تھا اور اس کو حقیر جانتا تھا مگر یہ تو کامل بزرگ و صاحبِ صفائی ہے۔ امام غزالی نے شیخ احمد سے کہا کہ بھائی میں اس علم کا جاہل ہوں۔ خدا کے لیے مجھے بھی اس باطنی علم کا واقف بناؤ۔ شیخ احمد نے کہا، بھائی! میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر تجھے اس علم کا شوق ہے تو میرے پیر کے پاس جاؤ۔ امام غزالی اسی وقت پیر کی خدمت میں گئے اور عرض پیش کی۔ پیر نے ارشاد سمجھایا اور فرمایا تجھ کو ظاہری علم کا فخر ہے اگر تجھ کو علمِ باطن کا شوق ہے تو پہلے بارہ سال نمازیوں کی جوتیاں جھاڑو تا کہ تیرا غرور و تکبر دُور ہو۔ پس امام غزالی نے جوتیوں کو جھاڑنا شروع کیا حتّی کہ بارہ برس گزر گئے۔

ایک دن کوئی دُرویش مسجد میں کتاب پڑھ رہا تھا۔ امام غزالی نے وہ کتاب پوچھی تو اُس نے کہا خدا جانے کوئی امام غزالی کون سے زمانے میں ہوا ہے جس نے یہ ایسی کتاب لکھی ہے کہ اس کا کوئی سبق پڑھا نہیں جاتا۔ جب امام غزالی نے یہ بات سُنی اور اپنی اس تصنیف شدہ کتاب کو بھی دیکھا تو بہت غم و افسوس کیا کہ میں نے اتنی مدت اسقدر ریاضت بھی کی، اب تک نہ تو میرا کوئی نام لیتا ہے اور نہ مجھے کوئی جانتا ہے۔ اس دلیل میں تھا کہ پیر نے اس کا بازو پکڑ کر مسجد سے باہر نکال دیا۔ اور فرمایا ابھی تک تیرا فخر و تکبر دُور نہیں ہوا۔ ابھی سے کچھ آپ کو بنانا چاہتا ہے۔

امام غزالی پھر عاجزی کر کے اپنے پیر کے قدموں میں گر پڑے، عرض کی یہ میرا قصور ہے معاف فرماؤ۔ پیر نے ارشاد کیا۔ اب تم بارہ سال مسجد کا صحت خانہ (لٹرین) صاف کرو۔ اس کام میں بھی کافی مدت گزر گئی۔ ایک روز آپ نیچے کا صحت خانہ صاف کر رہے تھے تو اوپر کے مکان سے کسی نے پیشاب کیا۔ وہ تمام امام غزالی

کے سر اور کپڑوں پر گرنے لگا۔ امام غزالی نیچے سر کر کے بیٹھے رہے۔ خیال کیا کہ اگر میں کھڑا ہو گیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس مرد کو کوئی حرج پہنچ جائے۔ میں تو پھر نہا لوں گا کپڑے بھی صاف کر لوں گا۔ پس جب یہاں تک فخر و غرور دُور ہو گیا۔ اور نفسِ امارہ نہ رہا تو اسی وقت پیر نے آ کر اپنے سینہ فیض گنجینہ سے لگا لیا۔ تو نفس پاک اور دل یہاں تک صاف ہو گیا کہ ہر علماء اور اولیاء سے اعلیٰ رتبہ پایا۔'' الغرض عرفانی مسائل پر یہ نہایت عمدہ اور ایک دلچسپ کاوش ہے۔

حصہ دوم: میں حضور قطبِ عالمؒ کا منظوم پنجابی کلام درج ہے جو مختلف اصناف، دوہڑہ جات، ابیات، ترجیع بند اور کافیوں پر مشتمل ہے۔ زُود اثر ہونے کے علاوہ لطفِ زبان اور حسنِ اسلوب کا خوبصورت نمونہ ہے۔ اس کے بعد آپ کے خلف الرشید حضرت سید پیر فضل حسین شاہؒ کے ''بارہ ماہ'' اور مناقب در واقعاتِ کربلا درج ہیں۔ یہ تمام منظوم کلام راقم الحروف کے مرتب کردہ ''دیوانِ قطبیہ'' میں موجود ہے، جسے اب اس کتاب کے آٹھویں باب میں شامل کر دیا گیا ہے۔ پھر آگے درویشانِ قطبِ عالمؒ کا حضور کی تعریف و توصیف میں منظوم ہدیہ عقیدت ہے۔ جو ان کے والہانہ عشق و شوق کا مظہر ہے۔ اُن خوش نصیب دُرویشوں کے نام یہ ہیں۔ ''پیر عنایت علی شاہ و پیر عالم شاہ قریشی سکنہ ہڑپہ شہر، وریام کھچی سکنہ موضع سوگی، میاں سلطان سکنہ کمالیہ شہر، اور فقیر نور محمد سکنہ گڑھ بغداد''

نظم و نثر کا یہ مجموعہ نہایت گراں مایہ اور پاکستان کے صوفیانہ ادب کا ایک اہم حصہ ہے۔ راقم الحروف نے اس کتاب کے چار ایڈیشن دیکھے ہیں۔ ایک، ۱۳۴۳ھ/1925ء میں میاں سردار بخش و حافظ سید محمد تاجران کتب سندھیلیانوالی شریف ضلع ملتان کی فرمائش پر ''مطبع کریمی سٹیم پریس لاہور'' سے 104 صفحات پر طبع ہوا۔ دوسرا، ۱۳۸۷ھ/1967ء میں شائع ہوا۔ اس پر بارِ ششم لکھا ہے، اور 120 صفحات پر مشتمل ہے، تیسرا، پاکٹ سائز میں اخباری کاغذ پر طبع ہوا۔ اس پر سن کا اندراج نہیں ہے۔ اور چوتھا، بشکل نَو نومبر 1998ء میں پیر سید اسرار حسین شاہ سجادہ نشین دربار قطبیہ کے دیباچہ کے ساتھ ''شرکت پرنٹنگ پریس لاہور'' سے طبع ہوا۔ لیکن اس کتابچہ میں دوسرا منظوم حصہ نہیں ہے، صرف پہلا حصہ شائع کیا گیا۔

انوارِ قُدسیَّه فی ردِّ رمُوزِ بَدُیعَه۔ ۱۳۴۰ھ/1922ء

یہ حضرت قطبِ عالمؒ کے دو رسائل کا مجموعہ ہے جو اہل تشیع کے رَد میں لکھے گئے۔ سنِ تصنیف ۱۳۴۰ھ ہے کتاب کے سرِ ورق پر اس کا نام ''امدادِ الٰہیہ رسالہ سیف امامیہ بر مذہب شیعہ و انوارِ قُدسیَّہ فی ردّ رمُوزِ بَدیعَہ بکواس ٹاٹوِیَّہ'' درج ہے اور ۱۳۴۰ھ میں ''حسب فرمائش لالہ پاری رام و امیر چند تاجرانِ کتب موضع سندیلیانوالی ڈاکخانہ تلمبہ تحصیل کبیروالا ضلع ملتان کے ''مطبع کریمی سٹیم پریس لاہور میں طبع ہوا''۔ چونکہ حضور کے زمانہ حیات میں آپ کی تصنیفات عالیہ کے اشتہارات میں اس کا نام ''انوارِ قُدسیَّہ فی ردِّ رمُوزِ بَدُیعَہ'' ہی شائع ہوتا رہا۔ اس لیے عنوان میں یہی درج کیا گیا۔ پہلے حصہ میں اسی رسالہ سے آغاز ہوا ہے۔ مقدمۂ کتاب میں حضور لکھتے ہیں۔ ہمارے رسالہ ''ردِ شیعہ'' کو جب اہلِ تشیع نے دیکھا تو بہت برہم ہوئے سعادت علی خاں کھرل رئیس کمالیہ نے کہا ہم اس رسالہ کا رد لکھوائیں گے آخر نظرِ انتخاب محمد حسن سکنہ ٹاٹے پور پر ٹھہری، اور اسے لالچ دے کر آمادہ کیا، کچھ روپیہ سعادت علی خاں نے اپنی گرہ سے دیا۔ لوگوں سے بھی چندہ کروایا۔ مزید اقوام سیال احمد پوری نے بھی اس کام کے لیے بہت کچھ دیا۔ اُس نے جواب کیا لکھنا تھا بس زبان درازی سے کام لیا اور اپنے مکر و فریب سے اہل تشیع

کو راضی کیا۔ حالانکہ اس کے جوابی رسالہ نے خود اس کے علم کی قلعی کھول دی ہے۔ اہلِ انصاف ملاحظہ فرما کر دیکھ لیں۔ حضور نے یہ رسالہ دس فصلوں میں تقسیم فرمایا ہے جس کی تفصیل کچھ اسطرح ہے۔

1۔ پہلی بحث صحابہ کی فضیلت میں، کلامِ علی علیہ السلام

2۔ دوسری بحث صحابہ کی فضیلت میں، کلام علی علیہ السلام

3۔ تیسری بحث صحابہ کی فضیلت میں، کلام علی علیہ السلام

4۔ چوتھی بحث حضرت عمرؓ کی فضیلت میں، کلام علی علیہ السلام

5۔ پانچویں بحث حضرت عثمانؓ کی فضیلت میں، کلام علی علیہ السلام

6۔ چھٹی بحث حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت میں، کلام علی علیہ السلام

7۔ ساتویں بحث صحابہ کی فضیلت میں، خلاصہ کلام حضرت امام زین العابدینؑ

8۔ آٹھویں بحث صحابہ کی فضیلت میں، کلام حضرت امام حسن عسکریؑ

9۔ نویں بحث صحابہ کی فضیلت میں، کلام حضرت امام حسن عسکریؑ

10۔ دسویں بحث حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت میں کلام حضرت امام حسن عسکریؑ

حضور ان فصلوں میں حضرت علی المرتضیٰؑ اور ائمہ کرام کی کتب سے اصل عبارت نقل فرما کر پھر آسان اُردو میں نہ صرف اُس کا ترجمہ پیش کرتے ہیں بلکہ مختلف پہلو سے اس عبارت پر بحث بھی فرماتے ہیں اور صاحبِ رموز بدیعہ کے ہر سوالِ باطل کا بڑے مدلل انداز میں جواب دیتے ہیں۔

دوسرے حصہ، میں ''ایک شیعہ کے سوال واُن کا جواب'' عنوان دے کر حضور دیباچہ میں لکھتے ہیں ''مہر دوست محمد ولد سلطان قوم کملانہ سکنہ جلال پور تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ نے شاید ہمارے ''رسالہ ردِ شیعہ'' کو ملاحظہ کیا تو ہماری طرف چند سوال بدیں شرط تحریر کیے کہ ان سوالات کا پورا، پورا جواب باصواب اگر آپ دے دیویں تو میں مذہبِ شیعہ کو چھوڑ کر اہلسنت کا مذہب اختیار کرلوں گا۔ اس لیے میں ان کے سوال اور اپنے جواب اہل دید صاحبِ فہمید کے پیش کرتا ہوں'' حضرت قطبِ عالم نے اس حصہ میں مہر صاحب مذکور کے تمام سوالات کا مفصل انداز میں جواب رقم فرمایا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

ع۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ

اسکے بعد ایک اشتہار دیا گیا ہے جو قارئین کے ملاحظہ کے لیے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

اشتہارِ عام:۔

اے بھائیو! ذرا اس اشتہار کا بھی ملاحظہ فرمایئے اور تو سب کچھ جانے دیجئے صرف جنابِ امیرؓ پر اکتفاء کیجیے۔ چونکہ آپ شیعانِ علیؓ کہلاتے ہیں، اس واسطے ہم تم سے یہ اَمر چاہتے ہیں کہ اگر جنابِ امیرؓ کو آپ شیعہ ثابت کر دکھلاویں تو بعد تصفیہ ثالث کے ہم اور ہمارے ہمراہی ہزاروں آدمی شیعہ ہو جاویں گے اور اگر ہم جنابِ امیرؓ اور انکی اولاد کو خاص اہلسنت والجماعت ثابت کر دیویں تو پھر آپ مذہب اہلسنت اختیار کریں اور جنابِ امیرؓ کی پیروی پر چلیں اور یہ بھی ہم کہتے ہیں کہ اگر سابقہ اشتہارِ مباحثہ کی طرح جو رسالہ ردِ شیعہ میں درج ہے۔ آپ اس پر

بھی عمل نہ کریں یعنی اس فیصلہ کو بھی منظور نہ فرماویں پھر تو صاف سمجھا جاوے گا کہ تم کو حق پرستی وحق جوئی کا ہرگز شوق نہیں ہے۔صرف حرکت سازی اور نکتہ بازی سے اپنے نفسوں کو راضی کرتے پھرتے ہو۔ایمان سے کچھ کام نہیں۔

فقط

سید قطب علی شاہ

کتاب کے آخری صفحہ پر حضور نے بطور صلائے عام بڑی وضاحت سے ان اُمور پر روشنی ڈالی ہے کہ ''مذہب شیعہ کے پاس صرف ان تین باتوں کے سوا اور کوئی ثبوت مضبوط نہیں ہے۔ایک دیکھو دکھائی ،دوسرا سنی سنائی اور تیسرا نکتہ بازی سے اپنے اتباع کو راضی کرنا''

اس کتاب کو طبع ہوئے عرصہ 92 سال گزر چکے ہیں۔دوبارہ کوئی ایڈیشن شائع نہیں ہوا، پہلا رسالہ جو بکواس ٹاٹو یہ کے رد میں لکھا گیا 144 صفحات پر مشتمل ہے۔دوسرا رسالہ جو ایک شیعہ کے بعض سوالات پر قلمبند ہوا۔صفحہ 145 سے 161 یعنی سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔یہ کتاب 9×6 کی تقطیع پر ہے اور اس کی کتابت ''عارف حسین کاتب تلمیذ حضرت امتیاز رقم ایمن آبادی، لاہور'' نے کی ہے۔

رسالہ حیات النبی ؐ ۔ ۱۳۴۳ھ/1925ء

یہ حضور قطب عالم ؒ کی آخری تصنیف ہے جو ۱۳۴۳ھ میں قلمبند ہوئی۔اس کے دواڑھائی سال بعد آپ ۲۶، جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ بمطابق 22، دسمبر 1927ء کو وصال فرما گئے۔

محرکِ تصنیف یہ ہوا کہ مولانا محمد یار فریدیؒ جو حضور قطب عالمؒ کے تبلیغی اسفار میں اکثر ہم رکابی کا شرف پاتے اور آپ سے غایت درجہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔(ان کے بارے تفصیلی معلومات باب 12 ہم عصر بزرگان کے ضمن میں دیکھی جا سکتی ہے)۔اُن پر بعض علماء نے کُفر کا فتویٰ لگا دیا۔انہوں نے وہ فتویٰ حضور قطب عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر پیش کیا اور معاونت کیلئے استدعا کی۔حضور نے ان کی تائید میں یہ رسالہ قلمبند فرمایا۔دیباچہ میں تفصیل کے ساتھ حضور نے اس موضوع پر گفتگو فرمائی ہے۔جسے مختصراً یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے۔حضرت قطب عالمؒ لکھتے ہیں۔

''فرقہ وہابیہ کے عقائد تو ہر خاص وعام خوب جانتا ہے کہ ان کو کوئی چیز بھی شرک سے خالی نظر نہیں آتی۔مگر میں اُن سب سے قطع نظر کر کے صرف اُن باتوں کو تحریر کرتا ہوں جن سے یہ ہمارے رسول علیہ السلام واولیائے کرام کی شان میں شرک وغیرہ کے الزام لگاتے ہیں، جیسا کہ کہتے ہیں۔حضور ﷺ کو علمِ غیب نہ تھا۔نہ ہی وہ حاضر وناظر ہیں۔نہ اب زندہ ہیں (مسئلہ حیات النبیؐ) اور وہ ہم جیسے بشر ہیں۔اُنکو حاضر وناظر اور زندہ کہنا شرک ہے۔اور آنحضرت ﷺ کی مزار شریف پر سفر کر کے جانا شرک ہے۔۔۔۔وغیرہ وغیرہ۔

وہابیوں کی نظیر دے کر میں نے یہ تحریر اس واسطے لکھی ہے کہ آجکل اکثر ہمارے علماء کا بھی یہی حال ہے۔گو خود کو حنفی کہلاتے ہیں مگر پیروی وہابیوں کی کرتے ہیں۔۔۔۔چنانچہ ایک دن مولوی محمد یار صاحب سکنہ گڑھی اختیار خاں ریاست بہاولپور نے وعظ میں ہمارے حضرت محمد ﷺ واولیائے کرام کے کچھ اس طرح فضائل بیان فرمائے کہ وہ زندہ ہیں۔علمِ غیب کو جانتے ہیں۔حاضر وناظر ہیں، دُعا کو سُنتے ہیں۔امداد کو پہنچتے ہیں وغیرہ

وغیرہ تو ان کے مقابل مولوی غلام محمد گھوٹوی ،مولوی محمد علیم ملتانی ،مولوی سید غلام حسین شاہ مدرس مدرسہ نعمانیہ (ملتان)،مولوی غلام رسول مدرس ضلع مظفر گڑھ،مولوی سید دین محمد ضلع ڈیرہ اسماعیل خان وغیرہ وغیرہ نے مولوی محمد یار موصوف پر ان فضائلِ حضرت کی بابت کُفر کا فتویٰ لگا کر شائع کرا دیا۔۔۔۔ہم پوچھتے ہیں کہ وہابی لوگ بھی اسی طرح اور انہی لفظوں کے ساتھ ہمارے پیغمبر علیہ السلام اور تمام اولیاء کرام کی توہین کرتے ہیں پھر تمہارا اور اُنکا کیا فرق باقی رہا۔کچھ انصاف کرو اور اپنے مذہب کا پاس کرو،تعجب تو یہ آتا ہے کہ صرف دیکھو دکھائی میں ایک دوسرے کے پیچھے چلے جاتے ہیں جیسا کہ آجکل دیوبند کے علماء اور اکثر نقشبند کے فقراء بھی اسی طرح ان

مکتوب نگاری:۔

حضرت قطبِ عالمؒ کا معمول تھا۔خط کا بروقت جواب ارسال فرمایا کرتے۔اکثر خود بھی لکھا کرتے۔اگر پاس کوئی پڑھا لکھا درویش ہوتا۔تو مضمون آپ بیان فرماتے اور وہ تحریر کر دیتا۔افسوس تا دمِ تحریر مجھے حضور کا کوئی خط دستیاب نہیں ہو سکا۔لیکن حضور کے بعض مکاتیب عالیہ کا مفہوم جو"مکتوباتِ عشق" میں چند مقامات پر حضرت شیرِ یزدانیؒ نے منظوم فرمایا ہے۔بطور نمونہ درج کرتا ہوں۔

حضور کا ایڈریس:۔

لہندے ول ہے پیر محل ایتھوں جتھے جاری ہے بحرِ عرفان بیلی
جیندی خاص تحصیل کبیر والہ[1] تے ضلع ہے خاص ملتان بیلی
تھانہ شہر تلمبہ[2] ہے طرف لاہندے وساں کھول کے حال بیان بیلی
خاص پیر محل مکان یارا مشہور معروف پچھان بیلی
قطب علیؒ ولی سوہنے نام والا جیندے نام لیاں دُکھ جان بیلی
ایہو پیر میرا ،دستگیر میرا، جیندے عشق تھیں گرم دکان بیلی
(خط نمبر 14،ص:43-42)

1۔اب تحصیل کمالیہ اور ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ ہے۔2۔اب تھانہ پیر محل ہے۔

نامۂ یار سے محبت

خط وہندیاں سار نہال ہویا خوش حال ہویا خوش حال ہویا
چُم چٹ کلیجڑے نال لایا سینہ صاف جو بدر مثال ہویا
زیادہ شوق سیتی اکھیں نیر پلٹے ،روح غوطیاں نال نڈھال ہویا
کریں شیر محمد شکر ہر دم تیھتے پیر دا ترس کمال ہویا

نصائح قطبیہ

جو جو پیچ کھولے خط یار سندے تیوں تیوں راز کھلے رنگا رنگ سائیاں
تحریر تاکید حق یاد والی پڑھ کے خوش ہویا انگ انگ سائیاں
کر کے یاد نصیحتاں یار ہر دم، نفس نال رہے جنگ جنگ سائیاں
دامن شیرؔ محمد پیر سندا پھڑیا لاہ دل دی سنگ سنگ سائیاں

(خط نمبر 1،ص2)

حضرت شاہنواز کا سانحہ ارتحال:۔(برادرِ اکبر حضور قطب عالمؒ)

پوہتا فیض نامہ میٹھے مہرباناں پڑھیا سر نامہ پہلی وار سائیں
اوّل نصف حصہ تا کر خط پڑھ کے کھِڑیا پھل قلوب گلزار سائیں
نصف حصہ تھیں بعد اظہار ہویا حضرت شاہنوازؒ دا حال سائیں
پڑھ کے حال تاں حال بے حال کیتا سکے کون تقدیر نوں ٹال سائیں
قضا، قضا نہ ہووندی مول کدی، ناہی تیر تقدیر نوں ڈھال سائیں
ایپر ہتھ افسوس دے بہت مَلے، دیسی صبر تھیں اَجر کمال سائیں
لفظ طبع مبارک دی حَرج والا، پڑھ کے حَرج پہتی آن فان سائیں
تیری جان توں جان قربان میری، وار، وار ستاں لکھ جان سائیں

(خط نمبر 5،ص:11-10)

پیر کا سبق

ہادی مینوں سبق پڑھایا ہن پڑھیوں پیا پڑھیندا
تسبیح چھوڑ حساباں والی ہن گنیوں پیا گنیندا
کاغذ، قلم، دوات سٹی ، بن لکھیوں پیا لکھیندا
شیرؔ محمد مرشد باجھوں نہیں دل دا قفل لہیندا

(دوہڑہ جات،ص:99)

☆☆☆☆☆☆

باب دہم

ملفوظات وارشادات

کتاب مراۃ الفقراء

یہ حضرت قطب عالمؒ کی مجالس وملفوظات کا واحد مجموعہ ہے اس کے مرتب میاں محمد سلطان سکنہ کمالیہ شہر نے ''دیباچہ'' میں حضور سے اجازت ملنے کا تفصیلی ذکر کیا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں رہتا تھا کچھ عرصہ سے دل میں خواہش ہوئی اگر حضور مجھے اجازت مرحمت فرمائیں تو جو مسائل آپ کی زبان مبارک سے سنتا ہوں بطور ملفوظ تحریر کروں مگر آپ کی ہیبت سے عرض نہ کرسکا ایک روز حضور نے خود ہی کرم فرمایا اور اشارتاً فرمایا ''زہے سعادت اُس مرید کی، جو کچھ اپنے پیر کی زبانی سنے، لکھ لے''۔ یہ سنتے ہی میں نے عرض کی کہ بندہ تو مدت سے یہ اشتیاق رکھتا تھا لیکن کہنے کی ہمت نہ تھی حضور اجازت فرمائیں تو جو مسائل آپ سے سنوں لکھ لوں مزید کچھ اپنے پیر خانہ کا بھی ذکر ہو جائے۔ آپ نے فرمایا ''بہت اچھا ہے تم لکھو، نیک کام کرنا عین سعادت دارین ہے۔ نیز کتاب ''انیس الارواح'' میں ہے کہ جو شخص علم دین کی کتاب لکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے اس کا نام اولیائی تحت عبائی کے دفتر میں لکھو اور فرشتے حسب الحکم وہاں اس کا نام لکھ دیتے ہیں''۔ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ بمطابق (12 فروری 1909ء) بروز جمعہ کو اجازت ملی۔ یہ مجموعہ سترہ مجالس پر مشتمل ہے۔ پہلی مجلس ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ بمطابق 15 فروری 1909ء کی ہے اور آخری ۷ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ بمطابق (18 جنوری 1910ء بروز منگل) کی ہے۔ مرتب ملفوظات نے کتاب کے اختتام پر لکھا ہے یہ مجموعہ ۷ محرم الحرام کو تمام ہوا۔ اور ۱۵ محرم الحرام کو حضرت قطب عالمؒ نے خود ملاحظہ فرمایا۔ لہٰذا جو حرف کہیں کم وبیش تھا حضور نے اپنی قلم مبارک سے درست کر دیا اور بندہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی کہ ''عزیز من! خداوند کریم اس کا تم کو اجر عظیم عطا فرمائے اور زود اپنے مقصود تک پہنچائے''۔ یہ ارشاد سنتے ہی بندہ قدمبوس ہو کر خوش وشاد ہوا۔ گویا یہ آخری پہرہ کتاب کے مستند ہونے پر مہر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ کتاب یارانِ سلسلہ میں بہت مقبول ہوئی۔ دیگر آپ کے پیر خانہ کے احوال سے متعلق بھی یہ ایک مستند ماخذ ہے چونکہ مرتب ملفوظات نے بطورِ خاص عرض بھی کیا تھا لہٰذا حضرت قطب عالم اپنی ہر مجلس میں اپنے مشائخ عظام کا ذکرِ خیر فرماتے رہے۔ بالخصوص گیارہویں مجلس تو ساری حضرت سلطان ہاتھیوانؒ کے حالات وکرامات پر مشتمل ہے۔

راقم الحروف نے خانوادۂ سلطانیہ کا مفصل ذکر اپنی ایک کتاب ''مآثر سلطانی'' میں قلمبند کیا ہے، وہاں سے دیکھا جا سکتا ہے۔

یہاں پر بطور نمونہ مختلف موضوعات پر حضرت قطب عالم نے جو مسائل بیان فرمائے ہیں، ان کا ایک خوبصورت گلدستہ ''مراۃ الفقراءؒ'' سے نقل کیا جاتا ہے۔ بزرگانِ دین کے حالات وکرامات سے حتی الواسع یہاں اجتناب کیا گیا ہے۔

ریاضت ومجاہدہ نفس

طالب خدا کو چاہیے کہ عبادت وریاضت میں مرد ہو کر نفس کے ساتھ مجاہدہ کرے۔ کیونکہ ریاضت ومجاہدہ کے سوا یہ راہ ہرگز طے نہیں ہوسکتا، مجاہدہ کیا ہے۔ نفس کا مخالف ہونا۔ پس جو نفس کا دشمن اور خدا کا دوست ہونا چاہے تو ان چہار کام کو عمل میں لاوے۔ اول جہاں تک ہو سکے خلق کی صحبت ترک کرے۔ دوم کم کھائے۔ سوم کم سوئے۔ چہارم کم بولے۔ اگر اس طرح کرے گا تو آسان راہ رواں ہوگا۔ اور ان کے برعکس ہونے کے سبب تو نفس ہمیشہ غرہ وتازہ رہتا ہے۔ طالب کو چاہیے کہ ان چہار کام کے نقص اور فوائد کو بھی اچھی طرح جانے۔ اول نقص خلق کی صحبت میں یہ ہے کہ اس میں نفس چاہتا ہے کہ خلق میں رہ کر لوگوں کی طرح اچھا کھاوے۔ اچھا پہنے۔ خوب عیش وعشرت کرے۔ دنیا کمانویں۔ نام وناموس بڑھاویں۔ پس جو اس کی کہیں حرکت یا کسی حظوظات یا لغویات میں پھنس گیا تو وہ خدا تعالیٰ کی عبادت سے غافل وسست ہو کر راہ سلوک سے رہ گیا۔ اور خلق سے علیحدہ وتنہا ہونے میں یہ فائدہ ہے کہ جب طالب خدا نے نفس کے برخلاف تمام دنیا کی خواہش کو ترک کیا اور قطع خلائق ہو کر گوشہ پکڑا تو پھر جس قدر دنیا واہل دنیا کی دوستی اُس کے دل سے کم ہوتی گئی تو اتنا ہی زیادہ اس کے وجود میں خدا تعالیٰ کی محبت بڑھتی گئی۔ کیونکہ ایک ترکِ دنیا میں بندہ کل ثواب کا مستحق ہوجاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے **تَرْکُ الدُّنْیَا رَاسُ کُلِّ عِبَادَةٍ وَحُبُّ الدُّنْیَا رَاسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ** یعنی حضرت نے فرمایا کہ ترک دنیا کا اصل ہر عبادت کا ہے اور دوستی دنیا سے اصل ہر گناہ کا ہے۔ دیگر حدیث میں وارد ہے کہ دنیا مبغوض الٰہی ہے پس جس کسی نے ایک رسی بھی اس کی پکڑی تو وہ اس کو دوزخ کی طرف کھینچ لے جاتی ہے پس یہ سب دنیا کی رسی ہیں۔ یعنی زن وفرزند، مال، رتبہ اور اقبال وغیرہ جوان میں کسی کی ایک ذرّہ بھر بھی محبت میں آلودہ ہوا تو وہ رسی اس کو دوزخ میں لے جائے گی۔ اسی واسطے تو سالک باللہ اولیاء اللہ دنیا واہل دنیا سے قطع علائق ہوجاتے ہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ مبتدیوں کو تو اُن فقیروں کی صحبت سے بھی دور ہونا چاہیے۔ جو قیام اللیل وصیام النہار کے قائل نہیں ہیں یعنی جو عبادت میں سست ہیں وہ بھی دنیا کی رسی ہیں۔ اُن سے بھی پرہیز کریں کیونکہ مبتدیوں کے باطن موم کی مثال ہوتے ہیں ان کا نفس ہر طرح کی صحبت قبول کر لیتا ہے اس واسطے جہاں تک ہوسکے غیر صحبت سے بچیں۔ گوشہ وتنہائی کو اختیار کریں تب آپ نفس پر غالب اور وہ مغلوب ہوگا۔

دوم زیادہ کھانے میں یہ نقص ہے کہ ہمیشہ نفس زیادہ اور لذیذ کھانا چاہتا ہے اور اچھی نعمتوں کی خواہش کرتا ہے پھر جس قدر زیادہ اور لذیذ کھانا کھاتا ہے تو اتنا ہی زیادہ نفس کی خواہشیں بڑھتی ہیں۔ نیند غالب آتی ہے سستی اور غفلت بڑھ جاتی ہے۔

نقل ہے کہ ایک فقیر روزانہ دو عدد خرما کھاتا تھا۔ نفس اس کو ہمیشہ عاجز ہو کر کہتا ہے کہ میں نہایت لاچار ہوں۔ کچھ غذا تو اور بڑھا دیجئے۔ ایک روز فقیر نے تین خرما کھائے تو اس رات اس پر اس قدر غفلت ونیند غالب آئی کہ اس رات کی عبادت اس سے فوت ہوگئی پھر فقیر نے نفس کو ایسا عاجز وذلیل کیا کہ اس کے بعد صرف ایک ہی خرما غذا دیتا تھا اور ہمیشہ نفس کو ملامت وغیرہ کرتا تھا اور کم کھانے میں یہ فائدہ ہے کہ جب طالب خدا کم کھانے لگتا ہے تو نفس کی خواہشیں بھی کم ہونے لگتی ہیں سستی وغفلت دور ہوتی ہے دن بدن دل کی رغبت عبادت کی طرف زیادہ ہوتی جاتی ہے پس اس دستور سے نفس مجبور ہوجاتا ہے۔

سوم کم سونے میں یہ فائدہ ہے کہ اس میں نفس سست اور دل عبادت میں چست ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ شب خیزوں کی اپنے قرآن شریف میں اس طرح تعریف فرماتے ہیں: **کَانُوْ قَلِيْلاً مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ** یعنی میرے بندے وہ ہیں جو رات کو تھوڑا سوتے ہیں پھر فرمایا **قَوْلُهٗ تَعَالٰی۔ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ** یعنی الگ ہوتی ہیں کروٹیں ان کی بچھونوں سے یعنی اکثر رات کو میری عبادت میں بیٹھے رہتے ہیں، نہیں سوتے اور اس کے مطابق میرے ہادی و راہنما حضرت چراغ علی شاہ **دام برکاته**' نے ارشاد فرمایا تھا کہ ملک خاں ٹوانہ بڑے سردار آدمی نواب تھے۔ حضرت سلطان باھُو قدس سرہ' کے مرید ایسے خدا کے بندے شب خیز تھے کہ تمام رات اپنے پلنگ کے پاس مصلے پر کاٹتے تھے اور نماز فجر کے بعد ایک لحظہ پلنگ پر دراز ہو جاتے تھے۔

نقل ہے کہ ذوالنون مصری نے کہا کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا پوچھا تو کہاں سے آئی ہے بولی ان لوگوں سے جو خواب گاہوں سے اپنے پہلو علیحدہ رکھتے ہیں یعنی شب و روز اللہ کی عبادت میں مشغول ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ اب تیرا کہاں جانے کا ارادہ ہے بولی اُن مردوں کی طرف جو خرید و فروخت یعنی سوداگری وغیرہ میں اللہ کے ذکر سے غافل نہیں رہتے۔

چہارم زیادہ بولنے میں نقص یہ ہے کہ زیادہ بولنا عبادت سے روکتا ہے اور دل کو مردہ کرتا ہے اور بیہودہ بکواس بکنے سے نفس غرہ و تازہ ہوتا ہے اور کم بولنے میں بے طاقت اور لاغر ہوتا ہے، اور بھی دل میں باتیں کرنا اس کو حدیث نفس کہتے ہیں اس حرکت نفسانی فعل شیطانی سے بھی آپ کو بچائے۔ پس طالب خدا کو چاہیے کہ ہر وقت دل و زبان کا محافظ و نگہبان رہے چنانچہ نقل ہے کہ خواجہ حاتم اصم علیہ الرحمۃ نے کوئی بیہودہ سخن منہ سے نکالا تو اس میں نفس کو ایسی سزا دی کہ پھر بیس برس تک کلام نہ کی اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول ہے فرمایا کہ میں پشیمان نہ ہوا خاموشی سے ایک بار، البتہ پشیمان ہوا بات کرنے سے باز رہا اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ خاموشی خواہ پیغمبری ہے مگر تھوڑے ہیں اس کو اختیار کرنے والے۔ اور بھی سالک فرماتے ہیں کہ انسان کے وجود میں نفس کے چار خانے ہیں۔ اول خانہ زبان جس میں لہو و لعب پیدا ہوتا ہے۔ دوم دل جس سے خطرات و وسواس ظاہر ہوتے ہیں۔ سوم ناف جس میں شہوت و ہوا پیدا ہوتی ہے۔ چہارم خانہ اطراف دل جس میں حرص و حسد، کبر، کینہ، عُجب و غرور، بغض و عداوت، ریا وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں۔ پس جس شخص نے ان چہار کاموں اور چہار خانوں کی حفاظت و نگہبانی کی تو اس نے اپنے نفس سے ٹھیک مقابلہ و مجاہدہ کیا۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے ہمارے راہ میں بہت کوششیں کی اور جہاد کیا تو ہم ان کو اپنا راہ راست دکھلائیں گے اور ہمارے رسول مقبول بھی فرماتے ہیں کہ اپنے نفس سے مجاہدہ کرنا یہی جہاد اکبر ہے اور حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ہم نے قیل و قال سے تصوف حاصل نہیں کیا بلکہ بہت ریاضت اور مجاہدہ سے حاصل کیا ہے جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا ہے **قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا** یعنی رستوار ہوا وہ شخص کہ جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا پس جب نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے تب دل صفائی پاتا ہے۔ پھر روح روشن ہو کر واصل الٰہی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بغیر مجاہدہ کے مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا۔ بعد اس کے فرمایا کہ جناب قبلہ و کعبہ ہادی و

راہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہٗ نے اپنے دادا پیر حضرت سلطان ہاتھیوان قدس سرہ العزیز کے ابتدا کا ذکر اور اُن کی ریاضت اور مجاہدہ کا بھی اس طرح حال بیان فرمایا کہ نام آپ کا سید امان اللہ بن سید کمال الدین اور لقب آپ کا سلطان ہاتھیوان، ملک ہندوستان سادات باہرہ میں سے تھے۔ جب آپ کے باپ کا انتقال ہوا تو آپ چھوٹے تھے۔ دن رات باپ کے فراق میں رہتے تھے۔ ایک روز کوئی سیاح فقیر آیا اُس نے کہا امان اللہ کوئی تمہاری چیز جاتی رہی ہے۔ اگر اس حرف کو استعمال کرو (یہ وظیفہ کرو) تو وہ تم کو مل جائے گی۔ جب آپ نے اُس کو چند روز پڑھا تو ایک دن خواب میں دیکھا کہ میرا جسم آدمی کا نہیں ہے اور بدن پر کچھ چیچڑ وغیرہ بھی پھرتے ہیں۔ اچانک خواب سے جاگ اُٹھے جب دیکھا تو اپنی دستار مبارک پر چیچڑ کو پایا تو غش میں آ گئے۔ آخر جب ہوش میں آئے تو دل پر ایسی وحشت آئی اور محبت الٰہی بھی ایسی غالب ہوئی کہ یکایک انقطع خلائق کر کے جنگل کو چلے گئے۔ وہاں اپنے نفس کے ساتھ ایسا مجاہدہ کیا کہ درختوں کے پتے اور گھاس توڑ کر نفس کو کھلاتے تھے اور ریاضت و عبادت کی کثرت سے اُس کی خودی و غرور کو تو بے خودی کے دریا میں ڈبو دیا۔ آخر اس طرح کرتے کرتے جب بارہ برس ہوئے تو جناب محبوب سبحانی قطب ربانی (سیدنا غوث اعظم) قدس سرہٗ نے آ کر آپ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا۔ امان اللہ تو میرا ہے۔ مگر ظاہر پیر کا پکڑنا فرض ہے۔ اس واسطے پیر کی صورت اُسی جگہ دکھا دی۔ کہا جاؤ ان سے بیعت کرو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ یہ خود تم کو بلا کر مرید کریں گے۔ پس آپ پیر کی تلاش میں مغرب کی طرف روانہ ہوئے چلتے چلتے دریائے راوی پر آئے جب شہر ستگھرہ شریف میں پہنچے تو دور سے وہ صورت اپنے پیر کی پہچان لی۔ گو وہ بہت آدمیوں کی مجلس میں بیٹھے تھے پھر یاد آیا کہ پیران پیرؒ نے فرمایا تھا کہ وہ تم کو خود بلاویں گے اس واسطے آگے کو روانہ ہو چلے۔ تب حضرت سید غلام غوث جیلانی علیہ الرحمۃ نے خود آواز دی کہ اے امان اللہ آؤ اپنی چیز لے جاؤ۔ پس آپ نے آ کر پیر کی قدم بوسی حاصل کی۔ شیخ نے توبہ کے بعد شرط بیعت ادا کی۔ آپ چند مدت پیر کی خدمت میں رہے اور وہاں بھی کئی چلّے کاٹے۔ ریاضت و عبادت میں اس قدر ہمت کی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کا حال کمال تک پہنچ گیا۔ بعدہٗ اپنے پیر کی اجازت سے اوچ پیر سید جلال بخاری میں آئے۔ اور وہاں کچھ مدت مخدوم صاحب شہزادہ اوچ کے آگے ہاتھی پر چڑھے۔ پھر وہاں سے ملتان تشریف لائے۔ وہاں بھی کچھ عرصہ مخدوم شیخ کبیر کے آگے ہاتھی پر سوار ہوئے۔ جو حضرت غوث (بہاؤ الدین زکریا) کے گدی نشین تھے۔ پھر کچھ مدت آپ ملتان میں شاہ حبیب کے مکان پر بھی بیٹھے رہے۔ اس کے بعد پھر جھنگ سیال میں رونق افروز ہوئے۔ کچھ مدت تو نواب صاحب ولی داد خاں سیال والئے جھنگ کے آگے بھی ہاتھی پر چڑھے۔ اس واسطے تو آپ کا لقب سلطان ہاتھیوان مشہور ہوا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد جھنگ میں گوشہ نشینی و عزلت اختیار کر کے بیٹھ گئے۔ اور آپ کے فیض کا بحر تو اس قدر جاری ہوا کہ اکثر بے مراد لوگ بھی مراد کو پہنچ گئے۔ ہزارہا لوگ معتقد اور مرید ہوئے اور اکثر ان میں بہت سے لوگ کمال تک بھی پہنچے۔ آپ کی بزرگی و کرامات کے عجیب حالات ہیں کہ جن کا کچھ ذکر تو ان شاء اللہ اس ملفوظ میں بھی ہر موقعہ پر کیا جاوے گا۔ اور آپ کی خانقاہ مبارک کا محل اور مکان بھی اُسی شہر جھنگ میں ہے۔

(مجلس نمبر 1 ص 11-6)

سالک و مجذوب سالک

سالک کی صفت یہ ہے کہ شریعت پر عامل و حقیقت میں کامل ہو، اور متقی پرہیز گار اور حضرت کی گفتار و رفتار وکردار سب پر ہوشیار ہو چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔قولہ تعالیٰ **وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ** یعنی تم تقویٰ اختیار کرو تا کہ تعلیم کرے اللہ تم کو اپنے نزدیک سے پھر فرمایا قولہ تعالیٰ **اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ** یعنی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا مگر متقی لوگوں سے یعنی عبادت و بندگی بھی اُنہیں لوگوں کی قبول ہے۔ جو متقی و پرہیز گار ہیں۔اور یہ تقویٰ یعنی پرہیز گاری بھی تین طرح پر ہے۔ایک پرہیز گاری تو عام لوگوں کی ہے کہ وہ کفر و گناہ اور بدعت وغیرہ سے پرہیز کریں۔دوسرا تقویٰ خاص کا وہ مباحات چیزوں سے ہے یعنی وہ جو نہ نفع دیں اور نہ نقصان پہنچائیں اُن سے بچے، تیسرا تقویٰ خاص الخاص کا ہے وہ یہ کہ ماسوا اللہ سے پرہیز کریں پس یہی تقویٰ اور پرہیز گاری ہے کہ جن کے سبب سے اولیاء اللہ واصل باللہ ہو جاتے ہیں۔پھر مشائخ فرماتے ہیں **تَرْكُ الْحَرَامِ فَرِيْضَةٌ وَتَرْكُ الْمُبَاحِ فَضِيْلَةٌ وَتَرْكُ الْحَلَالِ تُرْبَةٌ**۔ یعنی حرام کا چھوڑنا فرض ہے اور مباح کا چھوڑنا فضیلت ہے اور حلال کا چھوڑنا قرب ہے۔یعنی جب تک ماسوا اللہ نہ ہو تو قرب حاصل نہیں ہوتا۔اور بھی بغیر تقویٰ کے دل کے تصفیہ نہیں ہوتا۔جیسا کہ آئینہ کو صیقل کرتے ہیں تو اس کی زنگار جاتی رہتی ہے پھر سب چیز اُس میں دکھائی دینے لگتی ہے۔ پس یہ قلب وہی آئینہ ہے جو معصیت کے سبب زنگار سے بھرا ہوا ہے جب قلب نے تقویٰ سے تصفیہ پایا تو روح روشن ہو کر ہر چیز کو دیکھنے لگتا ہے جس کو مکاشفہ کہتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔**اِنَّ الْقُلُوْبَ صَدَأٌ كَصَدَأِ الْحَدِيْدِ وَجِلَاءُهَا الْاِسْتِغْفَارُ** یعنی حضرت نے فرمایا کہ واسطے دلوں کے ایک زنگار ہے مثل زنگار تانبے کے اور روشن کرنے والی اُس کے استغفار ہے، اور بھی معصیت کا زنگار قلب پر ایسا ہے جیسا کہ کسی شخص کے کپڑے ملوث آلودہ یعنی میلے کچیلے ہوں تو وہ کب بادشاہ کے دربار و مجلس میں لائق جانے کے ہو سکتا ہے۔اسی طرح جب تک کہ سالک کا دل دنیا و عقبیٰ اور مافیہا کی لوث و آلودگی اور ماسوا اللہ سے پاک و صاف نہ ہو جائے تب تک اُس بادشاہ حقیقی کے دربار میں باہمراہ اُس کے مقربان بارگاہ کے نہ پہنچے گا۔اس واسطے عارف فرماتے ہیں کہ کوئی بھی ولی نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے پیغمبر کی چال و حال اور قال کا مرتکب و پیرو نہ ہو۔پھر فرمایا کہ سالک کے تین درجے ہیں۔ اوّل سالک کامل۔ دوم درجہ اوسط۔سوم درجہ ناقص۔خدا تعالیٰ ان تینوں گروہوں کی اپنے قرآن شریف میں اس طرح تعریف فرماتا ہے **قولہٗ تعالیٰ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ** یعنی ہمارے برگزیدہ بندے تین گروہ ہیں۔اُن میں سے بعض تو اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں۔اور بعض میانہ رَو ہیں۔اور بعض سابق ہیں یعنی جو سب سے زیادہ سبقت کر گئے۔اس میں بزرگوں کے بہت قول ہیں۔بعض سابق اُن کو کہتے ہیں۔ جو ہر دو ظاہر و باطن کے خوب ماہر ہیں، یعنی شریعت کی عبادت درود وظائف نفل وغیرہ کا بھی پورا حق ادا کیا۔اور باطنی ذکر اذکار میں بھی ہوشیار ہیں۔ دوم درمیانہ وہ جو ظاہر شریعت کی عبادت وغیرہ میں تو چست ہیں۔لیکن باطنی ذکر اذکار میں سُست ہیں۔سوم ناقص وہ جو اکثر ذکر باطنی کی تو رغبت کرتے ہیں مگر ظاہر صرف فرض و سنت پر کفایت کرتے ہیں اور بعض تو فرض و سنت کے بھی قاصر ہیں۔اس واسطے اُن کو ظالم فرمایا جو اُنہوں نے ظاہر شریعت کی عبادت وغیرہ کا حق

ادا نہ کیا۔ گو باطنی ذکر ہر عبادت سے افضل تر ہے لیکن سوا شریعت کے باطنی ذکر کا پھل حاصل نہیں ہوتا۔ باطن کی مثال یہ ہے جیسا کنواں کھودا گیا واسطے پانی کے اور شریعت کی مثال جیسا اس کے اوپر اسباب لکڑی وغیرہ ہے تو سوائے اسباب کے اس چاہ سے پانی جاری نہیں ہوسکتا۔ یہاں تک کہ اُس اسباب سے اگر ایک لکڑی نہ ہو تو بھی وہ کنواں بے کار ہے۔ اس واسطے ظاہر شریعت کی بسیار کوشش درکار ہے۔ تبھی تو ہمارے حضرت ﷺ بھی اول عام تمام کو ظاہر عبادت شریعت کی سناتے اور سکھاتے تھے پھر جس کو شریعت میں کامل دیکھتے اس کو باطنی عبادت کا ارشاد فرماتے تھے۔ پس شریعت ہر سے مقدم تر ہے۔ کیونکہ ظاہر عبادت مانند قاعدہ کے ہے اور باطن بطور علم۔ سو علم بغیر قاعدہ کے حاصل نہیں ہوسکتا یا ظاہر بطور درخت کے ہے۔ اور باطن اُس کا پھل ہے پھر پھل بغیر درخت کے کب ہو سکتا ہے۔ غرض کامل وہ جو ہر عبادت ظاہر و باطن دونوں میں کامل ہو۔ اور بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ سابق کے یہ معنی ہیں کہ نہ اُن کا کچھ دنیا سے رغبت نہ عقبیٰ کی خواہش صرف اُن کا مقصود مولا ہے۔ دوم درمیانہ وہ کہ تارک دنیا و عقبیٰ دونوں سے ہیں۔ مگر عبادت خدا میں کچھ طمع اپنے ثواب کا بھی رکھتے ہیں۔ سوم وہ جو تارک دنیا تو ہوئے مگر آخرت کو ترک نہ کر سکے اپنی عبادت میں خواہش بہشت اور حور و قصور کی رکھی۔ خدا کے وصال کا کچھ خیال نہ کیا۔ اس واسطے ان کا نام ظالم رکھا لیکن یہ معصیت کے سبب سے نہیں ہے۔ صرف اُن کی کم ہمتی اور کم فہمی کے سبب اُن کو ظالم کہا جو پورا کام نہ کر سکے۔ پس ہر کس بقدر اپنی طاقت اور لیاقت کے اس راہ پر چلا ہے۔

چنانچہ قولہ تعالیٰ **اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا** اس آیت شریف میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ اتارا اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نور علم کا پس لیا دلوں نے بقدر اپنی سمجھ کے۔ اور حضرت ابوبکر تستری نے فرمایا کہ اُتارا اللہ تعالیٰ نے نور کو پس طلب کیا دلوں نے بقدر اپنی ہمت کے۔ پس اس راہ میں عالی ہمت ہونا چاہیے۔ سست اور کم ہمت تو کسی جگہ بھی نہیں پہنچ سکتا۔ پھر فرمایا کہ سالک مجذوب مغلوب العقل ہوتے ہیں، نہ کچھ دنیا سے غرض نہ عقبیٰ کی خواہش نہ شریعت کی کچھ خبر نہ کچھ طریقت کو جانتے ہیں۔ صرف جذبۂ عشق سے مقرب الٰہی ہو جاتے ہیں، جب اُن کا دنیا سے کچھ تعلق نہ رہا۔ اور قطع علائق ہو گئے۔ تب اُن پر ظاہر احکام شرع کے موقوف ہو جاتے ہیں۔ پھر مغلوب العقل شیخ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ مجنون ہے۔ شریعت طریقت کو کیا جانے۔ وہ تو خود اس راستہ پر چلا ہی نہیں، اور نہ اُس کے امن و خوف کو پہچان سکتا ہے۔ اور نہ وہ ارشاد تلقین کی لیاقت رکھتا ہے۔ جب اُس نے اس راستہ کے مقامات کو دیکھا ہی نہیں پھر وہ دوسرے کو کیونکر دکھا اور پہنچا سکتا ہے۔ اس کو تو صرف محبت کے جاذبہ نے پہنچایا ہے۔ پس مجذوب اس لائق نہیں کہ شیخ ہو۔ اسی واسطے تو کسی مجذوب کا سلسلہ جاری نہیں ہوا۔ لیکن لوگ اُن کے حق میں نیک اعتقاد رکھیں، اور مرید نہ ہوں چنانچہ ایک دن جناب قبلہ و کعبہ ہادی راہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہٗ نے بھی اسی طرح جاذبہ کے سبب سے مجذوب ہونے کی یہ حکایت بیان فرمائی تھی۔ کہ جب حضرت سلطان ہاتھیوان قدس سرہٗ ملتان میں شاہ حبیب صاحب کے مکان پر رہتے تھے تو ایک فتح محمد بزاز میندار شخص تھا۔ اُس کی ہمشیرہ حضرت سلطان ہاتھیوان کی مرید تھی اکثر رات کے وقت آپ کے پاس آتی جاتی تھی۔ اس بات کی فتح محمد کو بھی اطلاع ہوئی آخر ایک رات اس کو خبر لگی۔ تو وہ تلوار لے کر ہمشیرہ کے پیچھے چلا۔ جب وہ عورت فقیر صاحب کے پاس آئی تو آگے آپ مراقبہ میں تھے، وہ عورت بھی قدمبوس ہو کر آپ کے پاس مراقبہ کر کے بیٹھ گئی۔ مگر انہوں نے ایک دوسرے سے کوئی

بات چیت نہ کی۔ آخراوّل مراقبہ سے وہی عورت فارغ ہوئی پھر قدمبوس ہو کر اپنے گھر کو چلی گئی۔ فتح محمد حیران کھڑا تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اتنے میں فقیر صاحب نے بھی اپنے منہ سے کپڑا اُتارا اور فتح محمد کی طرف توجہ فرمائی۔ تو وہ محبت کے جذبہ سے اسی وقت دیوانہ ہو گیا۔ اپنی تمام جائیداد گھر بار چھوڑ کر جنگل کو چلا گیا۔ ایک روز حضرت سلطان ہاتھیوان قدس سرہ' نماز فجر سے فارغ ہو کر مسجد میں بیٹھے تھے تو وہ دیوانہ بھی کہیں سے آ کر فقیر صاحب کے قدموں پر گر پڑا۔ تو علماء شرع نے یہ دیکھ کر اس کو پکڑ لیا اور فقیر صاحب کو کہنے لگے یہ تو بڑی خطا ہوئی کہ بندہ کو بندہ نے سجدہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ بھائی تم دیکھتے تھے میں نے تو اس کو نہیں کہا کہ تو مجھے سجدہ کر پس جو سزا دیتے ہو اس کو دو۔ جب اس سے پوچھتے تو وہ کچھ نہ بولتا۔ آخر علماء نے اس کو پکڑ کر نواب صاحب والئے ملتان کے پیش کیا۔ نواب صاحب نے فرمایا کہ اے دیوانے تو نے کیوں بندہ کو سجدہ کیا ہے۔ تب وہ بولا اور اُن علماء کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ ان کے بڑے بھائی سے ڈر کر سجدہ کیا ہے جب اس شیطان نے بھی حضرت آدمؑ کو ایک سجدہ نہ کیا تو اس کی گردن میں لعنت کا طوق پڑا۔ پس دیوانے کی یہ تقریر اور نظیر سن کر نواب صاحب ایک حالت میں آ گئے اور فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو۔ جو کچھ یہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ (مجلس نمبر 3 ص 19-15)

پیر اور مرید کا بیان

پیر وہ جو کامل ہو اور شریعت، طریقت، حقیقت کا عامل ہو، اور بھی راہِ خطر و امن کو جانتا و پہچانتا ہو۔ عالم بھی باعمل ہو کیونکہ پیر مانند بدرقہ کے ہے جو کہ رہبری کرتا ہے۔ علم کیا ہے، راہ ہے، اور مرشد کیا، ہے راہبر ہے۔ راہ بدوں راہبر کے طے نہیں ہو سکتا۔ اور بیعت کرنا ایک مسنون فعل ہے جیسا کہ صحابہ کرام نے رسول علیہ السلام سے بیعت کی چنانچہ قولہ تعالیٰ: **اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ** یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے میرے حبیبؐ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔ پس رسولؐ، دست قدرت الٰہی کے نائب ہیں اور مشائخ، ہاتھ پیغمبر کے نائب ہیں پس ان سے بیعت کرنی عزوجل سے بیعت کرنی ہے پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے **اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدَ اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ** یعنی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی ہے تو ان کی پیروی کرو۔ پھر فرمایا قولہ تعالیٰ: **وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا** یعنی اس طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل کہ تم ہو بتانے والے لوگوں پر اور رسول ہے تم پر بتانے والا اور ہمارے رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں **اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِهٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِهٖ** (المقاصد الحسنہ، حدیث 409) یعنی شیخ اپنے مریدوں میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت میں۔ پس پیر کامل کی بیعت کرنی سنت مانند فرض کے ہے۔ طالب اللہ کو مرشد پکڑنا ضروری ہے۔ اس واسطے کہ بغیر راہنما کے باطن صفا نہیں ہوتا اور بھی سوائے پیر کے عبادت وغیرہ بے سود بے مقصود ہو گی، کسی منزل تک نہ پہنچے گا جیسا کہ کسی قائل نے کہا ہے:

اگر بے پیر کارے بیت پیش گیرد ہلاکت را او راہبر خویش گیرد

پس مرید صادق کو چاہیے کہ پیر کامل کا مطیع ہو اور اُس کے سب حکموں کا فرمانبردار و خدمت گذار ہو کر اس کے حال و افعال کا پیرو ہو۔ اگر خود سے کوئی چیز اختیار کرے گا تو وہ مشرک ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ جو مرید اپنی رائے

پر چلے گا وہ بت پرست ہے۔ اسی واسطے رسول علیہ السلام فرماتے ہیں: **اُطْلُبُ الرَّفِيْقَ ثُمَّ الطَّرِيْقَ** یعنی پہلے رفیق بناؤ۔ پھر راستہ پر چلو، پھر فرمایا کہ یہ راہ پُر خطر ہے۔ پیر کے سوا شیطان نقصان کے راستہ میں ڈالے گا۔ چنانچہ حدیث پاک **مَنْ لَيْسَ لَهُ شَيْخٌ فَشَيْخُهُ الشَّيْطَانُ** یعنی جس کا کوئی پیر نہیں تو پیر اُس کا شیطان ہے پس طالب خدا کو بغیر مرشد کوئی چارہ نہیں ہے اور بھی طالب کو چاہیے کہ ایک پیر کامل کا مرید ہو۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ ایک، دین ایک، ایمان ایک اور پیغمبر ایک ہے تو شیخ بھی ایک ہونا چاہیے۔ دوسرے مشائخوں سے اعتقاد نیک رکھے۔ لیکن اپنے پیر کو ہر سے اعلیٰ تر جانے، اور سب فیض اپنے پیر کا سمجھے جیسا کہ دوسرے پیغمبروں کا منکر نہیں ہے اور اپنے پیغمبر ﷺ کو سب سے بہتر جانتا ہے۔ اسی طرح اپنے پیر کو مشائخ سے بہتر جانے اور اس کے ادب کو نگاہ میں رکھے۔ ادب کے سبب بعض مرید کو یہ طاقت نہیں ہوتی کہ شیخ کی طرف نظر بھر کر دیکھے۔ شیخ شیوخ فرماتے ہیں کہ پیر کے روبرو مجھے پسینہ آ جاتا تھا۔ اور منصور مغربی سے لوگوں نے سوال کیا کہ آپ اپنے پیر عثمان کی صحبت میں کس قدر رہے ہو۔ کہا میں ان کی خدمت میں رہا ہوں۔ صحبت تو بھائیوں اور ہم جنسوں کی ہوتی ہے۔ شیخ کے ساتھ خدمت ہوتی ہے۔ اور بھی مرید کو کبھی شیخ کے کسی حال سے مشکل پیش آوے یعنی کوئی عجوبہ ذکر یا کوئی سخت امر کرے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ جو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ہوا یاد کرے کہ جس طرح خضر علیہ السلام کا اصلی مطلب حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ سمجھ سکے۔ اسی طرح مرید بھی اپنی سمجھ کا قصور تصور کرے۔ شیخ کے کہنے سے ہرگز کوئی انکار و تکرار نہ کرے۔ جیسا کہ خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

بمئے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید   کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

(اگر تجھے پیر مغاں کہے تو مصلّی شراب سے رنگ لے، اس لیے کہ سالک منزلوں کی رسم وراہ سے بے خبر نہیں ہوتا ہے)

پھر یہ ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی پیر طریقت سے بیعت توڑ کر دوسرے کی بیعت کرے تو وہ ملحد طریقت ہے۔ شریعت و طریقت دونوں سے رد ہے وہ کبھی راہِ راست پر نہ آئے گا۔ نعوذ باللہ منہا۔ مشائخ فرماتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے پیر طریقت سے پھر جائے یا توبہ میں لغزش واقع ہو تو وہ دوبارہ بیعت کر سکتا ہے۔ اگر وہ بیعت نہ کرے گا تو بیعت اول درست نہ رہے گی اور حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پیر خواجہ قطب الدین علیہ الرحمت سے عرض کی کہ اگر پیر حاصل نہ ہو اور توبہ میں لغزش واقع ہو جائے تو کیا کرے؟ فرمایا کہ اپنے پیر کے کپڑے آگے رکھے یا اُن کی تربت سے بیعت کرے کہ میں نے ایسا کرتے ہوئے کئی مرتبہ اپنے پیر کو دیکھا ہے اور کبھی کبھی میں نے بھی کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ مرید کو چاہیے کہ جتنا زیادہ ہو سکے پیر کی خدمت میں رہے۔ اور صحبت اختیار کرے۔ اور کم سے کم ایک چلّہ تو رہے۔ جس نے یہ بھی نہ کیا تو کچھ نہ کیا۔ اگر پیر کی صحبت میسر نہ ہو تو جوان کا وظائف مروی ہو اُسی پر کام کرے، اگر چہ وہ تھوڑا ہی ہو۔ اور جو وظائف وغیرہ خود اختیار کرے گا تو وہ ہوائے نفس ہوگی۔ اگر چہ وہ کتنا ہی عبادت وغیرہ کرے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ جو درخت خودرَو ہوتا ہے اس کا پھل بے طاقت اور بے مزہ ہوتا ہے۔ پیوند کا پھل موٹا اور لذیذ ہوتا ہے۔ پھر فرمایا مشائخ کا قول ہے کہ شیخ مرید کو اقتداء رسول اللہ ﷺ کی کرائے اور راہِ شریعت پر چلائے اور اگر پیر یا مرید مذہب سنت و جماعت پر نہ ہو اور حکایات بھی

اس کی موافق کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کے نہ ہوتو وہ دین کا راہزن اور دنیا کا ٹھگ ہے۔اور بھی پیر پر واجب ہے کہ جس قدر مرید کی طاقت ولیاقت اور ہمت وعقل دیکھے تو اسی قدر اس کو وظائف اور عبادت میں مشغول کرے، اور ویسی ہی تلقین فرمائے۔ حضرت علیہ ﷺ لوگوں سے اُن کی عقل کے موافق بات چیت کرتے تھے،اور ہر شخص کو اس کام کا حکم دیتے تھے کہ جس کے قابل وہ ہوتا تھا۔ بعض کو زیادہ خرچ کرنے کا امر فرماتے تھے۔اور بعض کو کم خرچ کرنے کا ارشاد کرتے ،اور بعض کو کسب فرماتے ،اور بعض کو ترک کسب کا حکم دیتے تھے جیسا کہ اصحاب صفہؓ تھے اور بھی عام کو ظاہر شریعت پر چلاتے جو خاص دیکھتے۔اُس کو باطنی ارشاد فرماتے تھے۔اسی طرح شیخ بھی طالب کے عقائد اور سمجھ کے موافق ارشاد کرے۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے جہال کو علم دیا تو اس کو ضائع کیا اور جس نے مستحق کو روکا تو اس نے ظلم کیا۔پس پیر کامل تدبیر ہوتے ہیں۔اور طبیب کی طرح ہر مریض کی مرض اور طبیعت کے موافق دوا اور غذا دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک روز جناب قبلہ وکعبہ ہادی راہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہٗ نے اِس کے موافق یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک سید صاحب جو بڑے عالم تھے ہندوستان سے میرے والد صاحب حضرت علی شیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور مرید ہونے کی التماس کی آپ نے اس کا سب حال دریافت کیا اور فرمایا۔اگر میں آپ کو کسی اور طرف بھیجوں تو جاؤ گے؟ اس نے عرض کی کہ میں تو آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔آگے آپ کی مرضی فرمایا دریا کے پار رشید پور میں بھائی چینا نام ایک ہندو سادھو ہے تم اس کے پاس جاؤ اُس کو میرا نام وسلام کہنا۔سید صاحب کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔مگر لاچار روانہ ہوکر بھائی صاحب کے مکان پر گئے۔ چیلوں سے پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ فلاں کنواں پر نہانے کو گئے ہیں۔سید صاحب وہاں چلے راستے میں آتے ہوئے ملاقات ہوگئی۔

سید صاحب نے اپنا سب حال بیان کیا۔تو کسی سبب راستہ میں بھائی صاحب آگے اور سید صاحب پیچھے ہو گئے۔شاہ صاحب نے دل میں کہا کہ فقیر صاحب نے مجھ کو کتےٴ کافر کے پیچھے لگا دیا ہے جس کو تو اتنی بھی شناس نہیں کہ میں ایک تو سید آل رسول دوسرا عالم ہوں۔اس نے کچھ بھی ادب نہیں کیا۔ پھر مجھ کو اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ بھائی چینا کھڑے ہو گئے۔فرمایا آؤ شاہ صاحب تم سید آل رسول کی اور عالم فاضل آگے چلو اور ہم کتےٴ کافر پیچھے چلیں گے۔ یہ سنتے ہی سید صاحب نہایت متعجب وحیران ہوکر دل میں بہت پشیمان ہوئے جب مکان پر آئے تو بھائی صاحب نے کہا کہ شاہ جی تم اپنی چیز لینے آئے تھے۔یا میرا کفر دیکھنے آئے تھے۔جاؤ اِس نعمت کو وہی صاحب ارزاں کر رہے ہیں۔ یہاں متکبر کو یہ نعمت نہیں ملتی۔ پھر شاہ صاحب پشیمان ہو کر واپس فقیر صاحب کی خدمت میں آئے اور وہ سب حال عرض کر دیا۔تب اس وقت فقیر صاحب نے اُس کو اپنا مرید کیا۔

کسی دانشمند نے کہا کہ حضرت اگر اس کو آپ ہی نے مرید کرنا تھا تو وہاں بھائی صاحب کے پاس بھیجنے کا کیا سبب تھا۔آپ نے فرمایا اس کو دو فخر تھے۔ایک تو سید، دوسرا عالم تھا۔وہاں اس کا وہ غرور دور کرنا تھا۔ورنہ اس دستور کے سوا اُس کا یہ فخر دور نہ ہوتا تھا۔

(مجلس نمبر 5 ص 32-27)

منازلِ شریعت وطریقت وحقیقت

اس راہ سلوک میں مقدم شریعت ہے۔اس میں نفس کے ساتھ ایسا مجاہدہ کرے کہ اس کی مخالفت سے نفس کا تزکیہ ہو جائے،تب اس پر طریقت کا دروازہ کھلے گا۔لیکن شریعت وطریقت کے مابین ایک اور مکان برزخ ہے جس کو سالک گھاٹی بھی کہتے ہیں اس میں اکثر طالب خدا کو نفس وشیطان ایسا گردان لیتا ہے کہ یا تو وہ شریعت پر طعن کرنے لگتا ہے یا طریقت پر اعتراض اُٹھاتا ہے۔جب ایک کا انکاری ہوا تو پھر وہ دونوں سے رد ہو کر راہِ حق سے گمراہ ہو جاتا ہے۔جب طالب صادق ان حرکات سے بچ کر راہ طریقت پر چلنا چاہتا ہے تو پھر یہ ملعون بعضوں کے وجود میں فرعون کی طرح انانیت کی حرکت پیدا کرتا ہے۔وہ جاہل اس کو ہمہ اوست سمجھ کر اسی پر قائل ہو جاتا ہے اور آگے چلنے سے رہ جاتا ہے یہ ہمہ اوست نہیں ہے۔ہمہ اوست حالی ہوتا ہے جو بہت ریاضت وعبادت اور مدارج کے بعد خود سے فانی ہو کر تیسری منزل حقیقت میں وارد ہوتا ہے۔اور یہ انانیت قالی ہے جو بغیر نیست کے آپ کو ہست کہلاتا ہے۔علامت اس کی یہ ہے کہ اس میں محبت الٰہی کم ہونے لگتی ہے آخر کم ہوتی ہوتی چھوٹ جاتی ہے اور صرف باتیں باقی رہ جاتی ہیں۔پھر دنیا میں راغب ہو کر آخر خواری وخرابی پاتا ہے۔نعوذ باللہ منہا اور جو طالب صادق اس حرکت سے بھی بچ نکلا اور آگے چلنا چاہتا ہے تو پھر اس میں حق تعالیٰ اپنی محبت کو زیادہ بڑھاتا ہے۔تب وہ طریقت میں عبادت وریاضت کے ذریعے سے دل کا تصفیہ کر کے دروازہ حقیقت تک پہنچ جاتا ہے اور اُن کے درمیان بھی ایک گھاٹی ہے جس میں نفس شیطان یہ کہتا ہے کہ جب ہمہ اوست ہے تو پھر حرام وحلال میں کیا فرق اور کیا خوف ہے۔تو اکثر طالب خام اس میں بھی بہت بدنام ہو کر گر گئے۔اور بھی اس جگہ جب مرید بکثرت ہونے لگے اور عام تمام لوگ تعریف وتعظیم کرنے لگے۔فتوح وغیرہ پہنچنے لگے۔تو پھر اس میں عُجب وغرور بھی منہ دکھاتا ہے اس پر بھی ہزاروں اس گھاٹی سے گر کر بحر تحیر میں ڈوب گئے۔اسی واسطے تو حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ آدمی کا ایمان کامل نہیں ہوتا حتیٰ کہ آدمی اُس کے نزدیک بکری کی مینگنوں کے ہو جاویں۔پھر وہ اپنے نفس کو سب سے نیچا اور کم تر جانے۔پس جو اس جگہ آپ کو نیست ونابود سمجھ کر معبود حقیقی کے بجود میں مستغرق ہو جائے تو پھر روح روشن ہو کر باب معرفت کا اس پر کھل جاتا ہے۔تب اس کی کرامات کا ظہور شمسی نور کی طرح ظہور پکڑتا ہے۔علی ہذا القیاس اسی طرح مکان احدیت تک ہر گھاٹی پر سالک کو شیطان کا خوف اور غرور کا ڈر ضرور چاہیے۔اور مشائخ نے سلوک کے بہت درجے بیان فرمائے ہیں۔آخر پندرہ پر اتفاق کیا ہے جن میں سے پانچواں درجہ کشف وکرامات کا ہے کہ جس نے اس میں بھی آپ کو ظاہر کیا اور اسی میں اپنا دل لگایا۔تو وہ آئندہ درجات کی ترقی سے بے نصیب ہوا۔پس سالک کو کسی مکان پر نہ ٹھہرنا چاہیے۔آگے چلے۔کیونکہ مقصود آگے ہے کہ جس درجہ میں ہے اس سے آگے درجہ برتر ہے، پھر فرمایا کہ ان ہر چہار مکانات پر سالک کو اس طرح درجات حاصل ہوتے ہیں۔عارف فرماتے ہیں کہ اہل شریعت کو تو اول مجاہدہ کے ذریعہ سے اچھے اور نیک خواب آتے ہیں۔کبھی آپ کو نماز یا تلاوت قرآن میں دیکھتا ہے اور کبھی نیک جگہ کعبہ شریف وغیرہ میں نماز پڑھتا ہے۔کبھی بزرگوں کی زیارت کرتا ہے۔کبھی خواب میں حضرت ﷺ کی مجلس تک جاتا اور کبھی آسمان پر بھی پرواز کرتا ہے۔اور اہل طریقت مراقبہ میں حضرت ﷺ کی مجلس میں جاتا اور مشرف دیدار ہوتا ہے اور آسمان پر جاتا اور بیت اللہ وغیرہ میں نماز پڑھتا ہے اور اہل حقیقت مکاشفہ میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے

حضور اپنے وجود کے ساتھ مجلس میں جاتا اور وجود سے ہی جا کر آسمان و خانہ کعبہ میں نماز پڑھتا ہے اور اہل معرفت ولی ہوتا ہے۔ زمین و آسمان کی سب چیزیں دیکھتا ہے۔ دوزخ اور بہشت کا اس کو مکاشفہ ہوتا ہے اور ولی کے دو جسم بلکہ زیادہ بھی ہوتے ہیں۔ جہاں چاہتا ہے وہاں ہی وجود سے موجود ہوتا ہے اور وہ اکثر اپنے پیغمبر ﷺ کی مجلس میں رہتا ہے۔ اور ہوا پر اُڑتا ہے۔، پانی پر چلتا ہے۔ زمین و آسمان کی رگیں اس کے واسطے کھینچ دیتے ہیں سبحان اللہ، یاد رکھو، کبھی وہ شخص ولی نہیں ہوتا جو اپنے پیغمبر کی گفتار و رفتار و کردار کا پیرو نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ جو کچھ شریعت کے مجاہدہ میں دیکھتا ہے تو وہ طریقت کے مراقبہ سے دیکھتا ہے اور جو مراقبہ میں دیکھتا ہے وہ حقیقت میں آ کر مکاشفہ سے دیکھتا ہے اور معرفت میں تو سوائے مشاہدہ حق کے اور کچھ دیکھتا ہی نہیں ہے۔ اور عارف فرماتے ہیں کہ مقام احدیت میں تو بعض ولی کو اس طرح مشاہدہ ہوتا ہے کہ دل کی آنکھ سے خداعز وجل کو دیکھتا ہے۔ کیونکہ جس طرح سر کی آنکھ میں سیاہی کے اندر پتلی ہے اسی طرح دل کی آنکھ میں بھی پتلی ہے لیکن جس شخص کا نفس دنیا ہی میں مر جاتا اور روحانی ہو جاتا ہے تو وہ دنیا میں دل کی آنکھ سے حق کو دیکھتا ہے اور بہشت میں تو سر کی آنکھ سے پروردگار کا عام اہلِ بہشت کو دیدار ہوگا۔ پس ان سب درجات کی مقدم شریعت ہے۔ جب پہلے شریعت کی کمالیت کو نہ پہنچے گا تو وہ طریقت وحقیقت وغیرہ کو کب پہنچے گا، ہرگز نہ پہنچے گا۔ پھر فرمایا کہ شریعت میں تو سالک باللہ اس طرح نفس کے ساتھ مجاہدہ کر کے مقصود تک پہنچے ہیں۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمت کتاب ''راحت القلوب'' میں فرماتے ہیں کہ جب میں بخارا میں آیا تو سنا کہ اس شہر کے متصل ایک بزرگ غار میں رہتا ہے میں ان کی زیارت کو گیا وہ بزرگ عالم تحیّر میں کھڑا تھا۔ چار دن کے بعد عالم صحو یعنی ہوشیاری میں آیا۔ میں نے سلام کیا بعد جواب سلام کے فرمایا کہ تجھ کو مجھ سے رنج پہنچا ہوگا۔ آؤ بیٹھ جاؤ۔ پھر کہا۔ اے فریدؒ! میں تیس برس سے اس غار میں رہتا ہوں۔ یہ راہ راست بازوں کا ہے۔ جس نے اس میں قدم راستی سے رکھا۔ وہ منزل مقصود کو پہنچا۔ اگر اس راہ میں بے رضا دوست کے قدم مارے گا۔ تو جل جائے گا۔ بعدۂ فرمایا کہ جس روز سے مجھے محبت الٰہی نصیب ہوئی۔ میرے وحق تعالیٰ کے درمیان ستر ہزار پردے تھے۔ تو فرمان ہوا کہ آگے آؤ جب پہلا پردہ اُٹھایا گیا۔ تو مقربان درگاہ کو دیکھا وہ کہہ رہے تھے کہ ہم تیرے دیدار کے مشتاق ہیں۔ پھر دوسرے حجاب سے گزرا۔ وہاں بھی یہی حال تھا۔ جب حجابِ خاص میں پہنچا تو آواز آئی۔ کہ اے شخص اس حجاب سے وہ عبور کر سکتا ہے جو جملہ موجوداتِ دنیاوی کو ترک کرے۔ بلکہ اپنی ذات سے بیگانہ ہو جائے۔ تب مجھ سے یگانہ ہوگا۔ میں نے عرض کی کہ میں تو سب سے بیگانہ ہوا ہوں۔ آواز آئی کہ اگر تو نے سب کو چھوڑا۔ تب اس مرتبہ کو پہنچا۔

اسی کتاب ''راحت القلوب'' میں ہے کہ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ میں نے ستر برس تک اللہ تعالیٰ کی اس طور سے عبادت کی ہے کہ غایت مشغولی سے یہ نہ جانا کہ آج کون سا روز ہے یا کون سا مہینہ ہے۔ تیس برس تک تو عالم حیرت وتفکر میں کھڑا رہا۔ اس عرصہ میں اُٹھنا بیٹھنا سونا مجھے یاد نہیں اور کھڑا رہنے کی وجہ سے میرے پاؤں سے خون جاری رہتا تھا۔ بعد دو سال کے عالم صحو میں رہا۔ اس عرصہ میں ایک ساعت یا ایک لحظہ میں نفس کو پانی یا کھانا پیٹ بھر نہیں دیا۔ مہینہ یا ہفتہ میں تولہ یا دو تولہ کھا لیتا تھا۔ جب پھر بھی کام میں کاہلی دیکھی تو ایک

سال تک کچھ نہ دیا۔ ہر روز نفس کو وعدہ وعید پر ٹالتا رہا۔ ایک مدت کے بعد چلا اُٹھا کہ یہ وعدہ خلافی کب تک ہوگی۔ میں نے جواب دیا۔ واپس دم تک۔ اور بھی اگر میں اپنے مجاہدات کا حال بیان کروں تو اُن کے سننے سے تم پر ہیبت اور تعجب غالب ہوگا۔ سننے کی طاقت نہ رہے گی۔ اے عزیز سالک باللہ اولیاء اللہ تو اس طرح کی عبادات اور ایسے ہی مجاہدات کر کے مقصود تک پہنچتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اہل طریقت کو بھی مجاہدات اور عبادات کے ذریعہ سے مراقبہ میں اس طرح مکاشفہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث مشارق میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ممبر پر وعظ فرما رہے تھے کہ اس میں آپ کو مکاشفہ ہوا۔ منہ مبارک یاروں کی طرف کیا اور فرمایا **سَلُوْنِیْ اُخْبِرُکُمْ مَادَمْتُ فِیْ مَقَامِیْ** یعنی تم مجھ سے پوچھو، جو چاہو، میں تم کو اس کی خبر دوں گا جب تک میں اس مقام پر ہوں۔ ایک صحابی نے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ ایک قافلہ دمشق کو گیا ہوا ہے وہ کب آئے گا؟ آپ نے فرمایا وہ قافلہ مدینہ کے دروازہ پر پہنچا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں، تو واقع اسی طرح تھا۔

اور بھی نقل ہے کہ ایک عامی شخص حضرت شیخ عبداللہ کا مرید تھا وہ مراقبہ میں مشغول رہتا تھا۔ ایک دن ایک عالم نے یہ آیت پڑھی **وَیَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُھُمْ کَلْبُھُمْ** یعنی کہتے ہیں کہ اصحاب کہف سات آدمی ہیں۔ اور آٹھواں اُن کا کتا ہے تو اس کو مراقبہ میں مکاشفہ ہوا۔ کہنے لگا کہ وہ ایک غار میں ہیں۔ میں اُن کو دیکھ رہا ہوں کہ سات جوان ہیں اور آٹھواں اُن کا کتا آگے دروزہ کے ہے، تو عالم نے کہا۔ تو کافر ہو گیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو یوں فرماتا ہے **قُلْ رَّبِّیْ اَعْلَمُ بِعِدَّتِھِمْ** یعنی اے میرے حبیب کہہ دو کہ میرا رب ان کی گنتی کو خوب جانتا ہے یعنی دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ پس یہ خبر کسی نے شیخ کو پہنچائی۔ کہ تمہارا فلاں مرید کافر ہو گیا ہے کفر کا کلمہ بکتا ہے۔ شیخ نے کہا وہ کیا کہتا ہے اُس نے کہا وہ کہتا ہے کہ میں ایک غار دیکھتا ہوں کہ سات جوان اس کے اندر اور آٹھواں اُن کا کتا ہے۔ شیخ نے کہا وہ کفر نہیں بکتا۔ سچ کہتا ہے۔ اس کو مکاشفہ ہوا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے **مَایَعْلَمُھُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ** یعنی نہیں جانتے ہیں مگر تھوڑے۔ پس یہ مرید بھی اُن تھوڑوں میں سے ہے۔ پھر اس کے بعد حقیقت کے مکاشفہ کا بیان فرمایا کہ ایک دن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ منبر پر وعظ فرما رہے تھے۔ اچانک اس وعظ کی حالت میں منبر سے اتر آئے۔ پشت خلق کی طرف اور منہ منبر کی طرف کر کے چپ ہو کر نیچے کے زینہ پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُٹھے۔ لوگ کہنے لگے۔ شاید شیخ دیوانہ ہو گیا ہے۔ ایک عزیز نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا باعث جو آپ اثنائے وعظ میں ممبر سے اُتر پڑے اور خلق کی طرف پشت کر کے نیچے بیٹھ گئے۔ ایسا واقعہ تو آپ سے کبھی نہ ہوا تھا۔ جواب میں فرمایا کہ میں نے پیغمبر علیہ السلام کو دیکھا ہے کہ وہ آ کر اس منبر پر بیٹھ گئے ہیں پھر میری کیا مجال کہ اُن کے مقابل بیٹھوں یا اُن کی طرف پشت کروں اور بھی میری کیا طاقت کہ میں حضور ﷺ کے روبرو وعظ کر سکوں۔ اس لیے منبر سے اُترا۔ اور چپ ہو کر بیٹھ گیا ہوں۔ پھر فرمایا کہ یہ مجاہدہ اور مراقبہ اور مکاشفہ تو شریعت وطریقت اور حقیقت کا ہے۔ معرفت میں کشف وکرامت کی تو عجب بہار بے شمار ہے۔ یہاں تک کہ سالک باللہ اولیاء اللہ کو تو اپنے جسم کے تبدل و تغیر کرنے کا بھی اختیار ہے۔

(مجلس نمبر 6 ص 35-32)

کراماتِ اولیا

اولیا اللہ کی کرامات حق ہیں کہ یہ معجزاتِ نبوت سے ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ نبی کا معجزہ کہا جاتا ہے اور ولی کی کرامت، پیغمبر کو معجزہ کا اظہار کرنا واجب ہے اور ولی کو کرامت کا چھپانا واجب ہے۔ پس کراماتِ اولیاء کا منکر معجزاتِ نبوت کا منکر ہے۔ اولیاء اللہ کو بہت مجاہدہ و ریاضت کے بعد اول مکاشفہ اور مشاہدہ زمین کا ہوتا ہے، تمام دنیا شرق سے غرب تک معائنہ کرتا ہے پھر اوپر عرش و کرسی تک جاتا ہے۔ آسمان کے طبقے نزوبان کے ہو جاتے ہیں۔ پاؤں رکھتا ہے اور اوپر کو چلا جاتا ہے۔ بہشت وغیرہ کی سیر کرتا ہے۔ جمادات وحیوانات اس سے باتیں کرتے ہیں ذرا دیر میں کعبہ کی زیارت کرتا اور پھر لوٹ آتا ہے۔ اس کی دُعا سے بلا ٹل جاتی ہے۔ دل کی صفائی سے مشکل کشائی کرتا ہے۔ مگر ولی نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے پیغمبر ﷺ کی چال وقال اور حال کا پیرو نہ ہو۔ (مجلس نمبر 8 ص 43)

کرامت کا اخفا

جہاں تک ہو سکے سالک کو چاہیے کہ کرامات کا اظہار نہ کرے کیونکہ کرامات کا ظاہر کرنا کم حوصلہ لوگوں کا کام ہے۔ حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ عالی ہمتوں کو دوست رکھتا ہے۔ عالی ہمت وہ ہیں جو دوست کا راز اور کرامت کو چھپاتے ہیں اور بعض لوگ جو بزرگوں کی کرامات کو دیکھتے ہوئے زیادہ مشغول ہوتے ہیں کہ ہم بھی ان کی طرح صاحب کرامت ہو جائیں پس جو بزرگی و کرامت کے واسطے عبادت کرتے ہیں یا اپنی بزرگی کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو نہ ان کو کرامت حاصل ہوتی ہے اور نہ وہ مقصود تک پہنچتے ہیں۔

نقل ہے کہ ایک دن پیر مخدوم جہانیاں علیہ الرحمت نے مجلس میں فرمایا جو شخص چالیس روز اس وظیفہ کو پڑھے تو اس کا فتح باب ہو جاتا ہے اور کشف و کرامت تک پہنچ جاتا ہے۔ ایک شخص یہ سن کر اس طرح عمل میں لایا تو کچھ مدت کے بعد اس نے آ کر عرض کی کہ حضرت میں نے حسب الارشاد آپ کے اس وظیفہ پر عمل کیا مگر کچھ حاصل نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا تو نے کشف و کرامت کے واسطے وہ وظیفہ کیا تھا اس طرح اگر تو ساری زندگی کرے گا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اگر تو خدا کے واسطے، اُس کی محبت کے لیے کرتا تو ضرور کرامت کا بھی درجہ حاصل ہوتا اور مقصود کو بھی پہنچ جاتا۔ پس سالک کو چاہیے کہ کشف و کرامت کی طرف نظر نہ کرے اور نہ اُس کے لیے مشغول ہو کیونکہ اس کا مطلب ومقصود تو حق تعالیٰ ہے کہ جس کی بدولت کشف و کرامت بھی حاصل ہوتی ہے۔ جب ان میں رہے گا تو وصال کو کب پہنچے گا اور جو اکثر اولیاء اللہ، سالک باللہ سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں تو اس کے دو سبب ہیں۔ یا تو کسی مستی کی حالت میں یا کسی کے فیض پہنچانے کو، ورنہ جتنا سالک اس کو چھپاتا ہے اتنا ہی زیادہ درجہ حاصل ہوتا ہے۔ نفس کرامت چاہتا ہے اور حق تعالیٰ استقامت فرماتا ہے۔ **فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ** اور بھی اس میں نفس کو ایک طرح کا عُجب و تکبر پیدا ہوتا ہے۔ اس واسطے سالک باللہ اس کا اظہار کرنا پسند نہیں کرتے۔ (مجلس نمبر 10 ص 59-57)

عاشقانِ الٰہی کی صبر و آزمائش

جب بندہ محبت الٰہی میں قدم رکھتا ہے اور عمل پر متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کئی چیزوں سے اس کا امتحان لیتا اور آزماتا ہے، اس کے مال میں نقصان ہونا اور روزی کا تنگ ہونا اور خلق میں بے قدر اور طعنہ زد ہونا اور اکثر

بیماریوں کے سبب اُس کا حال تغیر ہونا۔ پس جب وہ اپنی نیت اور محبت میں راست وسچا ہے تو ان باتوں میں کسی بات کو بھی اپنے دل میں راہ نہیں دیتا۔ بلکہ اس کی محبت اور عبادت میں زیادہ مشغول ہوتا ہے۔ وہ جان لیتا ہے کہ اس میں میری آزمائش ہے۔ اگر صبر کروں تو صبر میں بَلا کا نتیجہ آخر عطا ہے اور صبر کے بعد اللہ زیادہ خوش وشاد کرتا ہے تب وہ تحمل کو کام میں لاتا اور صبر اختیار کرتا ہے پھر اس پر تکلیف کا اُٹھانا آسان ہوجاتا ہے۔ بلکہ اُس مصیبت کے مقابلے میں اس کو عبادت کا بوجھ بھی سہل معلوم ہوتا ہے۔ عارف فرماتے ہیں صبر تین قسم پر ہے۔ اوّل صبر عام۔ عام صبر روکنا نفس کا ہے، تمام نفسانی خواہشوں سے۔ دوم صبر خاص۔ خاص کا صبر، پینا کڑوی چیزوں کا ہے بدوں ترش روئی کے یعنی مصیبت میں دل تنگ نہ ہونا۔ تیسرا صبر خاص الخاص کا وہ یہ ہے کہ محبوب کی مصیبت اور بَلا سے لذت پانا اور مزا لینا ہے۔ ایک فقیر نے کہا کہ محب نہیں ہوتا وہ شخص کہ جس نے اپنے محبوب کی مار پر صبر نہیں کیا۔ ایک اور عارف فرماتے ہیں کہ محب نہیں ہوتا وہ شخص کہ جس نے اپنے محبوب کی مار سے لذت نہ اُٹھائی جیسا کہ حق تعالیٰ نے حضرت ایوبؑ کے صبر کی خبر دی ہے قولہٗ تعالیٰ **وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اَيُّوبَ اَنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اَنَّهٗ اَوَّابٌ** ''یعنی ہم نے ایوب علیہ السلام کو صابر پایا بَلا پر، وہ یہ تھا کہ ایک دن ایک کیڑا اُن کے بدن مبارک سے گر پڑا۔ انہوں نے اُس کو اُٹھا کر پھر اپنے بدن میں رکھ دیا۔ روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے دُعا مانگی تھی کہ الٰہی مجھے بارہ ہزار زبانیں دے کہ ہر زبان سے تیرا ذکر کروں، جناب باری نے اُن کی دُعا قبول فرمائی۔ تب بارہ ہزار کیڑے اُن کے جسم میں پیدا ہوئے۔ وہ سب تسبیح حق میں مشغول رہتے تھے اور بھی ایک دن ایوب علیہ السلام جب سخت مصیبت میں لاچار ہوئے تو اُن کی بیوی نے کہا کہ یہ دعا مانگو۔ جو یہ بَلا آپ سے جاتی رہے کیونکہ پیغمبروں کی دُعا قبول ہوتی ہے آپ نے فرمایا اے بیوی مجھے شرم آتی ہے کہ میری صحت کا زمانہ بیماری سے زیادہ ہے۔ پس صابر ہونا اِس کا نام ہے کہ اور غرض تو کیا اپنی مصیبت کے لیے بھی دُعا تک کے طلب گار نہیں ہوتے۔

علیٰ ہٰذا القیاس اسی طرح سب انبیاء واولیاء کا امتحان مصیبت اور بَلا سے لیا گیا ہے اور سب نے رنج اور مصیبت کو بخوشی تسلیم کیا۔ چنانچہ صحاح میں ہے **اَشَدُّ الْبَلَاءِ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ ثُمَّ عَلَى الْاَوْلِيَاءِ ثُمَّ عَلَى الْاَمْثَلِ فَالْاَمْثَلِ** یعنی حضرت نے فرمایا کہ سخت ترین بَلا نبیوں پر ہوتی ہے۔ پھر ولیوں پر پھر مثل اُن کے مومنین وغیرہ پر۔ کتاب ''**راحت المحبین**'' میں ہے کہ جس وقت خداعزوجل نے خزانہ بَلا پیدا کیا اور جب فرشتوں نے اس خزانہ مصیبت کو دیکھا تو ہیبت سے ڈر گئے۔ سر سجدہ میں رکھ کر عرض کی کہ الٰہی یہ خزانہ کن لوگوں کے واسطے ہے۔ فرمان ہوا اے فرشتو تم اس نعمت سے فارغ ہو۔ یہ نعمت ہم نے اپنے خلیفہ کے نصیب کی ہے۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور اُس کی اولاد کے واسطے ہے کہ میں اس بَلا کو نازل کر کے اُن کا امتحان کروں گا جو میری محبت میں صادق ہوں گے وہ اس کو خود خوشی سے طلب کریں گے پھر اس بَلا سے میری عطا کا مزہ پاویں گے اور ہمیشہ کا بقا حاصل کریں گے۔

نقل ہے کہ ایک عاشق صادق ہر روز یہ دُعا مانگتا تھا کہ الٰہی میرا رزق سوائے بلا کے اور شئے نہ کر۔ کسی نے کہا تم اس بات کو کیوں کہتے ہو۔ اُس نے کہا جو بلا دوست کی جانب سے ہے وہ بلا نہیں بلکہ ایک نعمت ہے جو دوست کی طرف سے دوست کو پہنچتی ہے۔ کیونکہ امتحان دوست کا بلا میں ہوتا ہے اگر میں اس کی خواہش نہ کروں تو سلوک

میں ثابت قدم نہ ہوں گا اور حضرت رابعہ بصری پر جس دن کوئی بلا نازل نہ ہوتی تو نہایت غمگین ہو کر کہتی کہ کیا سبب جو آج میری یاد نہ ہوئی اور جس روز کوئی بلا نازل ہوتی تو آپ نہایت خوش ہوتیں اور فرماتیں کہ دوست نے مجھے یاد کیا ہے۔ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ فرماتے ہیں کہ دعویٰ محبت اُسے کرنا چاہیے جو بلا دوست پر صبر کر سکے۔ بس اس راہ میں کل جفا و بلا ہے۔ اس واسطے مرد کو چاہیے کہ بلا و جفا دوست پر ثابت قدم رہے۔ کیونکہ جو مریض بلا میں نہیں گھبراتا۔ وہ آخر لذت شفا کی پاتا ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے قولہ تعالیٰ **اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ** یعنی تحقیق اللہ دے گا صبر کرنے والوں کو اجر اُن کا بغیر حساب کے یعنی اس قدر اجر بے شمار ہے جو حساب میں نہ آ سکے۔ دیکھو ہر ایک مزدور کی مزدوری حساب سے ہے اور صبر کرنے والوں کا اجر بغیر حساب کے بے شمار ہے۔ اور بے صبر جھوٹے دعویدار کے حق میں تو پروردگار اس طرح فرماتا ہے چنانچہ حدیث قدسی **قَوْلُہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ لَّمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نَعْمَائِیْ وَلَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ فَلْیَخْرُجْ مِنْ تَحْتِ سَمَائِیْ وَالْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ**۔ یعنی جو شخص صبر نہ کرے میری بلا پر اور شکر نہ کرے میری نعمت پر اور راضی نہ ہو میری قضا سے تو چاہیے کہ وہ نکل جائے میرے آسمان کے نیچے سے اور چاہیے کہ میرے سوا کوئی اور رب تلاش کرے۔ نعوذ باللہ من ذالک ایک شخص نے کسی بزرگ سے پوچھا کہ صبر کا درجہ زیادہ ہے یا شکر کا۔ بزرگ نے فرمایا شکر سے صبر کا اجر زیادہ ہے کیونکہ شکر اللہ کی نعمت پر ہوتا ہے اور صبر اُس کی مصیبت پر ہوتا ہے۔ مصیبت کا بار اُٹھانا عالی ہمت کا کام ہے اس واسطے خداوند کریم کو صابر کی ہمت زیادہ پسند ہے۔ یا پروردگار! ہم عاجز لاچار تیرے فضل کے امیدوار ہیں کیونکہ تیری مصیبت کا بار نہایت دشوار ہے سوائے تیری امداد کے کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ جیسا کہ تو نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو فرمایا ہے **وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ** یعنی اے میرے حبیب صبر تجھ سے ہو سکے اللہ ہی کی مدد سے، پس ہماری بھی اس میں تجھ سے امداد کی مراد ہے۔

ایک دن جناب قبلہ و کعبہ ہادی و راہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہ نے صبر اور توکل کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی تھی کہ حضرت سلطان باتھیوان قدس سرہٗ ایسے صابر اور متوکل تھے کہ کبھی کسی اپنی بیماری کا علاج و دوا نہ کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ پر کوئی سخت بیماری واقع ہوئی۔ آپ قدیمی عادت کے موافق دوا نہ کرتے تھے ایک دانا شخص جس کا نام دعا گو کو یاد نہیں رہا اُس نے آ کر فقیر صاحب سے عرض کی کہ حضرت جس گھر میں آدمی بستا ہو اُس گھر میں مرمت وغیرہ اس پر واجب ہے یا نہیں؟ آپ اس کی بات کو سمجھ گئے۔ فرمایا کہ بھائی مالک گھر پر اس کی حفاظت واجب ہے جس نے عارضی طور کرایہ پر لیا ہو وہ کیا کرے۔ سبحان اللہ صابر لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ تمام کام خدا کو سونپ دیتے ہیں۔ تو جناب باری اُن کے حق میں فرماتا ہے **اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ** یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے۔ (مجلس نمبر 13 ص 82-76)

فضیلت توبہ

توبہ کے سوا نفس گمراہ ہے۔ اس واسطے سالک پر ہمیشہ توبہ کرنی روا ہے۔ توبہ کا معنی غیر سے ترک کرنا اور خدا کی طرف راغب ہونا ہے۔ پس سالک کو دس کام سے توبہ مدام چاہیے۔ اوّل جہل اور نادانی سے نکلنا۔ دوم ان

کاموں سے ڈرنا جن پر اللہ کا غصہ ہو۔ سوم دور ہونا ہر صغیرہ و کبیرہ گناہ سے۔ چہارم چھوڑنا شہوات ولذات کا۔ پنجم نفس امارہ کے مکر سے بچنا اور اس کے برعکس چلنا۔ ششم ظلم سے آپ کو بچانا۔ ہفتم غفلت کو ترک کرنا یعنی خدا عزوجل کے احکام سے غافل نہ ہونا اور خدا تعالیٰ کو خود سے غافل نہ سمجھنا جیسا حق تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ** یعنی نہیں ہے اللہ غافل اس چیز سے جس کو تم کر رہے ہو۔ ہشتم پرہیز کرنا اور دور ہونا صحبت بد سے کیونکہ یار بد بدتر ہے کارِ بد سے۔ نہم کم کھانا مگر وہ بھی وجہ حلال سے ہو شبہ سے دور ہو۔ دہم، تمام ماسوا اللہ حرام کر کے وصل الٰہی کا طالب ہونا۔ پس جس شخص نے ان دسوں کاموں پر عمل کیا اور قائم رہا اُس کی توبہ صحیح ہے اور توبہ صحیح تین باتوں سے ہوسکتی ہے۔ اوّل خوف۔ دوم رجا۔ سوم محبت۔ اوّل خوف کے سبب بندہ ترک گناہ کرتا ہے۔ تاکہ آتش دوزخ سے رہائی ملے اور رجا سے اطاعت کی کوشش کرتا ہے تاکہ بہشت حاصل ہو۔ اور محبت سے رضائے حق حاصل کرتا ہے تاکہ وصل خدا ہو۔ اور محبّ ہی وہ ہے جو کسی چیز کو دوست نہ رکھے سوائے ذکر حق کے۔ پھر فرمایا کہ خاص توبہ سالک کی تین چیزوں سے ہے۔ اول ترکِ دنیا۔ دوم ترکِ عقبیٰ۔ سوم ترکِ خود۔ پھر یہ بیت پڑھا۔

کس نہ کردہ ترک سہ عارف نہ شد　　　ترکِ دنیا ، ترک عقبیٰ ، ترک خود

ارشادِ باری تعالیٰ ہے قرآنِ کریم میں **اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ** یعنی بے شک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو۔ پس پاک رہنا توبہ کے بعد پرہیزگاری ہے اور قبولیت توبہ کی بھی یہی علامت ہے کہ جس بات سے توبہ ہو تو پھر اُس کی طرف کبھی دل نہ بھٹکے۔ چنانچہ ایک دن جناب قبلہ و کعبہ، ہادی و رہنما حضرت سید چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہٗ نے فرمایا کہ غلام عیسیٰ نام ملازم سرکاری قانونگو ہمارے خاندان کا مرید تھا۔ ایک روز مجھ سے کہا کہ رشوت کی بابت بارگاہِ الٰہی میں میری توبہ قبول ہوگئی ہے۔ میں نے کہا کیا تیرے پاس کوئی فرشتہ آیا ہے۔ تم نے کیونکر جانا کہ میری توبہ قبول ہے۔ اس نے کہا میں اس واسطے کہتا ہوں کہ آگے ایک روپیہ تک بھی لینے کی خواہش ہوتی تھی توبہ کے بعد اب دو سو روپیہ تک تو نوبت پہنچ چکی ہے دل ہرگز ان کی طرف راغب نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کے دیکھنے سے بھی دل نے کراہت کی ہے۔ اس واسطے معلوم ہوا کہ اس پُر قصور کی توبہ منظور ہوگئی ہے۔ پھر میں نے بھی کہا کہ پس توبہ منظور کا یہی دستور ہے۔ اب تو خدا کا شکرادا کر۔ (مجلس نمبر 14 ص 85-82)

مذمت دنیا و اہلِ دنیا

انسان کو واجب ہے کہ محدث چیز میں مشغول نہ ہو۔ قدیم کا طالب ہو۔ دنیا و آخرت محدث ہیں۔ خداوند کریم ان کو وجود میں لایا۔ وجود کو فنا ہے اور خدا کی ذات قدیم جو ہمیشہ موجود اور بقا ہے۔ عاقل کو لائق ہے کہ قدیم اختیار کرے اور محدث کو چھوڑ دے۔ وہ شخص عاقل نہیں ہے جو نعمت میں مشغول ہو اور نعمت کے دینے والے سے غافل ہو۔ وہ بے حیا دوزخ کا ایندھن ہے۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے خدا عزوجل اپنے پیغمبروں کو منع فرماتا ہے۔ کہ ان کے ساتھ صحبت نہ رکھو۔ اس واسطے کہ وہ ہمیشہ سست ہیں۔ نعمت میں مشغول ہوئے اور نعمت دینے والے کو بھول گئے۔ پس اہل دنیا جو کارِ پروردگار میں سست اور دنیا میں چست ہیں اُن کی صحبت سے بھی دور رہنا ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی صحبت دنیا میں شاغل اور خدا سے غافل کرتی ہے۔

اے عزیز! دنیا خدا کے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے۔ خواجہ عیاض بن فضیل فرماتے ہیں کہ روز قیامت دنیا

خوب آراستہ ہو کر عرض کرے گی۔ کہ پروردگار آج مجھ پر رحمت کی نظر کر۔ بارگاہِ الٰہی سے جواب آئے گا کہ اے دنیا نہ میں تجھے پسند کرتا ہوں اور نہ اُن لوگوں کو دوست رکھتا ہوں جو تجھے دوست رکھتے ہیں۔ بلکہ تیرے دوستوں اور تیرے واسطے مقامِ دوزخ تیار ہے۔ پس آدمی کو چاہیے کہ اس دنیا مردار کو ہرگز اختیار نہ کرے۔ ورنہ کل قیامت کو اس کے ساتھ دوزخ میں جانا ہوگا۔ ''راحت القلوب'' میں ہے کہ جس روز سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا اُس دن سے آج تک اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ مومنوں کو دو چیزوں سے ڈرنا چاہیے ایک درازیٔ عمل یعنی ریاکاری۔ دوسرا متابعت دنیا و اہل دنیا جس سے ہوائے نفس پیدا ہوتی ہے اور ہوائے نفس اللہ تعالیٰ سے دور کرتی ہے، اور درازیٔ عمل فراموش کرنے والی آخرت کی ہے۔ اور محبت دنیا موت و قیامت کو بھلا دیتی ہے جس سبب سے بندہ خدا سے غافل پھرتا ہے۔ پس جس شخص کی محبت سے دنیا پر نظر پڑتی ہے وہ طالب جیفہ ہے۔ جیسا حدیث شریف میں آیا ہے۔ **اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَطَالِبُھَا کِلَابٌ** یعنی دنیا مردار ہے اور طالب اس کا کتا ہے اور دنیا خوار یہاں تک تو مردار ہے، جیسا کہ پیر مخدوم جہانیاں علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔ جامع الفتاویٰ میں ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن شریف طمع دنیا کے واسطے پڑھے۔ تو سننا واجب نہیں ہے۔ پس دنیا کا فعل بھی تمام حرام ہے۔ چنانچہ حدیث صحاح میں ہے **اَلدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا مَلْعُوْنٌ اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالیٰ** یعنی حضرت نے فرمایا کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے ملعون ہے مگر ذکر اللہ تعالیٰ کا یعنی دنیادار جو ذکر پروردگار سے غافل ہے اور دنیا کی حرص و ہوا اور اس کی عیش و عشرت میں غرق ہیں، وہ ملعون ہیں اور جو لوگ دنیا کو ناچیز اور خدا کو عزیز جانتے ہیں اور اللہ کی عبادت و ذکر میں مشغول ہیں وہ مردِ خدا ہیں۔ چنانچہ حدیث **طَالِبُ الدُّنْیَا مُخَنَّثٌ وَطَالِبُ الْعُقْبیٰ مُؤَنَّثٌ وَطَالِبُ الْمَوْلیٰ مُذَکَّرٌ** یعنی طالب دنیا کا مخنث ہے، اور طالب بہشت کا عورت ہے اور طالب مولا کا مرد ہے۔ گو مخنث سے عورت اچھی ہے۔ مگر ہر دو سے مرد اعلیٰ تر ہے اگرچہ مرد خدا بھی اس دنیا میں رہتے ہیں، اور اسی کو دیکھتے ہیں۔ لیکن وہ اس میں دل نہیں لگاتے۔ اور نہ ہی اس کو دل سے دیکھتے ہیں۔ جناب سرورِ کائنات ﷺ نے نہ دل لگایا اور نہ اس کو دل سے دیکھتے ہیں۔ جیسا جناب سرور کائنات ﷺ نے معراج کی رات میں تمام عالم کی سیر کی۔ مگر سوائے ذکر اللہ تعالیٰ کے دل کسی چیز سے نہ لگایا۔ اور نہ کسی طرف دیکھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں خبر دیتا ہے۔ **قولہ تعالیٰ: مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغیٰ** یعنی نہ بہکی آنکھ اور نہ مائل ہوئی کسی چیز پر۔ پس اسی طرح سالک باللہ بھی اس دنیا کو دل کی آنکھ سے نہیں دیکھتے۔ اور نہ اس طرف مائل ہوتے ہیں کیونکہ یہ دنیا و مال اور اولاد کو اپنا نہیں سمجھتے۔ یہ سب آزمائش جانتے ہیں جیسا جناب باری فرماتے ہیں **اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ** یعنی تمہارے مال و اولاد تمہارے لیے آزمائش ہے۔ آزمائش یہ کہ تم اُن کی محبت میں غرق رہتے ہو، یا ان سے دل نکال کر میری طرف راغب ہوتے ہو، پس محبت خدا کے سوا مال و اولاد وغیرہ سب دنیا ہے اور نفس و شیطان اس کے دوست ہیں۔ نفس دنیا میں راغب کرتا ہے جس سے فخر و غرور پیدا ہوتا ہے۔ اور شیطان نیکی سے ہٹاتا اور بدی میں پھنساتا ہے پس جو شخص لذتِ نفسانی حرکت شیطانی میں پڑتا ہے اور حیوانوں کی طرح شکم پیروی کرتا ہے۔ وہ معصیت و گناہ میں غرق رہتا ہے۔ پس چاہیے کہ بندہ دنیا کے فخر و غرور سے دور ہو اور اس کی محبت سے آزاد ہو کر فقیری و غریبی میں شاد رہے۔ اسی واسطے تو ہمارے حضرت ﷺ بھی ہمیشہ خدا سے یہ دعا مانگتے تھے، حدیث **اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ**

اَلْمَسَاكِيْنُ یعنی اے بار خدایا تو زندہ رکھ مجھ کو مسکین اور مار مسکین اور اُٹھانا مجھ کو زمرہ مسکینوں میں سے۔اے عزیز فقیری وغریبی خداوند کریم کو تو یہاں تک پسند ہے کہ فقرا کو غنا سے پہلے جنت میں داخل کرے گا۔ چنانچہ حدیث صحاح میں ہے **فُقَرَاءُ کُمْ قَبْلَ اَغْنِیَائِکُمْ بِنِصْفِ یَوْمٍ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ** یعنی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ غریب لوگ تو انگروں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے یعنی وہ دن پچاس ہزار برس کا ہوگا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پیغمبر اور حضرت یوسف علیہ السلام شغل دنیا کے سبب سے دوسرے پیغمبروں سے چالیس سال پیچھے داخل بہشت ہوں گے۔ پس دنیا کی لوث ایسی منحوس ہے کہ جس کے فتور سے تو پیغمبروں کو بھی بہشت دور معلوم ہوا۔ غرض خدا کے نزدیک دنیائے دوں کا کوئی قدر نہیں ہے بلکہ دنیا کا دوست خدا کا دشمن ہے اور دنیا کا دشمن خدا کا دوست ہے اور خدا کے دوستوں کی دنیا خادمہ ہے۔ جیسا حدیث شریف میں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص میری متابعت کرتا ہے تو تمام دنیا اس کی خدمت کرتی ہے۔ دوسری حدیث قدسی میں جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے دنیا تو خدمت کر اُس شخص کی جو میری خدمت کرتا ہے۔ اور جو شخص میرے غیر کی التجا کرتا ہے تو اس سے خدمت لے۔ اے عزیز! تم دیکھتے ہو کہ طالب دنیا اس دنیا مردار کی محبت کے سبب کیسا دن رات غیر کی التجا میں خوار وخراب پھرتے ہیں اور جو طالب خدا اس کی محبت سے جدا ہیں تو مخلوق دنیا ان کی کس طرح خدمت کرتی ہے، اور قیامت تک کرتی جائے گی اور یہ دنیا تو سراسر رنج ومصیبت اور غم وغیرہ کی کان ہے کوئی بشر بھی اس کے غم وفکر اندیشے سے خالی نہیں ہے۔ بلکہ زیادہ تر دنیادار تو یہاں بھی زیادہ خوار ہیں۔ لیکن اس کی محبت کے نشے میں مست ہیں۔ اس واسطے اس کی خواری وخرابی ان کو زیادہ معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ فقیر لوگ خدایاد اس کے فکر اندیشے سے آزاد ہیں۔ وہ ہر اوقات دن رات خدا کی یاد میں شاد ہیں پس چاہیے کہ بندہ فقیری وغریبی کو اختیار کرے۔ دُنیا واہل دنیا کی محبت کو چھوڑے۔ اس کے فخر وغرور، حرص وہوا سے منہ موڑے۔ کیونکہ نہ کچھ مقسوم سے زیادہ آتا ہے اور نہ نصیب قضائی پاتا ہے۔

ع۔ رزق چو مقدر است مخور چندیں غم

اور بعض متوکل درویش وہ ہیں کہ خدا سے بھی کچھ نہیں مانگتے۔ کیونکہ وہ اس بات کو جانتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا** یعنی نہیں ہے کوئی چلنے والا وحرکت کرنے والا زمین میں مگر اللہ پر ہے روزی اُس کی اُس میں صرف کھانا پینا ہی مراد نہیں ہے۔ جو کچھ خدا سے پہنچتا ہے اُس کو روزی کہتے ہیں۔ پس تمام کام خدا کو سونپ دے اور اُس پر توکل کرے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے **لَوْ اَنَّکُمْ تَتَوَکَّلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ تَوَکُّلِہٖ لَرَزَقَکُمْ کَمَا تَرْزُقُ الطَّیْرَ یَصْبَحُ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا** یعنی ترمذی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ نے فرمایا کہ اگر تم توکل کرو اللہ پر جیسا کہ حق ہے اس پر توکل کرنے کا تو البتہ وہ تم کو رزق دے گا جیسا کہ پرندوں کو دیا جاتا ہے کہ صبح کو پیٹ خالی جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے آتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

اَلرِّزْقُ مَقْسُوْمٌ فَلَا تَرْحَلْ لَہٗ وَالْمَوْتُ مَحْتُوْمٌ فَلَا تَحْتَلْ لَہٗ
اَلرِّزْقُ یَاْتِیْنَا وَاِنْ لَّمْ نَاْتِہٖ وَیُصِیْبُنَا الْمَقْدُوْرُ فِیْ مِیْقَاتِہٖ

یعنی رزق قسمت کیا ہوا ہے پس تو واسطے اس کے سفر نہ کر اور موت یقینی ہے پس تو اس کے ساتھ حیلہ مت

کراور رزق ہمارے پاس آئے گا اگر چہ ہم اس کے پاس نہ جائیں اور پہنچے گا ہم کو مقدور اپنے وقت مقررہ پر پس اسی واسطے عارف فرماتے ہیں کہ سالک متوکل ہو۔ ذخیرہ کرنا اس کو جائز نہیں ہے۔ مگر واسطے خرچ عیال کے یا ادائے قرض کے۔

شیخ معاذ رازی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ جب حکمت آسمان سے اتری تو اس نے دلوں کی طرف نگاہ کی جس دل کو ان چار چیزوں سے خالی پایا۔ تو اس نے وہاں قرار پکڑا۔ اول وہ دل جس کے اندر حرص دنیا نہ تھی۔ دوسرا وہ دل جس کے اندر یہ اندیشہ نہ تھا کہ کل کو کیا کروں گا۔ تیسرا دل وہ کہ جس کے اندر کچھ دوستی اپنے مرتبہ وجاہ کی نہ تھی۔ چوتھا وہ دل کہ جس کے اندر ذرہ برابر بھی مومنوں سے حسد وکینہ نہ تھا۔ اگر ان چاروں میں سے ایک خصلت کی بھی کمی معلوم ہوئی تو اُس نے فوراً اس دل سے کنارہ کیا۔ (مجلس نمبر 15 ص 92-86)

موت کا وقت اور اولیا کا حال

موت کا لمحہ بڑا سخت ہے۔ وہ نہایت مشکل اور بے بسی کا وقت ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تو نے موت کا نام سنا ہوا ہے موت کو جانتا نہیں ہے موت کی خبر تب پڑے گی جب آخری دم ہوں گے۔ اور وہ اچانک سر پر آجائے گی۔ اس وقت لاچاری اور بے بسی کے سوا کوئی حیلہ پیش نہ جائے گا۔ پچھلی عمر گزری بھی وہ سب اس مصیبت میں نظر آئے گی۔ اب وقت ہے موت کو بھول نہیں۔ اس سے ڈر، میری طرف رجوع کر اور موت تم سے دنیا کی حرص اور مال و اولاد کی محبت نے بھلا دی ہے۔ لیکن موت کے وقت تو وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔ بلکہ اس وقت تو یہی دنیا مال و اولاد تم کو موجب عذاب ہو جائے گا۔ پھر حق سبحانہٗ فرماتا ہے کہ اگر تم موت کو یاد رکھتے تو میں بھی تم کو یاد رہتا۔ تب وہ موت کا مشکل وقت بھی تم پر آسان ہو جاتا۔ پس موت کو زیادہ یاد رکھنے میں خدا تعالیٰ زیادہ یاد رہتا ہے جس یاد کے سبب تو موت بھی خود اس کی فرمانبردار ہو جاتی ہے۔ اور اگر موت کو تھوڑا یاد کرے تو بھی اللہ اس کے گناہ کو مٹا دیتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے **مَنْ تَذْکُرُ الْمَوْتَ عِشْرِیْنَ مَرَّۃً فِیْ کُلِّ یَوْمٍ لَمْ تُکْتَبْ بِہٖ خَطِیْئَۃٌ** یعنی حضرت نے فرمایا کہ جو کوئی موت کو ہر روز بیس بار یاد کرے۔ تو اس کے گناہ نہ لکھے جاویں گے اس واسطے سالک فرماتے ہیں کہ پانچوں نماز فریضہ کے بعد یہ دعا پڑھے **اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْنَا قَبْلَ الْمَوْتِ وَارْحَمْنَا عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا تُعَذِّبْنَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَاَھْوِنْ عَلَیْنَا وَعَلٰی جَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ سُکْرَاتِ الْمَوْتِ** یعنی اے اللہ تعالیٰ توبہ دے ہم کو پہلے موت سے اور رحم کر ہم پر وقت موت کے اور نہ عذاب کر ہم کو پیچھے موت کے اور آسان کر اوپر ہمارے اور اوپر ہر مومن مرد اور عورت کے وقت موت کا۔

اس دعا میں چار مرتبہ موت کا نام آتا ہے۔ چار کو پانچ سے ضرب دو۔ تو بیس ہوتے ہیں اس دعا کے اول وآخر درود شریف پڑھے۔ غرض موت کا ایسا مشکل وقت ہے کہ کل انبیاء و اولیاء غوث وقطب وغیرہ سب اس مصیبت کے وقت سے خوف کرتے اور ڈرتے گئے۔ کیونکہ یہ مقام آخرت کی پہلی منزل ہے اس گھاٹی سے سلامت اُترنا طالب صادق کا کام ہے۔ اسی واسطے تو موت کے ڈر سے تمام اولیاء کرام نے اس دنیا بے وفا کی حرص وہوا کو چھوڑ دیا۔ اور خدا کی یاد میں دل شاد کیا۔ پس مرض موت کی اور کوئی دوا نہیں ہے سوائے یاد خدا کے، پھر فرمایا کہ ابتدا میں تو موت کے ڈر و قیامت کے خوف سے خدا یاد رہتا ہے پھر بندہ جب خدا کی یاد میں زیادہ مشغول ہو جاتا ہے تو اس پر خدا تعالیٰ کی محبت

یہاں تک بڑھتی جاتی ہے کہ اُس وقت تو موت و قیامت کا خوف بھی سب مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور خدائی وصال کا شوق غالب آتا ہے جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام کا یہ قول ہے **وَاللّٰہِ مَا عَبَدْتُکَ خَوْفاً مِّنَ النَّارِ وَلَا طَمَعاً فِیْ جَنَّتِکَ وَلٰکِنْ وَجَدْتُکَ** یعنی قسم ہے اللہ کی نہیں عبادت کی میں نے واسطے ڈر دوزخ کے اور نہ واسطے طمع بہشت کے مگر کی ہے واسطے پانے اللہ اپنے کے، پس جب بندہ ایک خدا کا ہو رہا۔ تو پھر دوزخ، بہشت، زمین، آسمان، ہر دو جہاں سب اس کے زیر فرمان ہیں۔ پھر اُس کے واسطے نہ موت کا ڈر نہ قیامت کا خوف ہے۔ جیسا کہ ان کے حق میں اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ **اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ** یعنی اولیاء اللہ پر نہیں ہے کچھ خوف اور نہ وہ کبھی غمگین واندوہ گین ہوں گے، کیونکہ خدا تعالیٰ اِن اپنے اولیاء کو ابدی حیاتی عطا فرماتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے **اَلْمُؤْمِنُ حَیَاتٌ فِی الدَّارَیْنِ** یعنی مومن زندہ ہیں دو جہان میں، دیگر حدیث میں ہے۔ **اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ اِلَّا یَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ** یعنی حضرت نے فرمایا کہ اولیاء اللہ نہیں مرتے لیکن نقل کرتے ہیں جیسا ایک خانہ سے اُٹھ کر دوسرے خانہ میں چلے جاویں۔ اور بھی جیسے اولیاء اللہ کو حیاتی میں طاقت ہے۔ اس سے دو چند زیادہ طاقت خدا تعالیٰ ان کو بعد وصال دیتا ہے۔ کیونکہ جو خدا کی محبت میں مرا وہ شہید ہے۔ چنانچہ حدیث صحاح میں ہے **مَنْ مَّاتَ مِنَ الْعِشْقِ فَقَدْ مَاتَ شَھِیْداً** یعنی جو شخص عشق میں مر جائے تو مقرر وہ شہید مرا۔ پھر شہید کے واسطے جناب باری اپنے قرآنِ کریم میں فرماتا ہے **وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ** یعنی جو راہ خدا میں شہید ہوئے ہیں ان کو مردہ نہ کہو۔ وہ ہمیشہ زندہ ہیں مگر تم نہیں جانتے۔

جان با جاناں بدہ گر عاشقی ‎ ‎ ‎ باش مرد کار ایں ہوشیار ہا

نقل ہے کہ جب حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمت کے انتقال کا وقت نزدیک آیا۔ تو آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ صدرالدین عارفؒ حاضر تھے۔ ایک شخص نے آ کر آپ کو ایک کاغذ دیا اور کہا کہ یہ فرمانِ الٰہی ہے۔ اس کو تم نہ کھولنا۔ اور حضرت غوث کے ہاتھ مبارک میں دینا وہی اس کو کھولیں گے۔ حضرت شیخ صدر الدین نے عنوان نامہ پڑھا۔ اور ہائے ہائے کر کے رو پڑے۔ اس شخص سے کہا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم ملک الموت ہو۔ یہ تم خود جا کر کیوں نہیں دیتے۔ اس نے کہا مجھے حکم اسی طرح ہے کہ تمہارے ذریعہ سے ان کو پہنچاؤں۔ جب شیخ صدر الدین نے وہ نامہ حضرت غوث کے حوالہ کیا تو آپ نے اس کو دیکھ کر حکم دیا۔ کہ اب سب لوگ یہاں سے علاحدہ ہو جاویں۔ جب لوگوں سے آپ فارغ ہوئے تو اپنا سر سجدے میں رکھ دیا اور جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔ اس وقت مکان کے اندر سے آواز آئی کہ دوست دوست سے ملاقی ہوا۔ پس یہ تو کاملوں کی موت کا ذکر ہے۔ مگر جو لوگ ان کے محبّ اور ملنے والے ہیں اگر چہ ان کے اعمال میں زوال ہو تو بھی پروردگار اپنے دوستوں کی بدولت ان کا خاتمہ تو نیک کر دیتا ہے۔ چنانچہ نقل ہے کہ ایک دفعہ جناب قبلہ و کعبہ ہادی و رہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہٗ نے فرمایا کہ ایک شخص قوم کمہار میرے والد بزرگوار حضرت علی شیر علیہ الرحمت کا مرید تھا۔ وہ صاحب یقین تو تھا مگر کام اُس کے اچھے نہ تھے۔ جب اُس پر موت کا وقت آیا تو ذکر الٰہی اس کا جاری ہو گیا اور اسی ذکر میں ہی دم پورے ہوئے۔ جو لوگ اس وقت پاس موجود تھے تمام متعجب و حیران تھے کہ کام اُلٹے کیے تھے اور خاتمہ اِس کا کیا اچھا ہوا ہے۔ کسی نے یہ حال اس کا حضرت علی شیر علیہ الرحمت کی خدمت میں متعجب ہو کر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس

بات کا تعجب نہ کرو۔ کیونکہ ایک تو وہ فقرا کا دوست تھا دوسرا وہ نعمت بھی تو اس کے اندر گزری تھی۔ پھر اس حال کی آپ نے یہ مثال بیان فرمائی کہ جیسا مٹی کے نئے برتن میں کسی نے غلطی سے گھی ڈال دیا پھر اسی وقت وہ نیا سمجھ کر اس نے اس برتن سے گھی نکال بھی لیا ہو، تو اس برتن کی ٹھیکری جب سو برس کے بعد بھی آگ پر آوے گی تو ضرور اس گھی کی بو دے گی۔ تو اسی طرح وہ نعمت اس میں ڈالی تو تھی۔ اگرچہ اس نے وہ نکال بھی دی۔ پس کاملوں کے ملنے سے اتنا فائدہ ہے۔ مگر مرید صادق الیقین ہو۔ اس واسطے مرید کے دو درجے ہیں۔

ایک مرید اہل یقین باعمل۔ دوسرا مرید اہل یقین بے عمل۔ مرید اہل یقین باعمل تو ان کاملوں کی طرح کامل ہو کر خود پیر ہو جاتا ہے اور مرید اہل یقین بے عمل کو وہ مراتب اور مدارج تو حاصل نہیں ہوتے۔ مگر کاملوں کے ملنے اور ان کی محبت سے ان کا خاتمہ تو بالخیر ہو جاتا ہے اور حشر کو بھی وہ کاملوں کے گروہ میں اُٹھایا جائے گا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے **مَنْ اَحَبَّ قَوْماً عَلٰی اَعْمَالِهِمْ حُشِرَ فِیْ زُمْرَتِهِمْ وَحُوْسِبَ بِحِسَابِهِمْ وَاِنْ لَّمْ یَعْمَلْ بِاَعْمَالِهِمْ** یعنی حضرت نے فرمایا کہ جو کوئی محبت رکھتا ہے کسی قوم کے اعمالوں کی، تو وہ حشر میں اُٹھایا جائے گا اسی گروہ میں سے اور حساب ان کا ہو گا ان کے ساتھ اگرچہ اس نے عمل بھی نہیں کیے اُن کے۔ سبحان اللہ۔ اولیاء اللہ کی محبت کیا عمدہ چیز خدا کو عزیز ہے۔ یا الٰہی ہمیں اور ہر مسلمان بھائیوں کو اپنی اور اپنے دوستوں کی دوستی عطا فرما۔ اور اپنے حبیب کا تصدق خاتمہ کے وقت بھی اپنی محبت کا جام پلا۔ (مجلس نمبر 17 ص 104-99)

اقوال وارشاداتِ قطبیہؒ

(ماخوذ از کتاب ''مراۃ الفقراء'' (ملفوظاتِ عالیہ حضرت قطب عالم پیر محلویؒ) بار ششم جون 1974ء)

1۔ راہ طریقت کا پہلا ذریعہ اور وسیلہ پیر کامل ہے کیونکہ بغیر راہنما کے کوئی واصل خدا نہیں ہوا۔ (مجلس 1 ص 6)

2۔ طالب خدا کو چاہیے کہ عبادت وریاضت میں مرد ہو کر نفس کے ساتھ مجاہدہ کرے کیونکہ ریاضت ومجاہدہ کے سوا یہ راہ ہرگز طے نہیں ہو سکتا۔ (مجلس 1 ص 6)

3۔ مجاہدہ کیا ہے؟ نفس کا مخالف ہونا۔ جو نفس کا دشمن اور خدا کا دوست ہونا چاہے تو اِن چہار کام کو عمل میں لاوے، اوّل جہاں تک ہو سکے خلق کی صحبت ترک کرے۔ دوم کم کھائے، سوم کم سوئے اور چہارم کم بولے۔ (مجلس 1 ص 6)

4۔ مبتدیوں کو اُن فقیروں کی صحبت سے دور رہنا چاہیے جو قیام اللیل وصیام النہار کے قائل نہیں یعنی جو عبادت میں سست ہیں۔ (مجلس 1 ص 7)

5۔ طالب خدا کو چاہیے کہ ہر وقت دل وزبان کا محافظ ونگہبان رہے۔ (مجلس 1 ص 8)

6۔ انسان کے وجود میں نفس کے چار خانے ہیں۔ اول زبان جس سے لہو ولعب پیدا ہوتا ہے۔ دوم دل جس سے خطرات ووسواس ظاہر ہوتے ہیں۔ سوم ناف جس میں شہوت وہوا پیدا ہوتی ہے۔ چہارم اطرافِ دل جس میں حرص وحسد، کینہ، کبر، عُجب وغرور، بُغض وعداوت، ریا وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں۔ جس شخص نے ان چہار خانوں کی حفاظت ونگہبانی کی اس نے اپنے نفس سے ٹھیک مقابلہ ومجاہدہ کیا۔ (مجلس 1 ص 8،9)

7۔ جب نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے تب دل صفائی پاتا ہے پھر روح روشن ہو کر واصل الٰہی ہو جاتا ہے کیونکہ بغیر مجاہدہ کے مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا۔ (مجلس 1 ص 9)

8۔ جو سنت رسول علیہ السلام کے ایک ذرہ بھر بھی برخلاف کام کرے تو وہ ہرگز ولی نہیں ہوتا اور نہ وہ کسی منازل و

(مجلس 2 ص 12)

مدارج کو پہنچ سکتا ہے۔

9۔ خدا کے وصال کا مقصود علم شریعت ہے کیونکہ علم طریقت و حقیقت بھی علم شریعت پر موقوف ہے۔ جب تک شریعت کو نہ جانے گا اور اس پر عمل نہ کرے گا تو وہ طریقت و حقیقت کو کب جانے گا۔ اور کب اُن کے مرتبہ کو پہنچے گا۔ (مجلس 2 ص 13)

10۔ جس نے اپنے پیغمبر کی شریعت کے برخلاف قدم رکھا اور اپنی رائے پر چلا تو وہ بت پرست اور بدعتی ہے اور اہل بدعت ہرگز ولایت کے مراتب کو نہیں پہنچ سکتا۔ (مجلس 2 ص 13)

11۔ اہل بدعت تو بدعت ہی کو قرب جانتے ہیں جیسا کہ اکثر لوگ غیر شرع کمبل پوش لوہا و تانبا پہنتے ہیں داڑھی و مونچھیں تراشتے ہیں پھر آپ کو قلندر اور ولی کہلاتے ہیں۔ (مجلس 2 ص 13)

12۔ قلندر تو تارک کو کہتے ہیں جن کے پاس کوئی چیز موجود نہ ہو اور جس قدر اُن کی ہتھیلی میں سمائے اُسی قدر کھاتے ہیں۔ بھلا جو ہر وقت شکم پرست، شریعت کے برعکس اپنی ہوائے نفسی میں مست ہو تو وہ قلندر اور ولی کیونکر ہوسکتا ہے۔ (مجلس 2 ص 13-14)

13۔ تین گروہوں سے ڈر۔ ایک ظالم۔ دوسرا عالم جو طالب دنیا ہو۔ اور تیسرا کمبل پوش جاہل کہ یہ دین کے چور اور مسلمانوں کے راہزن ہیں۔ (مجلس 2 ص 14)

14۔ سالک کی صفت یہ ہے کہ شریعت پر عامل اور حقیقت میں کامل ہو، متقی، پرہیزگار اور حضور ﷺ کی گفتار و رفتار و کردار سب پر ہوشیار ہو۔ (مجلس 3 ص 15)

15۔ تقویٰ اور پرہیزگاری بھی تین طرح کی ہے۔ اول عام لوگوں کی ہے کہ وہ کفر و گناہ اور بدعت وغیرہ سے پرہیز کریں۔ دوم خاص لوگوں کی کہ وہ مباحات چیزوں سے ہے یعنی جو نہ نفع دیں اور نہ نقصان پہنچائیں اُن سے پرہیز کرے۔ سوم خاص الخاص لوگوں کی ہے کہ وہ ماسوا اللہ سے پرہیز کریں۔ (مجلس 3 ص 15)

16۔ بغیر تقویٰ کے دل کا تصفیہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آئینہ کو صیقل کرتے ہیں تو اس کی زنگار جاتی رہتی ہے۔ پھر سب چیز اُس میں دکھائی دینے لگتی ہے۔ پس یہ قلب وہ آئینہ ہے جو معصیت کے سبب زنگار سے بھرا ہوا ہے۔ جب قلب نے تقویٰ سے تصفیہ پایا تو روح روشن ہو کر ہر چیز کو دیکھنے لگتا ہے۔ جس کو مکاشفہ کہتے ہیں۔ (مجلس 3 ص 16)

17۔ جب تک سالک کا دل دنیا و عقبیٰ اور مافیہا کی لوث و آلودگی اور ماسوا اللہ سے پاک و صاف نہ ہو جائے تب تک بادشاہِ حقیقی کے دربار میں باہمراہ اُس کے مقربانِ بارگاہ کے نہ پہنچے گا۔ (مجلس 3 ص 16)

18۔ کوئی بھی ولی نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے پیغمبر کی چال و حال اور قال کا مرتکب و پیرو نہ ہو۔ (مجلس 3 ص 16)

19۔ سالک کے تین درجے ہیں۔ اوّل کامل جو ظاہر و باطن کے خوب ماہر ہیں یعنی شریعت کی عبادات اور باطنی اذکار میں بھی ہوشیار ہیں۔ انہیں سابق یعنی سب سے زیادہ سبقت کر گئے بھی کہتے ہیں۔ دوم اوسط، جو شریعت کی عبادت میں تو چست ہیں لیکن باطنی اذکار میں سست ہیں۔ سوم ناقص، جو ذکرِ باطنی کی تو رغبت کرتے ہیں مگر ظاہر صرف فرض و سنّت پر کفایت کرتے ہیں اور جو سنت و فرض سے بھی قاصر ہیں اُن کو ظالم کہتے ہیں۔

(مجلس 3 ص 16-17)

20۔ ظاہر عبادت مانند قاعدہ کے ہے اور باطن بطور علم۔ سو علم بغیر قاعدہ کے حاصل نہیں ہوسکتا۔

(مجلس 3 ص 17)

21۔سالک مجذوب مغلوب العقل ہوتے ہیں۔نہ کچھ دنیا سے غرض نہ عقبیٰ کی خواہش، نہ شریعت کی خبر، نہ کچھ طریقت کو جانتے ہیں صرف جذبہ عشق سے مقرب الٰہی ہو جاتے ہیں۔ (مجلس 3 ص 18)

22۔مجذوب اس لائق نہیں کہ شیخ ہو۔اسی واسطے تو کسی مجذوب کا سلسلہ جاری نہیں ہوا۔لیکن لوگ ان کے حق میں نیک اعتقاد رکھیں اور مرید نہ ہوں۔ (مجلس 3 ص 18)

23۔تصوف سب کا سب ادب ہے۔جو شخص ادب کو اپنے اوپر لازم کرتا ہے وہ مردانِ خدا کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے اور جس نے ادب کو ترک کیا وہ ہرگز منزلِ مقصود تک نہ پہنچے گا۔اگرچہ کتنا ہی زُہد و ریاضت کرے۔

(مجلس 4 ص 20)

24۔اے عزیز! ہر وقت و ہر حال و ہر مقام کا ایک ادب ہے۔سالک کو چاہیے کہ جو کچھ کرے خدا کے لیے کرے کیونکہ یہ وجود بندہ کو امانت دیا گیا ہے پس اس امانت خدا کو ہر وقت ادب سے نگاہ میں رکھے۔

(مجلس 4 ص 21-20)

25۔زبان کا ادب یہ ہے کہ حق کے سوا کوئی غیر کلمہ منہ سے نہ نکلے، ہاتھ، پاؤں کا ادب یہ ہے کہ ہرگز غیر کی طرف تحریک نہ کریں۔آنکھ و کان کا ادب یہ ہے کہ مشاہدۂ خدا کے سوا نہ کچھ دیکھے نہ سنے کہ یہ سب دل کے دروازے ہیں اور بندہ مثل دربان کے ہے۔اور دل کا ادب یہ ہے کہ جو کچھ غیر خدا ہو وہ اس میں نہ آنے دے۔

(مجلس 4 ص 21)

26۔مجلس کا ادب یہ ہے کہ جہاں خالی جگہ ملے بیٹھ جائے کسی اور کو نہ اُٹھائے، کھانے کا ادب یہ ہے کہ کھانے سے قوتِ عبادت کی غرض ہو اور سالکین کے لیے تو جو لقمہ یادِ خدا کے سوا کھایا جائے وہ مکروہ ہے۔ (مجلس 4 ص 21)

27۔سونے کا ادب یہ ہے کہ سب خواہشوں سے آزاد ہو کر خدا کی یاد میں سوئے۔پاخانہ میں جائے تو نیت ہو جلد فارغ ہوں جو باطہارت ہو کر عبادت کروں۔ (مجلس 4 ص 23-22)

28۔اذان کا ادب یہ ہے کہ اگر مسجد میں ہے تو اذان کے بعد مسجد سے باہر نہ نکلے۔جب کہ حاجت ضروری نہ ہو۔ہر خاص و عام کے پیچھے نماز جائز ہے مگر دیوس بدعتی کے پیچھے جائز نہیں اور فاسق کے پیچھے مکروہ ہے۔نماز کا ادب یہ ہے کہ اس میں بدنی و قلبی دونوں حرکتیں ناجائز ہیں۔ (مجلس 4 ص 24-23)

29۔خدا کے بندے ایسے بھی ہیں کہ جب تک رکوع و سجود میں لبیک عبدی کی آواز نہیں سنتے وہ رکوع و سجود سے سر نہیں اُٹھاتے۔

(مجلس 4 ص 26)

30۔اولیاء اللہ کی خانقاہ پر جانا بڑا ثواب ہے۔جو شخص کسی فقیر کی زیارت کو آتا ہے تو ہر قدم پر ستر ہزار نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور فرشتے کہتے ہیں۔الٰہی! تو اس کو اپنا وصال نصیب کر جیسا کہ اس نے تیرے ولی سے وصال کیا ہے۔ (مجلس 4 ص 26)

31۔پیر وہ ہے جو کامل ہو۔اور شریعت، طریقت، حقیقت کا عامل ہو، اور بھی راہِ خطر و امن کو جانتا و پہچانتا ہو۔

(مجلس 5 ص 27)

32۔رسول اللہ ﷺ کا دستِ مبارک، دستِ قدرتِ الٰہی کا نائب ہے اور مشائخ کا ہاتھ پیغمبر ﷺ کا نائب ہے۔

پس ان سے بیعت کرنی عزوجل سے بیعت کرنی ہے۔ (مجلس 5 ص 28)

33۔طالب خدا کو مرشد پکڑنا ضروری ہے کہ بغیر راہنما کے باطن صفا نہیں ہوتا۔ سوائے پیر کے عبادت وغیرہ بے سود و بے مقصود ہے۔ (مجلس 5 ص 28)

34۔مرید صادق کو چاہیے کہ پیر کامل کا مطیع ہو اور اس کے تمام احکام کا فرمانبردار و خدمتگار ہو کر اس کے حال وافعال کا پیرو ہو۔ اگر خود سے کوئی چیز اختیار کرے گا تو وہ مشرک ہے۔ (مجلس 5 ص 28)

35۔طالب کو چاہیے کہ ایک پیر کامل کا مرید ہو۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ ایک، پیغمبرؐ ایک، قرآن ایک، دین ایک ہے تو مرشد بھی ایک ہونا چاہیے۔ (مجلس 5 ص 29)

36۔دیگر مشائخ سے اعتقاد نیک رکھے لیکن اپنے پیر کو ہر سے اعلیٰ جانے اور سب فیض اپنے پیر کا سمجھے، جیسا کہ دوسرے پیغمبروں کا منکر نہیں ہے اور اپنے پیغمبر ﷺ کو سب سے بہتر جانتا ہے۔ (مجلس 5 ص 29)

37۔مرید کو کبھی پیر کے کسی حال سے مشکل پیش آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ جو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ہوا یاد کرے۔ اس طرح مرید بھی اپنی سمجھ کا قصور تصوّر کرے۔ (مجلس 5 ص 29)

38۔اگر کوئی پیر طریقت سے بیعت توڑ کر دوسرے کی بیعت کرے تو وہ ملحد طریقت ہے۔ شریعت وطریقت دونوں سے رد ہے وہ کبھی راہِ راست پر نہ آئے گا۔ (مجلس 5 ص 29)

39۔اگر کوئی شخص اپنے پیر طریقت سے پھر جائے یا توبہ میں لغزش واقع ہو تو وہ دوبارہ بیعت کر سکتا ہے۔ اگر وہ بیعت نہ کرے گا تو بیعت اوّل درست نہ رہے گی۔ (مجلس 5 ص 30-29)

40۔مرید کو چاہیے کہ جتنا زیادہ ہو سکے پیر کی خدمت میں رہے اور صحبت اختیار کرے۔ اور کم سے کم ایک چلہ (چالیس دن) تو رہے۔ جس نے یہ بھی نہ کیا تو کچھ نہ کیا۔ (مجلس 5 ص 30)

41۔اگر پیر کی صحبت میسر نہ ہو تو جو اُن کا وظائف مروی ہو اُس پر کام کرے۔ اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو۔ اور جو وظائف وغیرہ خود اختیار کرے گا تو وہ ہوائے نفس ہوگی اگرچہ وہ کتنا ہی عبادت وغیرہ کرے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

(مجلس 5 ص 30)

42۔شیخ، مرید کو اقتداء رسول اللہ ﷺ کی کرائے اور راہِ شریعت پر چلائے۔ اور اگر پیر یا مرید مذہب اہل سنت والجماعت پر نہ ہو اور حکایات بھی اس کی موافق کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے نہ ہو تو وہ دین کا راہزن اور دنیا کا ٹھگ ہے۔ (مجلس 5 ص 30)

43۔پیر پر واجب ہے کہ جس قدر مرید کی طاقت ولیاقت اور ہمت وعقل دیکھے تو اسی قدر اس کو وظائف اور عبادت میں مشغول کرے اور ویسی ہی تلقین کرے۔ (مجلس 5 ص 30)

44۔جس شخص نے جاہل کو علم دیا تو اس کو ضائع کیا اور جس نے مستحق کو روکا تو اُس نے ظلم کیا۔

(مجلس 5 ص 31-30)

45۔راہِ سلوک میں مقدم شریعت ہے اس میں نفس کے ساتھ ایسا مجاہدہ کرے کہ اس کی مخالفت سے نفس کا تزکیہ ہو جائے۔ تب اس پر طریقت کا دروازہ کھلے گا۔ (مجلس 6 ص 32)

46۔شریعت وطریقت کے مابین ایک اور مکان برزخ ہے جس کو سالک گھاٹی بھی کہتے ہیں۔ اس میں اکثر طالب خدا

کو نفس وشیطان ایسا گردان لیتا ہے کہ یا تو وہ شریعت پر طعن کرنے لگتا ہے یا طریقت پر اعتراض اُٹھاتا ہے۔ جب ایک کا انکاری ہوا تو پھر دونوں سے رو ہو کر راہِ حق سے گمراہ ہوجاتا ہے۔ (مجلس 6 ص 32)

47۔ راہِ سلوک میں سالک کو ہر گھاٹی پر شیطان کا خوف اور غرور کا ڈر ضرور رکھنا چاہیے تا کہ مکان احدیت تک پہنچے۔
(مجلس 6 ص 33)

48۔ سلوک کے پندرہ مدارج ہیں جن میں کشف وکرامات کا درجہ پانچواں ہے، جس نے اس میں اپنے آپ کو ظاہر کیا اور اسی میں اپنا دل لگایا تو وہ آئندہ درجات کی ترقی سے بے نصیب رہا۔ (مجلس 6 ص 33)

49۔ چار مقامات پر سالک کو اس طرح درجات حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ اہل شریعت کو مجاہدہ کے ذریعے اچھے اور نیک خواب آتے ہیں۔

۲۔ اہل طریقت مراقبہ میں حضور ﷺ کی مجلس میں جاتا، مشرفِ دیدار ہوتا، آسمان پر جاتا اور بیت اللہ میں نماز پڑھتا ہے۔

۳۔ اہل حقیقت مکاشفہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے وجود کے ساتھ حاضر ہوتا اور وجود کے ساتھ ہی آسمان اور خانہ کعبہ میں نماز پڑھتا ہے۔

۴۔ اہل معرفت، ولی ہوتا ہے، زمین وآسمان کی سب چیزیں دیکھتا ہے، ولی کے دو جسم بلکہ زیادہ بھی ہوتے ہیں۔ جہاں چاہتا ہے وہاں ہی وجود کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔ اکثر پیغمبر علیہ السلام کی مجلس میں رہتا ہے۔ زمین وآسمان کی رگیں اس کے واسطے کھینچ لی جاتی ہیں۔ (مجلس 6 ص 34)

50۔ ولی جو کچھ شریعت کے مجاہدہ میں دیکھتا ہے وہی طریقت کے مراقبہ سے دیکھتا ہے، حقیقت میں مکاشفہ سے دیکھتا ہے اور معرفت میں سوائے مشاہدہ حق کے اور کچھ نہیں دیکھتا۔ (مجلس 6 ص 34)

51۔ مقامِ احدیت میں بعض اولیاء کو اس طرح مشاہدہ ہوتا ہے کہ دل کی آنکھ سے خدا عز وجل کو دیکھتے ہیں کیونکہ جس طرح سر کی آنکھ میں سیاہی کے اندر پتلی ہے اسی طرح دل کی آنکھ میں بھی پتلی ہے۔ جس شخص کا نفس دنیا میں مر جاتا ہے وہ روحانی ہوجاتا ہے اور دنیا میں ہی دل کی آنکھ سے حق کو دیکھتا ہے۔ (مجلس 6 ص 35-34)

52۔ کشف وکرامت کی اقسام بے شمار ہیں۔ یہاں تک کہ اولیاء اللہ کو اپنے جسم کے تبدل وتغیر کا بھی اختیار ہے۔
(مجلس 6 ص 35)

53۔ طالب حق کو چاہیے کہ اول خلوت اختیار کرے کیونکہ خلوت کے بغیر مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ (مجلس 7 ص 39)

54۔ خلوت میں داخل ہونے سے پہلے دل سے حظوظاتِ دنیا قطع کرے۔ گناہوں سے تائب ہو اور اپنا ظاہر و باطن یکساں بنائے۔ (مجلس 7 ص 40)

55۔ حق تعالیٰ نے چالیس دن کے چلہ میں بڑی برکت رکھی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے تیس رات کا وعدہ فرمایا پھر مزید دس دن بڑھائے تو چالیس ہوگئے، آدم علیہ السلام کی پیدائش میں خمیر کی مدت بھی چالیس دن ہے۔ داؤد علیہ السلام چالیس دن ورات سجدے میں رہے۔ یونس علیہ السلام چالیس دن مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس نے اللہ کے لیے چالیس دن عبادت خالص کی تو اس کے دل وزبان سے حکمت کے چشمے جاری ہوتے ہیں۔ (مجلس 7 ص 41-40)

56۔ مراقبہ کیا ہے؟ تمام خواہشوں سے علیحدہ ہو کر ایک خدا کی طرف رجوع کرنا۔ مراقبہ یہ نہیں کہ سر کو زانو پر رکھیں اور بیٹھ جائیں اور دل غیر کی طرف راغب ہو۔ یہ مراقبہ مبتدیوں کا ہے۔ (مجلس 7 ص 41)

57۔ مراقبہ کا معنی۔ با یک دیگر چشم ملانا ہے پس چاہیے ہر وقت و ہر حال خدا کو خود پر حاضر و ناظر جانے اور کسی وقت بھی اس کے دیدار سے غافل نہ ہو۔ (مجلس 7 ص 41)

58۔ عارف توحید میں بعض اوقات ایسا غرق ہوتا ہے کہ اگر اس کے پاس اٹھارہ ہزار عالم آئے تو وہ ان کو آنکھوں سے نہ دیکھے اور نہ اس کو ان کے آنے جانے کی کچھ خبر ہوگی۔ (مجلس 7 ص 42)

59۔ اولیاء اللہ کی کرامات حق ہیں کہ یہ معجزاتِ نبوت سے ہیں۔ مگر اتنا فرق ہے کہ نبی کا معجزہ کہا جاتا ہے اور ولی کی کرامت پس کراماتِ اولیاء کا منکر معجزاتِ نبوت کا منکر ہے۔ (مجلس 8 ص 43)

60۔ پیغمبر کو معجزہ کا اظہار کرنا واجب ہے اور ولی کو کرامت کا چھپانا واجب ہے۔ (مجلس 8 ص 43)

61۔ اولیاء اللہ کو بہت مجاہدہ وریاضت کے بعد اول مکاشفہ اور مشاہدہ زمین کا ہوتا ہے۔ تمام دنیا شرق سے غرب تک دیکھتا ہے بہشت وغیرہ کی سیر کرتا ہے۔ عرش وکرسی دیکھتا ہے، جمادات وحیوانات اُس سے باتیں کرتے ہیں۔ اُس کی دُعا سے بلائل جاتی ہے۔ دل کی صفائی سے لوگوں کی مشکل کشائی کرتا ہے۔ (مجلس 8 ص 43)

62۔ اولیاء اللہ تو دوست کا راز اور کرامت ظاہر کرنا واجب نہیں سمجھتے مگر مستی کی حالت میں یا کسی کو فیض پہنچانے کو۔
(مجلس 8 ص 44)

63۔ بدھ کے دن جھاڑو نہ دیا جائے کیونکہ فقہ میں بدھ کے دن جھاڑو دینا منع ہے اور میرے ہادی وراہنما حضرت سید چراغ علی شاہؒ بدھ کے دن جھاڑو نہ دلواتے اور نہ ہی سفر کو جاتے تھے۔ (مجلس 8 ص 47)

64۔ سورہ فاتحہ کو ام الکتاب اس لیے کہتے ہیں کہ تمام کائنات کا علم سب اس میں داخل ہے اور کُل دعا و عبادت کا مغز ہے۔ (مجلس 9 ص 47)

65۔ اگر سالک کم از کم سو رکعت نمازِ نوافل دن رات میں ادا نہ کرے گا تو وہ سالک نہ ہوگا۔ (مجلس 9 ص 49)

66۔ سالک کا دل باطنی ذکر وعبادت سے جب گھبرانے لگتا ہے تو پھر وہ نوافل میں مشغول ہو جاتا ہے۔ تاکہ اس دستور سے کوئی وقت بھی خدا سے دور نہیں رہتا۔ (مجلس 9 ص 49)

67۔ نمازِ تہجد کے بعد سجدہ میں اکتالیس بار ''یا حی یا قیوم'' یا ''لا الہ الا انت'' پڑھیں۔ (مجلس 9 ص 53)

68۔ جو شخص رات کو عبادت و ذکر نہیں کرتا وہ حلاوتِ ایمان سے خالی ہوتا ہے۔ (مجلس 9 ص 53)

69۔ سالک کو چاہیے کہ ہمیشہ باوضو رہے اور باوضو ہی سوئے۔ جو سالک بے وضو سوئے گا اس کا فتح باب نہ ہوگا اور اس کے لیے سلوک کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ (مجلس 9 ص 54)

70۔ سالک کو چاہیے کہ جو نفل وغیرہ کا وظیفہ مقرر ہو اس کو ہرگز قضا نہ کرے۔ جو رات کو نہ ہو سکے تو وہ دن کو پڑھے اگر دن کا ہو تو رات کو پڑھ لے، ہر حال میں وظیفہ ترک نہ ہو۔ کیونکہ عاشق خدا اپنا وظیفہ قضا نہیں کرتے۔
(مجلس 9 ص 55)

71۔ جہاں تک ہو سکے سالک کو چاہیے کہ کرامات کا اظہار نہ کرے۔ کیونکہ کرامات کا ظاہر کرنا کم حوصلہ لوگوں کا کام ہے عالی ہمت وہ ہیں جو دوست کا راز اور کرامت کو چھپاتے ہیں۔ (مجلس 10 ص 58-57)

72۔جولوگ بزرگی وکرامت کے واسطے عبادت وغیرہ کرتے ہیں تو نہ ان کو کرامت حاصل ہوتی ہے اور نہ مقصود تک پہنچتے ہیں۔ (مجلس 10 ص 58)

73۔سالک جتنا کرامت کو چھپاتے ہیں اتنا ہی زیادہ درجہ پاتے ہیں۔ نفس کرامت چاہتا ہے اور حق تعالیٰ استقامت چاہتا ہے۔ (مجلس 10 ص 58)

74۔بلاوجہ کرامت کا اظہار کرنا اولیاءاللہ واجب کا ترک سمجھتے ہیں۔ (مجلس 10 ص 59)

75۔مرید کو واجب ہے کہ جو حال اُس پر وارد ہوا اپنے پیر سے بیان کرے۔ یہ نہیں کہ اپنی کرامت پیر کو دکھائے۔ ویسے بھی پیر کے سامنے کرامت کا اظہار ایک تو گستاخی ہے اور دوسرا بے فائدہ کرامت کا اظہار واجب کو ترک کرنا ہے۔ (مجلس 10 ص 60)

76۔کسی کی تعظیم میں کھڑا ہونا صرف اس وقت واجب ہے جب وہ پہلی بار مجلس میں آئے۔ ویسے بار بار اُٹھنا مناسب قاعدہ نہیں۔ (مجلس 10 ص 62)

77۔کھڑے ہو کر دستار کا باندھنا طریقہ مسنون ہے لیکن یہ خیال رہے اگر میرے کھڑے ہونے سے تمام آدمی کھڑے ہوتے ہیں تو ان کی تکلیف کے سبب بیٹھ کر باندھے۔ اور بھی جہاں گزوں کا رواج ہو تو وہاں طاق گز کی دستار ہو۔ جہاں ہاتھوں کا دستور ہو وہاں طاق ہاتھوں کی دستار۔ طاق عمل خداوند کریم کو زیادہ پسند ہے۔
(مجلس 10 ص 62-63)

78۔ہر سالک باللہ کا ایک ہی راز ہوتا ہے اور ان کی زبان لوح محفوظ کی قلم ہے۔ چنانچہ حدیث **جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ** "تمام ہونے والی باتیں قلم نے لوح محفوظ میں لکھ ڈالیں۔ (کتاب عین الفقر میں ہے کہ جو کچھ سیاہی جف القلم سے باقی رہ گئی وہ سیاہی فقراء کی زبان پر جاری ہوتی ہے)۔ (مجلس 11 ص 65-66)

79۔جس شخص کو جمائی آئے تو وہ اپنے بائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھے کیونکہ شیطان اس میں گھسنا چاہتا ہے۔
(مجلس 11 ص 69)

80۔کسی کو چھینک آئے تو الحمد للہ کہے۔ مگر دو چھینکوں تک، دو سے زیادہ پر الحمد للہ نہ کہے کہ وہ نزلہ سے آتی ہیں۔
(مجلس 11 ص 69)

81۔طالب حق کے لیے شریعت راستہ اور اس کی منزل ومقصود پر پہنچانے والا عشق ہے۔ اور بغیر عشق طالب پنگلا اور بے پر ہے۔ عشق راہوار (اچھا گھوڑا) اور مرشد راہبر ہے۔ پنگلا بغیر راہوار کے کب چل سکتا ہے۔
(مجلس 12 ص 70)

82۔وصل خدا کی بنا (بنیاد) یہی عشق ہے۔ عشق کے سوا سب عبادت وغیرہ ناروا بلکہ بدعت وریا ہے۔
(مجلس 12 ص 70)

83۔محبت کی وہ لذت ہے کہ اگرچہ عاشق اس عشق کے بحر میں ہزارہا غوطے کھاتے اور مصیبت اُٹھاتے ہیں۔ تب بھی **هَلْ مِنْ مَّزِيْد** کا نعرہ مارتے ہیں۔ (مجلس 12 ص 70)

84۔جس کو خدا تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ اُس شخص سے صحبت رکھے جو خدا کے ساتھ صحبت رکھتا ہو۔ تاکہ اس صحبت کی برکت سے تم کو اللہ تعالیٰ کی صحبت تک پہنچائے۔ (مجلس 12 ص 71)

85۔عاشق کی صفت یہ ہے کہ دونوں جہان سے علیحدہ ہو جائے۔ اپنی جان سے فانی اور مشاہدہ دوست میں باقی ہو۔ ہر وقت خیالِ یار میں ایسا مستغرق ہو کہ خود کو بھول جائے۔ (مجلس 12 ص 71)

86۔فانی کی علامت یہ ہے کہ اس کا حظ بجز اللہ تعالیٰ کے دنیا و آخرت سے جاتا رہے۔ یعنی اس کو کوئی چیز بھی خدا سے عزیز نہ ہو۔ (مجلس 12 ص 71)

87۔بندگی و عبادت کا اصول بھی محبت کا حصول ہے۔ یعنی جتنی زیادہ عبادت ہوگی اتنا ہی زیادہ محبت بڑھے گی۔ پس عبادت شرط اور محبت مشروط ہے۔ (مجلس 12 ص 71)

88۔خاص الخاص عبادت ذکر واحد ہے۔ جس سے دل کی صفائی اور روح کی روشنائی حاصل ہوتی ہے۔
(مجلس 12 ص 72)

89۔ذکر کی کوئی حد اور وقت مقرر نہیں۔ بعض کہتے ہیں ذکر کی حد تین سو ساٹھ تک ہے کیونکہ انسان کی رگیں بھی تین سو ساٹھ ہیں اور کم از کم ستر بار تو نفی اثبات کرے۔ (مجلس 12 ص 73)

90۔سالکین کوئی دم بھی خدا کی یاد سے عدم نہیں ہونے دیتے۔ (مجلس 12 ص 73)

91۔رات کو سوتے وقت داڑھی پر کنگھی کرنے سے ایک تو خداوند کریم قرض سے نجات دیتا ہے دوسرا جس قدر کنگھی سے بال گرتے ہیں اتنے ہی گناہ دور ہوتے ہیں۔ لیکن کنگھی اوّل بھنوؤں پر، پھر مونچھوں پر اور پھر داڑھی پر کرے۔
(مجلس 12 ص 75)

92۔جب بندہ محبت الٰہی میں قدم رکھتا ہے اور عمل پر متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کئی چیزوں سے آزماتا ہے۔ مال میں نقصان ہونا، روزی کا تنگ ہونا، خلق میں بے قدر اور طعنہ زد ہونا، بیماریوں کے سبب حال کا تغیر ہونا۔ پس جب وہ اپنی نیت اور محبت میں سچا ہوتا ہے اور ان باتوں کو اپنے دل میں راہ نہیں دیتا بلکہ اس کی محبت و عبادت میں زیادہ مشغول ہوتا ہے۔ اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ میری آزمائش ہے۔ صبر میں بلا کا نتیجہ آخر عطا ہے۔ پھر اس تکلیف کا اُٹھانا سہل ہو جاتا ہے بلکہ اس کے مقابلہ میں عبادت کا بوجھ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ (مجلس 13 ص 76)

93۔صبر تین قسم کا ہوتا ہے۔ اوّل صبر عام، نفس کو روکنا تمام نفسانی خواہشوں سے۔ دوم صبر خاص، مصیبت میں دل تنگ نہ ہونا۔ سوم صبر خاص الخاص، محبوب کی مصیبت اور بلا سے لذت پانا اور مزا لینا۔ (مجلس 13 ص 76)

94۔وہ شخص محبّ نہیں جس نے اپنے محبوب کی مار سے لذت نہ اُٹھائی۔ (مجلس 13 ص 77)

95۔صابر وہ ہے جو کوئی غرض تو کیا اپنی مصیبت کے لیے بھی دُعا کا طلب گار نہ ہو۔ (مجلس 13 ص 77)

96۔جو بلا دوست کی جانب سے ہے وہ بلا نہیں ایک نعمت ہے۔ کیونکہ امتحان دوست کا بلا میں ہوتا ہے۔
(مجلس 13 ص 80)

97۔دعویٰ محبت اُسے کرنا چاہیے جو بلا دوست پر صبر کر سکے۔ (مجلس 13 ص 81)

98۔صبر کا درجہ شکر سے بھی زیادہ ہے کہ شکر اللہ کی نعمت پر ہے اور صبر اُس کی مصیبت پر لہٰذا مصیبت کا بار اُٹھانا عالی ہمت کا کام ہے۔ (مجلس 13 ص 81)

99۔توبہ کے سوا نفس گمراہ ہے۔ اس لیے سالک پر ہر وقت توبہ کرنی روا ہے۔ توبہ کا معنی غیر کو ترک کرنا ہے اور خدا کی طرف راغب ہونا ہے۔ (مجلس 14 ص 82,83)

100۔سالک کودس کاموں سے توبہ مدام چاہیے۔اول جہل اور نادانی سے نکلنا۔دوم اُن کاموں سے ڈرنا جن سے اللہ ناراض ہو۔سوم دور ہونا ہر صغیرہ وکبیرہ گناہ سے۔چہارم شہوات ولذات کا چھوڑنا۔پنجم نفس امارہ کے مکر سے بچنا اور اس کے برعکس چلنا۔ششم ظلم سے آپ کو بچانا۔ہفتم غفلت کو ترک کرنا یعنی نہ خدا کو خود سے غافل سمجھنا اور نہ اس کے احکام سے غافل ہونا۔ہشتم صحبت بد سے دور ہونا کیونکہ یار بد، بدتر ہے کارِ بد سے۔نہم کم کھانا وہ بھی حلال اور شبہ سے دور ہو۔دہم تمام ماسوا اللہ حرام کر کے وصل الٰہی کا طالب ہونا۔ (مجلس 14 ص 83)

101۔توبہ صحیح تین باتوں سے ہو سکتی ہے۔اوّل خوف سے بندہ ترک گناہ کرتا ہے تا کہ آتش دوزخ سے رہائی ملے۔دوم رجاء سے طاعت کی کوشش کرتا ہے تا کہ بہشت ملے۔سوم محبت سے رضائے حق حاصل کرتا ہے تا کہ وصل خدا ہو۔ (مجلس 14 ص 83)

102۔سالک کی توبہ تین چیزوں سے ہوتی ہے۔اول ترکِ دنیا سے۔دوم ترکِ عقبٰی سے۔سوم ترکِ خود سے۔
(مجلس 14 ص 83)

103۔پاک رہنا توبہ کے بعد پرہیز گاری ہے۔اور ایسا کوئی بشر نہیں ہے جو بغیر توبہ کے پرہیز گار رہا ہو۔
(مجلس 14 ص 84)

104۔جب نفس توبہ نصوح سے پاک ہوا پھر اس کی سب بدخوئی وغیرہ زائل ہو جاتی ہے۔توبہ نصوح نفس کو ملائم کرتی ہے۔غصہ اور غرور کی آتش بھی بجھ جاتی ہے،تب خدا کی محبت غالب آتی ہے۔جس کے ذریعہ اہل حال ہو کر مستحق وصال ہوتا ہے۔ (مجلس 14 ص 84-85)

105۔قبولیت توبہ کی یہ علامت ہے کہ جس بات سے توبہ کرے پھر اس کی طرف دل نہ بھٹکے۔ (مجلس 14 ص 85)

106۔انسان کو واجب ہے کہ محدث چیز میں مشغول نہ ہو۔قدیم کا طالب ہو۔دنیا وآخرت محدث ہیں۔خداوند کریم ان کو وجود میں لایا۔وجود کو فنا ہے اور خدا کی ذات قدیم ہے جو ہمیشہ موجود ہے۔عاقل کو لائق ہے قدیم کو اختیار کرے اور محدث کو چھوڑ دے۔ (مجلس 15 ص 86)

107۔وہ شخص عاقل نہیں جو نعمت میں مشغول ہو اور نعمت دینے والے سے غافل ہو۔ (مجلس 15 ص 86)

108۔اہل دنیا جو کارِ پروردگار میں سست اور دنیا میں چست ہیں۔ان کی صحبت سے دور رہنا ضروری ہے کیونکہ ان کی صحبت دنیا میں شاغل اور خدا سے غافل کرتی ہے۔ (مجلس 15 ص 86)

109۔آدمی کو چاہیے کہ اس دنیا مردار کو ہرگز اختیار نہ کرے ورنہ کل قیامت کو اس کے ساتھ دوزخ میں جانا ہوگا۔
(مجلس 15 ص 86-87)

110۔جو لوگ دنیا کی حرص وہوا اور عیش وعشرت میں غرق ہیں وہ ملعون ہیں۔اور جو دنیا کو ناچیز اور خدا کو عزیز جانتے ہیں وہی مردِ خدا ہیں۔ (مجلس 15 ص 87)

111۔اگرچہ مردِ خدا بھی اس دنیا میں رہتے ہیں مگر وہ اس میں دل نہیں لگاتے۔ (مجلس 15 ص 87)

112۔نفس وشیطان دنیا دار کے دوست ہیں،نفس دنیا میں راغب کرتا ہے جس سے فخر وغرور پیدا ہوتا ہے اور شیطان نیکی سے ہٹاتا اور بدی میں پھنساتا ہے۔ (مجلس 15 ص 88)

113۔جو شخص لذت نفسانی،حرکت شیطانی میں پڑتا ہے اور حیوانوں کی طرح شکم سیری کرتا ہے وہ معصیت وگناہ

میں غرق رہتا ہے۔ (مجلس 15 ص 88)

114۔ بندہ کو چاہیے دنیا کے فخر وغرور سے دور اس کی محبت سے آزاد ہو کر فقیری وغریبی میں شاد رہے۔
(مجلس 15 ص 88)

115۔ اے عزیز! فقیری وغریبی خداوند کریم کو یہاں تک پسند ہے کہ فقراء کو غنا سے پہلے جنت میں داخل کرے گا۔
(مجلس 15 ص 88)

116۔ دنیا کا دوست خدا کا دشمن اور دنیا کا دشمن خدا کا دوست ہے۔ اور خدا کے دوستوں کی دنیا خادمہ ہے۔
(مجلس 15 ص 89)

117۔ طالب دنیا رات، دن اس کی محبت میں غیر کی التجاء میں خوار وخراب پھرتے ہیں اور جو طالب خدا ہیں تو مخلوقِ دنیا ان کی کس طرح خدمت کرتی ہے۔ (مجلس 15 ص 89)

118۔ دنیا سراسر رنج ومصیبت اور غم کی کان ہے۔ کوئی بشر بھی اس کے رنج وغم اور فکر سے خالی نہیں۔ البتہ فقیر لوگ خدایاد اس کے فکر اندیشے سے آزاد ہیں اور ہر وقت خدا کی یاد میں شاد ہیں۔ (مجلس 15 ص 89)

119۔ نہ کچھ مقسوم سے زیادہ آتا ہے اور نہ نصیب قضائی پاتا ہے۔ (مجلس 15 ص 89)

120۔ متوکل درویش وہ ہیں کہ خدا سے بھی کچھ نہیں مانگتے۔ (مجلس 15 ص 89)

121۔ سالک متوکل ہے۔ ذخیرہ کرنا اس کو جائز نہیں مگر واسطے خرچ عیال کے یا ادائے قرض کے۔
(مجلس 15 ص 91)

122۔ شیعہ مذہب بھی عجیب ہے کہ اصحابِ ثلاثہ کی دشمنی کا تعصّب ان کے دلوں میں ایسا جم گیا ہے کہ یہ لوگ قرآن وحدیث اور اقوالِ ائمہ کرام سے بھی روگردان ہونا منظور کرتے ہیں۔ لیکن اصحاب ثلاثہ کی دشمنی چھوڑنے پر تیار نہیں۔ (مجلس 16 ص 94)

123۔ تمام شریعت رسول علیہ السلام کے برعکس اہل تشیع نے مسائل بنائے ہیں۔ جیسا سلام، وضو، اذان، نماز، جنازہ، نکاح وغیرہ۔ (مجلس 16 ص 95)

124۔ اے عزیز! تعصب بری بلا ہے۔ یہ دیدہ دانستہ انسان کو نقصان منظور کراتا ہے لیکن ضد سے ہٹنے نہیں دیتا۔
(مجلس 16 ص 95)

125۔ اقوام سادات نے اس مذہب کو اپنا فخر سمجھ لیا ہے۔ بلکہ اس کو اپنا آبائی مذہب کہتے ہیں، حالانکہ ایک یا دو حد تین پشتوں سے پہلے تو ان کے باپ دادا اس مذہب کا نام بھی نہ جانتے تھے۔ (مجلس 16 ص 97)

126۔ ہمارے آباؤ اجداد میں اکثر کامل اولیاء اللہ اور صاحب تصنیف بزرگ ہوئے ہیں، ہم اپنے خاندان والوں کو حضرت علیؓ سے لے کر اپنے دادا تک سب سادات کا مذہب اہل سنت والجماعت ثابت کر سکتے ہیں اگر ان بزرگوں میں ایک بھی شیعہ ثابت کریں ہم ان کا دعویٰ اور مذہب تسلیم کر لیں گے۔ انصاف کا تو یہی راہ ہے باقی مرضِ تعصب لا دوا ہے۔ (مجلس 16 ص 98-97)

127۔ موت کو زیادہ یاد رکھنے سے خدا تعالیٰ بھی زیادہ یاد رہتا ہے۔ (مجلس 17 ص 99)

128۔ موت کا ایسا مشکل وقت ہے کہ کُل انبیاء واولیاء، غوث وقطب وغیرہ سب اس مصیبت کے وقت سے خوف

کرتے اور ڈرتے ہیں کیونکہ یہ مقامِ آخرت کی پہلی منزل ہے۔ (مجلس 17 ص 100)

129۔سوائے یادِ خدا کے مرضِ موت کا اور کوئی دوا نہیں ہے۔ (مجلس 17 ص 100)

130۔اوّل بندہ موت کے ڈر و قیامت کے خوف سے خدا کو یاد کرتا ہے پھر یادِ حق میں مشغول رہنے سے محبت الٰہی اس پر یہاں تک بڑھتی ہے کہ پھر موت و قیامت کا خوف مغلوب ہو جاتا ہے اور وصالِ خدا کا شوق غالب آ جاتا ہے۔ (مجلس 17 ص 100)

131۔بندہ جب خدا کا ہو جاتا ہے تو پھر دوزخ، بہشت، زمین و آسمان ہر دو جہان سب اس کے زیرِ فرمان ہے پھر اُس کے واسطے نہ موت کا ڈر ہے نہ قیامت کا خوف ہے۔ (مجلس 17 ص 100)

132۔اولیاء اللہ کو جیسے حیاتی میں طاقت ہے بعد وصال اس سے دو چند زیادہ طاقت خداوند ان کو دیتا ہے کیونکہ جو خدا کی محبت میں مرا وہ شہید ہے۔ (مجلس 17 ص 101)

133۔جو لوگ اولیاء اللہ کے محبّ اور ملنے والے ہیں اگرچہ ان کے اعمال میں زوال ہو، تو بھی خداوند کریم اپنے دوستوں کی بدولت ان کا خاتمہ بھی نیک کر دیتا ہے۔ (مجلس 17 ص 103)

134۔مرید کے دو درجے ہیں۔اوّل مرید اہلِ یقین باعمل تو ان کاملوں کی طرح کامل ہو کر خود پیر ہو جاتا ہے۔دوم مرید اہلِ یقین بے عمل کو وہ مراتب و مدارج تو حاصل نہیں ہوتے مگر کاملوں کے ملنے اور ان کی محبت سے خاتمہ بالخیر ہو جاتا ہے اور حشر میں بھی وہ کاملوں کے گروہ میں اُٹھایا جائے گا۔ (مجلس 17 ص 104)

ماخوذ از کتاب ''اسرار المعرفت'' تصنیف حضرت قطب عالمؒ

(اشاعت بشکل نو جولائی 1992ء)

135۔اوّل دل و نیت کو محبت الٰہی میں درست و راست کرو۔تب ظاہر کے بھی کام نیک انجام ہیں۔ (ص 3)

136۔انسان کے چار درجے ہیں۔اول سالک باللہ جو ظاہر و باطن میں یعنی نیت و اعمال میں اسوۂ مصطفیٰؐ پر عامل ہو۔دوم مجذوب سالک جو ظاہر اعمال میں تو ست ہوں لیکن باطنی احوال کے سبب مقبول ہیں۔سوم زاہد خشک جو ظاہری اعمال میں چست مگر دل محبت خدا کے سوا محض دنیاداری میں مبتلا ہو۔چہارم انسان مانند حیوان جو ظاہر و باطن میں نامراد ہے۔ (ص 4-3)

137۔ظاہر کے علم و عمل سے ظاہر درست ہوتا ہے اور باطنی علم سے نیت و دل درست ہوتا ہے۔ (ص 4)

138۔پیر کامل کی خدمت سنت مانند فرض کے ہے کیونکہ بغیر رہنما کے ہرگز باطن صفا نہیں ہوتا۔ (ص 4)

139۔ماں باپ پر اولاد کا حق یہ ہے کہ انہیں علم دین و نیک تلقین سکھائیں اور اولاد پر ماں باپ کا ادب و احترام اور فرماں بردار و خدمت گزار بن کر رہنا فرض ہے۔مگر دین کا مخالف اُمر نہ مانے۔ (فصل 1 ص 6)

140۔تمام اہل اسلام پر واجب ہے کہ حضور علیہ السلام کے تمام فعل و فرمان پر کمال کوشش سے چلے کیونکہ تارک سنت کا بے امت ہے۔ (فصل 1 ص 9)

141۔مولا کی رضا کا اس طرح صبر و شکر ادا کر کہ ہر مصیبت و بلا میں اِنّا للّٰہ ...... پڑھ کر اپنے نفس کا قصور تصور کر۔ (فصل 1 ص 9)

142۔ ہر وارث خانہ، سردار و بادشاہِ زمانہ اور تمام حکام کو چاہیے کہ اپنی مملوک و رعایا میں خلق و سلوک سے ایسا انتظام کرے کہ سب فرمانبردار رہے۔ (فصل 1 ص 10)

143۔ ہر کس کو روا ہے کہ ہمیشہ خوفِ خدا میں مبتلا ہو کر اپنے ہر عمل و کردار میں خوب ہوشیار رہے۔ (فصل 1 ص 11)

144۔ اے عزیز! خدا کا خوف کرو، قیامت کے حساب، دوزخ کے عذاب سے ڈرو، موت کو ہر وقت یاد رکھو، جان کندن کا وقت نہایت سخت ہے کہ جس کے خوف سے تو پیغمبروں کا بھی حال اس طرح ملال ہوا۔ (فصل 1 ص 19-20)

145۔ بندہ ہر دم موت و قیامت کے خوف سے غافل نہ رہے۔ ہر وقت اس سفر سخت میں اپنی پرہیزگاری کی بار برداری و ہر حال نیک اعمال کا توشہ تیار رکھے۔ (فصل 1 ص 20)

146۔ جب تک دل زبان کے متصل نہیں تب تک اہل ایمان نہیں۔ (فصل 1 ص 22)

147۔ جب تک خدا کی محبت غالب نہ ہو حق تعالیٰ کی شناس نہیں ہو سکتی پھر جب تک اس کی پہچان نہ ہو تو سب عبادت ہی رائیگاں ہے۔ (فصل 1 ص 23)

148۔ انسان زبان کے پاس نہیں دل. کے ساتھ ہے جیسا کہ دل کا خیال کسی اور طرف ہو تو مجلس کا کلام تیرے فہم میں نہ آئے گا گو تیرا وجود مجلس میں موجود ہے۔ (فصل 1 ص 24)

149۔ راہنما کے ادب کو نگاہ رکھ، نہ پیر کی طرف پاؤں کرے نہ پشت، ہر جگہ دل میں صورتِ راہنما جلوہ نما ہوتا کہ ذکر الٰہی قضا نہ ہو۔ (فصل 1 ص 25)

150۔ ظاہر علم ہر فقراء کو روا ہے لیکن بغیر عمل کے یہ بھی خطا ہے۔ (فصل 1 ص 27)

151۔ علماء طالب خدا کو چاہیے فخر و غرور کو دور کرے اور پیر کامل سے علم باطن کی تعیم لے کیونکہ اس کے بغیر کوئی منزل مقصود پر نہیں پہنچا۔ (فصل 1 ص 29)

152۔ پیر کامل اپنے پیغمبر ﷺ کا نائب ہے ان کا انکار خود پیغمبر ؐ کا انکار ہے۔ (فصل 1 ص 31)

153۔ ولی اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اپنے پیغمبر ﷺ کے قول، فعل اور حال کا عامل نہ ہو۔ (فصل 1 ص 34)

154۔ عورت کے سبب چار شخص قیامت کے دن پرستش میں گرفتار ہوں گے، اول شوہر، دوم باپ، سوم بیٹا، چہارم بھائی جو اپنے اہل میں مسائلِ دین و نیک تلقین نہیں سکھا ۔۔۔ (فصل 1 ص 38)

155۔ زنا سے غیبت بدتر ہے اور غیبت سے بہتان بڑا گناہ ہے۔ (فصل 1 ص 39)

156۔ جو عورتیں اتباع خدا اور رسول میں کامل ہوں انہیں ولایت کا درجہ عطا ہو جاتا ہے۔ لیکن مجذوب سالک کی طرح اُن سے دوسرے کو ارشاد و نفع نہیں پہنچ سکتا۔ (فصل 1 ص 40)

157۔ خلفائے راشدین میں فقط حضرت علی المرتضیٰؓ کی ثناء کرنا شریعت کے خلاف ہے کیونکہ خلافت میں ہر چہار برابر یار ہیں۔ (فصل 2 ص 41)

158۔ چہار یار خاص دربار نبوی ﷺ کے گلزار ہیں اور ان کے منکر بدکار بطور خار نار کے سزاوار ہیں۔ (فصل 2 ص 42)

159۔اہل بیت کی محبت ہم پرواجب ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے یہ خاندان ہمارا رہنما ہے۔
(فصل 2 ص 45)

160۔انسان کے پانچ درجے ہیں۔اول وہ طبع خام جس میں یہی تین کام ہوں، کھانا سونا جماع کرنا۔وہ مطلق حیوان ہے۔دوم۔اس میں دواور بھی نقص ہوں یعنی فساد کنندہ وآزاردہندہ وہ بےفرمان درندہ حیوان ہے۔سوم جس میں تین اور بھی نقص ہوں۔یعنی مکر وحیلہ، ہر کسی کو نقصان پہنچانا، وہ حیوان سے بڑھ کر درجہ شیطان میں ہے۔چہارم جس میں چھ اوصاف ہوں نرم دل۔بے حسد۔بے کینہ۔صادق زبان۔نیک خو۔راحت رساں۔وہ ملائکہ کے درجے میں ہے۔پنجم ان کے ساتھ اور بھی دو باتیں ہوں یعنی کمال محبت الٰہی وعلم معرفت سے دل کی صفائی۔پس تب وہ جوان کامل انسان ہے۔
(فصل 2 ص 55)

161۔چہارامام فقہ (امام اعظمؒ، امام شافعیؒ، مالکؒ اور احمد حنبلؒ) کا دشمن ہمیشہ خوار ہے کیونکہ یہ لوگ دین کے باغ کے چراغ ہیں۔
(فصل 2 ص 56)

162۔جان لو کہ ظل الٰہی کا ظل نبوت ہے۔نبوت کا ظل امامت ہے اور امامت کا ظل کرامت۔ہے یعنی اولیاء اللہ۔
(فصل 2 ص 59)

163۔سادات کو التماس ہے کہ اپنی ذات کا فخر وغرور دُور کر کے ہمیشہ خدا اور رسولؐ کے احکام میں مشغول رہیں کیونکہ ذات دور اور عمل حضور ہے۔
(فصل 2 ص 59)

164۔خدا کے نزدیک دُنیا کی کچھ قدر نہیں۔اس لیے انبیاء نے اس کو ترک کیا اور طلاق دے دی۔
(فصل 3 ص 61)

165۔چاہیے کہ بندہ اس دنیا میں غریب ومسافر کے طور پر خود ہستی نفسانی کو فانی کر کے ہمیشہ خدا کی یاد میں شاد رہے۔
(فصل 3 ص 62)

166۔سانپ کا خوف محض زہر جان ہے اور محبت دنیا کی زہر جان وایمان دونوں کا نقصان ہے۔
(فصل 3 ص 63)

167۔مجذوب سالک پر تمام ماسوا اللہ اس لیے حرام ہے کہ اگر ذرہ آلودگی وخواہش دنیا واہل دنیا دل میں آئے تو پروردگار کے نزدیک وہ گنہگار ہیں۔
(فصل 3 ص 64)

168۔جب دنیا کی محبت وجود میں آتی ہے موت بھول جاتی ہے اس سبب بندہ راہِ حق سے گمراہ ہو جاتا ہے۔
(فصل 3 ص 65)

169۔جو سالک باللہ دنیا میں مشغول رہ کر بھی مقبول رہے وہ ظاہر دنیا میں ہوشیار اور باطن خدا کی محبت میں سرشار تھے۔اور انہوں نے اپنا دل دنیا سے آلودہ نہیں ہونے دیا۔اس لیے کامیاب ہوئے۔(فصل 3 ص 67-66)

170۔بہشت میں وہی جائے گا جو خدا کو چاہے گا، مسلمان کو چاہیے کسی درجہ یا بہشت کے لیے عبادت نہ کرے۔
(فصل 3 ص 73)

171۔محبت دنیا کی حرص نفسانی ہے، بہشت کی طلب آرام جسمانی ہے۔اگر یہ دونوں نہ ہوں تب محبت حقانی ہے۔
(فصل 3 ص 73)

172۔ خدا کا پانا اور اس کی عبادت کا یہی معنی ہے کہ اپنے نفس کا تزکیہ اور دل کا تصفیہ کرے۔ اس کو ایسا مصفا بنائے کہ دیدار یار کا آئینہ ہو جائے۔ تب وصال میں رتبہ کمال ہے۔ (فصل 3 ص 74)

173۔ جب بندہ ایک مولیٰ کا واصل ہے پھر درجات و کرامات اور بہشت وغیرہ بھی سب کچھ حاصل ہے۔ (فصل 3 ص 74)

174۔ توبہ کی دو اقسام ہیں۔ اول توبہ کاذب یعنی زبان پر توبہ اور دل لذت گناہ میں مبتلا ہو۔ دوم توبہ صادق جو گناہ کے فوراً بعد دل و زبان دونوں سے ادا ہو۔ (فصل 4 ص 76)

175۔ توبہ ہر ایک پر فرض ہے۔ کافر پر کہ کفر سے، فاسق پر کہ خطا سے بچ جائے، مومن پر کہ ابرار ہو جائے۔ ابرار پر کہ مقرب ہو جائے۔ مقرب پر کہ واصل ہو جائے اور واصل بھی دن، رات غفلت کا خوف رکھے۔ (فصل 4 ص 79)

176۔ نیک لوگوں کی نیکیاں، مقرب لوگوں کے گناہ ہیں۔ یعنی نیک لوگ گو خدا کے لیے عمل کرتے ہیں مگر ثواب کا طمع بھی ہوتا ہے اور مقرب صرف اس کی ذات کے لیے عمل کرتے ہیں ثواب پر نظر نہیں رکھتے۔ (فصل 4 ص 79)

177۔ وصالِ خدا کی دو بنیادیں ہیں۔ ایک محبت جسے محبت نہ ہو تو گوشہ نہیں۔ بغیر گوشہ خاموشی نہیں۔ بجز خاموشی ذکر نہیں۔ جب تک ذکر میں کمال نہ ہو۔ حق کا وصال نہیں ہوتا۔ اسی طرح دوم توبہ کے سوا نفس گمراہ ہے نفس کا تزکیہ نہ ہو تو دل کا تصفیہ نہیں ہوتا۔ بغیر صفائی دل کے روح روشن نہیں ہوتا پھر جہاں تک روح کی روشنائی نہ ہو تو وصل الٰہی نہیں ہوتا۔ (فصل 4 ص 80)

178۔ توبہ کے دو اجزاء ہیں۔ اوّل خوفِ خدا، دوم حیا کہ ان کے سوا توبہ ادا نہیں ہوتی۔ (فصل 4 ص 80)

179۔ سالک مجذوب کے سوا جو ظاہر فرض و سنت پر انکار کرے وہ جاہل و گمراہ ہے۔ (فصل 5 ص 88)

180۔ ظاہر روزہ تو نہ کھانے، پینے سے مراد ہے اور باطن میں تمام خواہشوں سے آزاد ہونا ہے۔ (فصل 5 ص 91)

181۔ وضو میں ہاتھ، پاؤں دھونے والے تو گناہوں سے رہائی پاتے ہیں اور دل کو دھونے والے قرب خاص پا کر واصل الٰہی ہوتے ہیں۔ (فصل 5 ص 92)

182۔ جب دل صاف ہے تو سب خطا معاف ہے۔ (فصل 5 ص 92)

183۔ مسجد کا معنی عبادت خانہ ہے اور مومن کا دل حرم گاہِ کبریا ہے۔ (فصل 5 ص 93)

184۔ جیسے اہل شرع مسجد میں دنیاوی گفتگو سے منع کرتے ہیں اسی طرح محقق بھی دل میں تمام غیر خیال خام و حرام فرماتے ہیں۔ (فصل 5 ص 94)

185۔ جیسے نماز میں بدن کو ناجائز حرکت حرام ہے۔ اسی طرح صاحبِ حقیقت کے نزدیک دل میں غیر دلیل آئے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (فصل 5 ص 96)

186۔ اگر سالک کم از کم سو رکعت نوافل دن رات میں سوا فرض و سنت کے ادا نہ کرے تو سالک نہ ہوگا۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے، تو معہ فرض و سنت کے سو رکعت پوری کرے۔ (فصل 5 ص 100)

187۔ سالک باللہ جتنا قریب ہوتے ہیں اتنا ہی زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے ہیں۔ وصال کی خوشی میں ان کو عبادت کا بوجھ معلوم نہیں ہوتا۔ (فصل 5 ص 101)

188۔ سالک باللہ عجب و ریا کو بے خودی کے دریا میں ڈبو دیتے ہیں۔ ان کے دل میں مدح و قدح خلق مساوی ہو جاتی ہے۔ (فصل 5 ص 101)

189۔قبولیت عبادت میں بھی تقویٰ اورادب شرط ہے۔ (فصل 5 ص 102)

190۔سالک کو چاہیے کہ ہمیشہ باوضو رہے اور باوضو ہی سوئے اگر سالک بے وضو سوئے گا تو اس پر سلوک کا دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ (فصل 5 ص 106)

191۔جو نمازیں شام وعشا کے درمیان ہیں یعنی نوافل ان کو احتیاط سے پڑھے تو شب بیداری سے افضل ہیں۔ (فصل 5 ص 107)

192۔دعا ہمیشہ محبت، عاجزی اور خشوع ورجوع سے مانگے اور اس کے قبول ہونے پر یقین کرے۔ (فصل 5 ص 116)

193۔اگر کاتب یا واعظ اس منزل کا بیان کرے جس کو وہ نہیں جانتا یا جس پر عمل نہیں کرتا تو وہ ریا میں داخل ہے۔ (فصل 5 ص 117)

194۔ہر فرض ظاہر کو وقتی کہتے ہیں اور باطنی کو دائمی۔جیسا کہ ظاہر میں باطن پوشیدہ ہے ویسا ہی باطن میں دائم مخفی ہے۔اگر فرض دائم پر قائم نہیں تو ہر باطن کا ثواب خراب ہے۔ (فصل 5 ص 117)

195۔ذکر دونوں جائز ہیں اعلانیہ اور خفیہ۔دونوں کے واسطے احادیث میں ارشاد ہے۔ (فصل 5 ص 118)

196۔ذکر کی چار شرائط ہیں۔اول اس میں تصدیق قلب ہے اور وہ نہیں تو منافق ہے۔دوم ادب ہے اگر وہ نہیں تو بدعتی ہے۔سوم لذت ہے اگر وہ نہ ہو تو ریاکاری ہے۔چہارم حرمت ہے اگر وہ نہ ہو تو فاسق ہوگا۔(فصل 5 ص 119)

197۔علم باطن بغیر تلقین پیر کامل کے ظاہر تحریر وتقریر سے دلپذیر نہیں ہوتا کیونکہ یہ قال نہیں حال ہے۔ (فصل 6 ص 121)

198۔انسان تین چیزوں کا مجموعہ ہے۔ ا۔نفس، دنیا نفس کی جگہ ہے۔ ۲۔دل، عقبیٰ دل کا مکان ہے۔ ۳۔روح، اور روح مقصود مولیٰ ہے۔اب ان تینوں کے واسطے راستے ہیں۔نفس کے واسطے شریعت، دل کے واسطے طریقت اور روح کے واسطے حقیقت۔ (فصل 6 ص 122)

199۔نفس شریعت کے راہ سے عالم ملکوت جاتا ہے اور دل کی صفتیں لیتا ہے۔دل طریقت کے راستے مکان جبروت میں جاتا ہے اور صفت روح کی حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ نفس، دل ہو جاتا ہے اور دل، روح ہو جاتا ہے۔یہ تینوں ایک حکم لیتے ہیں اس معنی کو توحید مطلق کہتے ہیں۔ (فصل 6 ص 122)

200۔شریعت ہے دنیا میں رہنا اور عقبیٰ کو لینا، طریقت ہے عقبیٰ میں رہنا اور مولیٰ کے ساتھ ہونا اور حقیقت ہے دنیا اور عقبیٰ کا ترک کرنا محض مولا کو اختیار کرنا۔ (فصل 6 ص 122)

201۔ان چہار منزل کے چار مقام ہیں۔ ا۔شریعت مقام ناسوت۔ ۲۔طریقت، ملکوت۔ ۳۔حقیقت، جبروت۔ ۴۔معرفت مقام لاہوت ہے۔ (فصل 6 ص 122)

202۔نفس کی چار اقسام ہیں۔اول نفس امارہ یعنی خراب ولائق عذاب۔دوم نفس لوامہ یعنی مومن گاہ خطا وگاہ عطا۔سوم نفس ملہمہ یعنی ریاضت سے پاک جیسے اولیاء اللہ۔چہارم نفس مطمئنہ یعنی مادرزاد مبّرا جیسے انبیاء کرام۔ (فصل 6 ص 122-123)

203۔دل کی دو اقسام ہیں۔ایک مجازی دوسرا حقیقی۔مجازی جنسیت رکھتا ہے جس کا جسم میں بائیں طرف مقام

ہے۔ یہ دل نفس کے متصل ہے اور حقیقی بغیر جنس لامکان ہے اور اس کا خاص روح کی طرف رجوع ہے۔
(فصل 6 ص 123)

204۔احدیت وہ مقام ہے کہ جس میں بجز حیرت کے کہنا غیرت ہے۔ جیسا کہ ہم نہ تم، دفتر گم۔
(فصل 6 ص 125)

205۔وحدت سے کثرت اور کثرت سے وحدت ایک ہے۔ جیسا بیج سے درخت اور درخت سے بیج۔
(فصل 6 ص 129)

206۔رضا منشاء خدا ہے۔ اس میں جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اسی کے ماتحت غم وراحت، شاہی وگدائی، موت وحیات، رنج، بلا وشفا وغیرہ ہیں۔
(فصل 6 ص 131)

207۔آدمی کے وجود میں نیت مقصود ہے۔ اگر خدا کی رضا چاہے تو نیت صفا رکھے۔ (فصل 6 ص 131)

208۔ارواح کے چار گروہ ہیں۔ اول پیغمبر یا مادرزاد ولی۔ دوم دنیا میں اول برے کام کیے لیکن خاتمہ نیک کام پر ہوا۔ سوم جو دنیا میں اول عمر پرہیزگار رہے لیکن خاتمہ خراب ہوا۔ چہارم وہ جو اول وآخر تمام عمر گمراہ رہے۔
(فصل 6 ص 132)

209۔بندہ کی نیت خدا کی بارگاہ میں درست ہو تو پھر راہ صاف، خطا معاف ہے۔ (فصل 6 ص 133)

210۔نیت کا کام بھی وہ انجام پذیر ہے جس میں خدا کی امداد ہو۔ ورنہ تمام خیال خام ہے۔ (فصل 6 ص 134)

211۔جو بھی دعویٰ ہے وہ خطا ہے۔ جس کی ہمیشہ سزا ہے۔ (فصل 6 ص 134)

212۔عشق وہ مقصود ہے جس سے کل ماسوا اللہ نابود ہے۔ عشق کے سوا سب کو زوال ہے، عشق میں خدا کا وصال ہے۔
(فصل 7 ص 136)

213۔محبت کی دو اقسام ہیں۔ ایک نفسی، دوسری قلبی، نفسی محبت جو طمع نفسانی ولذت جسمانی ہے۔ جیسے مال، اولاد، عورت وغیرہ کہ یہی محبت خدا سے جدا کر دیتی ہے۔ دوسری قلبی جس کے سبب تمام ماسوا اللہ حرام ہو جاتا ہے۔ صرف مولیٰ کو چاہتا ہے طالب اس محبت میں یہاں تک **صُمٌ بُکْمٌ عُمْیٌ** ہو رہتے ہیں کہ بجز یار کوئی اذکار نہ رہا۔ اس کو عشق حقیقی کہتے ہیں۔
(فصل 7 ص 38-137)

214۔اجزائے عشق حقیقی دو ہیں۔ اول محبوب کے پیاروں سے پیار کرنا جیسے انبیاء، اولیاء اور علماء وغیرہ یہ دوستی بھی خدا ہی کی دوستی ہے۔ دوم سب مخلوق کو دوست رکھے کیونکہ سب اُسی کے بندے ہیں۔ اور سب موجودات اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔
(فصل 7 ص 39-138)

215۔درویش تمام مخلوق کے ساتھ خُلق وسلوک سے رہے کیونکہ بجز خدا نہ کوئی دوست فقراء ہے نہ سوا نفس کوئی دشمن ہے۔
(فصل 7 ص 139)

216۔درویش ہر کسی کو اپنے سے افضل جانتا ہے۔ کوئی چھوٹا ہے تو یہ خیال کر اس کے گناہ مجھ سے کم ہوں گے۔ اور اگر کوئی بڑا ہے تو یہ سمجھ کہ اُس کی نیکیاں مجھ سے زیادہ ہوں گی۔
(فصل 7 ص 139)

217۔عشق کی تین اقسام ہیں۔ اوّل بر ہوں یعنی گریہ وزاری۔ دوم جنونی یعنی ظاہر بے ہوش زبان خاموش۔ سوم خندہ یعنی زبان کشادہ، ہنسنا زیادہ۔
(فصل 7 ص 140)

218۔ جب عشق کا آفتاب منہ دکھاتا ہے تو کفر کا اندھیرا دور ہو جاتا ہے بلکہ مجازی بھی حقیقی بن جاتا ہے۔
(فصل 7 ص 140)

219۔ عشق وہ چیز ہے کہ مقناطیس کی طرح آہن دل کو بھی کھینچ کر اپنا عزیز بناتا ہے۔ بلکہ اس محبت میں وہ تاثیر ہے کہ لوہے کو بھی پارس اکسیر بناتا ہے۔
(فصل 7 ص 141)

220۔ عاشق کمال تب پاتا ہے جب بجز یار ہر خواہش سے بے زار ہو جائے۔
(فصل 7 ص 141)

221۔ عشق الٰہی اس بے پرواہی کو کہتے ہیں کہ بجز یار کوئی انتظار نہ ہو۔ اگر چہ بہت رنج و بلا ہو تو بھی ذکر قضا نہ ہو۔
(فصل 7 ص 142)

222۔ عاشق باللہ اس کا نام ہے کہ رنج و بلا میں بھی ایک دم اپنے مولیٰ سے جدا نہ ہو اور محبت میں ایسا مبتلا ہو کہ اور خواہش تو کیا اپنی مصیبت کے لیے بھی دعا کا طلب گار نہ ہو۔
(فصل 7 ص 142)

223۔ عشق جہاں تک خوار ہوتا ہے۔ عاشق وہاں تک ہوشیار ہوتا ہے۔ تب طالب، مطلوب کو پاتا ہے اگر اس طرح محبت تمام نہ ہو تو پھر وہ عشق خام بدنام ہے۔
(فصل 7 ص 143)

224۔ بغیر محبت کمال کے تو عبادت کو بھی زوال ہے۔
(فصل 7 ص 143)

225۔ جو عشق الٰہی کا دعویٰ کرتے ہیں، اور ان کے دل محبت خدا کے سوا ہر وقت حرص و ہوا دنیا میں مبتلا ہیں۔ تو وہ کب اس حضور محرم صدور کے منظور ہیں۔
(فصل 7 ص 144)

226۔ جاہلیت کے سبب اکثر ناقص فقیروں میں بدعت کے کام مروّج عام ہیں۔ مگر وہ جاہل ان کے فاعل ہیں۔ جو ہر دو علوم سے محروم ہیں۔
(فصل 8 ص 146)

227۔ بعض گدائی فقیروں کا گروہ کچھ کلام عربی، فارسی اور ہندی میں قافیہ کڑ املا کر آپس میں بوقت بحث یعنی چکری کے پڑھتے ہیں جن واہیات کو کنٹھ، کلابہ ولنگوٹ کی حدیث وآیات کہتے ہیں۔ بعض بدن جلا کر داغ لگاتے ہیں جس کو مہر کہتے ہیں۔ حالانکہ ان باتوں کا شریعت وطریقت میں کوئی ثبوت نہیں ہے یہ کام شرع میں حرام ہیں۔
(فصل 8 ص 146)

228۔ ایک اور گروہ ہے جو رنگین گودڑی شانہ ومسواک اور خوب موٹے دانہ کی تسبیح اور جبہ ودستار مصلّٰی وغیرہ سے مخلوق کو اپنا مطیع بناتا ہے۔ جس میں کچھ محبت خدا تو نہیں ہے صرف ریا اور طمع کی بنا ہے۔ (فصل 8 ص 47-146)

229۔ تین گروہ آدمیوں سے ڈرو اور دور رہو۔ اول جابر جو جبر اور معصیت کرتے ہیں۔ دوم جو عالم ہو کر طالب دنیا ہو۔ سوم کمبل پوش جاہل کہ وہ دین کا چور اور مسلمان کا راہزن ہے۔
(فصل 8 ص 147)

230۔ بعض حال پوش فقیر بھی ایسا لباس پہنتے ہیں مگر اُن پر بھی یہ تب حلال ہے کہ بے غرضی کا تاج ہو۔ قناعت کی گودڑی، شجاعت کا لنگوٹ، عجز کے دھاگے، سجود کی الفی، بیداری کی ٹوپی، ہوشیاری کا کنٹھ، آزادی کا کلابہ، توکل کا کمر، ذکر کا عصا، محبت کے کاسہ میں فنا کی صدا سے بقا کی بھیک مانگے۔
(فصل 8 ص 147)

231۔ اہل خرقہ میں تین صفات موجود ہوں۔ ۱۔ زندہ دل۔ ۲۔ مردہ نفس۔ ۳۔ زبان بستہ از غیر، تب خرقہ مباح ہے ورنہ ریا و خالی گدا ہے۔
(فصل 8 ص 147)

232۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ سب گمراہ غیر قوم کی ہر رسم سے بے زار ہو کر محض فقراء کو دوست رکھو وہ بھی خدا یا د جان کر۔

(فصل 8 ص 148)

233۔ اولیاء اللہ کی محبت ایسا عمدہ وسیلہ ہے کہ حشر میں بھی ان کے سبب نجات مل جائے گی۔ (فصل 8 ص 148)

234۔ اکثر فقیر ناچتے ہیں جس کو وجد یعنی حال ودھمال کہتے ہیں لیکن فقراء میں یہ حرکت ناروا ہے۔ (فصل 8 ص 49-148)

235۔ سماع میں حکم دل سے لینا چاہیے اگر دل میں غیر خواہشیں ہیں جن کی شرع میں مذمت ہے تو اس کے لیے سماع اُلٹا خطا ہے۔ (فصل 8 ص 149)

236۔ سماع اس کے لیے رَوا ہے جس کا دل غیر خواہشوں سے خالی ہو۔ (فصل 8 ص 149)

237۔ آتشِ عشق کا غلبہ جب دل پر آتا ہے تو اس کا دھواں دماغ کو چڑھ جاتا ہے۔ اور حواس مغلوب ہو جاتے ہیں۔ وہ سوئے آدمی کی طرح نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے۔ اگر دیکھتا، سنتا ہے تو بھی اپنے وجود سے نابود ہو کر صرف اپنے محبوب کی محبت میں مست اور نثار ہو جاتا ہے پھر آگ میں بھی کود جائے تو اس کے حال میں زوال نہ آئے گا۔ اس طرح ہو تو بدنی حرکت روا ہے۔ (فصل 8 ص 149)

238۔ سماع اُس شخص کے واسطے مباح ہے جو اس کی اہلیت رکھتا ہو۔ (فصل 8 ص 150)

239۔ سماع میں بیٹھنے کا ادب یہ ہے کہ سب سر جھکا کر تشہد کی حالت میں بیٹھیں، اِدھر، اُدھر نہ دیکھیں اور دل خدا سے لگائیں، خود نہ ہلیں نہ اُٹھیں اگر کوئی جذبہ وجد میں اُٹھے تو اس کی موافقت کریں۔ (فصل 8 ص 150)

240۔ جو لوگ فقراء بن کر مانگتے ہیں۔ یہ اولیاء پر بہتان ہے۔ کیونکہ خاص تو کجا عام بھی تین شخصوں کے علاوہ شرح میں سوال کرنا حرام ہے۔ ۱۔ مقروض، ۲۔ جس کا مال کسی آفت میں برباد ہو گیا، ۳۔ جس کو تین فاقوں تک نوبت پہنچی ہو۔ (فصل 8 ص 151)

241۔ شہر مقسوم کے دو دروازے ہیں ایک نیک دوسرا بد پس بندہ جس دروازے سے رزق چاہتا ہے وہ نصیب اسی سے آتا ہے۔ (فصل 8 ص 151)

242۔ فقیر کو کمال کی حالت میں سوال کرنا مطلق زوال ہے۔ (فصل 8 ص 151)

243۔ جو لوگ سلام کی بجائے، بسم اللہ، آداب تسلیم، یا علی مدد وغیرہ کہتے ہیں یہ سب بدعت ہے۔ سب سے افضل یہی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ہے۔ (فصل 8 ص 53-152)

244۔ آج کل شادی نکاح میں اکثر بے حیائی و بدعت کے کام رَوج عام ہیں۔ (فصل 8 ص 153)

245۔ جو بندہ بحالت تندرستی اپنا مال خود اپنے ہاتھ سے راہِ خدا میں صرف کرے تو ایک کا سات سو سے بھی زیادہ درجہ حاصل کرتا ہے۔ (فصل 8 ص 57؛)

246۔ اہل سخا کھرا ہے کہ سائل کے سوال سے دل میں ملال نہ ہو۔ بلکہ حاضر توفیق میں دیر نہ کرے۔ تا کہ سوالی خالی نہ پھرے۔ (فصل 8 ص 158)

247۔ فقراء وعلماء کے لیے دین کی تلقین وہدایت بھی صدقہ وخیرات کا درجہ رکھتی ہے۔ (فصل 8 ص 158)

248۔ فقراء کی سخاوت بے نظیر ہے انہوں نے اپنا مال واولاد، گھر، بار سب یار پر نثار کیا آخر جان تک قربان کردی۔ (فصل 8 ص 160)

249۔ جب اہل کمال وصال کو پہنچتا ہے تو پھر بھی غرور اور شیطان سے آگاہ رہے کہ یہ قدیمی دشمن ہیں۔

(فصل 9 ص 167)

250۔انسان کو چاہیے ہر خطا پر ابوالبشرؑ کی طرح تائب اور پشیمان ہو۔تب مقصود پائے گا۔ورنہ شیطان کی طرح مردود ہے۔ (فصل 9 ص 170)

251۔درویش کو چار مقام پر شیطان گمراہ کرتا ہے۔اول کسی دنیادار کی صحبت اختیار کرے۔دوم ظاہری عبادت پر اعتراض اٹھاتا ہے۔سوم مردِ حال جب منزلِ کمال کو پہنچتا ہے تو ہمہ اوست کہتا ہے یعنی کوئی غیر نہیں۔حلال وحرام سب ایک ہیں۔چہارم اہل شعور ہر غیر وغرور اور ہستی سے دُور ہو کر لیل ونہار ذکر یار میں ہوشیار رہے تب شیطان دشمن سے امان پاتا ہے۔اگر کوئی لغزش ہو جائے تو جلد توبہ کرے۔اور ہر وقت امدادِ الٰہی چاہیے۔

(فصل 9 ص 71-170)

252۔دُعا وہ منظور ہے جیسا دلِ حضور سے،عبادت کا ثواب ہے،ویسا ہی دردِ دل وعاجزی سے ہو۔تب ہر دُعا مستجاب ہے۔ورنہ خراب ہے۔ (فصل 10 ص 175)

253۔اولیاء اللہ لا یموت ہیں۔شہید اور اولیاء اللہ ہمیشہ زندہ ہیں ماسوا ان کے سب مردہ ہیں۔

(فصل 10 ص 176)

ماخوذ از کتاب ''مناظرہ ہیر وقاضی'' تصنیف حضرت قطب عالمؒ (اشاعت بشکل نومبر 1998ء)

254۔شریعت بھی عشق ہی ہے بغیر عشق تو نہ شریعت کا شان ہے اور نہ دین وایمان ہے۔(ص 6)

255۔شریعت کا کوئی فرض قضا ہو جائے تو قضائی دے سکتے ہیں مگر عشق میں خطا کی اتنی سزا ہے کہ عاشق اپنے یار کے ذکر وفکر سے ایک لحظہ بھی غافل ہو جائے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔(ص 6)

256۔جو نماز محبت کے سوا ہے وہ محض طمع دنیا وریا ہے۔(ص 8)

257۔بندہ کو تین قیدوں نے خدا سے جدا کیا ہوا ہے۔ایک قید دنیا کی ہے جو مال واولاد کی محبت میں آ گیا وہ گمراہ ہو گیا۔دوسری قید مذہب کی ہے جو جھگڑوں (ظاہر بین علماء) میں پھنس گیا وہ بھی خدا سے نہ ملا۔تیسری قید دوزخ و بہشت کی ہے اگر بندہ خدا کی عبادت دوزخ کے ڈر اور بہشت کے طمع میں کرے گا تو بھی نفسی خواہش پائے گا خدا کی محبت نہ رہے گی۔(ص 10)

258۔عاشق تمام ماسوا اللہ چھوڑتے اور دو جہان سے منہ موڑتے ہیں۔تب یار کا قرب پاتے ہیں۔(ص 11)

259۔خدا کے بندے تو دنیا کو ناچیز اور خدا کو عزیز جانتے ہیں۔بلکہ سب عزیز چیزیں راہِ خدا پر فدا کرتے ہیں۔حتیٰ کہ اپنی جان تک اس پر قربان کر کے قربِ الٰہی پاتے ہیں۔(ص 13)

260۔عشق کسی کی ذات صفات نہیں پوچھتا۔جس پر وارد ہوتا ہے اس کو خاک سے افلاک تک پہنچا دیتا ہے۔ (ص 19)

261۔خداوند کریم اپنے سچے عاشقوں کا خود نگہبان ہوتا ہے۔ان پر کسی بدگمان شیطان کا بھی زور نہیں چل سکتا۔اگر وہ کسی حرکت میں ان کو پھنساتا ہے تو بھی پیر کامل کے ذریعے خدا ان کو بچا لیتا ہے۔(ص 19)

262۔عشق وہ آگ ہے جو کسی کے بجھانے سے نہیں بجھتی بلکہ جس قدر لوگ طعنے اور ملامت کرتے ہیں یہ اتنا ہی زیادہ بھڑکتی ہے۔(ص 23)

263۔جولوگ متقی و پرہیزگار شریعت کے پابند خدا کو پسند ہیں۔ان کو خدا دنیا میں بھی بڑے رتبے دیتا ہے اور آخرت کا حساب بھی ان کے لیے بے حساب ہے۔(ص28)
264۔جنہوں نے موت کا شیشہ ہر وقت اپنی آنکھوں پر دَھرا ہے،اُن کو بدکاری وغیرہ تو کیا سوائے جمالِ یار کے اور کوئی خیال ہی نہیں رہتا۔(ص37)
265۔کامل پیر وہ ہے جو راہ عشق کا دکھائے اور اس کی منزلوں کا واقف کرائے۔(ص39)
266۔وارث الانبیاء وہ عالم ہیں جو اپنے علم پر عامل ہیں۔اور جو خاص علم مصطفیٰؐ پاکر باطن صفا ہیں جب کہ عالم بےعمل تو شیطان کی مانند ہیں۔(ص40)
267۔اپنے نفس کو مارنے اور فخر کو دور کرنے سے خدا ملتا ہے۔جس علم یا عبادت سے خودی اور تکبر بڑھے اس کا کوئی فائدہ نہیں۔(ص44)
268۔عاشق نہ کسی تہمت نہ طعنے سے ڈرتے ہیں اور نہ کسی مصیبت سے گھبراتے ہیں بلکہ جتنا ان کو غم و رنج پیش آتا ہے خدا ان کو اتنا ہی زیادہ مرتبہ عطا فرماتا ہے۔(ص47)
269۔عاشق نہ نصیحتوں سے رُکتے ہیں، نہ ظُلم و جبر سے ڈرتے ہیں یہاں تک کہ اپنی جان کا نقصان منظور کرتے ہیں مگر عشق یار کا دامن نہیں چھوڑتے۔(ص58)

ماخوذ از رسالہ ''حیات النبیؐ'' تصنیف حضرت قطب عالم (بارِ چہارم 1976ء)

270۔فرقہ وہابیہ کے عقائد ہر خاص و عام خوب جانتا ہے کہ اِن کو کوئی چیز بھی شرک سے خالی نظر نہیں آتی۔(ص1)
271۔علمائے ظاہر رسول اللہ ﷺ کا شان کیا جان سکتے ہیں۔آپ کے فضائل اور مخفی راز کسی صوفی (ظاہری و باطنی علوم کے عارف) سے پوچھ۔(ص2)
272۔اے بھائیو! خدا سے ڈرو، اپنے ایمان کا پاس کرو، قرآن و حدیث سے منہ نہ موڑو، ابھی توبہ کا وقت ہے کل قیامت کا دن نہایت سخت ہے۔(ص4)
273۔انبیاء کو علم غیب کا ہونا قرآن سے ثابت ہے مطلق نفی نہیں صرف اتنا فرق ہے کہ خدا کا علم غیب ذاتیہ ہے اور انبیاء کو عطیہ ہے۔(ص5)
274۔اگر کسی شخص نے کوئی ایسا کام کیا جسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے پسند کیا اور منع نہ کیا یہ بھی احادیث میں ایک قسم کی صحیح حدیث ہے۔(ص7)
275۔حضور ﷺ علم غیب کے عالم اور علم ماکان و مایکون کے واقف تھے۔(ص9)
276۔اولیاء اللہ کا حیاتیؒ کی نسبت مماتی میں دوچند مرتبہ بلند ہو جاتا ہے۔(ص19)
277۔انبیاء اور اولیاء و شہداء زندہ ہیں اور ان سے امداد لینا اور استغاثہ کرنا جائز ہے۔(ص27)
278۔ہمارے نبی اکرم ﷺ اپنی امت کے ہر ایک آدمی کے افعال و اقوال کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ (ص29)
279۔انبیاء و اولیاء کو مصیبت کے وقت وسیلہ پکڑنا اور ان کو حرف ''یا'' سے پکارنا جائز ہے۔(ص31)
280۔عام تو کجا اکثر اولیاء اللہ بھی ایک دوسرے سے استغاثہ کرتے آئے ہیں۔(ص35)
281۔رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کے لیے سفر کر کے جانا۔اور وہاں آپ سے دعا مانگنا کمال ثواب

دُعا مستجاب ہے۔(ص35)

282۔تمام اولیائے کرام کی قبروں پر جا کر زیارت کرنا۔اوراُن سے دُعا طلب کرنا بھی جائز ہے۔(ص38)

283۔اولیاء اللہ کا معنی دوست خدا ہے۔ پھر اللہ کے دوستوں کی زیارت کو جانا اور ایسے زندہ لوگوں سے مدد مانگنا کونسا شرک وکفر ہے؟(ص41)

284۔بزرگانِ خدا کو نذر و نیاز دینا اوران کی منّت وغیرہ ادا کرنا جائز ہے۔(ص41)

285۔رسول اللہ ﷺ کا نُور، خدا کے نُور سے ہے۔(ص45)

286۔افسوس! اس امت کے جاہل لوگوں پر جو اس نور کو بجھانا اور مٹانا چاہتے ہیں یعنی اپنے پیغمبر ﷺ کے فضائل کو زائل کر کے ان کی ہتک وتوہین لوگوں کو سناتے ہیں۔(العیاذ باللہ) (ص49)

287۔ہم کہتے ہیں اگر حضور علیہ السلام کا نُور، اللہ کا نُور نہ ہوتا تو آپ کا سایہ کیوں نہ تھا۔اور آپ آگے، پیچھے یکساں دیکھتے تھے،اور نہ صرف روشنی میں بلکہ اندھیرے میں بھی دن کی طرح دیکھتے تھے۔پس جو اس کا منکر ہے وہ مومن نہیں کہلاسکتا۔ (ص50)

حسن یوسفؑ سے فزوں تر ہے رسول اللہ کا وہ ہے نورِ چشم یعقوبؑ اور یہ نور اللہ کا

(حضرت قطبِ عالمؒ کے وہ فرمودات جو"اسرار التوحید" (جلداوّل، دوم، سوم)
ملفوظاتِ عالیہ پیر غلام محمد جلوآنویؒ سے اخذ کیے گئے

288۔فرمایا"چار چیزیں انسان کو خداوند کریم کے رستہ سے روکتی ہیں۔اوّل: علم کہ العلم حجاب الاکبر۔دوم: زیادہ عبادت سوم: دولت اور چہارم: فخرِ قومیت کہ میں سید ہوں، مُغل ہوں یا پٹھان ہوں"

(جلداوّل، مجلس نمبر9، صفحہ 47)

289۔فرمایا"نسخہ (تعویذ) عام نہ بتانا چاہیے کیونکہ اس طرح قدر نہیں رہتا۔اور جس چیز کا قدر نہ رہے اُس کا فائدہ نہیں ہوتا۔" (جلداوّل، مجلس نمبر31، صفحہ 181)

290۔فرمایا" یہ چیز بالکل ہی طریقت کے برخلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا طالب، اللہ تعالیٰ کے سِوا کسی اور چیز کو چاہے۔اللہ کا دوست، اللہ کے سوا کسی اور چیز کو نہیں چاہتا۔" (جلداوّل، مجلس نمبر49، صفحہ 269)

291۔فرمایا"اگر کوئی شخص کہے کہ پہاڑ ایک جگہ سے اُٹھ کر دوسری جگہ چلا گیا ہے۔تو بات مانی جا سکتی ہے۔لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ فُلاں شخص کی خِلقت اور فطرت بدل گئی ہے۔یہ نہ مانو کیونکہ **اَلعَادَتُ لاَ یُرَدُّ اِلاَّ بِالْمَوْت**۔"

(جلداوّل، مجلس نمبر55، صفحہ 291)

292۔فرمایا"ہم خود دریا ہیں اور پانی کو ڈھونڈتے ہیں۔" (جلداوّل، مجلس نمبر63، صفحہ 330)

عین دریائیم و ہم جوئیم آب غرق در بحریم ہم تشنہ عجب

یعنی صرف ایک وہم کی بیماری ہے۔جیسے اقبال نے بھی فرمایا ہے۔

خضر کیونکر بتائے کیا بتائے اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے

293۔ایک مرتبہ خلیفہ میاں اللہ یار کملانہ نے حضرت قطبِ عالم کی بارگاہ میں عرض کیا۔حضور! میرا حال گم ہو گیا ہے۔فرمایا آخر اس کی کوئی وجہ؟ میاں صاحب نے عرض کی۔میرے حضور اور تو کوئی وجہ معلوم نہیں۔میں نے نوافل زیادہ

پڑھنے شروع کر دیئے ہیں۔ یہ سن کر حضور نے فرمایا کہ نوافل چھوڑ دو۔ جب میاں صاحب نے چھوڑ دیئے۔ تو خود بخود حال درست ہو گیا۔

(حاشیہ) معلوم ہوا۔ پیر سے اجازت کے بغیر نیکی بھی نا مقبول ہے۔ یعنی پیر کی اجازت کے بغیر کوئی وظیفہ اختیار کرنا بجائے فائدہ کے اُلٹا خسارہ ہے۔ (جلد اوّل، مجلس نمبر 72، صفحہ 374)

294۔ حضرت قطبِ عالمؒ نے ایک مرتبہ دُرویشوں سے پوچھا ''ہُو'' کا معنی کیا ہے؟ جب سب خاموش رہے تو فرمایا ''ہُو'' کا معنی پیر ہے۔ (جلد دوم، مجلس نمبر 131، صفحہ 134)

پیر بود مخزنِ اسرارِ ہُو　　پیر بود مطلعِ انوارِ ہُو

عارفِ رومؒ بھی فرماتے ہیں

چوں تُو ذاتِ پیر را کردی قبول　　ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

(اور جب تم نے پیر کو مان لیا۔ تو گویا خدا اور رسول کو مان لیا اور قبول کیا)

دو مبین و دو مدان و دو مخواں　　خواجہ را در خواجۂ خود محوداں

(نہ دو دیکھ، نہ دو کہہ اور نہ دو کی طلب کر، بلکہ اپنے پیر کامل کو رسول اللہ ﷺ میں محو جان)

295۔ فرمایا ''چار شخص فقیر سے محروم رہتے ہیں۔ اوّل بھائی کہ وہ شریک سمجھتے ہیں۔ دوم اولاد۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا باپ ہے۔ سوم عورت۔ وہ بھی اکثر محروم رہتی ہے۔ اور چہارم، اس شہر کے رہنے والے۔''
(جلد دوم، مجلس نمبر 137، صفحہ 162)

296۔ حضرت قطبِ عالم وحدۃ الوجود کے مسئلے کو زیادہ بیان نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ منع فرماتے کہ ''اس مسئلہ کو عوام الناس کے سامنے بیان نہ کرنا چاہیے''۔ (جلد دوم، مجلس نمبر 137، صفحہ 163)

297۔ حضرت قطبِ عالمؒ ''وجد'' کے سخت بر خلاف تھے۔ اور فرمایا کرتے ''یہ اثر دل پر ڈالا کرو۔ جسم پر اثر ہونے سے دکھلاوا اور ریاکاری بن جاتی ہے''۔ (جلد دوم، مجلس نمبر 137، صفحہ 163)

298۔ حضرت قطبِ عالم فرماتے ''دستار ویسے کھڑے ہو کر باندھو لیکن مسجد میں بیٹھ کر باندھو''
(جلد سوم، حصہ اوّل، صفحہ 69)

299۔ فرمایا ''فقیر کو چاہیے اپنا حال چھپا کر رکھے تا کہ کسی کو پتہ نہ چلے پھر اگر خداوندِ کریم خود ہی اس کا حال ظاہر کرے تو ٹھیک ہے'' (جلد سوم، حصہ دوم)

(حضرت قطبِ عالمؒ کے وہ فرمودات جو آپ کے فیض یافتہ درویش پیر سید محمد شاہ گیلانی (کماپورنز دموٹروے انٹر چینج، فیصل آباد) نے اپنی کتاب ''اسرار التوحید'' میں نقل کیے)

300۔ فرمایا ''توکل یہ ہے کہ اپنے آپ کو دریائے عبودیت میں گرا دے۔ اور دل کو حق تعالیٰ سے بندھا رکھے۔ اور جو کچھ وہ عطا کرے اس پر شکر ادا کرے۔ کوئی شے عارف کو گمراہ نہیں کرتی۔ بلکہ ہر شے اُس سے روشن ہو جاتی ہے''۔

301۔ فرمایا ''غنا کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے ہم جنسوں سے مستغنی ہو جائے۔''

302۔ فرمایا ''دلوں میں ایک دل ایسا بھی ہے جو حق تعالیٰ کے فہم کے نُور سے زندہ ہے۔''

303۔فرمایا''کوئی شے دل کی اصلاح کے لیے عبادت سے زیادہ نافع نہیں ہے۔''

304۔فرمایا''جب بندہ صادق ہو جاتا ہے تو عمل میں حلاوت پاتا ہے۔''

305۔فرمایا''تم تین چیزوں کو دوست رکھتے ہو۔حالانکہ وہ تمہاری نہیں ہیں۔نفس کو دوست رکھتے ہو حالانکہ فنا ہونے والی شے ہے۔روح کو دوست رکھتے ہو۔وہ خدا کا امر ہے۔اور دنیا کو دوست رکھتے ہو وہ خدا کی ملکیت ہے۔''

306۔فرمایا''دو چیزیں چاہتے ہو۔وہ ملتی نہیں۔شادی اور ابدی راحت۔وہ جنت میں مل سکتی ہے۔''

307۔فرمایا''جو رضا میں ہوا سے کوئی کسی سے حاجت نہیں ہے۔''

308۔فرمایا''تین صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں۔تمام چیزوں میں حق تعالیٰ پر اعتماد رکھنا۔تمام شے سے بے نیاز ہو جانا۔اور ہر حال میں اس کی طرف رجوع کرنا۔''

309۔فرمایا''دین اور دنیا دونوں سوکنیں(سوتنیں) ہیں۔مَرد(بہادر) وہ ہے جو دونوں کے حق پورے کرے۔''

310۔فرمایا''جس کی نظر حق تعالیٰ پر ہے وہ تونگر ہے اور جو کسب پر بھروسہ رکھتا ہے۔وہ ہمیشہ فقیر ہے۔''

311۔فرمایا''جو خدا کو دوست رکھتا ہے وہ نفس کو دشمن جانتا ہے۔''(اسرار التوحید۔صفحہ 163-64)

(حضرت قطبِ عالمؒ کے وہ ارشادات جو آپ کے دستِ بیعت اشخاص کی زبانی سُنے گئے۔
حضور کے ایک سو پانچ مریدین کے انٹرویو راقم الحروف (محمد طاہر حسین غفرلہٗ) کی مرتب کردہ کتاب
''جہانِ قطب''میں دیکھے جاسکتے ہیں۔)

312۔فرمایا''پہلے اپنے دل کا برتن سیدھا کرو۔پھر میری نصیحت اثر کرے گی۔مثلاً گھڑا،اُلٹا کر کے رکھ دو اوپر سے جتنا مرضی پانی ڈالو،اُس میں کچھ داخل نہ ہوگا۔(انٹرویو مولوی انور علی)

313۔فرمایا''میری پہچان رکھو،کوئی وقت آئے گا،اُس وقت مجھے دیکھنا پڑے گا''(انٹرویو میاں محمد چراغ)

314۔فرمایا''آج وقت ہے لُوٹ لو(کچھ حاصل کرلو) مگر لوٹنا کیسے ہے؟یاد رکھو اپنے صدق ویقین سے کچھ حاصل ہونا ہے۔''(ایضاً)

315۔فرمایا''ہمیں اپنے ہادی رہنما کا ارشاد ہے،جس وقت آدمی مرید ہو۔اُسے فوراً باطنی ارشاد سمجھا دیا جائے۔تاکہ حشر کے روز وہ اپنے پیر کا دامن پکڑ کر یہ نہ کہہ سکے کہ آپ نے مجھے بتایا کچھ نہیں،اس لیے ہم اپنا فرض ادا کردیتے ہیں۔اگر اس پر عمل کرے گا تو انسان کامل بن جائے گا۔ورنہ ہمارا فرض ادا ہوگیا۔''(انٹرویو پیر فلک شیر چشتی)

316۔فرمایا''جب کوئی درویش گھر جانے کے لیے ہم سے اجازت مانگتا ہے۔تو ایسے لگتا ہے جیسے اپنے کلیجے کا ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔''(ایضاً)

317۔ایک درویش نے سوال کیا''بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے نفس کشی کے لیے چھتیس(36) سال مجاہدہ کیا۔مگر ہم تو سیر ہوکر کھاتے ہیں؟''حضور نے فرمایا''بابا صاحبؒ نے اسے بھوک سے مارا۔اور ہم اسے سیر کر کے مارتے ہیں،مقصد ایک ہی ہے۔''(انٹرویو مولوی محمد رمضان)

318۔حضور گھوڑے کی سواری سے متعلق فرماتے''سوار قابض ہو اور سواری کمزور ہو''(انٹرویو میاں موکھا)

319۔فرمایا''فقیر اگر پسند کرے تو خدا تعالیٰ اسے دو جہان کی بادشاہی عطا فرماتا ہے۔مگر فقیر کچھ نہیں لیتا۔یعنی فقط خُدا کو ہی چاہتا ہے (انٹرویو پیر رمضان قریشی)

320۔فرمایا''پیرِ کامل دونوں جہانوں میں اپنے مریدوں کی حفاظت کرتا ہے۔اور انہیں اپنے سائے میں جگہ دیتا ہے۔''(انٹرویو میاں امیر)

321۔فرمایا''ہمیشہ صبر کا اجر ملتا ہے''۔(انٹرویو میاں غلام محمد)

322۔فرمایا''مرید جہاں بھی جائے پیرِ کامل کی نظر ہر جگہ موجود ہوتی ہے۔مثلاً تم جس ملک میں بھی جاؤ سورج اسی طرح سر پر چمکے گا۔پیرِ کامل کی یہی مثال ہے۔''(ایضاً)

323۔فرمایا''مرید کا حق یہ ہے کہ اپنے پیر کے فرمان پر عمل کرے۔اور پیر کا حق یہ ہے کہ مرید کو ہر گناہ سے بچائے۔''(انٹرویو میاں احمد دین نومسلم)

324۔فرمایا''پرائی آگ سے بچنا چاہیئے۔اپنے وجود کے بغیر سب پرائی آگ ہے۔''(ایضاً)

325۔حضور اہلِ تشیع کو فرماتے''تم حضرت علی مرتضیٰؓ سے لے کر تمام ائمہ اہلبیت کو شیعہ ثابت کرو ہم شیعہ ہو جائیں گے۔''اور وہابیوں کو فرماتے''تم آغازِ اسلام سے اب تک اپنا مذہب ثابت کرو (یعنی تسلسل) ہم وہابی ہو جائیں گے''۔آپ مکمل ثبوت طلب فرماتے۔مگر وہ ہمیشہ لاجواب ہو جاتے۔(ایضاً)

326۔حضور فرماتے''آج کل دکانداریاں بہت ہیں۔فیض کرنے والے بہت کم ہیں۔''(ایضاً)

327۔فرماتے''قلندر'' کا معنی ہے''قل اندر'' وہ جذباتِ عشق میں اپنے آپ سے بھی گزر جاتا ہے۔البتہ سالک شریعت اور طریقت دونوں پر حاوی ہوتا ہے۔قلندر سالک پر قادر نہیں ہوتا۔جب کہ سالک قلندر پر قادر ہوتا ہے۔'' (ایضاً)

328۔فرمایا''ہر کسی کو اپنے آپ سے افضل سمجھو،اگر کوئی اپنے سے بڑا دیکھو تو یقین رکھو جس طرح یہ عمر میں مجھ سے بڑا ہے،اس کی نیکیاں بھی زیادہ ہونگی۔اور کوئی اپنے سے چھوٹا دیکھو تو سمجھنا چاہئے۔کہ جیسے یہ عمر میں مجھ سے چھوٹا ہے۔اس کے گناہ بھی تھوڑے ہونگے۔کافر کو بھی کافر نہ کہو کہ وہ مرنے سے قبل مسلمان ہو جائے۔اور کہنے والے کو گناہ ملے۔''(ایضاً)

329۔فرماتے''وقت صرف تین ہیں۔اوّل،درمیانہ،آخری،اوّل مولویوں نے لے لیا۔اور آخر عارفوں نے،اوّل وقت میں بعد کا شامل نہیں۔جب کہ آخری میں دونوں شامل ہیں''۔پھر بطورِ مثال فرماتے''آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں۔قرآنِ پاک آخری کتاب ہے۔امت بھی آخری اور وقت بھی آخری منظور ہے''۔اکثر فرماتے''آخری وقت میں رحمتِ الٰہی سب اللہ والوں پر تقسیم ہوتی ہے۔''(ایضاً)

330۔فرمایا''نوکری کرنا گناہ نہیں۔لیکن سو سے تیس فیصد یا چالیس فیصد تنخواہ پر گزارہ کرتے ہیں،باقی سب رشوت لیتے ہیں،جو بڑا گناہ ہے۔انسان چھوٹی روٹی یعنی تھوڑا کھائے وہ بہتر ہے بڑی روٹی سے یعنی حلال کی روزی کھائے۔''(انٹرویو میاں کریم بخش ہراج)

331۔فرمایا''ایک کوتو ہر کوئی رکھ سکتا ہے،مرد (صاحب ہمت) وہ ہے جو دونوں رکھے یعنی شریعت بھی اور طریقت بھی'' (ایضاً)

332۔جو مرید اپنے پیر کو خدا کا غیر سمجھے وہ کیا فیض حاصل کر سکتا ہے؟ اگر پیری ہی خدا سے جدا ہے تو تجھے واصل کیسے کرے گا'' (انٹرویو، پیر کرم حسین شاہ)

333۔ایک شخص نے سوال کیا، جو آدمی اپنے پیر سے منحرف ہو جائے اس کا حال کیا ہو گا؟ حضور نے فرمایا''مٹی کے نئے برتن میں گھی ڈال کر بے شک فوراً نکال لیا جائے۔ پھر بھی اثر رہتا ہے، پیرِ کامل کو ہاتھ پکڑنے کی لاج ہوتی ہے۔قیامت کے روز وہ اپنے مرید کو ہر گز نہیں چھوڑے گا''۔(انٹرویو میاں غلام رسول)

334۔اپنے درویشوں کو فرماتے''فکر نہ کرو، میں اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی تمہارا ضامن ہوں۔''

(انٹرویو میاں سلطان)

335۔حضور اکثر فرماتے''شریعت کے بغیر طریقت ادھوری (نامکمل) ہے۔'' (انٹرویو میاں احمد بخش)

336۔فرماتے''جو اللہ کا ہو جائے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔جو اللہ کو یاد کرتا ہے اُسے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔''

(انٹرویو میاں بہاب)

337۔فرماتے'' یہ فانی دنیا ڈھلتا پچھانواں ہے'' پھر وضاحت فرمائی'' یہ دنیا سائے کی مانند ہے جس کو اگر پکڑنا چاہو تو کبھی نہیں پکڑ سکتے اور اگر پشت کر کے چلو تو یہ پیچھے دوڑتی ہے، لہٰذا دنیا سے دل مت لگاؤ۔اور اس پر اعتماد نہ کرو۔'' (انٹرویو میاں امیر بخش)

338۔ذکر نفی اثبات کے بارے فرماتے''جو شخص کلمہ شریف کی ضرب لگاتا ہے اُس پر جہنم کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی۔'' (ایضاً)

339۔فرمایا''میدانِ حشر میں مریدین اپنے پیشوا کی مدد سے جہنم سے نجات پائیں گے،اور جن کا رہبر و پیشوا نہ ہو گا۔وہ اس دن مایوس ہونگے۔'' (ایضاً)

تمت بالخیر

باب یازدہم

ازواج اور اولادِ امجاد

ازواج واولاد

حضرت قطب عالمؒ نے اپنی اَٹھتّر (78) سالہ حیات مبارکہ میں تین شادیاں فرمائیں۔ پہلی شادی اس وقت ہوئی جب آپ نے ابھی نوجوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تھا کہ ''چاہ پیپل والہ'' میں سید سردار شاہ صاحب کی ہمشیرہ محترمہ سیدہ ناظم خاتونؒ عرف اداموں مائی سے آپ کی شادی ہوئی جو نہایت پارسا خاتون تھیں۔ ان کے بطن مبارک سے حضور کی تین اولادیں ہوئیں۔ اول: سیدہ جندوڈی صاحبہؒ دوم: پیر سید فضل حسین شاہؒ (جن کے متعلق مشہور ہے حضرت قطب عالم کو خرقۂ خلافت حاصل ہونے کے ایک سال بعد ۱۲۹۲ھ بمطابق 1875ء کو پیدا ہوئے) اور سوم: سیدہ دولت خاتونؒ جو ابھی صرف سات (7) ماہ کی تھیں کہ ان کی والدہ ماجدہ رحلت فرما گئیں۔

حضور نے اپنی پہلی زوجہ محترمہ کے وصال سے کچھ عرصہ بعد دوسری شادی سید فتح شاہ صاحب سکنہ روڈہ کی دختر سیدہ سردار بی بیؒ سے فرمائی جن کے بطن مبارک سے فقط تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ اول: سیدہ فتح بیگمؒ عرف فتو لال دوم: سیدہ جنت بیگمؒ اور سوم: سیدہ امیر بیگمؒ

حضور نے تیسری شادی اپنے مرید صادق الیقین میاں کرم سکنہ موضع نقریری کی درخواست پر ان کی بیٹی محترمہ بخت بھری عرف مائی بکھاں سے فرمائی جن کے بطن مبارک سے ایک صاحبزادی سیدہ زہرہ بیگم عرف زہرو پیر اور ایک صاحبزادے پیر سید محمد غوث متولد ہوئے جو بچپن میں ہی وصال فرما گئے۔

حضرت پیر سید محمد غوث شاہؒ:۔

آپ حضور قطب عالمؒ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ چونکہ بڑھاپے کی اولاد تھے۔ حضور ان سے بڑی شفقت فرمایا کرتے۔ میاں اللہ یار چدھڑ سے روایت ہے۔ ''میں مرید ہونے کے تقریباً چھ ماہ بعد دوبارہ حاضرِ خدمت ہوا تو حضور کچہری لگا کر بیٹھے تھے۔ اچانک گھر سے آپ کے چھوٹے فرزند پیر سید محمد غوث آ گئے انہوں نے ململ کا جوگی رنگ والا قمیض پہنا ہوا تھا اور عمر تقریباً چار سال ہوگی۔ حضور نے انہیں اُٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیا اور پیار فرماتے رہے کوئی 45 منٹ تک حضور انہیں اپنی گود میں بٹھائے پیار فرماتے رہے پھر ایک درویش کو فرمایا اسے اٹھا لو اور گھر چھوڑ آؤ تا کہ وہاں کھیلے۔ پیر سید محمد غوث بچپن سے ہی نہایت ہونہار، خوبصورت اور مادرزاد ولی تھے۔ منہ سے جو بات نکلتی وہ فوراً پوری ہوتی۔ اس لیے ایک خادمہ ''بخت وڈی'' صرف ان کا دل بہلانے اور نگرانی کے لیے متعین کر رکھی تھی۔ راقم الحروف کی والدہ ماجدہ فرمایا کرتیں میں نے حضرت قطب عالمؒ کی زوجہ محترمہ کی زبانی یہ واقعہ سنا کہ ''میرا بیٹا محمد غوث ابھی معصوم تھا اور ایک ملازمہ ''بخت وڈی'' اسے اٹھائے ہوئے تھی وہ باہر وَن کے پاس آئے تو محمد غوث نے کہا مجھے اس کی شاخ سے بیر اُتار کر دو۔ اس نے بہت سمجھایا کہ وَن سے پیلو کا میوہ حاصل ہوتا ہے۔ بیر تو خاردار بیری کے درخت کا پھل ہے۔ مگر وہ اصرار کرتا مجھے اسی درخت سے بیر اُتار کر دو۔ آخر اُس نے محمد غوث کا دل بہلانے کے لیے وَن کی شاخ کو پکڑ کر ہلایا تو اُس سے بیر گرے۔ ملازمہ حیران رہ گئی اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا کہ وَن سے بیر کیسے اُتر سکتے ہیں۔ اور فوراً حضور قطب عالمؒ کی کچہری میں حاضر ہو کر تمام واقعہ سُنایا آپ افسردہ ہوئے

اور اُس ملازمہ سے قدرے ناراضگی میں فرمایا تمہیں یہ واقعہ بتانے کے لیے کچہری میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔اسے اٹھا کر گھر لے جاتی اور وہیں بتا دیتی۔مگر اب تو سب کو معلوم ہو گیا تھا۔چند دنوں کے بعد صاحبزادہ صاحب کی طبیعت ناساز ہوگئی بہت علاج معالجہ کروایا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔

پیر غلام مصطفیٰ شاہ (برادر پیر عبداللہ شاہ صاحب قادر بخش شریف) کی روایت میں ہے کہ میں بچپن میں اپنے بھائی پیر عبداللہ شاہ کے ہمراہ مرید ہونے کے لیے حاضر ہوا تو دربار شریف پر حضرت شیر یزدانی فتحپوری تشریف فرما تھے۔آپ نے فرمایا ''حضور تو شورکوٹ صاحبزادہ محمد غوث کے علاج کے لیے تشریف لے گئے ہیں'' ہم سب وہاں سے شورکوٹ آئے حضور نے سائبان لگوایا ہوا تھا۔وہاں میں دستِ بیعت سے مشرف ہوا۔

پیر محمد غوث کی طبیعت دن بدن کمزور ہوتی گئی۔دربار شریف پر میٹھے چاولوں کی دیگیں خیرات کے لیے تیار کی گئیں مگر ابھی تقسیم نہ ہوئی تھیں کہ صاحبزادہ صاحب وصال فرما گئے۔ان کی تدفین کے بعد جب تمام زردہ کی دیگیں تقسیم کرنے کا آغاز ہوا تو کوئی بھی وفورِ غم سے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتا۔آخر حضور نے خود چند لقمے تناول فرمائے اور لوگوں کو بھی کھانے کا حکم دیا۔

میری والدہ مرحومہ فرمایا کرتیں ''جب سین بکھاںؒ نے مجھے پیر محمد غوث کی کرامت کا واقعہ سنایا تو دَرد سے رونے لگیں اور فرمایا ''وہ میرا ہی بیٹا تھا جس کے لیے وَن کے درخت سے خداوند کریم نے بیر اُتارے''

اس واقعہ سے متعلق دوسری روایت پیر انوار حسین جلوآنویؒ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے چچا میاں احمد یار سے خود سُنا۔اُس وَن کی شاخ سے گرے ہوئے دو بیر میں نے بھی اُٹھا کر کھائے۔طرفہ تماشا یہ کہ پہلے میری اولاد نہ تھی۔اُن دو بیروں کے کھانے سے یکے بعد دیگرے میرے دو بیٹے عطا اور فیض پیدا ہوئے۔

پیر سید محمد غوث کی تاریخ ولادت میاں عنایت علی نے اپنی منظوم مبارکباد میں جو ''مناظرہ ہیر وقاضی'' کے صفحہ نمبر 116 پر درج ہے ''یکم ربیع الاول ۱۳۴۱ھ بروز پیر'' (بمطابق 23 اکتوبر 1922ء) بیان کی ہے۔آپ کے سنِ وصال سے متعلق مولوی احمد الدین سکنہ کمالیہ کے چند اشعار حضرت پیر جلوآنویؒ نے رسالہ وصال نامہ کے صفحہ نمبر 38 پر نقل کیے ہیں۔جن سے 1926ء برآمد ہوتا ہے گویا آپ نے حضرت قطب عالمؒ سے فقط ایک سال قبل رحلت فرمائی۔اور حضور کو بڑھاپے میں آپ کا گہرا صدمہ پہنچا۔بطور یادگار یہاں پر اب وہ اشعار نقل کرتا ہوں۔

وفات حسرت آیات سید محمد غوث فرزند حضرت قطب الاقطابؒ

ہوا تھا قطب سے یہ غوث پیدا — سبھی عالم میں تھی جس کی مچی دھوم
خُدا طفلی میں تھی بخشی کرامت — کرشمے آپ کے سب کو ہیں معلوم
ہے صد افسوس وہ یوسف سی صورت — ہوئی فانی جہاں سے آج معدوم
محمد غوث شاہ مرحوم کی آج — تو احمد الدین کر تاریخ مرقوم

جناب قطب عالم سے ہوا ہے
جُدا سید محمد غوث معصوم

1926ء

تعمیر محل مبارک اور کرامتِ قطب عالمؒ :۔

پیر سید محمد غوث کے مزارِ انور پر حضرت قطب عالمؒ نے ایک محل (مکان) تعمیر کرنے کا حکم فرمایا۔ مولانا نور محمد صاحب سے منقول ہے "حافظ محمد بخش مستری سکنہ کمالیہ جو حضور کے وقت کا خدمت گذار ہے اُس نے مجھے یہ چشم دید واقعہ بیان کیا کہ حضور کے فرزند پیر سید محمد غوث کی مرقد شریف والا مکان ہم نے تیار کیا۔ اتفاق سے جو شہتیر لائے گئے وہ ایک فٹ چھوٹے نکلے اور کام رک گیا۔ ہم حیران تھے ادھر حضور کا فرمان تھا کل شہتیر ضرور رکھو۔ میں نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضور کچھ دیر سوچتے رہے آخر فرمایا شہتیر تو کل ضرور رکھنے تھے غرضیکہ حضور نے دُور اندیشی سے کام لیتے ہوئے شہتیر اور لانے کا حکم فرمایا اردگرد شہروں میں آدمی بھیجے گئے مگر مطلوبہ لمبائی کے شہتیر دستیاب نہ ہو سکے تو حضور جوش سے اُٹھے اور فرمایا تیرے ناپ میں قصور ہے۔ شہتیر پورے ہیں اور وہاں تشریف لے گئے۔ میں نے ایک لکڑی کا ناپ بنا کر پہلے مکان کا اندر پیمائش کیا پھر شہتیر ناپے جو ایک، ایک فٹ دونوں طرف سے چھوٹے تھے۔ حضور نے فرمایا تجھے پیمائش کرنا نہیں آیا۔ پھر خود اپنے عصاء مبارک سے حضور نے پیمائش شروع کی لیکن حضور ناپ میں عصاء کے سرے سے دوسرا ناپ شروع نہ کرتے بلکہ آدھے یا تیسرے حصے سے شروع کر دیتے۔ جب حضور نے پیمائش ختم کی تو فرمایا اب ناپ کر دیکھو۔ میں نے وہی لکڑی کے ناپ سے شروع کیا تو شہتیروں کو پہلے ناپ سے دو فٹ دراز پا کر حیران رہ گیا۔ حضور قطب عالمؒ نے مجھے تعجب میں دیکھ کر فرمایا "موسیٰ علیہ السلام کا عصاء دریا کو پھاڑ دیتا تھا اور فقیر کی لاٹھی کا خداوند کریم اتنا بھی لحاظ نہ کرے گا"

(گنجینۂ اسرار از مولینا نور محمد قادری، ص:12-11، مطبوعہ 1940ء)

خلفِ اکبر و سجادہ نشینِ اوّل حضرت پیر سید فضل حسین شاہ بخاریؒ

جائے ولادت و سنِ ولادت :۔

آپ کی ولادت با سعادت سند ھیلیانوالی شریف میں ہوئی۔ چونکہ پہلے فرزندِ ارجمند تھے اور بڑی دعاؤں کے بعد ہوئے نہ صرف درویشوں بلکہ عزیز و اقارب اور رعایا نے بھی خوشیاں منائیں اور حضور کی خدمت میں ہر طرف سے مبارکیں آئیں۔ آپ کے سنِ ولادت کے بارے مشہور روایت ہے کہ حضرت قطب عالمؒ کو خرقۂ خلافت حاصل ہونے کے ایک سال بعد ۱۲۹۲ھ بمطابق 1875ء کو آپ متولد ہوئے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت :۔

آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت گھر پر ہوئی پھر مسجد و مدرسہ میں بھیجا گیا۔ اُس دور میں مروّج دینی تعلیم کا ابتدائی نصاب جو علماء مساجد میں بچوں کو پڑھایا کرتے تھے آپ نے بھی حاصل کیا۔ چونکہ اکلوتے فرزند تھے اس لیے دور، دراز مدارس میں نہ بھیجے گئے۔ جو کچھ اپنے ہاں یا قرب و جوار میں کسی مدرس سے پڑھایا جا سکتا تھا اُسی سے استفادہ کیا۔ میاں محمد نواز چنن نے اپنی قلمی یادداشتوں میں لکھا ہے "سید ناصر الدین شاہ سکنہ جراحی کی وساطت سے ایک نوٹ بک جسے ہندو مہاجن "بندی" کہتے تھے دستیاب ہوئی۔ یہ نوٹ بک ۳، ماہ ساون ۱۹۴۸ بکرمی (بمطابق 18 جولائی بروز ہفتہ) سے شروع ہو کر حضرت قطب عالمؒ کے وصال اور پیر سید فضل حسین شاہ کی دستار بندی کے وقت تک مختلف آمدن و خرچ کے حساب پر مشتمل ہے۔ اسی نوٹ بک سے معلوم ہوا کہ پیر سید فضل حسین

ابھی کم سن تھے اور موضع شاہ پور (یہ جگہ سند ھیلیانوالی شریف سے مشرق کی جانب دو میل کے فاصلے پر ہے) میں پڑھتے تھے۔ آپ کے تعلیمی اخراجات یعنی پنسل، سیاہی اور کتابوں کا خرچ، آنوں اور پیسوں میں درج ہے۔ الغرض آپ کا لکھنا، پڑھنا بلکہ ساری تعلیم مدرس کے ذریعے مکمل ہوئی۔ راقم الحروف کے جمع کردہ تبرکات میں آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی متعدد تحریریں موجود ہیں۔ جن سے آپ کی خوش خطی اور عبارت میں روانی کا پتہ چلتا ہے۔ آپ ہمیشہ دستخط پھول کی شکل میں یعنی اپنا سارا نام اکٹھا لکھتے تھے جو اس دَور میں اساتذہ بطورِ خاص اپنے تلامذہ کو سکھایا کرتے تھے۔

نوجوانی میں برادری کی صحبت کا اثر:۔

حضرت قطبِ عالمؒ کی برادری اُن دنوں شیعہ مسلک اختیار کر چکی تھی اور آپ کی اصلاحی کوششوں سے برادری مخالفت پر اُتر آئی۔ انہوں نے بطور سازش آپ کے اکلوتے فرزندِ ارجمند پر گھیراڈالنا شروع کر دیا اور انہیں اپنے قریب لانے کی تگ ودَو کا آغاز ہوا۔ چونکہ سادات بڑے زمیندار تھے۔ گھوڑے پالنا، چوپٹ وغیرہ کھیلنا اور دیگر رؤسا کے شُغل جو اُس دور میں عام ہوتے تھے۔ برادری نے آپ کے کانوں میں بھی ڈالنے شروع کر دیئے تا کہ آپ کو زیرِ دام لایا جا سکے۔ الغرض یہ صحبت کا اثر آپ کو ان کی طرف مائل کرنے لگا۔ اہلِ تشیع کی تبلیغی مساعی تو ہمیشہ بے فائدہ رہی مگر اُمراء و رؤسا کے شُغل آپ کی توجہ کا مرکز بننے لگے اور آپ ہر وقت بے فائدہ مشاغل کی طرف توجہ دینے لگے۔ حضرت قطبِ عالمؒ کو معلوم ہوا تو آپ نے سمجھانے کی کوشش فرمائی مگر اس وقت برادری کا رنگ غالب آ چکا تھا۔ حضور نالاں رہنے لگے اور بقول پیر غلام محمد جلوآنویؒ فرمایا کرتے "پاڑ کھتی (بے دخل) کر دونگا۔ میری جائیداد اور سجادہ نشینی کے یہ لائق نہیں" میاں شہامند جوپو سے مروی ہے "پیر فضل حسین نوجوانی میں حضور قطبِ عالمؒ سے خفیہ طور پر بندوق سے شکار اور تاش کھیلتے تھے۔ حضور نے منع فرمایا مگر وہ جب بھی موقع ملتا کھیل لیتے۔ ایک دن حضور کے پاس کسی نے شکایت لگا دی۔ حضور نے پیر فضل حسین پر خفگی فرمائی اور حکم دیا "جو کچھ لینا ہے، لے لو اور یہاں سے چلے جاؤ" وہ جھنگ آ گئے۔ کوئی بھی درویش ان سے ملاقات نہ کر سکتا تھا۔ آخر ایک مخلص نے معافی کے لیے عرض کیا تو حضور کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا "جاؤ اسے لے آؤ" جب پیر فضل حسین آئے تو حضور نے دُرویشوں کو ریلوے اسٹیشن پر ان کے استقبال کے لیے بھیجا۔ میاں غلام فرید چھن سے روایت ہے "ابتدائی دور میں ہم دیکھتے تھے پیر فضل حسین اپنے والدِ ماجد کی کچہری میں نہ بیٹھتے تھے۔ اگر سامنے آتے بھی تو کبھی ادھر سے گزر جاتے اور کبھی اُدھر سے یعنی آپ کے طریقہ (درویشی) کی طرف بالکل مائل نہ تھے۔

اپنے فرزند کی رُوحانی طور پر خبر گیری رکھنا:۔

حضرت قطبِ عالمؒ ہمیشہ اپنے فرزندِ ارجمند کی نہ صرف ظاہری طور پر بلکہ روحانی طور پر بھی خبر گیری رکھتے تھے۔

☆ مولوی علم دین جرولہ سے مروی ہے۔ ایک پیر بھائی جو چکنمبر 31 "لُنڈا" کا رہنے والا تھا۔ حضرت قطبِ عالمؒ نے میری موجودگی میں کسی بات کے لیے دربار شریف سے میاں اللہ یار کملانہ کی طرف بھیجا۔ اُسے گئے زیادہ ٹائم نہ گزرا ہوگا کہ حضور نے ایک اور درویش کو گھوڑا دے کر فرمایا۔ اسے واپس بُلا کر لے آؤ۔ پہلا درویش ابھی درکھانہ اسٹیشن پہنچا تھا کہ دوسرا ابھی پہنچ گیا اور اُسے واپس بُلا کر لے آیا۔ دس، گیارہ بجے دن دربار شریف پر پہنچے تو حضور نے اُس چکنمبر 31 کے رہنے والے درویش کو فرمایا۔ یہ دو روٹیاں لے لو اور گھر واپس چلے جاؤ۔ لیکن پہلے میاں چنوںؒ

دربار پر سلام کرنا پھر گھر جانا، وہ درویش بتایا کرتا میں دربار میاں چنوںؒ پہنچا اُس روز دیسی ماہ ساون کی 9 تاریخ تھی اور وہاں عرس لگا ہوا تھا۔ سلام کرنے کے بعد میں اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی دربار میاں چنوںؒ سے تین مربعے ہی سفر کیا تھا کہ میں نے دیکھا ایک شیشم کے درخت کے نیچے پیر فضل حسین اکیلے کھڑے ہیں۔ میں آپ کو دیکھتے ہی حاضرِ خدمت ہوا۔ لیکن آپ بڑی تکلیف میں تھے۔ دائیں بازو پر ایک پھوڑا نکلا ہوا تھا جس کی وجہ سے انہیں تیز بخار تھا۔ ملتان سے واپس آ رہے تھے۔ تکلیف کی شدت کی وجہ سے وہاں ٹھہر گئے۔ میرے پاؤں سے تو زمین نکل گئی۔ ارد گرد دیکھا، دور ایک شخص گھوڑے پر سوار شہر جا رہا تھا۔ میں نے کُوک ماری (زور سے آواز نکالی) اُس نے پیچھے مُڑ کر دیکھا اور ہمارے پاس آیا۔ آپ کو دیکھتے ہی پہچان گیا اور تعظیم بجالایا۔ ہم نے آپ کو گھوڑے پر سوار کیا اور اپنے گاؤں چکنمبر 31 لے آئے۔

رات کو مجھے خواب میں حضرت قطبِ عالمؒ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے مجھے پانچ روپے دیئے اور فرمایا صبح فضل حسین شاہ کو ڈاکٹر چمن لال کے پاس لے جاؤ۔ میں بیدار ہوا تو خدا واحد جانتا ہے میرے پاس پیسے نہیں تھے۔ جیب میں ہاتھ ڈالا تو خواب میں حضور نے جو پانچ روپے عطا فرمائے تھے۔ انہیں موجود پایا۔ ہم پندرہ آدمی آپ کو لے کر ڈاکٹر چمن لال کے پاس گئے۔ اُس نے آپ کے بازو پر پٹی کی۔ دوائی دی اور پانچ روپے ہی لیے۔ پیر فضل حسین شاہ پانچ روز ہمارے گاؤں میں رہے۔ مکمل آرام آجانے پر ہم اکیس (21) آدمی آپ کو واپس چھوڑنے کے لیے ساتھ آئے۔ جب ہم سندھیلیانوالی شریف کے نزدیک پہنچے تو حضور قطبِ عالمؒ پیش قدمی کے لیے ایک میل باہر اپنے لختِ جگر کو لینے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ (یہ واقعہ سن کر پیر سید اسرار حسین شاہ نے فرمایا، اُن دنوں والد صاحب قبلہ، حضور قطبِ عالمؒ سے دور دور ہی رہتے تھے اور حضور خود ہی ان کی خبر گیری رکھتے تھے)

☆ میاں شہامند جوپو سے روایت ہے۔ ایک روز پیر فضل حسین شاہ نوجوانی میں شکار کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گرنے لگے۔ دربار شریف پر اس وقت حضرت قطبِ عالمؒ کچہری میں تشریف فرما تھے۔ اچانک بیٹھے بیٹھے حضور ایک طرف اس طرح جھکے جیسے کسی کو سہارا دے رہے ہوں۔ حاضرینِ مجلس بڑے حیران ہوئے لیکن دریافت کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ پیر فضل حسین شاہ واپس تشریف لائے تو فرمانے لگے" آج شکار کھیلتے ہوئے میں گرنے لگا تھا مگر بابا سائیں (حضرت قطبِ عالمؒ) نے سہارا دے کر گرنے سے بچالیا" تب دُرویشوں کو مجلس میں حضور کے اچانک ایک طرف جھکنے کا سبب معلوم ہوا۔

شکار سے شغف:۔

میاں کریم بخش ہراج سے مروی ہے پیر فضل حسین شاہ نوجوانی میں بڑی ٹھاٹھ باٹھ (شان وشوکت) سے رہتے تھے۔ اس وقت جنگل کا زمانہ تھا۔ ارد گرد میلوں تک جنگلات تھے۔ آپ بندوق سے شکار کھیلتے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے آپ کے گھوڑے کی کوچ سے ہرن لٹکے ہوئے دیکھے ہیں۔ جو شکار کر کے لائے تھے۔ آپ اکیلے شکار کھیلتے تھے۔ اس زمانے آپ کا دھیان شکار میں ہی رہتا تھا۔ بعد میں تو ایسی مستی چھائی کہ زندگی کے طور طریقے ہی بدل گئے۔ حضور کی تیز رفتاری کے بارے مولوی اصغر علی کھوکھر سے روایت ہے۔ ایک مرتبہ نوجوانی میں حضور ہمارے ہاں تشریف لائے۔ قریب ہی ذخیرہ (جنگل) تھا۔ آپ سیر کے لیے وہاں تشریف لے گئے۔ حضور چونکہ تیز چلتے تھے۔ اس لیے لوگ آپ کے پیچھے دوڑتے تھے۔ آپ ذخیرہ میں ایک طرف سے داخل ہوئے اور دوسری طرف تک چلتے گئے۔ مگر بعد میں تو آپ کی کیفیت ہی اور ہوگئی تھی۔ ہمیشہ طبیعت میں ایک حال اور کیف کا سماں رہتا۔

پہلی شادی:۔

آپ کی پہلی شادی تقریباً پچیس (25) سال کی عمر میں سید مبارک شاہ صاحب (سکنہ موضع گوردتہ ضلع ساہیوال) کی دختر سیدہ شہزادہ بیگم سے ہوئی۔ حضرت قطبِ عالمؒ اور حضور شیر یزدانیؒ بارات کے ساتھ تشریف لے گئے۔ واپسی پر لوگوں میں خیرات تقسیم کی گئی اور تمام عزیز و اقارب، احباب، عقیدت مندوں کے لیے دعوتِ ولیمہ کا انتظام کیا گیا۔ یہ مائی صاحبہ آٹھ برس زندہ رہ کر واصل بحق ہوئیں اور ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

حضور شیرِ یزدانیؒ سے بیعت:۔

حضور شیر یزدانی فتحپوریؒ سے بیعت آپ کے والدِ ماجد حضرت قطبِ عالمؒ کے حکم سے ہوئی۔ پیر غلام محمد جلوآنویؒ سے منقول ہے میں نے حضور شیر یزدانیؒ کی زبان مبارک سے سُنا۔ ''حضرت قطبِ عالمؒ نے فرمایا، میرے گھر کے سب افراد مرید کرو، میں نے عرض کیا یہ تو اُلٹی گنگا ہے۔ فرمایا نہیں یہ کرنا پڑے گا۔ پہلے سائیں فضل حسین مرید ہوئے پھر سارے گھر والے سائیں مرید ہوئے'' مزید فرمایا ''جب ہم پیر محل شریف اندر جاتے تو سائیں فضل حسین اور گھر والے سائیں پاؤں پر گرتے، مجھے بڑی دہشت پیدا ہوتی کہ میرا پیر خانہ ہے بعد میں سمجھ آگئی کہ یہ پاؤں انہی کے پاؤں ہیں۔ یہ سب عزت ان ہی کی ہے اور آپ ہی کی بخشی ہوئی ہے۔ اس سے پہلے کئی دن بڑی تکلیف اور اضطراب رہا''

پیر و مرشد کی اشعار میں عنایت:۔

حضور شیر یزدانیؒ اپنے پیر و مرشد حضرت قطبِ عالمؒ کی خدمت میں جو خطوط ارسال کرتے آخر میں سائیں فضل حسین کے لیے ضرور پیار و محبت کا اظہار فرماتے۔ یہاں پر بطور نمونہ ''مکتوباتِ عشق'' سے چند مصرعے بمع حوالہ نقل کیے جاتے ہیں۔

حضرت فضل حسین نوں میری طرفوں کرنا لکھ کروڑ پیار سائیں (خط نمبر 1، ص:3)
حضرت فضل حسین نوں میری طرفوں کرنا لکھ پیار اے پیر میرے (خط نمبر 5، ص:12)
ہووے فضل حسین چراغ روشن دُنیا وچہ کمال، کمال سائیں (خط نمبر 6، ص:16)
حضرت فضل حسین نوں میری طرفوں بہت پیار سیتی گل لا جانی (خط نمبر، ص:19)

دوسری شادی:۔

پہلی زوجہ محترمہ کے وصال سے ایک سال بعد آپ کی دوسری شادی پیر سید کرم شاہ صاحب (افسر مال و سجادہ نشین دربار حضرت محبوب عالمؒ، شورکوٹ شہر) کی دختر سیدہ بہادر بیگم سے ہوئی۔ میاں کریم بخش ہراج سے مروی ہے۔'' جس وقت آپ کی دوسری شادی شورکوٹ ہوئی میں بارات کے ساتھ گیا۔ میری عمر اس وقت چھ، سات سال تھی۔ حضرت قطبِ عالمؒ اور حضور شیر یزدانیؒ بھی ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ دربار شریف سے بارات روانہ ہوئی۔ دوپہر کا کھانا'' جڑالے کاٹھیاں دے'' تھا، شام کو شورکوٹ پہنچے اور رات وہیں رہے۔ دوسرے دن دوپہر کا کھانا'' دورہ پور'' میں تھا اور واپس دربار شریف آئے۔ یہ مائی صاحبہ نہایت بزرگ اور پارسا خاتون تھیں۔ حضرت قطبِ عالمؒ کے عہد مبارکہ میں گھر کے تمام کام بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتی رہیں۔ مگر ان سے بھی کوئی اولاد نہ ہوئی۔

حضرت قطب عالمؒ کے آخری ایام:۔

میاں کریم بخش ہراج سے روایت ہے۔ حضرت قطب عالمؒ نے آخری وقت سائیں فضل حسین پر بڑی مہربانی فرمائی۔ میاں محمد نواز سے مروی ہے۔ حضور کے آخری ایام میں حضرت شیرِ یزدانیؒ اور پیر سید فضل حسین شاہ اکٹھے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے حضرت شیرِ یزدانیؒ کو مخاطب کر کے فرمایا "فضل حسین تمہارے سپرد ہے۔ اس کے ساتھ کچھ کر دینا"۔ انہوں نے عرض کی "ابھی کچھ کر دیا جائے۔ جیسے حکم ہو؟ فرمایا "نہیں، بعد میں" لہٰذا حضرت قطبِ عالمؒ کے بعد از وصال آپ کو نعمتِ فقر عطا ہوئی۔ میاں غلام فرید چنن سے روایت ہے، حضرت قطب عالمؒ نے اپنے وصال سے قبل سائیں فضل حسین کو یاد فرمایا، جب وہ حاضرِ خدمت ہوئے تو حضور پر تھوڑی دیر کے لیے غنودگی طاری ہوگئی۔ درویشوں نے عرض کی صاحبزادہ صاحب آگئے ہیں تو حضور نے اپنی آنکھیں کھولیں اور فرمایا "اب فضل ہوگیا ہے"۔

خرقۂ خلافت اور دربار قطبیہ کی سجادگی:۔

حضرت قطب عالمؒ کی تدفین کے بعد حضور شیرِ یزدانیؒ نے روضہ مبارک میں خاص، خاص احباب اور مریدین کو طلب فرمایا اور دستارِ خلافت وسجادگی سائیں فضل حسین کے سرِ انور پر باندھی۔ پھر منادی کروائی کہ "ہر مرید صادق الیقین حضرت سجادہ نشین کے ہاتھ پر بمطابق سنتِ سید المرسلینؐ وخُلفائے راشدین از سرِ نو بیعت کرے"۔ سب سے پہلے خلیفۂ خاص میاں اللہ یار صاحب نے دستِ ارادت دراز کیا۔ آپ نے اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ "یہ ہاتھ اپنے پیر کا ہاتھ سمجھو اور جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے۔ اس پر عمل کرو اور میں نے آپ کا ہاتھ اُنہیں جناب کو سونپا" پھر مہر نور محمد وغلام محمد ہراج، پیر قادر بخش بغدادی اور ہر دو خلیفہ میاں محمد فاضل و پیر سخی محمد شاہ دستِ بیعت سے مُشرف ہوئے۔ پھر تو ہر طرف سے صدق ارادت کی آواز جاری ہوئی اور روضہ شریف کے اندر شور وغل ہوا تو حسبِ فرمان حضور شیرِ یزدانیؒ باہر چبوترہ پر جلوس مقرر ہوا۔ اور تمام مریدین یکے بعد دیگرے دستِ بیعت سے مشرف ہونے لگے اس طرح حضور شیرِ یزدانیؒ نے سائیں فضل حسین کو خلافت عطا فرما کر انہیں اپنے والدِ ماجد حضرت قطبِ عالمؒ کا سجادہ نشین مقرر فرمایا۔

مولانا نور محمد قادری نے "وصال نامہ حضرت سید فضل حسین شاہ" (ص۔3) پر اس کا ذکر کچھ یوں ہے۔

حضرت قطب علی شاہ صاحب جس دم پردے پائے خلقت لڑھدی ٹھل وکھائی حضرت شاہ فضلائے
حضرت شیر محمد نے پھڑ باہوں تخت بٹھایا عجز تے درماندیاں اتے سید کرم کمایا
جد ایہہ بیٹھا نوروں بھریا تخت مبارک اُتے نظر مہر دی پا جگائے بھاگ سیاندے سُتے

پیر ومرشد سے عہد:۔

مسندِ سجادگی پر بیٹھنے کے بعد سائیں فضل حسین نے اپنے پیر ومرشد حضور شیرِ یزدانیؒ سے عرض کی "آپ تمام ارادت مندوں کو فرمادیں کہ لنگر حضور کا بدستور جاری رہے گا۔ اور دَرس بھی اُسی طرح قائم رہے گا۔ میں عہد کرتا ہوں کہ تادمِ زیست اس عالی دربار کا خدمتگار رہوں گا اور جناب دُعا فرمائیں۔ میری دو بیوہ مائیں ہیں۔ خداوند کریم مجھے توفیق عطا فرمائے کہ میں ان کی خدمت اچھی طرح سے ادا کرسکوں ا میری رہائش کے دو مقام ہیں۔ ایک یہ

دربارِ معلّٰی، دوسرا فتحپور شریف میں ہمیشہ اس دربار کا خادم رہوں گا اور جب اُداس ہونگا۔ جناب کے پاس فتحپور شریف چلا آؤں گا'' حضور شیرِ یزدانیؒ آپ کی یہ گفتگو سُن کر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا'' فضلایا! آج آپ سے وہی قطبائیؒ کے آثار نمودار ہو رہے ہیں اور بہت عمدہ خوشبو آئی ہے۔ خداوندِ کریم آپ کو ایسی ہی توفیق عطا فرمائے اور یہ نُور ظہور تا قیامت سلامت رہے۔ آپ کوئی فکر نہ کریں'' اور دعائے خیر فرمائی۔

دل کی آنکھ کھلنا:۔

اُسی رات کو بعد فراغت نماز سائیں فضل حسین مراقب بیٹھے تھے کہ اچانک دل کی آنکھیں کھُل گئیں۔ کیا دیکھتے ہیں۔ حضرت قطبِ عالمؒ آپ کے سَر پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں'' فضل! جو آپ کے ظاہری قصور تھے وہ ہم نے خود معاف کر دیئے تھے اور باطنی قصور تمہارے پیر (شیرِ یزدانیؒ) نے بخشا لئے ہیں۔ اور یہ سب فیض اپنے پیر کا سمجھنا۔ کسی اور طرف سے مَت خیال کرنا اور جو تم نے اپنے پیر کے ساتھ عہد کئے ہیں۔ اُن پر قائم رہنا تمہیں کسی قسم کی لوائی (ہار) نہ ہوگی''۔ علی الصبح حضور شیرِ یزدانیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر جب آپ نے یہ واقعہ بیان کیا تو حضور نہایت ہی شاد ہوئے اور مبارکباد فرمائی۔

مُتردّد اشخاص کو فرمانِ قطبؒ:۔

آپ کے سابقہ احوال کے پیشِ نظر جو لوگ بیعت کرنے میں متردّد تھے انہیں خواب میں حضرت قطبِ عالمؒ نے بذاتِ خود آپ کی بیعت کا حکم فرمایا۔ یوں منقطع اُمیدیں اور منتشر خیال پھر سے بحال ہو گئے اور لوگ آپ کے دامنِ کرم سے وابستہ ہو کر منزلِ مراد تک پہنچنے لگے۔ ایسے چند واقعات بحوالہ'' وصال نامہ قطبیہ'' کتابِ ھذا کے بابِ ہفتم میں موجود ہیں وہاں سے ملاحظہ فرمائے جا سکتے ہیں۔

حیاتِ فضل کا دوسرا دَور:۔

آپ کے حالات دو ادوار پر مشتمل ہیں۔ اوّل: نوجوانی سے وصالِ قطبِ عالمؒ تک اور دوم: مسندِ سجادگی سے وصال تک، آپ اپنے والدِ ماجد کے وصال تک نہایت ذی فہم، زمانہ کے نشیب و فراز سے واقف اور دنیاوی امور میں نہ صرف مہارت رکھتے تھے۔ بلکہ اس خوش اسلوبی سے انجام دیتے کہ برادری میں مثال دی جاتی۔ مگر حضرت قطبِ عالمؒ کے بعد از وصال جب حضور شیرِ یزدانیؒ نے آپ کو مسندِ ارشاد پر بٹھایا اور نعمتِ فقر عطا فرمائی تو آپ کے طور طریقے یکسر بدل گئے۔ دنیاوی امور سے ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گئے۔ ہر وقت ایک مستی کی کیفیت چھائی رہتی۔ کبھی کبھی یہ حال اس قدر غالب آتا کہ مجذوبانہ افعال سَرزد ہونے لگتے۔ اور آپ کو اپنے وجود کی بھی خبر نہ رہتی۔ ہر وقت اسمِ اعظم کے ذکرِ سرمدی میں محو رہتے۔ دنیاوی گفتار بہت کم فرماتے۔ زیادہ تر خاموش رہتے۔ حضور شیرِ یزدانیؒ کو جیسا کہ حضرت قطبِ عالمؒ نے آپ سے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ'' فضل حسین کے دینی اور دنیاوی امور کا ہمیشہ خیال رکھنا'' آپ کی توجہ سائیں فضل حسین کے احوال پر ہمیشہ مرکوز رہی۔ میاں محمد نواز سے مروی ہے۔ حضرت قطبِ عالمؒ کے بعد از وصال کا واقعہ ہے۔ ایک مرتبہ سائیں فضل حسین نے حضور شیرِ یزدانیؒ سے عرض کیا۔ آج سید ناصر الدین شاہ جس کے ساتھ حضرت قطبِ عالمؒ کے عہد سے ہمارے کچھ تنازعے رہے۔ خود چل کر مجھے ملنے کے لیے آیا۔ حضور

نے فرمایا ''فضل حسین! تم میری دو باتوں پر عمل کرتے رہنا۔ ایک روزانہ مجلس لگا کر بیٹھنا، دوسرا لنگر جاری رکھنا، ناصر الدین شاہ کی تو بات ہی کیا۔ یہاں وزیر اور بادشاہ بھی سلامی کے لیے آتے رہیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا۔

پیرومرید کے راز و نیاز اور اسفار:۔

حضرت قطبِ عالمؒ کے بعد از وصال ابتدائی دعوتی اسفار میں حضور شیرِ یزدانیؒ بھی سائیں فضل حسین کے ہمراہ تشریف لے جاتے رہے اور آپ کی روحانی تربیت کا کوئی پہلو خالی نہ چھوڑا۔ اس دوران خوش طبعی کے مواقع بھی بن جاتے۔

☆ میاں موکھا چنن سے روایت ہے۔ حضرت قطبِ عالمؒ کے بعد دوسری دعوت پر ہمارے ہاں حضور شیرِ یزدانیؒ اور سائیں فضل حسین اکٹھے تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ کافی خلقت تھی۔ خلفاء میں سے میاں اللہ یار کملانہ اور پیر سخی محمد شاہ بھی تھے۔ قریب، قریب دو پلنگ بچھائے گئے۔ جن پر حضور شیر یزدانیؒ اور سائیں فضل حسین تشریف فرما ہوئے۔ باقی تمام دُرویش اور خلفاء نیچے صفوں پر بیٹھ گئے۔ ایک شخص دارا چنن جو ہمارا عزیز ہی تھا۔ اُس نے کھانے والے برتن سرپوش وغیرہ جو صاف کر کے ابھی صرف کپڑوں سے ڈھکے پڑے تھے۔ اُس نے سمجھا کھانا ڈال کر تیار کر رکھا ہے۔ لہٰذا حضور کے ہاتھ دھلوائے اور ڈھکے ہوئے خالی برتن سامنے لا کر رکھ دیئے۔ عرض کی جناب کھانا تناول فرمائیں۔ اول: حضور شیر یزدانیؒ نے سرپوش سے کپڑا اٹھایا، دیکھا تو اس میں کھانا نہیں تھا۔ آپ نے جلدی سے رکھ دیا پھر دوسرے سے ہٹایا تو وہ بھی خالی تھا۔ آپ کپڑا اٹھاتے اور پھر جلدی سے رکھ دیتے۔ سائیں فضل حسین تاڑ گئے کہ برتن خالی ہیں اور حضور کوئی ایسا کلام نہ فرمادیں جلدی سے آپ کی توجہ بدلنے کے لیے عرض کی۔ جناب میں ایک واقعہ سناتا ہوں۔ جب میری شادی موضع گوردتہ میں ہوئی اور میرے لیے کھانا لایا گیا تو میں جس برتن سے ڈھکن اُتارتا، اُس میں سے کوئی نہ کوئی زندہ پرندہ ہوتا جو ڈھکن اُتارتے ہی اُڑ جاتا۔ میں نے پوچھا کھانا کہاں ہے؟ تو انہوں بتایا۔ ابھی تمہاری سالیاں (دلہن کی بہنیں) کھیل رہی ہیں۔ حضور! یہ چنن بھی جناب کے ساتھ سالیاں کھیل رہے ہیں۔ حضور شیرِ یزدانیؒ نے فرمایا ''فضل حسین! ہم تمہیں چھنوں کی بات سناتے ہیں یہ ہمارے ساتھ سالیاں نہیں کھیل رہے۔ پھر ایک پیر صاحب کا واقعہ سنایا کہ مریدین کی دعوت پر آیا۔ انہوں نے اندر کمرے میں پیر صاحب کے لیے کھانا لگایا وہ اندر گیا تو باہر مریدوں نے آپس میں عہد و پیمان کیا کہ رات کو پیر صاحب ذبح کریں گے اور تمام مرید بطور تبرک ان کے ٹکڑے بانٹ لیں گے۔ پیر صاحب کے خادم نے ان کا مشورہ سُن لیا اور اندر کمرہ میں پیر صاحب کو جا کر بتایا کہ تمہارے مرید تو اس طرح پروگرام بنا رہے ہیں۔ پیر صاحب کو کھانا بھول گیا اور کہا جلدی سے باہر میرا گھوڑا لے آؤ۔ وہ لے آیا۔ پیر صاحب نے سیر کا بہانہ بنایا اور بھاگ گئے۔ لہٰذا چھنوں کو بھی اُس پیر صاحب کے مریدوں کی طرح ہمارے آنے کی اس قدر خوشی ہوئی کہ خالی برتن ہمارے آگے رکھ دیئے اور اُن میں کھانا ڈالنا بھول گئے۔ الغرض دونوں بزرگوں کی آپس میں خوش طبعی سے یہ بات زائل ہوگئی۔

☆ مذکورہ راوی بیان کرتا ہے۔ حضرت قطبِ عالمؒ کے بعد از وصال جب دُور، دراز علاقوں کے دُرویشوں نے دعوتیں پیش کیں تو سائیں فضل حسین نے ان کا اصرار دیکھتے ہوئے فرمایا۔ ہم فلاں تاریخ کو فتحپور شریف آئیں گے۔ تمام خلفاء وہاں پہنچ جائیں وہیں سے دعوتوں پر چلیں گے۔ پروگرام بن گیا۔ سائیں فضل حسین، حضور شیر یزدانیؒ کی معیت میں فتحپور شریف سے روانہ ہوئے۔ خلفاء میں میاں اللہ یار کملانہ و میاں فاضل سہو، آج بھی مجھے یاد ہیں اور بھی

کئی خلفاء تھے۔ خلقت اس قدر ساتھ چلی کہ ہماری جھوک چناں کے اکثر و بیشتر دُرویش بھی ساتھ ہو گئے۔ اسٹیشن تاندلیانوالہ پہنچے وہاں سے جڑانوالہ جانا تھا۔ حضور، خلفاء اور بعض خاص خاص درویشوں نے بھی ٹکٹ خرید لیے۔ باقی ہم جیسے دُرویشوں نے کہاں ٹکٹ لینی تھی۔ ایسے ہی گاڑی میں سوار ہو گئے۔ ٹکٹ ماسٹر نے باہر نکل کر دیکھا تو گاڑی لوگوں سے بھری ہوئی تھی اور ٹکٹ خریدنے والے تھوڑے تھے۔ اُس نے جڑانوالہ اسٹیشن پر فون کر دیا کہ گاڑی میں لوگوں کی کثیر تعداد بغیر ٹکٹ کے سوار ہے۔ آپ اپنا انتظام کر لیں جب ہم جڑانوالہ اسٹیشن پر اُترے تو ہر طرف ملٹری چاک وچوبند کھڑی تھی۔ پلیٹ فارم کو تالا لگا کر بند کر دیا گیا۔ سامنے ملٹری کا افسر کھڑا تھا۔ اُس نے حکم دے رکھا تھا جب تک میں نہ کہوں پلیٹ فارم نہ کھولا جائے۔ حضور شیرِ یزدانیؒ گاڑی سے اُترے تو یہ نظارہ اور ملٹری کا بندوبست دیکھ کر سمجھ گئے کہ دُرویش کافی تعداد میں بغیر ٹکٹ سوار ہوئے ہیں۔ آپ اور سائیں فضل حسین اکٹھے آ رہے تھے۔ آپ نے سائیں فضل حسین کی طرف دیکھا اور فرمایا ''فضل کے ہوتے ہوئے ہمیں کوئی پرواہ نہیں'' سائیں فضل حسین نے جب اپنے پیرو مرشد کا فرمان سُنا تو بے ساختہ منہ سے نکلا ''فضل تے فضل سہی'' اور عرض کی ''جناب کے کرم سے یہ دو انگلیوں کی بات ہے''۔ حضور شیر یزدانیؒ اس قدر مسرور ہوئے۔ کہ وہیں آپ کو دعائیں دینے لگے پھر کیا تھا۔ سائیں فضل حسین کا اشارہ ہوا اور ملٹری افسر آپ کے قدموں پر گرا ہوا تھا۔ آپ نے حضور شیر یزدانیؒ سے عرض کیا ''ان سے فرمائیں جو کچھ کرنا چاہتے ہیں کر لیں؟'' مگر انہوں نے کیا کرنا تھا۔ ملٹری افسر کے اشارہ پر پلیٹ فارم کھول دیا گیا۔ اُس نے عرض کیا میں آپ کو پانی پلانا چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا اتنی خلقت ہے۔ کہاں پانی پورا آئے گا؟ اور وہاں سے رخصت ہوئے یہ میرا چشمِ دید واقعہ ہے۔

☆ مولوی علم دین جرولہ سے مروی ہے، ایک مرتبہ کمالیہ میں سائیں فضل حسین ایک دعوت پر تشریف لے گئے آپ کے مرشدِ کریم حضور شیرِ یزدانیؒ اور خلیفۂ خاص میاں اللہ یار کملانہ بھی ہمراہ تھے اور بھی کافی خلقت تھی۔ کمالیہ شہر سے پہلے جنگل میں پہنچے تو حضور شیر یزدانیؒ نے فرمایا، نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ لہٰذا ٹھہر جائیں۔ سائیں فضل حسین نے عرض کی، جناب لوگوں نے وضو کرنا ہے اور یہاں جنگل کا ماحول ہے ویسے بھی ارد گرد شیعہ لوگ رہتے ہیں۔ شہر میں جا کر نماز پڑھیں گے۔ مگر حضور شیر یزدانیؒ نے فرمایا ہمارے ساتھ کافی خلقت ہے اور شہر میں تکلیف ہو گی۔ لہٰذا وہیں ٹھہر گئے۔ حضور کی کرامت سے ساٹھ (60) ستر (70) گھڑے پانی کے وہیں لوگ اُٹھا لائے۔ ہمراہیوں نے وضو کیا نماز ادا کی اور کچھ دیر ٹھہرنے کے لیے سائبان لگا دیئے گئے۔ اتنے میں ایک ذیلدار جو شیعہ تھا اُس نے ایک رقعہ لکھ کر سائیں فضل حسین کے حضور پیش کیا جس میں لکھا تھا ''آپ ولی اور مقبول خُدا ہیں، میرے دل میں جو بات ہے وہ بتائیں؟'' آپ نے رقعہ پڑھا تو فرمایا ''میں کوئی نجومی اور جوتشی ہوں، جاؤ اُن سے پوچھو؟'' اور اُس ذیلدار پر خفا ہوئے۔ آپ کی بلند آواز سن کر حضور شیر یزدانیؒ اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے اور پوچھا ''فضل حسین! خیر ہے، کیا بات ہے؟'' انہوں نے واقعہ عرض کر دیا کہ سائیں میرا، میں کوئی نجومی اور جوتشی ہوں، یہ بھڑوا، کہتا ہے میرے دل کی بات بتاؤ؟ حضور شیرِ یزدانیؒ نے فرمایا ''فضل حسین! آج تمہیں بتانی پڑے گی، اگر نہ بتائی تو یہ بھڑوا کہے گا، اس دوکان میں سودا ہی نہیں'' سائیں فضل حسین نے عرض کی، ''حضور ہی بتا دیں'' آپ نے فرمایا ''اگر یہ میرے پاس آتا تو تمہارے پاس نہ جاتا'' سائیں فضل حسین نے جب آپ کی منشاء مبارک دیکھی تو جوش میں آ کر فرمایا ''اس کے دل میں یہ بات ہے مجھے دُنیا میں رسولِ کریم ﷺ کی زیارت ہو سکے گی؟ اسے تو قیامت کے دن بھی نہ ہو گی یہ

بھڑوا، دنیا میں کہتا ہے۔ بھلا جو شخص خلفائے راشدین کا منکر ہو، اسے حضور علیہ السلام کی زیارت کب ہو سکتی ہے وہ تو سیدھا دوزخ میں جائے گا؟"

بس آپ کا اتنا ہی فرمانا تھا کہ وہ ذیلدار آپ کے قدموں میں گر پڑا اور مرید ہونے کے لیے عرض گزار ہوا۔ آپ نے فرمایا، تو بھی ذیلدار ہے اور ہمارے ساتھ میاں اللہ یار کملانہ بھی ذیلدار ہے۔ تیرا تکبر یہ ختم کرے گا؟ اُس نے عرض کی یا خود مرید کر لیں، یا حضور شیرِ یزدانیؒ کا کروا دیں۔ اللہ یار کملانہ میرا شریک ہے۔ میں اس کا مرید نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا اگر مرید ہونا ہے تو اسی کا ہونا پڑے گا۔ حضور شیر یزدانیؒ نے میاں اللہ یار کو طلب کیا اور فرمایا، اس شخص کو مرید کرو۔ تمہارے لیے حکم ہے۔ انہوں نے سائیں فضل حسین سے عرض کی۔ حضور ہی اسے ذبح فرماتے۔ لیکن آپ نے فرمایا "تو بھی میرا ہی ہے" اور حضور شیر یزدانیؒ و سائیں فضل حسین کے حسبِ ارشاد اُس ذیلدار کو مرید کیا۔ یہ واقعہ میرا چشم دید ہے۔ اُس روز اردگرد کے کافی لوگ سائیں فضل حسین کے ہاتھ پر شیعہ مذہب سے تائب ہوئے اور دستِ بیعت سے مشرف ہوئے۔

آخری خط میں پیرومرشد کی دُعا:۔

"مکتوباتِ عشق" کا آخری خط جو حضور شیرِ یزدانیؒ نے اپنے مرشدِ کریم حضرت قطبِ عالمؒ کے فراق میں نظم فرمایا ہے اُس کے آخری بند میں نہ صرف سائیں فضل حسین سے والہانہ محبت و شفقت کا اظہار کیا بلکہ اپنے سلسلۂ طریقت کے لیے خصوصی دعاؤں اور دلی تمناؤں کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

اللہ سدا فضلائے نوں رنگ لائے ،شالا مدد ہووس دستگیرؒ بیلی
شالا سدا قطبائیدے رہن سائے ،نت رہے فضلائیدی وھیر بیلی
میرے ہادی دا سلسلہ رہے قائم، منگے نت دُعا فقیر بیلی
شالا شیر محمد یاد رہے ، چہرہ پیر دا وقت اخیر بیلی

(مکتوباتِ عشق، خط نمبر 24، ص:80)

حضور شیرِ یزدانیؒ کی خدمت میں ایک خط

راقم الحروف کے پاس سائیں فضل حسین کا ایک خط موجود ہے۔ جو آپ نے اپنے پیرومرشد حضور شیرِ یزدانیؒ کی خدمت میں لکھا۔ میں نے یہ خط اپنی ایک اور کتاب "آثرِ شیر یزدانی" میں بھی نقل کیا ہے۔

۷۸۶

بحضور والا شان، معلّٰے القاب، قبلہ و کعبہ ام حضرت پیر سید شیر محمد صاحب مدظلہٗ

بصد تسلیماتِ غلامانہ کے بعد یہ غلام تا ایں دم با خیریت ہے۔ اور خیر و عافیت آنجناب از درگاہ خدائے عزوجل مدام خیر خواہ ہوں۔

معروض آنکہ نوازش نامہ جناب کا پہنچ کر کاشفِ حال باعث فرحت ہوا ہے۔ شکریہ خدا کا ہے کہ خیریت کی خبر پہنچ گئی ہے۔ یہاں کی تشریف آوری کی تاریخ ۱۸ کا تک بروز منگل قرار پائی ہے اور براستہ اسٹیشن درکھانہ

اندراج فرمایا ہے۔چونکہ اسٹیشن پیر محل سے یہاں دربار شریف تک پہنچنے کا راستہ نہیں نیز موسم سرما کی وجہ سے دن بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔اسٹیشن درکھانہ تو شام تک گاڑی پہنچتی ہے۔وہاں سے بوجہ شام ہو جانے کے تکلیف ہو گی۔اس لیے التماس ہے کہ آپ تاریخ مذکورہ یعنی ۱۸ کاتک سنہ ۱۹۸۷ بکرمی بروز منگل وہاں سے نہایت سویرے روانہ ہو کر دوپہر دن والی گاڑی پر سوار ہو کر چار بجے شام اسٹیشن پیر محل پہنچ جاویں تاکہ شام تک آرام سے دربار شریف پر پہنچ جاویں گے۔

حسب تحریر جناب کے شُتران کجاوہ دار(پانچ) شُتران سامان کجاوے دار(ایک)، گھوڑیاں(چار) وموٹر۔قبل از رسیدگی ریل گاڑی اسٹیشن پیر محل پر موجود ہونگی۔

اگر پیر محل اسٹیشن پر اُترنے کا منشاء نہ ہووے اور بہر حال اسٹیشن درکھانہ اُترنے کا خیال ہو تو عریضہ ھٰذا کے پہنچنے پر بذریعہ حاضر دُرویش مجھ کو حکم فرماویں۔تاکہ سواریاں اسٹیشن پیر محل نہ بھیجی جاویں۔نیز یہ بھی عرض ہے کہ اگر موٹر پر چڑھنے کی سواریاں اسٹیشن شورکوٹ پر اُتار دیویں۔تو موٹر اسٹیشن شورکوٹ پر قبل از وقت گاڑی بھیجی جاوے گی۔اور دیگر سواریاں شُتران وگھوڑیاں اسٹیشن درکھانہ بھیجی جاویں۔اسٹیشن شورکوٹ پر اُترنے سے بھی آپ جلدی دربار شریف پر پہنچ سکتے ہیں۔

عریضہ ھٰذا کا جواب بذریعہ حاضر دُرویش سوموار تک بھیج دیویں۔بصورت نہ پہنچنے جواب کے اسٹیشن پیر محل پر سواریاں متعلقہ بھیجی جاویں گی۔

بخدمت برادرم سید غلام رسول شاہ صاحب اسلام علیکم،دُرویش معرکہ ومیاں نور الصمد اسلام علیکم اندرون ڈیوڑھی مبارک سب پردہ داران کو از اندرون دعوت،تسلیم،دعا سلام ہوں۔

فقط والسلام

مورخہ 19 اکتوبر 1931ء

از سند یلیانوالی۔سید فضل حسین شاہ سجادہ نشین دربارِ قطبیہ

مرشد کریم کے مرض الوصال میں حاضری:۔

سید ناصر الدین شاہ سے روایت ہے۔حضور شیرِ یزدانیؒ کے مرض الوصال کی اطلاع سند ھیلیانوالی شریف پہنچی تو سائیں فضل حسین کار پر روانہ ہوئے۔میں اور میاں غلام محمد چھن آپ کے ہمراہ تھے۔ہم درکھانہ اسٹیشن سے ایک میل پیچھے تھے کہ کار ایک کھال میں پھنس گئی اور گاڑی گزر گئی وہاں اسٹیشن پر میاں کبیر گوانس چکنمبر 749 والا آیا ہوا تھا۔اُس نے عرض کی حضور آج تو گاڑی گزر گئی اب ہماری دعوت قبول فرمائی جائے۔آپ نے رات شیر محمد کاٹھیا کے ہاں بسر کی اور دوسرے روز فتحپور شریف پہنچے۔پھر حضور شیرِ یزدانیؒ کے وصال وتدفین بلکہ قل خوانی کے بعد واپس تشریف لائے۔جس وقت حضور شیر یزدانیؒ کا وصال ہوا سائیں فضل حسین پاس تھے۔

میاں سراج دین چنن سے مروی ہے۔ میں حضور شیر یزدانیؒ کے وصال سے تھوڑی دیر قبل حاضر خدمت ہوا۔ اس وقت سائیں فضل حسین اور ایک ہندو ڈاکٹر آپ کے پاس تھے۔ میں نے قدمبوسی کرتے وقت حضور کا انگوٹھا ذرا دبایا تو حضور نے آنکھ مبارک کھول کر مجھے دیکھا اور ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تم خدا کے سپرد ہو۔ چنانچہ سائیں فضل حسین نے عام لوگوں کو رخصت فرمادی تو میں بھی باہر آ گیا مگر سائیں فضل حسین پاس ہی موجود رہے۔

پیرومرید کی آخری گفتگو:۔

پیر غلام محمد جلوآنوی تحریر کرتے ہیں، حضور شیر یزدانیؒ کے آخری ایام میں جب سائیں فضل حسین حاضرِ خدمت ہوئے تو وہ فرماتے ہیں۔ ''حضور نے میری جانب کروٹ بدل کر تین بار فرمایا کہ ''مجھے معاف کرنا'' (چونکہ آپ اُٹھ نہیں سکتے تھے) میں نے آپ کے اصرار پر کہا۔ معافی تو تین بار فرمایا'' آمین، آمین، آمین''

حضور (شیر یزدانیؒ) نے میرا ہاتھ پکڑا۔ میں نے (سائیں فضل حسین) عرض کیا۔ اس ہاتھ پکڑے کی حضور کو لاج ہے۔ فرمایا'' تمام شر میں بُخاریؒ کو ہیں''

پھر فرمایا'' ہر ایک سے کہہ دو۔ جس کسی سے کوئی قصور عمداً یا سہواً ہوا ہو۔ ہم نے اُسے معاف کیا۔ اگر ہماری طرف سے کسی پر کوئی زیادتی ہوئی ہو تو وہ معاف کردے۔''

سائیں فضل حسین فرماتے ہیں، میں نے بار بار عرض کیا کہ حضور کے واسطے (تدفین کے لیے) کون سی جگہ مقرر کی جاوے۔ آپ خاموش رہے۔ آخر فرمایا'' جہاں خدا کو منظور ہوگا'' کیونکہ آپ یہ تمام کام ذاتِ خدا کو سونپ چکے تھے۔

(رسالہ وصال باکمال حضرت شیر یزدانی فتحپوریؒ، ص:29-18)

پیرسید غلام رسول شاہ کی خلافت اور سجادگی:۔

حضور شیر یزدانیؒ کی تدفین کے تیسرے دن قُل خوانی کے بعد سائیں فضل حسین نے اُٹھ کر ایک مختصر بیان فرمایا ارشاد ہوا۔ ''چونکہ ہمارا اور اس خاندان کا باہمی عاشق و معشوق کا سا تعلق ہے۔ اس لیے میں حاضرین کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس قدر جناب قبلہ و کعبہ، مرشد و مخدومی حضرت سید شیر محمد شاہ صاحبؒ کے خلفاء و مرید ہیں۔ وہ سب کے سب آپ کے صاحبزادہ سید غلام رسول شاہ صاحب سے باقاعدہ ازسرِ نو بیعت کریں اور صدق و یقین سے جان لیں کہ آج تم میں یہ صاحبزادہ صاحب وہی جناب غوثیت مآب موجود ہیں اور میں جنابِ الٰہی سے دعا مانگتا ہوں کہ خداوندِ کریم اس خاندان کو بڑھاوے اور صاحبزادہ صاحب کو اولادِ صالح عطا فرماوے اور یہ سلسلۂ فیضان تا ابد الآباد جاری رہے''۔ اس کے بعد سائیں فضل حسین نے دستارِ سجادگی جناب صاحبزادہ صاحب کے سَر پر باندھی اور تمام مجلس نے دعائے خیر کے واسطے ہاتھ اُٹھائے۔

(رسالہ وصال باکمال حضرت شیر یزدانی فتحپوریؒ، ص:41-40)

مولوی احمد الدین کا نالۂ غم:۔

حضور شیرِ یزدانیؒ کے وصال پر کمالیہ کے ایک مشہور شاعر نے جو وصال نامہ قلمبند کیا اس کے چند اشعار یہاں بھی لکھتا ہوں۔

ارض و سما میں آج ہے اک زلزلہ بپا
ہے قُدسیوں میں عرش پہ بھی غُل مچا ہوا
عالی جناب شیر محمد ولیِ حق
سایہ ہمارے سَر سے ہے جن کا جُدا ہوا
دُنیا قلق سے اُن کے ہے نالہ کُناں تمام
نوحہ کُناں حضور کا شاہ و گدا ہوا
افسوس کھائیں شومئی قسمت پہ کیوں نہ ہم
سَر سے جُدا جو اپنے ہے ظِلِّ ہُما ہوا
دل کو کیا ہے زخمی جدائی کے تیر نے
پہلے فراق قطبؒ سے تھا دل دُکھا ہوا
ٹوٹا ہے زور بازوئے فضلِ حسین کا
رنج و اَلم میں جن کا تھا دَرد آشنا ہوا
قطبِ علیؒ کے پہلے خلیفے حضور تھے
خلفاء میں آپ سا نہ کوئی دوسرا ہُوا

(رسالہ وصال با کمال حضرت شیر یزدانی فتحپوریؒ، ص:49-48)

فراقِ مرشد میں ابیاتِ فضلؒ:۔

سائیں فضل حسین نے اپنے پیرومرشد حضور شیرِ یزدانیؒ کے داغِ مفارقت میں بزبانِ پنجابی ''بارہ ماہ فراق'' کے عنوان سے جو بیت منظوم فرمائے وہ آپ کے دَردوسوز کا آئینہ ہیں۔ یہاں پر بطور نمونہ اس کا آخری بیت نقل کیا جاتا ہے۔

چڑھیا ماہ پھگن ، واؤں سخت وگن ، گھر آ سجن ، پُورا سال ہویا
مولا رُت گھولی ، سڈن لوک بھولی ، ڈاڈھی میں ڈولی ، مندا حال ہویا
پایا دَرد گھیرا ، جھل سیک تیرا ، دُکھاں نال میرا ، وال ، وال ہویا
فضل ، شاہ شیرا ، کدے پا پھیرا ، رنگ زرد میرا ، غماں نال ہویا

دیوانِ قطبیہ (منظوم کلام حضرت قطبِ عالم پیر محلویؒ ص:94)

مرشد کریم کی دستگیری اور خضر علیہ السلام کو جواب:۔

میاں کریم بخش ہراج سے مروی ہے، ایک مرتبہ سائیں فضل حسین دعوت پر ''صاحبوالے'' روانہ ہوئے۔ جب دریا پر پہنچے تو چونکہ ساون کا مہینہ تھا۔ دریا اپنے جوبن پر تھا۔ سارا قافلہ کشتی پر سوار ہوا۔ لیکن کشتی پار نہ ہوئی اور ایک میل کے فاصلہ پر واپس کنارے آ گئی۔ ملاحوں نے دوبارہ کوشش کرتے ہوئے پھر کشتی چھوڑی مگر وہی معاملہ پیش آیا۔ میل فاصلہ طے کیا اور پھر واپس کنارے آ گئی۔ میاں بصارا بلوچ اور کافی دُرویش ہمراہ تھے انہوں نے حضور سے دعا کے لیے عرض کیا مگر آپ خاموش رہے۔ اس وقت میاں بصارا نے ملاح سے کہا۔ کشتی باندھ دو۔ دو میل آگے آ گئی ہے۔ ہم آج پار نہیں جا سکتے کیونکہ حضور سے دعا کے لیے کہا وہ بھی دعا نہیں فرماتے۔ لہذا ملاح کنارے پر کشتی باندھنے لگا تو حضور نے فرمایا ''اب کشتی کو چھوڑو، پار چلی جائے گی'' لہذا کشتی چھوڑی گئی تو بخیر و عافیت دوسرے کنارے پہنچ گئی اور آپ ہمراہیوں کے ساتھ دعوت پر تشریف لے گئے۔ وہاں دُرویشوں نے پہلے دو مرتبہ

کشتی پار نہ پہنچنے کے بارے دریافت کیا تو حضور نے فرمایا ''ایک مرتبہ میں اور میاں فاضل سہو ''امب والے پتن'' پر آئے۔ کشتی دوسرے کنارے پر تھی۔ میاں فاضل نے مجھے کہا '' آپ کے بزرگوں نے دیواریں دوڑائی ہیں۔ آپ قطب کے فرزند ہو۔ دریا میں گھوڑا ڈالو'' میں نے دریا میں گھوڑا ڈالا تو میاں فاضل نے اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگا کر میرے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور واپس موڑ کر کہا، '' دریا تو پار ہو جانا ہے۔ مگر آپ بڑے مہنگے ہیں۔ میں آپ کو گھوڑا دریا میں ڈالنے نہ دونگا'' (مقصد تھا لوگ دیکھ رہے ہیں، کہیں نظر نہ لگ جائے۔ آپ پہلے ہی اکلوتے ہیں) اس وقت خواجہ خضر نے مجھے کہا '' فضلایا! آج میں نے تیری دعوت کی تھی مگر تو نے اسے قبول نہیں کیا۔ چلو خیر پھر کبھی دیکھیں گے'' آج جب کشتی چلی تو خواجہ خضر آ گئے اور مجھے کہا '' تم نے میری دعوت چھوڑی تھی، آج میں بھی دیکھتا ہوں تم پار کیسے جاتے ہو؟'' آخر تیسری مرتبہ جب ملاح کشتی باندھنے لگا تو میں نے دیکھا میرے مرشد کریم حضور شیرِ یزدانیؒ تشریف لے آئے اور خواجہ خضر سے مخاطب ہو کر فرمایا '' تم جو کچھ بھی کر سکتے ہو کر لو۔ اب کشتی دوسرے کنارے ضرور جائے گی'' میں نے خواجہ خضر سے جس وقت حضور کی یہ کلام مبارک سُنی تو کہا '' اب کشتی چھوڑو، چلی جائے گی'' اور تم سب نے دیکھا ہم پار آ گئے۔ سبحان اللہ

مست مئے الست:۔

آپ ہر وقت ایک خاص کیفیت میں رہتے۔ میاں محمد نواز سے منقول ہے '' ذکرِ خفی کی وجہ سے آپ کا جسمِ اطہر الاسٹک کی طرح وجد میں رہتا۔ ایسا لگتا جیسے دائمی ذکر کی وجہ سے ہمہ وقت مدہوش ہیں'' مولوی انور علی کھوکھر سے روایت ہے '' حضور کی مستی کا عالم ہی کچھ اور تھا جو منہ میں آتا فرما دیتے۔ ایک مرتبہ دریا کے پار سے آ رہے تھے۔ دریا پر پہنچے تو مستی میں آ کر گھوڑا دریا میں ڈالنے لگے تا کہ یہیں سے دریا عبور کریں۔ درویشوں نے بڑی منت سماجت سے آپ کا خیال بدلا ورنہ دریا میں گھوڑا ڈالنے لگے تھے۔ ایسا ہی ایک واقعہ سید ناصر الدین شاہ سے مروی ہے کہ حضور شیرِ یزدانیؒ ایک مرتبہ گڑھ بغداد میں تشریف لے گئے سائیں فضل حسین کو معلوم ہوا تو آپ سے ملنے کے لیے سندھیلیانوالی شریف سے روانہ ہوئے۔ میاں فاضل سہو، میں اور کافی درویش ہمراہ تھے۔ ہم دریا کے کنارے جا رہے تھے اس وقت دیسی مہینہ ساون تھا اور جیسے پنجابی کا محاورہ ہے '' دریا کوہاں کنڈھ کے وہندا پیا'' یعنی اسقدر بھرا ہوا تھا کہ درمیان سے پانی اونچا بہہ رہا تھا۔ میاں فاضل سہو نے دیوانِ بوعلی قلندرؒ مترجم پنجابی کا یہ شعر پڑھا

کیہڑی گل دا فخر وکھاوے خضر اساڈے تائیں
مَیل پیالے ساڈے دی ، ایہہ ہک قطرہ وی ناہیں

تو سائیں فضل حسین نے پوچھا یہاں سے پتن کتنا دور ہے۔ درویشوں نے عرض کیا دو، تین میل ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہم اتنا سفر نہیں کر سکتے۔ سیدھے یہیں سے دریا کو عبور کر لیتے ہیں اور گھوڑا دریا میں ڈالنے لگے تو میاں فاضل سہو نے فوراً گھوڑے سے اُتر کر حضور کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور عرض کیا۔ حضور! پتن یہاں سے نزدیک ہے۔ پیر بھائیوں کو غلطی لگی ہے یعنی حضور کہیں دریا میں گھوڑا ڈال نہ دیں اور اتنے لوگوں کے سامنے کرامت ظاہر نہ ہو جائے۔

مجذوبانہ احوال:۔

☆ پیرانوار حسین جلوآنوی بیان کرتے ہیں۔ میں نے سُنا ایک مرتبہ سائیں فضل حسین اپنے منشی کو لنگر کا سودا سلف لکھواتے رہے جو کئی سو روپیہ کا بنا، جب سودا سلف لکھوا چکے تو اُسے فرمایا ''اب جاتے کیوں نہیں'' اُس نے عرض کی ''حضور! ان کے پیسے بھی عطا فرمائیں، تب جاؤں؟'' آپ نے اپنی جیبوں کو دیکھا بھالا تو اُن میں سے آٹھ آنے برآمد ہوئے، جو منشی کو پکڑا دیئے۔ اب سودا کئی سو روپیہ کا تھا اور حضور نے اُسے آٹھ آنے پکڑائے تھے وہ حیران تھا۔ الغرض اُسی وقت ایک منی آڈر آ گیا اور مطلوبہ روپے منشی لے کر چلا گیا۔ ایسی آپ کی حالت ہوگئی تھی۔

☆ یہ واقعہ سن کر سائیں اسرار حسین نے فرمایا، ایسے حالات روزمرہ کا معمول تھا۔ جب آپ گھر سے باہر آتے تو اندرونِ خانہ (اہلیہ محترمہ) آپ کی جیب یا واسکٹ کی جیب میں زیادہ رقم نہ رہنے دیتے۔ صرف کچھ پیسے چھوڑ دیتے باقی سب نکال لیتے کیونکہ حضور کی کیفیت ہی ایسی تھی۔ ڈیوڑھی سے باہر تشریف لاتے اگر کوئی سائل کھڑا ہوتا تو جو کچھ آپ کی جیب میں ہوتا سب اُسے نکال کر دے دیتے۔ پھر جیب سے آٹھ آنے ہی نکلنے تھے۔ آپ بڑے سخی تھے۔

قلندرانہ ادائیں:۔

میاں لال سکنہ موضع عنایت شاہ سے روایت ہے۔ ایک مرتبہ سائیں فضل حسین گھر سے نکلے۔ آپ نے پیلے رنگ کی لنگی باندھی ہوئی تھی۔ ایک ہاتھ میں عصار کھتے تھے اور دوسرا ہاتھ کمر پر رکھتے تھے۔ تا کہ لنگی کھل کر گر نہ جائے۔ ہر وقت کیفیت میں رہتے تھے۔ ایک آدمی کلاہ پر پگڑی باندھے ہوئے شکل وصورت سے معزز سامنے آیا۔ درویشوں نے اُسے منع کیا حضور کی قدمبوسی نہ کرنا ورنہ مارا جائے گا۔ دُور سے سلام عرض کر لے۔ مگر اُس نے کہا میں تو قدمبوسی کرونگا۔ جونہی حضور کے قدموں پر جھکا آپ نے کمر والا ہاتھ اُٹھا کر اس کی زلفوں سے پکڑ لیا اور عصا سے اس کی مرمت کر ڈالی۔ کہاں گئی پگڑی اور کہاں گیا کلاہ۔ جونہی آپ نے اسے چھوڑا وہ کپڑے جھاڑتا ہوا باہر کی طرف دوڑ گیا۔ حضور کچہری میں آکر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد ایک دُرویش کو فرمایا۔ جاؤ اُسے میرے پاس بلا کر لاؤ۔ وہ ڈرتا، ڈرتا آیا کہ پھر نہ مارا جاؤں اور لوگوں کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا، آگے آجاؤ اور اُسے مخاطب کر کے فرمانے لگے، ''باہر کہاں دوڑ گئے تھے۔ وہاں کوئی اور ہمدرد تھا، بتاؤ زندگی میں تم نے کونسی نیکی کی ہے؟ اُس نے عرض کی جناب کوئی یاد نہیں، فرمایا ''تیرے گناہ بہت تھے خُدا سے حکم ملا (الہام ہوا) اس کی مرمت کر دو تا کہ سب گناہ بخش دیئے جائیں اور ہم نے ایسا کر دیا'' وہ آدمی خوش ہو گیا۔

قدمبوسی کی ممانعت:۔

☆ حاجی پٹھانہ سکنہ چکنمبر 321 سے مروی ہے۔ ہم حضرت قطبِ عالمؒ کے پاؤں پر احتراماً ہاتھ رکھتے تو بیشک آپ چلتے آ رہے ہوتے، ٹھہر جاتے اور جب تک ہم ہاتھ نہ اُٹھا لیتے یا قدمبوسی نہ کر لیتے آپ روانہ نہ ہوتے مگر سائیں فضل حسین بڑے جلال والے تھے۔ اگر کوئی آپ کے قدموں کو ہاتھ لگانے لگتا یا قدمبوسی کرنے لگتا تو عصا لے کر اس کے پیچھے لگ جاتے اور اُسے دُور بھگا کر آتے، کئی مرتبہ درویشوں کی مرمت بھی کر دیتے۔

☆ مہردین دُرویش سکنہ چکنمبر 125/15-L سے روایت ہے۔ سائیں فضل حسین کی کچہری میں ایک ہندو جس کا نام ''گودھا'' تھا اپنے بچے کو لے کر حاضر ہوا اور رونے لگا۔ آپ نے وجہ دریافت کی تو اُس نے عرض کیا ''حضور کے

باپ، دادا کے قدموں کو بوسہ دیتے تھے تو دل کو سکون نصیب ہوتا تھا۔ کل حضور نے قدمبوسی سے منع فرما دیا ہے۔ اسی وجہ سے پریشان ہوں"۔ حضور نے قدم آگے کیا اور فرمایا "بوسہ دے لو اور اپنے دل کو سکون بخشو"۔ گودھا کی عرضی کام کر گئی اور ہم سب قدمبوسی سے فیض یاب ہوئے۔

☆ قطب علی کھرل سے مروی ہے سائیں فضل حسین قدم بوسی سے گریز فرماتے تھے۔ ایک دن فرمانے لگے جو مجھ کو دور سے سلام کرے گا اور قدم بوسی نہ کرے گا میں اُس پر راضی ہوں۔ میں نے عرض کی حضور میں آئندہ محفل میں بھی سلام نہ کروں گا فرمایا ٹھیک ہے۔ اُس دن سے ڈرتا ہوں اور کبھی سائیں فضل حسین کی مرقد شریف کے نزدیک بھی نہیں جاتا۔

قدرتی رعب:۔

سائیں فضل حسین کی شخصیت میں قدرتی طور پر ایک رعب اور جلال تھا۔ لوگ پیش ہونے سے گھبراتے تھے۔ کچہری میں بھی کچھ فاصلہ پر بیٹھتے تھے۔ محمد مراد سکنہ چکنمبر 746 سے روایت ہے۔ میرا معمول تھا اپنے ریوڑ سے ایک بکرا ہر سال لنگر میں پیش کرتا، ایک مرتبہ میں حضور کی کچہری میں آپ کی ہیبت کے پیشِ نظر دُور ہی بیٹھا تھا کہ آپ نے مجھے قریب بلایا۔ میں نے عرض کی حضور کے جلال سے خوف آتا ہے۔ فرمایا، ڈرو نہیں اور مجھے اپنے قریب بٹھا کر نہایت مہربانی سے پیش آئے اور لنگر میں پیش کیے جانے والے جانوروں کا ذکر فرما کر میری دلجوئی کی۔

حضور کی دینی سرگرمیاں:۔

سید ناصر الدین شاہ سے مروی ہے ایک مرتبہ سائیں فضل حسین چکنمبر 44 میں تشریف لائے۔ مولوی نور محمد کے ساتھ میں بھی حاضر خدمت ہوا۔ راستے میں ہم کافی بناتے گئے "جی آیا، جی آیا سائیں۔۔۔۔ توں سارا ملک وسایا سائیں" اور آپ کی کچہری میں پڑھی۔ اس وقت میرا ذہن شیعہ مذہب سے بدل چکا تھا۔ سائیں فضل حسین نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا "تم ہمارا ایک کام کرو، وہ یہ کہ "جراحی" میں ایک سال وعظ کرو" میں نے عرض کی تعمیل ہوگی پھر مولوی نور محمد نے عرض کی، میرے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا "تم بھی اس کے ساتھ وعظ کرو" سائیں فضل حسین تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گئے پھر فرمایا "یہ وعظ کرنے کا حکم تمہیں میرا نہیں ہے، یہ حکم اللہ تعالیٰ کا ہے" مزید فرمایا "یہ وعظ میرا مقرر کیا ہوا نہیں ہے۔ یہ حضور قطب عالمؒ کا مقرر شدہ ہے۔ ایک دن حضور قطب عالمؒ تشریف فرما تھے۔ ارشاد ہوا "میرا دل چاہتا ہے کہ جراحی میں ایک سال وعظ ہو، مگر آدمی کوئی نہیں جو وعظ کرے؟" میں (سائیں فضل حسین) نے عرض کی "آپ مولوی نور محمد کو فرمائیں وہ وعظ کرے گا" ارشاد ہوا "وہ وعظ تو کرے مگر اُسے کرنے کون دے گا" تھوڑی دیر کے لیے حضرت قطب عالمؒ خاموش ہو گئے پھر فرمایا "ابھی دیر ہے"۔ حضرت قطب عالمؒ کی اُس نظر کرم نے، میں سمجھتا ہوں مجھ ناچیز (ناصر الدین) کو شیعوں سے نکال لیا۔

ہم جراحی میں ایک تو جمعہ پڑھ کر وعظ کرتے دوسرا سوموار کو نمازِ فجر کے بعد وعظ کرتے۔ ایک آدمی اطلاع کے لیے مقرر کیا ہوا تھا۔ چار مواعظ کا خلاصہ لکھ کر حضور سائیں فضل حسین کی خدمت میں دستی بھیجتے۔ وہ آپ

کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ سائیں فضل حسین فرماتے "میری نظریں ہر وقت جراحی کی طرف رہتی ہیں" یعنی حضور اس تبلیغی مشن میں خاص دلچسپی رکھتے تھے۔

اہلِ تشیع کی تردید :۔

سید ناصر الدین شاہ سے روایت ہے۔ سائیں فضل حسین نے جس سال جراحی میں تبلیغ دین کے لیے مجھے اور مولوی نور محمد کو مقرر فرمایا ہوا تھا۔ اُس سال اتفاق سے دسویں محرم جمعہ کے روز آگیا۔ جراحی کے اہلِ تشیع نے "کالو والہ" سے ایک مشہور ذاکر مولوی عبدالوہاب کو مجلس پڑھنے کے لیے بلوایا۔ اُن دنوں میں (سید ناصر الدین) سائیں فضل حسین کا مرید ہو چکا تھا اور مجھے بھی کہا کہ تم بھی آؤ اور مجلس میں وعظ کرو۔ میں نے انہیں صاف بتا دیا۔ پہلے میرا وعظ تمہارے موافق تھا۔ اب مخالف ہے لہذا میں نہیں آتا۔ انہوں نے اصرار کرتے ہوئے کہا "تمہیں اپنے پیر کا واسطہ ہے ضرور ہمیں وعظ سناؤ" میرے دل میں خیال آیا۔ اگر رات کو وعظ کرونگا تو صرف جراحی کے لوگ ہونگے۔ دن کو کیا تو باہر سے بھی لوگ آئے ہوئے ہونگے۔ میں نے کہا چلو میں دن کو مجلس پڑھوں گا۔ بات طے ہو گئی۔ مولوی نور محمد آیا تو میں نے اسے تمام واقعہ سنایا کہ اب تمہاری رائے کیا ہے؟ اُس نے کہا "میں تمہیں یہ اجازت نہیں دیتا کہ ان کی مجلس جا کر پڑھو" میں نے کہا "مولوی صاحب! تم مجھے جانے دو، دیکھنا دن کی روشنی میں یہ فضل کا ملنگ ان کا منہ کس طرح کالا (سیاہ) کر کے آتا ہے" مجلس تیار ہوئی تو ایک شخص مجھے بلانے کے لیے آیا۔ مولوی نور محمد نے میری جاسوسی کے لیے دو، تین آدمی ساتھ بھیجے تا کہ پتہ چلے گا اس نے وہاں کیا وعظ کیا ہے؟ لہذا میں گیا اور اپنی منشاء کے مطابق وعظ کیا اور ان کی خوب صفائی کی۔ دوسرے دن سندھیلیانوالی شریف حاضر ہوا اور تمام قصہ پنجابی نظم کی صورت میں حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ جس کا پہلا شعر تھا۔

کل روز عاشورے دے یار پیارے، ظاہر آپ دے کجھ اسرار ہوئے
ہتھ بنھ کے آئے غیر پارٹی، آکھن سائل ہاں عرض گزار ہوئے

جب میں نے یہ نظم پیش کی تو حضور بڑے خوش ہوئے اور فرمایا، اچھا کیا ہے۔ چونکہ جراحی میں ہمارا رقبہ یا زرعی زمین نہ تھی صرف رہائش رکھی ہوئی تھی۔ سائیں فضل حسین نے فرمایا "مجھے بڑی فکر تھی کہ وہ اکیلا ہے کہیں برادری اُسے مارے نہ۔ لیکن مجھے حضرت قطبِ عالمؒ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا "تم نے بڑا اچھا کیا ہے۔ اس کا نگہبان اللہ تعالیٰ ہے۔ اور خداوندِ کریم نے اس کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر فرمائے ہوئے ہیں" بس حضور کا یہ فرمانا تھا کہ میں بے فکر ہو گیا۔ ان واقعات سے تبلیغ دین کی اُن سرگرمیوں اور کوششوں کا پتہ چلتا ہے۔ جو سائیں فضل حسین نے اپنے عہد سجادگی کے دوران فرمائیں۔ حیرت ہوتی ہے یہ کارنامے اُس مردِ قلندر کے ہیں جنہیں دائمی ذکر کی وجہ سے اپنے تن، من کی خبر نہ رہتی تھی اور مجذوبانہ احوال سرزد ہوتے تھے۔ مگر اپنے دینی مشن سے وہ کبھی غافل نہ رہے۔

کمالِ فضلؒ :۔

☆ غلام رسول دُرویش سکنہ چکنمبر 383 (الٹر) سے روایت ہے۔ ایک شخص نے سائیں فضل حسین سے عرض کی۔ حضور! آپ کے مرید چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ ان کی نگرانی کس طرح کرتے ہیں؟

حضور نے اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا ''جس طرح داڑھی کے سارے بال ہاتھ کے نیچے چھپ گئے ہیں۔اسی طرح پیر کا سایہ اپنے مریدوں پر ہوتا ہے''

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست　　　دستِ اُو جُز قبضۂ اللہ نیست

(پیر کا ہاتھ دُور، دراز و غائب لوگوں تک پہنچنے سے قاصر نہیں ہے کیونکہ اُن کا ہاتھ سوائے قبضۂ جل وعلیٰ کے کوئی دوسری چیز نہیں)

☆ایک شخص نے عرض کی، حضور! جس کا پیر نہیں وُہ کیا کرے گا؟ سائیں فضل حسین جوش میں آ گئے اور فرمایا ''جس کا کوئی پیر نہیں، میں اُس کا پیر ہوں''

اَولیاء راہست قدرت از اِلٰہ　　　تیر جستہ باز گرداند ز راہ

(اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الٰہی طاقت حاصل ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو بھی واپس کر سکتے ہیں)

☆پیر غلام شاہ سکنہ کمالیہ شہر سے مروی ہے۔ایک مرتبہ سائیں فضل حسین نے کچہری میں فرمایا ''میرے دل میں خیال آتا تھا کہ میرے مرید کافی ہیں۔پُل صراط سے کیسے گزریں گے؟ رات کو یہی سوال میں نے خداوندِ کریم کے حضور پیش کر دیا۔اللہ رب العزت نے فرمایا۔تیرے مریدوں کے لیے پُل صراط کا خوف نہیں یعنی انہیں پتہ بھی نہ چلے گا اور گزر جائیں گے'' درویشوں پر گریہ طاری ہو گیا۔

ہر کہ باایشاں نشیند یک دمے　　　روز فردا او کُجا دارد غمے

(جو اُن کے پاس ایک لحہ بھی بیٹھے گا۔تو قیامت کے دن اُس کو کوئی فکر و غم نہ ہوگا)

☆ایک دن سائیں فضل حسین نے فرمایا ''میرے مرید جیل میں تھے۔میں نے اپنے رب سے جھگڑا کر کے انہیں بَری کروا دیا''

خدا کے ناز کے پالے یہی ہیں　　　خُدائی بھر کے رکھوالے یہی ہیں

دربارِ قطبیہؒ پر بہشتی دروازے کا آغاز:۔

دربارِ قطبیہ پر بہشتی دروازے کا آغاز سائیں فضل حسین کے عہدِ سجادگی میں ہوا۔مجھے پیر ابدال حسین نے بتایا میں نے اپنے والد پیر محمد رمضان خلیفۂ مجاز سائیں فضل حسین کی زبانی اس طرح سنا کہ حضور نے چھ، سات محرم کو حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ حاضری کا ارادہ فرمایا تا کہ بہشتی سے ہو آئیں مگر حضور کو الہام ہوا۔وہ مقصد یہاں بھی حاصل ہو سکتا ہے۔آپ نے فوراً لوہار کو بلوایا اور دربار شریف کے صحن میں حضور کے قدموں کی طرف سے لوہے کا حفاظتی جنگلہ کاٹنے کا حکم دیا تا کہ گزرنے کا راستہ بن جائے۔لوہار نے عرض کی یہاں سامنے تو ایک مزار ہے (غالباً سید سلطان شاہ بخاری کی قبر تھی) حضور نے فرمایا تم اس مزار کی فکر نہ کرو۔یہ خود بخود راستہ چھوڑ دے گی۔لوہار نے جب جنگلہ وہاں سے کاٹا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ مزار حضور کے قدموں والے راستے سے ذرا ہٹ گئی ہے اور بالکل راستہ صاف ہو گیا ہے۔اوّل سائیں فضل حسین خود اس راستے سے داخل ہوئے پھر درویشوں نے مطابقت کی۔اُس روز سے دربارِ قطبیہ پر بہشتی دروازے کا آغاز ہوا اور ہر سال چھ، سات محرم الحرام کو سینکڑوں لوگ ''قطب، قطب'' کے نعرے لگاتے ہوئے وہاں سے گزرتے ہیں۔سبحان اللہ حدیث پاک ہے ''**اِنَّ اللّٰہَ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ**'' یعنی حق تعالیٰ عمرؓ کی زبان پر بولتا ہے۔اسی لیے عارف رومؒ فرماتے ہیں

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بُود　گرچہ از حلقومِ عبداللہ بُود

(اللہ تعالیٰ کے بندوں کا کہنا اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے۔اگرچہ وہ بظاہر انسان کے منہ وزبان سے ہو)

دیوان صاحب پاکپتن کی دربارِ قطبیہ پر بہشتی کی تائید:۔

میاں کریم بخش ہراج سے مروی ہے ایک دن میاں فاضل سہو نے مجھے یہ واقعہ خود سنایا کہ دیوان غلام قطب الدین سجادہ نشین پاکپتن شریف کے ساتھ مجھے ایک کام تھا۔ہم دو آدمی گھوڑوں پر سوار ہوکر پاکپتن شریف روانہ ہوئے۔راستے میں ایک اور شخص ہمارے ساتھ مل گیا وہ بھی پاکپتن شریف جارہا تھا اور دیوان صاحب کا مرید تھا۔راستے میں باتیں ہوتی رہیں۔اچانک اس کی زبان سے نکلا "میاں! ہر کوئی بابا فریدؒ کی ریس (مقابلہ) کرنے لگ گیا ہے۔پھر حضور قطبِ عالمؒ کا نام لے کر کہا، ان کے دربار پر بھی بہشتی کھل گئی ہے۔حالانکہ عہدِ قدیم سے بہشتی تو بابا فریدؒ کی تھی" اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ میں حضور قطبِ عالمؒ کا مرید ہوں۔پھر کیا تھا۔میں گھوڑے سے اُترا اور اُسے دوتین تھپڑ رسید کرتے ہوئے کہا۔" تجھے ایک غیر سید بزرگ کا بہشتی دروازہ منظور ہے اور سادات اہلبیتِ رسولؐ کا بہشتی دروازہ تسلیم نہیں۔چلو دیوان صاحب سے فیصلہ کرواتے ہیں؟" میں نے اسے گھوڑے کے آگے لگالیا۔قدرتی طور پر جب ہم پاکپتن شریف پہنچے تو دیوان صاحب باہر تشریف رکھتے تھے۔ملاقات وزیارت کے بعد میں نے عرض کی۔آپ کے مرید نے یہ کہا ہے۔اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ حضور قطبِ عالمؒ کا بہشتی دروازہ حق بجانب ہے یا نہیں؟ دیوان صاحب نے اس مرید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا،تم نے اتنی بڑی گستاخی کیوں کی ہے؟ اور پاس بیٹھے ایک مرید سے کہا۔اسے سات تھپڑ لگاؤ۔اس نے ان کی شان میں گستاخی کیوں کی ہے؟ وہ بالکل ٹھیک ہے پھر انہوں نے مسئلہ بیان فرمایا اور دربارِ قطبیہ پر بہشتی کی تائید فرمائی۔

لنگر خانے میں وسعت:۔

سائیں فضل حسین نے اپنے عہدِ سجادگی میں لنگر خانے میں بطورِ خاص وسعت فرمائی۔جہاں دن،رات ہر آنے جانے والے کو کھانا مہیا کیا جاتا۔آپ مہمان نوازی میں اپنے عہدِ سجادگی میں ایک خاص شہرت رکھتے تھے۔لنگر خانے کے اخراجات جس قدر بڑھتے آپ نہایت خوش ہوتے۔لنگر کی برکت ویسے مسلّمہ تھی۔سینکڑوں لاعلاج مریض صرف لنگر کی برکت سے صحت یاب ہوئے۔میاں شہامند جوپو سے روایت ہے ایک مرتبہ دو بیمار شخص دعا کروانے کے لیے میرے ساتھ آئے حضور نے فرمایا۔ان کو لنگر کھلاؤ۔عرض کی گئی۔یہ روٹی نہیں کھا سکتے۔فرمایا لنگر کھائیں شفا ملے گی۔الغرض وہ لاعلاج مریض صرف لنگر کا ٹکڑا کھانے سے صحت یاب ہوگئے۔ایسے کئی واقعات پیر بھائیوں میں معروف ہیں۔

کلامِ فضلؒ۔

یہاں پر عارفِ ذاتِ الٰہ حضرت سید پیر فضل حسین شاہ بخاری نور اللہ مرقدہٗ کا منظوم کلام نقل کیا جاتا ہے۔یہ پُر از معانی کلام "مشک آنست کہ خود بوید نہ کہ عطار بگوید" کا عکسِ جمیل ہے۔

اوّل "بارہ ماہ" حضور نے اپنے مرشد ومربّی شیر یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانیؒ کے بعد از وصال اُن کے ہجر وفراق میں تحریر فرمائے۔آخر میں واقعہ کربلا سے متعلق ایک قصیدہ رقم فرمایا۔جس کو "کربلا نامہ" کا عنوان دیا گیا ہے۔اس قصیدہ میں امام عالی مقام پر ہونے والے مظالم کا بیان ہے۔اشعارِ قصیدہ میں آپؓ کے فضائل کا اظہار بھی ہے اور یزیدیوں کے ظلم وستم کی داستان بھی ہے۔ہر شعر بلکہ ہر لفظ درد اور غم والم کی کیفیت میں ڈوبا ہوا ہے۔

باراں ماہ فراق

۱۔ چیتر چاہ تیرا کدے پا پھیرا ویکھ حال میرا پیارے جانیاں وے
اُڈ گئے طوطے ساہ تک پہوتے لکھ لکھ غوطے پئی کھانیاں وے
نہ تدھ خبر لئی کلی پھلی رہی بلبل وانگ پئی کُرلانیاں وے
فضل شاہ سائیں آ کے گل لائیں میوے پھل کھائیں خرمانیاں وے

۲۔ چڑھیا ماہ ساکھی ہوئی بے ساکھی گھر آ لاکھی ونجاریا وے
سیّاں کرن سیّاں ہس کھیڈ رہیاں منجی ملتی پیاں مرن دھاریا وے
کوکاں شام تینوں شام پئی مینوں سونپ گئیوں کینوں چھن تاریا وے
فضل شاہ سائیں رو رو مار آہیں آوی ترس ناہیں ہتھیاریا وے

۳۔ جیٹھ ماہ چڑھیا دُکھاں آن پھڑیا لُوں لُوں سڑیا واؤں گھلیاں وے
سنجے پئے ڈیرے گھر بار تیرے وچ گل میرے زلفاں کھلیاں وے
ہوئی ڈاڈھی چیٹھی لکھی نہ مٹی وچہ خاک مٹی عاجز رُلیاں وے
فضل شاہ ڈھولا گیا جھل جھولا بخشو نام مولا جے کر بھلیاں وے

۴۔ چڑھیا ماہ ہاڑے کراں پئی ہاڑے ظالم دُھپ ساڑے سینہ بھجدا وے
خالی ویکھ ڈیرہ کرے صبر کیہڑا بلبل وانگ میرا اندر بھجدا وے
آکھاں جا کینوں نائیں ترس تینوں تیرے باجھ مینوں نہ کجھ سجھدا وے
فضل شاہ سائیں لگیاں کس جائیں میرا دل نائیں کتھے رجھدا وے

۵۔ چڑھیا ماہ ساون جھڑی نین لاون درد قہر پاون تانگاں وگیاں وے
نہیں دُکھ تھوڑے مینوں پئے دوڑے قلماں کون موڑے توڑوں وگیاں وے
میں پئی تانگھاں آئیاں چڑھ کانگاں سینے سخت سانگاں مینوں لگیاں وے
فضل شاہ میرے پئے غم تیرے کر نال میرے گیوں ٹھگیاں وے

۶۔ بھادوں ماہ آیا دُکھاں زور پایا نینہ ٹھل لایا نال ماہیاں وے
ورت گئی کیہی نہ کجھ ہوش رہی جند پھاس گئی وچہ پھاہیاں وے
سجناں آ وہڑے ویکھ حال میرے اَج کل ڈیرے کوچ راہیاں وے
فضل شاہ جیہے عشق لُٹ لئے مالک کتھے گئے بادشاہیاں وے

۷۔ اسو آس تیری نہ کائی ہور ڈھیری سُن کوک میری فریاد جانی
ہوئی بری چِٹھی خوشی نہ ڈٹھی گزری عمر مُٹھی برباد جانی
سبھو چھوڑ جھیڑا کیتا ورد تیرا نہیں نام میرا تینوں یاد جانی
فضل شاہ بردی نت عرض کردی میرا بن دردی ہوواں شاد جانی

۸۔ چڑھیا ماہ کتے چرخہ کون کتے ہوئے کرم تتے مُتاں ہلدائی
ہور کی ہونا پیا عمر رونا نہ کچھ خبر سوہنا میں ول گھل دائی
پیارا دور گیا ناہیں صبر رہیا مینوں خون پیا اکھیں چل دائی
فضل شاہ شالا ملے متوالا تیر درد والا اندر سلدائی

۹۔ مگھر مُک پیاں ڈاڈھی چُک پیاں چھپ لگ رہیاں اندر وار میاں
صدقے جان گھولی تیری میں گولی دُکھاں آن رولی ستی مار میاں
ڈاڈھی میں دُکھی لکھ منت سُکھی تیرے کان بھکھی طلبگار میاں
فضل شاہ میرے کدے آ ویہڑے چُماں قدم تیرے لکھ وار میاں

۱۰۔ چڑھیا پوہ پالے میرے ہڈ گالے ایہڑے دُکھ جالے برفاں پوندیاں نوں
تتی نج جمی پئی رات لمی صبح آن دھمی دُکھی روندیاں نوں
خوشی نہ بھاوے لیندی پھراں ہاوے دن گزر جاوے گلیاں بھوندیاں نوں
فضل شاہ میاں مینوں وانگ شیہاں کڑک پین ہیہاں راتیں سوندیاں نوں

۱۱۔ ماگھ مار ماہی گیا ہو راہی جان نک آئی تنگی جال نی ہاں
سُلگ اگ پئی جل بل گئی تن من دیہی پئی گال نی ہاں
ہوئی بُرے حالاں پھراں کھُلے والاں دن رین فالاں پئی ڈالنی ہاں
فضل شاہ کملی نہ کچھ سُرت سمبھلی پچھاں پئی رلی پاندھی بھالنی ہاں

۱۲۔ چڑھیا ماہ پھگن واؤں سخت وگن گھر آ سجن پورا سال ہویا
مولا رُت گھولی سڈن لوک بھولی ڈاڈھی میں ڈولی مندا حال ہویا
پایا درد گھیرا جھل سیک تیرا دکھاں نال میرا وال وال ہویا
فضل، شاہ شیرا کدے پا پھیرا رنگ زرد میرا غماں نال ہویا

کربلانامہ

کر تحریر شبیرؓ دا صدمہ اے قرطاس بحکم ربّانی
جو کجھ ظلم ستم بن حیدرؓ پر کیتا اس قوم شیطانی
حال ملال توں آل نبیؐ دا کاشف کر سب راز نہانی
گوشے جگر بتولؓ ملول تے جو ورتی سب ظلم کہانی
منکر خاص یزید ہویا کیتی رب رسولؐ تھیں روگردانی
دشمن خاص نبیؐ سرور دا دوزخ اس دی جگہ پچھانی
اصغرؓ نیک سیّر دے گل پر ظالم کس وگائی کانی
میں قربان اس جان نبیؐ تے آہی ڈاڈھی خشک دہانی
اخی عباسؓ شناس مراتب خاص امام دا ہا دربانی
پاک امامؓ اکرام دے اتوں چا کیتی زندگی قربانی
سین سکینہؓ بے کینہ دا ماشکی تھیا واہ نیک پیشانی
وقت شہادت نیک سعادت سین آہی ڈاڈھی گریانی
بعد تیرے عم جان میرے وت کون پلیسی آ کر پانی
قسم خدا دی رسم جفا دی ویکھ میری دل ہے اُورانی
لاش عباسؓ تے سین سکینہؓ آ رُنی با سر عریانی
جو کجھ رُنی سین سکینہؓ نہیں لکھدی ایہہ قلم نمانی
جھل کر سختی کربل والی ہوئے شہید ہن چڑھی جوانی
دتی جان صغیراں پیراں آہے وانگ جو گل بستانی
ویکھ قضیے تے تصدیعے صابر رہیا بتولؓ دا جانی
اللہ اکبر زیر خنجر دے پڑھدا رہیا امام حقانی
نوش پیالہ **مُوتُوا** والا کوچ کیتا از دنیا فانی
ماتم وچہ حسینؓ دے رُنّے وحش طیور تے جن انسانی
کیڈا شان نبیؐ سرور دا خدمت گار ہن مَلک نورانی
کرن غلامی دعویٰ در پر سبحان اللہ ایہہ شان عیانی
دوش مبارک احمدؐ سرور ہوئے سوار شہزادے آہنی
زُلفاں پکڑ مُہار بناون پاک رسولؐ نبیؐ لاثانی

ہے افسوس تے دوس شمر پر کیتس کیڈی بے فرمانی
نال چالاکی چڑھیا چھاتی اوہ نمرود ظلم دا بانی
کیتی وصف احد خود احمدؐ ویکھو کھول آیات قرآنی
ہے سرتاج **لولاک لما** کا ملیا طرفوں ذات رحمانی
راکب دوش محمدؐ دے نوں قتل کیتا کافر سقرانی
حالت ویکھ بھرا اپنے دی رو زینبؓ خاتوں گرلانی
نہ کجھ رحم کیتو نے مطلق سین آہی جد وچہ گریانی
وہندیاں پاک جناب زینبؓ دے چا کیتی تیغ اس روانی
سر تقدیر شبیرؓ آہی جیویں پاک خدا اکبر نوں بھانی
صابر ہو کر بھار اُٹھایا سین خاتونؓ دی پاک نشانی
شمر شریر بے پیر منافق رد ہویا از در سبحانی
کیتس جلد روانہ خنجر کر کے رب دی بے فرمانی
پاک اجسام شبیر علیؓ پر ظالم کردے تیر نشانی
بے حد موذیاں ظلم کمائے کیا کہاں ہُن حال زبانی
صدمے قید مصیبت والے بے حد ڈٹھے زہراؓ ثانی
نہ کجھ کلمہ سخت سنایا صابر رہیاں درد رنجانی
رُنی سین او درد رنجانی جیوں کر بارش دی طغیانی
سجدے دے وچہ سیس کٹایا پاک امام علیؓ دے جانی
حوراں پریاں ماتم کیتا بھی رُنے خود ملک آسمانی
ہاں بَردا میں بے شک دَر دا خویش قبیلہ کراں قربانی
دین نبیؐ دا ہیں لجپالی یا یاشاہ عالی پیر حقانی
کر مشکل حل پل وچہ میری کر دے دُور ضرور حیرانی
کر منظور سوال فضلؔ دا شاہ مدنی فیض رسانی
ہے دربار مقدس عالی کر دے مَلک قصیدہ خوانی

(دیوانِ قطبیہ، مرتب محمد طاہر حسین غفرلہٗ، ص 97-92)

مولوی وریام الدین کے نام ایک خط

سائیں فضل حسین کا اپنے دست انور سے لکھا ہوا یہ خط بھی راقم الحروف کے پاس موجود ہے اور میں نے اپنی کتاب ''مآثر شیر یزدانی'' میں بھی اسے نقل کیا ہے۔

از سندیلیانوالی

محبّ دلنواز، راسخ الاعتقاد مولوی صاحب مولوی وریام الدین صاحب سلمہ ربہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بعد از دعوات و خیریت طرفین کے واضح ہو کہ خط آپ کا پہنچا۔ حال سے آگاہی ہوئی۔ اُس مرنے والے مولوی صاحب کا عجب حال ہے۔ یکم ماہِ رمضان بعد از نماز تراویح میرے ساتھ دَرِ ڈیوڑھی تک آیا۔ میں نے پوچھا کہ مولوی صاحب کوئی کام ہے۔ کہنے لگا کہ زندگی کا بھروسہ نہیں کہ شاید کل تک وفا کرے یا نہ کرے۔ اس لیے خدمت حضور میں آیا ہوں کہ میرے ضامن روزِ حشر کے ہو اور جس وقت میں نے اندر قدم رکھا تو کہنے لگا کہ دعا خیر فرمائی جاوے۔ چونکہ میں نے دعا خیر کہی۔ دن صبح کو میں ڈیرے آیا تو معلوم ہوا کہ مولوی محمد سلیمان بعارضہ ذات الجنب بیمار ہے۔ چونکہ علاج معالجہ شروع کر لیا۔ فصد وغیرہ کرائی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ یہ کہانی ہے مولوی سلیمان کی اور پھر وہ بولا تک ہی نہیں۔ اپنے گھر تمامی خورد و کلاں کو بہت، بہت شوق سے دعائیں۔ اپنی خیریت خبر ہمیشہ لکھتے رہا کرو۔

فقط سید فضل حسین شاہ بقلم خود

10-3-1929

ملفوظات وارشادات

☆فقیر اپنی مرضی سے کلام نہیں کرتا:۔

مولوی علم دین جرولہ بیان کرتے ہیں۔ مجھے ایک مرتبہ زمین کا مسئلہ درپیش ہوا جس کی وجہ سے میں بہت گھبرایا۔ میرے استاد صاحب نے مشورہ دیا۔ تم اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں عرض کرو۔ تب یہ معاملہ حل ہوگا۔ میں دربار شریف حاضر ہوا۔ سائیں فضل حسین سے مجھے بڑا ڈر لگتا تھا۔ آپ ہمیشہ مستی میں رہتے اگر کوئی بات کرتا تو اُسے مارتے۔ یہاں ایک غلام محمد پٹواری ہوتا تھا۔ میں نے اُس سے بطور نمونہ ایک عرضی لکھوائی اور اس کی نقل حضور کی کچہری میں پیش کر دی۔ آپ نے کوئی دس مرتبہ اُس عرضی کو پڑھا مگر خاموش رہے۔ میں چار دن دربار شریف پر رہا۔ اس دوران میں نے آٹھ عرضیاں حضور کی خدمت میں وقفے، وقفے سے پیش کیں مگر جواب ندارد۔ چوتھی رات میں اس قدر پریشان ہوا کہ مجھے نیند نہ آئی اور میرا دل بے ایمان ہو گیا کہ غریب آدمی ہوں چوتھے دن سے عرضیاں پیش کر رہا ہوں مگر کچھ الطاف نہیں۔ رات ایک بجے کا ٹائم ہوگا۔ میں نے دیکھا حضور اکیلے بنگلے میں تشریف لائے۔ میں بھی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت اور کوئی شخص نہیں تھا۔

آپ نے فرمایا ''دُرویش کو گھبرانا نہیں چاہیے۔ فقیر اپنے رب کے حکم کے بغیر کلام نہیں کرتا۔ جب تک خداوند کریم کوئی حکم نہ فرمائے۔ فقیر کیسے کہے'' پھر یہ آیت پڑھی ''**وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى**'' (پ ۲۷:ع ۵) اس وقت تک رسول خدا کلام نہ فرماتے تھے جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا۔ اسی طرح جب تک رب کا حکم نہ ہو۔ فقیر کچھ

نہیں کہتا۔ تم ایسے ہی گھبرا گئے ہو اور بدگمانی کو اپنے دل میں جگہ دی ہے"

حضور کے ارشاد سے میرے دل کا بوجھ اُتر گیا اور بے چینی ختم ہو گئی۔ بڑا لطف آیا اور جا کر سو گیا۔ دوسرے دن جمعۃ المبارک تھا۔ نمازِ جمعہ کے بعد حضور کی کچہری میں چھ، سات سو آدمی بیٹھے تھے۔ اچانک میرے دل نے کہا اُٹھ کر حضور سے دُعا کراؤ۔ میں نے سوچا رات کو حضور سے عرض کر دی ہے۔ پھر کیوں عرض کروں بار بار دل کہتا اُٹھو۔ آخر میں بے بس ہو گیا اور نہ چاہتے ہوئے بھی اُٹھ کر اور عرض کی۔ حضور مسکرائے اور فرمایا "تمہارا کام ہو گیا ہے مگر اب لیٹ ہو گئی ہے صبح چلے جانا"۔ میں صبح کچہری میں حاضر ہوا۔ آپ نے لانگری سے فرمایا اسے لنگر دو۔ اس نے جانا ہے۔ مجھے فرمایا راستے میں کھاتے جانا۔ میں رخصت ہوا۔ حضور کی دعا سے میں دس بجے میاں چنوں شہر پہنچ گیا۔ تحصیل سے گُزرا تو پٹواری، قانون گو، تحصیلدار اور میرے گاؤں کے دونوں نمبر دار مجھے تلاش کر رہے تھے کہ تمہیں چار دن ہو گئے کہاں چلے گئے تھے۔ یعنی جو پہلے میری فریاد نہیں سنتے تھے اب وہی مجھے ڈھونڈ رہے تھے اور انہوں نے میرا حق مجھے لکھ کر دے دی

☆خود عاشق خود معشوق:۔

سید ناصر الدین شاہ بیان کرتے ہیں۔ سائیں فضل حسین ایک مرتبہ میاں غلام محمد چھن کے مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ کمرے کے روشندان میں شیشہ لگا ہوا تھا۔ ایک چڑیا روشندان میں آ کر بیٹھی۔ اسے شیشہ میں اپنا عکس نظر آیا۔ تو شیشہ میں چونچ مارنے لگی۔ کبھی اُڑ جاتی اور کبھی پھر واپس آ کر وہی عمل دُہراتی۔ سائیں فضل حسین یہ معاملہ دیکھتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد دُرویشوں سے مخاطب ہو کر فرمایا "دوئی کی صورت کیا ہے؟" عرض کی گئی جناب ہی فرمائیں۔ آپ نے شیشہ اور چڑیا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "یہی صورت ہے، اپنے ہی عکس کی متلاشی ہے۔ خود عاشق اور خود معشوق ہے یعنی اپنے ہی عکس پر فریفتہ ہے" سبحان اللہ، کہتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

لے آئینہ کو ہاتھ میں اور بار بار دیکھ ۔۔۔ صورت میں اپنی قدرتِ پروردِگار دیکھ
خالِ سیاہ اور خطِ مشک بار دیکھ ۔۔۔ زلفِ دراز طرّہ عنبر نثار دیکھ
ہر لحظہ اپنی چشم کے نقش و نگار دیکھ ۔۔۔ اے گُل تو اپنے حُسن کی خود ہی بہار دیکھ

☆فقیر کی علامت خاموشی ہے:۔

سید ناصر الدین شاہ سے روایت ہے۔ سائیں فضل حسین کے دورِ سجادگی کا واقعہ ہے۔ ایک مال افسر تھا سردار کرپال سنگھ وہ سلطانپور بنگلے میں آیا۔ چونکہ حضور کے پاس چار نمبر داریاں تھیں۔ آپ اُسے ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔ لوگوں نے حضور کو دیکھ کر اسے بطور تنبیہ کہا۔ تمہاری زبان اچھی نہیں لیکن یہ مردِ فقیر ہیں۔ اپنا خیال رکھنا۔ لہذا حضور کو دیکھ کر سب لوگ احتراماً کھڑے ہو گئے اور جناب کو کرسی پر بٹھایا آپ تشریف فرما ہوئے تو سردار کرپال سنگھ نے عرض کی، حضور! مجھے کچھ تبرک عطا فرمائیں؟ آپ نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو اُس سے چار پیسے نکلے۔ آپ نے وہ ہاتھ میں لے کر دیکھے اور یہ فرماتے ہوئے دوبارہ جیب میں ڈال لیے کہ "یہ تو لنگر کے ہیں" اور اُسے نہ دیئے۔ سردار کرپال سنگھ نے سوال کیا۔ حضور! فقیر کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا "چُپ" یعنی فقیر کی علامت خاموشی ہے شیخ سعدیؒ بھی فرماتے ہیں۔

ایں مدعیانِ در طلبش بے خبر انند ۔۔۔ کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

(جو اس کی طلب کے مدعی ہیں وہ خبر نہیں دیتے (خاموش رہتے ہیں) کہ اُن کو خبر ہوتی ہے مگر اس خبر کو ظاہر نہیں کرتے)

☆ خالی دعویٰ سے کچھ حاصل نہیں

میاں موکھا چنن بیان کرتا ہے۔ ایک مرتبہ سائیں فضل حسین گھر سے کچہری میں تشریف لائے۔ آپ کی لنگی کے کنارے پر مٹی لگی تھی۔ میاں اللہ یار کملانہ حضور کے سامنے صف پر بیٹھ کر وہ مٹی جھاڑنے لگے۔ کافی دُرویش موجود تھے۔ مگر آپ خاموش بیٹھے رہے۔ میاں بہادر علی چنن نے ہمیں کہا، کوئی بات کرو تا کہ حضور بھی کچھ ارشاد فرمائیں۔ ایک دُرویش نور محمد تھا۔ اسے ہندی کے شبد شلوک بڑے آتے تھے۔ اُس نے کہا تم حضور سے اجازت لو میں وہ سناتا ہوں۔ لہذا میں اجازت کے لیے آہستہ، آہستہ مجلس میں آگے بڑھا۔ میاں اللہ یار کملانہ نے مجھے آگے بڑھتے دیکھا تو اُٹھ کر پیچھے بیٹھ گئے اور میرے لیے جگہ خالی کر دی۔ حضور نے مجھ سے پوچھا، کچھ کہنا ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں۔ اب میں نے تو کہنا تھا کہ نور محمد کچھ سُنانا چاہتا ہے۔ مگر میری زبان سے نکلا، حضور میں کچھ سنانا چاہتا ہوں؟ آپ نے غور سے دیکھا اور فرمایا ''اچھا تو بھی سُنا لیتا ہے؟'' اب میں نے پیچھے دیکھا کہ نور محمد کچھ سنائے مگر اُس پر آپ کی ہیبت چھا گئی اور اس نے گردن جُھکا لی۔ میں نے کیا کہنا تھا۔ آپ ناراض ہوئے کہ اب پیچھے کیوں دیکھتے ہو اور مجھے سخت وست فرمایا۔ پھر میاں اللہ یار سے مخاطب ہو کر ارشاد ہوا'' دیکھو اللہ یار! ہمارے درویشوں کا حال، رات کو پیٹ بھر کر سوتے ہیں اور گندی ہوائیں خارج کرتے ہیں۔ مگر صبح کو اُٹھ کر توحید کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ کیا سنائیں گے۔ ہم تمہیں شبد شلوک سناتے ہیں۔ یہ ہمارے خیال سے آگہی تھے۔ پھر یہ شعر پڑھے

کشن سنگھ عارف گدا ہو گیا گداگر نہیں ، بلکہ شاہ ہو گیا
گدائی سے عقدہ کُشا ہو گیا خودی گئی واصل خُدا ہو گیا

اور ایسا کلام فرمایا کہ درویشوں پر مستی چھا گئی۔ ہمیں ایسا لطف آیا کہ ہوش نہ رہا۔ صبح بیٹھے تھے۔ دن ڈھل گیا اُسی کیفیت اور مستی میں، آخر بابا مولا بخش لانگری نے عرض کی حضور کا اگلے پہر کا کھانا بھی رہ گیا ہے؟ اور بڑی مشکل سے آپ کا خیال مبارک بدل کر گھر لے گئے۔

☆ نماز کی تاکید:۔

میاں احمد دین نو مسلم سے مروی ہے ایک مرتبہ درویشوں نے سائیں فضل حسین سے عرض کی ''جب خدا ہی فاعل ہے تو پھر نماز کیسی؟'' آپ نے فرمایا ''نماز پڑھنی چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ خود ہی عابد ہے اور خود معبود ہے'' (ضمناً پیر انوار حسین جلو آنوی نے بتایا، میں نے ایک مرتبہ سائیں غلام رسول کھوہ پاک والوں کی زبان مبارک سے یہ شعر سُنا۔

جس نے پہچانا ہے اپنے آپ کوں اپنے پاؤں پر ہوا وہ سرنگوں

☆ بارگاہِ نبویؐ میں فقراء کی رسائی:۔

سید ناصر الدین شاہ بیان کرتے ہیں۔ سائیں فضل حسینؒ نے فرمایا'' ایک مرتبہ ہم ملتان گئے وہاں سیر و سیاحت کرتے ہوئے ایک فقیر کی مزار پر پہنچے۔ وہاں ایک درویش بیٹھا ہوا تھا۔ ہم نے اُسے کہا صاحب مزار کی کوئی کرامت تجھے معلوم ہو تو ہمیں بھی سناؤ۔ اُس نے بتایا، مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانے میں یہ فقیر صاحب ہوئے ہیں۔ مہاراجہ کی طرف سے اس وقت جو ملتان کا گورنر مقرر تھا۔ وہ اپنے امراء اور رعایا سے بڑی بڑی رقمیں وصول کرتا ویسے بھی اس کے کام اچھے نہیں تھے۔ البتہ اس فقیر صاحب کی خدمت میں آتا، جاتا تھا۔ مہاراجہ کے دربار میں اس کی

شکایت ہوگئی۔ لہٰذا ملتان کی حکومت سے نہ صرف گورنر کو معزول کر دیا گیا۔ بلکہ اس کے وارنٹ گرفتاری بھی جاری کر دیئے۔ گورنر کو پتہ چلا تو وہ فقیر صاحب کی خدمت میں دوڑتا چلا آیا کہ مجھے کسی طرح بچالیں ورنہ میرا کام تمام ہوتا ہے۔ فقیر صاحب نے فرمایا، میں اتنا کر سکتا ہوں کہ تمہیں حضور پاک ﷺ کی حضوری میں لے جا سکتا ہوں۔ وہاں سے جو حکم ملا۔ آگے تیرا نصیب! گورنر نے تسلیم کر لیا۔ فقیر صاحب نے فرمایا۔ آنکھیں بند کرو۔ پھر کھولنے کو فرمایا اور تاکید کی۔ تمہارا نام تو بلایا نہیں جائے گا۔ البتہ جب میرا نام بلایا جائے تو میرے ساتھ تم بھی بارگاہِ رسالت ؐ میں حاضر ہو جانا۔ الغرض جب فقیر صاحب کا نام بولا گیا۔ تو وہ گورنر بھی ان کے ساتھ حضور علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں پیش ہوا۔ فقیر صاحب نے عرض کی، حضور! یہ ملتان کا گورنر ہے اس کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے ہیں۔ اب حضور ہی مہربانی فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ایک ہزار روپیہ جرمانہ اور ایک سال قید'' فقیر صاحب نے عرض کی کرم بخشی فرمائی جائے۔ ارشاد ہوا ''پانچ سو روپیہ جرمانہ اور چھ ماہ قید'' پھر عرض گذار ہوئے تو فرمایا ''اسے دھکے دے کر باہر نکال دو'' تھوڑی دیر بعد پھر حکم ہوا کہ سائل کو بلایا جائے۔ جب وہ حاضرِ خدمت ہوا تو فرمایا ''جاؤ تمہیں جرمانہ بھی معاف، قید بھی معاف اور ملتان کی گورنری پر بحال کیا جاتا ہے'' دوسرے روز گورنر کے ورانٹ گرفتاری ملتان پہنچ گئے اور سپاہی اُسے لاہور لے جا کر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں پیش ہوئے تو گورنر کے ساتھ وہی معاملہ پیش آیا جو فقیر صاحب کی معیت میں بارگاہِ رسالت ﷺ میں دیکھا تھا۔ پہلے ایک ہزار جرمانہ اور ایک سال قید ہوئی۔ عرض کرنے پر پانچ سو روپیہ جرمانہ اور چھ ماہ قید پھر منت سماجت کرنے پر اسے دھکے دے کر باہر نکال دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے دوبارہ طلب کیا گیا اور حکم ہوا تمہیں جرمانہ اور قید بھی معاف اور دوبارہ ملتان کی گورنری پر بحال کیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ

ما عاجز و حیران بما ندیم بگرداب — لَا مَخْلَصَ اِلَّا بِکَ بِاللّٰهِ لَدَیْنَا

(ہم گرداب میں حیران و پریشان پھنسے پڑے ہیں۔ خُدا کی قسم تیرے سوا ہمارا کوئی ذریعۂ نجات نہیں)

☆ پیر کامل کی نسبت کا فیض:۔

قطب علی کھرل سکنہ موضع حویلی تارہ سے مروی ہے۔ ایک روز سائیں فضل حسین سے غالباً پیر عبداللہ شاہ صاحب نے عرض کیا۔ حضور! کئی لوگ مرید ہونے کے بعد عمل نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا ''مٹی کے برتن میں گھی ڈال کر نکال لیا جائے پھر سو سال بعد بھی اس برتن کے ٹکڑے کو آگ پر رکھو تو گھی کی خوشبو دے گا۔ یعنی اگر مرشدِ کامل ہے تو ضرور نجات پائے گا''

من خس و خاشاک و پستم پست را بگرفتۂ — اِیں نگویم شاہِ خوباں مست را بگرفتۂ

(مجھ خس و خاشاک و حقیر و پست چیز کو آپ نے بیعت کر رکھا ہے۔ اے شاہِ خُوباں! میں یہ نہیں کہتا کہ آپ نے کِس مست کا ہاتھ تھام رکھا ہے)

☆ عشق جانِ طور آمد عاشقا:۔

سید ناصر الدین شاہ سے مروی ہے۔ سائیں فضل حسین نے ایک بزرگ کا واقعہ سنایا کہ انہیں الہام ہوا مانگو کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا مشورہ کر کے مانگوں گا۔ وہ بلخ میں ایک بزرگ کے پاس گئے اور انہیں اپنا الہام بتایا۔ انہوں نے فرمایا بخارا میں ایک بزرگ ہیں تم ان کے پاس جاؤ۔ وہاں پہنچے تو انہوں نے ایک اور بزرگ کے پاس مشورہ کے لیے بھیجا۔ جب تیسرے بزرگ کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا ''کل آنا تمہیں بتائیں گے؟'' جب

دوسرے دن اُنکے ہاں پہنچے تو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس بزرگ کے جسم کو علیحدہ علیحدہ ٹکڑوں میں بکھرا ہوا پایا۔ اب وہ پریشان تھے لوگوں نے سبب پوچھا تو بتایا۔ بڑا سفر کر کے آیا تھا مگر جھوٹے آدمی سے واسطہ پڑا ہے۔ اس لیے پریشان ہوں، مجھے آج کے روز کا وعدہ کیا اور خود اس حالت میں پڑا ہے۔ اس وقت بزرگ کے ٹکڑوں سے آواز آئی "ہم نے وعدہ خلافی نہیں کی۔ یہی تو تیرے سوال کا جواب ہے۔ خدا سے سب کچھ مانگ مگر عشق نہ مانگنا، ورنہ یہی حال ہوگا جو ہمارا دیکھ رہا ہے" عارف روم فرماتے ہیں۔

عشق جانِ طور آمد عاشقا　　طور مست و خر موسیٰ صعقا

☆ تقدیرِ الٰہی کا بیان:۔

میاں شہامند جوپو سے روایت ہے۔ سائیں فضل حسین نے ایک روز یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک کشتی سمندر میں جا رہی تھی۔ اچانک وہ ٹوٹ گئی۔ اس میں سوار لوگ کچھ ڈوب گئے اور کچھ تیرنے لگے۔ ایک شخص کے ہاتھ میں لکڑی کا ایک تختہ آ گیا وہ اس کو تھام کر تیرنے لگا۔ آخر بڑی جدوجہد کے بعد اُسے کنارہ نظر آیا۔ وہاں پہنچا تو کچھ عورتیں پھر رہی تھیں جو غاروں اور گڑھوں میں رہتی تھیں۔ اُس آدمی نے دوڑ کر ایک عورت کا بازو پکڑ لیا۔ اُس عورت نے بڑی کوشش کی مگر بازو چھڑا نہ سکی۔ رات اسی طرح گزر گئی۔ دوسرے دن کچھ لوگ آئے اور اپنے رسم و رواج کے مطابق ان دونوں کی شادی کر دی۔ کسی نے میوے دیئے اور کسی نے پارچہ جات۔ آخر اُس عورت کے شکم سے خدا تعالیٰ نے اس شخص کو دو بیٹے عطا فرمائے۔ ایک عرصہ بعد وہاں سے کوئی بحری بیڑا گزرا۔ جس پر وہ شخص بمع بیوی بچے سوار ہو کر اپنے وطن لوٹ آیا۔ پھر وضاحت فرمائی کہ بندہ نہیں جانتا اُس کے لیے تقدیرِ الٰہی میں کیا لکھا ہے۔

☆ پیر کامل کی بات حقیقت پر مبنی ہے:۔

میاں محمد امیر سکنہ ٹبی قاسم بیان کرتا ہے۔ ایک مولوی صاحب کی تقریر سننے کے بعد سائیں فضل حسین نے فرمایا "مولوی صاحبان کی باتیں غیر یقینی ہوتی ہیں۔ مگر مرشدِ کامل کی بات عین حقیقت ہوتی ہے۔ مرید صادق الیقین پر اپنے پیر کامل کے ارشاد پر عمل کرنا فرض کی حیثیت رکھتا ہے۔" عارفِ روم فرماتے ہیں۔

چوں تو ذاتِ پیر را کردی قبول　　ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

(اور جب تو نے پیر کو مان لیا تو گویا تُو نے خدا اور رسول ﷺ کو مان لیا اور قبول کیا)

☆ تلقینِ فضلؒ:۔

مذکورہ راوی بیان کرتا ہے۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کی "رسول اللہ ﷺ کی زیارت فیض بشارت کا شوق رکھتا ہوں؟" سائیں فضل حسین نے فرمایا "یہ تسبیح پڑھا کرو اور جو کچھ پیر نے سمجھایا ہے اس پر عمل کرو" الغرض حضور کے ارشاد پر عمل کرنے سے میرا مقصد حاصل ہو گیا۔

☆ کوئی خلیفہ ہمارے مرید کو ارشاد کا حق نہیں رکھتا:۔

مولانا نور محمد قادری سے منقول ہے "میں نے سائیں فضل حسین کی زبان مبارک سے سُنا کہ کوئی بھی خلیفہ ہمارے کسی مرید کو ارشاد سمجھانے کا حق نہیں رکھتا۔ جو ہمارا مرید ہمارے کسی خلیفہ سے پوچھنے جائے گا وہ ہمارا مرید ہی نہیں" (مقصد تھا ہمارا مرید کسی خلیفہ سے اجازت حاصل نہ کرے) ہم نے دیکھا جو دُرویش بعض خلفاء سے وابستہ

ہوئے سائیں فضل حسین اُن سے ناراض ہوئے۔ حضور شیر یزدانی فتحپوریؒ کے ایک مرید میاں یوسف سکنہ چک بھوہڑانوالہ کو جب میاں اللہ یار کملانہ نے خلافت دی تو سائیں فضل حسین اس پر بے حد ناراض ہوئے اور فرمایا ''تو مرید بھی نہیں رہا۔ اب توبہ کرو'' اُس نے فتحپور شریف دربار پر حاضر ہو کر توبہ کی اور اپنی غلطی معاف کرائی۔

(وصال نامہ پیر سید فضل حسین، ص:28-27، از مولٰینا نور محمد قادری، مطبوعہ ۱۳۵۸ھ)

☆ باادب بانصیب:۔

سید ناصر الدین شاہ سے روایت ہے ایک مرتبہ سائیں فضل حسین کی معیت میں ہم ایک دعوت پر گئے رات کو حضور نے مجھے فرمایا ''تمہیں پہلے بھی کہا تھا چارپائی پر بیٹھ جاؤ اب تو رات ہوگئی ہے؟'' میاں غلام محمد چھن نے عرض کی حضور کا حکم سر آنکھوں پر مگر یہ (ناصر الدین) ادب کی وجہ سے نہیں بیٹھا۔ فرمایا ''ہاں! سب کچھ ادب میں ہے۔ ادب کے بغیر کچھ حاصل نہیں''

ادب اِک تاج ہے لطفِ خُدا کا تُو رکھ سر پر جہاں چاہے چلا جا

☆ مرشد کے ارشاد کا ادب:۔

میاں ولی داد ہملانہ بیان کرتا ہے۔ ایک مرتبہ سائیں فضل حسین نے فرمایا ''جو سبق مرشدِ کامل ارشاد فرمائے۔ اسے بیٹھ کر پڑھنا چاہیے، چلتے پھرتے پڑھنا ان حروف کی بے ادبی ہے'' عارف رومؒ فرماتے ہیں

از خُدا جوئیم توفیقِ ادب بے ادب محروم ماند از لطفِ رب

(ہم خداوند کریم سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں۔ بے ادب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے محروم رہا)

سفرِ ہندوستان کے واقعات

☆ میاں غلام محمد بھنانہ بیان کرتا ہے ایک مرتبہ آپ اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کے لیے ''دہلی'' تشریف لے گئے اور تمام معروف خانقاہوں پر حاضری دی۔

☆ دہلی میں ایک مجذوب فقیر تھا جو ہمیشہ خاموش رہتا۔ لوگ سمجھتے اس نے خاموشی کا روزہ رکھا ہوا ہے۔ لیکن جب اُس مجذوب نے سائیں فضل حسین کو دیکھا تو زور، زور سے کہنے لگا۔ لوگو! کسی نے خدا کو دیکھنا ہے تو اسے دیکھ لو (یعنی یہ شخص فنا فی اللہ کے مرتبہ پر فائز ہے) بس پھر کیا تھا۔ اس قدر لوگ آپ کے گرویدہ ہوئے کہ جیسے سارا شہر ہی اُمڈ آیا ہو۔

☆ دہلی میں ایک نواب ''لوھارو'' نامی جو میاں نظام الدین ہندوستانی کا شناسا تھا۔ ہیلی کاپٹر پر آیا تا کہ اولادِ نرینہ کے لیے آپ سے دعا کروائے۔ لیکن حضور اس وقت عالمِ مستی میں بیٹھے تھے۔ کسی کو جرأت نہ تھی کہ کچھ کہہ سکے یا قدمبوسی کر سکے۔ نواب صاحب دور ہی بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد میاں نظام الدین نے حضور سے عرض کیا کہ اس کی اولاد نہیں ہے۔ دعا کے لیے حاضر ہوا ہے۔ حضور نے توجہ فرمائی اور دعا کی۔

نواب صاحب واپس گھر پہنچے تو عجب ماجرہ تھا جس کمرہ میں جاتے وہاں حضور کو موجود پاتے۔ دوبارہ حاضرِ خدمت ہوئے اور دل و جان سے نیاز مندی اختیار کی۔ حضور نے فرمایا ہم نے تیرے لیے دعا کر دی ہے اور آئندہ سال اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔

☆ دہلی کے مقابرِ اولیاء کی زیارت کے بعد سائیں فضل حسین اجمیر شریف گئے اور وہاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی۔ حضور کا سفر ہندوستان فقط مزاراتِ اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے تھا۔

گولڑہ شریف کا سفر:۔

حضرتِ اقدس پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ کا وصال 11 مئی 1937ء کو ہوا۔ چونکہ ان کے حضور قطبِ عالمؒ سے دوستانہ مراسم تھے اور اپنی حیاتِ مبارکہ میں دو مرتبہ سند ھیلیانوالی شریف بھی تشریف لائے تھے۔ سائیں فضل حسینؒ کو اُن کے وصال کا علم ہوا تو آپ گولڑہ شریف برائے فاتحہ خوانی تشریف لے گئے۔ حضرتِ اقدس گولڑویؒ کے فرزندِ ارجمند حضرت بابو جی آپ کی آمد سے بڑے خوش ہوئے اور آپ کی مہمان نوازی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ الغرض یہ محبانہ تعلق مزید اُستوار رہا۔ حضور کے ساتھ کافی رفقاء تھے۔ میاں کریم بخش ہراج بتاتے ہیں کہ وہ بھی حضور کے ہمراہ گئے۔

سخاوتِ فضلؒ:۔

گولڑہ شریف سے واپسی پر حضور راولپنڈی ریلوے اسٹیشن ذرا چہل قدمی کرنے لگے۔ وہاں پر چند ملنگ بیٹھے تھے ایک ملنگ کی حریصانہ نظریں بار، بار حضور کی قیمتی لنگی پر پڑتیں۔ آپ بھی جان گئے اور اپنے خادم سے نئی چادر بدلنے کے لیے طلب فرمائی اور ایک دیوار کی اوٹ میں چادر تبدیل فرما کر خادم سے کہا یہ لنگی اُس ملنگ کو دے آؤ؟ مگر جب ملنگ کو پتہ چلا کہ آپ حضرتِ قطبِ عالمؒ کے فرزند ہیں تو نہایت شرمسار ہوا اور دست بستہ حاضر ہو کر اپنی غلطی کی معافی چاہی اور عرض کیا۔ میں حضور کی لنگی نہیں پہن سکتا۔ آپ نے مجھے عطا فرمائی اب یہ میری طرف سے ہدیہ قبول کر لیں مگر آپ نے فرمایا، ہم جو چیز کسی کو دے دیتے ہیں پھر واپس نہیں لیتے اور اُسے کچھ مزید نقدی عطا فرما کر خوش کیا۔ اسی طرح ریل گاڑی میں ایک اندھے گداگر کا خام کوزہ کسی کے گزرنے سے ٹوٹ گیا تو وہ رونے لگا۔ حضور کو معلوم ہوا تو نیا تانبے کا لوٹا جو حضور کے استعمال میں رہتا تھا۔ اسے عطا فرما کر خوش کیا اور کچھ نقدی بھی دی۔ حضور کی سخاوت کے چرچے وابستگانِ قطبیہ میں اکثر بیان کیے جاتے ہیں۔ دربار شریف کچہری میں بیٹھے ہوتے اگر کوئی سائل آتا تو جو کچھ پاس ہوتا اُسے عطا فرما دیتے۔ نقدی، مال، مویشی کسی چیز سے دریغ نہ کرتے۔

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا   خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو

خوش طبعی:۔

حضور اپنے مصاحبین سے کبھی، کبھی خوش طبعی فرمالیا کرتے۔ ایسے کئی واقعات سابقہ اوراق میں تحریر کیے جا چکے ہیں۔ مقرب دُرویش بھی گاہے بگاہے پُر لطف واقعات حضور کو سُنا کر محظوظ کرتے۔ ویسے بھی ہمارے تمام مشائخ کا خشک صوفیانہ ماحول کبھی نہیں رہا اور اپنے اردگرد کے لوگوں سے گھل مِل کر رہنا ہی ان کا دستور رہا ہے۔

☆ مولوی انور علی کھوکھر سے روایت ہے" سائیں فضل حسین کی نوجوانی کا واقعہ ہے ایک مرتبہ حضور نے کہیں جانا تھا۔ ٹرین میں سوار ہونے لگے تو اُس ڈبے میں مجسٹریٹ بیٹھا تھا۔ اس کے نوکر نے آپ کو روکا اور کہا اس ڈبے میں مجسٹریٹ بیٹھا ہے۔ کسی اور ڈبے میں جاؤ۔ آپ نے فرمایا، کوئی بات نہیں۔ میں مجسٹریٹ کا داماد ہوں۔ اُس نے آپ پر ہتک عزت کا دعویٰ کر دیا۔ ملتان میں تاریخ پیشی تھی۔ آپ وہاں تشریف لے گئے اور فرمایا، میں نے کوئی ہتک نہیں بلکہ سچ کہا ہے۔ میری شادی مجسٹریٹ کے گھر ہوئی ہے پھر اپنے سسر کا نام لیا جو شورکوٹ شہر میں رہتے تھے۔ لہٰذا بات رفع ہوگئی کیونکہ حقیقت بھی یہی تھی۔

☆ میاں شہامند جوپو سے مروی ہے۔ ایک مرتبہ سائیں فضل حسین "اُبھوے دی جھوک" میاں حسن علی کی دعوت پر

تشریف لے گئیے وہاں دو بہن بھائی "بونے" (کوتاہ قامت) تھے۔ دُرویش ان کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے لگے۔ کسی نے کہا ان کی شادی ہوئی تو کہاں رہیں گے؟ دوسرے نے کہا "ٹوکرے" میں (جس کے نیچے مرغیاں رکھی جاتی ہیں) سائیں فضل حسین نے فرمایا، خود ہی کہے جا رہے ہو۔ ذرا ان سے بھی پوچھو کہ شادی کی خواہش رکھتے ہیں یا نہیں؟ تو انہوں نے دست بستہ عرض کی "حضور کی محبت کے سوا ہمیں کوئی اور طلب نہیں ہے" یہ سُن کر نہ صرف حضور بلکہ حاضرینِ مجلس بھی بڑے خوش ہوئے اور ان کی دانائی کی داد دی۔

زندگی زندہ دلی کا نام ہے مردہ دِل کیا خاک جیا کرتے ہیں

کراماتِ فضلؒ

ایک غریب مرید کی شفایابی:۔

مولوی علم دین جرولہ بیان کرتے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں ایک نہایت غریب شخص عطا محمد ماشکی رہتا تھا۔ جو بعد میں وہاں سے چک نمبر 46، جو نہر کے پار پیر بصارا کے چک کے سامنے ہے وہاں نقل مکانی کر گیا۔ وہ سائیں فضل حسین کا مرید تھا۔ ایک مرتبہ وہ کافی بیمار ہو گیا۔ علاج معالجہ کے لیے پیسے بھی نہیں تھے۔ رات کو اُسے خواب میں سائیں فضل حسین کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا "یہ تیرہ آنے ہم نے مکان میں فُلاں گلاس کے نیچے رکھ دیئے ہیں۔ صبح کمپوڈر لدھارام کو دے کر دوائی لے لینا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں شفاء عطا فرمائے گا" صبح وہ بیدار ہوا تو اپنی بیوی سے کہا اند رکمرے میں فُلاں گلاس کے نیچے تیرہ آنے پڑے ہیں۔ وہ اُٹھا کر لے آؤ اور مجھے لدھارام کے پاس لے جاؤ۔ اُس نے کہا ہمارے گھر میں تو ایک پیسہ نہیں بلکہ نوبت فاقے تک پہنچی ہوئی ہے اور تم تیرہ آنوں کی بات کرتے ہو؟ اُس نے کہا جا کر دیکھو تو سہی رات کو میرا پیر فضل پاکؒ وہاں رکھ کر گیا ہے۔ وہ گئی تو واقعی وہاں تیرہ آنے موجود تھے۔ لہٰذا وہ اُسے لدھارام کے پاس لے گئی۔ اُس نے بھی اُنہی تیرہ آنے کی دوائی دی جس سے عطا محمد صحت یاب ہو گیا۔

ایک لمحہ میں لقوہ کا مرض ٹھیک ہو گیا:۔

یہی مولوی علم دین بیان کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ سائیں فضل حسین کچہری میں تشریف رکھتے تھے۔ اتنے میں ایک دُرویش حاضر ہوا۔ اس کی گردن لقوہ کی وجہ سے ایک طرف لگ گئی تھی۔ ہم سب نے دیکھ کر افسوس کا اظہار کیا۔ اُس نے حضور کی خدمت میں اپنی تکلیف عرض کی۔ آپ نے فرمایا "کبوتر کا گوشت کھاؤ، ٹھیک ہو جاؤ گے؟" اس نے عرض کی ایک سال ہو گیا ہے کبوتر کھاتے ہوئے مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ دُرویشوں نے کہا اب حضور کا ارشاد ہے۔ کھا کر تو دیکھو۔ اُس نے کہا بے شک آپ لوگ مجھے بے ایمان کہیں لیکن میں اب کبوتر نہیں کھاؤں گا اور پھر حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا، میاں! ٹھیک ہو جاؤ گے ایک مرتبہ کبوتر کھا کر تو دیکھو؟ مگر وہ بضد تھا کہ میں نے کبوتر نہیں کھانے۔ اب میں اپنا علاج حضور سے ہی کروانے آیا ہوں۔ حضور جب کچہری سے اُٹھنے لگے تو فرمایا وہ باغ میں دیکھو شیشم کا درخت سب سے بلند نظر آ رہا ہے کیا اُسے پانی زیادہ لگتا رہا ہے یا پُرانا لگا ہوا ہے؟ سب حاضرینِ مجلس نے ادھر دیکھا۔ حضور تو یہ فرما کر گھر چلے گئے مگر اس لقوہ کے مریض نے جب اُس طرف دیکھا تو گردن خود بخود ٹھیک ہو گئی حالانکہ وہ ایک سال سے اس مرض میں مبتلا تھا۔ اب اس طرح معلوم ہوا جیسے کبھی اسے یہ مرض ہوا ہی نہیں۔ یہ میرا چشم دید واقعہ ہے۔

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی:۔

راوی مذکور بیان کرتے ہیں۔ میرا بھائی فوت ہو گیا۔ رشتہ داروں نے مجھے تنگ کیا کہ تم اس کی بیوی کے ساتھ نکاح کرلو۔ مجبور ہو کر میں سائیں فضل حسین کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام صورت حال عرض کر دی۔ آپ نے فرمایا ''اس عورت کے ساتھ تمہارا نکاح ضرور ہونا ہے جاؤ کرلو۔ مگر وہ تمہارے قابل نہیں ہے۔ سال بعد تم سے طلاق مانگے گی۔ اُسے طلاق دے دینا۔ خداوند کریم تمہارا کہیں اور جوڑ بنائے گا'' میں نے یہ بات دل میں رکھی اور کسی کو نہ بتائی۔ گھر واپس پہنچا تو عزیز و اقارب نے میرا نکاح کر دیا اور حضور کے فرمان کے مطابق سال کے بعد طلاق ہو گئی اور میں نے دوبارہ شادی کر لی۔ گویا جو کچھ سال بعد رونما ہونا تھا حضور نے مجھے پہلے ہی آگاہ فرما دیا۔

ایک ناخواندہ کو قرآن و حکمت کی تعلیم:۔

یہی مولوی علم دین بیان کرتے ہیں۔ میں ناخواندہ تھا سائیں فضل حسین نے مجھ پر روحانی کرم فرمایا۔ سال سوا سال عالمِ خواب میں حضور نے میرے ساتھ تین مرتبہ قرآنِ مجید کا دَور فرمایا۔ جونہی آنکھ لگتی اس طرح معلوم ہوتا۔ حضور اپنے گھوڑے پر سوار ہیں۔ مجھے ساتھ بٹھا لیتے اور قرآنِ حکیم کا دَور فرماتے۔ پھر خواب میں ہی مجھے لوگوں کے گھر لے جاتے اور فرماتے۔ اس کا علاج کرو اور یہ نسخہ بتاؤ۔ اب میں نہ صرف قرآن مجید پڑھاتا ہوں بلکہ حکمت بھی کرتا ہوں حالانکہ میں ناخواندہ ہوں یہ سب میرے پیر روشن ضمیر کا کرم ہے۔

کاٹھیا اقوام کی رہائی:۔

میاں غلام محمد کھوکھر بیان کرتا ہے ''موجو کے کاٹھیے'' (ایک جگہ کا نام) حسن اور حامد کے بیٹے جب قید ہو گئے تو ایک روز میں اپنے گھر کے سامنے وہیں ''موجو کے کاٹھیے'' کھڑا تھا کہ اچانک ''دجکھڑ'' کی طرف سے سائیں فضل حسین گھوڑے پر تشریف لائے۔ میں نے لگام تھام لی اور قدمبوسی کے بعد عرض کی۔ حضور نے آج بڑی مہربانی فرمائی ہے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا ''کاٹھیے کدھر ہیں؟'' میں نے تمام واقعہ عرض کیا کہ فُلاں فُلاں کو قید ہو گئی ہے۔ لہٰذا سب وہاں گئے ہوئے ہیں۔ حضور نے فرمایا وہ تو رہا ہو کر آرہے ہیں مگر ہم یہاں نہیں رہتے آگے جا کر قیام کریں گے۔ میں نے یہ بات دل میں رکھ لی۔ جس طرح حضور نے فرمایا تھا۔ وہ شام تک رہا ہو کر واپس گھر آ گئے۔

ایک مصیبت زدہ کی روحانی امداد:۔

میاں اللہ دتہ کلاسن بیان کرتا ہے۔ حضرت قطبِ عالمؒ کے بعد از وصال میں سائیں فضل حسین کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے میری دلجوئی فرمائی اور بطور خاص ارشاد فرمایا ''تمہیں کوئی مصیبت پیش آئے تو مجھے یاد کرنا'' تھوڑے ہی دنوں بعد کا واقعہ ہے بستی والوں سے میرا جھگڑا ہو گیا۔ انہوں نے مجھے مارا، پیٹا، میں تھانے گیا مگر غریب آدمی کی وہاں شنوائی نہیں ہوتی۔ آخر تنگ آکر میں نے حضور کو یاد کیا اور بطور امداد پکارا'' آ پیر فضلا یا۔۔۔۔۔۔ تینوں بخت خُدا نے لایا'' اور بوجھل قدموں سے واپس چل پڑا۔ ایک اجنبی شخص جو کسی گاؤں کا نمبردار تھا۔ اُس نے مجھے پریشان دیکھ کر حال دریافت کیا۔ میں نے تمام واقعہ اُسے بتایا تو وہ خود بخود میری امداد کے لیے ساتھ چل پڑا اور میرا

مسئلہ حل کرا دیا۔ سبحان اللہ میرے پیر روشن ضمیر نے میری اِمداد اُس شخص سے کروائی جسے میں جانتا ہی نہ تھا۔

پَر یاں خدمتِ فضلؒ میں:۔

میاں حامد علی سنگا بیان کرتا ہے" ایک مرتبہ بصاراڈلو کی ماڑی (چوبارہ) پر سائیں فضل حسین آرام فرما رہے تھے۔ رات کو میں نے دیکھا اچانک قطب ستارے کی طرف سے دو سفید رنگ کی پَر یاں اُتریں اور حضور سے گفتگو کرتی رہیں۔ نصف گھنٹہ کے بعد انہوں نے اجازت لی اور چلی گئیں۔ میں صَف پر نیچے پاس ہی سویا ہوا تھا آپ نے میری طرف دیکھا کہ سویا ہوا ہے یا جاگتا ہے۔ میں جاگ رہا تھا مگر جان بوجھ کر خراٹے لینے لگا۔ صبح حضور نے خود ہی فرمایا، رات کو ڈر تو نہیں گیا تھا۔ میں نے عرض کی حضور کی معیت میں ڈرنا کہاں تھا۔

ایک وبائی مرض سے مرید کا مال بچانا:۔

راوی مذکور بیان کرتا ہے۔ میں گیارہ سال حضور کی خدمت میں رہا۔ ایک مرتبہ آپ" حماند کے چک" تھے میں حضور کے پاس تھا۔ آدھی رات کو اچانک سائیں فضل حسین بستر سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنا عصا دیوار پر تین چار مرتبہ مارا اور زبان مبارک سے فرمایا" نکل ونج، نکل ونج" یعنی یہاں سے چلی جاؤ۔ یہ راز بعد میں کھلا کہ اس علاقے میں ایک وبائی مرض آئی ہوئی تھی۔ جسے عرفِ عام میں" ٹلا" کہتے تھے۔ حضور اس وبائی سختی سے اپنے مرید کے مال کی حفاظت فرما رہے تھے۔ لوگوں کا بڑا نقصان ہوا مگر اُس مرید کا مال اس مرض سے محفوظ رہا۔

اقوام ہراج کو نصیحت اور اُن کا انجام:۔

میاں کریم بخش ہراج سے مروی ہے۔ میرا پھوپھی زاد بھائی صلابت یہاں سے اپنی موروثی جائیداد پر غوث پور موضع جام چلا گیا۔ وہاں برادری سے لڑائی ہوگئی۔ دوسرے فریق کو ضربیں آگئیں اور کسی کا بازو بھی ٹوٹ گیا۔ انہوں نے صلابت اور چار مزید آدمیوں پر پرچہ کروا دیا۔ ان کا چالان ہو گیا اور چھ، چھ ماہ قید کی سزا ہوئی۔ میں ان کی خبر لے کر گھر آیا۔ میری پھوپھیوں نے حرم سرائے میں حضور سے عرض کیا۔ ظہر کے وقت میں باہر آرہا تھا کہ سامنے سائیں فضل حسین اکیلے تشریف لائے اور مجھے دیکھ کر فرمانے لگے" کریم بخش! صلابت وغیرہ کو قید کروا آئے ہو؟" میرے منہ سے بے ساختہ نکلا" سچی بات کہنی جو نہیں، قید کروانے والے بھی آپ ہیں اور چھڑانے والے بھی آپ ہیں۔ اُلٹا مجھے فرما رہے ہیں کہ انہیں قید کروا آئے ہو؟" آپ خاموش ہو گئے اور کچہری میں آکر بیٹھ گئے۔ کوئی دس منٹ تک خاموش رہے پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا" کریم بخش! چلے جاؤ، جس وکیل کے بارے سب لوگ کہیں اچھا ہے اور فیس بھی سب سے زیادہ مانگے وہ کر لینا۔ صلابت وغیرہ بَری ہو جائیں گے۔ اگر اس وکیل کو نہ کیا تو میرا ذمہ کوئی نہیں۔ انہوں نے قید سے رہا نہیں ہونا" اس وقت میں اٹھارہ، انیس سال کا لڑکا تھا۔ ہمارے رشتہ دار مہر صاحبان تھے۔ اولیاء اللہ کی شان کا انہیں اِدراک نہ تھا میں اُن کے ساتھ ملتان گیا وہاں سب لوگوں نے ایک وکیل کے بارے بتایا بہت اچھا ہے۔ اُس نے 120 روپے فیس مانگی، ایک اور نوجوان وکیل شیخ خدا بخش تھا۔ اُس نے 60 روپے فیس مانگی، میں نے برادری سے کہا" بات واضح ہے، حضور نے فرمایا تھا 120 روپے والا وکیل کرو گے تو وہ بری ہو جائیں گے۔ نہ ہوئے تو 120 روپے ہم سے لے لینا اور اگر 60 روپے والا کرو گے تو اپیل خارج ہو جائے گی۔ اب تم خود فیصلہ کرلو" میرا لڑکپن دیکھ کر انہوں نے کوئی توجہ نہ دی اُلٹا کہا تم لوگ پیدا ہوئے تو دربار شریف کو ہی اپنا سب کچھ سمجھ لیا تیرا باپ، دادا بھی یہی کہتے کہ حضور نے جو فرما دیا وہی ہوگا۔ کیا یہ وکیل نہیں ہے؟ میں نے کہا پھر پیسے نہ لگاؤ، گھر چلتے

ہیں۔ انہوں نے 60 روپے والا وکیل کرلیا۔ وہ اندر گیا اور اپیل خارج کروا کے آ گیا۔ میں نے کہا اب سمجھ آ گئی ہے۔ اُن پر یہ اثر ہوا کہ اُن کا ایک شخص دربار شریف حاضر ہوا اور اپنی غلطی کی معافی مانگی۔

حقیقتِ واقعہ سے آگاہ ہونا:۔

ملک محمد نواز کھوکھر بیان کرتا ہے۔ میرا دادا ملک شہامند خاں فوت ہوا تو حضرت قطبِ عالمؒ نے سائیں فضل حسین کو فرمایا، فاتحہ خوانی پر جانا۔ آپ نے مجھے خط ارسال فرمایا کہ ہم فلاں تاریخ کو اسٹیشن گیمبر پر اُتریں گے۔ تم سواری کا انتظام کرنا، مجھے بروقت خط نہ ملا۔ حضور مقررہ دن اسٹیشن پر اُترے تو نہ میں وہاں موجود تھا اور نہ کوئی سواری تھی۔ آپ کے ساتھ ایک ملازم محمد نامی کمہار تھا۔ اُس نے عرض کی۔ دوسری گاڑی آنے کا ٹائم ہو رہا ہے۔ سواری بھی کوئی نہیں لہذا واپس چلیں۔ آپ نے فرمایا صرف سواری نہ ہونے کی وجہ سے واپس لوٹنا مردوں (بہادروں) کا کام نہیں۔ اُنہیں اطلاع نہیں پہنچی ہوگی؟ اسٹیشن گیمبر سے ہمارا گاؤں، 9 کوہ گھوڑوں کا فاصلہ ہے۔ حضور پیدل چل کر تشریف لائے، رات کو حضور نے اس بارے کوئی بات نہ فرمائی۔ صبح آپ باہر کچہری میں تشریف فرما ہوئے۔ ساٹھ، ستر آدمی حاضرِ خدمت تھے۔ اتنے میں ڈاکیا آ گیا اور اُس نے حضور کی موجودگی میں آپ کا خط مجھے پکڑایا میں نے پڑھ کر حضور کو پیش کر دیا۔ آپ پہلے ہی دیکھ رہے تھے، خط لے کر اپنے ملازم پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا میں نے تمہیں کل بھی کہا تھا کہ انہیں اطلاع نہیں پہنچی اب دیکھ خط ابھی پہنچا ہے۔ یہ کوئی ملہم تھا اسے الہام ہونا تھا کہ ہم آرہے ہیں تم کل بار، بار واپس لوٹنے کو کہتے تھے؟

عرش سے رہائی کے احکام:۔

میاں احمد دین نومسلم سے روایت ہے ایک مرتبہ جمعۃ المبارک کے روز صبح آٹھ بجے کچہری میں سائیں فضل حسین نے بیان کیا ’’مجھے حضور قطبِ عالمؒ نے فرمایا، آنکھیں بند کرو میں نے بند کرلیں۔ فرمایا اب کھول دو، میں نے دیکھا تو ہم مسجدِ اقصیٰ میں تھے۔ پھر آنکھیں بند کرنے کو فرمایا۔ میں نے بند کرلیں، فرمایا اب کھولو، دیکھا تو ہم عرشِ عظیم کے سامنے تھے۔ دربان نے پوچھا کون ہو؟ حضور قطبِ عالمؒ نے فرمایا ’’فضل حسین کو کوئی کام ہے؟‘‘ دربان خاموش ہو گیا۔ میں (سائیں فضل حسین) نے قدر سے مطالبہ کیا کہ مہوتہ قوم کے آدمی بری کروانے آیا ہوں؟ ملائکہ نے بحکمِ الٰہی فہرست دیکھی تو کہا آپ کے والد نے گرفتار کروائے تھے۔ آپ بری کروالو۔ تمہارا اپنا معاملہ ہے‘‘۔

بیمار مویشیوں کا صحت مند ہونا:۔

میاں قطب علی کھرل بیان کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ہمارے مویشیوں پر بیماری کا حملہ ہوا۔ کافی علاج معالجہ کروایا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ آخر تنگ آ کر ایک روز میں نے دربار شریف کی طرف منہ کر کے فریاد کی۔ رات کو سائیں فضل حسین کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا، دربار شریف کے کنوئیں سے ریت اُٹھا کر لاؤ اور اپنے مویشیوں پر پھینک دو۔ بیماری چلی جائے گی۔ میں نے ایسا ہی کیا اور مویشی ٹھیک ہو گئے۔ وہ ریت آج بھی میرے گھر میں موجود ہے۔

منحرف کا انجام:۔

میاں غلام نبی آرائیں بیان کرتا ہے۔ایک مرتبہ ہمارے اوپر قتل کا مقدمہ ہوگیا حالانکہ ہم بے گناہ تھے۔مدعی بھی حضور کا مرید تھا۔ہم دربار شریف حاضر ہوئے اور تمام صورتِ حال حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں عرض کر دی۔آپ نے سائیں فضل حسین کو ہمارے ساتھ بھیجا۔حضور نے مخالف پارٹی کو منع کیا اور ہماری صفائی دی کہ یہ مجرم نہیں ہیں۔آپ کے سامنے تو انہوں نے اقرار کرلیا مگر بعد میں منحرف ہو گئے۔میرے چچا کو خواب میں حضور قطبِ عالمؒ کی زیارت اس حال میں ہوئی کہ حضور نے اس مقتول کی قبر پر نیزہ مارا جو کافی اندر چلا گیا اور فرمایا ''اب کچھ نہیں ہوتا، تم بے فکر ہو جاؤ'' تفتیش کرنے والے اُفسر نے ہمیں بے گناہ ثابت ہونے پر چھوڑ دیا۔البتہ جس شخص نے سائیں فضل حسین سے وعدہ کر کے بعد میں انکار کیا تھا وہ چند ہفتوں میں ہی پاگل ہوگیا، گلیوں میں آوارہ پھرا کرتا اور گالیاں دیتا رہتا۔

مریدِ فضل کا خواب میں منکر نکیر کو جواب:۔

میاں ءریام (ٹاہلی والہ کنواں) نے خواب میں دیکھا کہ فوت ہوگیا ہوں۔غسل وکفن اور جنازہ پڑھ کر جب قبر میں دفن کیا گیا تو وہاں منکر نکیر آ گئے اور انہوں نے سوال پوچھنے شروع کیے۔اُس نے کہا اور تو میں کچھ نہیں جانتا البتہ سائیں پیر محل شریف والوں کا مرید ہوں۔فرشتے اُسے پکڑ کر سائیں فضل حسین کے پاس لے گئے حضور نے اُسے دیکھ کر فرمایا ''اسے چھوڑ دو، یہ میرا مرید ہے'' سبحان اللہ

بغیر کشتی دریا عبور کرنا:۔

راقم الحروف نے اپنے پدرومرشد حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی زبان مبارک سے سُنا ''سائیں فضل حسین ایک مرتبہ دریائے راوی پر شام تک کھڑے رہے مگر کوئی کشتی نہ آئی۔ایک بلوچ نے طنزاً کہا۔اگر حضرت قطبِ عالمؒ کا بیٹا میں ہوتا تو یہاں سینکڑوں کشتیاں موجود ہوتیں۔آپ جلال میں آ گئے اور فرمایا۔نالائق! تو نے مجھے طعنہ دیا ہے۔اب دیکھنا؟ دُرویشوں سے فرمایا میرے پیچھے، پیچھے چلتے آؤ۔آپ دریا میں اُتر گئے۔پانی اس طرح جم گیا۔جیسے پختہ سڑک ہوتی ہے۔آپ نے بمع درویشاں دریا اس حال میں عبور کیا کہ کسی ہمراہی پر پانی کی ایک چھینٹ (بوند) نہ پڑی۔

پنہاں ہے بات کونسی روشن ضمیر سے:۔

ڈاکٹر غلام علی سکنہ سندھیلیانوالی شریف نے مجھے بتایا۔سائیں فضل حسین کے زمانہ میں اکثر مریدین جناب کے مزاج کے موافق دُور سے ہی سلام عرض کیا کرتے اور محفل میں بیٹھ جاتے۔ایک مرتبہ میاں غلام محمد بھنانہ حاضرِ خدمت ہوا تو نادانستہ حضور کے قدم چوم لیے۔اسی لمحے خیال آیا کہ حضور نے منع فرمایا ہوا تھا اب شاید ناراض ہو نگے، مگر حضور خاموش رہے صرف اتنا فرمایا کہ ''میاں! نمبردار ہیں'' میاں غلام محمد نے سوچا شاید حضور کو غلط فہمی ہوئی ہے۔کیونکہ نمبرداری میری برادری کے دوسرے خاندان میں تھی لیکن اس دوران حضور نے پھر مجھے نمبردار کہہ کر مخاطب کیا تو مجھ سے رہا نہ گیا اور عرض کی حضور! میں نمبردار نہیں ہوں۔نمبردار تو دوسرے خاندان سے ایک شخص ہے۔

حضور خاموش ہو گئے۔ اس واقعہ کے آٹھ دن بعد وہ نمبردار فوت ہو گیا اور نئے نمبردار کے لیے پانچ اشخاص کے نام ملتان انگریز افسر کے پاس پہنچے۔ جن میں سے اُس نے فقط میرا نام نمبردار کے لیے منظور کیا دیگر سب کے نامنظور کر دیئے۔ پھر کیا تھا ہر کوئی مجھے نمبردار کہنے لگا۔

ایک درویش جو قبر سے نکلنا چاہتا تھا:۔

مجھے پیر ابدال حسین ولد پیر محمد رمضان قریشی (کمالیہ شہر) نے بتایا میاں جیون علی جو حضرت قطبِ عالمؒ کا صادق الیقین اور فیض یافتہ درویش تھا وہ فوت ہوا۔ تو سائیں فضل حسین فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لائے۔ اور پوچھا اُسے کہاں دفن کیا ہے؟ اس کے ورثاء نے بتایا یہاں سے قریب ہی قبرستان ہے اور وہاں سے اس کی قبر نظر آ رہی تھی۔ سائیں فضل حسین نے فرمایا چلو وہاں فاتحہ پڑھ آئیں۔ راستہ میں آپ بار، بار اپنا عصا زمین پر مارتے گئے۔ مزار پر فاتحہ خوانی کے بعد جب واپس ہوئے تو پھر عصا زمین پر نہ مارا۔ احبابِ خاص تاڑ گئے کوئی وجہ ضرور ہے؟ آخر اس بارے عرض گزار ہوئے تو فرمایا تمہیں کیا بس ایسے ہی عصا مارتا گیا۔ جب اصرار بڑھا تو فرمایا جب میں میاں جیون کی طرف چلا وہ قبر سے اُٹھ کر باہر آنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا شریعت کا ادب کر اور خاموش قبر میں لیٹا رہ جب میں خود تمہارے پاس آ رہا ہوں تم کیوں باہر نکلتے ہو۔ واپسی پر حضور نے اس کے لواحقین سے فرمایا میاں جیون دُرویش آدمی تھا۔ اس کی قبر پر کچھ سایہ بنا دو۔ انہوں نے حضور کا فرمان سُنا تو با قاعدہ روضہ اور ساتھ مسجد بھی بنا دی۔ سبحان اللہ

ع۔ قدم زندہ پڑیں جس خاک پر وہ زندہ ہو جائے

اس قسم کے واقعات ان لوگوں کے لئے جو عالمِ مثال اور حیاتِ برزخی سے خبر رکھتے ہیں بعید از قیاس نہیں۔ حضرت شیخ احمد رفاعیؒ اور حضرت سید جلال الدین بخاریؒ سے متعلقہ ایسے واقعات بڑے معروف ہیں مزید تفصیل کے لیے "کتاب الرّوح" از حافظ ابن قیمؒ اور "شرح الصدور" از امام سیوطیؒ ملاحظہ ہوں۔

مہوٹہ برادران کی پھانسی سے رہائی (مشہور کرامت فضلؒ):۔

میاں غلام فرید چنن بیان کرتے ہیں۔ سائیں فضل حسین میری دعوت پر تشریف لائے جب آپ کمالیہ ریلوے اسٹیشن پر اُترے تو آگے گھوڑوں پر آنا تھا۔ راستے میں اقوام مہوٹہ رہتے تھے۔ اُن کے غالباً چھ آدمی جیل میں تھے اور ان پر سزائے موت عائد ہو چکی تھی۔ اُن مہوٹوں کی عورتیں، خان محمد دُرویش کے ساتھ حضور کے سامنے پیش ہو گئیں اور آہ وزاری کرنے لگیں کہ ہمارے مَردوں کو سزائے موت ہو گئی ہے۔ آپ قطب ہیں اور قطب کے فرزند ہیں۔ ہمارے اوپر مہربانی فرمائیں۔ ورنہ ہم تو برباد ہو گئے ہیں۔ حضور کو اُن پر ترس آ گیا اور ان کے اصرار پر ان کے گھروں میں قدم رنجہ فرما کر دعائے خیر فرمائی اور ہمارے ہاں تشریف لائے۔ حضور نے خود مجھے فرمایا "آج راستے میں بڑا مسئلہ پیش آیا۔ مہوٹوں کی عورتیں میرے راہ میں بیٹھی تھیں۔ انہوں نے اتنی آہ وزاری کی کہ مجھے ترس آ گیا اور مہوٹوں کو بَری کروا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ماچھیا رہنے دو۔ مگر میں نے اس وقت تک ہاتھ نیچے نہ کیے جب تک ماچھیا بھی بَری نہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، چلو وہ بھی تین چار دن بعد چھوٹ جائے گا"

حضور میری دعوت لے کر واپس چلے گئے۔ چند ہی روز بعد میری ٹوبہ ٹیک سنگھ میں تاریخ تھی۔ میں گھوڑے

پر سوار ہو کر چل پڑا۔ راستے میں رہنواز ٹوانہ کا گاؤں تھا۔ اُس سے میری دُعا سلام تھی۔ میں جب بھی اس کے پاس جاتا وہ کہتا کوئی نئی بات سناؤ؟ اُس روز بھی حسبِ معمول یہی کہا تو میں نے بتایا "میرے پیر نے مہوٹوں کو سزائے موت سے بَری کرا دیا ہے" اُس نے پاس بیٹھے احمد خاں سے کہا، رجسٹر لے آؤ تا کہ غلام فرید کے پیر کی کرامت دیکھیں اور تاریخ بھی درج کر لی۔ پھر مجھے کہا، "تیری اور میری شرط ہے۔ اگر مہوٹے بَری ہو گئے تو میں تیرے پیر کا مرید ہو جاؤں گا اور اگر نہ ہوئے تو تیری خیر نہیں" میں نے کہا ٹھیک ہے، شرط ہو گئی۔ یہ دیسی ماہ چیت کا واقعہ ہے۔ پھر تیسرے مہینے ہاڑ میں تاریخ پڑی۔ میں نے اُس روز اپنے بھتیجے نصیر کو کہا ہندوؤں کے پاس تار آنی ہے جاؤ پتہ کر آؤ۔ مہوٹوں کی تاریخ کا کیا بنا؟ اُس نے آ کر بتایا وہ سب چھوٹ گئے ہیں البتہ ماچھیا ابھی نہیں آیا کیونکہ اس کے کاغذ نہیں مل رہے (یاد رہے وہ بھی تین، چار دن بعد جس طرح حضور نے فرمایا تھا گھر آ گیا) دوسرے روز پھر میں نے تاریخ پر جانا تھا۔ رہنواز ٹوانہ کے گاؤں سے گزرا تو خیال آیا۔ اُس نے شرط لگا کر رجسٹر پر لکھا تھا اُسے آج بتاتا جاؤں۔ میں اُسے ملا تو حسبِ عادت پھر اُس نے پوچھا کوئی نئی بات؟ میں نے کہا اُس روز شرط کے ساتھ تم نے رجسٹر پر درج کیا تھا۔ اب سُن لو مہوٹے کل کے بری ہو گئے ہیں۔ رہنواز نے کہا میں اپنی شرط پر قائم ہوں۔ اب خدا کے واسطے مجھے اپنے پیر کے پاس لے جاؤ اور مرید کراؤ۔ میں نے کہا تیار رہنا لے جاؤں گا۔ مجھ سے لیٹ ہو گئی اور حضور کا وصال ہو گیا۔ پھر وہ مجھے کہتا تم نے وعدہ کر کے مجھے مرید نہیں کروایا۔ میں نے کہا تھوڑا حوصلہ رکھو۔ ہمارا پیر آ رہا ہے۔ میں نے تمہیں ضرور مرید کروانا ہے۔ چند ماہ بعد سائیں اسرار حسین کی ولادت ہو گئی تو میں اسے دربار شریف لایا۔ اسکا ہاتھ سائیں اسرار حسین کے دستِ مبارک میں پکڑایا جبکہ وظیفہ میں نے سمجھا دیا۔ یہ سائیں فضل حسین کی کرامت کا حال تھا۔ عام فقیر لوگ اپنی کرامت چھپاتے ہیں لیکن آپ مستی میں اپنی کچہری میں ہی ایسی باتیں فرما دیتے تھے۔

اپنے فرزند کی ولادت سے قبل پیشین گوئی:۔

☆ میاں موکھا چھن بیان کرتا ہے۔ سائیں فضل حسین ابھی حیات تھے کہ میں بیمار ہو گیا۔ گھر والے مجھے ایک سکھ ڈاکٹر کے پاس اوکاڑہ لے گئے۔ اُس نے میرا علاج شروع کیا اور کہا دو دن تک یہ ٹھیک ہو جائے گا۔ میں دوسرے دن باہر چارپائی پر لیٹا ہوا تھا نہ سو رہا تھا اور نہ جاگ رہا تھا اچانک دیکھتا ہوں سائیں فضل حسین تشریف لائے۔ میں نے گھر والوں سے کہا حضور کے لیے بستر لگاؤ۔ وہ پریشان ہو گئے کہ ڈاکٹر نے کہا ہے یہ ٹھیک ہے اور حضور تو آخری وقت آتے ہیں؟ آپ میرے پاس تشریف فرما ہوئے اور ارشاد ہوا "مبارک ہو تم اب ٹھیک ہو" میں نے عرض کی حضور کو بھی مبارک ہو۔ فرمایا کونسی؟ میں نے عرض کیا "سائیں اسرار حسین کے تولد کی" فرمایا "خیر مبارک ساریاں مبارکاں تساڈے واسطے ہن" اور تشریف لے گئے۔ تب مجھے ہوش آیا۔ گھر والوں نے بتایا تم یہ باتیں کس سے کر رہے تھے۔ میں نے کہا مجھے تو کچھ معلوم نہیں۔ میں نے کیا کہا ہے۔ یہ واقعہ دیسی ماہ ہاڑ کا ہے۔ اسی مہینے کے آخر میں حضور وصال فرما گئے اور گھر میں سائیں اسرار حسین کی ولادت ہوئی یعنی حضور نے خود ہی پہلے میری زبانی بشارت بھی فرما دی۔

☆ میاں لال سکنہ موضع عنایت شاہ بیان کرتا ہے۔ میں نے پیر عبداللہ شاہ صاحب (قادر بخش شریف والے) اور میاں شاہ محمد سرگانہ کی زبانی سُنا "ایک روز سائیں فضل حسین کچہری میں فرمانے لگے "اب ہم نے عنقریب عالمِ آخرت کو چلے جانا ہے" تو دُرویشوں پر گریہ طاری ہو گیا اور انہوں نے عرض کی، حضور کے بعد ہمارا کون ہو گا؟ فرمایا "اسرار حسین آ جائے گا"

حالاتِ وصال و بعد از وصال

سید ناصر الدین شاہ اور مولٰینا نور محمد قادری جو قلبی اتحاد کی وجہ سے برادرانِ طریقت میں ''ناصر، نور'' کے نام سے مشہور تھے۔ انہوں نے سائیں فضل حسین کے احوالِ وصال پر ایک منظوم پنجابی رسالہ تصنیف کیا جس کا نام انہوں نے ''وصال نامہ بمعہ بارہ ماہ تصنیفِ لطیف حضرت سید فضل حسین شاہؒ'' تجویز کیا یعنی اس میں حالاتِ وصال کے علاوہ حضور کے لکھے ہوئے ''بارہ ماہ'' بھی شامل کیے۔ چالیس صفحات پر مشتمل یہ رسالہ حضور کے وصال سے کچھ ماہ بعد طبع ہوا لیکن جلد ہی نایاب ہوگیا۔ پھر دوبارہ اس کی اشاعت نہ ہو سکی۔ مجھے اس رسالہ کا ایک نسخہ حضرت مولٰینا نور محمد کے فرزند صاحبزادہ غلام مرتضٰی نے بطور تحفہ ارسال کیا۔ یہاں پر اُردو میں اس رسالہ کا خلاصہ نقل کرتا ہوں تاکہ وابستگانِ قطبیہ آپ کے مستند احوال سے مستفید ہو سکیں۔

دربار شریف سے روانگی:۔

۲۵، جمادی الاوّل بمطابق 14 جولائی، حضور نے جمعۃ المبارک دربار شریف پر ادا کیا۔ دن کو دو مرتبہ حسبِ معمول کچہری میں تشریف لائے۔ حضور کی اہلیہ محترمہ اپنے والدین کے ہاں گئی ہوئی تھیں۔ انہیں واپس لانے کے لیے خود منٹگمری جانے کا پروگرام بنایا۔ گھر سے مستورات بھی تیار ہو گئیں۔ نمازِ جمعہ کے بعد حضور نے سب دُرویشوں سے الوداعی ملاقات کی اور گھر تشریف لے گئے۔ تیاری مکمل ہوئی تو والدہ صاحبہ سے فرمانے لگے ''اب ہمارے بعد ساری ذمہ داری آپ نے اٹھانی ہے۔ ہم تو جا رہے ہیں'' لنگر میں رہنے والی خادمائیں بیان کرتی ہیں۔ حضور کئی مرتبہ سفر پر گئے مگر ایسے کلمات پہلے کبھی نہ فرمائے تھے۔ اس فرمان سے آنے والی مفارقت کی خبر دی جا رہی تھی۔ پھر حضور لنگر خانہ میں تشریف لائے۔ آپ بار، بار آستانِ پاک کے دَر و دیوار کو اس طرح دیکھتے جیسے یہاں پھر کبھی نہیں آئیں گے۔ حتّٰی کہ دُرویشوں کے دِلوں میں بھی مفارقت کے خیالات اُٹھنے لگے۔ حضور اپنی گھوڑی پر سوار ہوئے۔ مستورات اونٹ کے کجاوے میں بٹھائی گئیں اور سندھیلیانوالی شریف سے روانہ ہوئے۔

سفر کے حالات:۔

راوی بیان کرتے ہیں۔ جس وقت آپ گھر سے روانہ ہوئے۔ طبیعت ناساز لگ رہی تھی۔ سینہ میں درد محسوس ہو رہا تھا۔ ایک قے (اُلٹی) آئی جس میں خون بھی تھا۔ اسی حالت میں آپ دریا پر تشریف لائے۔ تمام ملاح قدیمی خدمتگار اور مرید تھے۔ سب دوڑ آئے۔ دولتِ قدمبوسی حاصل کی۔ میاں عبداللہ مہانا نے کشتی میں حضور کے لیے کُرسی ڈالی اور بمع قافلہ آپ کو دریا سے پار لائے۔ وہاں سے پھر گھوڑی پر سوار ہوئے اور سفر شروع ہوا۔ اس دوران آپ پر غلبۂ استغراق دیکھا گیا۔ دُرویشوں نے سمجھا آپ کی آنکھ لگ رہی ہے مگر گھوڑے کی لگام کو ہاتھ لگاتے تو حضور آنکھیں کھول لیتے اور فرماتے لگام پکڑنے کی ضرورت نہیں ہے مزید کوئی گفتگو نہ فرمائی۔ ''چوکی والی پُل'' پر پہنچے تو میاں کرم الٰہی چڑیانہ حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کی۔ حضور! آج تو جیسے ہوا گُم ہو گئی تھی۔ بڑی گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ جناب کی آمد سے خداوندِ کریم نے ہوا چلائی ہے۔ آپ نے فرمایا''

میرے لیے کہاں چلی ہے۔ کوئی مسافر ہونگے جن پر مولیٰ عزوجل نے کرم فرمایا ہے'' سبحان اللہ حقیقت کیسے پردہ میں بیان کی جارہی تھی۔ الغرض ایک دواور باتیں جو میاں کرم الٰہی نے عرض کیں حضور نے اُن کا جواب دیا۔ مزید کوئی گفتگو نہ فرمائی۔ سارے راستے حضور پر استغراق کی کیفیت رہی۔ کبھی چلنے لگ جاتے اور کبھی مستی میں کھڑے ہو جاتے۔ اس دوران یہ بھی فرمایا کہ'' میرے سینہ میں کافی درد ہے۔ ایک حالت میرے اوپر وارد ہونے والی ہے۔ میں رضائے الٰہی پر راضی اور اس کے اَمر پر شاکر ہوں۔ اگر وہ بات میں ظاہر کردوں تو یہ بچارے مرید روئیں گے'' مصنف ''وصال نامہ'' نے حضور کا فرمان کچھ اس طرح منظوم کیا ہے۔

فرمایا، ہِک حالت میں پر وارد ہوون والی — اَمر رضاؤں شکر بجاواں، حکم جیویں رب عالی
جیکر اوہ گل ہوون والی، ظاہر کراں پیارے — سن کے ایہہ مرید بچارے ڈہائیں مارن سارے
جو کجھ ہووے بیشک مَناں، دَم نہ ہرگز ماراں — جو فرمان الٰہی ہووے دَم، دَم شکر گزاراں

''چوکی والی پل'' سے جو سڑک اسٹیشن اقبال نگر جاتی ہے۔ آپ اُسی راستے پر گامزن ہوئے۔

چکنمبر 44 آمد اور قیام:۔

حضور چکنمبر 44 میں اپنے دُرویش صادق الیقین بصارا خان کے گھر تشریف لائے۔ سارے گاؤں میں حضور کی آمد کی دھوم مچ گئی۔ چھوٹے، بڑے سب زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور حضور کافی دیر کچہری لگا کر بیٹھے رہے۔ رات آپ نے یہیں قیام فرمایا۔ صبح نمازِ فجر کے بعد اگلے سفر کی تیاری ہوئی۔

منٹگمری روانگی:۔

میاں شیر محمد آپ کے لیے اونٹ لایا۔ حضور چکنمبر 44 سے روانہ ہوئے۔ مستورات حسب سابق کجاوے میں سوار تھیں۔ آپ اقبال نگر اسٹیشن تشریف لائے۔ میاں بصارا ڈُلو سکنہ چکنمبر 42 دوڑ کر آپ کے لیے چارپائی لایا اور حضور کچہری لگا کر بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد آپ ویٹنگ روم میں آئے اور وہاں جو نقشہ جات آویزاں تھے۔ انہیں دیکھنے لگے۔ میاں بصارا ڈُلو نے موقع پا کر عرض کی۔ حضور واپسی پر میری دعوت قبول کی جائے۔ آپ نے فرمایا، بصارا خان سے پوچھتے ہیں؟ اُس نے دست بستہ عرض کی حضور میری کیا مجال ہے۔ یہ بیچارہ مدت سے آرزو مند ہے۔ اس کے گھر بھی قدم رنجہ فرما دیں۔ آپ نے فرمایا'' تم دونوں نے کہہ دیا ہے۔ اب میرا عذر نہیں البتہ جس طرح خُدا تعالیٰ کا اَمر ہوگا۔ میں عہد نہیں کرتا'' میاں بصارا ڈلو کہتا ہے۔ میں نے اس وقت حضور کی یہ حالت دیکھی کہ قلبِ اطہر کی حرکت سے وہاں کپڑا ابھی ہلتا تھا اور ذکرِ خفی کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ مجھے بڑا تعجب ہوا پہلے اس قدر ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ الوداعی جھلک تھی جس سے ذکرِ خفی کی حالت بھی ظاہر ہو رہی تھی۔ مصنف ''وصال نامہ'' نے یہ واقعہ اس طرح منظوم کیا ہے۔

کہے بصارا میں ایہہ حالت پیر فضلؒ دی پائی — قلب مبارک والی حرکت ظاہر نظریں آئی
ساہ، ساہ نال دسیوے شاہ دا گرتہ ہلدا ہویا — نال آواز سُنیوے، ذکرِ الٰہی چلدا ہویا
سانوں بہت تعجب ہویا ویکھ ایہہ حالت ظاہر — حال کمال جمال دا آہا رب دلاندا ماہر
نا ہی خبر جو یار اسانوں دیندا پیا جدائی — ذکر خفی دی حالت تائیں ظاہر کھول وکھائی

اتنے میں گاڑی آنے کی گھنٹی بجی، حضور نے بصارا خان کو بُلایا اور ٹکٹ خریدنے کے لیے اُسے رقم مرحمت فرمائی۔ وہ ٹکٹ خرید کر لایا تو "بگے کے کاٹھیے" آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ حضور نے سب سے الوداعی ملاقات فرمائی اور گاڑی کے انٹر والے کمرہ میں اپنے سامان اور مستورات کے ساتھ سوار ہو گئے۔ یہاں گاڑی صرف تین منٹ ٹھہرتی تھی الغرض آپ بروز ہفتہ، صبح 9 بجے اقبال نگر اسٹیشن سے روانہ ہوئے۔

ساہیوال تشریف آوری:۔

11 بجے دن گاڑی ساہیوال پہنچی اور حضور بمع مستورات اسٹیشن پر اُترے۔ میاں نظام الدین ہندوستانی دو تانگے لے کر آپ کے انتظار میں کھڑا تھا۔ حضور تانگے میں سوار ہوئے اور مکان پر تشریف لائے۔ حضور کے لیے باہر پلنگ بچھایا گیا اور آپ کچہری لگا کر بیٹھ گئے۔ جسے پتہ چلا ملاقات وزیارت کے لیے حاضر ہو گیا۔ میاں نظام نے سفر کی تھکان دور کرنے کے لیے خوش طبعی کی باتیں سُنا کر آپ کو محظوظ کیا۔ پھر حضور نے بھی نیلی والے سفر اور میاں محمد بھگی کی چند پُرلطف باتیں سنائیں۔ اس کے بعد مجلس برخاست ہوئی اور حضور نے اندر تشریف لے جا کر کچھ دیر آرام فرمایا۔

آخری مجلس اور وصال:۔

تین بجے دن حضور پھر باہر تشریف لائے اور کچہری میں گفتگو فرماتے رہے۔ پیر احمد شاہ گیلانی جو حضرتِ شیر یزدانی فتحپوریؒ کے بھتیجے تھے۔ زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ حضور بڑے خوش ہوئے۔ انہوں نے واپسی کے لیے تین بار اجازت طلب کی مگر حضور نے یہیں رہنے کا انہیں حکم فرمایا اور اجازت نہ دی۔ آخر وہ خاموش ہو گئے۔ چار بجے حضور مجلس سے اُٹھے اور حاضرین کو آخری بار السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہہ کر اندر تشریف لے گئے۔ اپنی اہلیہ محترمہ کو فرمایا "میرے لیے بستر بچھاؤ۔ مجھے تکلیف ہو گئی ہے۔ انہوں نے فوراً پلنگ پر بستر بچھایا اس وقت آپ کو ایک قے (اُلٹی) آئی جس میں خون بھی تھا اور حضور پر غشی کے آثار ظاہر ہوئے۔ مستورات نے سول سرجن بلانے کے لیے باہر پیغام بھیجا۔ میاں نظام الدین ہندوستانی اور میاں عادل سہو فوراً گئے اور سول سرجن کو بُلا کر لائے۔ اُس نے نبض مبارک پر ہاتھ رکھا تو پریشان ہو گیا اور کہا "آپ عالمِ آخرت کو سدھار چکے ہیں" گھر میں کہرام مچ گیا۔ ایک تو پہلے ہی سفر میں تھے دوسرا اتنا بڑا سانحہ پیش آ گیا۔ باہر دُرویشوں کو پتہ چلا تو ان کی یہ حالت تھی کوئی گم سم تھا۔ کوئی چیخ رہا تھا اور کوئی تصویر حیرت، فیروز نامی دُرویش اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا تھا اور میاں ہیتم غش کھا کر زمین پر گرا ہوا تھا۔

اے مرگِ ناگہاں تیرا شکوہ کریں تو کیا — جائیں کہاں کہ دَرد کا دَرماں چلا گیا

یہ واقعہ ۲۶، جمادی الاوّل ۱۳۵۸ھ، 31 ہاڑ 1996 بکرمی، 15 جولائی 1939ء بروز ہفتہ، شام پانچ بجے، ساہیوال شہر میں پیش آیا۔

مرگِ مومن چیست ہجرت سوئے دوست — ترکِ عالم، اختیارِ کوئے دوست

واپس روانگی:۔

ملک فتح شیر نے حضور کو واپس لے جانے کے لیے دو بسیں منگوائیں۔ حضور کا جسدِ انور ایک بس میں رکھ کر مستورات کو پاس بٹھا دیا۔ درمیان میں پردہ بنا لیا گیا دوسری میں درویش اور خدمتگار سوار ہو گئے۔ ایک گھنٹہ بعد یعنی 6 بجے شام یہ قافلہ ساہیوال شہر سے روانہ ہوا۔ ابھی تھوڑا سفر طے کیا تھا کہ اس قدر سیاہ اندھیری آئی کہ گاڑیوں کا چلنا مشکل ہو گیا لہٰذا کچھ دیر کے لیے ٹھہر گئے۔ اندھیری میں جب کمی واقع ہوئی تب دوبارہ روانہ ہوئے اور چیچہ وطنی آئے۔ یہاں پہنچ کر مشورہ کیا گیا۔ گاڑیوں کو چیچہ وطنی والے پتن سے گزار کر برالے والی سڑک کے راستے گھر جائیں مگر وہ دونوں گاڑیاں نہر کے پُل پر اچانک بند ہو گئیں۔ ڈرائیور حضرات نے بڑی کوشش کی مگر بے سود۔ سب حیران کھڑے تھے آخر مستورات نے فرمایا، گاڑیاں اس راستے نہیں جاسکتیں۔ حضور جس راستے آئے تھے۔ اُسی راستے واپس جائیں گے کیونکہ آپ واپسی ادھر آنے کا اپنے مریدوں سے وعدہ کر آئے تھے۔ اسی لیے گاڑیاں خود بخود رک گئی ہیں۔ الغرض ڈرائیور حضرات نے گاڑیاں واپس موڑیں تو فوراً چل پڑیں جیسے انہیں کچھ ہوا ہی نہیں۔ سارے حضور کی کرامت دیکھ کر حیران رہ گئے۔

ولی اللہ دے مردے ناہیں ، کردے پردہ پوشی
کی ہویا جے دُنیا اُتوں ٹُر گئے نال خاموشی

بعد از وصال عہد نبھانا:۔

وہاں سے گاڑیاں چکنمبر 44 لائے۔ لوگوں کو پتہ چلا تو سارا گاؤں اُمڈ آیا۔ صبح ہی آپ یہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ اس اچانک سانحہ نے درویشوں کے ہوش بھلا دیئے۔ جس نے سُنا بیتابانہ دوڑا چلا آیا۔ اردگرد کے گاؤں میں جہاں پیر بھائی اکثریت میں تھے۔ ہر طرف اطلاع کے لیے بصارا خان نے آدمی بھیجے اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ گاڑیاں جب چکنمبر 42 کے قریب پہنچیں تو میاں بصارا ڈلو کو آدمی بھیج کر بلوایا گیا کہ تیری دعوت کا وعدہ نبھانے کے لیے اس حالت میں بھی حضور تشریف لے آئے ہیں۔ اس اچانک سانحہ نے اس کے ہوش اُڑا دیئے۔ جس نے سُنا دوڑ پڑا اور اپنی سواریاں لے کر پیچھے روانہ ہوئے۔ چوکی والی پل پر گاڑیاں واپس ہوئیں اور لوگ حضور کا پلنگ مبارک اُٹھا کر دوڑ پڑے۔ آدھی رات کا سماں تھا۔ لوگوں کی چیخ وپکار اور آہ و نالہ نے اردگرد آبادیوں میں سوئے ہوئے لوگ بیدار کر دیئے۔ پھر جس نے سُنا وہی بے تابانہ دوڑ پڑا اور اتنی خلقت اکٹھی ہو گئی کہ جدھر دیکھتے لوگ ہی لوگ نظر آتے۔ آخر اسی بھاگ دوڑ میں پتن پر آئے۔ ملاحوں کو پیغام گیا وہ سارے قدیمی غلام تھے۔ فوراً اُٹھ دوڑے، دھوتے آ پہنچے اور کئی پور بنا کر اس قافلہ کو دریا سے پار اُتارا۔

سندھیلیانوالی شریف میں صبح قیامت کا سماں:۔

وہاں سے پھر پلنگ مبارک اُٹھا کر لوگ روانہ ہوئے۔ سحر کے وقت سندھیلیانوالی شریف پہنچے۔ ہر طرف قیامت کا سماں تھا۔ اس اچانک سانحہ نے لوگوں کے ہوش وحواس اُڑا دیئے۔ کیا ہندو، کیا مسلمان جس کسی نے سُنا گھروں سے روتا، دھوتا باہر دوڑا، مصنف "وصال نامہ" نے یہ کیفیت اس طرح منظوم کی ہے۔

شہر سندھیلیانوالی اندر صبح قیامت آئی — لد گیا سلطان مُلک دا ویکھو کم خدائی
محشر انجہ برابر ہویا، ہر گھر پئی دوہائی — کیا ہندو تے کیا مسلماں روندا ہر اک بھائی

حضور کا پلنگ مبارک حرم سرائے میں پہنچایا گیا۔ لوگوں میں ایک کہرام برپا تھا۔ منشی اللہ بخش صاحب جو حضرت قطب عالمؒ کے زمانہ مبارک سے دربار شریف کے منشی اور مختارِ عام تھے۔ انہوں نے لوگوں کو واویلا کرنے سے روکا کہ تمام انبیاء اور اولیاء نے آخرت کی زندگی کو پسند فرمایا۔ ایک نہ ایک دن ہر کسی نے یہاں سے جانا ہے اور آپ کی تکفین وتدفین کا بندوبست شروع کیا۔

مزار کی تجویز اور بشارتِ قطبؒ:۔

دُرویشوں میں حضور کی تدفین کے بارے یہ تجویز سامنے آئی کہ حضرت قطب عالمؒ کے روضہ مبارک میں ویسے بھی جگہ زیادہ نہیں ہے۔ لہٰذا حضور کے لیے علیحدہ جگہ تجویز کی جائے۔ جہاں تدفین کے بعد روضہ بنایا جا سکے۔ ابھی اُن کے مشورے جاری تھے کہ میاں احمد الدین درباری نے آکر بتایا مجھے روحانی طور پر حضرت قطب عالمؒ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ''فضل حسین کو میرے پہلو میں رکھا جائے'' اس کی تائید میں ایک اور دُرویش کا خواب بھی سُنایا گیا کہ میاں محمد رمضان مدرس چکنمبر 50 نے بتایا ہے جس وقت سائیں فضل حسین نیلی والے سفر سے واپس آئے۔ میں نے ایک خواب دیکھا کہ حضرت قطب عالمؒ اپنے روضہ سے باہر آکر سائیں فضل حسین کو گلے لگا کر ملے اور خوش ہو کر فرمانے لگے ''فضل حسین! تم نے بڑی کوشش کی ہے مگر ابھی تک مجھ سے بلند درجہ نہیں پایا'' اور آپ کو بازو سے پکڑ کر اپنے روضہ میں لائے اور یہاں پہنچ کر دونوں غائب ہو گئے۔ لہٰذا ان واقعات سے یہی اشارے ملے کہ حضور کو اپنے والدِ ماجد کے پہلو میں رکھا جائے اور مزار شریف کی تیاری شروع ہوئی۔

غسل وکفن اور نمازِ جنازہ:۔

پھر حضور کو غسل دینے کے لیے لایا گیا۔ معلم کے فرائض مولوی عبدالحق نے انجام دیئے۔ میاں عبداللہ مہانا اور میاں بصارا ڈلو غسل دینے لگے۔ میاں محمد چھچھو، حامد سنگا، بصارا خان، اعظم کاٹھیا، نادر سنگا بھی بطور معاون شامل ہوئے۔ اِردگرد کھیس پکڑ کر جو لوگ پردہ بنائے کھڑے تھے۔ بقول بصارا خان اُن میں نادر گرو بھی تھا۔ جس وقت آپ کا جسمِ اطہر تختہ پر لٹایا گیا اور قمیض مبارک اُتارا گیا۔ تو ایسی سیاہ اندھیری شروع ہوئی کہ کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ دُرویش حیران تھے کہ اپنے ہاتھ بھی دکھائی نہ دیتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اندھیری تو ٹھہر گئی مگر ساتھ ہی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ اتنی بارش ہوئی کہ ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا۔ یعنی بارش نے آپ کے غسل کی سعادت حاصل کی۔ ساری خلقت کھڑی دیکھتی رہی مصنف ''وصال نامہ'' نے یہ کیفیت اس طرح منظوم کی ہے۔

تھوڑی دیر اُندھاری آہی تے مُڑ بارش آئی — رحمت رب دی نازل ہوئی جانے کُل خدائی
اتنا مینہ وٹھا جو بھر گئے بارش نال کیارے — بدلاں غُسل کرایا شاہؒ نوں ڈٹھا عالم سارے
استھیں پچھے کفن پہناون شاہ والا دے تائیں — ستراں اندر لے گئے تسدم ظاہر آکھ سنائیں

کفن پہنا کر پلنگ مبارک آخری زیارت کے لیے گھر پہنچایا گیا۔ ملو کا قوم کی ایک خادمہ مائی پانوں روایت کرتی ہے۔ جس وقت حضور کا پلنگ مبارک گھر لایا گیا اور آخری زیارت کے لیے چہرہ مبارک سے کفن ہٹایا گیا

تو اس قدر نور کے تجلّے ظاہر ہوئے کہ دیکھنے کی تاب نہ رہی اور خواتین بے خود ہو کر ایک دوسرے پر گرنے لگیں۔ دربار شریف پر اُس روز قیامت کا سماں تھا۔ حضور خود بھی اکلوتے تھے اور پیچھے بھی کوئی اولاد نہ چھوڑی تھی۔ صرف ایک اہلیہ محترمہ کے گھر اُمید تھی۔ دیکھنے والوں کی نظر میں، گویا اب پیچھے کوئی وارث نہیں رہا تھا۔ مگر جس آستانِ پاک کا وارث مدینے والا ہو وہ لاوارث کیسے ہو سکتا ہے۔ گھر میں آخری زیارت کے بعد پلنگ مبارک باہر لایا گیا۔ آگے نمازِ جنازہ کے لیے صفیں تیار تھیں۔ ہزاروں لوگ اس سعادت کے لیے دست بستہ کھڑے تھے۔ جدھر نگاہ پڑتی آدمیوں کے سَر نظر آتے۔ خلقت کے رش کی وجہ سے پہلے نمازِ جنازہ ادا کیا گیا۔

آخری زیارت و تدفین:۔

جنازہ پڑھ کر روضہ مبارک کے برآمدے میں شمال کی طرف حضور کا پلنگ مبارک رکھا گیا اور لوگ جوق در جوق زیارت سے فیض یاب ہونے لگے۔ حُسن کا بازار گرم ہوا اور جمالِ شیخ کے پروانے ایک دوسرے پر بیخود ہو کر گرنے لگے۔ کافی دیر تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ آخر کاریگر تابوت مبارک تیار کر کے حاضرِ خدمت ہوئے۔ آپ کا وجودِ اطہر روضہ شریف میں لایا گیا اور تابوت میں منتقل فرما کر دن 11 بجے بروز اتوار مزار مبارک بند کی گئی۔ حفاظ نے آخری ختم شریف پڑھا۔ حضور کو اپنے والدِ ماجد حضرت قطبِ عالمؒ کے مغربی پہلو میں دفن کر کے قرب و جوار کے رہنے والے اکثر لوگ رخصت ہوئے۔

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں　　　ادھر ڈوبے، ادھر نکلے، ادھر ڈوبے، ادھر نکلے

مرض وصال کے بارے ایک مشہور روایت:۔

حضرت پیر غلام محمد جلوآنویؒ اپنے مطبوعہ ملفوظات اسرار التوحید جلد اوّل میں فرماتے ہیں ''سائیں فضل حسین کا وصال زہر کی وجہ سے ہوا تھا اور ہر کسی کو پتہ تھا کہ جناب کو زہر دیا گیا ہے'' راقم الحروف نے اپنے پدر و مرشد حضرت سائیں پیر محمد کرم حسینؒ کی زبان مبارک سے بھی ایک مرتبہ سُنا کہ ''بزرگ درویش بتایا کرتے تھے حضور کا وصال زہر کی وجہ سے ہوا'' میاں محمد نواز اپنی قلمی یاداشتوں میں لکھتے ہیں۔ ''آپ کو ایک بداندیش حکیم نے دوائی میں زہر دے دیا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے اور دارِ فانی سے رحلت فرما گئے''

اللہ نے پیدا جو کیا رنج و بلا کو　　　تقسیم ہوا سب وہ محبانِ خُدا کو

پر سب سے سوا حصہ ملا آلِ عبا کو　　　تحریر کا فرمان ملا کلکِ قضاء کو

بعد از وصال ایک دُرویش کا خواب:۔

میاں محمد بھگی سے روایت ہے وصال کے بعد سائیں فضل حسین نے خواب میں میاں محمد چھجو کو فرمایا۔ ''جب میرے وصال کو اکتالیس (41) دن گزر جائیں تو جو بھی میرے مزار پر آ کر سوال کرے گا۔ خداوندِ کریم کے فضل سے وہ اپنی مراد حاصل کرے گا''۔ مصنف ''وصال نامہ'' نے یہ واقعہ اس طرح منظوم کیا ہے۔

میاں بھگی کرے روایت میں او آکھ سنائیں — خواب دیوچہ محمد چھجو نوں فرمایا سائیں
بعد وصال میرے دے جس دن گذرن دینہ اکتالی — آمزار میری دے اُتے کر سوال، سوالی
رب دے فضلوں پوری کرساں آس اُمید تمامی — نہ گھبراؤ مطلب پاؤ میں خود ہوساں حامی

ازواج واولاد

سائیں فضل حسینؒ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں پانچ شادیاں کیں۔ پہلی شادی آپ کی تقریباً پچیس (25) سال کی عمر میں سید مبارک علی شاہ صاحب (سکنہ موضع گوردتہ ضلع ساہیوال) کی دختر سیدہ شہزادہ بیگم سے ہوئی۔ یہ مائی صاحبہ آٹھ سال زندہ رہ کر وصال فرما گئیں اوران سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

پہلی زوجہ محترمہ کے وصال سے ایک سال بعد آپ کی دوسری شادی پیر سید کرم شاہ صاحب (افسر مال وسجادہ نشین دربار حضرت محبوب عالم، شورکوٹ شہر) کی دختر سیدہ بہادر بیگم سے ہوئی۔ یہ مائی صاحبہ نہایت بزرگ اور پارسا خاتون تھیں۔ حضرت قطبِ عالمؒ کے زمانہ مبارک میں گھر کے تمام کام بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتی رہیں مگران سے بھی اولاد نہ ہوئی۔ یہ مائی صاحبہ بیمار ہوگئیں توانہوں نے اپنی زندگی میں حضور کی تیسری شادی سید محمد شاہ صاحب (موضع گوردتہ ضلع ساہیوال) کی دختر سیدہ انور بیگم سے کروائی (یہ تیسری زوجہ محترمہ حضور کی پہلی بیوی سیدہ شہزادہ بیگم کی بھتیجی تھیں اورانہیں کے بطنِ مبارک سے بعد میں سائیں اسرار حسین تولد ہوئے) اس تیسری شادی کے بعد حضور کی دوسری زوجہ محترمہ سیدہ بہادر بیگم وصال فرما گئیں۔

چوتھی شادی آپ نے پھر موضع گوردتہ ضلع ساہیوال میں چشتی خاندان (اولاد حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ) میں فرمائی ان مائی صاحبہ کے بطن سے فقط ایک لڑکی تولد ہوئی جوتھوڑے ہی عرصہ کے بعد فوت ہوگئی۔

پانچویں شادی آپ نے چک نمبر 33/4-L ''جھوک چنڑاں'' میں درویش صادق الیقین میاں نادر چنن کی دختر مائی صاحب خاتون سے کی مگران سے بھی کوئی اولاد نہ ہوئی۔

یہ تمام شادیاں اولاد کی خاطر فرمائیں مگر اپنی حیاتِ مبارکہ میں یہ نعمت دیکھ نہ سکے۔ حضور کی واحد اولاد سائیں اسرار حسین تھے جو اپنے والدِ ماجد کے وصال سے چار ماہ، دو دن بعد، ۵ شوال المکرم ۱۳۵۸ھ بمطابق 17 نومبر 1939ء بروز جمعۃ المبارک کوتولد ہوئے۔

باب دوازدہم

معاصرینِ کرام، خلفائے عظام اور بعض معروف متوسلین

معاصرینِ کرام

ذیل میں اُن بزرگانِ دین کا ذکرِ خیر کیا جاتا ہے جن کے ساتھ حضرت قطبِ عالمؒ کے تعلقات یا ملاقات کی اطلاع ملتی ہے مقصد یہ ہے کہ وابستگان سلاسلِ طریقت کو معلوم ہو ہمارے اکابرین کی آپس میں کس قدر محبت و مودّت تھی۔ آجکل تو ہر طرف ہم چوں ما دیگرے نیست والا معاملہ ہے۔ بیشتر مریدین دوسرے اہل اللہ کے مراتب کو گھٹانا ہی اپنے پیرومرشد کی تعریف سمجھتے ہیں جو ایک غلط روّیہ ہے اور کسی طور بھی اصحابِ محبت کے طریقہ میں قابلِ قبول نہیں۔ ہمیں اپنے اندر ایک دوسرے کے احترام کی روایت پیدا کرنی ہوگی۔ اگر اتنی بھی برداشت نہیں تو اس راستے پر چلنے کا فائدہ ہی نہیں۔ یاد رکھیں تمام سلاسلِ اولیاء حق ہیں اور ہر دَور میں اہل اللہ موجود رہے ہیں جن کے مبارک وجود سے کوئی علاقہ خالی نہیں رہا۔ بچپن میں ایک مرتبہ میری زبان سے نکل گیا کہ صوفیاء کے چار سلاسل ہیں۔ میرے قبلہ گاہی سائیں پیر محمد کرم حسین رحمۃ اللہ علیہ نے سُنا تو فرمایا، ایسے نہ کہو، یوں کہہ دو کہ ''محبت کے چار طریقے ہیں'' اب دیکھنا ہے تم کس طریقہ سے راہِ محبت طے کرنا چاہتے ہو۔ یعنی میری اتنی سی بات بھی حضور پر گراں گُزری اور کیا خوبصورت تمثیل بیان فرمائی۔ اکثر آپ جب حضرت قطبِ عالمؒ کا یہ شعر پڑھتے۔

نہ بندگی ہے ، نہ سجدہ ، نہ عبادت　　محبت ہے ، محبت ہے ، محبت

تو فرماتے سانس ختم ہو جاتا ہے ورنہ ابھی کہتا رہتا، محبت ہے، محبت ہے، محبت ہے۔

ایک اور جگہ ''محبتِ اولیاء'' کے بارے حضرت قطبِ عالمؒ فرماتے ہیں۔

محبت تُو رکھ اولیاء سے پسر　　کہ فرماتے ہیں دیکھ خیر البشرؐ

جو ان کی محبت میں کامل ہوا　　حشر کو بھی وہ اُن کے شامل ہوا

محبت بزرگوں کی اکسیر ہے　　وصالِ خُدا کی یہ تدبیر ہے

رہا اِس محبت سے جو دُور تَر　　ہے ازلی شقاوت کا اُس پر اثر

1۔ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ (المتوفی، 13 ستمبر 1901ء)

آپ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہٗ کے پوتے اور سجادہ نشین اوّل تھے کیونکہ آپ کے والدِ ماجد خواجہ گل محمد صاحبؒ اپنے پدرِ بزرگوار حضرت خواجہ محمد سلیمانؒ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی رحلت فرما گئے تھے۔ حضرت خواجہ اللہ بخشؒ کی تعلیم و تربیت دادا بزرگوار کے زیرِ سایہ ہوئی اور بیعت و خلافت بھی اُنہی سے میسر آئی۔ آپ اپنے عہد کے کثیر الفیضان بزرگ تھے۔ دریا دلی اور لطف و کرم کے باعث آپ کا لقب حضرتِ کریم تونسوی معروف ہے۔ راقم الحروف نے معتبر دُرویشوں کی زبانی سُنا۔ حضرت قطبِ عالمؒ کی حضرت کریم تونسویؒ سے ملتان میں دو بار ملاقات ہوئی۔ جس سے محبت و مودّت کے پاکیزہ جذبات زندگی بھر آپس میں برقرار رہے۔

اصیلاں سندی دوستی ، تِل جتنی توڑے
ڈُبدے ہویاں نوں باہوں پکڑے، چھَڈیاں مُول نہ چھوڑے

2۔ حضرت خواجہ غلام فریدؒ (المتوفی 24 جولائی 1901ء)

آپ اپنے عہد میں سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے عظیم روحانی راہنما تھے۔ کوٹ مٹھن شریف اور چاچڑاں شریف کی مسندِ ارشاد پر متمکن اپنے برادرِ بزرگ حضرت خواجہ غلام فخر الدین اوحدیؒ سے بیعت و خلافت رکھتے تھے۔ آپ معروف صوفی شاعر، عالم، عارف، عاشق اور ہمہ صفت موصوف شخصیت تھے۔ ہزارہا مخلوقِ خدا اور والیانِ ریاست آپ کے دامنِ کرم سے وابستہ تھے۔ حضور قطبِ عالمؒ کے ہم عصر ہونے کے علاوہ تعارف و ملاقات اور باہمی تعلقات کی بھی اطلاع ملتی ہے۔

میاں غلام فرید چنن سے روایت ہے "حضور گاہے بگاہے صوفی شعراء کا کلام سُنا کرتے تھے۔ البتہ جب حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی کافیاں سُنتے تو حضور کو دَرد (ذوق) پیدا ہوجاتا۔ ایک دُرویشؒ نے اس بارے دریافت کیا تو فرمایا "اکثر لوگوں کا صرف قال ہوتا ہے مگر خواجہ غلام فریدؒ کا حال ہے"۔ اس لیے مجھے دَرد ہوجاتا ہے۔

3۔ حضرت امام احمد رضا خاں بریلویؒ (المتوفی، 28، اکتوبر 1921ء)

مولٰینا عبد الحکیم شرف قادری اپنی کتاب "تذکرۂ اکابرِ اہلسنت" کے صفحہ نمبر 405 پر لکھتے ہیں۔

"قدوۃ السالکین حضرت مولانا سید قطب علی شاہ قادری قدس سرہٗ کے امامِ اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ سے مخلصانہ ومحبانہ تعلقات تھے"

اسی طرح مولانا محمد ادریس بھوجیانی نے کتاب "اربابِ طریقت" صفحہ نمبر 49-348 پر اور علامہ عالم فقری نے کتاب "اولیاء اللہ" صفحہ نمبر 116 پر بھی حضرت قطبِ عالم کے اعلیٰ حضرت بریلویؒ سے مخلصانہ روابط کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن تفصیل دستیاب نہیں ہوسکی۔

4۔ حضرت سید پیر مہر علی شاہ گیلانی گولڑویؒ (المتوفی، 11 مئی 1937ء)

حضرت قبلۂ عالم گولڑویؒ اور ہمارے حضرت قطبِ عالمؒ کے درمیان گہرے محبانہ مراسم رہے۔ ان باہمی تعلقات میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہا۔ درگاہِ قطبیہ کے سجادہ نشین ثانی حضرت پیر سید اسرار حسین شاہ صاحبؒ نے بڑے اہتمام کیساتھ دس آڈیو کیسٹ میں دُرویشانِ قطبِ عالم کے انٹرویو محفوظ کروائے۔ راقم الحروف نے اُن کیسٹ سے معتبر دُرویشوں کی زبانی سُنا کہ حضرت قبلہ عالم گولڑویؒ اپنی حیاتِ مبارکہ میں سندھیلیانوالی شریف دو مرتبہ تشریف لائے۔ ایک مرتبہ آپ کے خلفِ صادق حضرت بابو جیؒ بھی ہمراہ تھے۔ حضرت گولڑویؒ کی معروف سوانح حیات "مہرِ منیر" میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے۔ البتہ اس کے مصنف مولانا فیض احمد صاحب کئی مقامات پر تسامح کا شکار ہوئے۔ میرا خیال ہے انہوں نے جس شخص سے معلومات حاصل کی اُس نے لاپرواہی کا مظاہرہ کیا۔ مولانا صاحب نے "مہرِ منیر" کے دو مقامات پر اس ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ ایک صفحہ نمبر 307 پر اور دوسرا صفحہ نمبر 114 پر، میرے پیشِ نظر 1973ء کا مطبوعہ ایڈیشن ہے۔

اوّل: حضور کا پورا نام "سید قطب علی شاہ" تھا لیکن انہوں نے ہر مقام پر صرف "پیر قطب شاہ" لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔ حالانکہ وہ آپ کی تصانیف میں سے کتاب "اسرار المعرفت" اور "رسالہ حیات النبیؐ" سے نہ صرف واقف تھے بلکہ انہیں یادگار لکھا۔

دوم: سنِ وصال کے بارے بھی غیر یقینی کا اظہار کیا۔ حضور نے 22 دسمبر 1927ء کو وصال فرمایا لیکن انہوں نے ''27-1926ء'' دونوں سَن لکھ دیئے۔

سوم: جائے اقامت کے بارے بھی وہ تذبذب کا شکار ہیں۔ ان دو مقامات پر انہوں نے کہیں ''سندیلہ شریف'' اور کہیں ''سندیلیانوالی'' لکھ دیا۔

چہارم: کتاب ''اسرار المعرفت'' کا نام انہوں نے ''اسرارِ معرفت'' تحریر کیا ہے حضور کے خلیفہ اعظم اور آپ کی اولادِ امجاد کے مرشد کریم حضرت سید شیر محمد گیلانیؒ کا نام انہوں نے صرف ''مولوی شیر محمد صاحب'' لکھا ہے۔ حالانکہ آج تک کسی کتاب میں آپ کا نام اس طرح نہیں لکھا گیا۔ حضرت شیرِ یزدانی سید شیر محمد گیلانیؒ، خانوادہ رزاقیہ گیلانیہ کے چشم و چراغ تھے اگر زیادہ نہیں تو ہر جگہ ''سید شیر محمد گیلانی'' کے نام سے معروف تھے۔ باقی ہر آدمی کا اپنا مافی ضمیر ہے۔ جیسا چاہے لکھے البتہ، نام، سَن اور جائے اقامت تو درست لکھنی چاہیے۔ اب میں حضرت قبلہ عالم گولڑویؒ کی سندھیلیانوالی شریف آمد کے حوالے سے جو کچھ معتبر اور چشم دید اشخاص کے انٹرویو سے سنا یا حاضرِ مجلس حضرات کی تصانیف سے پڑھا من وعن نقل کرتا ہوں۔

☆ راقم الحروف نے کئی معتبر دُرویشوں کی زبانی سُنا جس روز پہلی مرتبہ حضرت قبلہ عالم گولڑویؒ تشریف لائے حضور قطبِ عالمؒ نے بطورِ خاص اپنے خلیفہ اعظم حضرت سید شیر محمد گیلانی کو دُرویشوں کی معیت میں ان کے استقبال کے لیے دریائے راوی کے پتن پر بھیجا۔ حضرت قبلہ عالم گولڑوی جب کشتی سے اُترے تو سامنے کھڑے حضرات میں سے حضرت شیرِ یزدانیؒ نمایاں تھے۔ انہوں نے آپ سے ملاقات کرتے ہوئے دریافت فرمایا۔ آپ ہی پیر سید قطب علی شاہ صاحب ہیں؟ حضرت شیر یزدانیؒ نے عرض کیا، میں حضور کا غلام ہوں، حضرت قبلہ عالم گولڑویؒ مسکرائے اور فرمایا ''میں نے کچھ غلط نہیں کہا آپ کی پیشانی پر بھی نورِ قطبیت چمک رہا ہے'' اور بڑی عنایت سے پیش آئے۔

☆ میاں بہادر خان بلوچ (حضور کی ذاتی سواری تانگہ کے کوچوان اور خاندانی ملازم) بیان کرتے ''حضرت قبلہ عالم گولڑویؒ پہلی مرتبہ سندھیلیانوالی شریف اُس دَور میں تشریف لائے جب حضرت قطبِ عالمؒ کی دوسری صاحبزادی کا چالیسواں تھا۔ عام مجلس سے فارغ ہو کر جب دونوں بزرگ ماڑی (چوبارہ) پر تشریف فرما ہوئے تو حضرت قبلہ عالم گولڑویؒ نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو بتایا ''ہمارے پاس اکثر لوگ محض دنیاوی اغراض لیکر آتے ہیں خداوند کریم کی طلب لیکر بہت کم لوگ آتے ہیں۔'' حضرت قطبِ عالمؒ نے ان کی تائید کرتے ہوئے فرمایا ''ہمارے ہاں بھی یہی حال ہے۔ آجکل طالبانِ حق کی دنیا میں کمی ہوتی جا رہی ہے۔ مگر حرصِ دنیوی روز بروز ترقی پذیر ہے''

اس دوران ایک واقعہ جو راوی مذکورہ کے ساتھ پیش آیا۔ وہ بتایا کرتا۔ اُن دنوں حضرت قطبِ عالمؒ حقہ پیا کرتے تھے۔ جب دونوں بزرگ ماڑی پر تشریف لانے کے لیے اُٹھے تو حضرت قطبِ عالمؒ نے مجھے اشارۃً فرمایا، وہاں سے حقہ اٹھا لو، میں سمجھا فرما رہے ہیں، حقہ تازہ کر کے لے آؤ۔ میں دوڑ کر گیا اور حقہ تازہ بنا کر ماڑی پر لے آیا۔ حضرت قبلہ عالم گولڑویؒ نے دیکھا تو فرمایا ''میں حقہ نہیں پیتا'' لہٰذا وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ اصل واقعہ یہی ہے۔ بعض لوگ اسے غلط انداز میں پیش کرتے ہیں۔ جس کا بیان آئندہ سطور میں آئے گا۔ حقہ چھوڑنے سے متعلق حضور قطبِ عالمؒ کے ایک دیرینہ خادم ملک محمد نواز سکنہ موضع پپلی پہاڑ بیان کرتے ہیں۔ ''حضور پہلے حقہ پیا کرتے تھے۔ غریب غُربا سے کوئی نفرت نہ فرماتے بلکہ کچہری میں عام غلاموں کو بھی ساتھ شامل کر لیتے۔ دُرویشوں نے حضور کی

سُنت بنالی اور ہر کسی نے حقہ ساتھ رکھ لیا تو حضور نے حقہ پینا ہی چھوڑ دیا۔ میں نے آپ کی زبان مبارک سے سُنا کہ ''میں نوجوانی سے حقہ پیا کرتا تھا۔ اب لوگوں نے اسے میری سُنت اور معمول بنالیا۔ اس لیے چھوڑ دیا ہے'' اور بقیہ زندگی پھر حقہ نہ پیا۔

☆ دوسری مرتبہ حضرت قبلہ عالم گولڑویؒ غالباً (1920ء) میں تشریف لائے۔ اس مرتبہ آپ کے فرزند ارجمند حضرت بابوجیؒ بھی ہمراہ تھے۔ واقعہ اسطرح ہوا کہ آپ ''موضع قاضی غالب'' تشریف لے آئے۔ حضرت قطبِ عالمؒ کو معلوم ہوا تو آپ حضور شیرِ یزدانی سید شیر محمد گیلانیؒ اور کافی سارے درویشوں کے ہمراہ ان کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ واپسی پر انہوں نے باہمی محبت کے پیشِ نظر فرمایا، میں کل سندھیلیانوالی شریف آؤں گا۔ دوسرے روز وہ تشریف لائے، بہت خلقت اکٹھی تھی۔ اس موقع پر انہوں نے مسئلہ وحدت الوجود پر بیان بھی فرمایا۔ اب چشم دید حضرات کی مختلف روایات نقل کرتا ہوں۔

☆ مولوی انور علی کھوکھر بیان کرتے ہیں ''میں اُس روز سندھیلیانوالی شریف آیا ہوا تھا۔ مسجد کے سامنے کچہری لگی۔ حضرت قطبِ عالمؒ اور حضرت قبلۂ عالم گولڑوی مسجد کی جانب رُخ فرمائے تشریف رکھتے تھے۔ حضرت گولڑوی گفتگو فرماتے رہے۔ اتنے میں اُنکے پیچھے ایک خادم چائے لیکر حاضر ہوا۔ انہوں نے حضرت قطبِ عالمؒ سے مخاطب ہوکر فرمایا مجھے چائے کی عادت ہے۔ وہ پی لوں؟ عشاء کا وقت تھا اور کم وبیش دو تین سو دُرویش کچہری میں موجود تھے۔

☆ پیر غلام محمد جلوآنویؒ سے منقول ہے'' حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ اپنے صاحبزادہ صاحب کے ہمراہ سندھیلیانوالی شریف ایک مرتبہ آئے۔ مجلس آراستہ تھی۔ ایک دُرویش تصوف کی کتاب پڑھ رہا تھا (غالباً فصوص الحکم یا فتوحاتِ مکیہ تھی) اور آپ اس کا ترجمہ وتشریح فرما رہے تھے۔ حضرت گولڑویؒ نے علماء کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا ''لُطف تب ہے کہ تم یہ کتاب لے کر سارے جہان میں پھرو اور اس کتاب کا سبق تمہیں کوئی نہ دے سکے۔ اس وقت تمہیں قدر معلوم ہو''۔ (اسرار التوحید، جلد اوّل، مجلس نمبر 40، ص 224 ملفوظات حضرت پیر جلوآنویؒ)

☆ پیر سید سردار علی شاہ بخاری دہڑویؒ تحریر فرماتے ہیں ''حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ حضرت قطبِ عالمؒ کے پاس سندھیلیانوالی شریف میں تشریف رکھتے تھے حضرت گولڑوی نے بیان فرماتے ہوئے چند کلماتِ توحید ارشاد فرمائے اور حضرتِ قطب کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ کلمات ہمارے پاس امانت تھے جو میں اب ادا کر رہا ہوں۔ حضور سرکار فتحپوریؒ نے فرمایا ''ہم اس بات پر از حد خوش ہیں کہ جناب بھی اس توحید کے قائل ہیں۔ جس پر ہم ہیں''
(تحفہ عرفانی، ص 95,96 تصنیف حضرت اقدس دہڑویؒ)

ان دو ملاقاتوں کی تفصیل جو معتبر ذرائع سے راقم الحروف تک پہنچی نقل کر دی۔ ظاہر ہے جب اسقدر محبّانہ تعلقات تھے تو خط وکتابت بھی رہی ہوگی لیکن مجھے کوئی خط دستیاب نہ ہوسکا۔ حضرت گولڑویؒ کا وصال چونکہ حضرت قطبِ عالمؒ سے عرصہ ساڑھے نو سال بعد ہوا تھا لہٰذا فاتحہ خوانی کے لیے حضرت سید پیر فضل حسین شاہؒ کا گولڑہ شریف جانا جو بڑا مشہور ومعروف ہے درست ہے اور اس کا مفصل ذکر گیارہویں باب میں آچکا ہے۔ آخر میں حضرت قطبِ عالمؒ کے حوالے سے حضرت قبلہ لالہ جی علیہ الرحمہ کا ایک ملفوظ نقل کرتا ہوں جو نہایت سبق آموز اور آجکل کے خانقاہ نشینوں کے لیے ایک درسِ محبت ویگانگت ہے۔

☆ راقم الحروف کے اُستاد صاحب اور میرے قبلہ گاہی سائیں پیر محمد کرم حسین منگانویؒ کے خلیفۂ مجاز، مولانا شیر محمد قادری بتایا کرتے۔ ''میری والدہ حضرت قبلہ بابو جی علیہ الرحمہ کی مرید تھی۔ اُس نے مجھے گولڑہ شریف لے جانے کے لیے کہا، میں نے اپنے مرشدِ کریم حضرت منگانویؒ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا، ضرور حاضری دے آؤ۔ لہٰذا میں گولڑہ شریف گیا۔ دن کو مجلس کے اختتام پر حضرت شاہ عبدالحق صاحب جب واپس لوٹنے لگے تو رش کی وجہ سے میں دست بوسی نہ کر سکا البتہ ان کے کندھے کو بوسہ دیا انہیں معلوم ہوا کہ اس مولوی نے مجھے دھکا دیا ہے۔ لہٰذا درویشوں سے فرمایا اسے پکڑ کر لے آؤ۔ جب اپنی بیٹھک پر پہنچے تو وہاں حضرت لالہ جی شاہ معین الدین صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر پوچھا ان مولوی صاحب کو کیوں پکڑا ہوا ہے۔ درویشوں نے بتایا اس نے شاہ عبدالحق صاحب کو دھکا دیا ہے۔ آپ نے مجھ سے حقیقت حال دریافت کی تو میں نے تفصیل عرض کر دی کہ رش کی وجہ سے دست بوسی نہ کر سکا۔ آخر پیچھے سے موقع دیکھ کر کندھے کو بوسہ دینا چاہا کہ سرکارِ بغداد غوثِ پاکؓ کی اولادِ امجاد ہیں۔ مگر انہیں لگا کہ مجھے دھکا دیا گیا ہے۔ حضرت لالہ جیؒ، درویشوں سے خفا ہوئے اور فرمایا، مولوی صاحب کو چھوڑ دو۔ یہ اتنا طویل سفر جھنگ سے طے کر کے صرف دھکا دینے آئے ہیں۔ لہٰذا مجھے چھوڑ دیا گیا میں وہیں مجلس میں بیٹھ گیا۔ وہاں ایک مسئلہ چل رہا تھا کہ آدمی میں کُفر کتنا ہوتا ہے؟ کافی سارے علماء بیٹھے تھے۔ کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔ مگر حضرت لالہ جی مطمئن نہ ہوئے۔ آخر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ مولوی صاحب! تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے عرض کی حضور! میرے پیر و مرشد کبھی کبھی عارف رومؒ کا ایک شعر پڑھتے ہیں۔ مجھے شعر تو یاد نہیں البتہ اس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ ''بندہ میں جسقدر ''اَنا'' ہے۔ وہی کُفر ہے۔ جتنا اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے۔ اتنا ہی اپنے اندر کُفر رکھتا ہے۔'' حضرت لالہ جیؒ جھوم اُٹھے اور حضرت مولانا رومؒ کا وہ شعر جو انہیں تو یاد تھا پڑھ کر فرمایا ''میرا بھی یہی خیال ہے'' پھر مجھ سے پوچھا۔ تمہارے پیر و مرشد مثنوی پڑھتے ہیں میں نے عرض کی۔ اکثر مجالس میں مثنوی شریف کا دَرس رہتا ہے۔ حضرت لالہ جیؒ بڑے خوش ہوئے اور تعارف دریافت کیا؟ میں نے عرض کی ''حضرت سائیں پیر محمد کرم حسین صاحبؒ سے نسبتِ بیعت رکھتا ہوں جو حضرت خواجہ حافظ گل محمدؒ صاحب کے سجادہ نشین اور حضرت قطب عالم سید قطب علی شاہ پیر محلویؒ کے سلسلہ شریف سے تعلق رکھتے ہیں'' حضرت لالہ جیؒ از حد مسرور ہوئے اور فرمایا ''مولوی صاحب! تمہیں مبارک ہو۔ تم عاشقوں کے سلسلہ میں مرید ہو۔ اپنے پیر و مرشد کو میرا اسلام کہنا''

اتنے میں پاس بیٹھے ہوئے ایک مرید نے جو وہاں ہی رہتا تھا کہنے لگا۔ جناب وہی پیر سید قطب علی شاہؒ صاحب ہیں جن سے ہمارے حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حقہ چھڑوایا تھا؟ اُس مرید کا اتنا کہنا تھا کہ حضرت لالہ جی کا رنگ سُرخ ہو گیا اور ناراضی کے عالم میں فرمایا۔ ایسی بات کہنے کا تم کیا حق رکھتے ہو۔ جو کہیں سے سُنا، بغیر تحقیق کے بول دیا۔ درگاہ شریف پر رہ کر تم نے یہی درویشی سیکھی ہے کہ بزرگوں کی بے ادبی کرو، تمہیں کیا معلوم اُن حضرات کی آپس میں کس قدر محبت و یگانگت تھی۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا، خاموش کیوں بیٹھے ہو۔ اس نے تمہارے پیر پر اعتراض کیا ہے۔ میری پرواہ نہ کرو اور اسے جواب دو۔ پہلے تو میں شرمایا، جب انہوں نے

دوبارہ فرمایا تو میں نے اُس صاحب سے کہا، حقہ کی بات تو نے بڑی دلیری سے کہہ دی۔ مجھے صرف اتنا بتا دے، کبھی میرا پیر بھی یہاں تیرے پیر کے ہاں آیا تھا کہ صرف تیرا پیر ہی میرے پیر کے پاس گیا؟ وہ کچھ نہ کہہ سکا تو حضرت لالہ جیؒ ہنس پڑے اور فرمایا اب تیری زبان کہاں گئی پھر اُس سے خفا ہو کر کہنے لگے" یہ تو نے اپنے پیر کی شان بیان نہیں کی بلکہ بے ادبی کا مرتکب ہوا ہے"۔ یہ حوصلہ اور کسرِ نفسی حضرت لالہ جی قبلہؒ میں بدرجہ کمال تھی۔ واپس آ کر میں نے یہ واقعہ حضرت اقدس منگانویؒ کی خدمت میں سُنایا تو آپ بڑے محظوظ ہوئے اور حضرت لالہ جیؒ کی تعریف فرماتے رہے۔ پھر میں نے حُقہ والے واقعہ سے متعلق آپ سے دریافت کیا تو حضور نے میاں بہادر خان کی زبانی روایت جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ بیان کرتے ہوئے مزید اتنا اضافہ فرمایا کہ حضرت قطبِ عالمؒ نے چونکہ حضرت قبلۂ عالم گولڑویؒ کی پہلی مرتبہ آمد کے تھوڑے عرصے بعد حُقہ پینا ترک فرما دیا تھا۔ اس لیے بعض لوگوں نے یہ غلط روایت بیان کرنی شروع کر دی۔ راقم الحروف عرض رساں ہے کہ حُقہ پینا کوئی عیب نہیں نامور علماء وصلحا بھی حُقہ پیتے تھے۔ آجکل لوگوں کا یہ حال ہے کہ اپنی اصلاح تو ہو نہیں سکتی اعتراض بزرگانِ دین پر کرتے ہیں۔ الامان والحفیظ

5۔ حضرت مخدوم سید صدرالدین شاہ گیلانیؒ (المتوفی، 10 محرم الحرام 1946ء)

حضرت مخدوم صاحب کا شمار اپنے عہد کے معروف رؤسا اور سجادگان میں ہوتا تھا۔ ملتان اور اس کے نواحی اضلاع میں نہ صرف روحانی عظمت بلکہ سیاسی قیادت بھی آپ کے زیرِ اثر رہی، بادشاہ برطانیہ جارج پنجم نے 16، دسمبر 1911ء کو آپ سے مسلمانوں کے روحانی راہنما ہونے کی وجہ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ مسلم، ہندو، سکھ، عیسائی سب انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ شیخ الکل حضرت موسیٰ پاک شہید ملتانیؒ کی خانقاہ مبارک کے دسویں سجادہ نشین تھے۔ جسے ملتان میں "دربار پیر پیراں" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور اس کے دو قریبی شہر پناہ کے دروازوں کو بھی لوگ صدیوں سے "پاک دروازہ" اور "حرم دروازہ" کہتے چلے آ رہے ہیں۔ حضرت مخدوم صاحب کے حضرت قطبِ عالمؒ سے زندگی بھر گہرے دوستانہ مراسم رہے۔ میاں کریم بخش ہراج (جو نہ صرف حضور قطبِ عالمؒ کے زیرِ سایہ دربار شریف پر رہے بلکہ اُن کے باپ، دادا بھی حضور کے ذاتی خدمتگار تھے) کی روایت میں ہے" حضرت مخدوم صاحب میری موجودگی میں ایک بار نہیں، کئی بار حضرت قطبِ عالمؒ کے پاس تشریف لاتے رہے۔ حضور ملتان میں ان کے گھر بھی جاتے کیونکہ دیرینہ قریبی تعلقات کی وجہ سے شادی، غمی کے مواقع پر ایک دوسرے کے ہاں آنا، جانا رہتا تھا"۔ میاں احمد دین نومسلم بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت قطبِ عالمؒ کا زمانہ صرف دو، تین سال پایا مگر اس دوران بھی حضرت مخدوم صاحب کو میں نے دو مرتبہ سندھیلیانوالی شریف آئے ہوئے دیکھا۔ درویشانِ قطبِ عالمؒ کے انٹرویو کے موقع پر حضرت پیر سید اسرار حسین شاہ صاحبؒ نے بھی اس دیرینہ تعلق کی تائید فرمائی۔ الغرض انہی محبانہ مراسم کی وجہ سے حضرت مخدوم صاحب کے پوتے پیر سید علمدار حسین شاہ گیلانیؒ اور حضرت قطبِ عالمؒ کے پوتے پیر سید اسرار حسین شاہ بخاریؒ نے اپنے صاحبزادگان کی ایک دوسرے کے ہاں شادیاں کیں اور اس دیرینہ تعلق کو رشتہ داری میں بدل لیا۔ اب موجودہ سجادہ نشین دربار قطبیہ پیر سید ابرار حسین شاہؒ کے گھر سابق وزیر اعظم پاکستان سید یوسف رضا گیلانی کی ہمشیرہ صاحبہ ہیں اور پیر سید ابرار حسین شاہؒ کی ہمشیرہ صاحبہ جناب سید یوسف رضا گیلانی کے حبالۂ عقد میں ہیں۔

6۔ بزرگانِ شیخو شریف ضلع اوکاڑہ:۔

ساداتِ کرام شیخو شریف ، حضرت سلطان ہاتھیوانؒ کے دادا مرشد حضرت سید حیدر بخش گیلانیؒ کی اولاد و امجاد سے ہیں۔ یہاں کے بزرگان میں سے حضرت سید احمد شاہ صوفی صابرؒ (م: 11 رجب المرجب 1939ء) اور حضرت سید سَید علی گیلانیؒ (م:15 اکتوبر 1930ء) حضرت قطبِ عالمؒ کے معاصرین سے تھے اور نہ صرف ملاقات بلکہ مخلصانہ باہمی روابط کی بھی اطلاع ملتی ہے۔

مؤخر الذکر کے فرزندِ ارجمند حضرت سید محمد حسین شاہ گیلانیؒ (م:30 مئی 1959ء) بھی حضور سے ملتے رہے ہیں۔ ان کے پوتے برادرم سید سَید علی ثانی دام لطفہٗ نے مجھے بتایا، ''میرے دادا پیر سید محمد حسین شاہ گیلانیؒ کی حضرت قطبِ عالمؒ سے ملاقاتیں رہی ہیں۔ آپ اس وقت عمر رسیدہ تھے البتہ میرے جدِ بزرگوار نوجوانی کے عالم میں تھے پھر بھی جب وہ تشریف لے جاتے تو بزرگانِ قادریہ، گیلانیہ کی نسبت کے حوالے سے حضرت قطبِ عالمؒ ہمیشہ کھڑے ہو کر اُن سے معانقہ فرماتے اور بڑی عنایت سے پیش آتے''۔

7۔ حضرت دیوان سَید محمد چشتیؒ ،(المتوفی 1924ء)

آپ سلطان الزّاہدین حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین تھے۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں اپنے نانا بزرگوار حضرت دیوان اللہ جوایاؒ سے نسبتِ بیعت رکھتے تھے۔ البتہ چشتیہ صابریہ کے اوراد و وظائف اور ارشاد کی اجازت حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ سے حاصل کی۔

حضور قطبِ عالمؒ سے نہایت مخلصانہ روابط رکھتے تھے۔ راقم الحروف نے کئی معتبر دُرویشوں کی زبانی سُنا حضور قطبِ عالمؒ متعدد بار پاکپتن شریف حاضری کے لیے تشریف لے گئے۔ تو دیوان صاحب بڑی عقیدت سے پیش آئے ان کے بیٹے دیوان غلام قطب الدین صاحبؒ بھی حضور قطبِ عالمؒ سے بڑی محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ ''بہشتی دروازہ'' کے حوالے سے ''بابِ یازدہم'' میں اُن کا ایک تائیدی واقعہ لکھا جا چکا ہے۔

8۔ حضرت خواجہ اللہ داد سہوؒ سکنہ شیخ فاضل ،(المتوفی 1887ء)

آپ کا شمار حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کے معروف خلفاء میں ہوتا ہے۔ حضرت قطبِ عالم سے پہلی ملاقات کا واقعہ دوسرے باب میں گزر چکا ہے کہ ایک روز نوجوانی میں حضور اپنے زرعی کھیتوں میں گئے ہوئے تھے کہ اچانک گھوڑے پر سوار خواجہ اللہ داد سہوؒ تشریف لائے اور نیچے اُتر کر مصافحہ کرتے ہوئے فرمایا ''میں یہاں قریب سے گزر رہا تھا کہ آپ کی روحانی کشش کو محسوس کرتے ہوئے ادھر چلا آیا'' اور کچھ دیر آپس میں گفتگو ہوتی رہی۔ اس محبت بھری ملاقات کو حضور نے ہمیشہ یاد رکھا۔ اور اپنی مجالس میں گاہے بگاہے اُن کا ذکر فرماتے رہتے۔ میاں موکھا چنن کی روایت میں ہے ''حضرت قطبِ عالمؒ نے فرمایا، خواجہ اللہ داد سہوؒ کا ایک مرید جو انہیں وضو کراتا تھا ہمیشہ آپ سے عشق طلب کرتا۔ گرمیوں کے دن تھے ایک روز دوپہر 12 بجے خواجہ اللہ داد سہو گھر سے نکلے تو وہ بھی پانی کا لوٹا لے کر پیچھے چل پڑا۔ اس وقت اردگرد جنگل ہوتا تھا۔ آپ چلتے گئے ایک بڑا جال (وَن) کا درخت تھا اُس کے نیچے جا کر کھڑے ہو گئے اور اس عشق طلب کرنے والے درویش کو فرمایا اس درخت پر چڑھ جاؤ۔ وہ اوپر چڑھا تو نیچے آپ نے اچانک اپنی بغل سے ایک خنجر نکال کر سیدھا کر لیا اور اُسے فرمایا اس کے اوپر چھلانگ لگاؤ؟ وہ پہلے تو تیار ہوا مگر

پھر ہمت نہ ہوئی آپ نے دوبارہ فرمایا چھلانگ کیوں نہیں مارتے لیکن اُس کی ہمت جواب دے گئی۔آپ نے خنجر اُسی طرح بغل میں لے لیا اور واپس چلے گئے وہ بھی پریشان ہو کر نیچے اُتر آیا، نزدیک ہی ایک وَن کے نیچے مال مویشی چرانے والے لڑکے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے انہوں نے آپس میں کہا ہم بھی ایسا کرتے ہیں۔اُن میں جو بڑا تھا وہ درخت پر چڑھ گیا۔نیچے ایک لڑکے کے پاس چاقو تھا اُس نے خواجہ صاحب کی نقل کرتے ہوئے تان لیا اور کہا مار چھلانگ، اوپر والے لڑکے نے چھلانگ لگا دی۔اُسے چاقو لگ گیا۔خواجہ اللہ داد سہوؒ اپنے گھر سے ہائے ہائے کرتے اچانک باہر دوڑے کہ یہ بارات (نصیبہ) دیا کسے تھا اور لے کون گیا۔وہ لڑکا آپ کی توجہ سے ولی اللہ ہوا اور اُس کا روضہ بنا ہوا ہے۔مزید فرمایا ''خواجہ اللہ داد سہوؒ بڑے رتبہ کے انسان تھے اگر وہ نہ ہوتے تو راوی قابو میں نہ آتی''۔

آپ کے سجادہ نشین خواجہ نور محمد سہوؒ بھی حضرت قطب عالمؒ سے نہایت محبت وعقیدت رکھتے تھے اور ملاقات کے علاوہ باہمی مخلصانہ تعلقات کی بھی اطلاع ملتی ہے۔پیر فلک شیر چشتی کی روایت جو باب چہارم میں درج کی گئی ہے، حضرت قطب عالمؒ، انجمن اسلامیہ کمالیہ شہر کی صدارت کے لیے تشریف لائے تو خواجہ نور محمد سہوؒ بھی آئے ہوئے تھے۔حضور قطب عالمؒ نے اس موقع پر انتظامیہ کے بے حد اصرار پر خطاب بھی فرمایا۔جب آپ نے بیان ختم فرمایا تو خواجہ نور محمد سہوؒ نے عرض کی غریب نواز میرا ایک سوال ہے حضور نے جو نعمت عام لوگوں میں تقسیم فرمائی ہے۔یہ تو خاص لوگوں کے لیے تھی۔یہ نعمت تو اُس وقت عطا کی جاتی ہے جب درویشی میں آدمی کامل ہو جائے۔حضور نے فرمایا ہر خاندانِ فقراء کا اپنا طریقہ ہے جو مجھے میرے ہادی راہنما نے عطا فرمایا وہ آپ نہیں جانتے اور جو طریقہ آپ کو خواجگان نے سکھایا وہ میں نہیں جانتا ہمیں اپنے ہادی راہنما کا ارشاد ہے جس وقت آدمی مرید ہو اُسے فوراً باطنی ارشاد سمجھا دیا جائے تاکہ مرید حشر کے دن اپنے پیر کا دامن پکڑ کر یہ نہ کہہ سکے کہ آپ نے مجھے بتایا کچھ نہیں اس لیے ہم اپنا فرض ادا کر دیتے ہیں۔اگر اس پر عمل کرے گا تو انسان کامل بن جائے گا ورنہ ہمارا فرض تو ادا ہوا۔حضور قطب عالمؒ کا اتنا فرمانا تھا کہ خواجہ نور محمدؒ پر وجد طاری ہو گیا ایسی کیفیت پیدا ہوئی کہ ٹوپی کدھر گئی، دونوں ہاتھ اُٹھا کر ''واہ واہ'' فرمانے لگے، میاں سلطان ماچھی کی روایت میں ہے۔مولوی ضیاء الحق وہابی کا مسئلہ حاضر وناظر اور علمِ غیب پر جب درویشوں سے جھگڑا ہوا تو وہ مناظرہ کے لیے سندھیلیانوالی شریف آنے کی بجائے شیخ فاضل میں خواجہ نور محمدؒ کے پاس جانے کے لیے راضی ہو گیا۔وہاں اُس کا جو حال ہوا، جب حضرت قطب عالمؒ کو اُس کی تفصیل بتائی گئی تو حضور نے ایک درویش کے ذریعے ''حیات النبیؐ'' خواجہ نور محمدؒ کے لیے ارسال فرمائی۔جسے پڑھ کر وہ بہت خوش ہوئے اور مندرجات کتاب کی تعریف فرمائی۔

9۔حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ (المتوفی، 20 اگست 1928ء)

آپ اپنے عہد میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ ہوئے ہیں۔آپ کی بیعت وخلافت حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔جن کا آستانہ کوٹلہ پنجو بیگ نزد چوہڑکانہ ضلع شیخوپورہ میں ہے۔آپ حضور قطب عالمؒ سے نہ صرف تعارف وعقیدت رکھتے تھے۔بلکہ آپس میں ایک روحانی ارتباط ہمیشہ قائم رہا۔مولوی علم دین جرولہ سے روایت ہے ''حضور قطب عالمؒ تبلیغی دورہ پر تھے میں بھی اس موقع پر حاضر تھا ایک شخص جو پہلے حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ کا بیعت تھا۔حضور کی خدمت میں مرید ہونے کے لیے حاضر ہوا۔آپ نے اُسے دیکھتے ہی فرمایا، تیرا پیر کامل شخص ہے پھر کیوں مرید ہونا چاہتے ہو؟ اگر تمہیں کسی چیز کی کمی ہے وہ ہم سے پوچھ لو مگر تمہاری

بیعت وہیں ٹھیک ہے۔وہ شخص بڑا خوش ہوا اور ہمارے پاس آ کر کہنے لگا، میں نے ایسا پیر جہان میں اور کہیں نہیں دیکھا، میرے دل کو تسکین ہوگئی ہے۔

10۔حضرت مخدوم حبیب بخش گیلانیؒ

آپ قدوۃ الاولیاء حضرت شاہ حبیب اللہ قادریؒ کی خانقاہ مبارک واقع گڑھ بغداد مضافاتِ عبدالحکیم کے سجادہ نشین تھے۔حضرت قطبِ عالمؒ اور حضرت شیرِ یزدانیؒ سے گہری محبت وعقیدت رکھتے تھے۔گاہے بگاہے سندھیلیانوالی شریف اور فتحپور شریف حاضر ہوتے رہتے۔ہمارے حضرات بھی انہیں اپنے ہی گھر کا فرد سمجھتے تھے۔مخدوم صاحبؒ کے چھوٹے بھائی سید قادر بخش کی نسبتِ بیعت حضرت قطبِ عالمؒ سے تھی اور آپ کے فرزندِ ارجمند حافظ غلام عباس شاہ صاحبؒ حضور پیر سید غلام رسول شاہ صاحبؒ کے دامن سے وابستہ تھے۔

حضرت قطبِ عالمؒ کا جب وصال ہوا تو مخدوم صاحب اُس وقت پہنچے جب تابوت مبارک لحد میں اُتارا جا چکا تھا اُن کی والہانہ محبت اور اصرار کے پیشِ نظر دوبارہ تابوت کھولا گیا اور حضور کی زیارت سے مشرف ہوئے۔البتہ حضور شیرِ یزدانیؒ کے وصال پر بروقت پہنچ گئے اور نمازِ جنازہ میں شامل ہوئے۔''وصال نامہ حضرت قطبِ عالمؒ'' کے صفحہ نمبر 22 پر''وفاتِ حسرتِ آیات حضرت قطب عالمؒ'' کے صفحہ نمبر 20 پر اور''وصالِ باکمال حضور شیرِ یزدانی'' کے صفحہ نمبر 36 پر ان کا ذکر موجود ہے۔

پیر غلام محمد جلوآنویؒ سے منقول ہے کہ''مخدوم حبیب بخش گیلانی عمر بھر ساری نماز (بغیر طویل رکعات) پڑھتے رہے۔ایک مرتبہ کسی دعوت پر تشریف لے گئے۔خلقت کا ہجوم تھا وہاں بھی آپ نے حسبِ معمول نماز ادا کی جیسے گھر میں پڑھا کرتے تھے۔ایک شخص یہ دیکھ کر آپ کے قدموں سے لپٹ گیا کہ حضور مجھے مرید کرلیں کیونکہ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ آپ کا عمل ریاکاری سے پاک ہے۔ورنہ یہاں خلقت کو دکھانے کے لیے لمبے لمبے سجدے کرتے''

(اسرار التوحید، جلد اوّل، مجلس نمبر 68، ص 352)

ایک مرتبہ فتحپور شریف میں جب نماز کے وقت حضرت صاحبزادہ صاحب (پیر سید غلام رسول شاہؒ) کی جائے نماز کے ساتھ مخدوم صاحب کے لیے جائے نماز بچھانے لگے تو انہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی موجودگی میں اپنی جائے نماز اٹھوا دی کہ بس اب یہاں کسی کی گنجائش نہیں، مخدوم صاحب بڑے عاشقِ صادق اور منکسر المزاج شخصیت کے مالک تھے۔آپ کا مزار شریف گڑھ بغداد میں صاحب الروضہ حضرت شاہ حبیب اللہؒ کے قدموں میں ہے۔

(اسرار التوحید، جلد دوم، مجلس نمبر 143، ص 83-181)

11۔حضرت فقیر مہر علی قادریؒ:۔

پیر محمد رمضان قریشی سکنہ محلہ چڑھ (کمالیہ شہر) سے مروی ہے۔میں نے حضور قطبِ عالمؒ کی زبانِ مبارک سے سُنا فقیر مہر علی ہمارا پیر بھائی تھا۔ایک مرتبہ حضرت چراغِ حق نماؒ کی مجلس میں''میرک شریف''ہم دونوں حاضرِ خدمت تھے۔ایک خاتون نے سوا پانچ آنے تانبے کے پیسے حضرت چراغ حق نما کی خدمت میں بطورِ نذر پیش کیے۔حضور نے وہ پیسے اُٹھا کر فقیر مہر علی کے سپرد کیے انہوں نے بطورِ حفاظت اپنے رومال میں باندھ کر رکھ لیے پھر ہم دونوں رخصت لے کر گھر چلے آئے۔دو مہینے بعد میں زیارت کے لیے گیا تو فقیر مہر علی بھی حاضر ہوگئے۔ایک روز

میرے روبرو حضرت چراغِ حق نماؒ نے انہیں فرمایا "مہر علی! وہ پیسے کہاں ہیں؟ تو انہوں نے فوراً رومال کی گرہ کھول کر پیش کر دیئے۔ میں نے دیکھا وہ زنگار کی وجہ سے آپس میں چمٹ گئے تھے۔ حضرت چراغِ حق نما نے لے کر پھر واپس فقیر مہر علی کو دے دیئے اور فرمایا "یہ تم خرچ کر لو" یعنی جب تک پیرو مرشد نے خود اجازت مرحمت نہ فرمائی انہوں نے اپنے رومال کی گرہ کو ایک مرتبہ بھی کھول کر نہ دیکھا۔ حضرت قطبِ عالمؒ یہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضرت چراغِ حق نماؒ نے مجھے اور فقیر مہر علیؒ کو ایک ہی مجلس میں اجازت و خلافت عطا فرمائی تھی۔ راقم الحروف نے اپنی کتاب "مآثرِ شیرِ یزدانی" میں حضرت سید شیر محمد گیلانیؒ کا ایک خط درج کیا ہے جو حضرت قطبِ عالمؒ کی خدمت میں لکھا گیا، اُس میں فقیر مہر علیؒ صاحب کا ذکر بھی ملتا ہے کہ وہ فتحپور شریف آئے تھے اور وہاں سے بہت خوش و شاد ہو کر واپس گئے۔ یہ خط ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ بمطابق 28 دسمبر 1902ء بروز اتوار) کو لکھا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خط پر مذکورہ تاریخ تک حضرت فقیر صاحب میاں مہر علیؒ ابھی حیات تھے۔

12۔ حضرت میاں مہابت رمانہؒ:۔

آپ حضور قطبِ عالمؒ کے پیر بھائی اور حضرت چراغِ حق نماؒ سے اجازت و خلافت کے حامل بزرگ تھے۔ میرے قبلہ گاہی حضرت سائیں پیر محمد کرم حسین قادریؒ ایک مرتبہ خلیفہ میاں احمد بخش کی دعوت پر اڈا شبیر آباد (چھبیل) ضلع جھنگ تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا، میں نے سنا ہے یہاں نزدیک ہی قبرستان میں حضرت قطبِ عالمؒ کے ایک پیر بھائی میاں مہابت رمانہؒ کا مزار ہے۔ چلو فاتحہ پڑھ آئیں کافی سارے رفقاء ہمراہ تھے۔ حضرت اخی قبلہ پیر محمد مظہر حسین صاحب، پیر یحییٰ حسین صاحب، میاں احمد بخش صاحب، حاجی احمد بخش صاحب وغیرہ۔ قبرستان پہنچے تو وہاں دو نمایاں پختہ قبریں تھیں۔ میاں احمد بخش نے عرض کیا ان میں سے ایک میاں مہابتؒ کی ہے اور دوسری اُن کے بھائی کی ہے۔ لیکن اب یہ کسی کو معلوم نہیں کہ میاں مہابت کی قبر کون سی ہے؟ میں نے اُن کے رشتے داروں سے بھی پوچھا ہے مگر کسی نے تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ حضور قبلہ گاہی وہاں جا کر ابھی بیٹھے ہی تھے کہ ایک قبر کی پائنتی سے اچانک سوراخ ہوا۔ وہاں سے لمبی ٹانگوں والا مکوڑا نکلا اور سیدھا حضور قبلہ گاہیؒ کی طرف آیا اور آپ کی ایڑی مبارک کو چھو کر واپس اپنی بل میں چلا گیا۔ حضور ہنس پڑے اور فرمایا یہ قبر میاں مہابتؒ کی ہے۔ دیکھو انہوں نے خود ہمیں متوجہ کرنے کے لیے ایک کیڑے کو بھیج دیا کہ میں اس قبر میں ہوں، سبحان اللہ حضور کے ہمراہی تمام دُرویش اس کرامت کے چشم دید گواہ ہیں۔

13۔ حضرت خواجہ محمد یار فریدیؒ، (المتوفی ۱۴، رجب المرجب 1948ء)

آپ کی ولادت 1881ء میں ضلع رحیم یار خان کے ایک معروف قصبے "گڑھی اختیار خاں" میں ہوئی۔ بچپن میں حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ (م: 1901ء) سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ خرقۂ خلافت آپ کو اُن کے پوتے حضرت خواجہ غلام معین الدینؒ (م: ۱۳۳۷ھ) نے عطا فرمایا۔ آپ صوفی بزرگ ہونے کے علاوہ اپنے دور کے معروف خطیب بھی تھے حضرت قطبِ عالم پیر محلویؒ سے نہایت عقیدت و محبت رکھتے تھے بلکہ اکثر تبلیغی دورہ جات میں حضور کی معیت کا شرف میسر رہتا۔ حضرت پیر غلام محمد جلوآنویؒ اپنے رسالہ "شمائلِ قطبیہ" میں حضور قطبِ عالمؒ کے تبلیغی اسفار کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مولوی محمد یار صاحب سکنہ گڑھی اختیار خاں و مولوی محمد حسن صاحب ملتانی آپ کو نہایت منظورِ نظر

تھے۔اُن میں سے ایک نہ ایک ضرور آپ کے ہمراہ ہوا کرتا''۔

ایک مرتبہ بعض علماء نے خواجہ صاحب پر کُفر کا فتویٰ لگا دیا۔انہوں نے حضور قطب عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام صورتِ حال عرض کی اور وہ فتویٰ بھی پیش کیا۔ چونکہ ان کا مؤقف ہی مسلکِ اہل اللہ تھا۔حضور قطب عالمؒ نے اُن کی استدعا پر'' رسالہ حیات النبی ''' تصنیف فرمایا اور اس کے دیباچہ میں اس واقعہ کا تفصیلی ذکر کیا۔جو بابِ نہم میں لکھا جا چکا ہے۔خواجہ صاحبؒ، حضور قطبِ عالمؒ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔جس کی ایک وجہ ان کے پیرومرشد حضرت خواجہ غلام فریدؒ سے حضور کے دیرینہ مراسم تھے۔اور آپس میں راہ و رسم کی روایات موجود تھیں۔

میاں احمد دین مستری بیان کرتے ہیں ''حضور قطبِ عالمؒ کی زیرِ صدارت انجمن اسلامیہ کمالیہ کا سالانہ جلسہ ہو رہا تھا۔مولانا محمد یار صاحب گڑھی اختیار خاں والوں نے دورانِ تقریر حضور قطبِ عالمؒ کی طرف اشارہ کر کے قاضی علی حیدرؒ کا یہ مصرع پڑھا۔

''ایہو یار کلو کڑی رات والا اج ویس وٹا کے وَت آیا''

مولانا محمد یار صاحب اکثر حضور کی خدمت میں حاضر رہتے۔کئی مرتبہ سفر میں بھی ساتھ جاتے حضور قطب عالمؒ ان کی تقریر پسند فرماتے تھے۔جب مولانا صاحب پر کفر کا فتویٰ لگا تو حضور نے ان کی استدعا پر رسالہ ''حیات النبی ''' تصنیف فرمایا''۔

سید ناصر الدین شاہ سے مروی ہے۔ایک مرتبہ انجمنِ اسلامیہ کمالیہ کا جلسہ تھا۔حضور قطب عالمؒ اسٹیج پر رونق افروز تھے۔انجمن والوں نے چندہ کی اپیل کے لیے مولانا محمد یار صاحبؒ سے کہا۔انہوں نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا'' تم انجمن والوں کو چندہ دو میں تمہیں رسولِ کریم ﷺ کی زیارت کروا دوں گا'' جب لوگ انجمن والوں کو چندہ دے چکے تو مولانا صاحب نے فرمایا تمہیں میری بات پر یقین ہے؟ لوگوں نے کہا بالکل ہے۔تو آپ نے حضور قطبِ عالمؒ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا ''اگر میری آنکھوں سے دیکھو تو یہ مدینہ پاک والے بیٹھے ہیں''

راقم الحروف عرض رساں ہے۔وابستگانِ سلسلۂ قطبیہ میں تواتر کے ساتھ یہ روایت مجھ تک پہنچی ہے کہ حضور قطبِ عالمؒ کی صورت مبارک اپنے جدِ کریم رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے بہت مشابہت رکھتی تھی۔لہٰذا کئی مشائخ و علما نے اس کی تائید فرمائی۔ جناب پیر غلام محمد جلوآنویؒ بھی اپنی ایک سی حرفی میں لکھتے ہیں ''صورت شکل شباہت نبویؐ، پاک محمد آیا، دین سکھایا''

پیر انوار حسین جلوآنویؒ بیان کرتے ہیں۔میں نے اپنے والدِ ماجد حضرت پیر غلام محمد جلوآنویؒ کی زبانی سنا ''ایک مرتبہ مولانا محمد یار صاحبؒ سندھیلیانوالی شریف آئے ہوئے تھے۔محفل میں انہیں وجد ہو گیا۔میں نے خود دیکھا نہ صرف ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے بلکہ ناک اور کانوں سے بھی پانی بہہ رہا تھا'' سبحان اللہ، خواجہ صاحب اپنے مجموعہ کلام ''دیوانِ محمدی'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

وہ خاکسار ہوں برہم مرا مزار رہا — کہ خاک ہو کے بھی ہر ذرّہ اشک بار رہا

سید ناصر الدین شاہ صاحب سے مروی ہے۔'' میاں چنوں'' میں جلسہ اسلامیہ ہونا تھا۔انتظامیہ نے حضور پیر سید فضل حسین شاہ سجادہ نشین دربارِ قطبیہ کو مدعو کیا، ساتھ ہی بعض وہابی مولوی بھی بلوا لیے۔حضرت قطب عالمؒ نے خواب میں مولانا محمد یار صاحبؒ اور مولانا نواب دین صاحب کو فرمایا'' میرا بیٹا جلسہ پر آ رہا ہے تم بھی وہاں

جاؤ'' یہ دونوں صاحبان بروقت پہنچ گئے مگر جلسہ والوں نے کہا ہم آپ کو ٹائم نہیں دیں گے، ٹائم اس شرط پر دیتے ہیں کہ ہماری مرضی کے موافق بیان کرو۔ انہوں نے فرمایا ''ہم نے بیان تو اپنی مرضی سے کرنا ہے'' جلسہ والوں نے کہا پھر ٹائم نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا تمہیں کیا معلوم ہمیں کس بلند مرتبہ ہستی نے یاد فرمایا ہے ابھی دیکھ لیتے ہیں۔ ہم شیشم کے درخت کے نیچے بیٹھ کر وعظ کریں گے دیکھتے ہیں خلقت تمہارے پاس آتی ہے یا ہمارے پاس؟ پھر کیا تھا، مولوی صاحبان کا جلسہ ناکام ہوگیا۔

خواجہ صاحب اپنی زندگی میں سندھیلیانوالی شریف اور فتحپور شریف عرس کی محافل میں حاضری دیتے رہے۔ حضور شیرِ یزدانیؒ کے خادم خاص اور منشی بھائی بوٹا رام کے صندوق سے راقم الحروف کو بعض کا پیاں دستیاب ہوئیں۔ جن پر عرسوں سے متعلق لنگر شریف کا ریکارڈ تحریر تھا۔ اُن میں خواجہ صاحب کی آمد کا بھی ذکر ملتا ہے اس کے علاوہ خانوادۂ قطبیہ کے معروف متوسلین اور فیض یافتگان سے بھی آپ کے مراسم رہے حضرت پیر غلام محمد جلوآنویؒ کے عربی رسالہ ''اسرار المقطعات'' پر آپ نے بڑی جامع تقریظ لکھی۔ نیز اُن کے مطبوعہ ملفوظات ''اسرار التوحید'' میں بھی کئی مقامات پر آپ کا ذکر ملتا ہے۔

حضرت پیر سید سردار علی شاہ بخاری دھڑویؒ اور آپ کے مابین بڑی محبت تھی۔ حضور کی دو کتابیں ''شہبازِ قادری'' اور ''القول المعقول'' پر میں نے آپ کی تصدیقات پڑھی ہیں۔ دھڑ شریف بھی گاہے بگاہے تشریف لاتے رہتے۔ حضرت اقدس دھڑویؒ نے حضورِ قطب عالمؒ اور اس خاندانِ طریقت سے دیرینہ مخلصانہ تعلق کے پیشِ نظر از خود آپ کو سلسلۂ قادریہ کی اجازت و خلافت مرحمت فرمائی۔ جب کہ سلسلۂ چشتیہ میں آپ پہلے ہی اجازت یافتہ تھے۔ راقم الحروف کے جدِ بزرگوار حضرت خواجہ حافظ گل محمد صاحبؒ سے یہیں پر رسم و راہ پیدا ہوئی جو آخر کار محبت و یگانگت میں بدل گئی اور زندگی بھر یہ تعلق برقرار رہا۔ میرے قبلہ گاہی حضرت سائیں پیر محمد کرم حسین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بچپن میں دیکھا تھا۔ وہ فرمایا کرتے ''خواجہ محمد یار صاحبؒ بڑے عاشقِ رسول ﷺ تھے''۔

14۔ حضرت سید حبیب اللہ شاہؒ

پیر سید فلک شیر چشتی بیان کرتے ہیں ''یہ بزرگ غالباً علاقہ لُتے کے رہنے والے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت قطب عالمؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور! میرا حال پہلے بہت اچھا تھا پھر ایک عقدہ پڑ گیا جس سے وہ حال گم ہوگیا۔ جناب مہربانی فرمادیں۔ حضور ان کی بات سن کر انہیں اپنے ساتھ بنگلہ میں لے گئے اور تنہائی میں گھنٹہ ڈیڑھ انہیں ارشاد فرماتے رہے۔ باہر تشریف لائے تو ہم نے دیکھا اُس بزرگ کی آنکھوں سے خوشی و مسرت کے آنسو بہہ رہے تھے۔ حضور قطب عالمؒ کی خدمت میں عقدہ کشائی کے لیے کسی بھی سلسلہ طریقت سے وابستہ شخص حاضر ہوتا۔ حضور اس کی توقع سے زیادہ کرم بخشی فرمادیتے۔

15۔ حضرت پیر صلاح الدین سیالؒ

آپ کی خانقاہ مضافات تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد میں ہے۔ آپ سلسلہ چشتیہ میں ''تونسہ شریف'' مرید تھے۔ حضرت قطب عالمؒ سے نہ صرف گہری عقیدت و محبت تھی بلکہ فیض یافتہ بھی تھے۔ پیر فلک شیر چشتی کی روایت میں ہے ایک مرتبہ آپ میری موجودگی میں حضور قطب عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی قبلہ! مجھے ایک

عقدہ پڑ گیا ہے حضور انہیں تنہائی میں لے گئے اوران کی عقدہ کشائی فرمائی ۔میاں سراج الدین چنن سے مروی ہے۔ایک مرتبہ حضور قطبِ عالمؒ عرس پر میرک شریف آئے ہوئے تھے کہ پیر صلاح الدین سیالؒ بھی حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی حضور! میں آپ کے پاس کچھ لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں ۔اپنے خزانہ پاک سے کوئی نعمت مجھے عطا فرمائیں؟ حضرت قطبِ عالمؒ نے پاس بیٹھے ہوئے حضرت شیرِ یزدانیؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ انہیں میاں اللہ یار کے پاس بھیج دیں؟ مقصد تھا دیکھیں طلب کتنی لے کر آئے ہیں ۔وہ حضور کی منشاء مبارک سمجھ گئے اور عرض کی میاں اللہ یار کملانہ تو میری برادری کا بندہ ہے۔جناب مجھے کسی مراثی کے پاس جانے کا ارشاد فرمائیں تو بھی میں عار محسوس نہ کروں گا۔حضور قطبِ عالمؒ ان کا بے پناہ اخلاص دیکھ کر نہایت مسرور ہوئے اور کرم نوازی فرمائی۔میاں احمد دین نومسلم بیان کرتے ہیں ۔میرک شریف عرس کے موقع پر میں نے رات کو دیکھا حضرت قطبِ عالمؒ علیحدگی میں پیر صلاح الدین سیال کو کچھ تلقین فرما رہے تھے میں سمجھ گیا حضور نے ان کی منشاء پوری کر دی ہے۔

16: حضرت مولانا محمد اکبر چشتی بصیر پوریؒ (المتوفی ۱۶،ار جب ۱۳۳۵ھ)

آپ کے آباؤ اجداد سلسلہ نقشبندیہ سے وابستہ تھے اور اپنے علاقہ میں درس و تدریس کا شعبہ اختیار کر رکھا تھا، آپ نے سلسلہ چشتیہ میں حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے ،چونکہ ان کے پیرومرشد حضرت خواجہ تونسویؒ کے حضرت قطب عالمؒ سے دوستانہ مراسم تھے۔یہ بھی آپ سے نہایت محبت وعقیدت رکھتے اور کئی مرتبہ سندھیلیانوالی شریف حاضر ہوئے۔ملک محمد نواز سکنہ موضع پہلی پہاڑ (دیپالپور) کے انٹرویو میں ہے ''میرا لڑکپن کا زمانہ تھا اور مولوی فتح محمد کے پاس ماڑی کمبوہ میں سکندر نامہ یا زلیخا پڑھتا تھا ۔میرے استاد صاحب کو مولوی محمد اکبر بصیر پوری نے خط لکھا کہ مجھے حضور قطبِ عالمؒ نے سندھیلیانوالی شریف یاد فرمایا ہے، چونکہ میں بوڑھا ہوں اور تم جوان ہو لہٰذا بطور معاون میرے ساتھ آؤ، ٹائم مقرر ہو گیا، ہم سب تاندلیانوالہ ریلوے اسٹیشن پر اکٹھے ہو گئے اور یہاں سے مل کر دربار شریف حاضر ہوئے۔اس طرح میں پہلی مرتبہ حضور قطب عالمؒ کی زیارت سے مشرف ہوا''

17۔حضرت سید چراغ علی شاہؒ (مبر ازہ شریف)

مولانا عبدالغفور صاحب جو کچھ عرصہ حضرت پیر سید اسرار حسین شاہ صاحبؒ کے زمانہ سجادگی میں دارالعلوم قطبیہ کے صدر مدرس رہے۔وہ بتایا کرتے حضرت قطبِ عالمؒ اور میرے پیرومرشد سید چراغ علی شاہؒ کے آپس میں گہرے مراسم تھے۔میرے پیرومرشد سندھیلیانوالی شریف کئی مرتبہ حضور کی ملاقات وزیارت کو آتے رہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

خلفاء ومتوسلین

حضور قطبِ عالمؒ اپنے عہد کے کثیر الفیضان بزرگ تھے۔ علم وفضل اور معرفتِ الٰہی کے اس دریائے ذخار سے بے شمار تشنہ کام سیراب ہوئے۔ ہزاروں اشخاص آپ کے دامنِ کرم سے وابستہ ہو کر منزلِ مراد کو پہنچے۔ حضور کا نمایاں رنگ توحیدِ وجودی تھا۔ جس کی جھلک آپ کے بااخلاص مُسترشدین میں بھی نظر آتی ہے۔ ایسے افراد کی بھی کمی نہیں جنہوں نے حضور کی نظرِ کیمیا کے اثر سے عاداتِ رذیلہ چھوڑ کر صفاتِ محمودہ اپنا لیں۔

آہن کہ بپارس آشنا شد فی الفور صُورتِ طلا شد

کئی حضرات آپ کے زیرِ سایہ روحانی مدارج طے کر کے درجۂ کمال تک پہنچے اور خرقۂ خلافت، سے سرفراز ہوئے، خلفاء کی حتمی فہرست کوششِ بسیار کے باوجود مجھے کہیں سے دستیاب نہ ہو سکی۔ میں نے انہی بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔ جو مشہور ومعروف ہیں یا حضرت پیر سید اسرار حسین شاہ صاحب کی ریکارڈ کردہ کیسٹوں سے معلوم ہوئے جن کے بارے نہ صرف دُرویشانِ قطبِ عالمؒ نے بلکہ لنگر شریف میں رہنے والے بزرگ خادموں نے بھی تائید کی۔ ویسے کئی لوگ راقم الحروف کے سُننے میں آئے لیکن مستند اور معتبر ذرائع سے جن اشخاص کی تائید نہیں ہو سکی میں نے اُن کا ذکر نہیں کیا۔ حضور قطبِ عالمؒ کے احوال مبارک سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ منصبِ ارشاد کی اہمیت کے پیشِ نظر اس معاملہ میں آپ خود بھی نہایت احتیاط فرماتے تھے۔

ایک حیران کُن بات جو میرے علم میں آئی۔ حضور قطبِ عالمؒ کو آپ کے مرشدِ کریم حضرت چراغ حق نُماؒ نے اپنے وصال سے عرصہ چودہ سال قبل خرقۂ خلافت عطا فرما دیا تھا لیکن حضور نے ان کی موجودگی میں بہت ہی کم لوگ ہونگے جنہیں مرید کیا بلکہ اپنی رعایا تک کو ساتھ لے جا کر حضرت چراغ حق نماؒ کا مرید کروایا۔ جب بیعت ہی بہت کم کیے تو خلافت واجازت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ گویا یک جان، دو قالب تھے۔ اپنی ظاہری باطنی توجہات اپنے مرشد پر ہی مرکوز رکھیں۔ حضرت چراغ حق نماؒ نے (10 اکتوبر 1888ء) کو وصال فرمایا تو پھر حضور مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے اور سلسلۂ طریقت میں اپنے شیخ کے جانشین ٹھہرے۔ یوں اس دورانیہ میں اپنے خاص خاص مریدین کی روحانی تربیت شروع فرمائی اور حضرت چراغ حق نماؒ کے وصال سے چار سال بعد سب سے پہلے شیرِ یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانی فتحپوریؒ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ حضور قطبِ عالمؒ اپنے مرشدِ کریم کے وصال کے بعد عرصہ اُنتالیس سال مسندِ ارشاد پر رونق افروز رہے اور اس طویل مدت میں ایک زمانہ آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوا۔

شیرِ یزدانی حضرت پیر سید شیر محمد گیلانیؒ (فتحپور شریف ضلع اوکاڑہ)

شجرۂ نسب:۔

حضور شیرِ یزدانیؒ کا نسب نامہ چوبیس واسطوں سے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ سے جا ملتا ہے۔ جس کی تفصیل بحوالہ ''حدائق الانوار'' اور خاندانی شجرہ جاتِ قلمیہ میں درج ذیل ہے۔

سید شیر محمد گیلانیؒ بن سید موج دریاؒ بن سید نور احمد دہلویؒ بن سید عبدالرحمٰن سیاحؒ بن سید بہاؤالدین بغدادیؒ بن سید تاج محمود مدنیؒ بن سید شرف الدینؒ بن سید خیر بخشؒ بن سید جلال الدینؒ بن سید نصیر الدینؒ بن سید حامد اللہؒ بن سید محمد عیسیٰؒ بن سید ظہور الدینؒ بن سید ابراہیمؒ بن سید سَید احمدؒ بن سید موسیٰؒ بن سید عبدالرحیمؒ بن سید محمد فضل اللہؒ بن سید عبداللہ حسنؒ بن سید صدر الدین نوریؒ بن سید بدر الدین حسینیؒ بن سید علاؤالدینؒ بن سید ابو صالح نصر قاضی القضاتؒ بن سید تاج الدین عبدالرزاقؒ بن محبوب سبحانی محی الدین سید عبدالقادر جیلانیؓ بن سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوستؒ بن سید عبداللہ جیلیؒ بن سید یحییٰ زاہدؒ بن سید محمدؒ بن سید داؤدؒ بن سید موسیٰؒ ثانی بن سید عبداللہ ثانیؒ بن سید موسیٰ الجونؒ بن سید عبداللہ محضؒ بن سید حسن مثنیٰؒ بن سیدنا امام حسنؓ بن امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم

ولادت اور تعلیم و تربیت:۔

آپ کی ولادت ایک محتاط اندازے کے مطابق 1862ء کو چاہ پیروالہ موجودہ کھوہ پاک میں ہوئی۔ آپ بچپن سے ہی بڑے حسین و جمیل تھے۔ پیشانی میں ولایت کا نور ہویدا تھا۔ باادب، نیک طبیعت اور بڑے ذہین و فطین تھے۔ آپ کو چھوٹی عمر میں ہی مسجد و مکتب بھیجا گیا۔ پیر سید غلام رسول شاہؒ کے ملفوظات (فیوض عارفِ متکلم، ملفوظ نمبر 48) میں ہے'' بابا سائیں (حضرت شیر یزدانیؒ) مادرزاد ولی تھے، بابا سائیں نے مجھے خود یہ واقعہ سنایا کہ میں اپنے اُستاد سے سبق پڑھ رہا تھا کہ ایک مست فقیر آ گیا، میری طرف دیکھ کر کہنے لگا ابھی کچھ پڑھنے میں کسر رہ گئی ہے دو تین بار اسی طرح کہا پھر اُستاد کی طرف دیکھ کر کہنے لگا، اسے تم کیا پڑھاتے ہو، یہ تو پڑھا ہوا ہے، تم اپنی استادی اپنے پاس رکھو''۔ حضور شیر یزدانیؒ نے اس دور میں عام مروّجہ نصابِ تعلیم خصوصی انہماک سے حاصل کیا۔ لکھنے پڑھنے میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ راقم الحروف کے پاس حضور کی قلمی تحریر کے نمونے موجود ہیں۔ آپ قلم اور ہولڈر سے بہت صاف اور خوبصورت لکھتے تھے۔

علمی مقام و مرتبہ:۔

حضور نے دیہاتوں میں مروّجہ تعلیمی نصاب تک بظاہر علم حاصل کیا'' درسِ نظامی'' کی تکمیل یا کسی معروف مدرسہ کے فارغ التحصیل نہ تھے البتہ مطالعہ سے شغف زندگی بھر برقرار رہا۔ اس کے علاوہ جو کچھ آپ کی تحریروں میں ہے وہ سب ''علم لدنی'' ہے۔

حضور شیر یزدانیؒ کی 9 مجالس کا ایک مجموعہ ''مرآت العاشقین'' کے نام سے مطبوعہ ہے، جس کے پڑھنے سے آپ کے علمی مقام و مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ پہلی پانچ مجالس میں حضور نے اپنے جدِ کریم سیدنا غوث الاعظمؓ کے

مواعظ حسنہ پر مشتمل کتاب ''الفتح الربانی'' کی تشریح وتوضیح فرمائی ہے اور آخری چار مجالس میں سبط رسول اللہ ﷺ سیدنا امام حسینؓ سے منسوب رسالہ ''مرآت العارفین'' کی شرح ایسے دلنشین انداز میں فرمائی ہے کہ پڑھ کر دل جھوم اُٹھتا ہے۔ مشکل اور ادق کلام کو آسان پیرائے میں بیان کرنا آپ کا خاصہ تھا۔ حضور کے منظوم پنجابی کلام پر مشتمل کتاب ''مکتوباتِ عشق'' کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی، آج تک راوی و چناب کے باسیوں نے اسے حرزِ زبان بنایا ہوا ہے۔ یہ کتاب مردہ دلوں کے لیے عشق وشوق کا انمول خزانہ ہے۔

پیر غلام محمد جلوآنویؒ نے کیا خوب اس کا تعارف لکھا ہے۔

گر کوئی چاہے کہ حاصل ہو مجھے سوغاتِ عشق — چاہیے اُسکو پڑھے ہر روز مکتوباتِ عشق
پیر کامل کا تصور کر بمعہ ذکرِ خفی — حیف کہہ مجھ کو اگر حاصل نہ ہوں جذباتِ عشق
کر نفی اثبات کا ذکرِ جلی با ہوشِ دل — دیکھ لے انوارِ حق اور جان اسرار اراتِ عشق
مالکؒ و حنبلؒ سے پوچھو مسئلہِ شرع شریف — شبلیؒ و منصورؒ سے پوچھو ذرا شطحاتِ عشق
بیخود و سرمست پر ہوتا ہے یاں لطف وکرم — ہوشیاروں کو نہیں ملتے یہاں درجاتِ عشق
لہلہائیں سبزیاں توحید اور اخلاص کی — گر دلوں پر برس جائے اک گھڑی برساتِ عشق
مرسلین و انبیاء و عارفین و اولیاء — ہیں طلبگارانِ نُور از لمعۂ مشکلاتِ عشق

راہِ خُدا کی طلب اور بیعت وخلافت:۔

حضور کو بچپن سے ہی نمازِ پنجگانہ اور تہجد سے لگاؤ تھا۔ نوجوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو مرشدِ کامل کی جستجو پیدا ہوئی۔ حضرت قطبِ عالمؒ آپ کے والد حضرت سید موج دریاؒ کی دُعا سے تولد ہوئے تھے۔ لہذا حضور شیر یزدانیؒ جب کبھی اپنے والدِ بزرگوار کے مریدین کے پاس تشریف لے جاتے تو حضرت قطبِ عالمؒ کے ہاں بھی فروکش ہوا کرتے۔ انہی ایام کا واقعہ ہے ایک روز خواب میں دیکھا کوئی بزرگ فرمارہے ہیں ''شیر محمد! تمہاری امانت میرے پاس ہے''، لیکن معلوم نہ ہوسکا یہ کون بزرگ ہیں۔ آپ اسی تلاش میں کئی پیروں کے پاس گئے لیکن دل مطمئن نہ ہوا۔ حسبِ معمول ایک مرتبہ سندھیلیانوالی شریف آئے۔ حضور قطبِ عالمؒ نے آپ کو کرسی پر بٹھایا اور خود گھر اطلاع دینے کے لیے تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو دیکھا آپ نیچے صَف پر بیٹھے ہیں۔ کیونکہ آپ نے پہچان لیا تھا کہ یہی میرے خواب کی تعبیر ہیں۔ حضور قطبِ عالمؒ نے پوچھا اِن دُرویشوں نے کوئی گستاخی تو نہیں کی کہ جناب نیچے صَف پر بیٹھ گئے ہیں۔ آپ نے عرض کیا حضور! مجھے بھی اپنا مرید تصوّر فرمائیں۔ میں اب حضور کے سامنے کُرسی پر نہ بیٹھوں گا۔ لیکن حضور قطبِ عالمؒ کا جب اصرار بڑھا تو آپ نے عرض کیا۔ میں اس شرط پر بیٹھوں گا کہ حضور مجھے اپنی بیعت میں قبول فرمالیں اور یہ محض اَمر بجالانے کی خاطر ہوگا ورنہ مجھے نیچے بیٹھنے میں زیادہ لطف آرہا ہے۔ حضور قطبِ عالمؒ نے اصرار کے ساتھ کرسی پر بٹھایا مگر آپ جتنی دیر مجلس میں بیٹھے رہے آنکھوں سے آنسو بہتے رہے اور خاموشی کے ساتھ منتظر تھے کہ وہ سعید لمحہ کب آئے گا جب حضور مجھے اپنی بیعت سے مشرف فرمائیں گے۔ کچھ دیر تو حضور قطبِ عالمؒ ٹالتے رہے آخر آپ کی والہانہ ارادت اور کامل اخلاص کے پیشِ نظر 10 ماہِ صفر ۱۳۰۸ھ بمطابق 24 ستمبر 1890ء بروز بدھ کو سلسلۂ غلامی میں قبول فرمالیا۔

میرے قبلہ گاہی حضرت سائیں پیر محمد کرم حسین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے۔ حضور شیر یزدانیؒ مرید ہونے

کے بعد دربار شریف کی کچی مسجد اور ساتھ والے جنگل میں ذکرِ اسم ذات اسطرح یاد کرتے کہ لوگوں کو شُبہ ہوتا کوئی جنگلی شیر بول رہا ہے۔ جب اس واقعہ کا علم حضرت قطبِ عالمؒ کو ہوا تو آپ نے فرمایا'' وہ کوئی جنگلی شیر نہیں بلکہ میرا شیر ہے'' حضور شیر یزدانیؒ نے تکمیلِ سلوک دشوار گزار اور کٹھن راہیں صرف دو سال میں طے کر لیں اور ۱۳۱۰ھ بمطابق 1892ء کو بارگاہِ قطبِ عالمؒ سے خرقۂ خلافت اور خلیفہ اعظم کے لقب سے نوازے گئے۔

والہانہ عشق و محبت کے تذکرے:۔

پیر اور مرید میں والہانہ محبت داستانِ عشق بن کر لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہوگئی اور ایک ضرب المثل بن گئی گویا یک جان دو قالب تھے۔ حضور شیر یزدانیؒ خود فرماتے ہیں۔

''دو تن اُتوں ہکو مَن وچوں آہا سن مثل رانجھے ہیر بیلی''

میاں کریم بخش ہراج کی روایت میں ہے'' اُس زمانے دُرویشوں کا یہ ایمان ہوتا تھا کہ جو قطب پاکؒ اور شیرن پاکؒ کو دو سمجھے وہ بے ایمان ہے''

محبت و عقیدت کے سلسلے یہاں تک بڑھے کہ حضرت قطبِ عالمؒ نے نہ صرف اپنا تمام گھرانہ حضور شیر یزدانیؒ کا مرید کروایا بلکہ آپ کا عشق کمال اور آزاد حال دیکھ کر اکثر فرماتے'' شیر محمد! مجھ سے تمہارے کئی افعال اچھے ہیں''

ذیل میں پیر و مرید کے اس والہانہ عشق و محبت کی ایک جھلک دکھانے کے لیے چند واقعات سپردِ قلم کرتا ہوں۔

☆ پیر فلک شیر چشتی بیان کرتے ہیں۔'' ایک مرتبہ حضور شیرِ یزدانیؒ تشریف لائے اور متواتر دو ماہ سندھیلیانوالی شریف رہے۔ حضور قطبِ عالمؒ کا ہمیشہ یہ معمول تھا کہ نمازِ مغرب کے فرض پڑھ کر گھر چلے جاتے اور پھر دوسرے دن اشراق کے بعد باہر تشریف لاتے مگر ان دنوں وہ معمول بدل گیا۔ حضور قطبِ عالمؒ مغرب کے فرض پڑھ کر گھر چلے جاتے لیکن عشاء کے بعد پھر باہر آ جاتے۔ لیمپ روشن کیا جاتا اور کچے ڈیرہ میں مجلس لگ جاتی۔ اُن دنوں مولانا غلام محمد جلوآنویؒ یہیں رہتے تھے۔ وہ کوئی نہ کوئی تصوف کی کتاب پڑھتے اور حضرت قطبِ عالمؒ اس کی تشریح اور وضاحت فرماتے۔ زیادہ تر مسئلہ توحید کا ہوتا تھا۔ تہجد کے وقت یہ مجلس برخاست ہوتی اور حضور قطبِ عالمؒ گھر تشریف لے جاتے۔ دو ماہ یہی معمول رہا۔ حتیٰ کہ فتحپور شریف سے میاں قاسم دُرویش آیا اور حضرت شیرِ یزدانیؒ سے عرض کی جناب! لوگ دُور، دُور سے زیارت کے لیے آتے ہیں۔ آپ وہاں نہیں ہوتے بے چارے رَو، دھو کر چلے جاتے ہیں۔ آپ مہربانی فرمائیں اور گھر واپس چلیں۔ آخر اس کے اصرار پر حضور قطبِ عالمؒ نے آپ کو رخصت مرحمت فرمائی اور اپنے ایک دُرویش کو گھوڑا دے کر فرمایا کہ آپ کو پیر محل اسٹیشن پر چھوڑ آئے۔ حضور قطبِ عالمؒ کچے ڈیرہ میں بیٹھے رہے، درویش آپ کو گاڑی پر بٹھا کر واپس آیا تو حضور قطبِ عالمؒ اسے دیکھتے ہی کچہری سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے دریافت فرمایا'' راستے میں شیر محمد نے تم سے کوئی بات چیت بھی کی؟'' اُس نے عرض کیا حضور! سارے راستے روتے گئے۔ اسٹیشن پر بھی روتے رہے۔ میں نے ٹکٹ لا کر پیش کیا۔ گاڑی میں سوار ہوئے تو کھڑکی سے اِدھر ہی دیکھ رہے تھے اور رو رہے تھے۔ بس اتنا کہنا تھا کہ حضور نے فرمایا'' ہمیں شیر محمد بیٹھنے نہیں دیتا۔ چلو تیاری کرو۔ ہم اس کے پیچھے چلتے ہیں'' کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

جذبۂ عشق سلامت رہے تو ان شاء اللہ کچے دھاگے سے بندھی آئے گی سرکار چلی

فوراً حضور کی ''سبز گھوڑی'' لائی گئی۔ پانچ، سات دُرویش ہمراہ تھے اور آپ پیر محل اسٹیشن کے لیے روانہ ہوئے۔ وہاں سے گاڑی پر سوار ہوئے اور تاندلیانوالہ اسٹیشن پر اُترے۔ ابھی حضرت شیر یزدانیؒ وہیں تشریف رکھتے تھے اور تانگہ آپ کو لینے کے لیے آیا ہوا تھا۔ (ضمناً پیر سید اسرار حسین شاہ صاحبؒ نے فرمایا، سائیں شیرن پاکؒ پہلی گاڑی پر گئے اور دوسری گاڑی پر سائیں قطب پاکؒ روانہ ہوئے۔ سائیں شیرن پاکؒ نے وہاں لوہاروں کے گھر قدرے آرام فرمایا۔ جب وہاں سے رخصت ہونے لگے تو اتنے میں دوسری گاڑی پر سائیں قطب پاکؒ بھی پہنچ گئے) اس وقت پیرومرید جس دَرد سے ایک دوسرے کو ملے اس کا بیان الفاظ میں ناممکن ہے۔ دُرویشوں پر بھی بڑا حال وارد ہوا۔ ایسا منظر پھر کبھی دیکھنے میں نہ آیا۔ وہاں سے اکٹھے پیرومرید تانگے پر فتحپور شریف آئے۔ یہاں پر دن رات پھر وہی محفلیں تھیں۔ پورا مہینہ حضرت قطبِ عالمؒ نے فتحپور شریف قیام فرمایا۔ ایک روز بابا مولا بخش لانگری، سندھیلیانوالی شریف سے حاضر ہوا اور فریاد کی حضور گھر تشریف لے چلیں دُور، دُور سے خلقت آتی ہے اور بغیر زیارت کیے رو، دھو کر چلی جاتی ہے اب مہربانی فرمائیں۔ آپ نے حضرت شیرِ یزدانیؒ کی طرف دیکھا اور فرمایا ''اچھا شیرن ماہی! اب ہمیں اجازت دو؟'' حضرت شیرِ یزدانیؒ کی چیخ نکل گئی اور عرض کی حضور میری کیا مجال ہے یہ گھر بھی آپ کا ہے اور وہ بھی آپ کا۔ حضرت شیرِ یزدانیؒ نے اپنا گھوڑا تانگہ بطور تحفہ لنگر میں پیش کیا اور حضور کو الوداع کہنے کے لیے تاندلیانوالہ اسٹیشن تک آئے۔ حضور قطبِ عالمؒ واپس تشریف لے گئے تو حضرت شیرِ یزدانیؒ نے خط میں ''ریل نامہ'' والی نظم لکھ کر ارسال کی یہ اُس موقع پر آپ نے تحریر فرمائی تھی جس کا پہلا مصرع ہے۔

گھولی گھتے ریل نکھیڑے روندے وچھڑے جانی میرے

☆ پیر محمد رمضان قریشی (محلہ چڑھ، کمالیہ) سے روایت ہے۔ ایک مرتبہ حضرت قطبِ عالمؒ، فتحپور شریف آئے ہوئے تھے۔ حضور کے لیے خیمہ نصب تھا۔ آپ وضو کے لیے باہر تشریف لائے۔ میرے پاس حضور کا لوٹا تھا۔ حضرت شیرِ یزدانیؒ سامنے کھڑے دیگیں پکانے والوں کو کچھ ہدایات فرما رہے تھے۔ اتنے میں نُور شاہ کا رہنے والا مولوی غلام نبی ایک نابینا حافظ کے ساتھ آیا۔ دونوں حضرت قطبِ عالمؒ کے مرید تھے۔ مولوی غلام نبی نے حضور کو دیکھا تو دست بوسی کی اور اُس نابینا حافظ کو بتایا کہ یہ حضور ہیں۔ اُس نے سمجھا حضرت شیرِ یزدانیؒ ہیں، صرف مصافحہ کیا اور کہا میں نے بڑے حضور کو ملنا ہے؟ ہم نے بتایا یہی بڑے حضور ہیں تو وہ نابینا حافظ، حضور کے قدموں پر جھک گیا۔ حضرت قطبِ عالمؒ کو اس بات پر دَرد (ذوق) ہوا اور حضرت شیرِ یزدانیؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ''میاں! اب وہ بڑے ہیں''

☆ مولوی علم دین جرولہ بیان کرتے ہیں۔ ایک روز میں حضرت قطبِ عالمؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک دُرویش آیا اور عرض کی حضرت شیرِ یزدانیؒ پر بعض مخالفین نے قتل کا ناجائز مقدمہ درج کروایا ہے اور ڈپٹی تنگ کر رہا ہے۔ حضرت قطبِ عالمؒ کے ہاتھ میں کاغذ تھا۔ آپ نے جوش میں آکر تین مرتبہ اپنی انگلی اوپر اٹھائی اور فرمایا ''میرے شیر کی طرف کوئی انگلی اُٹھا کر تو دیکھے؟'' حضرت قطبِ عالمؒ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حاضرینِ مجلس پر بھی گریہ طاری ہو گیا۔ پھر اس دُرویش سے فرمایا ''میرے شیر سے کہنا دربار شریف پر رہے۔ کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ ایس پی اور ڈپٹی نے اگر بیان لینا ہو تو خود آ کر لے'' مزید اس مضمون پر مشتمل آپ کو خط بھی ارسال فرمایا۔

☆ میاں کریم بخش ہراج سے مروی ہے۔ حضرت شیرِ یزدانی ؒ ایک مرتبہ سندھیلیانوالی شریف آئے ہوئے تھے۔ حضور قطبِ عالم ؒ کی برادری "کیکروالہ" میں سید سلطان شاہ کے لڑکے کی شادی تھی۔ آپ نے حضرت شیرِ یزدانی ؒ کو فرمایا "ہماری برادری ہے۔ ہم نے شادی پر جانا ہے تم بھی میرے ساتھ چلو" لہٰذا دونوں اکٹھے تشریف لے گئے۔ وہاں سادات برادری نے حضور قطبِ عالم ؒ کو بے حد مجبور کیا کہ ہماری عزت دوبالا ہو جائے گی آپ بارات کے ساتھ چلیں۔ آخر آپ نے حضرت شیرِ یزدانی ؒ کو فرمایا "برادری نے مجھے مجبور کر دیا ہے، ہم بارات کے ساتھ چلے جاتے ہیں۔ البتہ کھانا کھا کر رات کو واپس آ جائیں گے" حضرت شیر یزدانی نے عرض کیا، پھر میرے لیے کیا حکم ہے؟ حضور نے فرمایا "شیرن ماہی! حکم کیا ہے؟ میرا دل تو چاہتا ہے میں تجھے دیکھتا رہوں اور تو مجھے دیکھتا رہے" لیکن مجبوری ہے تم واپس دربار شریف چلے جاؤ۔ ہم بھی رات کو آ جائیں گے۔

☆ ایک مرتبہ سندھیلیانوالی شریف میں حضرت شیرِ یزدانی ؒ سے حضرت قطبِ عالم ؒ نے فرمایا "شیر محمد! آج کیوں نہ بابا فرید الدین گنج شکر ؒ کے دربار پاکپتن شریف سے ہو آئیں؟" آپ نے عرض کیا "میں حاضر ہوں لیکن وہاں بھی میں نے تو جناب کو دیکھنا ہے اور یہاں بھی" حضور قطبِ عالم ؒ مسکرا دیئے اور فرمایا "میری تیاری تو نے ملتوی کر دی ہے" لہٰذا نہ گئے۔

☆ میاں غلام فرید ملو کا بیان کرتا ہے "ہم نے حضرت قطبِ عالم ؒ کی دعوت منظور کروائی تو حضور نے اپنی جگہ حضرت شیرِ یزدانی ؒ کو روانہ فرمایا۔ حضور قطبِ عالم ؒ کو آپ سے بہت محبت تھی۔"

☆ میاں احمد بخش (محلہ چڑھ، کمالیہ) سے روایت ہے۔ حضرت شیرِ یزدانی ؒ جب تشریف لاتے تو حضور کی قدمبوسی سے قبل ہی اپنے نعلین اُتار دیتے لیکن حضور قطبِ عالم ؒ آگے بڑھ کر آپ کو گلے سے لگا لیتے۔ آپس میں اس قدر محبت و الفت تھی جو بیان سے باہر ہے۔ حضرت قطبِ عالم ؒ اپنی مجلس میں حضرت شیرِ یزدانی ؒ کو نیچے نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔ کبھی چارپائی پر اور کبھی موڑھے پر آپ تشریف رکھتے۔ فتحپور شریف آجکل جہاں حضرت شیر یزدانی ؒ کا روضہ مبارک ہے یہیں پر حضرت قطبِ عالم ؒ کے لیے خیمہ لگایا جاتا تھا۔ گویا پیر کامل کے سائبان کی جگہ پر ہی مرید صادق کا مزار پُرانوار بنا۔ سبحان اللہ

میانِ عاشق و معشوق رمزیست　　کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

☆ میاں متھیل کاٹھیا سکنہ بھُسّی کاٹھیاں بیان کرتا ہے۔ "مجھے خواب میں حضور قطبِ عالم ؒ کی زیارت ہوئی اور آپ نے مرید کیا میں بیدار ہوا تو دربار شریف حاضر ہو کر حضور کی بیعت سے مشرف ہوا۔ آپ نے مجھے فرمایا "تمہارا حصہ شیرن ماہی کے پاس ہے تم ان کے پاس جاؤ" میں فتحپور شریف حاضر ہوا اور حضور کا پیغام دیا۔ سائیں شیرن پاک نے مجھ پر اُسی وقت نگاہ فرمائی اور میرے دل کی سیاہی دُور فرما دی۔

☆ حکیم رحمت علی سے مروی ہے "حضور قطبِ عالم ؒ اکثر ملاقات کے موقع پر حضرت شیر یزدانی ؒ کو قدمبوسی سے قبل ہی تھام کر سینہ سے لگا لیتے۔ ایک مرتبہ حضور قطبِ عالم ؒ گھوڑے پر سوار تھے۔ لگام حضرت شیر یزدانی نے تھام رکھی تھی اور پایاب جگہ سے دریائے راوی عبور کر رہے تھے۔ اچانک پانی میں حضور قطبِ عالم کا گھوڑا بریتی (دریا میں بلند جگہ) پر چڑھ گیا اور حضور کا پاؤں مبارک رکاب سمیت حضرت شیر یزدانی ؒ کے سینہ سے لگا۔ آپ نے بڑھ کر پاؤں کو بوسہ دیا اور عرض کی حضور آج مجھے منع نہ فرمائیں گے کیونکہ پاؤں مبارک خود بخود میری آنکھوں کے قریب آ چکا ہے۔

☆ پیر غلام محمد جلوآنویؒ سے منقول ہے۔ ایک مرتبہ سندھیلیانوالی شریف میں حضرت قطبِ عالمؒ نے مجھے فرمایا، اپنے پیر (حضرت شیرِ یزدانیؒ) کی طرف خط لکھ۔ میں کاغذ اور قلم لے کر پاس بیٹھ گیا کہ حضور لکھائیں؟ فرمایا لکھ "عاشق زار" میں نے لکھا، پھر فرمایا لکھ "گلِ گلزار" میں نے وہ بھی لکھا۔ پھر فرمایا لکھ "محبّ پرورِدگار" اس کے بعد والہانہ محبت اور جوش میں فرمانے لگے، "اسی طرح لکھتا ہی چلا جا"

حضرت قطبِ عالمؒ آپ کو اکثر فرمایا کرتے "میاں اسیں تینوں آپ توں چنگا جاندے ہاں" یہ بھی فرماتے "آں حبیب کی آمد کی ہمیشہ انتظار رہتی ہے"

سبحان اللہ کیا محبت تھی۔ آپ کو اپنے سے اچھا اور اپنا حبیب کہہ کر پکارتے۔

الغرض حضور شیرِ یزدانیؒ کو اپنے مرشدِ کامل کی بارگاہ میں مرتبہ محبوبی حاصل تھا۔ آپ نہ صرف وابستگانِ سلسلہ کے محبوب تھے بلکہ مرشدِ کامل کو بھی آپ سے والہانہ عشق و محبت تھی۔ گویا آپ اپنے مرشد کے محبّ بھی تھے اور محبوب بھی۔ حضرت قطبِ عالمؒ آپ کو اپنے سامنے پلنگ پر بٹھاتے، دُرویشوں سے فرماتے یہ تمہارے بھی پیر ہیں اور ہمارے بھی۔ حضور شیرِ یزدانیؒ کو یہ شرف بھی حاصل تھا کہ اپنے مرشدِ کریم کے سامنے وعظ فرماتے اور حضرت قطبِ عالمؒ آپ کے وعظ سے خوش ہو کر فرماتے "شیرن کی زبان غوث الاعظمؒ کی زبان مبارک ہے" حالانکہ حضرت قطبِ عالم خود بہت بڑے عارف اور عالم تھے مگر ان کی کچہری میں حضور شیرِ یزدانیؒ ہی تقریر کرتے تھے۔

پیر و مرید کے راز و نیاز:۔

☆ پیر فلک شیر چشتی بیان کرتے ہیں "ایک مرتبہ حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں علاقہ تھل سے ایک سید صاحب مرید ہونے کے لیے آئے۔ حضور نے انہیں فرمایا، تم شیر محمد کے پاس فتحپور چلے جاؤ اور ان کے مرید ہو جاؤ۔ وہ تمہیں جلدی فارغ کریں گے یعنی تمہارا مطلب جلدی حاصل ہو گا۔ وہ سید صاحب فتحپور شریف حاضر ہوئے اور حضرت قطبِ عالمؒ کا پیغام دیا۔ حضرت شیر یزدانیؒ نے فرمایا۔ میری کیا مجال ہے کہ جو میرے پیر کا مرید ہونے کے لیے آئے اُسے خود مرید کروں۔ ویسے بھی میں سادات سے ڈرتا ہوں۔ اُن کا غلام ہوں۔ (یہ کسرِ نفسی تھی) وہ سید صاحب واپس سندھیلیانوالی شریف آئے اور تمام واقعہ عرض کر دیا۔ حضور قطبِ عالمؒ نے حافظ سید محمد سے فرمایا، "شیر محمد نے ہمارا بھیجا ہوا شخص مرید نہیں کیا۔ ہم نے بھی اب اس کا خط وصول نہیں کرنا، تم واپس بھیج دینا"۔

(یہ معشوقوں کے ناز نخرے تھے)۔ دوسرے دن حضرت شیرِ یزدانیؒ کا مشہور خط پہنچا۔

"پیشوا میرے، قبلہ گاہ میرے، تیرے خاص دربار دی کُتی ہاں میں"

حافظ سید محمد نے دُرویشوں کے اصرار پر اُسے پڑھنا شروع کیا تو سب رونے لگے۔ اتنے میں حضور قطبِ عالمؒ کی تشریف آوری ہوئی تو دُرویشوں نے خط چھپا لیا۔ حضور کچہری میں آ کر بیٹھے تو خود ہی فرمانے لگے "بھلا یہ بات پوشیدہ کیسے رہ سکتی ہے شیر محمد کا خط آیا ہے اور تم مجھ سے چھپا رہے ہو؟" حافظ سید محمد نے پیش کر دیا۔ حضور پڑھ بھی رہے تھے اور رو بھی رہے تھے، بار بار فرماتے "دیکھو شیر محمد نے کیا کر دیا ہے؟" اور صبح کی مجلس اسی نشے میں گزر گئی۔ شام کو حضرت شیرِ یزدانیؒ بھی تشریف لے آئے۔ حضور قطبِ عالمؒ کل آپ کا خط وصول نہ کرنے کا حکم فرما رہے تھے۔ ملاقات ہوئی تو بات ہی اور تھی، حضور قطبِ عالمؒ اور حضرت شیرِ یزدانی کا پیار اُس دَور بھی ضرب المثل تھا۔ ہم سب انہیں ایک ہی چیز سمجھتے تھے (ضمناً پیر انوار حسین جلوآنوی نے کہا، یہ تو ہماری

باتیں ہیں حضور قطبِ عالمؒ نے جب اپنے فرزند پیر سید فضل حسین شاہ صاحبؒ کو بھی حضرت شیرِ یزدانی کا مرید کروادیا تو پھر فرق کیا رہا، بلکہ ہم نے سُنا ہے اندرونِ خانہ (بیویاں اور بیٹیاں) بھی حضور قطبِ عالمؒ نے آپ کی مرید کروادیں، تو بات ہی ختم ہوگئی) پیر سید اسرار حسین شاہ صاحبؒ جو پاس ہی تشریف فرما تھے انہوں نے بھی اس بیان کی تائید فرمائی۔

☆ پیر محمد رمضان قریشی سکنہ کمالیہ شہر سے مروی ہے۔ ایک مرتبہ گڑھ بغداد میں پیر سید قادر بخش صاحب نے اپنے بیٹوں کے ختنہ کا پروگرام بنایا اور قمری ماہ کی چودہ تاریخ مقرر کی۔ اُن کا خیال تھا تمام تعلق داروں کو نہیں بلاتے۔ ان کی ہمشیرہ محترمہ مائی صاحبہ نے مشورہ دیا۔ برکت کے لیے حضرت شیرِ یزدانیؒ کو مدعو کرتے ہیں البتہ حضرت قطبِ عالمؒ کو تکلیف نہیں دیتے۔ پیر قادر بخش نے کہا۔ آپ حضور قطبِ عالمؒ کی اجازت کے بغیر نہیں آئیں گے۔ لٰہذا پیر قادر بخش پہلے سند ھیلیانوالی شریف حاضر ہوئے اور حضور قطبِ عالمؒ سے اجازت کے ساتھ رقعہ بھی لکھوالیا۔ تا کہ آپ کو تسلی ہوجائے کیونکہ حضرت شیرِ یزدانیؒ اگر اس طرف تشریف لاتے تو پہلے حضور قطبِ عالمؒ کی زیارت کرتے پھر کہیں اور جاتے۔ دن تھوڑے رہ گئے تھے بارہ تاریخ کو وہ فتحپور شریف پہنچے اور دعوت کے ساتھ حضور کا رقعہ بھی دیا۔ آپ نے فرمایا اجازت تو ہوگئی ہے مگر میرا دل نہیں مانتا کہ حضور کی زیارت کے بغیر وہاں جاؤں۔ اب مجبوری ہے۔ تاریخ سر پر آگئی ہے لٰہذا آپ چاند کی تیرہ تاریخ کو اپنے فرزندِ ارجمند پیر سید غلام رسول شاہ صاحبؒ اور چند درویشوں غلام علی شاہ، میاں سلطان، میاں قاسم وغیرہ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ شورکوٹ پہنچ کر بغداد شریف والی گاڑی نے کراس نہ کیا۔ وہیں قریب ہی ایک مسجد میں ٹھہر گئے اور پیر قادر بخش سے فرمایا۔ یہ حضور قطبِ عالمؒ کی کرامت ہے اگر ہم نے جانا ہوتا تو گاڑی کراس کرتی۔ آخر رات کی گاڑی پر عبدالحکیم اُترے۔ وہاں آگے کی سواریاں نہ تھیں رات مسافر خانے میں رہے اور چودہ چاند کو صبح بغداد شریف پہنچے۔ پچھلے پہر صاحبزادوں کے ختنے ہوئے وہاں لوٹھل قوم کے بعض افراد آئے ہوئے تھے اُن میں سے کچھ حضور کے مرید تھے اور کچھ بغداد شریف والوں کے۔ انہوں نے قبلہ مائی صاحبہ سے عرض کیا۔ حضرت شیرِ یزدانیؒ بھی آئے ہوئے ہیں لٰہذا، اُن سے بھی کہیں اور آپ بھی ہماری دعوت قبول فرمائیں۔ انہوں نے کہا آپ حضور قطبِ عالمؒ کی اجازت کے بغیر نہیں آئیں گے۔ آخر مشورہ سے ایک خاتون جسے ''مائی ملنگنی'' کہتے تھے وہ جناب مائی صاحبہ کے پاس رہتی تھی اور حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کی مرید تھی۔ اُسے اجازت لینے کے لیے سند ھیلیانوالی شریف بھیجا گیا۔ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ حضور قطبِ عالمؒ گھر میں جمعہ کے لیے وضو فرمارہے تھے کہ مائی ملنگنی حاضر ہوگئی اور عرض کی، سائیں فتحپور شریف والوں کو دو، دن کی اجازت مرحمت فرمائیں کیونکہ ملتان جانا پڑتا ہے۔ مجھے بغداد شریف والوں نے اسی غرض سے بھیجا ہے۔ حضور قطبِ عالمؒ نے فرمایا، اجازت ہے، اُس نے کہا لکھ دیں؟ حضور نے فرمایا اب میں جمعہ کے لیے جارہا ہوں۔ اگر تحریر لینی ہے تو جمعہ کے بعد لکھ دونگا۔ مائی ملنگنی نے واپس پہنچنا تھا۔ چونکہ اجازت ہوگئی تھی وہ چلی آئی اُسی روز فتحپور شریف سے دو، درویش سند ھیلیانوالی شریف حاضر ہوئے۔ حضور قطبِ عالمؒ جمعہ پڑھ کر مسجد سے باہر نکلے تو انہیں دیکھ کر فرمایا ''شیر محمد کا عشق بوڑھا ہوگیا ہے؟'' یہ بات ہم نے بھی سُنی اور اُن فتحپور شریف سے آنے والے دُرویشوں نے بھی۔ اُن میں سے ایک وہیں سے روتا، دھوتا دوڑ پڑا۔ دریا پر ایک کشتی سے مائی ملنگنی واپس گئی۔ دوسری مرتبہ اسی کشتی پر وہ دُرویش سوار ہوگیا۔ اگلا واقعہ غلام علی شاہ سنایا کرتا تھا کہ عصر کے وقت حضرت شیرِ

یزدانیؒ نے مجھے فرمایا، لوٹا پانی کا لے آؤ۔ باہر چلتے ہیں۔ طبیعت بڑی اُداس ہے۔ گاؤں سے باہر آئے۔ آپ نے وضو فرمایا، پھر پتن کے قریب ہی کھجوروں کا ایک جھنڈ تھا وہاں تشریف فرما ہوئے۔ اتنے میں کشتی کا پُور بھی آ گیا۔ وہ دُرویش اُتر کر چل پڑا۔ جب اس کی نظر آپ پر پڑی تو زور زور سے رونے لگا۔ آپ نے بھی پہچان لیا کہ خدا خیر کرے یہ کیوں رو رہا ہے۔ حاضرِ خدمت ہوا تو بھی روتا تھا۔ آخر آپ نے پوچھا بتاؤ بھی سہی کیا بات ہے؟ اُس نے تمام واقعہ عرض کر دیا۔ آپ نے اس کو ساتھ لے لیا اور چل پڑے۔ غلام علی شاہ سے فرمایا تم یہ لوٹا واپس لے جاؤ اور غلام رسول شاہ سو رہا ہے اُسے بیدار کر کے بتا دینا ہم سند ھیلیانوالی شریف جا رہے ہیں۔ آپ کشتی پر سوار ہو گئے اور دوسرے کنارے اُتر کر پیدل روانہ ہوئے۔ غلام علی شاہ واپس بغداد شریف پہنچا اور پیر سید غلام رسول شاہ صاحبؒ کو سارا واقعہ عرض کیا۔ انہوں نے دو گھوڑے لیے ایک پر خود سوار ہوئے اور دوسرا آپ کے لیے لے کر فوراً روانہ ہو گئے۔ حضرت شیرِ یزدانیؒ نے ایک میل ہی پیدل سفر کیا ہوگا اور ابھی مائی صفورہؒ کے دربار سے پیچھے ہی تھے کہ گھوڑوں پر پیر سید غلام رسول شاہ بھی پہنچ گئے اور آپ کو سوار کر لیا۔ راستے میں ''اروتی'' پہنچے تو بڑی آندھی اور بارش آئی۔ راستہ بھی خراب تھا۔ بڑی دقت سے آدھی رات کو دربار شریف پہنچے میاں فتح دین گڑانگو دوڑ کر میاں سردار بخش ہراج کے گھر سے بستر لے آیا۔ آپ کے لیے آم کے نیچے اور پیر سید غلام رسول شاہ کے لیے باغیچہ میں چارپائی ڈال کر بستر لگایا، پیر سید غلام رسول شاہ صاحبؒ تو اس قدر تھک گئے تھے کہ بغیر دستار اور نعلین اُتارے بستر سے ٹیک لگاتے ہی سو گئے البتہ حضرت شیرِ یزدانیؒ نہ چارپائی پر بیٹھے اور نہ سوئے۔ رات بھر کبھی ادھر چل پڑتے اور کبھی اُدھر یعنی ٹہلتے ہی رات گزری۔ صبح ہوئی تو حضور قطبِ عالمؒ نماز فجر پڑھ کر خلافِ معمول اچانک گھر کی کھڑکی سے نمودار ہوئے۔ حضرت شیرِ یزدانی سامنے کھڑے تھے۔ حضور کو دیکھتے ہی دست بستہ اپنے نعلین اُتار کر زمین بوس ہونے لگے تو حضور قطبِ عالمؒ کو دَرد ہو گیا اور آگے بڑھ کر آپ کو سینہ سے لگا لیا۔ پھر فرمایا۔ ابھی میرے راضی ہونے میں کوئی شک رہ گیا ہے کہ خلافِ معمول صرف تمہارے لیے آیا ہوں اور آپ کو پکڑ کر اسی پلنگ پر لے آئے اور دونوں صاحبان اکٹھے بیٹھ گئے۔

☆ میاں کریم بخش ہراج سے روایت ہے۔ ''ابتدائی دَور میں حضرت شیرِ یزدانیؒ یہاں سند ھیلیانوالی شریف دو، دو ماہ قیام فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ دو ماہ کے بعد اجازت ہوئی اور آپ کو گاڑی پر بٹھانے کے لیے سواری بھیجی گئی۔ اسوقت اقبال نگر سے گاڑی پر بیٹھتے تھے۔ جو اوکاڑہ لے جاتی تھی۔ حضرت شیرِ یزدانیؒ ریل گاڑی کے ذریعے اوکاڑہ پہنچے۔ دوپہر وہاں گزاری۔ ادھر سند ھیلیانوالی شریف سے آپ کی روانگی کے دو، تین گھنٹے بعد حضور قطبِ عالمؒ نے بھی فتحپور شریف کے لیے تیاری فرمائی اور چل پڑے۔ حضرت شیرِ یزدانیؒ اوکاڑہ سے تین، چار بجے تانگہ پر فتحپور شریف روانہ ہوئے۔ پیچھے حضور قطبِ عالمؒ بھی اوکاڑہ پہنچ گئے اور تانگہ پر روانہ ہوئے۔ فتحپور شریف سے قبل ایک میڑ (چھوٹی نہر) پر مغرب کا وقت ہو گیا۔ حضرت شیرِ یزدانیؒ نے تانگہ رُکوایا اور نمازِ مغرب ادا کی۔ نماز کے بعد وہاں سے چلنے لگے تو حضور قطبِ عالمؒ بھی وہاں پہنچ آئے اور نمازِ مغرب ادا کی۔ پھر دونوں اکٹھے فتحپور شریف آئے۔ اس مرتبہ حضور قطبِ عالمؒ نے تیرہ روز وہاں قیام فرمایا۔ جب واپسی کے لیے تیاری ہوئی تو حضرت شیرِ یزدانیؒ نے عرض کیا۔ حضور کی مہربانی سے لنگر میں آٹا دانہ بہت ہے ابھی تشریف رکھیں۔ حضور قطبِ عالمؒ نے فرمایا ''شیرن ماہی! تیرا لنگر قیامت تک ختم نہیں ہوگا'' اور واپس چلے گئے۔ حضور قطبِ عالمؒ کے اندرونِ خانہ چونکہ

حضرت شیرِ یزدانیؒ کے مرید تھے۔ انہوں نے ایک دن گھر میں آپ کی دعوت سے متعلق حضور قطبِ عالمؒ سے پوچھا، حضور نے فرمایا ''شیرن ماہی کی دعوت کا کیا پوچھنا ہے بڑی اچھی رہی لیکن ایک بات تھی جب ہمیں گھر میں کھانا کھلانے کے لیے لے جاتے اور ہم کھانا کھا کر فارغ ہوتے تو باہر لانے میں ذرا جلدی کرتے تھے''۔ اہلِ خانہ نے فوراً فتحپور شریف ایک آدمی بھیج دیا کہ حضور نے دعوت کی بڑی تعریف کی ہے صرف یہ بات فرمائی ہے۔ اُس آدمی کے ہاتھ حضرت شیرِ یزدانی ؒ کا خط آیا۔ جس میں پہلے تو اپنا حال عرض کیا گیا تھا کہ ''میں جس وقت سندھیلیانوالی شریف حضور کے گھر میں جاتا ہوں تو مستورات کے ادب کی وجہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میرے سَر پر پہاڑ آ گیا ہو۔ جس وقت باہر آتا تو لگتا وہ پہاڑ اُتر گیا ہے۔ میرا اپنا حال میرے سامنے رہا۔ میں نے سمجھا کھانا کھا کر جس وقت حضور فارغ ہو جاتے ہیں تو مستورات کے آنے سے حضور تکلیف محسوس نہ کریں۔ اس لیے جلدی باہر واپس لے آتا'' پھر اپنی انکساری ظاہر کرتے ہوئے لکھا ''میری بیٹیاں اور بہنیں حضور اگر ''جگّے چوہڑے'' کے حوالے فرما دیں تب بھی میری مجال نہیں چہ جائیکہ میں حضور کو گھر سے باہر لاؤں۔'' پھر آگے منظوم حصہ شروع ہو گیا۔ خلقت دیکھ رہی تھی۔ حضور قطبِ عالمؒ خط پڑھ رہے تھے اور آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو موتیوں کی طرح گر رہے تھے (یاد رہے جگّا چوہڑا، حضور کا صحت خانہ (لٹرین) اور دربار کی نالیاں صاف کرتا تھا) پیر سید اسرار حسین شاہ صاحبؒ نے ضمناً فرمایا۔ یہ واقعہ بڑا مشہور ہے۔

کمال استغراق:۔

پیر غلام محمد جلوآنویؒ سے منقول ہے حضرت شیرِ یزدانیؒ کا ایک مرتبہ کمالِ استغراق میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جہاں آجکل حضور قطبِ عالمؒ کا روضہ مبارک اور مسجد شریف ہے اس کے درمیان والی جگہ پر دونوں حضرات تشریف رکھتے تھے ایک شخص مرید ہونے کے لیے آیا۔ حضور قطبِ عالمؒ اُس شخص کو ذرا پرے لے جا کر ارشاد فرمانے لگے کہ اتنے میں حضرت شیرِ یزدانیؒ اپنی چارپائی سے اُٹھ کر حضور قطبِ عالمؒ کی چارپائی پر بیٹھ گئے ہم یہ سب دیکھ رہے تھے اور حیران تھے کہ اب حضور قطبِ عالمؒ بھی تشریف لانے والے ہیں۔ حضور کا معمول شریف تھا قبلہ کی طرف پشت کر کے نہ بیٹھتے تھے اس لیے آپ کی چارپائی کا رخ شمالاً، جنوباً تھا۔ اتنے میں حضور قطبِ عالمؒ بھی آ گئے۔ حضرت شیرِ یزدانیؒ نے تکیہ کو سَر کی طرف دھکیلا اور لیٹ گئے۔ حضور قطبِ عالمؒ پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ میاں فتح دین گڑانگو نے جا کر آپ کو متوجہ کرنا چاہا کہ حضور قطبِ عالمؒ آ گئے ہیں۔ آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور حضور قطبِ عالمؒ سے کہا۔ اُس چارپائی پر بیٹھ جائیں۔ حضور قطبِ عالمؒ نے فرمایا، ہم نے قبلہ شریف کی طرف پشت کبھی نہیں کی۔ اس وقت حضرت شیرِ یزدانیؒ نے کہا اچھا پھر اِدھر اس چارپائی پر آ جائیں یعنی پھر بھی شیخ کی خاطر نہ اُٹھے اور یہ کمال استغراق تھا جو اُس روز آپ پر وارد ہوا۔ سبحان اللہ

انمول صفات:۔

حضرت قطبِ عالمؒ اور حضور شیرِ یزدانیؒ با کمال صفات کے حامل دو انمول ہیرے تھے جن کی چمک میں امتیاز بھی تھا اور ملاپ بھی، پیر و مرید، اتحادِ قلبی کے باوجود مختلف اوصاف کے حامل تھے۔ حضرت قطبِ عالمؒ کی طبیعت میں جلال تھا، شریعتِ مطہرہ کی پابندی میں سختی فرماتے۔ مریدین سے وظائف اور مجاہدات کثرت سے کرواتے تھے لیکن حضور شیرِ یزدانیؒ کی طبیعت میں جمال غالب تھا۔ آپ شریعتِ مطہرہ کے مسائل نہایت نرمی سے

سمجھاتے اور اپنے دُرویشوں سے زیادہ مجاہدے نہ کرواتے تھے۔ حضرت قطبِ عالمؒ وحدت الوجود کے مسئلے کو عام بیان نہ کرتے بلکہ عوام الناس کو اس سے منع فرماتے۔ لیکن جب آپ کی محفل میں حضور شیرِ یزدانیؒ ہوتے تو جناب خود ہی وحدت الوجود پر بحث شروع کر دیتے اور پھر کیا ہوتا، طرفین سے ہر دو ناپیدا کنار سمندروں کی ٹھاٹھیں اُٹھتیں۔ حضرت قطبِ عالمؒ وجد کے خلاف تھے۔ فرماتے اس کیفیت کا اثر اپنے دل پر ڈالو، جسم پر نہیں۔ جسم سے تو یہ دکھلاوا اور ریاکاری بن جاتی ہے۔ لیکن حضور شیرِ یزدانیؒ کی مجالس میں دُرویشوں پر حال کی کیفیات اکثر وارد ہوتی رہتی تھیں۔ غرض یہ دو مبارک ہستیاں ایسی ہی انمول صفات کا مرقع تھیں جن سے مختلف مزاج کے حامل ہزارہا لوگوں نے فیض یاب ہو کر مقصدِ حیات پایا۔

اطاعتِ شیخ:۔

میاں محمد نواز سکنہ سرائے سدھو سے روایت ہے۔ ایک مرتبہ حضور قطبِ عالمؒ نے ریلوے اسٹیشن جھنگ پر دُرویشوں کو رخصت فرمایا۔ دورانِ گفتگو حضرت شیرِ یزدانیؒ کے لیے آپ کی زبان مبارک سے نکل گیا ''ٹھہریں'' حضور قطبِ عالمؒ واپس سندھیلیانوالی شریف آ گئے۔ حضرت شیرِ یزدانیؒ سات دن وہیں ریلوے اسٹیشن پر رہے۔ حضور قطبِ عالمؒ کو معلوم ہوا تو واپس تشریف لے آئے اور فرمایا ''شیرن ماہی ابھی تک یہیں ہو۔ گھر نہیں گئے؟'' تو آپ نے عرض کیا حضور نے فرمایا تھا، ٹھہریں، اسی لیے منتظر رہا؟ حضور قطبِ عالمؒ نے وَرد سے آپ کو سینہ سے لگالیا اور فرمایا ''قطب شاہ کے پاس جو کچھ تھا وہ پہلے ہی تم لے چکے ہو۔ اب کوئی کسر باقی ہے''۔ سبحان اللہ

کمالِ ادب:۔

میاں موکھا چنن بیان کرتا ہے۔ جہاں آجکل حضور قطبِ عالمؒ کا روضہ مبارک ہے آپ یہاں پر کچہری لگائے بیٹھے تھے۔ حضرت شیرِ یزدانیؒ آپ کے سامنے تشریف رکھتے تھے۔ حضور قطبِ عالمؒ کا معمول شریف تھا اگر حضرت شیرِ یزدانیؒ مجلس میں موجود ہوتے تو حضور گفتگو فرماتے ہوئے اکثر آپ ہی سے ہم کلام ہوتے کہ حضور قطبِ عالمؒ ارشاد فرما رہے تھے۔ دورانِ گفتگو حضرت شیرِ یزدانیؒ سے بطور تائید فرمایا ''شیر محمد! بات اسی طرح ہے؟'' مگر آپ خاموش رہے کوئی جواب نہ دیا۔ دُرویش حیران ہوئے کہ حضور قطبِ عالمؒ نے آپ کو مخاطب فرمایا لیکن آپ نے جواب نہیں دیا۔ خدا خیر کرے، کیا بات ہے؟ حضور قطبِ عالمؒ بیان فرماتے رہے۔ کچھ دیر بعد پھر آپ کی طرف دیکھا اور بطور تائید پوچھا ''شیر محمد ایسا ہی ہے؟'' تو حضرت شیرِ یزدانیؒ نے جلدی سے اپنے منہ میں رکھا ہوا دستی رومال باہر نکالا اور دست بستہ عرض گزار ہوئے۔ جنابِ رسولِ کریم ﷺ کی محفل پاک میں اصحاب اپنے منہ میں کنکر ڈال کر بیٹھا کرتے تھے کہ ہمارے منہ سے کوئی بات نہ نکلے۔ میں حضور کی کچہری میں رومال اپنے منہ میں ڈال کر بیٹھا ہوں کہ حضور کلام فرما رہے ہوں اور میرے منہ سے کوئی حرف نہ نکل جائے۔ اس لیے پہلے بول نہ سکا۔

حضرت شیرِ یزدانیؒ جیسا معلمِ ادب صدیوں میں پیدا ہوتا ہے۔ میاں احمد دین نومسلم سے مروی ہے۔ حضور کے ادب کا یہ حال تھا کہ ''جن درویشوں پر حضرت قطبِ عالمؒ مہربان رہے آپ اُن کا بھی ادب فرماتے تھے'' پیر غلام محمد جلوآنویؒ سے منقول ہے، حضرت شیر یزدانیؒ فرمایا کرتے تھے ''میری اَکھیں نال ویکھو تاں محل شریف دے کُتے بھی پیر ہیں'' عارف جامیؒ فرماتے ہیں۔

ع۔ کاش کہ نامِ سگِ کوئے تو جامی بُودے

یعنی کاش حضور علیہ السلام کے کُتّے کا نام بھی جامی ہوتا اور آپ ﷺ اسے جامی، جامی کہہ کر پُکارتے۔ سبحان اللہ عاشقوں کی حسرت ملاحظہ فرمائیں مولانا قدسیؒ فرماتے ہیں

نسبتِ خود بسگت کر دم و بس منفعلم زانکہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شُد بے ادبی ست

یعنی خود کو محبوبِ کریم ﷺ کے پاک کوچہ کے کُتّے سے نسبت دینی بھی بے ادبی اور گستاخی ہے۔ اس واسطے میں یہ کہنے سے بھی شرمندہ ہوں۔

پیر و مرید کی مشابہت :۔

مولوی علم دین جرولہ سے روایت ہے ایک مرتبہ ہم تین دُرویش، میں، جیون اور مولوی رمضان یہاں سندھیلیانوالی شریف حاضر ہوئے۔ اذانِ مغرب ہو رہی تھی ہم نماز کے لیے مسجد کی طرف بڑھے تو سامنے مسجد کے دروازہ پر حضرت شیرِ یزدانیؒ کھڑے تھے۔ حضور قطبِ عالمؒ سے آپ کی مشابہت کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کے ساتھ تکرار کرنے لگے۔ میرے ساتھی کہتے یہ حضور قطبِ عالمؒ ہیں اور میں کہتا حضرت شیرِ یزدانیؒ ہیں؟ قریب پہنچے تو آپ نے خود ہی فرمایا مجھے دیکھ کر تم بھول گئے تھے۔ سائیں پاک تو عشاء کے بعد آئیں گے۔ عباس تابشؔ نے کیا خوب کہا ہے

تو پھر یوں ہے کہ میں نے اس کو چاہا ہی نہیں تابشؔ اگر اس کی شباہت کا گُماں مجھ پر نہیں ہوتا

شیرِ یزدانیؒ کا مقام، قطبِ عالمؒ کی نظر میں :۔

☆ میاں ولی محمد چھنن سے مروی ہے کہ ایک روز حضور قطبِ عالمؒ نے ارشاد فرمایا ''کسی کو شمع جلا کر دی جاتی ہے مگر وہ بجھا دیتا ہے۔ کسی کو صرف اشارہ کرایا جاتا ہے تو وہ خود بخود شمع روشن کر لیتا ہے۔ جس طرح شیرن ماہی کی حالت ہے۔ میں نے صرف دُھواں دکھایا، مگر اب کئی شمعیں جَل رہی ہیں''

☆ پیر سید کرم حسین شاہ سکنہ'' چاہ آڑی والہ'' بیان کرتے ہیں'' ایک روز حضور قطبِ عالمؒ نے فرمایا'' جتنے اولیاء اللہ ہوئے ہیں سب نے اپنے پیر کا عشق کمایا تب انہیں یہ نعمت حاصل ہوئی۔ مگر جیسا عشق شیر محمدؒ نے اپنے پیر کا کمایا ہے۔ ایسا عشق نہ کسی نے کمایا ہے اور نہ کمائے گا'' سبحان اللہ

معمولاتِ شریفہ :۔

حضور شیر یزدانیؒ تین مسائل بڑی رغبت سے بیان فرماتے اور نہایت مسرور ہوتے۔ اوّل مسئلہ توحید، دوم مسئلہ عشق اور سوم مسئلہ توکّل۔

آپ نے خود کو اپنے مالک و مولیٰ کے اس طرح سپرد کر رکھا تھا کہ اس کی طلب کے سوا اور کوئی خواہش نہ تھی۔ آپ کے اکلوتے فرزند اولادِ نرینہ سے محروم تھے۔ لوگ حاضر ہو کر عرض کرتے لیکن آپ نے کبھی اس نعمت کے لیے ہاتھ بلند نہ کیے۔ سراپا تسلیم و رضا اور ہر وقت مشاہدہ الٰہی میں مسرور رہتے۔ ایک مرتبہ حضور قطبِ عالمؒ نے آپ سے پوچھا، حضوری افضل ہے یا محویت؟ عرض کیا، محویت افضل ہے۔ حضوری میں تو دوری ہے کیونکہ دوئی باقی رہتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت شیر یزدانیؒ کو بتایا گیا کہ آستانہ عالیہ پر کچھ دُرویش نماز نہیں پڑھتے تو آپ نے ان کو بلا کر فرمایا'' ہمارا اور تمہارا تعلق فقط اللہ کے لیے ہے۔ خبردار! ہمارے پاس رہنا ہے تو نماز

پڑھو۔ ورنہ یہاں سے چلے جاؤ"۔

حضور فرمایا کرتے " طالبِ صادق کو چاہیے۔ظاہر شریعت کا پابند اور باطن معرفت میں خورسند رہے تا کہ ظاہری اور باطنی کمال حاصل ہو" مزید فرماتے " طالب صادق کو چاہیے ظاہر خلق کے ساتھ اور باطن میں خالق کے ساتھ رہے تا کہ شریعت و حقیقت دونوں جمع ہو جائیں۔ظاہر سرتا پا سنت اور باطن سر بسر توحید ہو۔یعنی ظاہر شریعت میں شاد اور باطن سب سے آزاد ہو۔" حضور شیر یزدانیؒ دُرویشوں کے ہاں دعوتوں پر جانے سے اجتناب کرتے تھے۔دُرویش آپ کو حضرت قطبِ عالمؒ کا واسطہ دیتے تو پھر انکار نہ فرماتے۔اکثر دُرویش گھر کا تمام سامان، مال اور مویشی تک لنگر میں پیش کر دیتے تو آپ فرماتے "ہم نے قبول کیا اور اب یہ سارا مال تمہیں عنایت کرتے ہیں" یہ شعر آپ روزانہ پڑھا کرتے تھے۔

جے پت چاہیں اپنی تاں پانی وی مَنگ نہ پی مانگنے سے سُولی بھلی جو عُزت نکالے جی

آپ نرم خُو، معاف کرنے والے اور ہر ایک کی پردہ پوشی فرمانے والے تھے۔ایک دُرویش نے دو اشخاص کو بدکاری کے جرم میں پکڑ کر حضور کی مجلس میں پیش کیا۔آپ نے فرمایا " مجھے بتاؤ۔کیا خُدا نے نیک اور بدکاروں کی بستیاں الگ الگ بنائی ہیں؟ اُس نے عرض کی نہیں۔فرمایا " پھر تو انہیں بھرے دربار میں شرمسار کرنے کیوں لایا ہے؟" اور خطا کے مرتکب اشخاص سے فرمایا " جاؤ میاں اپنے اللہ سے رجوع کرو"

حضور اکثر فرماتے " مرشد کو غوث، قطب اور ولی سمجھنے سے کبھی فیض حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے پیر کو مظہرِ ذات نہ سمجھا جائے۔اگر پیر ہی خُدا سے جُدا ہے تو وہ تجھے خُدا سے کیسے ملائے گا۔جب پیر ہی واصل باللہ نہیں ہے تو وہ مرید کی رہبری کیسے کرے گا۔" اہلبیتِ رسولؐ سے آپ کو بے پناہ محبت تھی۔محرم الحرام کے ایام میں حضور اپنی مجالس میں امامین کریمین علیہم السلام کے تذکار پر مشتمل کتب پڑھایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ خواب میں آپ کو امام عالی مقام سیدنا امام حسینؓ کی زیارت اس حال میں ہوئی کہ وہ گلاب کے پھولوں کا لباس پہنے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا " شیر محمد! تیرے اُتے اللہ وی راضی، رسول وی راضی، تے میں حسین وی راضی"

اپنے فرزند کی تشفی:۔

پیر سید غلام رسول شاہ صاحب فرمایا کرتے بچپن میں ایک مرتبہ مجھے عقدہ پڑ گیا اور پندرہ دن رہا کہ نہ کوئی نبی ہے اور نہ ولی۔یہ سب باتیں بنائی ہوئی ہیں۔آخر پندرھویں روز پچھلی رات کو میں ڈیوڑھی سے گزرا تو وہاں بابا سائیں (حضرت شیرِ یزدانیؒ) تشریف رکھتے تھے اور بیٹھے بیٹھے ذرا سو گئے تھے۔میری آہٹ سن کر پوچھا کون ہے؟ میں نے اپنا نام عرض کیا تو فرمایا، میں نے سمجھا کسی دُرویش کو چارپائی نہ ملی ہوگی۔مجھے گھبراہٹ تھی میں نے اپنا عقدہ پیش کر دیا آپ نے فرمایا " تیرا عقدہ نکالیں" عرض کی " جی ہاں" میں نے دیکھا زمین و آسمان کے درمیان بابا ہی بابا ہیں اور کوئی چیز نہیں جدھر دیکھا روشنی ہی روشنی ہے۔تو میں بابا سائیں کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کی " جناب کی شان گویا آپ کا پیر دیکھتا ہے یا میں"

وابستگانِ شیرِ یزدانیؒ پر خصوصی عنایاتِ قطبیہ :۔

حضورقطبِ عالمؒ کو نہ صرف حضرت شیرِ یزدانیؒ سے محبت والفت تھی بلکہ اس والہانہ تعلق کے پیشِ نظر آپ کی اولادِ امجاد، خلفاء، مریدین حتیٰ کہ ساکنانِ فتحپور شریف تک رعایت ملحوظِ خاطر تھی۔ ایک مرتبہ بعض درویشوں نے حضورقطبِ عالمؒ کی خدمت میں عرض کیا، حضرت شیرِ یزدانیؒ کے اکلوتے فرزند پیر سید غلام رسول شاہؒ بڑی بے نیاز طبیعت رکھتے ہیں۔ درویشوں اور ساکنانِ دربار سے کوئی رغبت نہیں ان کے حال پر حضور کچھ مہربانی فرمائیں۔ حضورقطبِ عالمؒ درویشوں کی شکایت سن کر جوش میں آئے اور فرمایا ''تم لوگ غلام رسول شاہؒ کو کیا سمجھ سکتے ہو؟ اُس جیسا بیٹا ہر ماں کے نصیب میں نہیں ہوتا اور اُلٹا درویشوں کو ڈانٹ دیا۔ پیر سید غلام رسول شاہؒ صاحب کی بیعت و خلافت حضرت پیر سید فضل حسین شاہؒ صاحب سے تھی لیکن سب سے پہلے اجازتِ بیعت آپ کو حضورقطبِ عالمؒ نے عطا فرمائی۔ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ حضورقطبِ عالمؒ اپنے وصال سے تقریباً تین ماہ قبل جب ''جھوک چنن'' دعوت پر تشریف لائے تو اقوام چنن نے آپ کی سواری کے لیے ہاتھی پیش کیا۔ حضور اس ہاتھی پر سوار ہوئے تو اپنے پیچھے پیر سید غلام رسول شاہؒ کو بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ شام کے بعد وہاں پہنچے۔ دوسرے روز کچہری لگی تو بیعت ہونے کے لیے اس قدر مخلوق تھی کہ مرید کرتے، کرتے دن کا ایک بج گیا۔ حضورقطبِ عالمؒ نے فرمایا ''غلام رسول شاہؒ کو بلاؤ'' آپ حاضرِ خدمت ہوئے تو ارشاد ہوا ''یہاں بیٹھ جاؤ اور ان لوگوں کو مرید کرو'' آپ نے عرض کیا حضور کی موجودگی میں میری کیا مجال ہے۔ فرمایا ''تمہیں اجازت ہے۔ مرید کیا کرو۔ اپنا کام بھی یہی ہے'' لیکن آپ نے حضور کے سامنے مرید کرنا بے ادبی سمجھا اور علیحدہ مکان میں جا کر بیٹھ گئے اور لوگوں کو مرید کرنا شروع کیا۔ میرے پاس ایک کیسٹ ہے جس میں پیر سید اسرار حسین شاہ صاحبؒ اس کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں آپ کو پہلی مرتبہ اجازتِ بیعت وہاں پر ہوئی تھی۔ یہ لطف و کرم فقط حضرت شیرِ یزدانیؒ کی اولادِ پاک تک ہی نہ تھا بلکہ آپ کے اکابر خلفاء میں سے دو اشخاص حضرت پیر غلام محمد جلوآنویؒ اور حضرت پیر سید سردار علی شاہ بخاری دہڑویؒ نہ صرف حضرت شیرِ یزدانیؒ کے خلیفۂ مجاز تھے بلکہ اپنے دادا مرشد حضورقطبِ عالمؒ سے بھی اجازتِ بیعت رکھتے تھے۔ اور یہ سب حضرت شیرِ یزدانی سے محبانہ تعلق کے سبب تھا۔ حضورقطبِ عالمؒ آپ کے خلفاء اور مریدین کی دعوتوں پر بھی اس رعایت کے پیشِ نظر تشریف لے جایا کرتے جیسا کہ مولوی انور علی کی روایت میں ہے۔ کہ دونوں صاحبان اکھٹے میاں نور الصمد وٹو کی دعوت پر تشریف لے گئے۔

پیر غلام محمد جلوآنویؒ سے منقول ہے۔ کسی غوث شاہ نامی سید نے حضرت شیرِ یزدانیؒ کی شکایت لکھی۔ ہمارے ایک پیر بھائی ''حاجی'' نے وہ پڑھی تو غوث شاہ کے خلاف نظم لکھ کر اس کے دروازے پر لٹکا آیا۔ حاجی نے وہ کلام اس طرح شروع کیا تھا''۔

''نہیں غوثو سید ہر گز ایہہ جاہل تے کمینہ ہے''

اس پر اُن لوگوں نے سندھیلیانوالی شریف استفتا لکھ کر بھیجا کہ جو سید کو پھٹکارے وہ ایماندار ہے؟ حضور قطبِ عالمؒ کو معلوم تھا کہ یہ سب کچھ ''حاجی'' کی خاطر کیا گیا ہے۔ آپ نے فتویٰ دیا۔ جو سیّد کی ذات کو بُرا کہے وہ

بے ایمان ہے۔ مگر سیّد کے بُرے عمل کو برا کہنے والا حق بجانب ہے۔ لہٰذا ''حاجی'' سچا ہے کیونکہ اس نے اپنے پیر کی شکایت سننا گوارا نہ کی''

مندرجہ بالا صرف چند مثالیں میں نے بطور نمونہ قلمبند کی ہیں۔ ورنہ قطبِ عالمؒ اور شیرِ یزدانیؒ کے مابین جو والہانہ تعلق تھا۔ اس کا اظہار کرنے سے میری تحریر عاجز ہے کسی نے کیا خوب لکھا ہے۔

مجھے دعویٰ نہیں تنہا نبھائی دوستی ہم نے — محبت کو سنبھالا ہے، کبھی ہم نے کبھی تم نے

وصالِ باکمال:۔

روزِ وصال آپ قبلہ رُو لیٹے ہوئے تھے کہ اچانک فرمایا۔ سامنے سے ہٹ جاؤ۔ پھر دونوں ہاتھ اُٹھا کر پیشانی پر رکھے اور فرمایا ''بسم اللہ، خضر ہیں'' پھر ایسی کلام شروع کی جو کسی کو کچھ سمجھ نہ آسکی۔ بعد ازاں فرمایا ''بس اب تمہاری، ہماری اللہ، اللہ آج ہم چلے جائیں گے۔ جو بات تم نے کرنی ہو کرلو'' تمام لواحقین اور متوسلین نے معافیاں طلب کیں اور آپ نے ہر ایک کو بتدریج معافی دینے کے بعد بے حد دلجوئی فرمائی اور محبت فی اللہ و توکل علی اللہ و ترک ماسواء اللہ کی ہدایت فرمانے کے بعد بالآخر بروز پیر بوقتِ عصر ۱۳ ماہِ ذیقعد ۱۳۵۰ھ بمطابق 21 مارچ 1932ء کو وصال فرما گئے۔ دوسرے روز (منگل کو) فتحپور شریف میں تدفین ہوئی۔ جہاں آپ کا روضہ مبارک مرجعِ خلائق ہے۔

اولاد و خلفاء:۔

حضور کا سلسلۂ اولاد آپ کے اکلوتے فرزند حضرت پیر سید غلام رسول شاہؒ سے جاری ہوا۔ آپ نے گیارہ اشخاص کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ جس کی تفصیل منظوم اشعار کی صورت میں حضرت پیر سید سردار علی شاہ بخاری دہڑویؒ نے اپنی کتاب ''تحفہ عرفانی'' میں تحریر فرمائی ہے۔ یاد رہے اس احتیاط اور زمانی حساب سے خلفاء کے نام قلمبند کرنا یہ اس سلسلہ شریف میں پہلا واقعہ ہے۔ اب میں اُن میں سے منتخب اشعار نقل کرتا ہوں۔

حضرت سید شیر محمدؒ جگ وچہ فیض کھلارے — فیض تمامی لکھے نہ جاندے کجھ لکھ شاہ سردارے
شیرن ماہیؒ ظاہر خلیفے جیہڑے ہین بنائے — نمبر وار تے گنتی اندر یاراں آکھ سنائے
سلطان محمد اول خلیفہ شیرنؒ دا ہمسایہ — سائیں غلام رسولؒ ہے جس نوں نائب عجب بنایا
دوم جناب غلام محمد شیرنؒ دے مَن بھاناں — پنڈ شریف ہے سانڈر دے وچہ سو ہے جلوآنہ
سوم خلیفہ حضرت سائیں فضل حسینؒ سُہارا — کُل اوّل تھیں اوّل جسدا چمکیا نُور ستارا
چوتھا سید سردار علی شاہؒ خادم کُل فقیراں — شیرنؒ دے دَر سیس جھکا کے رہندا ساتھ حقیراں
پنجواں سید چراغ علی شاہؒ گگا شریف سوہایا — احمد دینؒ ہے چھیواں خلیفہ ملکاں دے سر سایہ
بھوہڑ شریف ہے سکنہ اُس دا شیرنؒ جھوک وسائی — ستواں جناب جہانہ صاحب شیرنؒ دتی شاہی
ٹبی شریف دے اندر اٹھواں خان محمدؒ بھائی — نانواں حضرت نور صمدؒ ہے شیرنؒ پگ بنہائی
دسواں سید ولی محمدؒ گڑھی شریف سہاوے — وحدت شربت گھول پلاوے جو اُس دے دَر جاوے
حضرت محمد عظیم خلیفہ یارھواں گینت آیا — وہابیاں وچوں حنفی کر کے شیرنؒ کرم کمایا

حضرت پیر سید نُور سلطان قادریؒ (میرک شریف ضلع جھنگ)

آپ سند العرفاء حضرت سائیں سَید حسین رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور اپنے عہد میں خانقاہ میرک شریف کے سجادہ نشین تھے۔ کتاب ''مرآۃ الفقراء'' میں آپ کا شجرۂ نسب اس طرح مرقوم ہے۔ سید نور سلطان بن سید امیر علی شاہ بن سید سَید حسین بن سید علی شیر بن سید فتح خاں بن سید امان اللہ المعروف سلطان ہاتھیوان بن سید کمال الدین بن سید طاہر علی بن سید اجمیر علی بن سید علی شیر خاں کہ در قلعہ چتروڑ گڑھ شہید شدہ بن سید حسین بن سید اسماعیل بن سید حسین شہید بن سید قاسم بن سید یحیٰی بن سید اسحاق بن سید ضیاء الدین بن سید بخش اللہ بن سید عیسیٰ بن سید ابراہیم بن سید عبداللہ بن سید ابو محمد فارس بن سید عبداللہ حسین بن سید عمر فر بہادر بن سید احمد شیر محدث بن سید حسین بن سید عزت الدین بن حضرت زید شہید بن امام زین العابدین بن سیدنا امام حسین شہید کربلا بن امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔

پیر سید نور سلطان اپنے والدِ ماجد کی واحد اولاد تھے۔ مجھے آپ کے پوتے سید علی شیر ولد سید عاشق سلطان نے بتایا۔ ''سائیں نور سلطان اپنے والد سید امیر علی شاہ کے وصال سے کچھ عرصہ بعد تولد ہوئے۔ (اگر دو اڑھائی ماہ کے بعد ولادت ہوئی تو دسمبر 1891ء اخذ کیا جا سکتا ہے کیونکہ ''مرآۃ الفقراء'' میں لکھا ہے ''سید امیر علی شاہ نے بحالت جوانی بماہ اسوج ۱۹۴۸ بکرمی کو جامِ وصل پیا'' جو ستمبر، اکتوبر 1891ء بنتا ہے) ولادت کے تھوڑے دنوں بعد والدہ محترمہ کا بھی وصال ہو گیا۔ آپ کی دادی صاحبہ نے ایک ''ملکانی خاتون'' کو جس کا بیٹا انہیں دنوں پیدا ہوا تھا۔ فرمایا، اپنا دایاں پستان نُور سلطان کو پلا، اور بایاں اپنے فرزند کو، خداوند کریم کی قدرت سے اُس خاتون کے سُوکھے پستان میں دودھ پیدا ہو گیا۔ اور اُس نے ایسا ہی کیا'' پیر سید نور سلطان کی پرورش بڑے ناز و نعم میں ہوئی۔ بچپن میں کسی شیعہ مرشد کے ہاتھ چڑھے لیکن بلوغت کو پہنچے تو اُس سے تائب ہوئے اور اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ پر حضور قطبِ عالمؒ سے بیعت کی اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

حضرت پیر سید سردار علی شاہ بخاری (دہڑ شریف) اپنی کتاب ''شہبازِ قادری'' کے صفحہ نمبر 25 پر یہ واقعہ اس طرح لکھتے ہیں ''جناب سائیں نور سلطان میرک شریف والے بچپن میں کسی ناقص شیعہ مذہب والے کے ساتھ بیعت کی۔ جب بلوغت کو پہنچے تو اُس شخص سے توبہ تائب ہو کر حضرت قطب الاقطاب پیر محلویؒ کے ساتھ بیعت کی اور فیض پایا اور جو آپ کے اس سے پہلے امور تھے وہ چھوڑ دیئے''۔

گویا اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ، خاندانِ قادریہ میں انہیں بیعت و خلافت حضرت قطبِ عالمؒ سے عطا ہوئی۔ کیونکہ ان کے والدِ بزرگوار سید امیر علی شاہؒ تو ان کی ولادت سے قبل ہی وصال فرما چکے تھے۔ لہٰذا تادمِ تحریر اولادِ سلطان ہاتھیوانؒ میں سلسلۂ قادریہ کی بیعت کا جو طریقہ جاری ہے یہ حضرت قطبِ عالمؒ کے واسطے ہی سے حضرت سلطان ہاتھیوانؒ اور حضرت غوث الاعظمؒ تک پہنچتا ہے۔ حضرت قطبِ عالمؒ اپنے عہد کے بہت بڑے معلمِ ادب تھے۔ گو سجادہ نشین میرک شریف نے بیعت و خلافت اپنے آبائے کرام کے طریقہ پر حضرت قطبِ عالمؒ سے حاصل کی مگر حضور اُن کا احترام ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھتے۔ حضرت شیرِ یزدانی فتحپوریؒ کا ایک خط جو راقم الحروف نے اپنی کتاب ''مآثرِ شیرِ یزدانی'' میں نقل کیا ہے۔ اُس میں پیر سید نور سلطان کی شادی پر حضرت شیرِ یزدانیؒ نے بعض مجبوریوں کی وجہ سے نہ پہنچ سکنے پر حضرت قطبِ عالمؒ سے نہایت انکساری کے ساتھ عرضداشت پیش کی۔ اس خط پر''

۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ" درج ہے جو 28 دسمبر 1902ء بنتا ہے۔ گویا اس تاریخ سے ہفتہ، عشرہ پہلے ہی پیر سید نور سلطان کی شادی ہوئی اور حضرت قطبِ عالمؒ اس کارِ خیر میں شامل ہوئے۔

میاں غلام فرید چنڑ سے روایت ہے "ایک مرتبہ سندھیلیانوالی شریف میں حضرت قطبِ عالمؒ کچہری لگا کر بیٹھے تھے۔اچانک فرمانے لگے سائیں نور سلطانؒ آرہے ہیں۔آؤ اُن کے استقبال کو چلیں۔ دُرویش چل پڑے۔ابھی سندھیلیانوالی شریف سے باہر ہی نکلے تھے کہ سامنے جنگل سے وہ تشریف لا رہے تھے۔حضرت قطبِ عالمؒ اُن کے پاؤں کو ہاتھ لگانے کے لیے جھکے اور سائیں نور سلطان" آپ کے پاؤں کو ہاتھ لگانے کے لیے جھکے آخر دونوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لیے اور گلے ملے۔ کسی نے اپنے پاؤں کو ہاتھ نہ لگانے دیا۔یہ آپس کی محبت کا انداز تھا اور اکٹھے دربار شریف پر تشریف لائے۔"

پیر فلک شیر چشتی سکنہ شیخ برہان سے مروی ہے "سائیں نور سلطان سجادہ نشین میرک شریف کی بیعت و خلافت حضور قطبِ عالمؒ سے تھی کیونکہ ان کی ولادت سے قبل ہی اُن کے والدِ ماجد وصال فرما گئے تھے"۔ایک روز حضور قطبِ عالمؒ نے انہیں بطور نصیحت فرمایا "اہلِ تشیع سے بچ کر رہنا چاہیے اور انہیں اپنی مجالس سے دور رکھنا چاہیے" تھوڑے عرصے بعد کا واقعہ ہے کہ سائیں نور سلطان یہاں سندھیلیانوالی شریف آئے تو آپ کے ہمراہیوں میں ایک شخص کے گلے میں پرانے جوتوں کا ہار تھا۔حضور قطبِ عالمؒ نے ان سے اس شخص کے متعلق دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے اور اسے سزا کیوں دی گئی ہے؟ سائیں نور سلطان نے فرمایا "قبلہ! یہ ذاکر ہے اور میرک شریف آکر حضور پاک ﷺ کی مستورات اور اصحاب کی بے ادبی کرتا تھا۔اس لیے بطورِ سزا اس کے گلے میں جوتوں کا ہار ڈال کر جناب کی کچہری میں لایا ہوں" حضور قطبِ عالمؒ نے فرمایا میں نے تو آپ کو صرف اتنا کہا تھا کہ ان لوگوں سے پرہیز کرنا اور آپ اسے یہاں تک گھسیٹ لائے۔اسے دفع کریں۔تب انہوں نے اسے چھوڑا اور بھگا دیا۔یہ میرا چشم دید واقعہ ہے۔

میاں احمد دین نومسلم بیان کرتے ہیں "میں حضور قطبِ عالمؒ کی معیت میں آخری دو عرسوں پر میرک شریف گیا۔پہلی مرتبہ 1926ء میں گئے تو سائیں نور سلطان ابھی حیات تھے۔ان پر حضور قطبِ عالمؒ کا فیض تھا۔وہ شیعہ کو دربار شریف پر آنے سے روک دیتے تھے۔حضور قطبِ عالمؒ کی جس وقت آمد ہوتی سائیں نور سلطان اپنے درویشوں کو ساتھ لے کر استقبال کے لیے میرک شریف سے باہر آیا کرتے اور حضور کو "چاچا صاحب" کہتے تھے۔دوسری اور آخری مرتبہ 1927ء کے عرس پر میں حضرت قطبِ عالمؒ کی معیت میں حاضر ہوا تو اس مرتبہ سائیں نور سلطان کا وصال ہو چکا تھا۔صاحبزادہ جیون سلطان مانگنے کا واقعہ اسی موقع پر پیش آیا۔جس کا تفصیلی ذکر تین اشخاص کے چشم دید حالات پر مشتمل نقل کیا جاتا ہے۔میاں سراج دین چنڑ، میاں احمد دین نومسلم اور پیر فلک شیر چشتی کی روایات میں ہے "سائیں نور سلطان کی بیعت وخلافت حضرت قطبِ عالمؒ سے تھی۔اُن کا وصال ہوا تو اُن کے تینوں صاحبزادے، جیون سلطان، عاشق سلطان اور نذر سلطان ابھی معصوم تھے۔حضور قطبِ عالمؒ جب آخری مرتبہ میرک شریف عرس پر تشریف لے گئے تو حضرت شیر یزدانی فتحپوریؒ کو ساتھ لے کر ڈیوڑھی مبارک پر آئے اور سائیں نور سلطان کی اہلیہ محترمہ سے بڑا صاحبزادہ سائیں جیون سلطان مانگا کہ انہیں اپنے ساتھ لے جا کر پڑھاؤں گا اور آپ کو بھی وقتاً فوقتاً ملواتا رہوں گا۔مائی صاحبہ تو حضور کے سامنے احتراماً خاموش رہیں۔لیکن اُن کے بھائی جس

کا غالباً نام لال شاہ تھا نے انکار کر دیا اور کہا ہم صاحبزادہ صاحب کو آپ کے حوالے نہیں کر سکتے انہیں پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حضور کو از حد افسوس ہوا پھر دونوں صاحبان حضرت چراغ حق نماؒ کی مرقدِ اطہر پر آئے اور شدتِ غم کی وجہ سے اس قدر گریہ طاری ہوا کہ دیکھنے والے بھی ضبط نہ کر سکے۔ حضور قطبِ عالمؒ نے مزارِ مرشد کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا یہ میری آخری کوشش اور حاضری تھی۔ پھر شاید میں یہاں نہ آسکوں۔ حضور اپنی رہائش گاہ پر تشریف لائے۔ صبح دس بجے کچہری لگی تو حضرت قطبِ عالمؒ نے صاحبزادہ جیون سلطان کے ماموں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تم یہ نہ سمجھنا کہ گدی کے حقدار ہو۔ ہم بھی حقدار ہیں۔ مشائخ کا قول ہے "بزرگوں کا حقدار وہی ہوتا ہے جو ان کی پیروی کرے" میرک شریف کچہری میں حضور کا یہ آخری کلام مبارک تھا۔ پھر آپ میرک شریف نہ جا سکے۔ حضور قطبِ عالمؒ نے پیر خانہ میں اپنا حق ادا کر دیا اور یہ بھی بتا دیا اگر اولاد اپنے باپ دادا کا طریقہ چھوڑ دے تو مرید وارث ہوتا ہے۔ اس واقعہ سے حضور کافی افسردہ تھے۔ میاں احمد دین نومسلم کے بقول واپسی پر میں نے دیکھا آپ میرک شریف کی دیواروں کو بھی الوداعی سلام کرتے ہوئے وہاں سے رخصت ہوئے۔ (ضمناً پیر سید اسرار حسین شاہ صاحبؒ نے بھی ان واقعات کی تائید فرمائی)

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

راقم الحروف کو میاں سلطان محمود کھوڑی سکنہ میرک شریف نے بتایا ہمارے کچھ رشتے دار جو دریا کے پار رہتے تھے۔ سائیں نور سلطان کے مرید تھے۔ ایک مرتبہ میں نے ان سے آپ کا حلیہ مبارک پوچھا تو انہوں نے بتایا" آپ بڑے خوبصورت تھے۔ ہم نے زندگی بھر آپ جیسا حسین وجمیل کوئی اور شخص نہیں دیکھا۔ سفید رنگت، خوبصورت نقش، نین اور چاپویں (چہار انگشت) ریش مبارک تھی" سائیں نور سلطان کا وصال بھی جوانی میں ہوا، بوقت وصال عمر تقریباً 35 سال تھی۔ آپ کے چار فرزند ہوئے۔ اوّل سید امیر سلطان جو صرف سات سال کی عمر میں ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ بمطابق 21 اگست 1912ء بروز بدھ کو فوت ہو گئے (اس حساب سے اُن کی ولادت 1905ء میں ہوئی) دوم، سید جیون سلطان (یہ اپنے عہد میں میرک شریف کے سجادہ نشین رہے 1975ء میں غالباً وصال فرمایا۔ سوم، سید عاشق سلطان (یہ میرک شریف ہی زندگی بھر رہے) چہارم، سید نذر سلطان (یہ میرک شریف سے جھنگ آ گئے اور اپنے جدِ امجد سلطان ہاتھیوان کی خانقاہ مبارک پر سجادہ نشینی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ مزار بھی یہیں بنا)

حضرت میاں اللہ یار کملانہؒ (جلالپور شریف تحصیل شورکوٹ)

آپ کا شمار حضور قطبِ عالمؒ کے اکابر خلفاء میں ہوتا ہے۔ آپ کے بڑے فرزند کی ایک قلمی یادداشت کے پیشِ نظر حضرت میاں صاحب کا سنِ ولادت ۱۳۱۲ھ بمطابق 1894ء بنتا ہے۔ میاں بہادر خان بلوچ کی روایت میں ہے آپ کا خاندان اہلِ تشیع کی طرف مائل تھا۔ آپ بھی بچپن میں اُن کے زیر اثر رہے۔ مرید ہونے کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ اُن دنوں چراغِ حق نما حضرت سید چراغ علی شاہؒ کا سالانہ عرس مبارک بڑی دھوم دھام سے منعقد ہوتا تھا۔ اور مضافاتِ شورکوٹ میں اس نے ایک علاقائی میلہ کی شکل اختیار کر رکھی تھی۔ آپ بھی میرک شریف کی رونق سے لطف اندوز ہونے کے لیے اپنے ایک ملازم میاں حاجی جھنڈ کے ہمراہ آئے یہاں پر میاں حاجی

کے پیرومرشد حضور قطبِ عالمؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو جناب کی شخصیت کا ایسا اثر ہوا کہ دیکھنے سے ہی دل ہار گئے اور حضور سے بیعت کرلی۔ تھوڑی دیر بعد حضور قطبِ عالمؒ نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا ایک لوٹا پانی کا لاؤ ہم نے باہر وضو کے لیے جانا ہے۔ آپ تعمیلِ حکم کرتے ہوئے پانی کا لوٹا بھر کر حضور کے ساتھ چل پڑے۔ راستے میں خیال آیا لوگوں کا جمِ غفیر ہے جو مجھے دیکھ رہے ہیں۔ خاص کر دیکھنے والوں میں میرے علاقہ اور برادری کے لوگ بھی ہونگے۔ نفس نے ہوا دی کہ تم بڑے زمیندار اور اپنے علاقہ کے نمبردار ہو کر ملازموں کی طرح پیر صاحب کا لوٹا اُٹھائے ساتھ چل رہے ہو۔ دیکھنے والے دوست احباب شرمندہ کریں گے۔ میاں صاحب یہ کہانی دل میں سوچ رہے تھے کہ حضور قطبِ عالمؒ نے پیچھے مڑ کر فرمایا" یہ لوٹا مجھے دے دو تم اتنے بڑے زمیندار اور نمبردار ہو کر ایک فقیر کا لوٹا اُٹھائے آرہے ہو۔ دیکھنے والے دوست احباب اور برادری کے لوگ خواہ مخواہ تمہیں شرمندہ کریں گے" تیر نشانے پہ لگ چکا تھا۔ اپنے نفس کو ملامت کیا اور حضور کے قدموں پر گر کر معافی کے طلبگار ہوئے۔ آپ نے تقریباً انیس سال کی عمر میں ۱۳۳۱ھ بمطابق 1913ء کو حضور قطبِ عالمؒ کی غلامی اختیار کی۔ واپس گھر آئے تو ایک مکان میں علیحدگی اختیار کی اور جو وظائف واورادِ مرشدِ کامل نے تلقین فرمائے تھے۔ ان پر عمل پیرا ہوئے : میرے قبلہ گاہی حضرت سائیں پیر محمد کرم حسینؒ فرمایا کرتے" میاں اللہ یار کملانہ اس طرح ذکرِ اسمِ اعظم کرتے کہ مکان کا دروازہ اندر سے بند کر کے تالا لگا لیتے اور چابی اندھیرے میں پھینک دیتے۔ تاکہ گھبراہٹ کے وقت نہ چابی ملے نہ باہر نکل سکیں۔"

میاں بہادر خان بلوچ سے مروی ہے۔ ایک مرتبہ آپ ملتان میں کسی تاریخ پر گئے واپسی پر درکھانہ اسٹیشن اتر کر پیدل سندھیلیانوالی شریف حاضر ہوئے۔ دوپہر کا وقت تھا حضور قطبِ عالمؒ گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ جناب کو معلوم ہوا تو فرمایا چونکہ سفر کر کے آئے ہیں پہلے کھانا کھلاؤ۔ گھر میں روٹی تقسیم ہو چکی تھی۔ لنگر خانہ سے پتہ کروایا تو وہاں بھی لنگر ختم ہو گیا تھا۔ صرف ایک جلی ہوئی روٹی ملی جو کسی نے کھائی نہ تھی۔ حضور قطبِ عالمؒ نے دیکھی تو فرمایا اسی کو صاف کر کے کپڑے میں رکھ کر انہیں دے آؤ۔ لہٰذا وہ جلی ہوئی روٹی چٹنی کے ساتھ میاں صاحب کو دے دی گئی۔ آپ نے یہ کھانا دیکھ کر ذرا بھی نفرت کا اظہار نہ کیا بلکہ ادب واحترام اور نہایت شوق سے اُسے تناول فرمایا۔ بعد ازاں خود فرمایا کرتے تھے۔" اللہ جانتا ہے اس روٹی میں کیا اعجاز تھا کہ مجھ پر کشف وکرامات کا ایک باب کھل گیا۔ یہ سب کچھ حضور قطبِ عالمؒ کے لنگر کی برکت سے ہوا۔"

میاں احمد دین مستری بیان کرتے ہیں۔" ایک مرتبہ سندھیلیانوالی شریف کچے ڈیرہ میں خود میاں صاحبؒ نے مجھے اپنی آپ بیتی کچھ اس طرح سنائی کہ میں بچپن سے عیش وعشرت کا دلدادہ تھا۔ حضور قطبِ عالمؒ کا مرید ہوا تو دنیاوی عیش وعشرت کی بجائے اللہ کی طرف شوق لگ گیا۔ ایک وقت آیا مجھے پرندوں کی بولی سمجھ آنے لگی۔ پھر دوزخ اور بہشت نظر آنے لگے مجھے شوق ہوا کہ اپنے پیر کی خدمت میں جا کر اپنے حالات سناؤں، میں دربار شریف حاضر ہوا تو حضور اپنے معمول کے مطابق نمازِ مغرب کے فرض پڑھ کر گھر تشریف لے جا چکے تھے۔ مجھے رات کو نیند نہ آئی کہ صبح ہو اور میں خدمتِ عالیہ میں اپنا حال عرض کروں۔ نمازِ فجر کے بعد میں اسی خیال میں ڈیوڑھی مبارک پر کھڑا ہو گیا۔ حضور اشراق کے بعد باہر تشریف لائے تو مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا خیر تو ہے؟ میں خوش ہو گیا کہ میرے آنے سے میرا پیر خوش ہوا ہے۔ دل میں سوچا کچہری میں اور لوگ بھی ہونگے بہتر ہے راستے میں ہی اپنے احوال عرض کر دوں۔ میں حضور کے پیچھے پیچھے چلنے لگا

اور اپنے حالات سناتا گیا۔ حضور خاموشی سے میری گفتگو سنتے آئے۔ کچہری میں آکر بیٹھے تو کوئی کلام نہ فرمائی مجھے ندامت ہونے لگی اور دل پر برا اثر پڑا کہ میری باتوں سے میرے پیر بھائیوں کا بھی نقصان ہوا۔ پہلے حضور مجلس میں گفتگو فرماتے تھے۔ آج خاموش بیٹھے ہیں کافی دیر بعد حضور نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''اللہ یار! تم بڑے رتبہ کے اولیاء ہو گئے ہو، تمہیں پرندوں کی بولیاں سمجھ آنے لگی ہیں۔ تم نے جنت، دوزخ کو بھی دیکھ لیا ہے ہمیں تو آج تک پدّی (چھوٹی قسم کی چڑیا) کی سمجھ نہ آئی۔ (یہ حضور کی کسرِ نفسی تھی حالانکہ اُن پر یہ سب کچھ حضور کی نظرِ کرم کا صدقہ تھا) پھر فرمایا ''یہی ولایت تو نے حاصل کی ہے کہ مخلوق ہو کر مخلوق کی بولی پہچاننے لگے ہو، ارے مراتب تھا کہ خالق کی بولی پہچانتے؟'' پھر ارشاد ہوا ''ابھی تم نے دیکھا ہی کچھ نہیں۔ خدا بڑے بڑے مقام دکھاتا ہے۔ خیال رکھنا، خُدا، بندے کی آزمائش کرتا ہے کہ یہ میرا طالب ہے یا ان مقامات کا طالب ہے؟'' پھر حضور نے بطورِ مثال فرمایا ''ایک شخص بازار سے گزر رہا ہے لیکن اُسے معلوم ہے کہ میں نے فلاں گاڑی پر بیٹھنا ہے جو اس وقت روانہ ہوگی۔ اُس شخص کی نظر بازار اور دکانوں پر سرسری پڑتی ہے وہ کہیں ٹھہرتا نہیں بے شک راستے میں کئی تماشے اور اکھاڑے لگے ہوں اسکا دھیان ہوتا ہے، میری گاڑی نہ چھوٹ جائے۔ اُسے گاڑی چلنے کا وقت یاد ہے کہ میں نے وہاں پہنچنا ہے؟ اب جو راستے میں بھٹک گیا وہ گاڑی میں بیٹھنے سے رہ جائیگا۔ اسی طرح اللہ کا جو بندہ ہوتا ہے۔ اس کی نظر اس جہان میں رہتے ہوئے ہر چیز پر سرسری پڑتی ہے۔ اس کا ذہن اور خیال اگلے مقام پر ہوتا ہے۔ خُدا کے طالب کسی اور چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔'' سبحان اللہ

دنیا میں ہوں دنیا کا طلبگار نہیں ہوں
بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

حضرت میاں صاحبؒ نے عبادت و ریاضت اور محویت و استغراق میں اسقدر جد و جہد فرمائی کہ چند ہی برسوں میں آپ کی باطنی کیفیات بدل گئیں اور اپنے مرشدِ کامل کے رنگ میں خود کو رنگ کر اجازتِ بیعت اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ حضور قطبِ عالمؒ آپ پر تاحیات نہایت مہربان رہے۔ حضور اپنے وصال سے تقریباً تین ماہ قبل جب ''جھوک چنن'' دعوت پر تشریف لے گئے تو میاں صاحبؒ بھی ہمراہ تھے۔ جس وقت سائبان لگائے گئے۔ تو میاں صاحبؒ کا سائبان نیا تھا اور حضور کا سائبان پرانا تھا۔ میاں صاحب نے دیکھا تو فوراً خدمتِ اقدس میں پیش ہو گئے اور عرض کی حضور میرا ایک سوال ہے کہ ''حضور! یہ میرا سائبان بطورِ نیاز اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور اپنا سائبان بطورِ تبرک مجھے انعام کریں'' حضور نے فرمایا ''اللہ یار! تم خود بھی جوان ہو اور تمہارا سائبان بھی جوان ہے۔ ہم بھی بوڑھے ہیں اور ہمارا سائبان بھی بوڑھا ہے۔'' لیکن ان کے بار بار اصرار پر حضور نے تبادلہ فرمالیا۔ آپ کو حضرت شیرِ یزدانی فتحپوریؒ سے والہانہ محبت و عقیدت تھی۔ یہاں پر راقم الحروف اپنی کتاب ''مآثر شیرِ یزدانی'' سے آپ کے بعض خطوط کے اقتباسات بطورِ حوالہ پیش کرتا ہے۔ حضور شیرِ یزدانیؒ کی خدمت میں عریضہ کی ابتداء ملاحظہ فرمائیے۔ ''بخدمت والا شان، جمیل المناقب، عمیم الاحسان، تکیہ و تولائے دو جہان حضرت سائیں پاک دام ظلکم'' نیازمندی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔ ''ان شاء اللہ نیازمند کو تو وہی جناب قطبِ زمان کی صورت نظر آتے ہو۔ اللہ تعالیٰ جناب کو سلامت باکرامت تا قیامت فرما وے اور ہم بیکسوں کو حضور کا سایہ مبارک نصیب رہے۔'' ایک جگہ لکھتے ہیں ''بندہ جناب کا ایک ادنیٰ سا تابعدار ہے۔ جوڑے بردار ہے'' یہ عقیدت نہ صرف حضور

شیرِ یزدانی" تک تھی بلکہ آپ کے فرزند پیر سید غلام رسول شاہ صاحبؒ کو بھی ایسے ہی القاب لکھتے "پیر دستگیر، روشن ضمیر، بحضورِ والا شان، قبلہ وکعبہ، تکیہ وتولائے دو جہان، جناب حضرت سائیں پاک صاحبزادہ صاحب دام اقبالہٗ" مزید نیازمندی پیش کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں "ضرور بندہ کے واسطے دست مبارک دعا کے اُٹھاویں، جس طرف سے امداد کی اُمید ہوتی ہے اُسی طرف منہ کر کے فریاد کی جاتی ہے"۔ اپنے ہاں دعوت کا اظہار ان الفاظ سے ہوتا ہے۔ "یہ سب کچھ حضور کا ہی ہے" اور اگر کوئی عرضداشت گزارنی ہوتی تو لکھتے "اُمید ہے منظور فرما کر کرم بخشی فرماویں گے۔ سابقہ غلام ہوں" الغرض سندھیلیانوالی شریف اور فتح پور شریف کو حضرت میاں صاحبؒ نے کبھی دو نہ سمجھا۔ اور یہ دونوں بارگاہیں زندگی بھر آپ کی والہانہ محبت وعقیدت کی محور رہیں۔

آپ کی تصانیف میں رسالہ "الہاماتِ الٰہیہ" یادگار ہے جو آپ کی باطنی کیفیات پر مشتمل 9 تفصیلی خطوط کا مجموعہ ہے۔ جو آپ نے حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں ارسال کیے۔ آپ کے بڑے فرزند حضرت میاں نور محمد صاحب نے آپ کی تاریخ وصال اور عمرِ مبارک اپنی قلمی یادداشت میں اس طرح رقم کی "وفات خواجہ میاں اللہ یار صاحب کملانہؒ (جلالپور شریف) مورخہ 24 ستمبر 1941ء بروز بدھ (جمعرات دفن شد) بعمر 47 سال" آپ کا مزارِ انور موضع جلالپور کملانہ تحصیل شورکوٹ میں مرجعِ خلائق ہے۔ لوگوں کی ایک کثیر تعداد آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئی۔ دس آدمیوں کو اجازت وخلافت بخشی جن کے نام راقم الحروف کے ایما پر آپ کے پوتے میاں فیاض النصیر صاحب نے اس طرح لکھ کر ارسال کیے۔

1۔ صوفی غلام محمد صاحب کملانہ سیال (جلالپور شریف)
2۔ میاں جیون علی صاحب کلاسن (جھنگ)
3۔ الحاج حافظ محمد عیسیٰ صاحب (مرولہ شریف، اوکاڑہ)
4۔ میاں حافظ گل محمد صاحب (مرولہ شریف، اوکاڑہ)
5۔ میاں محمد علی صاحب اٹھوال (ہیڈ ویرڑی، تحصیل چوبارہ، تھل)
6۔ میاں سراج الدین صاحب لکھنانہ سیال (کوٹ لکھنانہ، جھنگ)
7۔ میاں غلام رسول صاحب کالوآنہ سیال (جھنگ)
8۔ میاں عظمت علی صاحب وجھی (58، وجھیاں والہ، چنوں)
9۔ میاں شیر محمد صاحب (مرولہ شریف، اوکاڑہ)
10۔ میاں عبدالغنی صاحب (گھونہ چک، فیصل آباد)

حضرت میاں محمد فاضل سہوؒ (دودہ شریف نزد ہڑپہ)

آپ کا شمار حضور قطبِ عالمؒ کے مشہور خلفاء میں ہوتا ہے۔ آپ کی ابتدائی زندگی اور بیعت وخلافت کے تمام چشم دید حالات خلیفہ پیر محمد رمضان قریشی نے حضرت پیر سید اسرار حسین شاہ صاحبؒ کی خدمت میں کچھ اس طرح بیان کیے۔ "میاں فاضل کا والد میاں سادن ابتداء میں حضور قطبِ عالمؒ کا مرید ہوا۔ وہ پہلے شیخ فاضل والے سہو پیروں کا مرید تھا۔ پھر وہاں سے اختلاف کی وجہ سے سندھیلیانوالی شریف حاضر ہوا۔ دو، تین دن تو ایسے ہی رہا۔ کوئی عرض وغیرہ نہ کی۔ ایک دن حضور قطبِ عالمؒ باہر جنگل کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے لوٹا پکڑا ہوا

تھا۔ میاں ساون نے لوٹا مجھ سے لے لیا کہ میں نے کچھ عرض کرنی ہے۔ اور حضور کے ساتھ چلا گیا۔ وہاں آپ کو وضو کروایا اور اپنا تمام حال حضور کی خدمت میں عرض کیا، میاں ساون نے ایک دن خود مجھے سارا حال سنایا کہ میں پہلے شیخ فاضل والے گدی نشین خواجہ نور محمد سہوؒ کا مرید ہوا مجھے ایک عورت کے ساتھ عشق ہو گیا۔ میں نے اپنے پیر سے اس کا ذکر کیا کہ وہ مجھے لے کر دیں انہوں نے فرمایا وہ شادی شدہ ہے۔ تمہیں کیسے لے کر دوں تم دودھ میں یا کہیں بھی جس سہو عورت پر ہاتھ رکھو، اس کا رشتہ میں خود تمہیں لے کر دونگا۔ مگر شادی شدہ عورت کا خیال چھوڑ دو۔ لیکن میرے سَر پر عشق سوار تھا۔ میں اس کے عشق میں اسقدر وارفتہ ہوا کہ اپنی ساڑھے چار مربع زمین لکھ کر خواجہ نور محمد کو لنگر میں پیش کر دی۔ انہوں نے مجھے کافی روکا کہ زمین نہ دو۔ میری اولاد تمہیں واپس نہ کرے گی۔ لیکن میں نے لکھ کر دے دی۔ میرا یہ حال ہوتا تھا کہ ہمارے گھر سے شیخ فاضل کوئی پندرہ، سولہ میل ہے۔ میں گیارھویں شریف کا دودھ گھر سے پیدل لے کر جاتا اور بھی جنڈ کی خشک لکڑیاں یہاں سے اُٹھا کر لے جاتا اور لنگر خانے میں پیش کرتا۔ آخر ایک روز میں نے خواجہ صاحب سے گزارش کی، حضور! اگر یہ میرا کام نہیں ہوسکتا تو مجھے کوئی حرف سمجھا دیں تاکہ فقر کی راہ پکڑوں اور اس میں مشغول ہو جاؤں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا ''میاں ساون! تم ابھی مجاز میں گرفتار ہو اور فقر کی بات تو حقیقت والوں کو بتائی جاتی ہے۔'' بس میرا اعتقاد ٹوٹ گیا کہ میں نے اسقدر جانی اور مالی خدمت کی اپنی ساڑھے چار مربع زمین لنگر میں پیش کر دی لیکن ابھی تک میں فقر کے حرف کا لائق نہیں ہوا۔ اور وہاں سے چلا آیا۔ اب حضور کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضور قطبِ عالمؒ نے بڑی توجہ سے میری روداد سُنی اور مجھے ذکر و وظائف تلقین فرمائے البتہ مرید نہ کیا اور فرمایا تمہاری بیعت جن سے ہے اُن کے پاس بھی آتے جاتے رہنا۔ ذکر اذکار ہم نے سمجھا دیا ہے اور واپس چل پڑے۔ میں دل ہی دل میں نہایت افسردہ ہوا کہ کاش میں شیخ فاضل والوں کا مرید نہ ہوتا اسی لیے حضور نے مجھے مرید نہیں کیا۔ بس اسی خیال میں تھا کہ حضور قطبِ عالمؒ پیچھے مڑ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا'' نکالو اپنا ہاتھ'' پھر حضور نے میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے لیا اور فرمایا بس یہی بات تھی آؤ تمہارا اشک دور کریں اور مجھے بیعت کر لیا۔

میاں ساون کوئی مہینہ ڈیڑھ یہاں دربار شریف پر رہا اور لنگر میں کام کرتا رہا۔ آخر جب اُسے کافی دن یہیں گزر گئے تو میاں فاضل اپنے والد کو واپس لے جانے کے لیے آیا اور تنہائی میں اس سے لڑتا رہا، پہلے اتنا عرصہ شیخ فاضل والوں کی دال کھاتا رہا آخر کچھ نہ بنا اب تم یہاں آ گئے ہو، چلو واپس گھر چلیں مگر میاں ساون اُس کے ساتھ نہ گیا۔ جب وہ چلا گیا تو حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں عرض گزار ہوا کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے حضور دعا فرمائیں وہ چوری اور رسّہ گیری سے باز آ جائے، میں نے کئی بار اسے منع کیا ہے لیکن وہ یہ کام نہیں چھوڑتا۔

میاں فاضل اپنے والد کو ملنے کے لیے دربار شریف آتا رہا آخر وہ بھی مرید ہو گیا۔ حضور نے برے کاموں سے توبہ کرائی مگر وہ پھر بھی رسہ گیری سے باز نہ آیا ایک مرتبہ دو آدمیوں کے ساتھ آیا۔ آپس میں ان کا مشورہ تھا رات دربار شریف پر رہیں گے دوسری رات جنگل سے کے کسی ڈیرہ سے میاں فاضل انہیں مویشی کھول کر دے گا۔ شاید پرانا کوئی لینا دینا تھا۔ رات کو یہاں پہنچے حضور قطبِ عالمؒ نے صبح کچہری لگائی تو دورانِ مجلس فرمایا '' آج کل کی مریدی اس طرح ہے کہ لوگ چوری کرنے کے لیے آتے ہیں اور کہتے ہیں رات اپنے پیر کے پاس رہیں گے'' بارہ بجے تک حضور ایسی ہی گفتگو فرماتے رہے۔ جب آپ گھر تشریف لے گئے تو میاں فاضل کو ساتھیوں نے کہا اب

اپنے کام کو چلیں۔ اُس نے عذر کیا میں نے رخصت کی اجازت حضور سے نہیں لی لنگر کھالیں پھر چلیں گے۔ وہ تنگ ہوئے تو میاں فاضل نے انہیں واپس بھیج دیا اور کہا میں جب گھر لوٹوں گا تو راستے میں کوئی مویشی چوری کرتا ہوا آؤں گا، تمہیں اطلاع کروں گا میرے گھر سے آکر لے جانا۔ وہ چلے گئے اور میاں فاضل یہیں رہ گیا۔ دوسرے دن عصر کے بعد حضور مجلس سے باہر نکلے تو میاں فاضل نے دست بستہ عرض کیا "حضور! میری توبہ قبول فرمائی جائے" آپ کھڑے ہو گئے، جلال سے چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا "تم توبہ کر ہی نہیں سکتے پہلے بھی کئی مرتبہ تم نے توبہ توڑی ہے۔" وہ خاموش ہو گیا، اور لوگ بھی جو پاس تھے ڈر گئے، میاں فاضل اب دربار شریف پر ہی رہنے لگا، کچھ دنوں بعد حضور قطبِ عالمؒ دعوتوں کے سلسلہ میں گھر سے روانہ ہوئے اس سفر میں آٹھ، نو دن کے بعد حضور نے فتح پور شریف پہنچنا تھا۔ اس کو بڑی دعوت اس لیے کہتے ہیں کہ حضور قطبِ عالمؒ بمع اہل وعیال پورا ہفتہ فتح پور شریف رہے۔ حضور تو آٹھ، نو دن کے بعد وہاں پہنچے لیکن سائیں فضل حسین اور حضور کے تمام اہل خانہ سند ھیلیانوالی شریف سے سیدھے فتحپور شریف آئے اور یہیں سے واپس گئے۔ اسی سفر کے دوران کا واقعہ ہے حضور ایک روز بھٹوں کے گاؤں سے صبح روانہ ہوئے تو راستہ میں میاں ساون اور میاں فاضل یعنی باپ بیٹے نے مل کر یہ اشعار ترنم سے پڑھے۔

ع بھلا لاڑیا وے، تیرے لڑکیسر بھنے

صبح کا وقت تھا۔ پھر دونوں باپ، بیٹے کی آواز بھی سریلی تھی۔ حضور نے گھوڑی روک لی اور فرمایا انہیں سواری نہیں ملی۔ حضور قطبِ عالمؒ کو ان اشعار سے دَرد ہو گیا۔ یہ دونوں باپ، بیٹا پڑھتے ہوئے آئے اور حضور کی سواری کے سامنے گر پڑے۔ میاں ساون گھوڑی پر سوار ہونے سے ڈرتا تھا البتہ میاں فاضل کو حضور نے فرمایا تم عنایت شاہ قریشی کے پیچھے گھوڑی پر سوار ہو جاؤ اور پڑھتے آؤ۔ فتحپور شریف پہنچے تو دوسری شب کا واقعہ ہے۔ حضور جب نمازِ مغرب اور اوابین سے فارغ ہوئے تو بابا مولا بخش لانگری سے فرمایا، فاضل کو میرے خیمہ میں بھیجو۔ وہ حاضر ہوا تو حضور نے کرم فرمایا۔ دوبارہ توبہ کروائی۔ ذکر اذکار سمجھا کر فرمایا "اب تمہاری توبہ نہ ٹوٹے گی"۔ ابھی حضور کچھ فرمارہے تھے کہ بصیر پور اور بابلی پور کے کھوکھر اور جوئیہ اقوام شہباز وغیرہ کی خواتین زیارت کے لیے حاضر ہوئیں، آپ نے انہیں دیکھا تو خاموش ہو گئے۔ اور میاں فاضل سے فرمایا تم اللہ یار کے خیمہ میں چلے جاؤ۔ کچھ میں نے سمجھا دیا ہے باقی وہ تمہیں سمجھا دے گا۔ میاں فاضل حضور کے حسبِ ارشاد میاں اللہ یار کے خیمہ میں آیا اور باقی ذکر واذکار انہوں نے سمجھایا، صبح ہوئی تو کچہری کے بعد حضور نے میاں ساون کو فرمایا "جاؤ اپنے بیٹے کو گھر چھوڑ آؤ۔" اُس نے دست بستہ عرض کی۔ حضور! یہ رات کو دریائے راوی سے نہیں ڈرتا اُسے عبور کر جاتا ہے۔ اسے کونسا ڈر ہے کہ میں چھوڑ آؤں؟ میں حضور کے ساتھ ہی رہوں گا۔ آپ نے فرمایا، ایک مرتبہ جاؤ پھر بیشک آجانا۔ میاں ساون نے اس راستے میں بڑی مشقت اُٹھائی تھی آخر حسبِ ارشاد چلا گیا۔ گیمبر اسٹیشن پر پہنچے تو میاں فاضل کا قلب جاری ہو گیا بعد میں میاں فاضل نے خود بتایا۔ سینہ سے گیند جتنا گوشت اوپر اُٹھے، پھر سینہ سے پیچھے ہٹتا جائے اور کمر میں اُسی جگہ اُٹھے۔ اس وقت اوکاڑہ میں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے والد سے کہا مجھے کوئی بیماری لگ گئی ہے۔ اُسے سمجھ تھی کہنے لگا، بیماری نہیں ہے۔ اسی لیے حضور نے تیرے ساتھ مجھے بھیجا ہے۔ گھر پہنچے تو میاں فاضل کو ہوش نہ رہا، چار مہینے اس کیفیت میں گزرے۔ اگر کوئی حال پوچھتا تو میاں فاضل روتا اور کہتا "فاضل مر گیا ہے" روٹی نہ کھائی جائے، پانی کا ہوش نہیں، پھر میاں ساون نے واپس کیا آنا تھا اس کی نگرانی میں مشغول ہو گیا۔ چار مہینے بعد کا

واقعہ ہے اُس روز بھی میں (پیر محمد رمضان قریشی) حاضر تھا کہ میاں فاضل دربار شریف پر آیا سیاہ چادر اور سیاہ پگڑی باندھی ہوئی کندھے پر حمائل (غالباً پنج سورۃ کو کہتے ہیں) تھی۔ ایک آدمی اس کے ہمراہ تھا اور سلام عرض کر کے دست بستہ پیچھے کھڑا ہو گیا۔ میں اسے پہچان نہ سکا۔ بڑا کمزور اور لاغر، اُس کا رنگ بھی پہلے والا نہ تھا۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ حضور قطب عالمؒ نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''فاضل! آؤ بیٹھ جاؤ'' تب میں نے پہچانا کہ یہ میاں فاضل ہے۔ حضور کچہری کے بعد گھر جانے لگے تو میاں فاضل نے تنہائی میں کچھ عرض کرنے کیلئے التجا کی، حضور کچے برآمدہ میں آ بیٹھے تو میاں فاضل نے قمیض اُٹھا کر دکھایا کہ حضور مجھے کوئی بیماری لگ گئی ہے۔ یعنی اس وقت تک یہ حقیقت اس پر نہ کھلی تھی۔ حضور نے فرمایا ''شکر ادا کرو۔ یہ بیماری ہر ایک کو لگ جائے'' پھر اسے تسلی ہوگئی، اس واقعہ کے سال، ڈیڑھ بعد حضور نے اسے اجازت وخلافت عطا فرمائی اور آہستہ، آہستہ لوگ اس کے مرید ہونے شروع ہوئے۔ سبحان اللہ

قاضی الٰہی بخش حاضرؔ اپنی منظوم پنجابی تصنیف ''وفات حسرتِ آیات حضرت قطب عالمؒ'' میں آپ کے بارے لکھتے ہیں۔

ڈاکو پکڑ نوایا اس نے واہ واہ پیر بخاریؒ   واصل باللہ کر کے اس توں گھسی چھری، کہاڑی

اَج اوہ واصل باللہ ہویا، رہ گئی دنیا داری   ہن مشہور محمد فاضل سہریانوالہ کاری

کافی لوگ آپ کے دامنِ ولایت سے وابستہ ہو کر منزلِ مراد کو پہنچے، کئی ہندو، بیدی قوم اور سکھ آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ ایک سکھ عقیدت مند نے آپ کی خدمت میں ہاتھی پیش کیا جس پر سواری بھی کرتے تھے۔ میرے قبلہ گاہی حضرت سائیں پیر محمد کرم حسینؒ فرمایا کرتے میں نے بچپن میں پہلی مرتبہ ہاتھی کو سندھیلیانوالی شریف میں دیکھا۔ وہ اس طرح کہ میاں محمد فاضل سہوؒ ہاتھی پر آئے تھے اور مجھے درویش اُٹھا کر ہاتھی دکھانے کے لیے لے گئے۔ آپ متوسلینِ قطبیہ میں ''فاضل سہریانوالہ'' کے نام سے معروف ہیں بزرگ درویش بتایا کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے حضور قطب عالمؒ کی خدمت میں پھولوں کا ہار پیش کیا۔ آپ نے وہ ہار میاں محمد فاضل کے گلے میں ڈال دیا اور فرمایا ''آج سے فاضل سہریانوالہ ہے'' اور یہی لقب مشہور ہو گیا۔ آپ شاعری سے بھی شغف رکھتے تھے۔ پنجابی زبان میں کافیاں اور ابیات پر مشتمل ایک کتاب ''اسرارِ الٰہی'' یادگار ہے۔ راقم الحروف 2010ء میں ساہیوال سے واپسی پر مضافاتِ ہڑپہ میں آپ کے دربار شریف پر گیا۔ وہاں آپ کے پوتے اور موجودہ سجادہ نشین حافظ غلام قادر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بتایا جس سال پاکستان بنا یعنی 1947ء میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے خلفاء کی تفصیل بھی انہوں نے کچھ اس طرح بتائی۔

1۔ پیر نادر علی شاہ (ملکہ ہانس، تحصیل وضلع پاکپتن)

2۔ میاں چراغ دین جھکھڑ (50-D، تحصیل دیپالپور)

3۔ پیر فرزند علی شاہ (23۔ چک اینگاں والا تحصیل بورہ ضلع وہاڑی)

4۔ میاں عاشق حسین انصاری (ڈونگا بونگا تحصیل منچن آباد ضلع، بہاولنگر)

5۔ مولوی عطا محمد شاہ لنگاہ (نزد بصیر پور باوا طاہر تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ)

6۔ سید اشرف شاہ (جڑانوالہ روڈ، محمد والہ چک 216 گ،ب تحصیل وضلع فیصل آباد)

7۔ میاں محمد علی لُڑکا (ککڑانوالہ نزد محمد والہ ضلع فیصل آباد)

حضرت سید سخی محمد شاہ بخاریؒ (سعد اللہ پور شریف ضلع ساہیوال)

آپ کا شمار بھی حضور قطبِ عالمؒ کے معروف خلفاء میں ہوتا ہے۔ کتاب ''تذکرۃ الاصفیاء'' کے مطابق آپ کی ولادت ۱۳۰۵ھ بمطابق 1886ء کو بمقام ڈبلی ریاست بیکانیر میں ہوئی۔ بچپن میں والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا لیکن والدہ کی شفقت و محبت نے والد کی جدائی کا احساس نہ ہونے دیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے وہاں سے ہجرت فرمائی، پہلے تحصیل حاصلپور ٹھکانہ بنایا لیکن پھر سعد اللہ پور ضلع ساہیوال مستقل اقامت اختیار کی۔ یہاں پر ایک شخص میاں عبدالعزیز سے آپ کا تعارف ہوا جو آہستہ، آہستہ دوستی میں بدل گیا۔ ایک روز اس نے آپ کو مشورہ دیا کہ سندھیلیانوالی شریف حاضر ہو کر حضور قطبِ عالمؒ سے بیعت کر لیں۔ میاں عبدالعزیز کے ایما پر آپ نے تیاری کی اور سندھیلیانوالی شریف روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ کو چار گھوڑ سوار ملے جو حضور قطبِ عالمؒ کے رشتے داروں میں سے تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ آپ حضور کی بیعت کے لیے جا رہے ہیں تو انہوں نے بڑی کوشش کی اور آپ کو بھٹکانا چاہا کہا کہ ہمارے والد بہت بزرگ ہیں۔ ہم تمہیں ان کا مرید کرواتے ہیں۔ مگر آپ نے ان کی ایک نہ سنی اور معذرت کر لی۔ جب دربار شریف پہنچے تو حضور قطبِ عالمؒ نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا ''تم ان گھوڑ سواروں کے ساتھ نہیں گئے اور وہاں بیعت نہیں کی؟ یہ الفاظ سننے سے آپ کو بڑی تسکین ملی کہ الحمدللہ میرے شیخ روشن ضمیر اور اہلِ نظر ہیں۔ اور حضور کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ راہِ سلوک کی طلب اور اجازت و خلافت کے چشم دید واقعات پیر محمد رمضان شاہ قریشیؒ نے حضرت پیر سید اسرار حسین شاہؒ صاحب کی خدمت میں کچھ اس طرح بیان کیے۔

''پیر سخی محمد صاحبؒ سعد اللہ پور میں امامت کیا کرتے تھے۔ روزگار کے طور پر درزیوں کا شغل بھی رکھتے۔ وہاں سعد اللہ پور میں مردانہ قوم کا ایک گھرانہ میاں فاضل سہو کا مرید تھا۔ انہوں نے اپنے پیر و مرشد کی دعوت کی۔ میاں فاضل ان کے گھر بیٹھا تھا کہ شام کو پیر سخی محمد بھی ختمِ ارواح کے لیے روٹیاں لینے آیا اور میاں فاضل کو دیکھ کر ملا۔ کیونکہ دونوں پیر بھائی تھے۔ میاں فاضل انہیں مل کر بہت رویا، پیر سخی محمد نے سبب پوچھا تو کہنے لگا میں ڈاکو، قاتل اور نہایت برا شخص تھا۔ حضور نے کرم فرمایا اور مجھے نعمتِ فقر عطا ہوئی اور آپ سید ہو کر لوگوں کے گھروں سے روٹیاں لے رہے ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر بے اختیار رونا آ گیا۔ پیر سخی محمد نے کہا پھر میری کوئی سفارش کرو میاں فاضل نے کہا آپ نے راہِ سلوک میں کوشش ہی نہیں کی۔ ورنہ آپ بھی فیض یاب ہوتے۔ اب سفارش کی تو میری مجال نہیں۔ آئندہ جمعۃ المبارک کو میں دربار شریف جاؤں گا۔ آپ بھی آ جائیں۔ لیکن اکٹھے نہیں جائیں گے یا آپ مجھ سے پہلے چلے جانا، یا بعد میں آنا۔ اگر کوئی موقع ملا تو میں ضرور حضور کی خدمت میں عرض کروں گا۔ جمعہ شریف کے روز پہلے میاں فاضل پہنچا۔ بعد میں پیر سخی محمد بھی آ گئے۔ کچہری لگی ہوئی تھی۔ پیر سخی محمد نے ایک درخواست لکھ کر حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں پیش کی کہ مجھ پر کرم فرمائیں اور نفی اثبات و پاس انفاس کی تعلیم ارشاد فرمائیں۔ حضور نے درخواست پڑھ کر فرمایا تمہیں یہ کس نے بتایا ہے؟ انہوں نے میاں فاضل کا نام عرض کر دیا۔ حضور نے میاں فاضل پر عتاب فرمایا اور اسے مخاطب کر کے فرمایا ''جو سوقت تو اُڑتا ہے، اسے بھی ساتھ لے کر اُڑا کرو'' میاں فاضل ڈر گیا اور دست بستہ عرض کی۔ حضور! میں بڑا گنہگار آدمی ہوں۔ میں تو ان کو دیکھ کر ڈر گیا تھا کہ سادات ہو کر مردانوں کے گھروں سے روٹیاں لینے آئے تھے۔ ورنہ اس چور، قاتل اور گنہگار کی مجال کیا ہے؟ حضور قطبِ عالمؒ خاموش ہو گئے۔ عصر کی نماز کے بعد حضور مسجد سے نکلے تو میاں فاضل کو علیحدہ ''بیر'' کے نیچے لے گئے اور کوئی بات فرمائی۔ نمازِ

عشاء کے بعد جب ہم سونے لگے تو میاں فاضل، پیر یخی محمد اور میری چار پائیاں ایک ہی جگہ پر تھیں۔ میاں فاضل نے اپنے ساتھیوں کو کہا تم جاؤ اور حُقہ تازہ کرو میں نے پیر یخی محمد سے کوئی بات کرنی ہے۔ وہ چلے گئے۔ میں (پیر محمد رمضان قریشی) بھی اُٹھنے لگا تو میاں فاضل ہنس پڑا اور کہا تم سے کیا پردہ ہے۔ پیر یخی محمد اور تم ادھر میرے پاس آجاؤ۔ ہم ساتھ جا کر بیٹھ گئے۔ میاں فاضل نے پیر یخی محمد سے کہا، پیر صاحب بات بنتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ لیکن ایک شرط ہے، حضور نے فرمایا ''درزیوں کا کام اور مُلاں گیری چھوڑ دے۔ اگر فقیری لینی ہے؟'' پیر یخی محمد نے کہا میرا کوئی انکار نہیں۔ البتہ گاؤں والوں کے ساتھ میرا جب معاہدہ ہوا۔ تو ایک تحریر لکھی گئی تھی۔ میاں فاضل نے کہا اس کا حل یہ ہے کہ تم واپس ہی نہ جاؤ۔ مشین بھی گئی اور مُلاں گیری بھی؟ پیر یخی محمد کے دل کو یہ بات لگ گئی۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ صبح میاں فاضل نے حضور کی خدمت میں عرض کر دیا کہ وہ حضور کی بارگاہ میں رہنا چاہتے ہیں۔ پیر یخی محمد لکھ، پڑھ لیتے تھے۔ اس وقت حضور کوئی دوائی استعمال فرماتے تھے۔ جو تیار کرنی پڑتی تھی۔ حضور نے فرمایا بڑی اچھی بات ہے مجھے دوائی بھی تیار کر کے دیا کرے گا۔ پیر یخی محمد کو گول کمرہ جس کے نیچے چلہ گاہ تھی۔ اس کے ساتھ والی چھوٹی بیٹھک رہائش کے لیے مل گئی اور لنگر سے بستر اور کھانا بھی خاصہ مقرر ہو گیا۔ گھر والوں کو معلوم ہوا تو وہ انہیں لینے کے لیے آگئے۔ پیر یخی محمد نے کہا۔ میرا نقصان نہ کرو اور حضور سے بھی کچھ عرض نہ کرنا۔ صرف مل کر چلے جایا کرو۔ پھر اپنے بیٹے فیض محمد شاہ کو بھی یہاں بلوا لیا اور مولوی غلام مجتبیٰ کے پاس پڑھنے کے لیے بٹھا دیا۔

مردانہ قوم کے لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ شاہ صاحب تو فقیری کے خیال میں اپنے پیرومرشد کی خدمت میں جا کر بیٹھ گئے ہیں۔ اب ان کے بال، بچے روٹیاں تو نہیں اکٹھی کر سکتے۔ ان کے لیے سال کے دانے مقرر کر دیتے ہیں۔ اس طرح پیچھے گھر کا بھی خود بخود انتظام چل پڑا۔ پیر یخی محمد متواتر دو سال حضور کی خدمت میں رہے۔ پھر حضور نے اجازت وخلافت عطا فرما کر رخصت کیا۔ لوگوں کی ایک کثیر تعداد آپ کے دامن سے وابستہ ہو کر فیض یاب ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ ارادت سندھ میں بھی پھیلا۔ پنجابی زبان میں بعض اوقات اشعار بھی موزوں فرمایا کرتے جو کتاب ''تذکرۃ الاصفیاء'' میں درج ہیں۔ راقم الحروف نے اپنی کتاب ''مآثرِ شیر یزدانی'' میں آپ کا ایک خط نقل کیا ہے جو حضور شیرِ یزدانیؒ کی خدمت میں ارسال کیا گیا۔ یہاں پر بطور نمونہ اُسے اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

''بحضور، فیض گنجور، عالی درجات، ذات جامع الکمالات، حضرت رہنمائے سالکان و پیشوائے عارفان، پیر دستگیر، روشن ضمیر، دائما برسرِ معتقداں سائیں شیر محمد صاحب دامت برکاتہم

بصد نیاز بے انداز غلامانہ وعبودیتِ معتقدانہ کے گزارش ہے کہ کمترین کو ہر وقت ذوق وشوق حقیقی و کفش برداری لیل ونہاری تیرے خادم خادمان کی غلامی عمر تمامی رہے۔ نصیب مدامی غلامان کی غلامی کا فخر رہتا ہے اور نصیب رہے۔ اپنے زیرِ سایہ رکھیں کیونکہ جناب عالی عاشقِ خدا، محبوبِ کبریا ہیں۔

عاشقانِ خُدا ، خُدا نہ باشند
لیکن از خُدا ، جُدا نہ باشند

غریب نواز! آپ کی ذات مبارک قدیم سے کریم ہے اور آپ بھی کریم ہیں۔ برائے عند اللہ وعند رسول و صدقہ عاشقانِ خدا کے اس ناچیز کے لیے دعا خیر فرماویں کہ خداوندِ کریم آپ کی محبت میں ثابت قدم رکھے اور بندہ کا

احوال آپ پر اظہر من الشمس ہے۔عیاں کو بیاں کی ضرورت نہیں اور بندہ کو حضور فیض ظہور سے توجہ کمال بھی ہے۔شب و روز توئی اُمید میری لاریب ہے۔مسکینوں، یتیموں کا خصمانہ ہر مصیبت سے چھڑانا حضور انور کا کام مدام ہے بغیر آپ کے آسرا کے دیگر کوئی آسرا نظر نہیں آتا ہے۔ ہر وقت نگہبانی، نگہبانی، نگہبانی فرماویں۔فقط

حضور کا تابعدار، تراب الاقدام نخی محمد سگ دربار غلامانِ غلام، مرکوز غریب خانہ جناب کے غلاموں کا غلامانہ سعداللہ پور۔تحصیل و ضلع منٹگمری، مورخہ 3، اکتوبر 1927ء

ایام وصال میں ایک روز آپ پر کچھ دیر غشی کا عالم طاری ہوا۔جب ہوش میں آئے تو خلیفہ پیر مراد علی شاہ نیکو کارہ نے عرض کی حضور پر کچھ دیر غشی طاری رہی۔فرمایا "غشی نہیں تھی بلکہ میرے ہادی راہنما حضور قطبِ عالمؒ مجھے لینے کے لیے آئے تھے میں نے عرض کی حضور میں تو تیار ہوں مگر لوگ کہیں گے آج بدھ ہے۔جس پر حضور قطبِ عالمؒ نے فرمایا ٹھیک ہے میں دوبارہ پیر کو تمہیں لینے آؤں گا"۔لہٰذا آئندہ پیر کو بوقتِ صبح صادق ۵ ماہِ شوال ۱۳۶۸ھ بمطابق اگست 1949ء کو آپ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔آپ کا مزار شریف، سعداللہ پور ضلع ساہیوال میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔کتاب "تذکرۃ الاصفیاء" میں آپ کے خلفاء کی تفصیل کچھ اس طرح درج ہے۔

1۔پیر مراد علی شاہ نیکو کارہ (L-9\130 تحصیل و ضلع ساہیوال)
2۔میاں سلطان محمد اوڈ (L-9\123 تحصیل و ضلع ساہیوال)
3۔میاں امان اللہ قریشی (ہڑپہ) 4۔میاں نظام الدین ہندوستانی (چیچہ وطنی)
5۔میاں محمد علی سیال (285 گ، ب، رجانہ)
6۔میاں بھادوں شاہ قریشی (L-9\130 تحصیل و ضلع ساہیوال)
7۔میاں بہاول تھہیم (L-9\126 تحصیل و ضلع ساہیوال)
8۔صوفی نور محمد کاٹھیا (موضع چھینا ضلع ساہیوال) 9۔ میاں نظام الدین جوئیہ (کمالیہ)

حضرت سید عبداللہ شاہؒ و حضرت سید رمضان علی شاہؒ (شاہ زکریا، بورے والہ)

آپ بخاری سادات میں سے تھے، بڑے پیر عبداللہ شاہ (م:1944ء) اور چھوٹے پیر رمضان علی شاہ تھے، میاں نواز چنن "حیاتِ قطبیہ" کے مسودہ میں تحریر کرتے ہیں۔یہ دونوں بھائی حضور قطبِ عالمؒ کے مرید ہوئے تو ایک مرتبہ آپ کی دعوت منظور کروائی۔ان کے پاس پہلے ہی ایک جن کی تسخیر کا عمل تھا۔جو ان کی معاونت کرتا۔حضور کی دعوت کے موقع پر جب دُرویشوں کو لنگر کھلانے کا مرحلہ آیا تو ایسی بدنظمی پیدا ہوئی کہ جو آدمی اُٹھ کر باہر آتا یہی کہتا کھانا پورا نہیں ملا۔حضور قطبِ عالمؒ کو معلوم ہوا تو آپ نے دونوں بھائیوں کو بلا کر سبب دریافت کیا وہ خود حیران تھے کہ اس قدر وافر سامان کے باوجود عجیب افراتفری پیدا ہوگئی ہے۔تب حضور نے فرمایا۔درویشوں کو کھلانا جنّات کے بس کا روگ نہیں تم اُسے آزاد کردو کیونکہ فقیر کے سامنے وہ کیسے ہوشیاری دکھا سکتا ہے۔انہوں نے حضور کے حسب ارشاد اُسے فوراً آزاد کر دیا اور اپنے سابقہ عمل سے نادم ہو کر معافی کے طلبگار ہوئے چونکہ اُن کے آباؤ اجداد سلسلۂ طریقت رکھتے تھے۔اور ان کے مریدین ہر دو بھائیوں کی بیعت اختیار کرنا چاہتے تھے۔حضور قطبِ عالمؒ نے دونوں بھائیوں کو تکمیلِ سلوک کے بعد اجازت و خلافت عطا فرمائی اور سلسلۂ رشد و ہدایت کو برقرار رکھنے کی مزید تاکید فرمائی۔راقم الحروف ان حُضرات سے ذاتی طور پر بھی واقف ہے کیونکہ میرے دادا بزرگوار حضرت خواجہ حافظ گل

محمد رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت پیر سید رمضان علی شاہؒ بڑی محبت وعنایت اور قلبی اتحاد رکھتے تھے۔اکثر موضع حویلی لال (مدوکی، ضلع جھنگ) ملاقاتوں کا سلسلہ رہا۔آپ کے پوتے سید زاہد حسین صاحب نے مجھے ٹیلی فون پر بتایا حضرت پیر سید رمضان علی شاہ مورخہ 10 ستمبر 1955ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے تدفین اپنے دولت کدہ (شاہ ذکریا، بورے والہ) ہوئی جہاں آپ کا مزار شریف مرجعٔ خلائق ہے۔آپ کے چار فرزند تھے۔1۔سید چراغ علی شاہ 2۔سید جیون سلطان سجادہ نشین (م:20 مارچ 1997ء) 3۔سید امیر سلطان 4۔سید مظہر حسین شاہ

حضرت سید مراد علی شاہ بخاریؒ (چکنمبر 113\7-R، چیچہ وطنی)

آپ کا شمار بھی حضور قطبِ عالمؒ کے خلفاء میں ہوتا ہے۔راقم الحروف کو آپ کے بارے زیادہ معلومات حاصل نہ ہوسکی۔ایک دُرویش کو دربار شریف پر بھیجا تو اُس نے واپس آکر بتایا لوحِ مزار پر ولادت 1870ء اور وصال ۲۲، جمادی الاوّل ۱۳۷۷ھ \15 دسمبر 1957ء درج ہے۔آپ کے فرزند اور سجادہ نشین سید غوث علی شاہ (م:19 جولائی 1989ء) صاحبِ قلم اور شاعر بھی تھے۔

حضرت بابا فقیر محمد رمضانؒ ابدال (جابہ اسٹیٹ نواب کالاباغ) م:1948ء

ہمارے سلسلۂ طریقت میں یہ روایت چلی آرہی ہے کہ ہر صاحبِ وقت بزرگ کا ایک ابدال ہوتا ہے اور حضور قطبِ عالمؒ کے مریدین میں آپ ہی ابدال کے مرتبہ پر فائز تھے۔

حضرت قطبِ عالمؒ نے بوقتِ وصال ایک پہاڑی شہباز (میرے جدِ بزرگوار حضرت خواجہ حافظ گُل محمد قادری) کے شکار کا انہیں خصوصی ارشاد فرمایا تھا۔لہذا حضرت حافظ پاک نے خاندانِ قطبیہ کا فیض انہی کی مست و بیخود نگاہوں سے پایا۔حضرت فقیر صاحب میانوالی عرصہءحیات کے آخری سالوں میں تشریف لائے لہٰذا ابتدائی احوال بہت کم دستیاب ہوتے ہیں۔آپ مختلف مقامات پر اپنی ڈیوٹی بطور ''ابدالِ وقت'' سرانجام دیتے رہے۔میانوالی کا دورانیہ فقط 1941ء سے تا وقتِ وصال 1948ء تک ہے۔آپ کا ایک واقعہ مجھے مولانا غلام حیدر صاحب (مدرس دربار قادر بخش شریف کمالیہ) نے اپنے استادِ گرامی حضرت مولانا فقیر محمود تونسویؒ کی زبانی کچھ اس طرح سنایا (یاد رہے مولانا فقیر محمود صاحب تونسوی عربی ادب میں ایک سَند کا درجہ رکھتے تھے اور سجادہ نشین تونسہ شریف خواجہ حافظ سدید الدین تونسوی کے فیض یافتہ مرید تھے) حضرت خواجہ محمود تونسویؒ کا ایک مرید جنگل میں رہتا تھا اور کافی گائیں پال رکھی تھیں۔وہ خواجہ محمود صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا۔حضور! میری تمنا ہے کہ مجھے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کرادو۔انہوں نے فرمایا تیری والدہ زندہ ہے اُس نے عرض کی جی ہاں۔فرمایا جاؤ اس کی خدمت کرو۔اُس نے کئی بار عرض کیا مگر یہی جواب ملتا کہ جاؤ اپنی والدہ کی خدمت کرو۔کافی عرصہ اسی کشمکش میں گزر گیا ایک روز صبح کے وقت وہ اپنے ڈیرہ پر گائے کا دودھ دوہ رہا تھا کہ ایک سادگی کا پیکر، عام سے کپڑوں میں ملبوس فقیر جنگل سے اُسکے پاس آیا اور کہا مجھے کچھ دودھ چاہیے۔اُس نے کہا جا فقیر اپنی راہ لے میں کئی فقیروں کو دودھ پلا چکا ہوں لیکن میری تمنا پوری نہیں ہوئی۔تجھے کیوں دودھ پلاؤں فقیر نے کہا۔آج دودھ پلا کے دیکھ ان شاءاللہ تیری تمنا پوری ہوجائے گی۔تب اُس نے فقیر کو دودھ پلایا۔فقیر دودھ پی کر چلا گیا۔پھر کیا تھا اُسی شب اس کو خواب میں سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت ہوئی وہ بھی ایسے کہ جب بھی نیند آتی۔رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا۔ساری رات اُسے بار بار زیارت فیض بشارت نصیب رہی۔صبح ہوئی تو اُسکی خوشی کا کوئی ٹھکانہ

نہ تھا اپنے پیرومرشد کی بارگاہ میں خوشخبری سُنانے کے لیے حاضر ہوا۔ ابھی اُس نے کچھ بتایا نہ تھا کہ حضرت خواجہ محمود صاحبؒ نے خود ہی فرمادیا کہ " بھئی جو تجھے زیارت کرا گیا ہے۔ وہ پیر محل شریف والے پیر سید قطب علی شاہؒ کا مرید اور ابدال تھا۔ اُس کی کرامت ظاہر ہوگئی اور آج اسکا تبادلہ ہوگیا۔ تجھے تو زیارت ہوگئی۔ مگر ایک بلند پایہ ابدال سے یہ علاقہ محروم ہوگیا۔ یہ ابدالِ وقت حضرت فقیر محمد رمضان تھے۔" سبحان اللہ خداوند کریم کے پیارے بندوں کا آفتابِ ولایت کبھی غروب نہیں ہوتا۔ وہ تو ہر جگہ لوگوں کے قلوب واذہان کو روشن ومنور کرتا رہتا ہے۔ علامہ اقبال نے ایسے ہی مردانِ حق کے بارے میں کہا تھا۔

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے، اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

بھادوں (جولائی، اگست) 1941ء کا زمانہ تھا سخت گرمی کے دن تھے، "وادی نُواں"، ضلع میانوالی کے لوگ حسبِ معمول دوپہر کو مندر والے بڑے پیپل کے نیچے بیٹھے تھے کہ اچانک جنوب کی سمت سے ایک ہیبت وجلال کا پیکر مجذوب فقیر نمودار ہوا۔ ادھیڑ عمر، سفید بال، گندمی رنگ، سُرخ آنکھیں، ننگے پاؤں، جسم پر سوائے ایک لنگوٹی کے اور کوئی کپڑا نہ تھا۔ خاموشی سے سَر جھکا کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ نہ تو کسی سے پانی مانگا اور نہ ہی کسی کے گھر کا پتہ پوچھا پیپل کے نیچے بیٹھے ہوئے بچے، بوڑھے، جوان سب اس کے گرد جمع ہوگئے اور طرح طرح کے سوال کرنے لگے۔ لیکن مجذوب فقیر نے نہ تو کسی کے سوال کا جواب دیا اور نہ کسی کی طرف توجہ دی۔ اسی اثناء میں حضرت حافظ پاکؒ کی والدہ ماجدہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ ہجوم دیکھ کر نزدیک آئیں چہرۂ انور دیکھا تو دل نے گواہی دی کہ یہ ولی اللہ ہے۔ ولی اللہ کا تصور آتے ہی اپنی پریشانی یاد آگئی اور عرض کی "اے فقیر! میرا بیٹا انگریز کی فوج میں ہے نہ تو اسکی کوئی خبر آئی ہے اور نہ ہی پتہ چلا ہے کہ وہ کہاں پر ہے، دُعا کرو خیریت سے واپس آجائے" (ان دنوں حضرت حافظ پاکؒ کے چھوٹے بھائی بابا فضل الٰہی صاحب فوج میں ملازم تھے)

مائی صاحبہ کے الفاظ سنتے ہی یکدم فقیر کی نظریں اٹھیں اور پوری توجہ سے دیکھا، یوں لگا جیسے مسافر کو اپنی منزل مل گئی ہو اور انہیں مخاطب ہوکر فرمایا۔ "مائی تیرے اُس بیٹے کو تو خیر ہے۔ جو گھر میں ہیں انکی خیر منا" وہ فوراً گھر واپس آئیں تو حضرت حافظ پاک کے والد بزرگوار اور دونوں بیٹوں (حضرت حافظ پاکؒ اور بابا علی گل صاحب) سے فقیر کا تذکرہ کیا اور ساتھ ہی لفظ بہ لفظ فقیر کا ارشاد بھی سُنایا۔ بابا علی گل صاحب فرماتے ہم فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں بھائی اپنے والدِ محترم کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ جیسے ہی فقیر صاحب کے سامنے ہوئے تو انہوں نے ہم پر نظریں جمالیں ہم قریب ہوتے گئے فقیر صاحب کی توجہ بڑھتی گئی۔ والدِ محترم سب سے آگے تھے، میں درمیان میں تھا اور حضرت حافظ پاکؒ پیچھے تھے۔ فقیر صاحب کے قریب پہنچ کر والدِ محترم نے سلام عرض کیا اور مصافحہ کے لیے ہاتھ ملایا تو انہوں نے پوچھا بابا کچھ آتا ہے "عرض کی "جی ہاں" فرمایا "سناؤ" والد صاحب نے قرآن مجید کی یہ آیتِ مبارکہ پڑھی **یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا** (پ۲۲:ع۳۶) فقیر صاحب نے فرمایا "تیری اولاد کو ذکر میں ڈال دیا" پھر مجھے فرمایا۔ " کچھ آتا ہے "تو میں نے یہ آیتِ شریفہ پڑھی۔ **یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَاتُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَا اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ** (پ۲۸:ع۱۴) فرمایا" تجھے بھی ذکر میں ڈال دیا" آخر میں حضرت حافظ پاکؒ سے پوچھا" کچھ آتا ہے "عرض کی میں قرآن کا حافظ ہوں فرمایا" اچھا

سناؤ" آپ نے یہ آیت مقدسہ تلاوت کی۔ **یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللہِ** (پ۲۸:ع۱۲) فرمایا "جاؤ تجھے ذکر بنا دیا"

پھر حضرت حافظ پاک ؒ کو سَر سے لے کر پاؤں تک دیکھا اور فرمایا حافظ تیرے مقدر میں کیا ہے اور تو کہاں ہے؟ "جا کالی مجھی دیاں دھاراں پی" یہ فرماتے ہوئے ہاتھ اٹھایا اور درمیان والی انگلی کو انگوٹھی والی انگلی سے ملا دیا (یہ اشارہ حضرت اقدس دھڑویؒ کی طرف تھا کیونکہ ان کی یہ دونوں انگلیاں پیدائشی طور پر ملی ہوئی تھیں)

ہر کسے را بہر کارے ساختند میل آں اندر دلش انداختند

(ہر کسی کو کسی نہ کسی کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور اس کام کی طرف توجہ یا اس سے محبت اس کے دل میں ڈالی گئی ہے)

حضرت حافظ پاکؒ فرمایا کرتے "اس وقت مجھے اور تو کچھ سمجھ میں نہ آیا البتہ میرے دل میں فقیر صاحب کے لیے ایک خاص محبت پیدا ہوگئی"

جب شام ہوئی تو فقیر صاحب گاؤں کی جامع مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں بھی لوگوں نے فقیر کا پیچھا نہ چھوڑا۔ البتہ یہاں واسطہ تماش بینوں سے زیادہ عقلمند نمازیوں سے تھا۔ میاں محمد نظام خیل جو مسجد کا متولی تھا اُس نے پُوچھا کون ہو؟ فرمایا "افسر ہوں" کہاں سے آئے ہو فرمایا "عرش سے" کیوں آئے ہو؟ فرمایا "آدمی بھرتی کرنے کے لیے" کوئی کیا بھی ہے؟ فرمایا "صرف ایک کو کرنا ہے جب آیا تو کروں گا" یہ باتیں لوگوں کے فہم و ادراک سے بالا تھیں۔ لہٰذا کوئی بھی کچھ نہ سمجھ سکا۔ کسی نے کہا دیوانہ ہے، کوئی بولا فقیر ہے، کسی نے کہا، گھر سے بھاگا ہوا زمیندار ہے جو گرمی کی شدت سے ہل جوتنے (کھیتی باڑی) سے بھاگا ہوا ہے۔ مگر آپ ایک مسافر کی طرح مسجد میں بیٹھ گئے۔ امام مسجد نے نمازیوں سے کہا ایک مسافر کے لیے گھر سے کھانا بھجوا دینا۔ حسب معمول نمازِ مغرب کے بعد چند گاؤں والے مسافر سمجھ کر فقیر صاحب کے لیے کھانا لائے تو حضرت حافظ پاک ؒ بھی اپنے گھر سے آپ کے لیے روٹی اور دودھ لے گئے۔ آپ اگرچہ صبح کے بھوکے، پیاسے تھے لیکن کھانے کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی بلکہ مستی کے عالم میں لوگوں سے پوچھنے لگے۔ یہ کون لایا ہے؟ یہ کس کا ہے؟ اور لانے والے عرض کر دیتے۔ جب حضرت حافظ پاکؒ کے لائے ہوئے کھانے کی طرف اشارہ کیا کہ یہ کون لایا ہے؟ تو آپ نے عرض کی "میں" فقیر صاحب جوش میں آگئے آنکھیں سرخ تھیں۔ وجد میں کھڑے ہو کر زور سے ایک تھپڑ آپ کے چہرے پر مارا اور فرمایا ابھی "میں" بس اُسی وقت حضرت حافظ پاک پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ بقول میرے پدر و مرشد حضور قبلہ عالم منگانویؒ بعد میں فرماتے تھے کہ "میرا کام تو اُسی وقت ہوگیا تھا" یعنی فوراً قلب جاری ہوگیا۔

حضرت حافظ پاکؒ پر حضرت فقیر صاحب کی نگاہِ ولایت کا گاؤں میں ایسا چرچہ ہوا کہ ہر کوئی حضرت فقیر صاحب کا معتقد ہوگیا۔ اب "نواں" میں فقیر صاحب کی شخصیت اجنبی نہ تھی لوگوں کے قلوب و اذہان میں آپ کا ایک خاص مقام و مرتبہ پیدا ہو چکا تھا اسی لیے آپ "نواں" سے ہجرت کر کے نواب امیر محمد خان آف کالا باغ کی اسٹیٹ میں آگئے۔ اور پہاڑ کے دامن میں واقع ایک گاؤں "جابہ" کو اپنا مسکن بنا لیا۔ حضرت فقیر صاحب کے متعلق زیادہ تفصیل دستیاب نہیں، کون تھے، کہاں پیدا ہوئے اور کس خاندان سے تعلق رکھتے تھے، ایک دن صرف اتنا فرمایا "نیلی بار کا ترکھان ہوں اور قطب پاک کا غلام ہوں" اب خدا جانے کون سے ترکھان تھے لکڑیاں کاٹ کر کچھ بنانے والے یا قلب و روح کی تعمیر کرنے والے؟ البتہ ہمارے خاندان اور بزرگ پیر بھائیوں میں یہی مشہور ہے کہ آپ حضور قطب

عالم کے مرید اور اپنے وقت کے ابدال تھے۔

آخری سالوں میں فقیر صاحب کو ایک مرتبہ سندھیلیانوالی شریف بھی دیکھا گیا وہ اس طرح کہ حضرت اقدس دہڑویؒ مزار پُر انوار حضور قطبِ عالمؒ پر حاضری دے کر روضہ مبارک سے باہر نکلے تو سامنے حضرت فقیر صاحب کھڑے تھے۔آپ نے حضرت اقدس دہڑوی سے فرمایا۔"میں نے اپنا ایک آدمی تمہارے پاس بھیجا ہے" حضرت اقدس دہڑویؒ آپ کو دیکھتے ہوئے دست بستہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا" جناب وہ پہنچ گیا ہے"بس اس کے بعد آپ رخصت ہوئے۔حضرت فقیر صاحب کا مزار"جابہ" اسٹیٹ نواب آف کالا باغ میں ہے۔تا حال مزار شریف ایک پختہ کمرے میں محفوظ ہے اور ہر سال دیسی ماہ چیت کی منتخب اتوار کو بڑی دھوم دھام سے آپ کا عرس لگتا ہے

ع۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضور قطبِ عالمؒ کے وہ مریدین جنہیں حضرت پیر سید فضل حسین شاہؒ نے اجازت وخلافت عطا فرمائی

1۔حضرت پیر سید عبداللہ شاہ مشہدیؒ (قادر بخش شریف نزد کمالیہ)

آپ نے لڑکپن میں حضور قطبِ عالمؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔راقم الحروف نے بزرگ دُرویشوں کی زبانی سُنا۔حضور قطبِ عالمؒ کے چھوٹے فرزند پیر سید محمد غوثؒ کا 1926ء میں وصال ہوا۔تو حضور نے ان کے مزار شریف پر ایک مکان تعمیر کروایا۔جن دنوں یہ مکان زیرِ تعمیر تھا۔ہر روز مٹی گارے کے لیے کسی نہ کسی دُرویش کی ڈیوٹی لگائی جاتی اور حضور قطبِ عالمؒ ڈیوٹی پر مامور اشخاص کو نظر مبارک میں رکھتے۔ایک روز جس آدمی کی ڈیوٹی تھی وہ کسی وجہ سے بھول گیا۔پیر عبداللہ شاہ صاحب نے دیکھا گارا بنانے کوئی دُرویش نہیں آیا تو خود ہی اس کام میں مشغول ہو گئے۔حضور قطبِ عالمؒ باہر تشریف لائے تو آپ کو دیکھ کر فرمایا۔ڈیوٹی تو کسی اور کی تھی وہ کہاں گیا؟ پیر عبداللہ شاہ صاحبؒ نے عرض کیا،حضور! وہ کسی وجہ سے ڈیوٹی نہ دے سکا تو اس غلام نے اپنی سعادت سمجھی۔حضور قطبِ عالم آپ کے اخلاص سے نہایت مسرور ہوئے اور دعائیہ کلمات فرمائے۔کتاب" اربابِ طریقت" میں ہے آپ حضور قطبِ عالمؒ پر پروانہ وار عاشق تھے۔اور ادب کا یہ عالم تھا کہ جب حضور کی مجلس سے باہر آتے تو اُلٹے پاؤں چلتے تاکہ حضور کی طرف میری پیٹھ نہ ہو۔اکثر مجلس میں حاضر ہوتے تو وہاں بیٹھتے جہاں پیر بھائیوں کی جوتیاں پڑی ہوتیں۔اجازت وخلافت آپ کو حضرت پیر سید فضل حسین شاہ صاحبؒ نے عطا فرمائی۔میرے پاس ایک آڈیو کیسٹ ہے۔پیر سید اسرار حسین شاہ صاحبؒ جنوری 1978ء زندہ دُرویشان قطبِ عالمؒ کے انٹرویو لے رہے تھے تو کسی نے پیر عبداللہ شاہ صاحبؒ کی اجازت وخلافت کے بارے میں عرض کیا۔سائیں اسرار حسین نے فرمایا"انہیں خلافت میرے والد نے عطا فرمائی تھی۔البتہ ان کی بیعت حضور قطبِ عالمؒ سے تھی" پاس بیٹھے ہوئے میاں کریم بخش ہراج نے تائید کرتے ہوئے سائیں اسرار حسینؒ کی خدمت میں عرض کیا۔حضور! اس بارے خود میری پیر عبداللہ شاہ صاحبؒ سے جو بات چیت ہوئی میں وہ من وعن عرض کر دیتا ہوں"ایک مرتبہ کسی درویش نے مجھے بتایا کہ پیر عبداللہ شاہ نے سائیں کھوہ پاک والوں کے بارے کوئی بے ادبی کی بات کہی ہے۔مجھے بڑا رنج ہوا یہاں دربار شریف پر اُن کا ڈیرہ ہمارے گھر کے نزدیک ہوتا تھا۔وہ یہاں آئے تو میں جان بوجھ کر اُن سے نہ ملا۔ایک دن حضور(سائیں اسرار حسین کے عہدِ سجادگی کا واقعہ ہے) کچہری برخاست کر کے گھر تشریف لے

گئے۔ پیر عبداللہ شاہ صاحب بھی حضور کی مجلس سے اُٹھ کر اپنے ڈیرہ پر آ رہے تھے کہ راستے میں اُن سے میرا آمنا سامنا ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا کریم بخش! ہم تمہارے ہمسائے میں رہتے ہیں۔ پہلے تم ملا کرتے تھے اب اتنے دن ہو گئے ہیں ایک مرتبہ بھی ملنے نہیں آئے؟ میں نے عرض کیا سچی بات یہ ہے کہ میں نے اس طرح کا واقعہ سنا۔ جس سے مجھے رنج پہنچا ہے اور اسی وجہ سے نہیں ملنے آیا۔ انہوں نے میرا بازو پکڑ لیا ان کے ہمراہ دو، تین سو مریدین تھے۔ مجھے اپنی قیام گاہ پر لائے۔ اپنے پلنگ کے سامنے میرے لیے ''پیہڑی'' ڈلوائی اور مجھے وہاں بٹھا کر اپنے مریدین کی موجودگی میں یہ واقعہ سنایا کہ ''حضور قطبِ عالمؒ نے اپنے وصال کے تین ماہ بعد مجھے خواب میں اجازت عطا فرمائی اب ظاہراً اجازت سائیں فضل پاکؒ نے دینی تھی۔ اُن کی اجازت کے بغیر میں کسی کو مرید نہیں کر سکتا تھا۔ میں یہاں سائیں فضل پاکؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے خواب میں حضور قطبِ عالمؒ نے اجازت عطا فرمائی ہے اب ظاہراً جناب سے لینی ہے؟ آپ نے فرمایا ''نہ تم میرے مرید ہو نہ میں نے تمہیں اجازت دینی ہے'' میں نے عرض کی ''جناب! میں نے حضور قطبِ عالمؒ سے بیعت کی تھی۔ پھر حضور کے بعد از وصال جناب سے بیعت کی ہے'' لیکن آپ نے توجہ نہ فرمائی اور اُٹھ کر گھر چلے گئے۔ پچھلے پہر کچہری لگی تو سائیں شیرن پاکؒ بھی تشریف رکھتے تھے۔ میں نے دوبارہ عرض کی کہ میں حضور کا ہی مرید ہوں۔ مگر آپ نہ مانے، میں کچھ مزید عرض کرتا تو قلندر فقیر کی زبان مبارک سے جلال میں کوئی کلام نکل جاتا۔ سائیں شیرن پاکؒ نے فوراً مجھے فرمایا ''عبداللہ شاہ تو جبراً خلافت لینا چاہتا ہے۔ خاموش ہو جاؤ'' میں حضور کے حسبِ ارشاد خاموش ہو گیا اور گھر چلا گیا۔ تین مہینے مجھے کوئی خواب نہ آیا۔ تیسرے مہینے دوبارہ حضور قطبِ عالمؒ کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا ''تم فتحپور شریف چلے جاؤ'' میں صبح اُٹھ کر فتحپور شریف چل پڑا۔ جب وہاں پہنچا تو سائیں شیرن پاک نمازِ عصر کے لیے وضو فرما رہے تھے۔ میں جا کر قدمبوس ہوا۔ حضور نے مجھے دیکھا تو اپنی انگلی مبارک اُٹھائی اور تین مرتبہ فرمایا ''عبداللہ شاہ! جس طرح پیر کہے اُسی طرح ماننا جا'' تمہیں اب اجازت ہے۔ یہی سبق سکھانا تھا کہ جس طرح پیر کہے۔ اُسی طرح مان لے۔ میں نے عرض کی، حضور تو اجازت نہیں دیتے۔ فرمایا'' اب جاؤ اجازت مل جائے گی'' میں سیدھا سندھیلیانوالی شریف پہنچا۔ سائیں فضل پاک کچہری لگا کر بیٹھے تھے۔ میں نے تمام قصہ من وعن عرض کر دیا۔ کہ مجھے سائیں شیرن پاکؒ نے بھیجا ہے تو آپ نے فوراً اجازت مرحمت فرما دی۔

یہ واقعہ سُنا کر پیر عبداللہ شاہ صاحبؒ نے فرمایا ''اگر سائیں فتحپور شریف والے نہ ہوتے تو میں اپنی ضد میں رہتا اور نافرمانی کرتا۔ پتہ نہیں قلندر فقیر (سائیں فضل پاکؒ) کی زبان سے کیا کلام نکل جاتا۔ سائیں شیرن پاکؒ نے پہلے مجھے خاموش کرا دیا۔ پھر میں حضور کے حکم پر فتحپور شریف حاضر ہوا تو مجھے سبق بھی دیا اور خود یہاں بھیجا۔ میرے اوپر اس قدر آپ کا احسان ہے کہ میں تو اُن کی اولاد، در اولاد کی بھی بے ادبی نہیں کر سکتا؟۔ پھر قسم اُٹھا کر فرمایا میں نے کبھی سائیں کھوہ پاک والوں کے بارے گستاخی نہیں کی تجھے غلط بتایا گیا ہے۔'' آپ کی خانقاہ قادر بخش شریف سے شائع ہونے والی کتب میں بھی ایسے شواہد موجود ہیں۔ جو مندرجہ بالا بیان کی تائید کرتے ہیں۔

اوّل:۔ آپ کے فرزند سید محمد ظفر شاہ صاحب نے کتاب ''قلبِ سلیم'' (ملفوظاتِ عالیہ پیر سید عبداللہ شاہؒ) کے شروع میں جو آپ کے حالات قلمبند کیے ہیں۔ صفحہ 39 پر آپ کا سنِ ولادت 1898ء تحریر کیا پھر آگے صفحہ 49 پر

لکھتے ہیں آپ کو تیس سال کی عمر میں خرقۂ خلافت عطا ہوا۔ اس حساب سے اجازت وخلافت کا سال 1928ء بنتا ہے جو بالکل درست ہے۔ کیونکہ اس سے گذشتہ سال 1927ء میں حضور قطبِ عالمؒ وصال فرما چکے تھے۔ اور یہ حضرت پیر سید فضل حسین شاہ صاحبؒ کی سجادگی کا پہلا سال تھا۔

دوم:۔ آپ کے فرزندِ اکبر اور سجادہ نشین پیر سید محمد نواز شاہ صاحب کی دربار قادر بخش شریف سے جو"سوانح حیات" شائع ہوئی ہے اُس کے صفحہ 20 پر حضرت پیر سید عبداللہ شاہ صاحب کے احوال میں لکھا ہے" آپ کو خلافت حضرت قطب الاقطاب سے ملی جن کا آستانہ عالیہ سندھیلیانوالی شریف میں موجود ہے۔ طرفہ یہ کہ آپ کو خلافت شیخ قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد عطا ہوئی خلافت کے درجہ پر فائز ہونے پر آپ کے شیخ سید قطب علی شاہ صاحبؒ نے آپ کو لوگوں سے توبہ لینے اور بیعت کا حکم فرمایا تو آپ خاموش رہے"

حضرت پیر عبداللہ شاہ صاحب نہایت منکسر المزاج اور کریم النفس بزرگ تھے۔ سینکڑوں لوگ آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے۔ بوقت وصال "قطب، قطب" کا وِرد کرتے ہوئے 29 جون 1961ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ دوسرے روز قادر بخش شریف میں آپ کی تدفین ہوئی۔ جہاں آپ کا خوبصورت روضہ مبارک مرجعٔ خاص وعام ہے۔

2۔ جناب پیر محمد رمضان قریشیؒ (محلہ چڑھ، کمالیہ شہر)

آپ کے انٹرویو پر مشتمل آڈیو کیسٹ میرے پاس ہے جو سائیں اسرار حسین کی موجودگی میں 10 جنوری 1978ء کو لیا گیا۔ آپ بتاتے ہیں ہمارے خاندان میں حضور قطبِ عالمؒ کا میاں شام دین سب سے پہلے مرید ہوا اور ہمیں اُسی نے سندھیلیانوالی شریف کا راستہ دکھایا۔ میں تیئس، چوبیس سال کی عمر میں حضور کا مرید ہوا اور سولہ، سترہ سال حضور کا زمانۂ حیات پایا (اس حساب سے تقریباً سنِ ولادت 1887ء اور مرید ہونے کا سال 1910ء بنتا ہے۔ فتح پور شریف سائیں شیرن پاکؒ کے پہلے عرسِ مبارک پر 1933ء میں سائیں فضل پاک نے اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ سائیں غلام رسول کھوہ پاک والے بھی تشریف رکھتے تھے۔ کچہری میں کافی درویش اور خُلفاء مثلاً پیر سردار علی شاہؒ (دھڑوی)، پیر سخی محمدؒ (سعد اللہ پوری)، مولانا غلام محمدؒ (جلوآنوی)، میاں سلطان قصاب اور میاں نور الصمد وٹو بھی موجود تھے۔ قاضی الٰہی بخش حاضر نے کتاب "وفاتِ حسرت آیات حضرت قطب عالمؒ" میں آپ کا ذکر اس طرح قلمبند کیا ہے۔

بھی رمضان محبت سائیاں دا، سدا کمالیے رہندا	اصل قریشی کسب کماوے اوہ بارود گراندہ
وہ وا فضل حسینؒ خلیفے جد دستار سُہائی	اگے نالوں ہر کم دے وچ آوندا قدم ودھائی

لوگوں کی ایک کثیر تعداد آپ کے دامن سے زابستہ ہو کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہوئی۔ نہایت منکسر المزاج شخصیت کے حامل بزرگ تھے۔ آپ کے خطوط کا ایک ذخیرہ جو حضرت شیر یزدانی فتحپوریؒ اور سائیں کھوہ پاک والوں کی خدمت میں تحریر گئے راقم الحروف کے پاس "کتابخانہ ابنِ کرم" میں محفوظ ہیں۔ آپ کا کچھ غیر مطبوعہ کلام بھی میرے پاس موجود ہے۔ آپ کے فرزند پیر ابدال حسین صاحب میرے احباب میں سے ہیں۔ آپ نے 13 اکتوبر 1978ء کو وصال فرمایا اور اپنے دولتکدہ محلہ چڑھ میں تدفین ہوئی۔ جہاں آجکل آپ کا روضہ شریف مرجعٔ خلائق ہے۔

3۔ جناب پیر حقنواز چشتیؒ (شیخ برہان نزد کمالیہ)

آپ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی اولاد میں سے تھے۔ بچپن میں اپنے نانا، شیخ کبیر چشتی کے ہاں رہتے تھے کہ پیر سید محمد شاہ صاحب ساکن سید موسیٰ انہیں حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں لائے، اس وقت ان کی عمر 9 سال تھی جب حضور قطبِ عالمؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ دو سال بعد حضور کا وصال ہو گیا (اس حساب سے سنِ ولادت 1916ء اور مرید ہونے کا سال 1925ء بنتا ہے) پھر آپ نے تجدید بیعت حضرت پیر سید فضل حسین شاہ صاحبؒ سے کی اور تکمیل سلوک کے بعد اجازت و خلافت پائی۔ سائیں فضل پاک جب پہلی مرتبہ اُن کی دعوت پر تشریف لائے تو آپ کی معیت میں پیر دُر شاہ صاحب و پیر غلام مرتضیٰ شاہ صاحب اور بھی کافی درویش تھے۔ حضور نے آپ کی نیاز مندی اور اخلاص سے خوش ہو کر اس جگہ کا نام ''قطب پور'' تجویز فرمایا۔ پیر حقنواز صاحبؒ نے 1965ء میں وفات پائی کافی لوگ آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ خلفاء کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

1۔ میاں غلام محمد ریما (D-96 ضلع پاکپتن) 2۔ سید لال شاہ (GD-48 نور شاہ ضلع ساہیوال)
3۔ پیر بہادر علی چشتی (GD-48 نور شاہ ضلع ساہیوال) 4۔ پیر کرم شاہ چشتی (الحمراء ہوٹل پاکپتن)
5۔ میاں سلطان محمد قریشی (فیصل آباد شہر)

(مندرجہ بالا تمام معلومات آپ کے بڑے فرزند اور سجادہ نشین پیر محمد حسین صاحب نے مورخہ 17 جولائی 2005ء کو ڈاکٹر غلام علی سکنہ سندھیلیانوالی شریف کو بتائیں)

4۔ میاں غلام محمد چنڑ سکنہ L-4\33 ''جھوک چنڑاں''

حضور قطب عالمؒ اپنے وصال سے تقریباً تین ماہ قبل ہاتھی پر سوار ہو کر ''جھوک چنڑاں'' تشریف لے گئے تو ہر درویش کی خواہش تھی۔ کہ حضور میرے ہاں قیام فرمائیں۔ جب لوگ آپس میں جھگڑا کرنے لگے تو حضورؒ نے فرمایا ''جہاں میرا ہاتھی بیٹھ جائے گا میں وہیں قیام کروں گا'' اور ہاتھی میاں غلام محمد کے گھر بیٹھا تھا۔ ان کے بارے مزید تفصیل معلوم نہ ہو سکی، ذیل میں چھ اشخاص کے نام تحریر کیے جاتے ہیں جو اجازت یافتہ تھے مگر انکے احوال دستیاب نہ ہو سکے

5۔ میاں نور محمد سہو ولد حضرت میاں محمد فاضل سہریانوالہؒ، سکنہ دودہ شریف نزد ہڑپہ شہر۔
6۔ میاں محمد مقیم چنڑ سکنہ L-4\33 ''جھوک چنڑاں'' ضلع اوکاڑہ (ساہیوال سے بنگلہ حیات روڈ)
7۔ حافظ شاہنواز صاحب۔
8۔ میاں اللہ یار کانجن (نزد دربار ماموں کانجن)
9۔ میاں عبداللہ مہانا، ان کی ہمشیرہ صاحبہ حضور قطب عالمؒ کے عقد میں تھیں جن سے حضور کے چھوٹے فرزند پیر سید محمد غوث تولد ہوئے۔
10۔ میاں جیون علی سکنہ موضع 87/12 جیون آباد) نزد بنگلہ اُکاں والہ

☆حضور قطبِ عالمؒ کے وہ مریدین جنہیں آپ کے خلفاء یا آگے اُن کے خلفاء نے اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

1۔ پیر فتح شاہ نیکوکارہ

2۔ پیر مکھن شاہ نیکوکارہ

3۔ میاں غلام فرید چنّن (سکنہ چکنمبر 260،گ،ب جھوک چنّن اسماعیل خان المعروف بوڑیخاں والہ ڈاکخانہ رجانہ تحصیل وضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ)

اِن تینوں اشخاص کو حضرت میاں اللہ یار کملانہ نے اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ میاں غلام فرید کے انٹر ویو کی آڈیو کیسٹ میرے پاس موجود ہے۔ وہ بتاتے ہیں میرے والد پہلے ہی حضور قطبِ عالمؒ کی بیعت سے مشرف تھے۔ میری عمر پندرہ سولہ سال ہوگی کہ وہ مجھے 1911ء میں حضور کی خدمت میں لے گئے اور مرید کروایا۔ حضور قطبِ عالمؒ مجھے فرماتے ''تو ہمارا پہلوان ہے'' میاں صاحب کئی سال پیر سید اسرار حسین شاہ صاحبؒ کے مختارِ عام بھی رہے۔

☆پیر سید اشرف شاہ بخاری (سکنہ چک نمبر 216،گ،ب محمد والہ، جڑانوالہ روڈ، فیصل آباد)

آپ کے مرید ہونے کا واقعہ میاں سراج دین چنّن (سکنہ چک نمبر 260 گ،ب بوڑیخاں والہ) نے اپنے انٹرویو میں اسطرح بیان کیا ''ایک مرتبہ اپنے گاؤں کے قریب ہی میں نے راستے پر گزرتے ہوئے دیکھا کہ ایک نوجوان سید صاحب اپنے مریدوں کے پاس آئے ہوئے ہیں اور لوگوں کو مرید کر رہے ہیں۔ میں بھی وہاں کھڑا ہوگیا۔ عجیب منظر دیکھا ان کے ہاتھ میں قینچی تھی جو مرید ہونے کے لیے آگے بڑھتا۔ وہ قینچی سے اس کے بال کاٹ دیتے کوئی سبق یا وظیفہ نہ سمجھاتے۔ میں نے انہیں کہا۔ ایسے تو مرید نہیں کیا جاتا۔ یہ آپ کا طریقہ غلط ہے؟ انہوں نے مردوں، عورتوں کو اپنے پاس سے اُٹھا دیا اور مجھے کہنے لگے پھر تم مجھے اپنا مرید کرواور بیعت کا طریقہ سمجھاؤ؟ اُن کا نام سید اشرف شاہ تھا اور سید احمد شاہ ''کھیاں کھانے'' کے پوتے تھے۔ میں نے انہیں کہا۔ مجھے اجازت نہیں ہے۔ البتہ اپنے پیرومرشد حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں آپ کو لے جا کر مرید کرواتا ہوں۔ وہ فوراً تیار ہوگئے۔ دوسرے روز ہم دونوں سندھیلیانوالی شریف حاضر ہوئے تو حضور کچہری لگا کر بیٹھے تھے۔ ہمیں دیکھا تو حضور قطبِ عالمؒ خود ہی مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگے ''سراج دین! یہ احمد شاہ ''کھیاں کھانے'' کا پوتا کہاں سے پکڑا ہے؟'' میں نے عرض کیا۔ حضور! میری کیا مجال ہے آپ نے ہی پکڑا ہے۔ سید صاحب آتے ہی حضور کے قدموں پر گر کر رونے لگے اور مرید ہونے کے لیے درخواست پیش کی۔ حضور نے فرمایا فارغ ہو کر کرتے ہیں۔ جب کچہری برخاست ہوئی تو حضور قطبِ عالمؒ انہیں تنہائی میں لے گئے اور بیعت سے مشرف فرمایا۔

سائیں فضل پاکؒ کے دورِ سجادگی میں حضرت میاں محمد فاضلؒ سہریانوالہ نے انہیں سائیں فضل پاکؒ سے مانگ لیا اور تکمیل سلوک کے بعد اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ آپ شاعری سے شغف رکھتے تھے۔ ''دیوانِ اشرف'' کے نام سے آپ کا مجموعۂ کلام طبع ہو چکا ہے۔

2۔حافظ عاشق حسین انصاری (سکنہ ڈونگا بونگا تحصیل منچن آباد ضلع بہاولنگر)

بچپن میں حضور شیرِ یزدانی سید شیر محمد گیلانیؒ کی مشہور کتاب ''مکتوباتِ عشق'' نظر سے گزری تو مرید ہونے کا شوق پیدا ہوا۔ سندھیلیانوالی شریف حاضر ہوئے اور حضور قطبِ عالمؒ کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضور کے بعد از وصال تکمیلِ سلوک حضرت میاں فاضل سہریانوالہ سے کی اور اجازت و خلافت پائی۔ پنجابی شاعری میں ایک کتاب ''فیضانِ عاشق'' یادگار رہے آپ کی وفات 11 ستمبر 1982ء میں ہوئی۔

☆1۔پیر مراد علی شاہ نیکوکارہ (سکنہ L-9\130 تحصیل و ضلع ساہیوال)

آپ کی ولادت بستی شاہ شکور موضع باغ (جھنگ) میں 1894ء کو ہوئی۔ کتاب ''تذکرۃ الاصفیاء'' میں ہے آپ کو مرشدِ کامل کی جستجو ہوئی تو اس وقت حضور قطبِ عالمؒ کا بڑا چرچا تھا۔ آپ کی تمام برادری بھی حضور کی مرید تھی۔ لیکن تا حال کوئی خرقۂ خلافت کا حامل شخص نمودار نہیں ہوا تھا۔ اس وجہ سے آپ کے دل میں یہ ناقص خیال پیدا ہو گیا کہ شاید اُن کے مرشد میں یہ کمال نہ ہو کہ اپنے مریدوں کو راہِ سلوک کی منزلوں سے پار کر سکیں۔ آپ بَسی شریف ضلع ہوشیار پور گئے وہاں میاں شاہ محمد خاں چشتی ایک بزرگ تھے۔ جب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا'' آپ نے اپنے قریب ہی کامل و اکمل ولی اللہ کو چھوڑ کر اتنا طویل سفر کیوں اختیار کیا؟'' جس پر آپ نے کہا انہوں نے مجھے مرید ہی نہیں کیا۔ تو حضرت میاں صاحب نے فرمایا جاؤ میں انہیں تمہاری سفارش کروں گا۔ وہ تمہیں مرید کر لیں گے'' چنانچہ آپ نے واپس آتے ہوئے سندھیلیانوالی شریف کا سفر اختیار کیا جب پیر محل ریلوے اسٹیشن اُترے تو دربار شریف کی طرف پیدل روانہ ہوئے۔ کچھ سفر طے کرنے کے بعد دل میں خیال گزرا کیوں نہ پہلے گھر جاؤں اور بعد میں آ کر بیعت کروں گا۔ چنانچہ واپس گھر کی طرف چل پڑے۔ راستے میں ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ وہاں ایک شخص گھر کے باہر بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ آپ بھی ذرا تھکاوٹ دور کرنے کے لیے اُس کے پاس جا بیٹھے اور حقہ طلب کیا۔ اس شخص نے کہا'' تم میرے مرشدِ کامل کو چھوڑ کر گھر جا رہے ہو لہٰذا میں تمہیں حقہ نہیں دونگا'' یہ بات سنی تو حیران رہ گئے جس شیخ کے غلام کا یہ حال ہو۔ وہ خود کس مقام و مرتبہ کا حامل ہو گا۔ فوراً اس شخص سے وعدہ کیا اور اکٹھے سندھیلیانوالی شریف چل پڑے۔ شام کو وہاں پہنچے تو حضور گھر میں تشریف لے گئے تھے۔ معلوم ہوا، آپ صبح باہر تشریف لائیں گے۔ رات دربار شریف پر گزاری۔ صبح حضور قطبِ عالمؒ باہر تشریف لائے اور سیدھے اپنے باغیچہ میں چلے گئے۔ حضور کا معمول تھا۔ صبح پہلے باغیچہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ وہاں لوگوں کو بیعت فرماتے اور بعد میں درویشوں کی مجلس میں آتے۔ چنانچہ باغیچہ میں حضور نے ایک درویش کو حکم دیا جو شخص ''بَسی شریف'' سے آیا ہے اس کو لے آؤ، درویش نے بہ آواز بلند اعلان کیا جو شخص ''بَسی شریف'' سے آیا ہے حضور اُسے یاد فرما رہے ہیں۔ اس اعلان پر آپ نے عمل نہ کیا اور سوچا میں تو جھنگ کا رہنے والا ہوں، کسی شخص کے نہ آنے پر حضور قطبِ عالمؒ نے دوبارہ اُسے فرمایا جو شخص ''بَسی شریف'' سے آیا ہے اور اس نے وہاں شکایت بھی کی ہے۔ اُسے بلاؤ؟ چنانچہ درویش کے دوبارہ اعلان پر تیر نشانے پر جا لگا اور آپ دست بستہ حاضرِ خدمت ہو گئے۔ حضور قطبِ عالمؒ نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا'' ایسا خیال نہیں کرنا چاہیے۔ تمہاری برادری تو

یہاں پیر بن کر آتی ہے درویش بننے کے لیے نہیں آتی اس لیے ہم بھی کہہ دیتے ہیں۔ یہ پیرزادے ہیں ان کی خدمت، مدارت کرو یہی وجہ ہے کہ وہ فیض سے محروم ہیں۔ یہاں پر تو درویش بننا پڑتا ہے'' اس کے بعد آپ حضور کی بیعت سے مشرف ہوئے اور گاہے بگاہے حاضری دیتے رہے۔ جب آپ جھنگ سے ہجرت کر کے ضلع ساہیوال منتقل ہو گئے تو حضور قطب عالمؒ نے فرمایا پہلے سندھیلیانوالی شریف آپ کو نزدیک تھا۔ اب زیادہ مسافت کی وجہ سے میرے خلیفہ سید سخی محمد شاہؒ تمہارے نزدیک ہیں۔ ان کے پاس آتے جاتے رہا کرو۔ لہٰذا آپ بعد میں پیر سخی محمد شاہؒ کی معیت میں ہی رہے۔ انہوں نے تکمیلِ سلوک کے بعد آپ کو اجازت وخلافت عطا فرمائی کئی لوگ حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے اور آپ کی روحانی تربیت سے دارین میں کامیابی حاصل کی، آپ نے 31 اکتوبر 1979ء بروز جمعرات وصال فرمایا اور اپنے گاؤں میں ہی تدفین ہوئی۔

2۔ میاں محمد علی سیال (سکنہ چک نمبر 285، گ، ب نزد رجانہ)

آپ نے بھی خرقۂ خلافت حضرت پیر سخی محمد شاہؒ سے حاصل کیا۔ شاعری سے بھی شغف رکھتے تھے۔ ان کا ایک پنجابی، قلمی مجموعۂ کلام راقم الحروف کے پاس ''کتابخانہ ابنِ کرم'' میں محفوظ ہے۔ آپ حکمت سے بھی شغف رکھتے تھے۔ دیسی ماہ ساون کی سات تاریخ کو بدھ کے روز 1953ء میں وصال فرمایا۔

3۔ پیر فلک شیر چشتی (سکنہ شیخ برہان نزد کمالیہ)

آپ کے انٹرویو پر مشتمل آڈیو کیسٹ میرے پاس موجود ہے جس میں بتاتے ہیں ''میں نے اپنی آنکھوں سے پہلے حضور قطب عالمؒ کی ایک کرامت ملاحظہ کی۔ پھر مرید ہوا میری عمر اس وقت 11 سال تھی۔ حضور یہاں کمالیہ میں انجمن اسلامیہ کے سالانہ جلسہ کی صدارت کے لیے تشریف لائے تھے۔ میاں شام دین قریشی کے ہاں حضور کا سائبان لگایا گیا۔ میں اپنے ماموں پیر بہادر شاہ کے ہمراہ زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ اس زمانے بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط سالی تھی۔ بلیاوہنیوال نے بڑی عاجزی کے ساتھ بارش کے لیے عرضداشت پیش کی۔ حضور قطب عالمؒ نے ہاتھ اُٹھائے اور طویل دعا مانگی۔ پھر کیا تھا۔ گھنٹہ، آدھا ہی گزرا ہوگا۔ کہ اتنی بارش ہوئی کہ پہلے حضور جامع مسجد کمالیہ پیدل جایا کرتے تھے۔ اب پیدل جانا ممکن نہ تھا اور حضور ٹانگے پر تشریف لے گئے۔ انہیں بھی اجازت وخلافت حضرت پیر سخی محمد شاہؒ نے عطا فرمائی۔

☆1۔ جناب میاں نور محمد کملانہ ولد حضرت میاں اللہ یار کملانہؒ (جلالپور شریف کملانہ تحصیل شورکوٹ)

آپ حضرت میاں اللہ یار کملانہ کے فرزندِ اکبر تھے۔ بیعتِ صحبت حضرت پیر سید سردار علی شاہ دہڑویؒ سے کی اور تکمیلِ سلوک کے بعد اجازت وخلافت حاصل کی۔ حضرت اقدس دہڑویؒ آپ سے نہایت اُنس رکھتے تھے۔ ایک سبب اُن کے والدِ ماجد سے محبانہ قدیم تعلق بھی تھا۔ حضرت اقدس دہڑوی نے مضافاتِ تاندلیانوالا میں جب دوسری شادی کی تو اپنی اہلیہ محترمہ کی چھوٹی بہن کا عقد میاں نور محمد صاحب سے کروایا۔ اور ہم زُلف ہونے کا بھی اعزاز بخشا۔ راقم الحروف کے والدِ ماجد اور جدِ بزرگوار سے حضرت میاں صاحب کے ہمیشہ محبانہ مراسم رہے۔ آپ نے 14 دسمبر 1992ء کو وصال فرمایا اور اپنے والدِ ماجد کے روضہ مبارک کے باہر قدموں کی طرف تدفین ہوئی۔

2۔پیر حسین شاہ صاحبؒ (ڈھگ شریف سیداں والہ نزد عارف والہ)

آپ نے پچیس سال کی عمر میں حضور قطبِ عالمؒ سے بیعت کی۔ایک سال بعد حضور کا وصال ہوگیا۔پھر کچھ عرصہ بعد فتحپور شریف حاضری کا شعار بنایا حضرت شیرِ یزدانیؒ کا فیضانِ صحبت بھی دو سال ہی میسر آیا بعد ازاں نہایت پریشان رہنے لگے۔کہ شاید یہ نعمت میرے نصیب میں نہیں۔دو، تین سال گریہ وزاری کرتے گزرے۔اسی خیال میں تھے کہ ایک روز خواب میں حضور شیرِ یزدانیؒ کی زیارت نصیب ہوئی۔آپ نے فرمایا گھبرانے کی ضرورت نہیں تمہارا فیض دہڑ شریف میں ہے۔لہذا یہ دہڑ شریف حاضر ہوئے اور حضرتِ اقدس دہڑوی سے بیعتِ صحبت اختیار فرمائی، پھر تکمیل سلوک کے بعد تقریباً 55 سال کی عمر میں اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔آپ نے 10 دسمبر 1980ء کو وصال فرمایا۔

☆1۔پیر سید محمد شاہ گیلانیؒ (کماپور شریف نزد فیصل آباد انٹر چینج)

آپ حضور قطبِ عالمؒ کے مرید تھے۔ایک مرتبہ خط میں لکھا۔بعض لوگ مجھ سے بیعت کے لیے اصرار کرتے ہیں۔حضور نے جواب تحریر فرمایا۔''تمہارے دل میں خود بخود یہ بات کیوں آئی ہے۔لہذا مجھ سے تمہاری بیعت ٹوٹ گئی ہے۔اگر میرا ہی مرید رہنا ہے تو دوبارہ آکر بیعت کرو''یعنی حضور قطبِ عالمؒ از خود بیعت کے لیے کس قدر سختی فرماتے تھے۔یہ دوبارہ حاضر ہوئے اور تجدیدِ بیعت کی۔آپ بیک وقت عالم، عاشق اور عارف بزرگ تھے۔تین کتابیں 1۔اسرار التوحید 2۔گلشنِ اسرار 3۔قصہ شہزادہ بے نظیر (منظوم پنجابی) یادگار ہیں اور چوتھی کتاب ابھی طبع نہیں ہوئی۔آپ حضور قطبِ عالمؒ کے بعد از وصال حضور شیرِ یزدانی کی خدمت میں بھی کافی عرصہ آتے جاتے رہے۔راقم الحروف کے پاس ''کتابخانہ ابنِ کرم'' میں آپ کے چند قلمی خطوط محفوظ ہیں۔جو حضور شیرِ یزدانیؒ کی خدمت میں لکھے گئے۔بعد ازاں آپ حضرت پیر غلام محمد جلوآنویؒ کی خدمت میں بھی آتے جاتے رہے۔اجازتِ بیعت آپ کو پیر جلوآنویؒ نے عطا فرمائی۔کافی لوگ آپ کے دامنِ ولایت سے وابستہ ہو کر منزلِ مراد کو پہنچے۔آپ نے 12 نومبر 1983ء کو وصال فرمایا اور اپنے گاؤں کی جامع مسجد کے جنوبی کونہ میں تدفین ہوئی جہاں آجکل روضہ شریف مرجع خاص وعام ہے۔آپ کے پوتے اور سجادہ نشین سید عباس حیدر شاہ ولد سید نسیم اظہر شاہ (م:23 اپریل 2009ء) راقم الحروف کے دوستوں میں سے ہیں اور گاہے بگاہے منگانی شریف آتے رہتے ہیں۔

☆1۔میاں شاہ محمد سرگانہ سکنہ 715، ک، ب، ویسراں والہ تحصیل کمالیہ (التوفی، 24 ماگھ 1952ء)

2۔میاں حامد مرالی

3۔میاں شمس الدین جویا

اِن تینوں اشخاص کو جناب میاں محمد علی سیال سکنہ چکنمبر 285، گ، ب، رجانہ نے اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

حضرت مولٰینا نور محمد قادریؒ:۔

اپنے عہد کے معروف عالم، شاعر اور کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ آپ کے اٹھائیس، چھوٹے بڑے رسائل جو نظم و نثر پر مشتمل ہیں۔ راقم الحروف نے ان کی فہرست دیکھی ہے۔ آپ کے مرید ہونے کا واقعہ مجھے ٹیلی فون پر 18 جولائی 2011ء کو ان کے چھوٹے فرزند صاحبزادہ غلام مرتضٰی نے کچھ اس طرح سُنایا کہ، میرے والد فرمایا کرتے "میں سند ھیلیانوالی شریف بیعت کے لیے حاضر ہوا۔ کچہری لگی ہوئی تھی۔ دُرویشوں کے رش کی وجہ سے میں نہ حضور قطبِ عالمؒ کی دست بوسی کر سکا اور نہ اپنا مدعا عرض کیا اور دُرویشوں کے پیچھے ہی بیٹھا رہا۔ حضور مجلس سے فارغ ہو کر اپنے حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے تو ایک دُرویش کو فرمایا۔ باہر ایک شخص سبز پگڑی والا بیٹھا ہو گا۔ اُسے میرے پاس بلا کر لاؤ۔ سبز پگڑی میں نے ہی باندھ رکھی تھی۔ وہ مجھے حضور کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے دیکھتے ہی مجھے فرمایا، تیرا وضو ہے؟ عرض کیا جی ہاں، اور کہنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ حضور نے دستِ بیعت سے مشرف فرمایا کیونکہ آپ روشن ضمیر تھے۔ حضور قطبِ عالمؒ کے بعد از وصال، حضرت میاں محمد فاضل سہوؒ، حضرت پیر سید سخی محمد شاہؒ اور حضرت پیر سید سردار علی شاہ دہڑویؒ نے آپ کو اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ جس کی تفصیل آپ نے ایک رسالہ "سلسلہ قادریہ قطبیہ" میں خود تحریر کی ہے۔

آپ کے فرزند صاحبزادہ غلام مرتضٰی میرے احباب میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے والدِ ماجد کی متعدد تصانیف مجھے بطور تحفہ ارسال کیں۔ بقول اُن کے آپ نے ۱۴ ذیعقد ۱۳۹۴ھ بمطابق 28 نومبر 1974ء بروز جمعرات شام چھ بج کر بیس منٹ پر وصال فرمایا اور اپنے گاؤں چکنمبر 17 میں ہی تدفین ہوئی۔

حضرت پیر سید مبارک شاہ بغدادیؒ:۔

آپ گڑھ بغداد کے معروف بزرگ حضرت شاہ حبیب اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کی ولادت 1900ء میں بمقام ساہنجروال ضلع جھنگ میں ہوئی۔ آپ نے اپنی زندگی خدمتِ قرآن کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ جہاں بھی گئے یہی کوشش فرماتے دینی مدرسہ کھولا جائے۔ آپ نے نوجوانی میں حضرت خواجہ عبید اللہ ملتانیؒ کے فرزند و جانشین حضرت مولٰینا عبدالرحمن عربیؒ (المتوفی ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ) سے بیعت کی (بحوالہ رسالہ "بغداد سے بغداد تک")۔ ان کے وصال کے بعد بیعتِ صحبت حضور قطبِ عالمؒ سے اختیار کی اور گاہے بگاہے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ آپ کی بیعت سے متعلق اس مشہور واقعہ سے بھی تائید ملتی ہے۔ حضرت پیر سید سردار علی شاہ بخاریؒ (دہڑ شریف) اپنی کتاب "تحفہ عرفانی" میں لکھتے ہیں "ایک مرتبہ سند ھیلیانوالی شریف دورانِ مجلس پیر مبارک شاہ بغدادیؒ نے حضور شیرِ یزدانی فتحپوریؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ "حضور! بڑے بڑے عالم ہمارے سامنے بات نہیں کر سکتے مگر سید سردار علی شاہ صاحبؒ جو بظاہر اُمّی ہیں۔ جب بات کرتے ہیں تو کمال کر دیتے ہیں۔" حضور شیرِ یزدانیؒ نے فرمایا "اس شخص سے پوچھو کونسا چلّہ یا وظیفہ کیا ہے؟" تھوڑی دیر بعد فرمانے لگے" اس نے لنگر کے جانوروں کا گوبر سَر پر اُٹھایا ہے اور یقین سے خدمت کی ہے" پھر پیر مبارک شاہ صاحب سے

مخاطب ہو کر فرمایا ''اے بھائی! اگر یہ طریقہ نہ اختیار کرے گا۔ گو تو میرا پیر بھائی بھی ہے۔ لیکن اپنا علم اور اس پر عمل کرنے سے تجھے فلاح نہ ہوگی'' اور تمام مجلس تسلیم سے خاموش ہوگئی۔

پیر مبارک شاہ صاحبؒ کے پوتے سید فواد الحبیب شاہ نے مجھے بتایا کہ میں نے بعض بزرگ دُرویشوں کی زبانی سُنا۔ آپ نے حضور قطب عالمؒ سے بیعت کی تھی۔ یہ تو عام بیان کیا جاتا ہے کہ حضور قطب عالمؒ کے بعد از وصال ایک روز پیر مبارک شاہ صاحبؒ نے دل میں سوچا کہ حضور چلے گئے اور میں نے معرفت کا راز بھی نہ جانا۔ اُسی رات آپ کو خواب میں حضور کی زیارت ہوئی اور حضرت قطب عالمؒ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے بطور سبق ارشاد فرمایا

''مجھ کا رکھن اُکھدا۔۔۔۔۔۔ گھر نہ چھوڑن لکھدا۔۔۔۔۔۔ ہو ویسیں توں لکھدا''

پیر مبارک شاہ صاحبؒ جب تک حیات رہے سندھیلیانوالی شریف اور فتحپور شریف کی حاضری بدستور دیتے رہے بلکہ حضور شیر یزدانی فتحپوریؒ کا نمازِ جنازہ بھی آپ نے پڑھایا۔ پیر غلام محمد جلوآنویؒ رسالہ وصالِ باکمال کے صفحہ 37 پر لکھتے ہیں ''سید مبارک شاہؒ بغدادی نے حضورِ انور کا جنازہ پڑھایا'' سید فواد الحبیب شاہ نے مجھے بتایا، میں نے بزرگ درویشوں سے یہ بھی سُنا کہ آپ اکثر فرمایا کرتے ''حضرت شیرِ یزدانی فتحپوریؒ تو ہماری آنکھوں کا نور ہیں اور میں نے ان سے بھی فیض پایا۔'' آپ نے 3 فروری 1975ء کو وصال فرمایا۔ آپ کا مزار شریف مدرسہ امجدیہ عبدالحکیم شہر میں ہے۔

باب سیزدہم

کراماتِ قطبیہ

کراماتِ اولیاء

خادمِ درویشاں وخاک پائے ایشاں، خرمنِ اہلِ یقیں محمد طاہر حسین غفرلہٗ برادرانِ شریعت وطریقت کی خدمت میں عرض رساں ہے۔ تاریخ انسانی گواہ ہے کہ جب بھی کسی زمانہ میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے پیغمبروں نے نبوّت کا دعویٰ کیا اور اپنی پیروی کی تلقین فرمائی تو اس دَور کے لوگوں نے دعویٰ نبوت کا ثبوت مانگا۔ انبیائے کرام نے اپنے معجزات دکھا کر نہ صرف لوگوں کو عاجز کیا بلکہ اپنی نبوت کی ان کمالات کو دلیل بھی ٹھہرایا۔

معجزہ، خرقِ عادت کا وہ فعل ہے۔ جو کسی عام انسان کی قوت واستعداد اور عقل وفہم سے بالاتر ہوتا ہے۔ یہ صرف انبیاء علیہم السلام کے لیے مخصوص ہے البتہ کرامت وہ خرقِ عادت فعل ہے جو انبیائے کرام کے متبع کامل اشخاص سے وقوع میں آئے۔ قرآنِ مجید شاہد ہے جہاں دیوقامت جنوں کی طاقتیں جواب دے گئیں۔ وہاں پر ایک ولی اللہ کی کرامت کام آئی اور پلک جھپکنے میں حضرت آصف بن برخیاؒ نے بلقیس کا تخت لاکر سامنے رکھ دیا۔

اولیائے کرام سے کرامت کا ظہور کیوں نہ ہو۔ جب اُن کے ہاتھ، پاؤں، کان اور آنکھ میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی قوت کارفرما ہو تو ان سے کرامات کا صادر ہونا کیسے ممکن نہیں۔

اس سلسلے میں حضور قطبِ عالمؒ کا ایک ملفوظ شریف کتاب ''مراۃ الفقراء'' کی مجلس ہشتم سے نقل کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں ''کراماتِ اولیاء حق ہیں کہ یہ معجزاتِ نبوت سے ہیں۔ مگر فرق اتنا ہے کہ پیغمبر کا معجزہ کہلاتا ہے اور اولیاء کی کرامت۔ پیغمبر کے لیے معجزہ کا اظہار کرنا واجب ہے اور اولیاء کو اپنی کرامت چھپانا واجب ہے۔ لہذا کراماتِ اولیاء کا منکر معجزاتِ نبوت کا منکر ہے۔ اولیاء اللہ کو بہت مجاہدہ اور ریاضت کے بعد اوّل مکاشفہ اور مشاہدہ زمین کا ہوتا ہے۔ تمام دنیا کو شرق سے غرب تک معائنہ کرتا ہے۔ پھر اوپر عرش وکرسی تک جاتا ہے۔ آسمان کے طبقے نروبان کے ہو جاتے ہیں۔ پاؤں رکھتا ہے اور اوپر کو چلا جاتا ہے۔ بہشت کی سیر کرتا ہے۔ جمادات وحیوانات وغیرہ اس سے باتیں کرتے ہیں۔ ذرا دیر میں کعبہ شریف کی زیارت کرتا اور پھر لوٹ آتا ہے۔ جب چاہتا ہے بہشت کا کھانا کھاتا ہے۔ اُس کی دعا سے بلا (مصیبت) ٹل جاتی ہے۔ دل کی صفائی سے مشکل کشائی کرتا ہے۔ مگر اس وقت تک ولی نہیں جب تک اپنے پیغمبر کی چال وقال اور حال کا پیرو نہ ہو۔ جس وقت سالک کامل ہو جاتا ہے۔ خُدا اور اس کے رسول سے پھر بعض اولیاء اللہ کی آواز سنتا ہے یعنی جب اولیاء اللہ کی قبور پر جاتا ہے تو سلام کا جواب پاتا ہے اور حق تعالیٰ بخلقِ صورت اس سے بات کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے **وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ** ط یعنی لائق نہیں ہے واسطے بشر کے کہ کلام کرے اس سے اللہ مگر ساتھ الہام کے یا پردہ کے ذریعہ سے یعنی کبھی الہام سے اس کے دل پر القا ہوتا ہے۔ کبھی بصورتِ خلق سنتا ہے لیکن اکثر سالک باللہ اولیاء اللہ تو دوست کا راز اور کرامت کا ظاہر کرنا واجب نہیں سمجھتے مگر کسی مستی کی حالت میں یا کسی کو فیض پہنچانے کے لیے ظاہر کرتے ہیں۔''

تاریخِ انسانیت میں کوئی ایسا ولی اللہ نہیں گزرا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے کرامت کی شان عطا نہ فرمائی ہو۔ برصغیر پاک وہند میں ایسے کئی ولی اللہ گزرے ہیں جن سے ایک ہی روز میں کئی کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ حضور قطبِ عالمؒ کی ذات بابرکات بھی ایسے ہی نفوسِ قدسیہ میں سے تھی جن سے کرامات کا چشمہ پھوٹا۔ لاتعداد کرامات کا

ظہور ہوا۔ حضور کی تمام کرامتوں کا نہ تو احاطہ ممکن ہے اور نہ ہی میں ان کو مجتمع کر سکتا ہوں۔ جو مشہور و معروف میرے علم میں آئیں انہیں اپنے قارئین کی خدمت میں ایک خوبصورت گلدستہ کی صورت میں پیش کرتا ہوں۔

خواب میں بلا کر مرید کرنا:۔

مولوی انور علی کھوکھر سکنہ چک D-48 سے روایت ہے میرے والد مولوی بدر دین پہلے حضرت عبدالحکیم والے صاحبزادوں کے مرید تھے۔ بھائی عبدالعزیز نے انہیں حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں حاضری کے لیے مشورہ دیا تو انہوں نے کہا میں تب جاؤں گا۔ جب وہ مجھے خود بلائیں گے۔ میرے بھائی تیار ہوئے۔ والد صاحب ذرا سو گئے۔ انہیں خواب میں نہ صرف حضور قطبِ عالمؒ کی زیارت ہوگئی بلکہ ان کی حسبِ منشاء آپ نے انہیں یاد بھی فرمایا۔ وہ بیدار ہوئے تو ساتھ تیاری کر لی۔ راستے میں میرے بھائیوں سے پوچھا۔ حضور کس طرح کا لباس پہنتے ہیں؟ انہوں نے بتایا زیادہ تر سفید دستار اور قمیض پہنتے ہیں۔ کمر میں لنگی باندھتے ہیں۔ پاؤں میں پوٹھوہاری جوتا اور ہاتھ میں عصا رکھتے ہیں۔ میرے والد نے کہا میں نے اسی طرح حضور کو خواب میں دیکھا ہے۔ البتہ آپ نے سیاہ رنگ کی دستار باندھ رکھی تھی۔ میرے بھائی نے کہا حضور نے کبھی سیاہ رنگ کی دستار نہیں باندھی۔ اُس زمانے سندھیلیانوالی شریف کے اردگرد کافی جنگل ہوتا تھا۔ حضور قطبِ عالمؒ حسبِ معمول مجلس کے بعد حاجت کے لیے جنگل جایا کرتے تھے۔ صرف ایک درویش ہمراہ جاتا جس کے ہاتھ میں آپ کا لوٹا ہوتا۔ میرے بھائی بیان کرتے ہیں جنگل میں ہی حضور سے ہمارا آمنا سامنا ہوگیا۔ ہم حیران رہ گئے کہ اُس روز جس طرح والد صاحب کو آپ کی زیارت ہوئی تھی۔ حضور نے سیاہ دستار باندھ رکھی تھی۔ میرے بھائی اور والد صاحب ذرا قریب پہنچے تو حضور نے خود ہی والد صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "مولوی صاحب آ گئے ہو۔ اچھا کیا ہے۔" اور میرے والد بھی مرید ہوگئے۔

ایکسیڈنٹ سے بچانا:۔

مولوی انور علی سے ہی مروی ہے ایک مرتبہ میں، میرا بھائی اور والد صاحب دربار شریف آئے ہوئے تھے۔ ہم نے واپسی کی اجازت مانگی۔ حضور قطبِ عالمؒ نے فرمایا تمہیں آج اجازت نہیں ہے؟ دوسرے روز ہمیں رخصت ملی ہم ریلوے اسٹیشن پر آئے تو معلوم ہوا رات کو ہم نے جس گاڑی پر جانا تھا۔ اُس کا ایک اور گاڑی کے ساتھ ٹکراؤ ہوگیا ہے اور کافی جانی نقصان ہوا۔ میرے والد نے کہا حضور نے کل اسی لیے اجازت مرحمت نہ فرمائی تھی اور ہمیں اس حادثہ سے بچا لیا۔

سایۂ یزداں بود بندہ خدا:۔

میاں محمد چراغ سکنہ صادق آباد ضلع رحیم یار خان بتایا کرتے "مرید ہونے کے بعد جب میں تیسری بار دربار شریف حاضر ہوا تو ایک مرتبہ حضور باہر جنگل میں جا رہے تھے۔ مجھے فرمایا پانی کا لوٹا بھر کر لاؤ۔ میں لوٹا لے کر پیچھے چل پڑا۔ جنگل میں پہنچ کر حضور نے مجھ سے لوٹا لے لیا اور ایک طرف چلے گئے۔ جب واپس تشریف لائے تو میں حضور کو پہچان نہ سکا کیونکہ جلوہ ہی کچھ اور تھا۔ زمین سے آسمان تک نور ہی نور تھا۔ پاؤں زمین پر اور سر آسمان پر جس طرح لالٹین کے اندر لائٹ ہوتی ہے۔ مگر اس کی روشنی چاروں طرف پڑتی ہے۔ بالکل اسی طرح حضور کے وجود مبارک سے چاروں طرف نور پھیل رہا تھا۔ میری آنکھیں چندھیا گئیں۔ اور کچھ ہوش نہ رہا مجھے اس وقت پتہ چلا جب حضور نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا یہ لوٹا پکڑو۔ کہاں کھو گئے ہو؟ حضور کا نعلین مبارک تلہ والا ہوتا تھا۔ میں نے بے اختیار حضور کے قدموں پر سر جھکا دیا اور اوپر دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔

جلوۂ حق یوں نمایاں صُورتِ انساں میں ہے
نُور خُورشیدِ فلک جیسے مہِ تاباں میں ہے

جنگل میں پانی کی دستیابی:۔

مولوی علم دین جرولہ سکنہ چکنمبر 125/15-L سے روایت ہے ایک مرتبہ چکنمبر 12/14-L میں دعوت تھی۔ حضور قطبِ عالمؒ ریلوے اسٹیشن اقبال نگر اُترے تو آگے بہت خلقت استقبال کے لیے حاضر تھی۔ وہاں سے حضور قطبِ عالمؒ اور سائیں شیرن پاکؒ اُونٹنی پر سوار ہو کر آگے روانہ ہوئے۔ راستے میں جنگل تھا۔ درمیان میں پہنچے تو نمازِ عصر کا وقت ہو گیا۔ حضور قطبِ عالمؒ نے فرمایا نماز پڑھ لیں۔ سائیں شیرن پاکؒ نے عرض کی درویشوں نے وضو کرنا ہے اور جنگل کا معاملہ ہے۔ حضور قطبِ عالمؒ نے فرمایا خداوند کارساز ہے اور نیچے اُتر آئے پھر کیا تھا۔ وہیں ساٹھ، ستر گھڑے پانی کے آگئے۔ جنہوں نے وضو کرنا تھا اُن کے لیے وافر پانی مہیا ہو گیا۔ اور سب نے نمازِ عصر با جماعت ادا کی۔

دستِ قطبؒ کی برکت:۔

مولوی علم دین جرولہ بیان کرتے ہیں۔ اسی دعوت کے موقع پر دوسرے دن کا واقعہ ہے۔ جس درویش نے دعوت کا اہتمام کیا تھا اسے کھانا تیار کرنے میں دیر ہو گئی۔ ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو بعض درویشوں نے بھوک کی شکایت عرض کی۔ حضور نے صاحبِ دعوت کو بلایا اور فرمایا اگر تم دعوت پکانے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے تو پھر کیا مجبوری تھی لوگوں کا بھوک سے برا حال ہے؟ اُس نے عرض کیا رش بڑھنے کی وجہ سے کھانا کم تیار رہوا ہے لہٰذا دوبارہ بنوا رہے ہیں؟ حضورؒ نے فرمایا کوئی بات نہیں جو کچھ تیار ہو چکا ہے۔ وہی میرے پاس لے آؤ۔ وہ اُٹھا کر لائے حضور نے اپنے دستِ مبارک سے پلیٹوں میں تھوڑے تھوڑے چاول ڈالنا شروع کیے اور فرمایا لوگوں کو دیتے جاؤ؟ درویشوں نے اتنے تھوڑے چاول دیکھے تو مزید بھوک محسوس ہونے لگی کہ ان سے ہمارا کیا بنے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ کسی شخص سے پلیٹ ختم نہ ہو سکی۔ اتنی برکت ہوئی کہ بارہ، تیرہ سو آدمیوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ پھر بھی چاول بچ گئے۔

ایک حیرت انگیز واقعہ:۔

مولوی علم دین سے مروی ہے۔ دیسی ماہ ساون کی بات تھی میں ایک دن گھر میں سویا ہوا تھا۔ کہ ہمارے گاؤں کی ایک عیسائی خاتون میرے پاس آئی اور مجھے بیدار کر کے بتایا تمہاری بھینس مر گئی ہے۔ آؤ دیکھ لو اور ہمیں اجازت دو تا کہ اس کی کھال اُتار لیں۔ میں نے کہا تم ابھی وہاں ٹھہرو۔ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔ وہ چلی گئی تو پھر میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں حضور قطبِ عالمؒ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا تمہاری بھینس مر گئی ہے۔ تم دو بکریاں ذبح کر دو بھینس ٹھیک ہو جائے گی۔ اتنے میں اس عیسائی عورت نے دوبارہ آکر مجھے بیدار کیا اور کہا تم آئے نہیں۔ ہم انتظار کرتے رہے۔ اس کے ہاتھ میں چھریاں اور ٹوکے تھے۔ میں اُٹھ کر بیٹھا ہی تھا کہ میری ایک بکری جو چرواہوں کے پاس تھی۔ وہ اُسے ذبح کر کے لے آئے اور بتایا کسی نے اس کی ٹانگ پر ڈنڈا مارا۔ اور ٹانگ ٹوٹنے کی وجہ سے ہم نے اسے ذبح کر دیا اور تمہارے پاس لے آئے ہیں میں نے اسے کہا میرے گھر میں جو بکری کھڑی ہے اسے بھی ذبح کر دو۔ اس نے کہا تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے پہلے ہی اتنا نقصان ہو چکا ہے لیکن مجھے اپنے حضور کے ارشاد پر یقین تھا میں نے جلدی جلدی گھر والی بکری بھی ذبح کروائی اور عصر تک اس کا گوشت خیرات کر دیا۔ وہ

عیسائی عورت بار بار مجھے کہتی ہمیں شام ہو رہی ہے جلدی آؤ۔ اب میں اس کے ساتھ جہاں بھینس کھڑی تھی وہاں پہنچا تو کافی لوگ اکٹھے تھے اور حیران ہو رہے تھے کہ بھینس مرچکی تھی ہم نے اس کی زنجیر بھی اتار لی اچانک زندہ کیسے ہوگئی اور اب وہ چارہ کھا رہی تھی وہ بھینس بعد میں میرے پاس اکیس سال رہی میں نے اس کے کٹے، کٹیاں جو بھی پیدا ہوئے لنگر شریف میں پیش کرتا رہا۔

مردہ کا زندہ ہونا:۔

مولوی علم دین سے ہی روایت ہے۔ حضور قطب عالمؒ کے بعد از وصال کا واقعہ ہے ایک مرتبہ مجھے اس قدر محرقہ تپ چڑھا کہ میں نے دیکھا فوت ہو گیا ہوں۔ گھر والے میرے ہاتھ پاؤں سیدھے کر رہے ہیں۔ میں ان کی آوازیں سن رہا ہوں لیکن وہ میری آواز نہیں سن سکتے۔ ایک بڑی آفت آئی جس نے مجھے اپنے منہ میں اس طرح ڈالا کہ میرے ہاتھ اور پاؤں زمین پر لگ رہے ہیں اور وہ مجھے منہ میں ڈال کر دوڑ پڑی۔ میں شور مچاتا ہوں لیکن میری آواز کسی کو سنائی نہیں دے رہی۔ وہ آفت میاں چنوں ریلوے لائن عبور کر کے لاہور کی طرف مُڑی تو سامنے میں نے دیکھا حضور قطب عالمؒ اور سائیں فضل پاکؒ ہیں۔ میں نے حضور کو دیکھا تو دہائی دی کہ مجھے اس آفت سے چھڑائیں۔ حضور قطب عالمؒ نے اُسے جھڑک کر فرمایا۔ اسے چھوڑ دو۔ پھر کیا تھا میری آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو گھر والے میرے پاس بیٹھ کر رو رہے تھے۔ انہوں نے میرا منہ اور پاؤں کے انگوٹھے بھی کپڑے سے باندھ دیئے تھے۔ اچانک سب کہنے لگے یہ تو ابھی زندہ ہے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست:۔

میاں قطب علی کھرل سکنہ موضع حویلی تارہ بیان کرتا ہے۔ حضور قطب عالمؒ کے بعد از وصال میں ایک بزرگ پیر راجن شاہ کی طرف مائل ہو گیا۔ رات کو میں نے خواب دیکھا۔ دو سبز جھنڈے لگائے گئے۔ پھر پلنگ بچھائے گئے۔ جن پر حضور قطب عالمؒ اور سائیں فضل پاکؒ تشریف فرما ہوئے۔ حضور قطب عالمؒ نے فرمایا ''راجن شاہ! خبردار، یہ میرا مرید ہے'' اور ان کے بازو سے پکڑ کر وہاں سے روانہ کر دیا۔ میں بیدار ہوا تو اپنے غلط ارادہ سے توبہ کی اور میرا یقین مزید پختہ ہو گیا۔

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست دستِ اُو جُز قبضۂ اللہ نیست

(پیر کا ہاتھ دُور دراز و غائب لوگوں تک پہنچنے سے قاصر نہیں ہے۔ کیونکہ اُن کا ہاتھ سوائے قبضۂ جلّ وعلیٰ کے کوئی دوسری چیز نہیں)

تیرنے کی مہارت کے بغیر دریا عبور کرنا:۔

میاں وہاب کلاسن سے مروی ہے۔ حضور قطب عالمؒ نے مجھے ایک ذاتی کام کے سلسلہ میں روانہ فرمایا۔ راستے میں دریا آتا تھا۔ میں دریا پر پہنچا تو پانی کی سطح بہت بلند تھی اور مجھے تیرنا بھی نہ آتا تھا۔ میں نے دریا سے مخاطب ہو کر کہا ''میں حضور قطب عالمؒ کی امانت ہوں مجھے غرق نہ کرنا'' اور دریا میں داخل ہو گیا۔ میرے پاؤں زمین پر لگتے آئے اور حضور کی کرامت سے میں نے بغیر تیرنے کے دریا عبور کر لیا۔

حضوریؒ کی حامل خاتون کا مرید ہونا:۔

راقم الحروف کو سندھیلیانوالی شریف میں ایک بوڑھے دُرویش نے بتایا کہ میرا والد، حضور قطب عالمؒ کا مرید تھا اور اس واقعہ کا عینی شاہد تھا' ایک مرتبہ حضور قطب عالمؒ دربار شریف پر کچہری لگا کر بیٹھے تھے۔ کافی سارے

دُرویش حاضرِ مجلس تھے۔ اتنے میں ایک خاتون جس نے چادر اوڑھ رکھی تھی۔ اچانک سامنے نمودار ہوئی۔ وہ حضور کو دیکھ کر اور آپ اُسے دیکھ کر متبسم ہوئے اور سامنے حجرہ شریف کی طرف اشارہ فرمایا۔ سب حاضرینِ مجلس دیکھ رہے تھے۔ جب وہ حجرہ شریف میں چلی گئی تو حضور بھی کچہری سے اُٹھ کر حجرہ میں تشریف لائے۔ تھوڑی دیر بعد حضور تنہا باہر آئے وہ خاتون باہر نہ نکلی۔ دیکھنے والے حیران ہوئے کہ وہ حجرہ میں کیا کر رہی ہے؟ اگر کوئی بات عرض کرنی تھی تو حضور سن کر باہر آگئے وہ ابھی اندر ہی بیٹھی ہے۔ دو، تین درویش اس کی خبر لینے کے لیے حجرہ میں گئے لیکن وہاں تو کوئی بھی نہیں تھا۔ حیران ہوئے کہ حجرہ کا کوئی اور دروازہ بھی تو نہ تھا۔ جہاں سے وہ باہر نکلتی اُسے حجرہ میں داخل ہوتے سب نے دیکھا تھا باہر نکلتے کسی نے بھی نہ دیکھا آخر یہ معاملہ کیا ہے؟ دُرویشوں نے حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں اس بارے عرض کیا تو حضور نے فرمایا۔ پہلے تم سب تجدیدِ بیعت کرو۔ تمہارے دل میں ایسا خیال ہی کیوں آیا۔ اولیاء اللہ کے کئی احوال ہوتے ہیں اور ہر قسم کی مخلوق ان کے پاس آتی ہے تمہیں کیا معلوم؟ حاضرینِ مجلس نے تجدیدِ بیعت کی تو آپ نے فرمایا'' یہ خاتون حضوریؑ کی حامل ہے اور نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ پاک میں لنگر تقسیم کرنے کی ڈیوٹی پر مامور ہے۔ اس نے حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں جب ظاہری بیعت کے لیے عرض کیا تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس فقیر کے متعلق ارشاد فرمایا، خاتون نے یہاں آنے کے لیے عرض کیا تو حضور علیہ السلام نے اسے یہاں پہنچادیا۔ یہ صرف بیعت کیلیے آئی تھی'' یہ واقعہ وابستگانِ قطبِ عالمؒ میں بڑا معروف ہے۔

دستِ اُو را حق چو دستِ خویش خواند
پس یَدُ اللّٰہِ فَوقَ اَیدِیھِم براند

(اولیائے کرام کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ فرمایا ہے۔ (اگر یقین نہ ہو تو) **یَدُ اللّٰہِ فَوقَ اَیدِیھِم** (کو پڑھ اور مدِنظر رکھ)

حضور کے لعابِ دہن سے گونگا اور اپاہج ٹھیک ہوگیا:۔

میاں رستم ملو کا سکنہ چک نمبر 749/g-B سے روایت ہے میں ابھی بچہ تھا کہ محرقہ بخار کی وجہ سے میری زبان بند ہوگئی۔ میرا ایک بھتیجا بھی ہاتھ، پاؤں سے اپاہج تھا۔ ایک مرتبہ ہم دونوں کو لے کر میرا والد، والدہ اور پھوپھی دربار شریف حاضر ہوگئے۔ میرے والد نے حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں ہمیں پیش کر کے عرض کیا۔ حضور! یہ میرا بیٹا تیس سال کا ہوگیا ہے۔ بچپن میں محرقہ بخار کی وجہ سے یہ گونگا ہوگیا دوسرا میرا پوتا ہے یہ بھی ہاتھ، پاؤں سے اپاہج ہے۔ ہمیں بڑی تکلیف ہے حضور دعا فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا انہیں فجر کی نماز کے بعد میرے پاس لانا۔ صبح فجر کے بعد ہم دونوں کو پیش کیا گیا۔ حضور نے اپنا لعابِ دہن میرے منہ میں ڈالا اور بقیہ میرے بھتیجے کے ہاتھوں اور پاؤں پر لگایا۔ پھر میری والدہ سے فرمایا'' لنگر خانے جا کر خود بھی کھانا کھاؤ اور بچوں کو بھی کھلاؤ'' میری والدہ ہمیں لنگر خانے لائی۔ روٹی کے بعد اچانک میری زبان سے نکلا'' پانی دو'' میری والدہ بڑی خوش ہوئی کہ میرا بیٹا بولنے لگ گیا ہے اور مجھے پانی پلایا۔ پھر میری پھوپھی کو کہا۔ اُٹھو حضور کی خدمت میں جا کر بتائیں؟ جب وہ دونوں اُٹھیں تو میرا اپاہج بھتیجا بھی اُٹھ کر چلنے لگا۔ اُن کی خوشی کی انتہا نہ رہی وہ یہ خوشخبری سنانے کے لیے حضور کی کچہری میں حاضر ہوئیں۔ حضور قطبِ عالمؒ نے میرے والد سے فرمایا۔ میاں احمد! انہوں نے کھانا نہیں کھایا۔ اُس نے عرض کی حضور یہ خوشی میں چلی آئی ہیں۔ بیٹا بولنے لگا ہے اور پوتا چل پڑا ہے۔ حضور نے فرمایا چلو خیر ہوگئی۔ پھر میرے والد نے عرض کیا حضور ہم شیخ فاضل میں رہتے ہیں۔ جو یہاں سے بہت دور ہے۔ حضور نے فرمایا تم قریب آجاؤ

گے۔حضور کی دُعا کا صدقہ ہمیں یہاں زمین مل گئی اور اب ہم دربار شریف کے قریب رہائش پذیر ہیں۔

ایک نگاہ سے مریض ٹھیک ہونا:۔

میاں غلام محمد کھوکھر سکنہ ''موجو کے کاٹھیے'' بیان کرتا ہے۔میرا بھائی سلطان مالیخولیا کا مریض ہوگیا۔اُس نے کہا مجھے حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں لے جاؤ۔ہم اسے سندھیلیانوالی شریف لے آئے۔وہ بڑا خوش ہوا اور حضور کی زیارت کر کے مجلس میں ہی بیٹھ گیا۔اچانک حضور نے بڑی محبت سے اُس کی طرف نگاہ فرمائی اور کہا'' تمہیں خیر ہوگئی ہے'' پھر کیا تھا وہ اُسی وقت مرض سے نجات پا کر تندرست ہوگیا۔

وعدہ خلافی پر داڑھی کا جھڑنا:۔

ڈاکٹر غلام علی نے راقم الحروف کو بحوالہ میاں عظیم (تلمبہ شہر) یہ واقعہ سنایا کہ ''حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں کمالیہ کے نواب شہادت علی خاں نے دعوت کے لیے عرض کیا۔آپ نے انکار فرمایا جب اُس نے اصرار کیا تو فرمایا'' تیرا میرا مذہب الگ ہے۔لہٰذا میں مجبور ہوں تیری دعوت نہیں لے سکتا'' نواب صاحب نے کہا آپ تشریف لے آئیں۔میں اہلسنت والجماعت ہو جاؤں گا۔لہٰذا آپس میں نیت خیر ہوگئی۔حضور تشریف لے گئے لیکن وہ بعد میں اپنے عہد سے پھر گیا۔حضور قطبِ عالمؒ کے واپس تشریف لانے کے دو، چار دن بعد کا واقعہ ہے وہ وضو کر رہا تھا جب چہرے پر ہاتھ پھیرا تو ساری داڑھی ہاتھ میں آگئی۔بڑا پشیمان ہوا اُسی وقت اپنے چہرہ کو کپڑے سے ڈھانپ لیا اور حضور کی خدمت میں سندھیلیانوالی شریف پہنچا۔آپ ڈیوڑھی مبارک میں تشریف رکھتے تھے۔اطلاع دی گئی مگر آپ نے کافی دیر بعد اجازت بخشی۔نواب صاحب پشیمانی کے عالم میں حاضر ہوئے اور صورتِ حال عرض کی حضور قطبِ عالمؒ نے فرمایا'' وہ ہاتھ نیت خیر والے تھے انہوں نے اپنا کام دکھا دیا۔جاؤ اب دوبارہ وضو کرو'' نواب صاحب گئے پھر وضو کیا تو داڑھی دوبارہ آگئی۔جیسے پہلے تھی نہ زیادہ نہ کم۔حضور نے معافی عطا فرمائی اور آئندہ عہد و پیمان پر ثابت رہنے کی تلقین فرمائی۔

درویش کی قبر میں جلوہ گری کا وعدہ:۔

وابستگانِ قطبِ عالمؒ میں یہ بات بڑی معروف ہے۔اور تواتر کے ساتھ سُننے میں آئی ہے'' ایک روز کسی درویش نے عرض کیا حضور! مجھے قبر سے بڑا ڈر لگتا ہے۔منکر نکیر دو ہونگے اور میں وہاں اکیلا ہونگا؟ اس کی بات سن کر حضور قطبِ عالمؒ جوش میں آئے اور فرمایا'' تمہیں قبر میں جب اُتاریں گے میں پہلے وہاں بیٹھا تمہارا منتظر ہونگا۔'' سبحان اللہ

ہَر مرے تو ہم مرے ،ہمری مرے بلا
سانچے گُر کا بالکا ، مرے نہ ماریا جا

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی:۔

میاں احمد دین مستری سے روایت ہے'' میں ایک مرتبہ اپنے والد صاحب کو ساتھ لے کر حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یہ میرے والد ہیں۔ان کا اپنے بھائیوں کے ساتھ جھگڑا رہتا ہے۔دعا فرمائیں۔اتفاق ہو جائے۔حضور تھوڑی دیر خاموش ہو گئے۔پھر ارشاد فرمایا'' تم وہاں سے نقل مکانی کر جاؤ'' میرے والد نے عرض کیا حضور! غریب آدمی ہوں بڑی مشکل سے مٹی کے ڈھیلے کھیتوں سے اکٹھے کر کے ایک کمرہ بنایا ہے؟ حضور نے فرمایا'' تم جہاں بھی جاؤ گے۔خداوند تمہیں اور دے گا'' میرے والد صاحب نے دوبارہ عرض کی تو فرمایا'' گھبراؤ نہیں'' حتّٰی کہ تیسری بار پھر میرے والد نے اپنی غربت کا رونا رویا تو حضور فرمانے لگے'' ایک آدمی دس گالیاں نکالے اور آگے سے بندہ ایک

گالی دے تو بھی دونوں کا ایک ہی مقام ہے کیونکہ صبر تو ایک والے سے بھی نہ ہو سکا۔ ہار جانے والوں کی قسمت میں ہیرا ہوتا ہے۔ تمہیں پھر کہتا ہوں وہاں سے ہجرت کر جاؤ'' ہم واپس گھر آئے اپنی والدہ کو بتایا تو وہ کہنے لگی میں تو یہاں سے نہ جاؤں گی۔ کیسا میرا پیر ہے جو مجھے گھر سے بے گھر ہونے کو کہتا ہے؟۔ ہماری رہائش جنگل میں ایک کنوئیں اسوار شاہ پر تھی اور میرے ننھیال کمالیہ شہر میں رہتے تھے۔ میں کمالیہ چلا آیا۔ مہینہ ڈیڑھ بعد میرے والدین بھی آ گئے۔ والد صاحب دیہاتی کام جانتے تھے۔ شہر میں انہیں پہلے تو مشکل پیش آئی پھر اللہ تعالیٰ نے آسانی عطا فرمائی۔ اور ہم نے شہر میں تین پختہ مکان بنا لیے۔ پھر میرا والد اکثر حضور کے فرمان کو یاد کرتا۔ اور روتا کہ میں ایک خام کمرے کو چھوڑنے پر روتا تھا۔ میرے پیر نے مجھے شہر میں پختہ مکان عطا فرما دیئے۔ اور یہ سب حضور کے فرمان پر عمل کرنے سے ہوا۔

گاڑی کا نہ چلنا:۔

میاں نور محمد رولی سکنہ ہڑپہ بیان کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضور قطبِ عالمؒ کی معیت میں ہم ایک دعوت پر تھے کہ گاڑی کا ٹائم ہو گیا۔ ہم نے عرض کی حضور! ریل گاڑی کا ٹائم ہو گیا ہے۔ ہمیں اجازت مرحمت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا'' کھانا کھا لو گاڑی نہیں جاتی'' ہم نے اطمینان سے لنگر کھایا پھر اجازت لے کر ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی وہیں کھڑی تھی۔ ہم اس پر سوار ہوئے تب گاڑی چلی۔ حالانکہ اس کا ٹائم گزر چکا تھا۔ یہ سب حضور قطبِ عالمؒ کے تصرف سے تھا۔

پنہاں ہے بات کونسی روشن ضمیر سے:۔

ملک محمد نواز کھوکھر موضع پپلی پہاڑ سے مروی ہے۔ احمد ماچھی، حضور کا ایک مرید تھا وہ گاہے بگاہے دربار شریف حاضری دیتا۔ ایک مرتبہ گھر سے چلا تو راستے میں خیال آیا میں حضور کا مرید ہوں اور اکثر حاضری بھی دیتا ہوں۔ کیا خبر آپ مجھے جانتے بھی ہیں کہ نہیں۔ کیونکہ دربار شریف پر ہمیشہ لوگوں کا ہجوم رہتا ہے؟ اسی خیال میں جب وہ حضور قطبِ عالمؒ کی کچہری میں پہنچا تو آپؒ نے اس کا نام لے کر فرمایا میاں احمد! سناؤ تمہارے گھر میں خیر ہے اور تمہارے دونوں تنور اچھے چل رہے ہیں؟ (اس کے روٹیاں لگانے والے دو تنور تھے۔ ایک اپنے گاؤں میں اور دوسرا ساتھ والے گاؤں میں تھا) حضور کا اتنا فرمانا تھا کہ وہ آپ کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کی حضور! میرا عقدہ حل ہو گیا ہے۔

خواب میں ایک آیت بتانا جس سے مریض کا ٹھیک ہونا:۔

مولوی انور علی کھوکھر سکنہ چکنمبر D-48 سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میرا بھائی کہیں ڈر گیا۔ اور اُسے اتنا بخار ہوا جو کئی روز تک مسلسل رہا۔ جب کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ تو ایک روز بھائی محمد اکبر کو حضور قطبِ عالمؒ نے خواب میں زیارت کروائی اور فرمایا۔ فلاں آیت لکھ کر اس کے گلے میں ڈال دو۔ یہ ٹھیک ہو جائے گا۔ ہم نے اسی طرح کیا تو فوراً اس کا بخار اُتر گیا اور شفایاب ہو گیا۔

مولوی بدر دین کا وقتِ آخر:۔

مولوی انور علی بتاتے ہیں جب میرے والد مولوی بدر دین کا وقتِ آخر آیا تو ہم سے کہنے لگے، یہاں پانی سے چھڑکاؤ کرو اور چار پائیوں پر بستر لگاؤ۔ میرے مرشدِ کریم حضور قطبِ عالمؒ آئے ہیں۔ آپ کی معیت میں اور بھی کئی اولیاء اللہ ہیں۔ حضور پیرانِ پیر دستگیر سیدنا غوث الاعظمؓ بھی تشریف لے آئے ہیں۔ ہم اسی طرح کرتے پلنگ بچھا دیتے۔ پھر میرے والد اُن سے باتیں کرتے۔ بعد میں ہمیں کہتے اب پلنگ اُٹھا لو۔ حضور تشریف لے گئے ہیں۔ اسی حال میں ان کا وصال ہو گیا۔

میاں اللہ یار کملانہؒ کے خیال سے آگاہی:۔

مولوی انور علی بیان کرتے ہیں۔ایک مرتبہ حضور کی معیت میں ہم میرک شریف عرس پر گئے۔رات کو میاں اللہ یار کملانہ کو لنگر سے دال روٹی ملی اُن کے دل میں کوئی خیال آیا۔دوسرے دن بھری محفل میں حضور قطبِ عالمؒ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''جس کے مقدر میں دال ہو اسے گوشت کیسے مل سکتا ہے؟ میاں صاحب فوراً دست بستہ کھڑے ہوگئے اور حضور کے قدموس ہو کر معافی کے طلبگار ہوئے۔

میاں فاضل سہوؒ کی مقدمہ قتل سے رہائی:۔

مولوی انور علی سے ہی روایت ہے۔میاں سادن سہو،نہایت صادق الیقین اور حضور کا خدمتگار دُرویش تھا۔اس کے بیٹے میاں فاضل سہو کے ہاتھ ابتدائی دَور میں ایک آدمی کا قتل ہوگیا۔اور گرفتار ہو کر وہ حوالات میں چلا گیا۔دربار شریف کی مسجد بن رہی تھی۔حافظ احمد دین نے پیر محل میں روڑ پیس کر مصالحہ تیار کرنا تھا۔حضور نے اس کام کے لیے درویش بھیجے۔ساتھ لنگر پکانے کے لیے آدمی چاہیے تھا۔میاں سادن نے عرض کی حضور! یہ ڈیوٹی مجھے سونپی جائے۔آپ نے فرمایا،میاں سادن! پرسوں تیرے بیٹے کی آخری تاریخ ہے؟ اُس نے عرض کیا حضور بیٹھے ہیں۔میں نے وہاں جا کر کیا کرنا ہے۔اُس کا اخلاص اور یقین کامل دیکھ کر آپ مسکرا دیئے اور فرمایا ''پھر خیر ہوگئی'' الغرض حضور کے روحانی تصرف سے میاں فاضل تیسرے روز قید سے رہا ہوگئے۔میاں غلام فرید چنن کی روایت میں ہے۔تاریخ والی رات میاں فاضل کو خواب میں حضور قطبِ عالمؒ کی زیارت ہوئی اور فرمایا ''فاضل! تمہارے سابقہ جرم کی معافی اس شرط پر دی جاتی ہے کہ تم آئندہ کے لیے سچے دل سے توبہ کرو اور قید سے رہائی کے بعد سیدھے میرے پاس چلے آؤ؟ انہوں نے تسلیم کرلیا،خواب سے بیدار ہوئے تو دیگر حوالاتیوں کو اپنی رہائی کی خوشخبری سُنائی کہ میرے مرشدِ کریم نے کرم فرمایا ہے اور مجھے اس مقدمہ سے رہائی دلا دی ہے۔میں کل چلا جاؤں گا۔دوسرے دن آپ کو بَری کر دیا گیا اور وہ پیر خانہ چلے آئے۔پھر اس کے بعد میاں محمد فاضل کی زندگی کا دوسرا دَور شروع ہوا۔اور وہ راہِ سلوک کی طرف گامزن ہوئے۔

منحرف اقارب کا رشتہ دینا:۔

مولوی اصغر علی کھوکھر سکنہ چکنمبر 48-D بیان کرتے ہیں۔ہمارے والد نے اپنے رشتہ داروں کے ہاں وٹہ،سٹہ کا رشتہ طے کیا انہوں نے ہم سے رشتہ لے لیا اور ہمیں دینے سے انکار کر دیا۔ہم بڑے پریشان ہوئے۔والد صاحب دن کے وقت سو رہے تھے کہ خواب میں حضور قطبِ عالمؒ کی زیارت ہوئی۔آپ نے فرمایا ''بدر دین! وہی بہو تمہیں ملے گی فکر نہ کرو۔ابھی آدمی تمہارے پاس آرہا ہے۔'' میرے والد بیدار ہوئے تو کچھ ہی دیر بعد ان کا ایک آدمی آگیا اور اس نے بھائی اکبر علی کے لیے رشتہ کی ہاں کر دی۔

بندگانِ خاص علامُ الغیُوب:۔

میاں غلام فرید چنن سکنہ چکنمبر 260/g-B سے مروی ہے۔میں پندرہ،سولہ سال کی عمر میں 1911ء کو حضور قطبِ عالمؒ کا مرید ہوا۔حضور نے جو وظیفہ مجھے ارشاد فرمایا۔میں وہ بھول گیا۔البتہ نماز پڑھتا رہا۔ایک دن میں حاضر ہوا۔حضور کچہری لگا کر بیٹھے تھے۔اُن دنوں بنگلہ شریف میں حضور لوگوں کو مرید کرتے تھے۔لوگ مرید ہوتے رہے،میں بھی کھڑا ہوگیا۔لیکن شیطان نے گمراہ کیا۔لوگ کیا کہیں گے شرمندگی کے خوف سے حضور کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور کوئی بات شروع کر دی۔آپ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔یہ بات چھوڑو۔مجھے یہ بتاؤ تمہیں جو سبق بتایا تھا وہ یاد بھی ہے کہ بھول گئے ہو؟ تب میں نے عرض کیا۔جناب میں سبق پوچھنے ہی آیا تھا۔شیطان نے

مجھے گمراہ کیا اور شرم کی وجہ سے نہ پوچھا۔ حضور نے دوبارہ مجھے ارشاد سمجھایا۔ عارفِ رومؒ فرماتے ہیں۔

بندگانِ خاص علامُ الغیوب در جہانِ جاں جواسیس القلوب

(اُن کے لیے غیب، غیب نہیں۔ مخفی سے مخفی حقیقتوں کو جانتے ہیں۔ دل کے چھپے بھیدوں کو پا لیتے ہیں)

اولیاء سے کوئی بات پوشیدہ نہیں:۔

میاں غلام فرید چنن سے روایت ہے حضور قطبِ عالمؒ نے ایک دُرویش بھیج کر مجھے دربار شریف بلوایا۔ جب وہ درویش میرے پاس پہنچا تو میں نے چہرہ پر ہاتھ پھیرا۔ میری داڑھی کچھ بڑھی ہوئی تھی۔ میں نے حجام کو بلوایا تا کہ کٹوا دوں۔ پھر دل میں خیال گزرا حضور کی خدمت میں داڑھی منڈوا کر جانا شرم کی بات ہے۔ میں نے حجام سے کہا تم چلے جاؤ۔ میں واپس آکر حجامت بنواؤں گا۔ اور چل پڑا اُس وقت جنگل کا سروے ہو رہا تھا۔ درخت کاٹے جا رہے تھے۔ ہم حضور کی کچہری میں پہنچے تو آپ نے میری طرف دیکھتے ہوئے فرمایا ''جھاڑیاں تے داڑھیاں دے بھا دی قیامت آ گئی اے'' یعنی آج کل درختوں اور داڑھیوں کے لیے موت آ گئی ہے۔ بعض مرید کہتے ہیں مرشد کے پاس جا رہے ہیں۔ واپس آکر داڑھی منڈوائیں گے۔ میں فوراً دست بستہ کھڑا ہو گیا اور عرض کی حضور مجھے معافی دیں۔ آپ ہنس پڑے اور فرمایا میں تو عام بات کر رہا تھا۔

حضور کی دعا سے مشکل حل ہونا:۔

میاں غلام فرید چنن بتاتے ہیں۔ میرے ایک بلوچ دوست پر مصیبت آ گئی۔ اُس کی ہمشیرہ کسی مسلم شیخ کے ساتھ فرار ہو گئی۔ اُسے اطلاع ملی کہ وہ ''اروتی'' کے مقام پر ہے۔ وہ میرے پاس آیا۔ ایک، دو اور آدمی بھی تھے۔ اپنی پریشانی کا بتایا۔ اُس کے اصرار پر میں بھی ساتھ چل پڑا۔ ہم باغ والے کنوئیں پر پہنچے۔ تو میں نے اُسے کہا یہاں قریب ہی میرے مرشدِ کامل کا آستانہ مبارک ہے۔ پہلے وہاں چلتے ہیں۔ اور حضور سے دعا کراتے ہیں۔ تا کہ ہماری مشکل آسان ہو۔ لہٰذا ہم حضور کی کچہری میں حاضر ہوئے اور اپنی مشکل عرض کی۔ حضور نے فرمایا ''عورتوں کی بنیاد کوئی نہیں ہوتی'' اس بلوچ سے فرمایا تم واپس گھر چلے جاؤ۔ وہ عورت خود ہی آ جائے گی۔ میں نے اسے کہا اب قطبِ زمانہ کی زبان سے نکل گیا ہے۔ میں تو اب ''اروتی'' نہیں جاتا۔ تم بھی گھر چلے جاؤ۔ حضور کے فرمان کے مطابق وہ گھر پہنچا تو اس کی بہن خود ہی گھر آئی ہوئی تھی۔

زبانِ حق ترجمان کا فیض:۔

میاں غلام فرید چنن سے ہی روایت ہے ایک مرتبہ حضور قطبِ عالمؒ نے مجھے دربار شریف پر بلوایا۔ میں حاضر ہوا تو فرمایا۔ ہمارا مرید تھا۔ نور احمد کھتران اُسے بھی بلوایا تھا مگر وہ نہیں آیا۔ تم نے اچھا کیا ہے آ گئے ہو میں نے عرض کی حضور! اُسے تو ذیلداری اور ممبری کی ضرورت ہو گی۔ اور میں نے آپ کے قدموں پر اپنا سر جھکا رکھا ہے۔ مجھے تو آپ کی ضرورت ہے۔ حضور خوش ہوئے اور فرمایا ''دیکھنا یہ ذیلداری بھی تیرے پیچھے ہو گی اور ممبری بھی تیرے پیچھے ہو گی۔'' میں نے درخواست بھی نہ دی اور حضور کی دعا سے میں ذیلدار ہو گیا اور ممبر بھی آج تک ہوں۔

قبل از بیعت، مرید کی مشکل حل فرمانا:۔

مولوی محمد رمضان ارائیں سکنہ چکنمبر 125/15-L (میاں چنوں) بیان کرتے ہیں۔ میری عمر بارہ سال تھی کہ میرے والد فوت ہو گئے۔ اور مربع ہم سے ضبط ہو گیا۔ زمین ہاتھ سے گئی تو ہم نے راہکی شروع

کردی۔ یعنی کسی کی زمین پر بطور ملازم کام کرتے۔ اس نوکری سے میں تنگ آ گیا اور ایک روز کماد کی فصل میں بیٹھ کر رونے لگا۔ رات کو دیر سے گھر آیا تو والدہ نے سبب پوچھا۔ میں نے جھوٹ بولا کوئی کام تھا۔ رات کو زمین پر ہی اسی پریشانی میں سو گیا۔ تہجد کے وقت میں نے دیکھا ایک بزرگ تشریف لائے اور فرمایا ''گھبرا گئے ہو۔ اب خیر ہو گئی ہے۔ جاؤ درخواست دو، مربع تمہیں مل جائے گا'' میں نے صبح حسب ارشاد درخواست دی تو ضبط شدہ مربع واپس مل گیا۔ دو سال بعد میں ایک شخص کے ساتھ دربار شریف آیا۔ جونہی میں نے حضور قطب عالمؒ کی زیارت کی تو فوراً پہچان گیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں۔ جنہوں نے دو سال قبل میری مشکل حل فرمائی تھی۔ حضور قطب عالمؒ آم کے نیچے تشریف فرما تھے۔ میں آپ کو پہچان کر خوشی سے مسکرایا تو فوراً حضور بھی میری طرف دیکھ کر مسکرا دیئے۔ حاضرینِ مجلس کی پیٹھ میری طرف تھی۔ حضور کو مسکراتے دیکھ کر انہوں نے پیچھے مُڑ کر مجھے دیکھا اور خاموش ہو گئے۔ حضور نے خیر و عافیت پوچھنے کے بعد فرمایا، اب جاؤ لنگر کھاؤ اور آرام کرو۔ حضور کچہری سے اُٹھ کر گھر تشریف لے گئے تو دُرویشوں نے دونوں طرف مسکراہٹ کا سبب پوچھا۔ میں نے تمام واقعہ عرض کر دیا کہ میں حضور کو پہچان کر مسکرایا۔ اور آپ اس بات پر مسکرائے کہ میں یہ سب جانتا ہوں۔

ایک اَن پڑھ کو مولوی اور حکیم بنانا:۔

مولوی علم دین جرولہ سے روایت ہے۔ ایک مرتبہ خواب میں حضور قطب عالمؒ کی زیارت ہوئی۔ میں نے عرض کیا حضور! میں اَن پڑھ ہوں مگر علم پڑھنے کا بڑا شوق ہے۔ آپ خواب میں ہی میرا بازو پکڑ کر کسی بلند مقام پر لے گئے وہاں مجھے لٹا کر میرا سینہ چاک کیا۔ میں دیکھ رہا تھا۔ میرے دل کو پانی سے دھویا اور اس میں تھوڑی سی کوئی روشن چیز رکھ دی۔ پھر کیا تھا صبح میں اُٹھا تو جو کچھ سُنتا ہوں۔ فوراً یاد ہو جاتا ہے۔ حضور کی عنایت سے اب میں اپنے علاقہ میں نہ صرف مولوی ہوں بلکہ ایک حکیم کے طور پر بھی مشہور ہوں۔ کافی لوگ میرے علاج سے شفایاب ہو جاتے ہیں سب حضور کا ہی کرم ہے۔

خواب میں بُلا کر مرید کرنا:۔

میاں اللہ یار چدھڑ سکنہ چکنمبر 66 للیر یانوالہ، بیان کرتے ہیں۔ میری عمر تقریباً چالیس سال تھی۔ جب حضور قطب عالمؒ کا مرید ہوا۔ واقعہ کچھ اسطرح ہے۔ میں نے اپنے دل میں تہیہ کر رکھا تھا۔ جو بزرگ مجھے خواب میں بلائے گا میں اس کا مرید ہونگا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا۔ ایک بزرگ سفید لباس پہنے ہوئے تشریف لائے اور مجھے بلایا میں نے عرض کی جناب کون ہیں؟ فرمایا ''ہم شیخ سلمانے ہیں'' (یاد رہے حضور قطب عالمؒ، معروف بزرگ شیخ اسماعیل بخاری چنیوٹی کی اولاد میں سے تھے۔ جن کی اولاد کو نواح چنیوٹ میں ''شیخ سلمانے'' کہتے ہیں) میں نے سن رکھا تھا کہ سندھیلیانوالی شریف میں ایک بزرگ کامل رہتے ہیں۔ جن کا نام ''سید قطب علی شاہؒ'' ہے۔ صبح میں آپ کو دیکھنے کے لیے روانہ ہوا۔ درکھانہ اسٹیشن سے پیدل جنگل کراس کرتا ہوا دربار شریف پہنچا۔ حضور کچہری لگا کر بیٹھے تھے۔ میں آپ کو دیکھتے ہی پہچان گیا کہ خواب میں انہوں نے ہی مجھے بلایا ہے۔ اور حضور کی بیعت سے مشرف ہوا۔

خواب میں گمشدہ گھوڑی کا بتانا:۔

میاں سراج دین چھن سکنہ چکنمبر 260/g-B سے مروی ہے۔ ایک مرتبہ ہماری گھوڑی چوری

ہو گئی۔ ہم سارا دن اُسے تلاش کرتے رہے "گوجرہ" کے نزدیک اُس کے نشانات بھی ختم ہو گئے اور ہم مایوس ہو کر واپس گھر لوٹ آئے۔ رات کو مجھے خواب میں حضور قطبِ عالمؒ کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا "صبح یہاں سے قطب (شمال) کی طرف جانا۔ تمہاری گھوڑی مل جائے گی" میں صبح اُٹھ کر اس طرف تلاش کرنے کے لیے چل پڑا۔ حضور کی کرامت سے جب میں شیخ اسماعیلؒ کی خانقاہ سے کچھ آگے گیا تو وہاں ایک جگہ میری گھوڑی مل گئی اور میں اُسے پکڑ کر واپس لے آیا۔

لنگر کی خدمت سے اجازت:۔

میاں سراج دین چنن بتاتے ہیں۔ میرا پھوپھی زاد بھائی میاں علاول بھی حضور قطبِ عالمؒ کا مرید تھا۔ ہم اکٹھے جمعۃ المبارک پر آیا کرتے۔ ایک مرتبہ چلنے لگے تو اس نے اپنی بیوی سے دو روپے مانگے۔ بیوی نے دینے سے انکار کر دیا۔ کہ ہمیشہ پیر کو دے آتے ہو۔ اس نے کسی اور سے قرض لیے اور میرے ساتھ چل پڑا۔ ہم دربار شریف پہنچے تو حضور کچہری لگا کر بیٹھے تھے۔ میں نے دو روپے پیش کیے۔ آپ خاموش رہے۔ پھر میاں علاول نے دو روپے پیش کیے تو حضور نے نہ لیے اور فرمایا "تم نہ دو، آج کے بعد تمہیں اجازت ہے لنگر میں پیسے نہ دیا کرو۔ کیونکہ تمہیں پہلے ہی بڑی مشکل سے ملتے ہیں۔ ویسے آیا جایا کرو" یعنی گھر سے چلتے وقت جو معاملہ اس کے ساتھ پیش آیا تھا۔ حضور اُس سے پہلے ہی بحکمِ الٰہی آگاہ تھے۔

کام وہ بنتے ہیں، بننا جن کا ممکن ہی نہ ہو:۔

میاں جہانہ سکنہ ہڑپہ سے مروی ہے "ہمارے نزدیک ہی دس، بارہ گھر وٹو قوم کے حضور قطبِ عالمؒ کے مرید تھے۔ جب پہلی جنگِ عظیم ہوئی اور انگریز حکومت نے ذیلداروں اور جاگیرداروں سے فوج میں بھرتی کے لیے آدمی طلب کیے تو کرم علی وٹو نے بھی کشوری لال ذیلدار سے نو سو روپیہ لے کر اپنا بھائی نور اور ایک رشتہ دار فوج میں بھرتی کروایا۔ کچھ دنوں بعد نور بھاگ آیا۔ یہاں ایک جھگڑا بن گیا۔ مخالفین کو معلوم تھا کہ نور بھاگ آیا ہے۔ انہوں نے دشمنی کرتے ہوئے درخواست دے دی کہ رنگروٹ بھاگ کر آیا ہوا ہے۔ پولیس آئی اور نور کو پکڑ کر لے گئی۔ وٹو، حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فریاد کی۔ اب جناب کی بارگاہ کے سوا دنیا میں اور کوئی چارہ نہیں۔ حضور نے انہیں تسلی دی اور فرمایا گھبراؤ نہیں۔ چار، پانچ روز میں وہ بَری ہو کر آ جائے گا۔ پولیس نے اس کا نام بھرتی کرنے والے دفاتر میں بھیجا۔ مگر حضور قطبِ عالمؒ کی کرامت سے کہیں بھی اس کا نام درج نہیں تھا۔ اور وہ بَری ہو کر واپس گھر آ گیا۔

کام وہ بنتے ہیں ، بننا جن کا ممکن ہی نہیں
چپکے ، چپکے جا کے ، کر لیتے ہیں وہ تدبیر کیا

کامیابی کی دعا اور رزقِ حلال کی نصیحت:۔

میاں کریم بخش ہراج سے روایت ہے۔ "حضور قطبِ عالمؒ ایک روز کچہری لگا کر بیٹھے تھے۔ میں حاضرِ خدمت ہوا تو پوچھا کریم بخش! پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کی حضور ساتویں جماعت میں پڑھتا ہوں۔ مگر سکول جاؤں تو بخار ہو جاتا ہے۔ گھر آؤں تو ٹھیک ہو جاتا ہوں۔ اس وقت سکول تلمبہ میں ہوتا تھا۔ اور میں وہاں بورڈنگ میں رہتا تھا۔ حضور نے میرے والد میاں الٰہی بخش کو بلوایا اور فرمایا "کریم بخش کو آٹھ جماعتوں تک پڑھانا ہے۔ گھریلو کاروبار کے لیے اتنی تعلیم کافی ہے۔ آٹھ جماعت سے اوپر تو ملازمت کی حرص ہے۔ مزید فرمایا "نوکری کرنا گناہ نہیں

ہے۔لیکن سو سے تیس فیصد یا چالیس فیصد تنخواہ پر گزارہ کرتے ہیں باقی سب رشوت لیتے ہیں۔جو بہت بڑا گناہ ہے۔بندہ چھوٹی روٹی یعنی تھوڑا کھالے وہ بہتر ہے بڑی روٹی یعنی رشوت لینے سے" دوسرے روز مجھے سکول بھیجا گیا۔ایک مہینہ امتحان سے رہتا تھا۔حضور قطبِ عالمؒ کی دعا سے میں اپنے سکول میں پہلی پوزیشن پر آیا۔

مکان گرنے کے باوجود محفوظ رہنا:۔

میاں کریم بخش ہراج بتایا کرتے۔میرے والد اور دادا، ایک مرتبہ کام پر نیلی گئے ہوئے تھے۔انہی ایام کا واقعہ ہے۔حضور قطبِ عالمؒ گھر میں تشریف رکھتے تھے۔اچانک بڑے مغموم ہو کر فرمانے لگے" آج میاں الٰہی بخش کے لیے دل اُداس ہے خُدا خیر کرے اور اُسے اپنی حفاظت میں رکھے" میری پھوپھی غلام زینت نے یہ جملہ حضور کا سُن لیا اور گھر آکر بتایا۔کچھ دنوں کے بعد پتہ چلا اُن پر مکان گر گیا تھا۔دیکھنے والوں نے سمجھ لیا اب ان کا بچنا محال ہے۔مگر جب ملبہ ہٹایا گیا تو وہ زندہ و سلامت تھے۔گھر والوں نے جب وہ تاریخ دیکھی تو وہی روز تھا۔جب حضور قطبِ عالمؒ گھر میں بیٹھ کر انہیں یاد فرما رہے تھے بلکہ ان کی حفاظت کی دعا مانگ رہے تھے۔

خواب میں مقرر کردہ تاریخ جو حقیقت میں بدل گئی:۔

میاں کریم بخش ہراج سے ہی روایت ہے" میرے والد نے اپنی زندگی میں میری ایک بہن، اپنی ہمشیرہ غلام زینب کو دی اور اس کی بیٹی برادری میں دے کر چچا اللہ بخش کے لیے رشتہ لیا۔1937ء میں والد فوت ہو گئے۔میری ہمشیرہ بعد میں جوان ہوئی تو برادری میں ایک نکاح کے موقع پر میری پھوپھی نے کہا مجھے اپنی ہمشیرہ کی تاریخ مقرر کر دو۔میں نے برادری کے ساتھ مل کر 11 چاند کی تاریخ مقرر کر دی۔رات کو میں اپنے مویشیوں میں سویا ہوا تھا۔خواب میں وہی دن کا منظر دیکھا۔جب میں نے برادری سے 11 چاند کی تاریخ مقرر کی تو اتنے میں حضور قطبِ عالمؒ تشریف لے آئے اور فرمایا" ہم میاں الٰہی بخش کی بیٹی کی تاریخ مقرر کرنے آئے ہیں اور 14 چاند کی تاریخ مقرر فرمائی"، صبح اُٹھ کر میں نے یہ سارا واقعہ اپنی پھوپھی کو سنایا۔اُس نے کہا کوئی بات نہیں برادری کی طرف آدمی بھیج دیتے ہیں کہ شادی 14 چاند کو ہوگی۔

میں نے کہا یہ بات، میرے اور آپ کے درمیان رہے۔کسی کو بتاتے نہیں۔دیکھتے ہیں حضور، 14 چاند کی تاریخ کس طرح بناتے ہیں اور خاموش ہو گئے۔جب چاند کی چار تاریخ ہوئی تو برادری کا ایک پیغام رساں آگیا کہ ہمارا ایک شخص سخت بیمار ہو گیا ہے۔لہذا ہم 11 چاند کو نہیں آسکتے۔آپ 14 چاند کی تاریخ رکھیں۔گویا حضور قطبِ عالمؒ کی کرامت سے خود بخود 14 چاند کی تاریخ مقرر ہو گئی اور اُسی روز بعد میں شادی ہوئی۔

لنگر کی بھینس خود ہی دربار شریف آگئی:۔

پیر سید ناصر الدین شاہ سے مروی ہے مجھے میاں محمد مراد کاٹھیا نے یہ واقعہ سُنایا کہ میاں عظیم کاٹھیا (پنج کھوہے والہ) نے حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں عرض کیا جناب! میں ایک بھینس لنگر شریف میں پیش کرتا ہوں۔قبول فرمائیں حضور نے ارشاد فرمایا ٹھیک ہے۔اسے لنگر میں پہنچا دینا۔میاں عظیم نے کہا حضور کسی درویش کو حکم فرمائیں وہ لے آئے گا۔مگر حضور نے فرمایا یہاں تو کوئی فارغ نہیں اچھا ہوتا تم خود ہی پہنچا جاتے مگر وہ بجائے خود پہنچانے کے، کسی درویش کو لے جانے کے لیے بضد تھا۔حضور خاموش ہو گئے۔تھوڑے دن ہی گزرے تھے کہ اس کی بھینسیں مکان کا دروازہ توڑ کر باہر نکل گئیں۔صبح تلاش شروع ہوئی۔بھینسیں دریا میں داخل ہو گئی تھیں۔انہوں نے دریا عبور کیا تو نشانات سندھیلیانوالی شریف کی طرف جا رہے تھے۔میاں عظیم بتاتا ہے۔یہ دیکھ کر مجھے فکر ختم ہو

گئی اور ساتھیوں سے کہا اب گھبرانے کی ضرورت نہیں مجھے پتہ چل گیا ہے؟ سندھیلیانوالی شریف حضور قطبِ عالمؒ کے باغ کی ایک سمت خالی میدان تھا۔ وہاں سب بھینسیں بیٹھی تھیں۔ ہم انہیں دیکھ کر حضور کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لیے کچہری میں حاضر ہوئے۔ ہمارے ہاتھوں میں ڈنڈے دیکھ کر حضور نے فرمایا آج کاٹھیوں کو خیر تو ہے؟ ہم نے صورتِ حال عرض کر دی۔ حضور مسکرائے اور فرمایا۔ لنگر کی بھینس خود ہی آگئی ہے۔ تم نے تو پہنچائی نہیں اب بقیہ اپنی بھینسیں واپس لے جاؤ۔

پیٹ کے درد سے زندگی بھر کا چھٹکارا:۔

میاں احمد دین مستری بیان کرتے ہیں۔ ''ایک مرتبہ میرے پیٹ میں شدید درد پیدا ہوا۔ کئی دوا لیے مگر درد سے افاقہ نہ ہوا۔ لوگوں نے مشورہ دیا ملتان میں پیر حقانیؒ کے دربار پر جاؤ۔ میں نے انکار کر دیا کہ میں تو اپنے پیر کے دربار پر جاؤں گا۔ اور یہاں چلا آیا۔ حضور قطبِ عالمؒ کچہری لگا کر بیٹھے تھے۔ درویشوں کا بہت رش تھا۔ میں نزدیک تو نہ جاسکا۔ دور ہی دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ حضور نے میری طرف دیکھا اور فرمایا'' کیا بات ہے؟'' میں نے عرض کی دعا فرمائیں۔ میرے پیٹ میں شدید درد ہے۔ حضور نے اہل مجلس سے فرمایا اس کے لیے دعا کریں تا کہ خداوندِ کریم اسے شفا عطا فرمائے۔ حضور کی دعا سے فوراً میرا درد ختم ہو گیا۔ بلکہ اس واقعہ کو تادمِ بیان (جنوری 1978ء) پچاس برس سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ پھر کبھی میرے پیٹ میں درد کی شکایت نہیں ہوئی۔

بعد از وصال متعلقین کی نگہداشت:۔

میاں احمد دین مستری سے ہی روایت ہے۔ سائیں اسرار حسین کے عہدِ سجادگی کا واقعہ ہے۔ ایک مرتبہ ہم اندرونِ ڈیوڑھی مکان تعمیر کر رہے تھے۔ مجھے بڑا سخت بخار ہوا۔ اُن دنوں سائیں اسرار حسین کو بھی بخار تھا۔ میں باہر آیا تو کچھ دیر کے لیے مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ اسی دوران میں نے دیکھا۔ حضور قطبِ عالمؒ اور سائیں فضل پاکؒ تشریف لائے۔ حضور قطبِ عالمؒ نے مجھ سے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کی شدید بخار میں مبتلا ہوں۔ حضور نے اپنا عصا میرے جسم پر لگایا اور فرمایا۔ خیر ہو جائے گی اور دربار شریف کی طرف چل پڑے میں دیکھ رہا تھا۔ چند قدم چلے تو سائیں فضل پاک نے عرض کی حضور! گھر سے ہوتے چلیں۔ اسرار کو بھی بخار ہے پتہ کر لیں۔ حضور گھر میں چلے گئے ۔ مجھے ہوش آیا تو بخار نہیں تھا۔ سائیں اسرار حسین کا پتہ کروایا تو معلوم ہوا۔ جناب بھی ٹھیک ہیں اور بخار اُتر گیا ہے۔

مریدین کی فریاد رسی:۔

میاں اللہ دتہ کلاسن سکنہ چکنمبر R-5/7 بیان کرتے ہیں۔ میں تقریباً تیس سال کی عمر میں حضور قطبِ عالمؒ کا مرید ہوا۔ حضور کی خدمت میں ایک مرتبہ عرض کی۔ مجھے کوئی ایسی چیز عطا فرمائیں۔ جو مشکل کے وقت پڑھوں اور نجات پاؤں۔ حضور نے میری پیٹھ پر تھپکی دی اور فرمایا'' جب کوئی مشکل پیش آئے باوضو ہو کر مجھے یاد کرنا تیری مشکل حل ہو جائے گی'' کچھ عرصہ بعد کا واقعہ ہے۔ میری بیوی کے شکم میں درد پیدا ہوا۔ کافی علاج معالجہ کروایا مگر درد سے افاقہ نہ ہوا۔ آخر علاج سے تنگ آکر میں ایک روز تنہائی میں اپنے پیر خانہ کی طرف چند قدم چلا اور فریاد کی'' آپیر قطبایا۔۔۔۔ میں مشکل وچ عاجز آیا'' اور اُس جگہ سے تھوڑی سی مٹی اُٹھا کر اپنی بیوی کو کھلا دی اور نیت کر لی کہ اب پیر جانے اور اس کی مریدنی۔ میری بیوی کو فوراً درد سے آرام آگیا اور وہ سو گئی۔ صبح بستی والے پوچھنے آئے گھر میں خاموشی ہے۔ کہیں تمہاری بیوی فوت تو نہیں ہو گئی؟ میں نے حقیقت بیان کر دی کہ میرے پیر نے کرم فرما دیا ہے۔

بھلا کیونکر نہ ایسے پیر کا دل پر اثر بیٹھے　　　کہیں آؤ نہ جاؤ بات بن جاتی ہے گھر بیٹھے

دُرویشوں کی خبر گیری رکھنا:۔

میاں حمید اللہ ساکن محلہ درگاہی شاہ (کمالیہ) سے مروی ہے۔ میاں شام دین قریشی اور ہماری دیوار مشترکہ تھی وہ اکثر حضور قطب عالمؒ کا ذکر کرتا رہتا۔ میرے دل میں بھی شوق پیدا ہوا۔ اور اس کی ہمراہی میں دربار شریف روانہ ہوا۔ ہم راستہ بھول گئے۔ کافی تگ و دو کے بعد سند ھیلیانوالی شریف پہنچے۔ حضور کچہری لگا کر بیٹھے تھے۔ ہمیں دیکھتے ہی میاں شام دین سے مخاطب ہو کر فرمایا ''تم راستہ جانتے تھے۔ پھر بھی بھول گئے؟'' یعنی حضور ہمارے احوال سے پہلے ہی باخبر تھے۔

خواب میں آکر بیمار کی شفاء یابی:۔

میاں حمید اللہ سے ہی روایت ہے۔ میرا بھائی بیمار ہو گیا۔ جب اس کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو میں نے حضور کا فوٹو اس کے سامنے رکھ دیا اور خود سند ھیلیانوالی شریف چلا آیا۔ رات کو حضور قطب عالمؒ کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا ''تم گھر چلے جاؤ۔ تمہارے بھائی کو شفاء مل چکی ہے۔'' میں صبح خوشی خوشی گھر پہنچا تو واقعی میرا بھائی صحت یاب ہو چکا تھا اور کہہ رہا تھا۔ رات کو خواب میں حضور قطب عالمؒ تشریف لائے اور مجھے شفاء نصیب ہو گئی۔

نکسیر کے مرض سے نجات:۔

میاں محمد مراد جھجھ سکنہ چکنمبر 746/g-B بیان کرتے ہیں۔ میری نکسیر چلتی تھی۔ حضور قطب عالمؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ''تم پکے (کڑھے) ہوئے دودھ کی لسی پیا کرو'' میں نے اس پر عمل کیا تو میری نکسیر رُک گئی۔ بعض دفعہ لڑائی، جھگڑوں میں چوٹیں بھی آئیں مگر ناک سے کبھی خون نہیں آیا۔

حضور کی دعا سے رقبہ ملنا:۔

میاں محمد مراد جھجھ سے ہی روایت ہے۔ ہمارے پاس رقبہ نہیں تھا۔ میں جمعۃ المبارک پر حاضر ہوا اور حضور قطب عالمؒ سے عرض کی۔ حضور! دعا فرمائیں کہ ہمیں رقبہ مل جائے۔ آپ نے دعا فرمائی جس کے تھوڑا عرصہ بعد ہمیں رقبہ مل گیا۔ اور اب عزت و وقار سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

غائبانہ دستگیری:۔

میاں دارا کھرل سکنہ چکنمبر 149/15-L بیان کرتا ہے۔ مجھے ایک عارضہ لاحق ہو گیا۔ جب علاج معالجہ سے کوئی فرق نہ پڑا تو میں نے گھر سے نکل کر دربار شریف کی طرف منہ کر کے فریاد کی۔ پھر کیا تھا اسی وقت وہ تکلیف جاتی رہی۔ اور شفاء مل گئی۔

خواب میں بلا کر مرید کرنا:۔

☆میاں واحد بخش سوئیں سکنہ چکنمبر 17 سے مروی ہے۔ میں نے حضور قطب عالمؒ کی شہرت سنی تو دل میں شوق پیدا ہوا۔ ایک شخص نے مجھے کہا۔ تم طلبِ صادق رکھو۔ جو بزرگ خواب میں تجھے بلائے گا۔ اُن کا مرید ہو جانا۔ رات کو سویا تو خواب میں حضور قطب عالمؒ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ''میں تمہارا پیر ہوں۔ تم کہیں اور نہ دیکھو'' میں صبح بیدار ہوا تو اپنے والد اور ہمشیرہ کو ساتھ لے کر سند ھیلیانوالی شریف حاضر ہو گیا اور بیعت اختیار کی۔

☆اسی طرح کا ایک واقعہ میاں اللہ بخش جو پوسکنہ موضع اللہ آباد سے منقول ہے کہ مجھے خواب میں حضور قطبِ عالمؒ کی زیارت ہوئی۔ میں نے دل میں فیصلہ کرلیا۔ اسی بزرگ سے بیعت کرونگا پھر میں نے آپ کی شہرت سنی اور زیارت کے لیے سندھیلیانوالی شریف آیا۔ حضور کو دیکھا تو فوراً پہچان گیا۔ کہ آپ ہی میرے خواب میں تشریف لائے تھے۔ لہذا مرید ہونے کے لیے عرض کیا۔ تین دن انتظار کرتا رہا چوتھے دن میری باری آئی اور حضور کی بیعت سے مشرف ہوا۔

کرم کے ڈھنگ ہیں اُن کے نرالے — پیا چاہے تو سوتوں کو جگا لے

نافرمانی کا انجام:۔

پیر قطب شاہ سکنہ موضع سید موسیٰ سے روایت ہے ایک مرتبہ حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں ہم نے واپسی کی اجازت مانگی تو حضور نے منع فرمایا۔ ہمراہی تیار ہو چکے تھے۔ لہٰذا دوبارہ عرض کرنے پر اجازت مل گئی۔ راستے میں طوفان، بارش اور سردی نے برا حال کیا۔ تب ہمیں معلوم ہوا کہ اسی وجہ سے حضور نے منع فرمایا تھا۔ اور ہم نے دوبارہ عرض کر کے نافرمانی کی سزا پائی۔

بیماری سے شفاء یابی:۔

☆ میاں محمد امیر آرائیں سکنہ ٹبی قاسم بیان کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ میرے والد سخت بیمار ہوئے۔ جب زندہ رہنے کی کوئی اُمید باقی نہ رہی۔ تو میں نے پریشانی کے عالم میں دربار شریف کی طرف مُنہ کر کے فریاد کی۔ میرے کانوں میں غیب سے آواز آئی "گھبراؤ نہیں" میرے دل کو تسلی ہوگئی۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ میرے والد کو ہوش آ گیا۔ اور پھر چند ہی دنوں میں وہ بالکل صحت یاب ہوگئے۔

☆ میاں محمد امیر سے ہی روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں خود بیمار ہوگیا۔ رات کو خواب میں دیکھا۔ ایک بہت بڑا اژدھا میری طرف بڑھ رہا ہے۔ میں نے حضور قطبِ عالمؒ کو یاد کیا تو وہ بھاگ گیا۔ میں صبح بیدار ہوا تو میری بیماری چلی گئی تھی۔

چور کو راہِ راست پر لانا:۔

میاں غلام محمد بھٹی سکنہ دودہ شریف بیان کرتا ہے۔ میرے نوجوانی میں کام اچھے نہیں تھے۔ چوری کرتا تھا۔ حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں مرید ہونے کے لیے حاضر ہوا۔ میاں کرم مہانا نے میری سفارش کی حضور نے سابقہ گناہوں سے توبہ کروائی اور مرید کرلیا۔ گھر واپس آیا تو جب بھی چوری کا پروگرام بناتا۔ رات کو خواب میں حضور قطبِ عالمؒ اپنے عصا سے مجھے سزا دیتے۔ حتیٰ کہ میں چیختا ہوا۔ اُٹھ بیٹھتا۔ حضور کا کرم ہوا اور میں نے تمام بُرے کاموں سے توبہ کرلی۔

ازلی طالبوں کی پہچان:۔

میاں محمد اسماعیل کاٹھیا سکنہ "موجو کے کاٹھیے" سے مروی ہے۔ ہمارے باپ، دادا، شیخ فاضل والے بزرگوں کے مرید تھے۔ میرے چچا نے مجھے وہاں مرید ہونے کے لیے کہا۔ رات کو سویا تو خواب میں حضور قطبِ عالمؒ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے میرا دایاں بازو پکڑ کر فرمایا۔ "یہ ہاتھ میرا ہے۔ دوسرا جس کو چاہے دے آؤ" میں صبح بیدار ہوا تو سندھیلیانوالی شریف چلا آیا اور حضور کی بیعت سے مشرف ہوا۔

گمشدہ گھوڑی کا ملنا:۔

میاں حسن تنگڑیال سکنہ چکنمبر L-120/15 سے مروی ہے۔ ملک فاضل تنگڑیال نے حضور قطبِ عالمؒ کی دعوت کی، حضور تشریف لے گئے۔ ان کی گھوڑی گم ہوگئی۔ سارا دن اسے ڈھونڈتے رہے۔ مگر نہ ملی آخر شام کے وقت حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا اس طرف چلے جاؤ۔ گھوڑی مل جائے گی۔ وہ اس طرف زیادہ دُور نہیں گئے تھے۔ کہ دیکھا سامنے گھوڑی موجود ہے اور چارہ کھا رہی ہے۔ لہذا وہ پکڑ کر اُسے گھر لے آئے۔

حضور کی روشن ضمیری:۔

میاں شیر محمد کاٹھیا سکنہ "شہادت کے کاٹھیے" بیان کرتا ہے ایک مرتبہ میں اپنے استاد صاحب کے ہمراہ عید پڑھنے کے لیے سندھیلیانوالی شریف حاضر ہوا۔ میں نے دو روپے بطورِ نذرانہ حضور کی خدمت میں پیش کیے۔ جو آپ نے قبول فرمائے۔ پھر میرے اُستاد صاحب نے دو روپے پیش کیے تو حضور نے ایک روپیہ اُٹھالیا اور دوسرا انہیں واپس کردیا۔ کہ تمہارے گھر میں ضرورت ہے۔ اور واقعی ان کی بیوی کو ضرورت تھی۔

لسّی کے گلاس سے مرض چلی گئی:۔

میاں محمد متہ جوپو سکنہ چک نمبر R-111/7 سے مروی ہے۔ ایک مرتبہ میں شدید بیمار ہو گیا۔ حضور کو یاد کیا اور امداد طلب کی، رات کو خواب میں آپ کی زیارت ہوئی اور فرمایا صبح لسّی کا ایک گلاس پی لینا۔ آرام آجائے گا۔ میں نے ایسا ہی کیا اور مکمل صحت یاب ہوگیا۔

قتل کے مقدمہ سے نجات:۔

میاں شیر محمد کاٹھیا سے روایت ہے میرے ڈیرے پر ملتان کے ایک شمسی شاہ صاحب مہمان ٹھہرے رات کو انہیں کسی نے قتل کردیا۔ مقدمہ میرے سر آگیا۔ میں دربار شریف پر حاضر ہوا اور عرض کی میرا قصور نہیں ہے۔ میں آلِ محمد ﷺ کا قاتل نہیں ہوسکتا۔ میرے مخالفین کے ہاتھ موقع آیا تھا۔ انہوں نے بڑی کوشش کی کہ مجھے سزا ہو جائے۔ میں نے خواب میں دیکھا۔ حضور قطبِ عالمؒ نے مجھے سہارا دے کر ایک گڑھے سے گزارا۔ یعنی مخالفین جعلی مقدمہ بنا چکے تھے۔ حضور نے کرم فرمایا اور مجھے بچالیا۔ للہذا مخالفین کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں اور مجھے بری قرار دیا گیا۔

ایک درویش کی دلجوئی:۔

حاجی پہلوان سرگانہ سکنہ خانیوال بیان کرتا ہے۔ میں اکیلا اپنے خاندان میں حضور قطبِ عالمؒ کا مرید تھا۔ مجھے ایک مرتبہ خیال آیا۔ میں اکیلا حضور کا مرید ہوں پتہ نہیں وہ مجھے جانتے بھی ہیں کہ نہیں؟ رات کو خواب میں دیکھا ایک دریا ہے جسے میں عبور کررہا ہوں۔ اچانک ایک کشتی ظاہر ہوئی۔ جس پر حضور قطبِ عالمؒ اپنے دُرویشوں کے ہمراہ سوار تھے۔ میرے ساتھ خاندان کے اور لوگ بھی تھے۔ لیکن حضور نے صرف مجھے بلایا اور اپنی کشتی میں سوار کرلیا۔ باقی سب افرادِ خاندان دیکھتے رہے۔ میں صبح اُٹھا تو میرا وہ خیال دُور ہوگیا۔ اور یقینِ کامل نصیب ہوا کہ میں اپنے پیرومرشد کی نگاہ میں ہوں۔

تری نگاہ پڑی جس پہ اسے بدل ڈالا:۔

میاں سلطان چنن سکنہ چکنمبر 33/4-L سے روایت ہے۔ میں جب مرید ہونے کے لیے حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میاں ہدایت نے عرض کی۔ حضور! اس کے بڑے غلط کام ہیں۔ چوری اور ڈاکے نہیں چھوڑتا۔ حضور خاموش رہے۔ اور مجھے مرید کر لیا۔ پھر ایسی نگاہِ کرم فرمائی کہ میں نے سب بُرے کام چھوڑ دیئے۔ بلکہ میرے سامنے اگر کوئی ایسا نام بھی لیتا تو نفرت ہونے لگتی۔

حضور کے خیمہ پر انوارِ الٰہیہ کی بارش:۔

میاں بہادر خان بلوچ سے روایت ہے۔ ایک مرتبہ حضور قطبِ عالمؒ دعوت پر ''اروتی میاں رحماں'' کے نزدیک تشریف لے گئے۔ حضور کے لیے خیمہ نصب کیا گیا۔ تہجد کے وقت آپ نے وضو کے لیے پانی طلب فرمایا۔ میں تھوڑے ہی فاصلے پر ایک نلکے سے پانی لینے گیا۔ واپس آتے ہوئے میری نظر حضور کے خیمہ پر پڑی تو مجھے وہاں آگ کے شعلے نظر آئے گویا خیمے کو آگ لگ گئی ہے۔ میں حواس باختہ ہو کر خیمے کی طرف بھاگا کہ حضور بھی اُس کے اندر تشریف فرما تھے۔ جب قریب پہنچا تو خیمہ بالکل صحیح تھا۔ آگ کا نام و نشان تک نہ تھا۔ میں بڑا حیران ہوا۔ خیمہ میں داخل ہوا تو حضور قطبِ عالمؒ کو ایک خاص کیفیت میں پا کر خود ہی سمجھ گیا۔ کہ یہ آگ نہ تھی بلکہ انوارِ الٰہیہ کی بارش تھی۔ جو خیمہ پر برس رہے تھے۔

راستہ بھولنے والوں کی راہنمائی فرمانا:۔

ایک مرتبہ میاں سراج دین چنن اور میاں رانجھا رات کو عشاء کے بعد پیدل دربار شریف روانہ ہوئے۔ جنگل میں پہنچے تو راستہ بھول گئے۔ آخر اسی پریشانی کے عالم میں تھے کہ ایک شخص نظر آیا جو اپنے مویشی چرا رہا تھا۔ اُس نے انہیں صحیح راستہ بتایا آخر یہ صبح سویرے دربار شریف پہنچے اب حیران تھے۔ رات کو جنگل میں مویشی چرانا کوئی جوڑ نہیں بنتا۔ یہ عقدہ حضور نے خود حل فرما دیا۔ جب انہیں آتے دیکھا تو فرمایا۔ ایسے لگتا ہے تم رات کو اوّل وقت ہی گھر سے روانہ ہوئے۔ جنگل میں راستہ بھول گئے اور اب یہاں پہنچے ہو۔ گویا نہ صرف حضور انکے احوال سے باخبر تھے بلکہ جنگل میں دستگیری کرنے والے بھی آپ ہی تھے۔

فردِ جرم عائد ہونے کے باوجود بَری ہونا:۔

میاں سراج دین چنن پر ایک کیس کے سلسلہ میں فردِ جرم عائد ہوگئی۔ وہ حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اُسے دیکھتے ہی فرمایا تمہارا چہرہ اُترا ہوا ہے۔ کوئی کیس تو نہیں؟ انہوں نے تمام صورتِ حال عرض کر دی۔ حضور نے ایک کاغذ پر پانچ حروف لکھے اور فرمایا۔ یہ کاغذ اپنی پگڑی کی نیچے والی تہہ میں رکھ لو اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ میاں سراج دین کو واپس جاتے ہی بری کر دیا گیا۔ صرف افسر نے کہا میرے ٹیبل پر اپنی ناک سے لکیر کھینچو کہ پھر ایسا کام نہ کرو گے۔ وہ ٹیبل پر جھکا تو افسر نے اُس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر اوپر اٹھا لیا تا کہ ایسا نہ کرے۔ میاں سراج دین بتایا کرتا۔ جب افسر نے میرے ماتھے پر ہاتھ رکھا تو میں نے دیکھا وہ ہاتھ حضور قطبِ عالمؒ کا تھا۔ انگلی میں نمبرداری والی انگوٹھی بھی تھی۔ خوشبو بھی حضور کی پائی اور مجھے بری کر دیا گیا۔

دو بیٹوں کی بشارت:۔

میاں سراج دین چنن کے یکے بعد دیگرے دو بیٹے فوت ہو گئے۔ وہ حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں حاضر

ہوا تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا۔ تمہارا چہرہ اُترا ہوا ہے۔ کہیں بیٹے پیدا ہو کر تو نہیں مر جاتے۔ اُس نے عرض کی ایسا ہی ہوتا ہے۔ حضور نے دعا فرمائی اور بشارت دی تمہارے دو بیٹے پیدا ہونگے جو زندہ رہیں گے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ جو بعد میں اسی طرح ہوا۔

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا:۔

میاں سراج دین سے ہی روایت ہے۔ میں اپنے قریبی جنگلات میں مویشی چرا رہا تھا۔ اتنے میں ایک شخص گھوڑے پر سوار جو نہایت خوبصورت اور سفید لباس میں ملبوس تھا وہاں سے گزرا۔ میں یہ سمجھ کر ان کے پیچھے دوڑ پڑا کہ یہ حضرت الیاسؑ ہونگے جو جنگلوں کے بادشاہ ہیں مگر وہ تو آناً فاناً دور نکل گئے۔ لیکن ان کی صورت مبارک کا نقش اس طرح میرے دل کندہ ہوا کہ نماز پڑھتے وقت بھی ایسا محسوس ہوتا میرے آگے وہی نماز پڑھ رہے ہیں۔ چار دن یہ سلسلہ جاری رہا۔ چوتھے روز میں اپنے چچا یُوڑیجاں کے ساتھ دربار شریف حاضر ہوا، میں نے حضور قطبِ عالمؒ کو دیکھا تو فوراً پہچان گیا کہ آپ ہی جنگل سے گزرے تھے۔ جنہیں میں حضرت الیاسؑ سمجھا۔ ایک شخص اکتالیس دن سے مرید ہونے کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ اُس نے اپنی باری مجھے اس لیے دے دی کہ حضور نہایت کرم نوازی سے مجھے پیش آئے تھے۔ اور میں دستِ بیعت سے مشرف ہوا۔

پردہ پوشی مشربِ درویش ہے:۔

ایک مرتبہ سندھیلیانوالی شریف کنوئیں پر ایک ملازمہ گھر کے برتن دھو رہی تھی۔ چند برتن سرپوش اور رکابی وغیرہ سہواً وہیں رہ گئے۔ اُس کے جانے کے بعد ایک شخص ہاتھ دھونے کے لیے کنوئیں پر آیا۔ اُسے وہ برتن نظر آئے۔ جنہیں اُٹھا کر وہ اپنے گھر لے گیا۔ حضور قطبِ عالمؒ کے مختارِ عام میاں محمد فاضل کو جب معلوم ہوا کہ گھر کے برتن گم ہوئے ہیں۔ اُس نے ملازمہ کو بلا کر بطورِ تنبیہ کہا۔ اگر وہ برتن واپس نہ لاؤ گی۔ تو میں ان کا جرمانہ تم سے وصول کرونگا۔ وہ بے چاری خود لاعلم تھی۔ حضور قطبِ عالمؒ نے علیحدگی میں برتن چرانے والے شخص کو بلوایا اور اُسے بطورِ مشورہ فرمایا۔ برتن تمہارے پاس ہیں۔ تم اپنے طور پر جا کر میرے مختارِ عام کو اس واقعہ سے مطلع کر دو تا کہ وہ بے گناہ ملازمہ اس معاملہ سے بچ جائے اور اُس شخص نے ویسا ہی کیا جس طرح آپ نے اُسے فرمایا تھا۔

اولیاء راہست قدرت از اِلٰہ:۔

میاں غلام فرید چھن سے مروی ہے۔ ۱۹۱۱ء کا واقعہ ہے۔ چکنمبر 191/g-B میں حضور قطبِ عالمؒ کے ملکیتی مربعوں سے آپ کی ایک گھوڑی چوری ہوگئی۔ میاں بہاول خان بلوچ جن کے پاس گھوڑی تھی وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چوروں کے خلاف پرچہ درج کرنے کے لیے عرض کی مگر حضور قطبِ عالمؒ نے فرمایا پرچہ کٹوانے کی ضرورت نہیں۔ خداوندِ کریم خود ہی چوروں کو راہِ راست پر لائے گا۔ اور گھوڑی واپس کر جائیں گے۔ چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد چور خود گھوڑی لے کر حاضرِ خدمت ہوا۔ اور معافی چاہی آپ نے معاف کر دیا۔ واقعہ کچھ اس طرح ہوا۔ باہلک وٹو سکنہ وٹواں علاقہ تاندلیانوالہ ایک مرتبہ چوری کے لیے جا رہا تھا۔ راستے میں دریائے راوی عبور کر رہا تھا کہ کسی دریائی آفت نے اُس کے پاؤں جکڑ لیے وہ عجیب کشمکش میں گرفتار ہو گیا۔ جب زندہ بچنے کی اُمید نہ رہی تو اُسے حضور قطبِ عالمؒ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا تم نے کچھ عرصہ پہلے ایک گھوڑی چرائی ہے۔ یہ اُسی کی گرفت ہے۔ خداوندِ عالم نے بطورِ سزا یہ معاملہ پیش فرمایا ہے۔ اگر سچے دل سے توبہ کرو تو نجات ممکن ہے۔ اُس نے تسلیم کر لیا۔ اور اچانک اُس گرفت سے رہائی پائی۔ اُس نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے اور کہاں رہتے ہیں؟ فرمایا ”میرا نام سید قطب علی شاہ ہے۔ جس کی تم

نے گھوڑی چرائی تھی اب امان اسی میں ہے کہ سند ھیلیانوالی آکر میری امانت واپس کر جاؤ" چنانچہ وہ گھوڑی کے پیچھے چلا گیا اور بڑی تگ و دو کے بعد علاقہ ماجھا مالوہ سے واپس لا کر حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں پیش کر دی اور تائب ہو کر بیعت سے مشرف ہوا۔

اولیاء را ہست قدرت از اِلٰہ　　تیرِ جستہ باز گرداند ز راہ

(اولیائے کرام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الٰہی طاقت حاصل ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو بھی واپس کر سکتے ہیں)

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں:۔

ایک مرتبہ سائیں فضل پاکؒ اپنے سسرال کے ہاں موضع گوردتہ ضلع ساہیوال آئے ہوئے تھے۔ وہیں ایک دن آپ خود ہی اپنے سسرال کے مویشی پانی پلانے کے لیے نہر پر لائے۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ آپ بھی نہر میں نہانے لگے۔ چنن قوم کے چند چرواہے جو قریب ہی چک نمبر 33/4-L "جھوک چنڑاں" کے رہنے والے تھے۔ انہیں شرارت سوجھی انہوں نے آپ کے کپڑے اُٹھا لیے۔ اور تھوڑی دیر تک آپ کو نہر میں پریشان رکھا۔ پھر واپس دے کر چلے گئے۔ سائیں فضل پاک جب دربار شریف آئے تو ایک روز باتوں باتوں میں چنن اقوام کے چرواہوں کی یہ حرکت حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں عرض کی۔ حضور سن کر خاموش رہے البتہ آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور یہ ناگواری کا اظہار تھا۔ اس کے بعد تھوڑا عرصہ ہی گزرا کہ "جھوک چنڑاں" سے چند آدمی مرید ہونے کے لیے آئے اور حضور کو دعوت پیش کی۔ جب حضور ان کے گاؤں تشریف لے گئے تو سارے لوگ مرید ہو گئے۔ بلکہ آس پاس کے گاؤں کے لوگ بھی اس قدر مرید ہونے کے لیے آئے کہ باری نہ آتی تھی۔ آخر حضور نے سائیں غلام رسول کھوہ پاک والوں کو حکم فرمایا انہیں بیعت کرو۔ تین روز تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ مگر ہجوم اتنا تھا کہ بڑھتا ہی چلا جاتا تھا۔

اپنی سوانح حیات کے بارے پیش گوئی:۔

پیر سید اسرار حسین شاہ صاحب سجادہ نشین دربارِ قطبیہؒ 10 جنوری 1978ء کو جب درویشانِ قطبِ عالمؒ کے انٹرویو ٹیپ پر ریکارڈ کروا رہے تھے تو میاں امیر بخش نول سکنہ موضع ڈھیڈھی نے بتایا۔ "ایک روز حضور قطبِ عالمؒ کی زبان مبارک سے میں نے سنا کہ "میری باتوں کو یاد کر لو ایک دن تم سے پوچھی جائیں گی" سبحان اللہ ایک طویل عرصہ گزرنے کے باوجود سائیں اسرار حسین ہم غلاموں کو بلا کر حضور کی باتیں دریافت فرما رہے ہیں۔

ایک محیر العقول واقعہ:۔

راقم الحروف 17 فروری 2013ء کو "نواز کوٹ" نزد سند ھیلیانوالی شریف ایک دعوت کے سلسلہ میں گیا تو وہاں سید عابد مصطفیٰ صاحب اور سید مظہر عباس صاحب ملاقات کے لیے تشریف لائے (یاد رہے سید عابد مصطفیٰ شاہ کی دادی اور نانی دونوں حضور قطبِ عالمؒ کی صاحبزادیاں تھیں اور دادا، نانا بھی سگے بھائی تھے) سید مظہر عباس شاہ ،میرک شریف والے سید فتح سلطان کے ہم زلف ہیں۔ اور شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے دورانِ گفتگو مجھے حضور قطبِ عالمؒ کا ایک محیر العقول واقعہ سنایا جو ان کے ساتھ پیش آیا تھا۔ میں نے انہیں کہا آپ حضور کی یہ کرامت مجھے لکھ کر دیں۔ تاکہ اپنی کتاب "لمعاتِ قطب" میں درج کروں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ انہوں نے وعدہ وفا کرتے ہوئے بدست درویش محمد سعید قطبی مجھے یہ واقعہ لکھ کر ارسال کیا جو من و عن یہاں پر نقل کرتا ہوں۔

انسان یا فرشتہ

"میرے محسن" میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ کو "انسان یا فرشتہ" کی کہانی سناؤں گا۔ جس میں میرے پہلے محسن جناب پیر سید قطب علی شاہؒ کے فیوض و برکات کا ایک نمونہ، جو میرے لیے کسی معجزہ (کذا: کرامت) سے کم نہیں پیش ہے۔

پیر سید قطب علی شاہؒ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ انہیں آفتابِ طریقت اور مہتابِ معرفت کا نام دیا جائے۔ تو صحیح ہوگا۔ سُنی عقیدہ کے مطابق وہ راہبرِ کامل اور اللہ کے برگزیدہ بندے تھے۔ ان کی پیری مریدی مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک دُور، دُور پھیلی ہوئی ہے۔ یہ پیر محل کے علاقہ کو شرف حاصل ہے کہ اتنے بڑے روحانی پیر کا دربار موجود ہے۔ جہاں بڑی دُور، دُور سے لوگ اپنی مرادیں لے کر آتے ہیں اور اپنی جھولیاں بھر کے لے جاتے ہیں۔ مانگنے والے میں تو کمی ہو سکتی ہے۔ دینے والے بڑے سخی ہیں۔ دُور کے رہنے والے سارا اُجالا لے گئے اور ہم پاس کے رہنے والے اندھیروں میں ہی بھٹکتے رہے۔ ہم ہی دراصل کم ظرف تھے۔ یا ہمیں شعور ہی نہیں تھا کہ اس ہستی سے فیض یاب کیسے ہونا ہے۔

پیر سید قطب علی شاہؒ میرے ننھیال خاندان کا بہت بڑا نام اور میں اس خاندان کا سب سے حقیر بندہ، میں نے پیر صاحب کی زیارت نہیں کی کیونکہ ان کا وصال میری پیدائش سے پہلے ہو گیا تھا۔ میں نے انہیں نہیں دیکھا لیکن وہ روحانی طاقت سے مجھے دیکھتے بھی ہیں اور پہچانتے بھی ہیں۔ یہ واقعہ جو میں آپ کو سنانے جا رہا ہوں۔ اس سے قبل میں کسی روحانی پیر فقیر کا قائل نہیں تھا۔ اور نہ ہی کبھی کسی مزار پر جا کر حاضری دی تھی۔

مارچ 1964ء میں میٹرک کا امتحان دینے کے لیے میں اپنی کلاس کے ساتھ پیر محل سنٹر آیا۔ سکول میں ہماری کلاس کی رہائش کا انتظام ہوا۔ پہلی ہی شام میرا پیر محل کا ایک رہائشی دوست امیر احمد آیا اور مجھے دوسرے دن صبح ناشتہ کی دعوت دی۔ وہ بھی میٹرک کا امتحان دے رہا تھا۔ اس نے کہا کہ گھر سے ناشتہ کر کے ہم دونوں پہلے پیپر "فزکس" میں پہنچ جائیں گے۔ میرا دوست مجھے بڑا پیارا تھا۔ میں صبح سویرے اُٹھا نمازِ فجر تھانے والی مسجد میں پڑھی اور سکول سے اپنے دوست کے گھر جو شہر کی طرف تھا روانہ ہوا۔ سکول اور شہر کے درمیان کوئی آبادی نہ تھی۔ ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا لیکن اس کی روشنی اتنی ہو گئی تھی کہ بندہ ایک دوسرے کو پہچان سکتا تھا۔ میں نے نصف فاصلہ طے کیا تو میرے داہنی طرف سے ایک سفید ریش بزرگ ایک ہاتھ میں لوٹا اور دوسرے میں تسبیح لیے ہوئے مجھے میرے نام سے بلا کر رکنے کا اشارہ کیا۔ میں بڑا حیران تھا کہ بابا جی کو میں جانتا نہیں اور یہ میرے نام سے کیسے واقف ہیں۔ پھر میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے یہ بابا جی میرے والد صاحب کو جانتے ہوں۔ لیکن میں ان کو پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں بابا جی میرے پاس آ گئے۔ سفید قمیض اور سفید دھوتی بڑا نورانی چہرہ، چہرے پہ خوبصورت مسکراہٹ، آنکھوں میں بڑا رعب اور جلال، سلام دعا کے بعد فرمانے لگے کہ بیٹا جہاں ناشتہ کرنے جا رہے ہو وہ تمہارا دوست نہیں دشمن ہے۔ یہیں سے واپس لوٹ جاؤ۔ یہ سن کر مجھے بڑی حیرانی ہوئی کہ اس بات کا علم میرے دوست، مجھے اور خالقِ کائنات کے سوا کسی کو نہیں تھا۔ اس بابا جی کو کس نے بتایا کہ میں فلاں دوست کے گھر ناشتہ کرنے جا رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا بابا جی میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ مجھے آج کی اجازت دی جائے۔ آئندہ میں اسے نہیں ملوں گا۔ میں اس سے وعدہ خلافی نہیں کرنا چاہتا۔ یہ میں نے بابا جی سے جھوٹ بولا تھا۔ بابا جی مسکرائے اور کہا کہ چلو آج کی اجازت ہے۔ آئندہ ایسے دوست سے احتیاط کرنا۔ پھر بابا جی نے فرمایا کہ آج تمہارا "فزکس" کا پرچہ ہے جس میں تم فیل ہو جاؤ گے یہ سن کر مجھے ٹھنڈے پسینے آنے شروع ہو گئے۔ میں سکول کا ہونہار طالبعلم، مجھ پر میرے اساتذہ کو بڑا مان تھا کہ میں میٹرک میں اچھی پوزیشن لونگا۔ یہ

سُن کر میرے اوسان خطا ہو گئے۔ اور میں جُھکتے جُھکتے باباجی کے پاؤں میں بیٹھ گیا۔ انہوں نے مجھے اٹھایا۔ میری حالتِ غیران سے پوشیدہ نہ تھی۔ میں نے ان سے درخواست کی باباجی میرے لیے دعا کریں۔ باباجی فرمانے لگے اچھا کوشش کرو گے تو پاس بھی ہو جاؤ گے۔ باباجی کی باتیں سن کر جتنا میں پریشان ہو رہا تھا۔ اُس سے زیادہ ان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔ گویا وہ محظوظ ہو رہے تھے۔

تیسری بات، باباجی نے کہا کہ پچھلے سال تم نے گلے کا اپریشن کروایا تھا۔ جب نرس تمہارا بازو پکڑے اپریشن تھیٹر میں لے جا رہی تھی تو تم نے دل میں کون سی دعا مانگی تھی۔ تھوڑا سا ذہن پر زور ڈالنے سے جب مجھے وہ بات یاد نہ آئی تو باباجی نے یہ مشکل بھی آسان کر دی۔ کہ تم نے منت مانی تھی کہ ''یا غازی عباس علمدارؑ میرا اپریشن کامیاب ہو گیا تو میں نیاز دونگا'' جو آج تک ادا نہیں ہوئی۔ میں نے اپنی غلطی تسلیم کی اور نیاز جلد دینے کا وعدہ کیا۔

میں نے باباجی سے عرض کی کہ حضور آپ کا نام کیا ہے اور آپ کہاں رہتے ہیں؟ میں آج شام آپ سے دوبارہ ملنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے میرے رخسار پر پیار سے تھپڑ لگایا اور کہا کہ آج کے بعد ہماری ملاقات کبھی نہیں ہو سکتی۔ مجھے پیر سید قطب علی شاہؒ نے بھیجا ہے۔ یہ اُن کا حکم تھا جو میں نے پہنچا دیا ہے۔ اور پیر صاحب کا یہ بھی فرمان ہے کہ دربار شریف پر مجھے چراغ روشن کرنا چاہیے اور سلام کے لیے دربار پر حاضری بھی دیا کروں۔ یہ آخری بات ابھی ختم ہی ہوئی تھی کہ باباجی سامنے کھڑے کھڑے یکدم غائب ہو گئے۔ یہ کوئی خواب نہیں بلکہ حقیقت تھی۔ اور میں حیران و پریشان بوجھل قدموں سے اپنے دوست کے گھر کی جانب بڑھنے لگا۔ ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ باباجی مجھے دوبارہ ایک نل کے پاس اپنا لوٹا بھرتے ہوئے نظر آئے، میں بھاگ کر اُس نل کے پاس پہنچا تو وہاں نل میں پانی ہی نہیں تھا اور باباجی پھر غائب ہو گئے۔ میں دوست کے گھر گیا۔ اُسے ساری کہانی سُنائی وہ باباجی کو بُرا بھلا کہنے لگا کچھ عرصہ بعد میں نے اپنے دوست کو چھوڑ دیا کیونکہ وہ غلط راستوں پر چل نکلا تھا۔ اور میری خاندانی شرافت مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی۔

فزکس کے پرچہ میں میں فیل تھا۔ اس میں کیسے پاس ہوا یہ ایک الگ کہانی ہے (1)۔

حضرت عباسؑ کی منت پوری کی اور میں دربار پر جا کر توبہ تائب ہوا۔ اس دن کے بعد میں نے بزرگانِ دین کے مزارات پر جا کر فاتحہ پڑھنا اپنا معمول بنا لیا اور پیر سید قطب علی شاہؒ کو میں ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھتا ہوں کہ ان کی مہربانی سے میری سوچ کا زاویہ ہی بدل گیا۔

سید مظہر عباس بخاری
مکان نمبر 1222/2/3 کچی کوٹھی
پیر محل ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

---

(1)۔ راقم الحروف کو شاہ صاحب نے بتایا میں اپنے والد کو لے کر پرچہ کی تلاش میں نکلا آخر بڑی جستجو کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ فلاں علاقے میں ''فزکس'' کے پیپر بورڈ نے بھیجے ہیں۔ ہم وہاں گئے اور مطلوبہ صاحب سے مل کر اپنی گزارش کی جب اسے اپنا رول نمبر بتایا تو اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ آپ اتنی دور سے آئے مگر اب لیٹ ہو چکی ہے۔ میں نے تمام پیپرز پر بال پوائنٹ (پکی پنسل) سے نمبر لگا دیئے ہیں اب یہ ناممکن ہے اور تمام پیپرز ہمارے سامنے رکھ دیئے۔ میں دیکھتا جاتا ہر پرچہ پر بال پوائنٹ سے نمبر لگ چکے تھے۔ لیکن میرا پرچہ جو تھا اس پر کچی پنسل سے نمبر درج تھے۔ میں نے انہیں دکھایا تو وہ خود حیران رہ گئے۔ کہ تمام پیپرز میں سے فقط اسی پر کچی پنسل کیسے استعمال ہوگئی۔ میں واقعی فیل تھا۔ انہوں نے مہربانی کرتے ہوئے دوبارہ پرچہ مجھ سے لکھوا کر اُس پر نمبر لگائے اور شامل کر دیا گیا۔ الغرض جس طرح باباجی نے فرمایا تھا ''کوشش کرو گے تو پاس ہو جاؤ گے'' بعد میں ایسا ہی ظہور میں آیا۔

باب چہاردہم

حضور قطبِ عالمؒ کا سلسلۂ طریقت منظوم شجرہ جات اور خانوادۂ قطبیہ کے متوسلین کی علمی و ادبی خدمات

حضور قطبِ عالم کا سلسلۂ فقر المعروف شجرۂ طریقت

شجرۂ طیبہ "اَصْلھا ثابت" وّ فرعھا فی السّماءِ ھذہٖ سِلْسِلَتِی منْ مَشائِخی فی طریقۃِ العالیہ القادریہ الغوثیۃ القطبیۃ رضوان اللہ تعالیٰ علیھِمْ اجمعین الیٰ یوم الدین

(۱) سید الکونین ورسول الثقلین خاتم الانبیاء احمدِ مجتبیٰ حضرت ابوالقاسم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ
(وصال باکمال ۱۲ ربیع الاوّل شریف ۱۱ھ مزارِ پُر انوار مسجد نبوی ﷺ، مدینہ منورہ)

(۲) اسد اللہ غالب، امام المشارق والمغارب امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم۔
(شہادت ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ مزار اقدس نجفِ اشرف، عراق)

(۳) سید الشہداء، سبطِ رسول اللہ حضرت سیدنا امام حسین علیہ وعلیٰ ابیہ وامّہٖ وجدّہٖ الصلوٰۃ والسلام
(شہادت ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ مزار کربلائے معلیٰ عراق)

(۴) حضرت سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام
(شہادت ۱۸ محرم الحرام ۹۴ھ مزار جنت البقیع، مدینہ منورہ)

(۵) حضرت سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام
(وصال ۷ ذوالحجہ ۱۱۴ھ مزار جنت البقیع، مدینہ منورہ)

(۶) حضرت سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام
(شہادت ۲۴ شوال المکرّم ۱۴۸ھ مزار جنت البقیع، مدینہ منورہ)

(۷) حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
(شہادت ۵ رجب المرجب ۱۸۳ھ مزار کاظمین شریفین بغداد شریف، عراق)

(۸) حضرت سیدنا امام علی رضا علیہ السلام
(شہادت ۱۹ صفر ۲۰۳ھ مزار مشہد مقدس۔ ایران)

(۹) حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۲ محرم الحرام ۲۰۰ھ مزار الکرخ۔ بغداد شریف (کہنہ)، عراق)

(۱۰) حضرت شیخ سرّی سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۳ رمضان المبارک ۲۵۳ھ مزار گورستان شونیزیہ بغداد شریف، عراق)

(۱۱) سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۲۷ رجب المرجب ۲۹۷ھ مزار گورستان شونیزیہ بغداد شریف، عراق)

(۱۲) حضرت شیخ ابوبکر جعفر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۲۸ ذی الحجہ ۳۳۴ھ مزار مقام سامرہ بغداد شریف، عراق)

(۱۳) حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد تمیمی یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۹ جمادی الثانی ۴۲۵ھ مزار مقبرہ امام احمد بن حنبلؒ بغداد شریف، عراق)

(۱۴) حضرت شیخ ابوالفراح یوسف طرطوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۳ شعبان المعظم ۴۴۷ھ مزار طرطوس شام)
(۱۵) حضرت شیخ ابوالحسن علی ہکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال یکم محرم الحرام ۴۸۶ھ مزار قصبہ ہکار۔ بغداد شریف، عراق)
(۱۶) حضرت شیخ ابوسعید مبارک المخرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۷ محرم الحرام ۵۱۳ھ مزار منطقہ سعیدیہ۔ بغداد شریف، عراق)
(۱۷) محبوب سبحانی غوثِ صمدانی حضور سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی
(وصال ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ مزار باب الازج المشہور بابُ الشیخ۔ بغداد شریف، عراق)
(۱۸) حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب بن حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۲۵ شوال المکرم ۵۹۳ھ مزار مقبرہ حلبہ۔ بغداد شریف، عراق)
(۱۹) حضرت سیدنا صفی الدین عبدالسلام صوفی بن حضرت سیدنا عبدالوہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۳ رجب المرجب ۶۱۱ھ مزار مقبرہ حلبہ۔ بغداد شریف، عراق)
(۲۰) حضرت سیدنا ابوالعباس احمد بن حضرت سیدنا عبدالسلام صوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۲۵ رجب المرجب ۶۳۰ھ مزار حلب، شام)
(۲۱) حضرت سیدنا مسعود احمد بن حضرت سیدنا ابوالعباس احمد رضی اللہ تعالی عنہ
(وصال ۵ شعبان المعظم ۶۶۰ھ مزار حلب، شام)
(۲۲) حضرت سیدنا ابوالحسن علی بن حضرت سیدنا مسعود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۲ محرم الحرام ۷۱۵ھ مزار حلب، شام)
(۲۳) حضرت سیدنا شاہ میر بن حضرت سیدنا ابوالحسن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۸ ماہ ذیقعد ۷۶۶ھ مزار حلب، شام)
(۲۴) حضرت سیدنا شمس الدین بن حضرت سیدنا شاہ میر رضی اللہ تعالی عنہ،
(وصال ۸۳۴ھ مزار حلب، شام)
(۲۵) حضرت بندگی سید محمد غوث گیلانی اوچوی بن حضرت سیدنا شمس الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۷ رجب المرجب ۹۲۳ھ مزار اُوچ شریف ضلع بہاول پور، پاکستان)
(۲۶) حضرت سید عبدالقادر ثانی بن حضرت سید محمد غوث گیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۱۸ ربیع الاوّل شریف ۹۴۰ھ مزار ''اندرون روضہ حضرت سید محمد غوث گیلانی'' اُوچ شریف ضلع بہاولپور پاکستان)
(۲۷) حضرت سید محمد غوث بالا پیر بن حضرت سید زین العابدین بن حضرت سید عبدالقادر ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۵ شوال المکرم ۹۵۹ھ مزار ستگھرہ شریف ضلع اوکاڑہ، پاکستان)
(۲۸) حضرت سید عبدالقادر ثالث بن حضرت سید محمد غوث بالا پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۱۰۲۲ھ مزار ''اندرون روضہ حضرت شاہ چراغ'' نزد ہائیکورٹ لاہور، پاکستان)

(۲۹) حضرت سید عبدالوہاب بن حضرت سید عبدالقادر ثالث رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۱۰۳۷ھ مزار ''اندرونِ روضہ حضرت شاہ چراغ'' نزد ہائیکورٹ لاہور، پاکستان)
(۳۰) حضرت سید زین العابدین بن حضرت سید عبدالوہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(تاریخ وصال نامعلوم مزار ''اندرون روضہ حضرت شاہ چراغ'' نزد ہائیکورٹ لاہور، پاکستان)
(۳۱) حضرت سید عبدالرزاق المشہور حضرت شاہ چراغ لاہوری بن حضرت سید عبدالوہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۲۲ ذیقعد ۱۰۶۸ھ مزار ''روضہ حضرت شاہ چراغ'' نزد ہائیکورٹ لاہور، پاکستان)
(۳۲) حضرت سید مصطفی گیلانی بن حضرت شاہ چراغ لاہوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۱۳ شعبان المعظم ۱۰۸۴ھ مزار ''بیرون روضہ حضرت شاہ چراغ بجانب مغرب'' نزد ہائیکورٹ لاہور، پاکستان)
(۳۳) حضرت سید محمود گیلانی بن حضرت شاہ چراغ لاہوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال جمادی الاول ۱۰۸۶ھ مزار ''بیرون روضہ حضرت شاہ چراغ'' نزد ہائیکورٹ لاہور، پاکستان)
(۳۴) حضرت سید مجتبیٰ گیلانی بن حضرت سید مصطفیٰ گیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۱۱۲۳ھ ''بیرون روضہ حضرت شاہ چراغ بجانب مغرب'' نزد ہائیکورٹ لاہور، پاکستان)
(۳۵) حضرت سید حیدر بخش بن سید اللہ بخش بن سید اسمٰعیل گیلانی بن حضرت شاہ چراغ لاہوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال نامعلوم مزار قصبہ سُلطان پور لودھی ریاست کپورتھلہ۔ ہندوستان)
(۳۶) حضرت سید غلام غوث بن سید غلام مرتضیٰ بن سید نصر اللہ بن حضرت شاہ چراغ لاہوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۱۱۸۰ھ مزار ''بیرونِ روضہ حضرت غوث بالا پیر بجانب جنوب'' ستگھرہ شریف ضلع اوکاڑہ، پاکستان)
(۳۷) حضرت سید امانُ اللہ شاہ المعروف سُلطان ہاتھیوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(تاریخ وصال نامعلوم مزار محلّہ سُلطان ہاتھی وان جھنگ شہر، پاکستان)
(۳۸) حضرت سید علی شیر بن حضرت سید فتح خان بن حضرت سُلطان ہاتھیوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(تاریخِ وصال نامعلوم مزار میرک شریف تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ، پاکستان)
(۳۹) حضرت سید چراغ علی شاہ بن حضرت سید علی شیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(وصال ۳ صفر المظفر ۱۳۰۶ھ مزار میرک شریف تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ، پاکستان)
(۴۰) حضرت سید قُطب علی شاہ بُخاری قادری المشہور حضور قطب عالم پیر محلوی نور اللہ مرقدہ،
(وصال ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ مزار سندھیلیانوالی شریف ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ، پاکستان)
(۴۱) حضرت شیر محمد گیلانی قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(وصال ۱۳ ذیقعد ۱۳۵۰ھ مزار فتح پور شریف ضلع اوکاڑہ، پاکستان)
(۴۲) حضرت سید فضل حسین شاہ بن حضرت سید قطب علی شاہ بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ
(وصال ۲۶ جمادی الاوّل ۱۳۵۸ھ مزار ''اندرونِ روضہ حضور قطب عالمؒ'' سندھیلیانوالی شریف ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ، پاکستان)
(۴۳) حضرت سید غلام رسول شاہ بن حضرت سید شیر محمد گیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ
(وصال ۱۹ ربیع الاوّل ۱۳۸۶ھ مزار کھوہ پاک شریف ضلع اوکاڑہ، پاکستان)
(۴۴) حضرت سید اسرار حسین شاہ بن حضرت سید فضل حسین شاہ بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ
(وصال ۳ ربیع الاوّل ۱۴۲۰ھ مزار ''اندرونِ روضہ حضور قطب عالمؒ'' سندھیلیانوالی شریف ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ، پاکستان)

شجرة طريقة السلسلة القادرية الغوثية القطبية
(على أصحابها رضوان اللّٰه تعالىٰ)

يَـا الٰهِی! کَرَمـاً أَرْجُوْ بِـجَـاهِ الْمُصْطَفٰی ۔۔۔ سَيِّـدِ الْـكَـوْنَيْـنِ طُـرًّا وَمَلِيْکِ الْأَنْبِيَـاء
وَاقِفٌ اِنِّـیْ خُشُوْعـاً فِـی جَنَابِکَ سَـائِلاً ۔۔۔ حَلِّ اِشْكَـالِـی لِوَجْـهِ مَنْ يَحُلُّ الْمُعْضَلا
بِـأَمِيْـرِ الشُّهَـدَاءِ ذَا (الْحُسَيْـنِ بْـنِ عَلِی) ۔۔۔ اِرْحَـمَـنْ بِبَهَـاءِ وَجْـهِ مَنْ هُوَ زَيْـنُ الْعِبَا
(بَاقِرٌ) ، (جَعْفَرٌ) ، (مُوْسٰی كَاظِماً) هُمْ جُنَّتِیْ ۔۔۔ هَبْ رِضًی بِرِضَاکَ کَیْ تُرْضِیْ بِهٖ (مُوْسَی الرِّضَا)
عَـرْفَ (أَهْلِ اللّٰهِ) عَرِّفْنِیْ بِفِیْ مَعْرُوْفِ (كَرْخ) ۔۔۔ بِشَـذَا (السِّرِّی السَّـقَطِی) و (جُنَيْدِ) جُنْدِ كَا
رَبِّ هَبْ لِـی رَحْـمَةً بِالشِّبْلِی اَی شِبْلِ عَلِی ۔۔۔ أَفْـرِحَـنِّـی بِـأَبِـی الْفَضْلِ أَبِـی فَـرَحِ الْوَرٰی
بِـأَبِـی الْحَسَـنِ وَشَيْـخِ الْأَصْفِيَاءِ أَبِی سَعِيْد ۔۔۔ نَـجِّـنِـی مِـنْ کُـلِّ غَـمٍّ ثُـمَّ خَـوْفٍ وَّ أَسٰی
بِـأَمِيْـرِ الْأُمَـرَاءِ يَعْـنِـی ذَا شَـيْـخِ الشُّيُـوْخ ۔۔۔ غَـوْثُـنَـا الْأَعْـظَـمِ مُـحْیِ الـدِّيْنِ شَاهِنْشَاهِنَا
بِعَبْـدِ الْـوَهَّـابِ ،سَيْفُ الـدِّيْـنِ ثُـمَّ الصَّفِـی ۔۔۔ وَبِسَيِّـدْ أَحْـمَـدَ مَـلِـكِ الْبَـقَـاءِ فَـاغْـفِـرْلَـنَـا
حَضْرَةُ (مَسْعُوْدٍ أَحْمَدَ) أَسْعِدَنْ بِهٖ عِيْشَتِی ۔۔۔ وَبِـنُـوْرِ الـدِّيْـنِ شَـهْ مِيْـرَ مَـلِيْـکِ (دُوسَـرا)
أَرِنِـیْ بِـضِيَـاءِ شَـمْسِ الدِّيْنِ شَمْسَ الْوَحْدَةِ ۔۔۔ وَبِـنُـوْرِ حَـضْـرَةِ سَـيِّـدْ مُـحَـمَّـدْ غَـوْث شَاه
وَبِـعَبْـدِ الْـقَـادِرِ الثَّـانِـی و شَـاهِ بَـالَا پِير ۔۔۔ وَبِـعَبْـدِ الْـقَـادِرِ الثَّـالِـثِ مِـرْآةِ الـصَّـفَـاء
بِشَـذَا عَبْـدِالْـوَهَّـابِ ، عَـابِـدٍ ، عَبْدِالرَّزَّاق ۔۔۔ هَـبْ لَـنَـا رِزْقـاً كَـرِيْمـاً مِنْ سَخَاءِ الْمُصْطَفٰی
أَفْـرِحَـنْ وَاغْـمُـرْ بِـعِشْـقِکَ قَلْبَـنَـا ، قَـالَبَـنَـا ۔۔۔ بِـوَسِيْلَةِ حَضْرَةِ (مَحْمُوْد) وَ حَضْرَةِ (مُجْتَبٰی)
بِـاسْمِ (حَيْدَرْ بَخْش) أَرْجُوْ الْعَفْوَ بَخْشِيْش الْكَرِيْم ۔۔۔ وَبِـفَـضْـلِ (شَـاهْ غُلَامْ غَوْث) شَـاهِ الْأَتْقِيَـاء
اِرْحَـمَـنَّـا الْـمُـذْنِبِيْـنَ نَـحْـنُ يَـا رَبَّ الْوُجُوْد ۔۔۔ بِـوَسِيْلَةِ حَـضْـرَةِ (سُـلْـطَانُ أَمَانِ اللّٰهِ شَاه)
وَبِـفَضْلِ خَوَاجَهْ أَبِی الْخَيْرِ حَضْرَت عَلِی شَيْر ۔۔۔ هَـبْ لَـنَـا نُـوْراً بِـفَـضْلِ (چِرَاغ) مِرْآةِ الْهُدٰی
آهِ ! لَا تَـفْـضَحْـنِی فِی الدَّارَيْنِ وَ اكْرِمْ يَا كَرِيْم ۔۔۔ بِوَسِيْلَةِ قُطْبِکَ الْأَعْظَمِ غَوْثِ الْعَالَمِ أَیْ (قُطْب شَاه)
اِحْتَـفِـظْ بِـمَـدَارِ خَـمْـرِ الْقَـادِرِيَّةِ عَـامِـراً ۔۔۔ بِـوَسِيْلَةِ حَـضْرَةِ (شَيْـرِ مُـحَـمَّـد) قِبْلَتِنَا
آمِـنَّـنَـا رَبِّ مِـنْ كُـلِّ بَلَاءٍ وَّخَـطَـاء ۔۔۔ بِـوَسِيْـلَةِ سَيِّدِی (فَضْـلِ الْحُسَيْنِ) الْمُقْتَدٰی
وَاعْتِـنِ أَنْـتَ بِـنَـا دُوْنَ حِسَـابٍ وَّ كِتَاب ۔۔۔ بِـوَسِيْـلَةِ(شَـاهْ گَـامَـنْ) بَحْرِ جُوْدٍ وَّ سَخَاء
اُنْـظُـرَنَّ حَـالَـنَـا يَـا لَـطِيْفُ وَ يَا بَصِيْر ۔۔۔ بِـنَـدَی (السَّيِّـد اَسْرَار)هُوَنُـوْرُ الْأَوْلِيَـاء
آتِـنَـا يَـا رَبِّ فِـی الـدَّارَيْـنِ نِعَمَ الْحُسْنَيَيْن ۔۔۔ بِـوَسِيْلَةِ قَادَةِ أَفْنَـانِ الشَّجْـرَةِ الطَّيِّبَه

---

(۱) مندرجہ بالا تین اشعار میں راقم الحروف نے حضرت پیر سید اسرار حسین شاہ رحمۃ اللہ کا سلسلہ طریقت مکمل کرنے کیلئے ردّ و بدل کیا۔

شجرہ شریف (فارسی)

کریما کرم فرما لطف کُن بر حالِ زارِ ما — طفیلِ مصطفیٰؐ، مشکل کشاؓ و سید الشہداؓ
بنامِ عابدؒ و باقرؒ و جعفرؒ ، موسیٰ کاظمؒ — زِرُوئے حضرتِ موسیٰ رضاؒ حلال مشکلہا
پئے معروفؒ و سقطیؒ ہم جنیدؒ و حضرتِ شبلیؒ — فضل فرما پئے ابوالفضلؒ ،ابو الفرحؒ شاہا
بحقِ بو الحسنؒ ، شیخ ابو سعیدؒ مخزومی — بنامِ غوثِ اعظم شیخ محی الدینؒ ارحمنا
برائے حضرتِ عبدالوہابؒ سیف الدیں یارب — پئے عبد السلامؒ و احمدؒ و مسعودؒ شاہِ ما
زِرُوئے نور الدیں، شہ میرؒ، شمس الدین گیلانیؒ — ترحم از محمد غوثؒ و ثانی عبدِ قادرؒ را
بحقِ غوث بالا پیرؒ و عبد القادرِؒ ثالث — پئے عبدالوہابؒ اَللّٰھم نَوّر قلوبنا
طفیلِ عابدؒ و عبدالرزاقؒ و مصطفیٰؒ شاہے — نظر کن از پئے محمودؒ و حضرت مجتبیٰؒ مولا
زِحیدر بخشؒ، بالاغوثؒ، شہ سلطان امان اللہؒ — پئے علی شیرؒ و حضرت چراغ شاہؒ از حُزن نجینا

بنامِ قطب علیؒ، شیرِ محمدؒ ، فضلؒ ، شہ گامنؒ
پئے اَسرارؒ سید کن نظر بر حال یااللہ (1)

(حضرت پیر محمد کرم حسین منگانوی رحمہ اللہ)

---

(1) حضرت پیر سید اسرار حسین شاہ کا سلسلہ طریقت مکمل کرنے کے لیے راقم الحروف نے یہ آخری شعر ساتھ شامل کیا۔

شجرہ شریف (اردو)

یا خداوند اکرم کر مصطفیٰؐ کے واسطے — سرورِ کونین شاہِ انبیا کے واسطے
سر جھکائے ہاتھ پھیلائے کھڑے تیرے حضور — کر مری مشکل کشا، مشکل کشاؓ کے واسطے
از طفیلِ سیدالشہداء حسینؓ ابنِ علیؓ — رحم فرما حضرتِ زین العباءؒ کے واسطے
شاہ باقرؒ اور جعفرؒ، موسیٰ کاظمؒ کے طفیل — بخش تسلیم و رضا موسیٰ رضاؒ کے واسطے
معرفت معروفؒ کے معروف اہل اللہ سے کر — سری سقطیؒ اور جنیدؒ با صفا کے واسطے
از طفیل شیخ شبلیؒ ربِ حبلی رحمۃً — کر فضل تو بوالفضلؒ، بوالفرحؒ کے واسطے
دور کر رنج والم سب بوالحسنؒ کے نام سے — شیخ حضرت بوسعیدؒ اہلِ تقا کے واسطے
پیر پیراں، میرمیراں شاہ محی الدیںؒ ولی — غوثِ اعظمؒ شاہِ جیلاں ذی علیٰ کے واسطے
از پئے عبد الوہابؒ، صفی الدیں عبدالسلامؒ — مغفرت کر سید احمدؒ بادشاہ کے واسطے
دے سعادت حضرتِ مسعود احمدؒ کے لیے — نور الدیں، شاہ میرؒ، شاہِ اولیا کے واسطے
سرِ وحدت سے شناسا کر طفیلِ شمس الدیںؒ — حضرتِ سید محمد غوث شاہؒ کے واسطے
ثانی عبد القادرؒ اور شاہ پیر بالاؒ کے لیے — ثالث عبد القادرؒ حق آشنا کے واسطے
از پئے عبدالوہابؒ اور عابدؒ و عبدالرزاقؒ — رزق پاکیزہ عطا کر مصطفیٰؒ کے واسطے
جان و دل کر شاد اور آباد اپنے عشق میں — حضرتِ محمودؒ حضرت مجتبیٰؒ کے واسطے
نام حیدر بخشؒ کے سب بخش دے جرم و خطا — شاہ غلامِ غوثؒ شاہِ اتقیا کے واسطے
ہم گنہگاروں پہ بخشش کر خداوندِ جہاں — سید و سلطاں امان اللہ شاہؒ کے واسطے
حضرت علی شیرؒ بوالخیر خواجہ کے لیے — روشنائی دے. چراغؒ حق نما کے واسطے
کرکرم فرما کرم دونوں جہاں میں رکھ بھرم — قطبِ اعظم غوثِ عالم قطب شاہؒ کے واسطے
میکدۂ قادری کے مے کشوں کو شاد رکھ — حضرتِ شیر محمدؒ قبلہ گاہ کے واسطے
ہر خطا و ہر بلا سے دے پناہ میرے خدا — پیر فضل حسینؒ شاہ عظمت نوا کے واسطے
کیجیئے ہر حال میں ہم پر عنایت بے حساب — حضرتِ سید غلام رسول شاہؒ کے واسطے
قادریوں میں سدا رکھنا مرے قادر کریم — پیر اَسرار حسینؒ اہلِ سخا کے واسطے[1]
الناحسنا فی الدنیا و فی الاخرۃ — رہبرانِ سلسلہ ء طیبہ کے واسطے

(حضرت پیر محمد کرم حسین منگانوی رحمہ اللہ)

---

1. مندرجہ بالا تین اشعار میں راقم الحروف نے حضرت پیر سید اسرار حسین شاہؒ کا سلسلہ طریقت مکمل کرنے کے لیے ردّوبدل کیا۔

شجرہ شریف (پنجابی)

مِرے مولیٰ کرم کر سید الابرار دا صدقہ
مِرے آقا محمدؐ حُسن دے شہکار دا صدقہ

کھلوتا ہاں ترے دربار وچ جھولی نوں پھیلا کے
مِری مشکل کریں حَل، حیدرِ کرارؓ دا صدقہ

حُسینؓ ابنِ علی، زین العباؒ دے نام تے یا رب
بلاواں دُور ہون آلِ نبی اطہار دا صدقہ

طفیلِ باقرؒ و جعفرؒ تے موسیٰؒ دے مِرے مولا
رَضا اپنی تے راضی رکھ، رضاؒ دے پیار دا صدقہ

نظر کر مِہر دی معروفؒ و سرّیؒ پاک دے پاروں
جنیدؒ با صفا تے شبلیؒ دی گفتار دا صدقہ

وسیلہ عبدِ واحدؒ، یوسفؒ طرطوس دا مولیٰ
ہمیشہ خیر منگاں بوالحسنؒ دلدار دا صدقہ

سعادت مند رکھ یا رب مبارکؒ پیر دے ناں تے
شرابِ شوق دے اُس عارفِ سرشار دا صدقہ

الٰہی غیر دی اُلفت توں سینہ پاک کر میرا
جنابِ غوثؓ اعظم قادری سالار دا صدقہ

شہِ عبدالوہابؒ، عبدالسلامؒ، احمد دے پاروں چا
کریں مسرور مسعودؒ و علیؒ غمخوار دا صدقہ

بنامِ شہ میراںؒ، شمس دینؒ دل نوں مُصفا کر
محمد غوثؒ خواجہ بندگی سرکار دا صدقہ

ہویا مشہور عالم وچ جیہڑا مخدوم ثانیؒ توں
اُسے دے لعل بالا پیرؒ شاہ اَسوار دا صدقہ

شہِ ثالثؒ، شہِ عبدالوہابؒ دے وسیلے تھیں
مِرے زین العباؒ دے چمکدے رُخسار دا صدقہ

محبت ماسویٰ دی دل دی تختی توں مِٹا یا رب
شہِ عبدالرزاقؒ منبعِ اَنوار دا صدقہ

طفیلِ مصطفیٰؒ، محمودؒ دے روشن مِرا دل کر
جنابِ مجتبیٰؒ دے دیدۂ بیدار دا صدقہ

میرے عیباں نوں بخشیں شاہ حیدر بخشؒ دے ناں تے
غلامِ غوثؒ ہادی واقفِ اسرار دا صدقہ

اَمان اپنی دے وچ رکھ شاہ امان اللہؒ دے پاروں
علی شیرؒ ولی محرم حریمِ یار دا صدقہ

عطا کر روشنی دل دی چراغِؒ حق نُما وِچوں
شہِ قطبِ علیؒ دے گیسوئے خُمدار دا صدقہ

رہوے میخانۂ شیرِ محمدؒ تا اَبد قائم
نہ جاوے کوئی وی خالی فضلؒ سرکار دا صدقہ

بنامِ شہ غلام رسولؒ اپنا شوق دے مولیٰ
عطا عشقِ نبیؐ کر سیّدِ اَسرارؒ دا صدقہ

بھلائی دین و دنیا دی عطا فرما کے طاہر نوں
کریں دل شاد یا رب! قادری دربار دا صدقہ

(پیر محمد طاہر حسین قادری)

ولی عہد دربار قطبیہ کا پدری و مادری نسب نامہ

سیدۃ النساء بنت رسول اللہ	عم زاد و اخی و وصی رسول اللہ
حضرت فاطمۃ الزہرا	حضرت علی المرتضیٰ
حضرت امام حسن	حضرت امام حسین
سیدنا حسن المثنیٰ	امام زین العابدین
سیدنا عبداللہ المحض	امام محمد باقر
سیدنا موسیٰ الجون	امام جعفر صادق
سیدنا عبداللہ ثانی	امام موسیٰ کاظم
سیدنا موسیٰ ثانی	امام علی رضا
سیدنا داؤد	امام محمد تقی
سیدنا محمد	امام علی نقی
سیدنا یحییٰ الزاہد	سید جعفر صادق
سیدنا عبداللہ ثالث گیلانی	سید علی اصغر
سیدنا ابوصالح موسیٰ	سید عبداللہ
سیدنا عبدالقادر جیلانی بغداد	سید احمد (بخارا)
سیدنا سیف الدین عبدالوہاب	سید محمود
سیدنا صفی الدین عبدالسلام	سید محمد
سیدنا ابوالعباس احمد (حلبہ)	سید جعفر ثالث
سیدنا ابوعلی مسعود	سید علی ابوالمؤید
سیدنا ابوالحسن علی	سیدنا جلال الدین سرخ پوش (اوچ)
سیدنا ابومحمد شاہ میر	مخدوم سید احمد کبیر
سیدنا شمس الدین محمد	مخدوم جہانیاں جہانگشت
سیدنا محمد غوث بندگی (اوچ)	مخدوم سیدنا صر الدین

مخدوم سید عبد القادر ثانی

مخدوم سید عبد الرزاق

مخدوم سید حامد گنج بخش کلاں

حضرت سید موسیٰ پاک شہید (ملتان)

مخدوم سید حامد گنج بخش ثانی

مخدوم نواب موسیٰ پاک دین

مخدوم سید عبد القادر ثالث پان

مخدوم سید اسماعیل

مخدوم سید محمد غوث ثانی

مخدوم سید دین محمد شاہ

مخدوم سید جمال الدین

مخدوم سید صدر الدین اوّل

مخدوم سید نور شاہ

مخدوم سید ولایت حسین

مخدوم سید صدر الدین ثانی

مخدوم سید غلام مصطفیٰ شاہ

مخدوم سید علمدار حسین

دُختر

مخدوم سید حامد کبیر

مخدوم سید رکن الدین ابوالفتح

مخدوم سید محمود کیمیا نظر

مخدوم سید احمد کلاں

مخدوم سید محمد حامد بڈھا

مخدوم شیخ اسماعیل (چنیوٹ)

پیر سید فتح خاں

پیر سید احمد

پیر سید حسین گنج علم

پیر سید زین العابدین (بانی پیر محل)

سید حسین

سید فتح شاہ

سید امیر شاہ

سید اکبر شاہ

سید امام شاہ

قطب عالم پیر سید قطب علی شاہ

مخدوم پیر سید فضل حسین شاہ

مخدوم سید اسرار حسین شاہ

مخدوم سید ابرار حسین شاہ

مخدومزادہ سید قطب علی شاہ ثانی المعروف علی بابا

(ولی عہد دربارِ قطبیہ سندھیلیانوالی شریف)

مخدومزادہ سید اسرار حسین شاہ ثانی

متوسلینِ قطبیہ کی علمی خدمات

حضور قطبِ عالمؒ نے دس کتابوں کی صورت میں اپنے وابستگان کے لیے بطور یادگار ایک علمی سرمایہ چھوڑا۔ نہ صرف خود کتابیں تصنیف کیں بلکہ اپنے مریدین کو بھی اس طرف ترغیب دی۔ چنانچہ حضور کی حیاتِ مبارکہ میں ہی بعض متوسلینِ قطبیہ کی کتابیں طبع ہو چکی تھیں۔ بعد ازاں اس سلسلہ میں دو خانقاہوں نے گراں مایہ کام کیا۔ ایک جلوآنہ شریف اور دوسری منگانی شریف جہاں سے علمی، ادبی خدمات کا قافلہ مسلسل رواں دواں ہے۔ راقم الحروف یہاں پر متوسلینِ قطبیہ کے کتب و رسائل کی ایک فہرست بطورِ نمونہ قلمبند کرتا ہے۔

1۔ مکتوباتِ عشق (حضور قطبِ عالم کی خدمت میں لکھے گئے تیس منظوم پنجابی خطوط مزید متفرق کلام)
از شیریزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانیؒ

2۔ الہاماتِ الٰہیہ (حضور قطبِ عالم کی خدمت میں بطورِ نثر لکھے گئے نو خطوط) از حضرت میاں اللہ یار کملانہؒ

3۔ اسرارِ الٰہی (منظوم پنجابی کافیاں اور ابیات) از حضرت میاں محمد فاضل سہوؒ

4۔ تحفہ عرفانی (رموزِ طریقت و معرفت اردو نثر اور منظوم پنجابی کلام) از حضرت سید سردار علی شاہ بخاری دہڑویؒ

5۔ شہبازِ قادری (رسالہ وہابیہ) // // //

6۔ القول المعقول // // //

7۔ رازِ عشق (بے نمازوں کے رد میں) // // //

8۔ ڈھولا سید سردار علی شاہ (منظوم پنجابی کلام) // // //

9۔ قلبِ سلیم (ملفوظات پیر سید عبداللہ شاہ صاحب قادر بخش شریف) مرتب: عبدالحمید قادری

10۔ کافیاں (قلمی) از پیر محمد رمضان قریشی خلیفہ سائیں فضل پاکؒ

11۔ دیوانِ اشرف (پنجابی کلام پیر سید اشرف شاہ، مرید حضور قطبِ عالمؒ)

12۔ اسرار التوحید (در بیانِ معرفت) از پیر سید محمد شاہ گیلانی مرید حضور قطبِ عالمؒ

13۔ گلشنِ اسرار (منظوم کلام) // // //

14۔ قصہ شہزادہ بے نظیر (منظوم پنجابی قصہ) // // //

15۔ ایک رسالہ جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہے // // //

16۔ سی حرفیاں (قلمی) از میاں محمد علی سیال مرید حضور قطبِ عالمؒ

17۔ فیضانِ عاشق (پنجابی کلام) از حافظ عاشق حسین انصاری مرید حضور قطبِ عالمؒ

18۔ گلزارِ مستی (پنجابی کلام) از میاں غلام حیدر مستانہ مرید حضور قطبِ عالمؒ

19۔ کشکولِ مستانہ (اُردو غزلیں اور نظمیں) // // //

20۔ دُعُوس الحنفیہ علیٰ رُؤُسِ الوھابیہ نجدیہ و دیوبندیہ از مولینا نور محمد قادری مرید حضور قطبِ عالمؒ

21۔ ناصح الشیعہ، تحفہ حنفیہ (اردو نثر و ردِ شیعہ) // // //

22۔نورالبصر (مولوی گل دین وہابی سکنہ تلمبہ کے رسالہ کا رد) // // //

23۔سیف الرحمٰن علیٰ قرنِ الشیطان (ردِ وہابیہ) // // //

24۔گنجینۂ اسرار، احسن الاذکار (نثر اُردو) // // //

25۔سلسلۂ قادریہ قطبیہ // // //

26۔اسرارُالفرقان (دَر رموزِ معرفت) // // //

27۔انشائے نور (حضور قطبِ عالمؒ کی خدمت میں لکھے گئے خطوط) // // //

28۔شمعِ وحدت، کلامِ محبت (منظوم پنجابی مثنوی) // // //

29۔برقِ وحدت المعروف نغمۂ نور (پنجابی کلام) // // //

30۔خُونی اکھیاں // // //

31۔قصہ حضرت بلالؓ // // //

32دردِ واسنیہا (بارگاہِ سیدنا امام حسینؓ میں دردمندانہ پیغام) // // //

33۔مجموعہ کافیاں، حضور قطبِ عالمؒ کی مدح میں // // //

34۔التجاء حضرت قطبِ عالمؒ کے حضور // // //

35۔مجموعہ کافیاں (جو سائیں فضل پاکؒ کو سنائی جاتی تھیں) // // //

36۔نورالقمر المعروف مبارک نامہ پیر سید اسرار حسین شاہ صاحبؒ // // //

37۔برقِ عشق (دَرد بھری کافیاں) // // //

38۔موٹر نامہ (محبوب کی جدائی) // // //

39۔قصہ شہزادہ قمرالزمان (عشق وحسن کی داستان) // // //

40۔حسن وعشق کا ظہور (حالات مکالمہ دل آرام ومولانا نور محمد) // // //

41۔عاشق دی فریاد المعروف وطناں دی دلی یاد // // //

42۔اسرارِ محبت (منظوم پنجابی کلام) // // //

43۔جلوۂ عشق // // // // //

44۔چرخہ رنگیلا // // // // //

45۔نغمۂ دلسوز (کافیاں) // // //

46۔وصال نامہ بمعہ بارہ ماہ تصنیف سائیں فضل پاکؒ — از مولانا نور محمد وسید ناصر الدین شاہ

47۔کافیاں دَر تعریف حضور سائیں فضل پاکؒ // // //

48۔انوارِ عشق شرح برقِ عشق (کلام مولانا نور محمد، شارح سید ناصر الدین شاہ)

49۔گلزارِ مجلوی (کافیاں) — از پیر سید ناصر الدین شاہ مرید سائیں فضل پاکؒ

50۔گلزارِ محبت (قلمی) // // //

51۔تحفہ بے نظیر // // // //

52۔ اتفاق // // // //
53۔ چولا حقیقی // // // //
54۔ قصہ بھور بھونڈ // // // //
55۔ قصہ لڑائی ہراجاں // // // //
56۔ آفتابِ قادری (رَدِ وہابیہ منظوم پنجابی) از حضرت پیر محمد عظیم صاحب کھرپڑ شریف
57۔ سی حرفیاں // // //
58۔ حیاتِ قطبیہ (حضور قطبِ عالمؒ کے حالات پر قلمی یادداشتیں) از میاں محمد نواز چنن
59۔ وفات حسرت آیات (منظوم پنجابی احوالِ وصال حضور قطب عالمؒ) از قاضی الٰہی بخش حاضرؔ
60۔ تذکرۃ الاصفیاء (مختصر حالات مشائخ قادریہ، قطبیہ) از صابر حسین قادری
61۔ فیوضِ یار (سوانح حیات حضرت میاں اللہ یار کملانہؒ) از میاں فیاض النصیر کملانہ
62۔ سوانح حیات پیر سید محمد نواز شاہ صاحب قادر بخش شریف مرتب سید عبدالقادر بخاری
63۔ سیریز ''ارادت'' (عرس مبارک نمبر، کھوہ پاک شریف)
64۔ تاہنگ ماہی دی (اس میں پیر سید محمد عارف شاہ کھوہ پاک والوں کا منظوم کلام موجود ہے) از محمد طاہر نعیم
65۔ کلیاتِ غوث (منظوم کلام) از سید غوث علی شاہ ولد پیر سید مراد علی شاہؒ خلیفۂ قطبِ عالم
66۔ ابیاتِ غوث // // // //
67۔ شعلۂ عشق // // // //
68۔ سوہنی مہینوال // // // //
69۔ مرج البحرین (خطباتِ جمعہ) // // //
70۔ کلامِ قلندر (مجموعۂ کلام) از پیر سید نادر علی شاہ خلیفہ حضرت میاں محمد فاضل سہوؒ
71۔ گلزار العشق (قلمی) از خادم جیلانی دُرویش فتحپوری
72۔ گوہر قادری المعروف نذرانہ اصغر (مختصر حالات حضرت پیر سید سردار علی شاہ دہڑویؒ) از پیر سید غلام اصغر شاہ بخاری
73۔ مجموعۂ کلام (قلمی) میاں بہادر علی خاں گادھی خلیفہ حضرت سید سردار علی شاہ دہڑویؒ
74۔ گلشنِ توحید عرف بحرِ توحید از میاں محرم علی سمور خلیفہ حضرت سید سردار علی شاہ دہڑویؒ
75 مجموعۂ کلام (قلمی) میاں عبداللہ مرید حضرت اقدس دہڑویؒ
76۔ درِ اغیار سے درِ یار تک (خود نوشت حاجی غلام محمد صاحب مرید حضرت اقدس دہڑویؒ)
77۔ اسرار مضانیہ (سوانح حیات حضرت پیر سید رمضان علی شاہ بخاریؒ) از پیر سید شاہ اسماعیل
78۔ سراجِ منیر (سوانح حیات حضرت خواجہ میاں سراج الدین لکھنانہ) از خواجہ محمد قمر الدین لکھنانہ
79۔ مجموعۂ کلام (قلمی) حکیم عبدالرحمٰن مرید حضرت سائیں غلام رسول کھوہ پاک والے
80۔ بیاضیں (سات عدد، قلمی) از میاں عبدالرزاق کاتب مرید حضرت سائیں غلام رسول کھوہ پاک والے
81۔ میں رانجھن دی (پنجابی کلام) از ماسٹر نذیر کلاسن خلیفہ خواجہ میاں سراج الدین لکھنانہ

82۔عشق فناوے اندر // // //

83۔نمازِ عشق میں // // //

84۔جلوۂ یزداں حصہ اوّل ودوم (مختصر خطبات) // // //

85۔قانونِ توحید (منزلِ قادریہ) از میاں غلام قادر مالی خلیفہ پیر مراد علی شاہ نیکو کارہؒ

86۔انوار المحمدیہ از صوفی محمد انور خلیفہ میاں غلام قادر مالی

87۔انوار الوحدت // // //

88۔انوار المعرفت // // //

89۔انوار الحقیقت // // //

90۔انوار واسرار مع شرح // // //

91۔انوار ایصالِ ثواب // // //

92۔سلطنتِ اولیاء // // //

93۔جستجوئے حق از میاں ارشاد حسین خلیفہ پیر سید لال شاہ (موچیوالہ)

94۔جوہرِ قلندری از میاں محمد وریام مرید پیر سید غلام اصغر شاہ دہڑوی

95۔فضائل وبرکات کلمہ طیبہ از صوفی غلام دستگیر شاہ مرید سید منظور حسین ہاشمی

96۔سیرت نبویہ از حاجی محمد رمضان (منشی دربارِ قطبیہ سندھیلیانوالی شریف)

☆☆☆

☆۔بارگاہِ قطبِ عالمؒ سے وابستہ دو خانقاہوں سے باقاعدہ رسالہ سکا بھی اجراء ہو چکا ہے۔جن میں علمی،ادبی اور تحقیقی مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

1۔آئینہ کرم (ترجمان خانقاہ منگانی شریف) اس کا پہلا شمارہ جون 1999ء میں شائع ہوا۔

2۔فکرِ نواز (ترجمان خانقاہ قادر بخش شریف) اس کا پہلا شمارہ اکتوبر 2003ء میں شائع ہوا۔

جلوآنہ شریف کی علمی خدمات

1۔اسرار المقطعات ورموز المتشابہات (حروف مقطعات کی عربی اور اردو میں شرح) از حضرت پیر غلام محمد جلوآنویؒ
2۔اسرار المقطعات ورموز المتشابہات (حروف مقطعات کی فارسی اور اردو میں شرح) // // //
3۔تحقیق العارفین فی حقیقۃ سید المرسلینؐ حصہ اوّل، دوم (دربیان حقیقت محمدیؐ) // // //
4۔نُورالایمان فی علم العرفان (ایک مولوی صاحب کے 33 سوالات کا جواب) // // //
5۔رمزالوحدت (مسئلہ وحدت الوجود پر منظوم اُردو کلام، آیات، دلائل، تمثیلات اور سوالات وجوابات) //
6۔مدیحۃ النبیؐ (فارسی نعتیہ مجموعہ) // // //
7۔دیوانِ عشق (مجموعہ غزلیات) // // //
8۔نُورِ ولایت // // //
9۔وصال نامہ (حالات وصال حضور قطبِ عالمؒ) // // //
10۔شمائلِ قطبیہ (حضور قطبِ عالمؒ کے شمائل وخصائل) قلمی // // //
11۔وصالِ باکمال (حالات وصال حضرت شیر یزدانی فتحپوریؒ) // // //
12۔مرآت العاشقین (حضرت شیر یزدانیؒ کی 9 مجالس کا مجموعہ) // // //
13۔پیامِ جلوی (حضرت شیر یزدانیؒ کی خدمت میں لکھے گئے 22 خطوط) // // //
14۔کمالِ جلوی (وحدت الوجود اور دقیق مسائل پر نظم ونثر کا مجموعہ) // // //
15۔شجرۂ غوثیہ وحدت نامہ ذاتیہ (شجرۂ طریقت) // // //
16۔الاسراراتِ الٰہیہ من فتوحات المکیہ (فتوحاتِ مکیہ کا ایک خوبصورت انتخاب) قلمی // // //
17۔کتاب المنام المعروف گلدستۂ انعام (بعض رویائے صالحہ کا مجموعہ) // // //
18۔یسقوق من رحیق مختوم (مجموعہ مکتوبات) // // //
19۔اسرار التوحید المعروف ملفوظاتِ جلویؒ (تین جلدیں) ملفوظات حضرت پیر غلام محمد جلوآنویؒ مرتب میاں محمد یار وٹو
20۔تفسیر شیخ الاکبر محی الدین ابن عربیؒ مترجم پیر انوار حسین جلوآنوی
21۔(وحدت الوجود پر عربی رسالہ) // // //
22۔انوارِ عقیدت (نعتیہ شعری مجموعہ) // // //
23۔انوارِ حقیقت (اُردو میں نعت، غزلیات، رباعیات) // // //
24۔انوارِ عشق ومحبت (پنجابی کلام) // // //
25۔اسرار الانوار حصہ اوّل ودوم (خطبات کا مجموعہ) // // //
26۔سوانح حیات حضرت پیر جلوآنویؒ (مختصر سوانح حیات حضرت پیر غلام محمد جلوآنویؒ) قلمی // // //
27۔چشمِ اشکبار (مجموعہ کلام) از صاحبزادی شرف نسرین ظرافت دختر حضرت پیر غلام محمد جلوآنوی

نہ بلبل نہ گل ہے نہ شمع ظرافت ہے اُجڑی ہوئی اک مزارِ غریباں

28۔بغدادی گلشن فی شرح مرآۃ العارفین ازصوفی عطامحمد صاحب خلیفہ حضرت پیر غلام محمد جلوآنویؒ
29۔تفسیرِ غوثیہ (تصانیفِ غوثیہ سے تفسیری نکات کا مجموعہ) // // //
30۔ینبوع الغیب من فتوح الغیب (فتوح الغیب کی شرح) // // //
31۔تحقیق الاولیاء فی شانِ سلطان الاصفیاء حصہ اوّل، دوم (مقامِ غوث الاعظمؒ) // // //
32۔رسالہ برزخ جامع // // //
33۔تفسیر رسالہ برزخ جامع // // //
34۔اسرار القدم من فصوص الحکم (فصوص الحکم کی شرح) // // //
35۔تفسیرِ رومیؒ (تصانیف عارف روم سے تفسیری نکات کا مجموعہ) // // //
36۔تفسیرِ جلویؒ // // //
37۔مدحِ مصطفیٰ (نعتیہ مجموعہ قلمی) ازسید صفدر حسین شاہ خلیفہ حضرت پیر غلام محمد جلوآنویؒ
38۔مقطعات (اردو) قلمی // // //
39۔المغاعنِ عرفان (فارسی) قلمی // // //
40۔مثنوی فارسی // // // // //
41۔دیوانِ صفدر (عارفانہ اردو غزلیات) مطبوعہ // // //
42۔تحقیق الامم فی شرح فصوص الحکم (فصوص الحکم کی شرح) ازڈاکٹر عطاء اللہ صاحب
43۔گلدستۂ عقیدت، حصہ اوّل، دوم (پنجابی کلام) ازمیاں احمد یار وٹو
44۔عطائے عشق (سورۂ یوسف کی منظوم پنجابی تفسیر) ازصوفی محمد یوسف انجم مرید صوفی عطاء محمد صاحب
45۔ڈونگھیاں رمزاں (پنجابی مجموعہ کلام) // // //
46۔پرچھانواں // // //
47۔عین شین قاف دیاں رمزاں // // //
48۔تفسیر عطائی ازمیاں محمد یوسف خلیفہ صوفی عطا محمد صاحبؒ
49۔عطاء عشق // // //
50۔گلشنِ عطاء // // //
51۔ذکرِ عطاء (سوانح حیات صوفی عطاء محمد صاحبؒ) // // //

☆☆☆☆☆

منگانی شریف کی علمی خدمات

1۔تنویرالابرار — ازحضرت سائیں پیرمحمد کرم حسین رحمۃ اللہ علیہ، منگانی شریف

2۔اورادِقادریہ — // // //

3۔احادیث نبویہ فی مرویاتِ غوثیہ (سرکارِ بغداد کی مطبوعہ کتب سے احادیث مع تخریج) ازراقم الحروف محمد طاہر حسین غفرلہٗ

4۔ہدیۃ النبیؐ (عقائد اہلسنت والجماعت) — // // //

5۔تحفۃ الرسولؐ — // // // — // // //

6۔مرآۃ الرحمٰن فی حقیقۃ الانسان (مقام ومرتبہ اِنسانِ کامل) — // // //

7۔حقوق العباد (قرآن وسنت کی روشنی میں) — // // //

8۔بابِ علم نبیؐ فی مناقبِ علیؓ (علوم مرتضویؓ کا بیان) — // // //

9۔صحیفہ کرم (وظائف واورادِقادریہ، قطبیہ) — // // //

10۔تاریخ ابنِ کرم (متعدد جلدیں) (تاریخ مشائخ قادریہ، قطبیہ) — // // //

11۔سفینۂ غوثیہ (مختصر تذکرہ مشائخ قادریہ، قطبیہ) — // // //

12۔مآثر سلطانی (تذکرہ حضرت سلطان ہاتھیوان مع نبیرگان) — // // //

13۔لمعاتِ قطبؒ (تذکرہ حضرت قطبِ عالم پیرمحلویؒ) — // // //

14۔جہانِ قطبؒ (مشاہدات دُرویشانِ قطبِ عالمؒ) — // // //

15۔تذکارِشیریزدانیؒ (سوانح حیات حضرت شیریزدانی فتحپوریؒ) — // // //

16۔تذکرہ شاہ سردارؒ (حالات زندگی حضرت اقدس دھڑویؒ) — // // //

17۔حافظ الکرم (تذکرہ جدِ بزرگوار حضرت خواجہ حافظ پاکؒ) — // // //

18۔لحاتِ کرمؒ (سوانح حیات حضور قبلۂ عالم منگانویؒ) — // // //

19۔کتاب قطب الہند کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ (ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صدر شعبہ علومِ اسلامیہ، ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی کی اس تحقیق کا جواب ہے کہ سیدنا شیخ عبدالوہاب کا مزار شریف، ناگور، انڈیا میں ہے) — // // //

20۔دیوانِ قطبیہؒ (مجموعہ کلام حضرت قطبِ عالمؒ) — // // //

21۔مآثر شیرِ یزدانیؒ (حضرت شیریزدانیؒ، سائیں فضل پاکؒ، سائیں غلام رسول کھوہ پاک والے اور چند معروف خلفاء کے غیر مطبوعہ خطوط) — // // //

22۔فیوضِ عارفِ متکلم (حضرت سائیں غلام رسول کھوہ پاک والوں کے ملفوظات کا مجموعہ) — // //

23۔مشکوٰۃِ کرم (منظوم کلام، حضور حافظ پاکؒ، حضور قبلہ عالم منگانویؒ اور حضرت مظہرالانوار) — // //

24۔تنویرالابرار مع اورادِقادریہ (حضور قبلہ عالم منگانویؒ کے افادات کی دوبارہ تدوین اور فارسی منظومات کا ترجمہ) — // //

25۔ابرِ کرم (مکتوبات حضور قبلہ عالم منگانویؒ) — // // //

26۔فیضانِ کرم (ملفوظات حضور قبلہ عالم منگانویؒ) // // //

27۔وظائفِ قادریہ (پاکٹ سائز) (چند اہم اورادِ سلسلہ) // // //

28۔اہل اللہ کی بے نیازی اور استغناء (مشائخ قادریہ کی بے نیازی اور استغناء کے معروف واقعات) //

29۔اہلِ دل کی دل آویز باتیں (مشائخ قادریہ کی سبق آموز باتیں) // // //

30۔ریاض الکرم دو جلدیں (مکتوبات حضرات اخی صاحبان) // // //

31۔سبیلِ کرم (مقالات و مضامین) // // //

32۔رموز و کنوز (علمی، ادبی اور متصوفانہ نکات) // // //

33۔دستِ کرم (پہلا شعری مجموعہ حمد، نعت و مناقب) // // //

34۔نظرِ کرم (دوسرا نعتیہ مجموعہ) // // //

35۔عکسِ کرم (تیسرا شعری مجموعہ حمد، نعت و مناقب) // // //

36۔نقشِ کرم (چوتھا پنجابی مجموعۂ کلام، کافیاں اور سی حرفیاں) // // //

37۔آس (اردو غزلیات و رباعیات) // // //

38۔جواہرِ کرم، تین جلدیں (مکتوبات) // // //

39۔ذخائرِ کرم، دو جلدیں (ملفوظات) // // //

40۔بستانِ کرم (خطبات) // // //

41۔بارانِ کرم (مجالس) // // //

42۔متاعِ دید (پہلا سفرنامہ حجاز) // // //

43۔کاروانِ شوق (دوسرا سفرنامہ حجاز) // // //

44۔جادۂ محبت (تیسرا سفرنامہ حجاز) // // //

45۔انٹر موڑے بہتر گھنٹے (پنجابی، چوتھا سفر حجاز مقدس) // // //

46۔بُلاوا (پانچواں سفرنامہ حجاز) // // //

47۔ترکی میں ایک ہفتہ (سفرنامہ) // // //

48۔اسپین کا مطالعاتی سفر (سفرنامہ) // // //

49۔آئرلینڈ میں کچھ روز (سفرنامہ) // // //

50۔گلدستۂ کرم (یارانِ طریقت کا منظوم ہدیۂ عقیدت) // // //

51۔یادگارِ طور (علامہ طور نورانی کا غیر مطبوعہ فارسی و اردو کلام) // // //

52۔حضور قبلہ عالم منگانوی نمبر (خصوصی نمبر ز مجلہ آئینہ کرم) // // //

53۔حضور قبلہ عالم منگانوی سیمینار نمبر (// // //) // // //

54۔مخدومۂ خانقاہ منگانی شریف نمبر (// // //) // // //

55۔حدیثِ عشق نمبر (// // //) // // //

56۔معارف کرم ۔جلد اوّل (حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی حیات و خدمات کے بارے اہلِ علم و دانش کا خراجِ عقیدت) از پروفیسر محمد اقبال مجددی

57۔معارف الحسنین (شرح افادات حضور قبلہ عالم منگانوی) از مفتی فاروق سلطان الازہری

58۔مناقب قبلہ عالم منگانویؒ از ڈاکٹر عبدالواحد الازہری

59۔قبلہ عالم کا عرفانِ توحید از پروفیسر محمد اقبال طاہر

60۔سفرِ حجاز (سفر نامہ حجاز حضور قبلہ عالم منگانویؒ) از ملک محمد رب نواز

61۔گلِ توحید (مجموعۂ کلام) از قاضی میاں غلام رسول خلیفہ حضور حافظ پاکؒ

62۔افادات و مکتوبات // // // //

63۔حکمت الاسرار (طبی نسخہ جات) از حکیم میاں عبدالغفور خان خلیفہ حضور حافظ پاکؒ

64۔بحرِ توحید (پنجابی کافیاں) از میاں غلام علی صاحب خلیفہ حضور قبلہ عالم منگانویؒ

65۔گلِ طریقت (پنجابی سی حرفیاں) // // // //

66۔مظہر الکرم جلد اوّل (خطباتِ حضرت پیر محمد مظہر حسین قادری) از لالہ محمد رفیق طاہر

67۔خطباتِ مظہری (// // //) از ڈاکٹر محمد ریاض قادری

68۔گلِ غوثیہ (پنجابی مجموعہ کلام) از پیر نور حسین صاحب برادر اصغر حضور قبلہ عالم منگانویؒ

69صوتِ حسان (اردو مجموعہ کلام) از شہزادہ ندیم اختر ندیم منگانوی

70۔انوارِ کرم (در بیانِ تصوف) از میاں محمد بخش بھٹی خلیفہ حضور قبلہ عالم منگانویؒ

71۔گلدستۂ شرع و معرفت (// // //) // // //

72۔شہبازِ نصر (خطوط و کلام) از میاں محمد یار نصر خلیفہ حضور قبلہ عالم منگانویؒ

73۔معرفت کے پھول (منتخب کلام میاں محمد عبداللہ درویش دہڑوی) // // // //

74۔گلستانِ کرم (پنجابی مجموعۂ کلام) از حکیم میاں لال حسین مرید حضور خواجہ حافظ پاکؒ

75۔ارمغانِ کرم (پنجابی مجموعۂ کلام) از پیر سید جعفر حسین شاہ بخاری خلیفہ حضور قبلہ عالم منگانویؒ

76۔مناقبِ معروف کرخیؒ از علامہ ابنِ جوزی مترجم اُردو، مولانا عمر دراز قادری

77۔افکارِ کرم (شرح کلام حضور قبلہ عالم منگانویؒ) از مولٰینا شیر محمد قادری خلیفہ حضور قبلہ عالم منگانویؒ

78۔شجرہ طیبہ (پاکٹ سائز) از چوہدری اللہ رکھا صاحب

79۔سفر نامہ حجاز از پیر جاوید اقبال

80۔// // از لالہ محمد رفیق طاہر

81۔// // از میاں سجاد حسین گجراتی

82۔// // از میاں محمد مشتاق گل

83۔// // از ساجد امتیاز طاہر

84۔ زیاراتِ ایران ومختصر سوانح حیات پیر سید رفاقت علی شاہ قادری از افتخار احمد حافظ قادری
85۔ سفرنامہ زیاراتِ عراق واردن // // //
86۔ نُورالھدیٰ (دربیانِ تصوف) از حافظ محمد خان قادری خلیفہ قاضی میاں غلام رسول صاحب
87۔ بُرہانِ ربانی (پنجابی مجموعہ کلام) // // // //
88۔ تحفۂ شادی (شادی سے متعلق شرعی احکامات ومسائل) از مولانا محمد اکرم قادری
89۔ گلدستۂ منگانوی (انتخاب کلام پیرانِ منگانی شریف) از عابدہ حنیف دختر محمد حنیف شاد
90۔ شجرۃ الکرم (مختصر حالات مشائخ قادریہ، قطبیہ، کرمیہ) از حکیم میاں امتیاز علی قادری
91۔ جامِ کرم (شرح مکتوبات راقم الحروف محمد طاہر حسین غفرلہٗ) // // //
92۔ مجموعہ مُناقب درشانِ حضرت قبلہ عالم منگانویؒ از صوفی اللہ دتہ راہی صاحب
93۔ مجموعہ کلام (پنجابی) از میاں غلام محمد درویش حضور قبلہ عالم منگانویؒ
94۔ تاریخ الانبیاء از سید ذوالفقار ارشد گیلانی مرید حضرت پیر محمد مظہر حسین صاحب
95۔ قصص الانبیاء // // //
96۔ تاریخ کا سفر // // //
97۔ کاروانِ تہذیب // // //
98۔ لازوال محبتیں // // //
99۔ تاریخی رومان // // //
100۔ خدا اور محبت // // //
101۔ تاج محل // // //
102۔ بابل کا مسافر // // //
103۔ راج // // //
104۔ آوارہ // // //
105۔ تمہاری باتیں (اردو مجموعہ غزلیات) از ساجد امتیاز طاہر
106۔ الفلاح حصہ اوّل ودوم (اصلاحی تحریریں) از چوہدری مظہر اقبال طاہر
107۔ آپ بھی کبھی میرے ہوتے (اردو مجموعہ غزلیات) از مرتضی عاشر ولد میاں جیون علی درویش
108۔ شب ہجراں (پنجابی مجموعہ کلام) از مختار احمد مختار مرید میاں نذیر احمد قادری
109۔ صبغۃ اللہ از میاں محمد یار نصر خلیفہ حضور قبلہ عالم منگانویؒ
110۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ (مقالہ برائے الشہادۃ العالمیہ) از مولانا محمد اکرم قادری
111۔ سحرِ کبیر، حصہ اوّل ودوم (علمی اور اصلاحی تحریریں) از پیر محمد عمران قادری
112۔ توحید تصوف کی روشنی میں از محمد صفدر شہزاد مرید مہر محمد بخش مکھیانہ خلیفہ حاجی محمد کبیر صاحب
113۔ تحفۃ السالکین از نصرت اسلام بابر مرید میاں محمد یار خلیفہ حاجی محمد کبیر صاحب

ذکرِ قطبؒ کے سلسلہ میں بعض مصنفین کے تسامحات

1۔مہرِ منیر از مولانا فیض احمد صاحب مدرس آستانہ عالیہ گولڑہ شریف (اسلام):۔

اس کتاب میں مصنف جن مقامات پر تسامح کا شکار ہوئے اس کا تفصیلی ذکر میں نے باب نمبر 12 میں حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ کے ذکرِ خیر میں کر دیا ہے۔ وہاں سے ملاحظہ فرمائیں۔

2۔تذکرہ اکابر اہلسنت از مولانا عبدالحکیم شرف قادری (لاہور):۔

آپ نے حضور قطبِ عالمؒ کے احوال حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی قلمی یادداشت سے اخذ کیے۔ وہ تین مقامات پر تسامح کا شکار ہوئے۔ اوّل: وہ آپ کے نام کے ساتھ "قادری" لکھتے ہیں۔ جس سے واضح ہے کہ آپ سلسلۂ قادریہ سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن نیچے لکھتے ہیں "آپ کی بیعت وخلافت حضرت سید چراغ علی شاہ قدس سرہٗ سے تھی۔ جن کا سلسلۂ طریقت حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔" یہ غلط ہے حضور قطبِ عالمؒ کا شجرۂ نسب حضرت مخدوم جہانیاںؒ سے ملتا ہے۔ سلسلۂ طریقت تو قادریہ ہے۔ دوم: انہوں نے آپ کے پیرو مرشد کا وصال سنِ عیسوی 1889ء لکھا ہے جبکہ صحیح 1888ء ہے۔

سوم: انہوں نے نومبر 1927ء میں حضور قطبِ عالمؒ کا وصال لکھا ہے۔ جبکہ صحیح دسمبر 1927ء ہے۔ (ص 6-405)

3۔اربابِ طریقت از مولانا حاجی محمد ادریس بھوجیانی (ٹوبہ ٹیک سنگھ):۔

آپ کا ایک ماخذ تو مندرجہ بالا "تذکرہ اکابر اہلسنت" ہے جبکہ کچھ حالات ذاتی جستجو سے بھی حاصل کیے ہیں، میرا خیال ہے۔ کسی عام دُرویش سے پوچھا ہوگا اسی لیے مستند معلومات حاصل ہوئی۔ اوّل: حضور کی تاریخِ ولادت انہوں نے بھی ستمبر 1850ء لکھی ہے۔ جبکہ صحیح ستمبر 1849ء ہے۔ دوم: حضور کا سلسلہ فقر چونکہ آپ کے منظوم کلام "شجرۂ غوثیہ باغنامہ طلبیہ" سے اخذ کیا ہے اس میں کافی تسامحات کا شکار ہوئے۔ کئی مشائخ کے نام لکھنے سے رہ گئے۔ اور کئی غلط لکھے گئے۔ لہٰذا سلسلہ طریقت ناقص درج ہوا۔ سوم: انہوں نے بھی حضور کا وصال نومبر میں لکھا ہے۔ حالانکہ صحیح دسمبر 1927ء ہے۔ چہارم: حضور کے چھوٹے فرزند پیر سید محمد غوث کی عمر انہوں نے 9 سال لکھی ہے۔ جبکہ صحیح 4 سال ہے۔ (ص 52-348)

4۔اولیاءاللہ از علامہ عالم فقری (لاہور):۔

آپ کے ماخذ 1۔تذکرہ اکابر اہلسنت 2۔اربابِ طریقت ہیں اور جو غلطیاں ماخذوں میں رہ گئیں وہ یہاں بھی بدستور ہیں۔ ایک اور بات ان تینوں کتب میں حضور کی چھ تصانیف کا ذکر ہے۔ حالانکہ ٹوٹل دس تھی۔ صرف "تذکرہ اکابر اہلسنت" میں ساتویں کتاب "مرآۃ الفقراء" کا ذکر ملتا ہے۔ (ص 19-116)

معذرت:۔ راقم الحروف نے مندرجہ بالا کتب میں جو تسامحات کا ذکر کیا ہے۔ صرف ریکارڈ کو درست رکھنے کی خاطر کیا۔ ورنہ ان حضرات کی کاوشیں قابلِ قدر ہیں۔ حضور قطبِ عالمؒ کی سوانح حیات مرتب کرنا متوسلین قطبیہ پر فرض کا درجہ رکھتا تھا۔ مگر انہوں نے کبھی اسے قابلِ توجہ نہ سمجھا اس وقت حضور قطبِ عالم کو وصال فرمائے عرصہ 86 سال گزر چکے ہیں۔ لیکن ماسوائے کتاب "لمعاتِ قطب" کوئی اور تذکرہ ابھی شائع نہیں ہوا۔ لہٰذا میں اُن مصنفین کی قدر کرتا ہوں۔ جنہوں نے اپنے ذرائع سے چلو تھوڑا ہی سہی حضور کا ذکرِ خیر تو کیا۔

جزاک اللہ تعالیٰ فی احسن الجزاء

لمعاتِ قطبؒ۔۔۔کراماتِ قطب

کسی شخصیت کی زندگی کے حالات و واقعات اور اسکے عقائد و نظریات ظاہریہ و باطنیہ کواحیطۂ تحریر میں لانا مشکل۔پھرایسی شخصیت جو ہراعتبار سے مسلمہ اور مصدقہ ہو، ظاہر و باطنی مدارج و معارج کے ارتقاء کا مینارۂ نور ہو۔ کاروانِ عشقِ محبت کا شائق ہو،علوم لدنیہ کا مخزن و معدن ہو، اسرارات و نوارات حقیہ کا مرکز و محور ہو۔ حبیب کبریا ﷺ کی شان ہو، جانِ جہان ہو بلکہ جانِ جانان ہو،قطبِ زمان ہو،قطب الاقطاب اور قطبِ ارشاد ہو یعنی حضرت سید قطب علی شاہ بخاری قادری پیر محلوی جیسی کامل و اکمل و مکمل شخصیت کی سوانح عمری کو سپردِ قرطاس کرنا مشکل ترین ہے،لیکن **ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ** (الآیہ) اور **وَاللّٰہُ یَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ** (الآیہ)۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرے اور جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے۔

ایک عرصہ سے اربابِ طریقت اور اصحابِ محبت جو سلسلہ عالیہ قادریہ قطبیہ کے فیوضات و برکات کے خوشہ چیں تھے نے اپنی استعداد اور قابلیت اور ذوق و شوق سے کوشش فرمائی کہ حضور قطبِ عالمؒ کے حالاتِ زندگی جمع ہو سکیں، چنانچہ یہ اکثر تحریریں راقم الحروف کو اسوقت دستیاب ہوئیں جب میں نے زیبِ سجادہ دربارِ قطبیہ حضرت سید اسرار حسین شاہ بخاریؒ کی خدمت عالیہ میں عرض کی کہ جن حضرات نے براہِ راست حضور قطب عالمؒ کا زمانہ پایا، آپ کی زیارت فیض بشارت سے مشرف ہوئے، آپ کے محافل و مجالس سے بنفس خود بہرور ہوئے۔ آپ کے ملفوظات طیبات سے اپنی سماعتوں میں رس گھولا اور بالمشافہ زیرِ سایہ روحانی ارتقاء کی منازل طے کیں۔ شیخ کامل کے فیوض و برکات کے رنگ برنگے پھولوں سے اپنی آنکھوں کو منور کیا اور دل و ماغ کو معطر کیا۔ کیوں نہ ان کو اکٹھا کر کے حضور قطب عالمؒ کے حالات زندگی اکٹھے کیے جائیں۔ کیونکہ پھر یہ وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔

چنانچہ زیب سجادہ دربار قطبیہ نے میری اس مخلصانہ عاقبت اندیشانہ تجویز کو شرف قبولیت عطا فرمائے ہوئے عمر رسیدہ مطلوبہ درویش کو دربار قطبیہ پہ جمع فرمایا۔ اور یہ ایک سو چار (104) نفوس قدسیہ تھے۔

چار دن تک متواتر ایک ایک سے میں انٹرویو لیتا اور زیب سجادہ بنفس نفیس ریکارڈ فرماتے رہے۔

محسوس ہوتا تھا کہ یہ حضرات کسی اور عالم کے باسی ہیں۔ ان کی جان پُر سوز تھی بہر سخن دلنواز تھا۔ ادب و احترام ان کا وطیرہ تھا اپنے شیخ کامل قطب عالم کا نام سنتے ہی رقتِ قلبی اور شوق والہانہ کا آنسوؤں کی صورت میں ڈھل جانا اور سسکیوں میں بیخود ہو جانا ان کا متاعِ زیست اور توشۂ آخرت تھا۔ وہ وجدان عرفان اور سرِّ عشق کے دُرِ نایاب تھے بلکہ حضرتِ عشق کے پیکر تھے۔ اب وہ کہاں۔ اب سے بہت ملا، سُنا اور دیکھا۔ لیکن مقامِ قطبِ عالم

کے آگے تو کچھ نہ تھا۔

راقم الحروف کے والد و مرشد گرامی حضرت سائیں غلام محمد پیر جلوآنویؒ نے حضرت قطب عالم کے بارے میں جو کچھ اپنے قلمی رسالہ ''شمائل قطبیہ'' میں تحریری کر رکھا تھا وہ شامل کیا تو ایک اچھا خاصہ مجموعہ تیار ہو گیا۔ ابھی ترتیب دینے کی سوچ رہا تھا، اللہ کی شان زیب سجادہ دربار قطبیہ حضرت مخدوم سید اسرار حسین شاہؒ صاحب وصال باکمال فرما گئے، قلم ٹوٹ گیا، جذبات ٹھنڈے پڑ گئے۔ کوئی ہمت افزائی کرنے والا نہ تھا اور ذرائع محدود۔

منگانی شریف ضلع جھنگ میں جو کہ سلسلہ عالیہ قادریہ قطبیہ کے چمنستان میں سے ایک گلِ زیبا کی حیثیت سے تصنیفات و تالیفات میں ید طولانی اور ذرائع ابلاغ رکھتا ہے اور اس کے نگہبان مجھ سے مخلصانہ محبت فرماتے ہیں۔ ان کے ایک معتمد علیہ پُر از اخلاص صاحبِ مقام پیر سید رفاقت علی شاہ صاحب نے دبی زبان سے اس بیڑے کو اٹھانے کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ میں نے بلا شح و بخل وہ سارے کا سارا مسودہ بمع ریکارڈ شدہ کیسٹیں بطیب خاطر مستانہ وار محترم شاہ صاحب کے اس لئے پیش کر دیا کہ میرا نام رہے یا نہ رہے بلکہ نہ رہے پیر خانہ محسن گھرانہ محبوب زمانہ کے پاک نام کا کام ہو جائے۔

چنانچہ صاحبزادہ پیر محمد طاہر حسین قادری طال اللہ عمرہ وزاد اللہ علمہ و شرف اللہ بکرمہ نے ''لمعاتِ قطب'' نام رکھ کر جس محنت شاقہ، اشتیاق فائقہ، عرق ریزی، اعتلائے قلبی اور ارتقاء روحی سے اس گلدستۂ حقیقت قطبیہ کو مرتب کیا ہے، لائق صد تحسین اور قابل ہزار تکریم ہے۔

قطب عالمؒ کے آباؤ اجداد، آپ کی آفرینش سے تا وصال، آپ کے عقائد، اعمال، اذکار، تبحر علمی وسعت مطالعہ، تصنیفات، کرامات، تصرفات، عارفانہ نکات، عاشقانہ جذبات کے ابواب باندھ کر اور اپنی ذاتی کاوش سے بھی نوادرات اکٹھے کر کے اور حضور کی تصانیف طیبات سے اکتسابات نکال کر ''لمعاتِ قلب'' کی تزئین کا حق ادا کر دیا ہے، صاحبزادہ صاحب نے ہر مقام پر اپنی دیانت داری اور علمی تحقیق کو بہ احسن نبھایا اور کسی بھی حوالہ یا راوی کو فراموش نہ کیا۔ سبحان اللہ و بحمدہ۔

یقین ہے کہ ایک ایک لمع کی شمع یہ اربابِ حقیقت اور اصحاب محبت پروانہ وار اپنی ہستی موہومی کو فنا کر کے بقائے ذات اور لقائے ذات کی منزل مقصود سے تا قیامت مستفید و مستفیض ہوتے رہیں گے اور جو بے علم، بے ذوق اور ناعاقبت اندیش ہیں تا زیست روتے رہیں گے۔

حضرت قطب عالمؒ حسباً نسباً سید بخاری، مسلکاً مشرباً حنفی قادری اہلسنت و جماعت ہونے کی حیثیت سے عمر بھر اسرارات الٰہیہ، حقائق عارفانہ کے جواہر الٹاتے اور بکھیرتے رہے اور عقائد باطلہ کا شدت اور بے باکی سے

مدلّل بالآیات والاحادیث رَدفرماتے رہے۔ چنانچہ اسرار المعرفت، حیات النبی ﷺ اور کہیں رَدشیعہ، فہرست نہج البلاغہ، شوائظ البرقت فی رَدرمی الجمرات اور کہیں مناظرہ ہیروقاضی اور مرأۃ الفقراء وغیرہم تصنیف وتالیف فرمائیں۔ اوران میں جس انداز سے وظائف واوراد واعمال کے حقائق ومعارف اور اسرار ورموز کا ذکر فرمایا اور عملاً نمونہ پیش فرمایا یہ قطب عالمؒ کا ہی طرۂ امتیاز تھا۔ میں نے اپنے والد ومرشد گرامی کی زبان درفشان سے سُنا تھا کہ حضورت نے اسرار المعرفت میں تا لتفصیل جو وظائف واوراد اور اعمال تحریر فرمائے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی نہ تھا جس پر آپ متواتر اور مسلسل عمل پیرا نہ ہوتے تھے۔

تصنیفات طیبات میں قرآنی، احادیثی، فقہی، مشاہداتی اور مختلف کتب کے حوالہ جات آپ کے تبحر علمی اور وسعت مطالعہ پر اظہر من الشمس قدم قدم پہ دلالت کناں ہیں۔

اور پھر فارسی، اردو، پنجابی زبان میں ہر صنف ادب وشعری میں طبع آزمائی اور ایک ایک مصرع کی گہرائی اور محبوبانہ انگڑائی اور اسرار نمائی آپ کی قلبی رعنائی اور روحانی ارتقائی اور دلبری ودلربائی کی صرف غماز نہیں بلکہ گونجتی ہوئی شہنائی ہے۔ کانوں میں رَس گولتی دویانگی واثنینت کے بندھن کھولتی چلی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں

تو نہ خود تو نہ ہو خود تو نہ ہو

دیکھ پھر ہر جا یہ ہے وہ روبر

حضور قطب عالمؒ صرف قطب نہیں بلکہ قطب الاقطاب اور قطب ارشاد ہیں۔ اَلْقُطْبُ یَمْلَؤُ الْکَوْنَ قطب زمانے کو بھرے ہوئے ہیں۔ یعنی اگر کائنات وموجودات کا ایک مجتمع وجود مقصود ہوتو وہ ایک قطب کا وجود باوجود ہوتا ہے۔ اور قطب الاقطاب تمام موجودات کا مرکز ومحور ہے۔ گردش زمانہ کا سی پہ انحصار ہے۔ ایسے ہی مقامِ قطبیت کا تمام زمانہ بلکہ دہر موہون منت ہے۔

ع: جان ہیں یہ جہان کی گر یہ نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

● حضرت قطب عالمؒ نے اپنے تصرفات وتجلیات اور انوارات کی کرشمہ سازیوں سے ایک وسیع حلقۂ ارادت وعقیدت اور محبت ومؤدت اور روحانیت پیدا فرمایا۔ جن میں سے سرِ فہرست شیر یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانی قادری فتحپوریؒ جیسی نابغۂ روزگار، حضرت عشق کے مینارۂ نور کو اسقدر روشن ومنور فرمایا جس سے علم وادب، عشق وسوز وگداز، مدارج ومعارج قلبیہ وروحیہ کے گلستانِ حقیقت مہک اُٹھے جن سے روحانیت کا جہاں آباد ہوگیا اور خوشبوئے وصال جاناں سے اصحاب استعداد کا دل ودماغ معطرع معنبر اور مسرت وشادمانی سے ہمکنار ہوگیا۔

حضرت قطبِ عالمؒ نے کہیں حضرت میاں اللہ یار کملانہ پہ مکشوفات کی دنیا کو واشگاف فرمایا۔ ان پہ

کشف کونی کے بعد کشف ذاتی کا بابِ ولایت کھولا جس سے آج بھی خلوص وللّٰہیت کے ساتھ دامن پھیلانے والا گوہرِ مراد حاصل کرتا ہے بشرطیکہ اس پہ تنگ نظر، خشک مولویت اور دویانگی کی چھاپ نہ لگی ہو،

اسی طرح قطب عالمؒ نے میاں فاضل محمد سہوؒ کو ایسا سہرا عطا فرمایا کہ آج بھی اس دولہا کے باراتی دائمی سہرا گا گا کر مسرت وشادمانی سے لوٹ پوٹ ہو رہے ہیں اور یا قیامت خوشیاں مناتے رہیں گے۔ صرف اس لیے کہ اس نے ایک گیت گایا تھا جو حضور نے پسند فرمایا تھا اس لیے اُس کے گیت گائے جا رہے ہیں۔

اسی طرح قطب عالمؒ نے سید تخی محمد شاہ بخاریؒ کے سید ہونے کو غرور توڑ کر اور دنیاء ودوں کی طلب سے ان کا منہ موڑ کر حقیت ذاتیہ کا ایسا رنگ چڑھایا اور غربت کی چکی میں پسنے والے کو اس انداز سے برسرِ تخت ولایت بٹھایا کہ وہ ظاہری و باطنی مال ومنال اور عشق ومحبت کی خیرات بانٹنے لگے اور فرشِ درویشی پہ بیٹھ کر عرش والوں قدسیوں اور کروبیوں کو وجد دلانے لگے۔

اسی طرح قطب عالمؒ نے ایسی پامردی سے اذواق واشواق کا لنگر تقسیم فرمایا کہ ایک عالم اس قطب عالم کے فیوضات وبرکات سے بہرہ ور ہو کر واصلِ ذات ہوا۔ جسکا شمار نہیں ہو سکتا۔

جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

اور یہ سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ انشاء اللہ ورسولہ وشیخ الکامل القطب العالم

خصوصاً قطب عالمؒ نے سیدی وسندی ومولائی حضرت سید شیر محمد شاہ گیلانی فتحپوری کو قرب مطلق اور وصال اعظم کا وہ چرکا لگایا کہ وہ اپنے شیخ گرامی کے طالب صادق اور عاشق اکمل ہی نہ رہے بلکہ اپنے مرشد حقیقی و تحقیقی کے مطلوب ومصدوق اور محبوب ومعشوق ہو کر رہ گئے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا حقیقت شناسی ہو سکتی ہے کہ قطب عالمؒ نے اپنے اکلوتے فرزند حضرت سید فضل حسین شاہ صاحبؒ کو اور خانہ اقدس کی تمام مستورات طیبات اور شہزادیوں کو حضور سائیں شیرن پاکؒ کے حلقۂ ارادت وبیعت میں شامل فرمایا۔

میں نے والدی ومرشدی سائیں غلام محمد قادری پیر جلو آنوی کی زبان درفشان سے سنا کہ سند ھیلیانوالی شریف میں حضور سائیں شیرن پاک اندرون خانہ قطبیہ سے ہو کر جب اپنی مسجد میں تشریف فرماہائے تو غائت درجہ غمگین اور پریشان گریہ فرمانے لگے۔ بڑے ادب سے میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا حضور پاک کے فرمان کے مطابق آپ کے اندرون خانہ پاک کی تمام مستورات نے مجھ سے بیعت کر رکھی ہے۔ مجھے بلایا جاتا ہے تو میرا ادب فرماتئے ہوئے میرے پاؤں پہ گرتی ہیں۔ حالانکہ وہ میرا پیر خانہ میرے لئے جائے ادب واحترام ہے۔ کیا کروں،

بلا وے پہ نہ جاؤں تو بھی بے ادبی ہے۔ میں دست بستہ عرض کیا حضور اپنے آپ کا ادب و احترام کیا جا رہا ہے کسی غیر کا نہیں۔ تو پریشانی کیسی اور بوجھ کی کیسا۔ تو شیرن پاکؒ نے اسی وقت مہربانی سے ارشاد فرمایا غلام محمد! تو نے میرا بوجھ ہلکا کر دیا۔ جزاک اللہ

وہ سائیں شیرن پاک جن سے فیوضات و اسرارات روحانیہ عشقیہ حاصل کرنے کا سائیں فضل حسین شاہ فرزند قطب عالم کس انوکھے اور درد بھرے انداز سے اظہار فرما کر روح عشق گرماتے ہیں

فضلؔ، شاہ شیرؒاں، کدے پا پھیرا، رنگ رو دمیر اغمال نال ہویا۔ (ہائے ہائے)

اور سائیں شیرن پاک نے سبحان اللہ وبحمدہٖ سلسلہ عالیہ قادریہ قطبیہ کے گلستان حقیقت کی جس طرح آبیاری فرمائی اور یار کی یاری کو اس طرح پروان چڑھایا کہ کہیں اپنے ہی فرزند دلبند حضرت سید غلام رسول شاہ گیلانی قادری کو فقر و فنا اور محویت ذاتیہ اور استغراق کاملہ اور انہماک کاملہ اور اندماج حقیہ کا وہ چرکا لگایا کہ عمر بھر ترک دنیا ترک عقبیٰ ترک مولیٰ ترکلی بسیط وادیوں میں ایسے کھوئے جہاں اقطاب ع اغواث زمانہ کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ راقم الحروف کے سامنے اپنے فرزندوں صاحبزادہ سید غلام دستگیر صاحب اور سید غلام محی الدین شاہ صاحب کے متعلق جب وہ سامنے آئے تو پوچھا یہ کون ہیں؟

ایک دن میں نے ان کی خدمت اقدس میں یہ شعر پڑھا

بے فائدہ اس کا مرنا جس کو قضا نے مارا
مرنا اسی کا جانو جسکو ادا نے مارا

تو تین دن تک آپ پر وجد و کیف، سوز و گداز اور آہ و فغاں کو وہ عالم طاری رہا جس کا نہ احیطہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کیفیات کا ادراک ہو سکتا ہے۔ ہر روز بلایا جاتا اور فرمایا جاتا وہ کونسا شعر تھا جو تو نے پڑھا تھا۔ جب عرض کرتا تو ہی سوز و گداز، وجد و حال، آہیں، سسکیاں اور عالمِ محویت۔ فنائے تام آپ کا آئین اور وصال جاناں ان کا دین بن کے رہ گیا تھا۔

اور کہیں سائیں شیرن پاکؒ نے والدی و شیخ گرامی حضرت مولانا سائیں غلام محمد قادری پیر جلو آنوی کی صورت میں شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت، تفرید و تجرید، فناء و بقا کا ایسا وچمنستان عشقیہ سینچا جس کے علم و ادب ،حقائق و دقائق، رموزِ معفت، اسرار حروف مقطعات اور حقیت محمد یہ ﷺ اور مراتب ستہ اور مدلل مسئلہ وحدۃ الوجود بالآیات والاحادیث اور اپنے مشاہدات کے رنگ برنگے پھولوں، گجروں، ہاروں اور طغروں سے ایک عالم مشکبار رہنے لگا اور آپ کی عظمت علمیہ وعقلیہ، پرواز روحیہ اور حقیہ کا کوئی بھی شخص علم و ادب، علوم منقولہ و معقولہ، حقیقت

مطلقہ اور حویت کاملہ کا دلدادہ سر تسلیم خم کیئے بغیر نہ رہ سکا، فرماتے ہیں

کہتے ہیں گنج مخفیء حق کا گھر مجھے
پاتی نہیں ہے دیدۂ اہل نظر مجھے
ادنیٰ غلام سیدِ خیر الانام ہوں
کہتے ملک سلام ہیں شام و سحر مجھے

اسی طرح سائیں شیرن پاکؒ نے حضرت سید سردار علی شاہ صاحب بخاری دہڑویؒ کے پیکر میں ادب و احترام شیخ، طبیعت مستانہ، دلولہ، بے باکانہ اور عشق جانانہ کے بوستان میں ایسا میخانہ وحدت کھولا کہ ان کو اسم ما مسمی بنا دیا۔ پھر اس سردار نے اپنا سر بردار رکھ کر اسرار حقیقی کی وہ عقدہ کشائی اور رموز افشائی فرمائی کہ بحرِ محبت میں ایک ایسی طغیانی آئی کہ علوم وعقول کی سیپیوں سے اذواق واشواق کے دریتیم عیاں ہونے لگے۔

چنانچہ اسی بوستانِ وحدت سے منگانی شریف میں حضرت خواجہ پیر محمد کرم حسین قادری منگانویؒ کی دلربا شکل و شباہت میں گلستانِ عشق ومحبت مشکبار ہونے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس میں ایسے ایسے گونا گوں اور بوقلموں پھول کھلنے لگے جن سے دل و دماغ معطر، قلب وروح معنبر اور چشم بینا منور ہونے لگی۔

ان میں سے ایک صاجبزادہ پیر محمد طاہر حسین قادری میرے ہمنوا و ہمدم، اور ہم خیال ہیں جنہوں نے ''لمعاتِ قطب'' میں خصوصاً اور پیر خانہ سلسلہ عالیہ قطبیہ شیریہ سرداریہ کی عظمت کو چار چاند لگانے کے لئے دلیرینہ نسبتِ غلامی کا حق ادا کرنے کی کامیاب سعی مسلسل قائم کر رکھی ہے جزاہ اللہ احسن فی الدنیا والآخرۃ

دعا ہے کہ ذات مطلقہ اللہ تعالیٰ صاجبزادہ صاحب کے قلم میں برکت فرمائے اور یہ قلم اعلیٰ کے اسرار ورموز خفیہ بھی لکھنے لگیں اور اس چمنستانِ حقیقیت کے غنچہ پی کرم کی شبنم متواتر پڑتی رہے اور یہ کھل کھلا کر شگفتہ ہو کر ایسا گل تر بن جائے جسکی خوشبو سے گلستانِ محبت میں نئی نئی رنگینیاں اور خوشبوئیں ایک عالم کو ضوفشاں اور مشکبار کرتی رہیں اور اس چمن کی کرم فرمائیوں اور کرم گستریوں سے عالم رنگ و بو آباد رہے اور ذوق وشوق اور عشق ومحبت کی بلبلوں، قمریوں، فاختاؤں بھنوروں اور تتلیوں کا دل شاد رہے

دل وہ آباد نہیں جس میں تیری یاد نہیں
ہے وہ کافر جو ترے عشق میں برباد نہیں
دامِ الفت میں یہ پھنس کر کے رہا ہوتا ہے
برق گرتی ہے تو یہ نخل ہرا ہوتا ہے

صاجبزادہ محمد انوار حسین جلوآنوی

10-02-5015

برکاتِ قطب عالمؒ کا ایک روشن چراغ

حضرت قطبِ عالم پیر سید قطب علی شاہ بخاری قدس سرہ اپنے عہد کے نامور مرشد طریقت اور کثیر الفیضان بزرگ تھے آپ کا وجود اساطیرِ اولیٰ کی تصویر اور صداقتِ اسلام کی دلیل تھا، فقر و استغناء، جود وسخا، مہر وفا، عفت وحیا، غیرت وحمیت، قناعت وشرافت، ایقان واحسان اور ایمان وعرفان کا کامل نمونہ تھے گویا۔

ع تھا اُن میں رنگِ علیؓ اور اُن میں بُوئے رسولؐ

آپ مجاہدہ، مشاہدہ اور علم وعمل کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، فطرت بڑی کفایت شعار ہے برسوں کی تگ ودو کے بعد ایسی یگانۂ روزگار شخصیت بزمِ ہستی میں جلوہ افروز ہوتی ہے جن کے قلبِ اطہر پر علمِ لدنی کا چشمہ جاری ہوتا ہے وہ اپنے علم وعمل اور روحانی برکات سے ہزاروں گم گشتگانِ بادیہ کفر وضلالت کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرتے ہیں اور اُن کے سینوں کو نُورِ معرفت سے منور کرتے ہیں۔ وسطی پنجاب میں اُس وقت آپ کی ولایت وکرامت کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ آپ کے ہی دم قدم سے خانقاہ سندھیلیانوالی شریف کی شہرت برصغیر پاک و ہند میں عام ہوئی۔ یہاں سے فیوض وبرکات کے چشمے ہر طرف جاری ہوئے اور لوگوں کی زبانوں پر قطب، قطب، قطب کے نعرے بلند ہوئے، آپ شخصیت ساز اور معمارِ کردار ہستی تھے، آپ کی نگاہِ ولایت نے سینکڑوں متوسلین کو اطاعتِ الٰہی واتباعِ رسول کا عملی نمونہ بنا دیا۔ درجنوں خانقاہیں آپ کی نسبت سے وجود میں آئیں، مریدین کا حلقہ اسقدر پھیلا کہ سلسلہ قادریہ میں ایک نئی شاخ ''قطبیہ'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ پنجاب کے ہر شہر اور قصبہ میں آپ کے وابستگانِ سلسلہ موجود ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے ایک مرتبہ خانقاہِ منگانی شریف حاضری کے موقع پر بتایا کہ میرے ننھیال بھی حضرت قطبِ عالم پیر محلویؒ کے دامنِ کرم سے وابستہ تھے۔ آپ کے وجودِ مسعود سے وسطی پنجاب میں سلسلہ قادریہ کو بہت فروغ حاصل ہوا۔

فیضانِ الٰہی کا جو چشمہ حضرت قطبِ عالمؒ کی ذات بابرکات سے جاری ہوا، وہ آپ کے بعد از وصال بھی بدستور رواں دواں ہے اور خلقِ خدا روز افزوں تعداد میں دربارِ قطبیہ پر حاضر ہو کر فیض یاب ہو رہی ہے۔ خانقاہ منگانی شریف بھی وطنِ عزیز میں حضرت قطبِ عالمؒ کے عرفانی چشموں میں سے ایک چشمہ ہے جو نہ صرف پاکستان بلکہ یورپ میں بھی حضرت قطبِ عالمؒ کے پیغام اور فیضان کا امین ہے۔ اس خانوادہ کے جدامجد حضرت خواجہ حافظ گل محمد قطبی قادری وہ مردِ کامل تھے جنہیں فیضانِ قطبیہ سے مالامال کرنے کیلئے حضرت قطبِ عالمؒ نے خود اپنے فیض یافتہ ابدال حضرت سائیں محمد رمضانؒ کی ڈیوٹی لگائی اور فرمایا ''پہاڑوں کی طرف چلے جانا وہاں ایک شہباز پَر نکال رہا ہوگا۔ اس کو پکڑنا اور میری امانت پہنچانا'' اسی نسبت سے حضرت حافظ پاکؒ اپنے خاندانِ طریقت میں ''شہبازِ قطبیہ'' کے لقب سے معروف ہوئے۔ حضرت حافظ پاکؒ نے اسی ابدالِ وقت کی مست و بے خود نگاہوں سے حضرت قطبِ عالمؒ کا روحانی فیض پایا اور آپ ہی دہڑ شریف اور سلسلہ قطبیہ میں وابستگی کا ذریعہ بنے۔ حضرت حافظ پاکؒ علوی النسب ایک معزز گھرانے کے چشم و چراغ تھے آپ کا شجرۂ نسب چھتیس پشت میں حضرت غازی عباس علمدار بن امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے آپ کے اجداد میں سے حضرت عون قطب شاہ علوی پہلے بزرگ تھے جنہیں حضور سیدنا غوث الاعظمؒ نے خرقۂ خلافت دے کر برصغیر پاک وہند میں تبلیغ واشاعتِ

اسلام کیلئے روانہ فرمایا تھا حضرت حافظ پاکؒ نے اپنی بقیہ ساری زندگی حضرت قطب عالمؒ کے پیغام اور فیضان کو عام کرنے میں گزاری حتیٰ کہ آخری ایام میں بھی گاہے بگاہے "قطب، قطب، قطب" کے نعرے خاص وجد و کیف میں زبان مبارک سے جاری ہوتے رہے۔ 1954ء میں آپ کے بعد از وصال فرزندِ اکبر و جانشینِ صادق حضرت سائیں پیر محمد کرم حسین قادری المعروف حضور قبلہ عالم منگانویؒ اپنے والدِ ماجد کی وصیت کے مطابق مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے، حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی بیعت و خلافت حضرت سید سردار علی شاہ بخاری دہڑویؒ سے تھی جو شیرِ یزدانی حضرت سید شیر محمد گیلانی فتحپوریؒ کے خلیفہ ارشد اور اپنے دادا مرشد حضرت قطب عالمؒ کے بھی اجازت یافتگان میں سے تھے۔

حضور قبلہ عالم منگانویؒ جب اپنے والدِ ماجد کی مسند پر فائز ہوئے تو آپ کے مرشدِ کامل حضرت اقدس دہڑویؒ نے اپنی موجودگی میں آپ کو حضرت سائیں جیون سلطان سجادہ نشین میرک شریف کے سامنے پیش کیا اور فرمایا، ان پر مزید کرم نوازی فرمائیں تاکہ ان کے والد اور میں نے جو امیدیں ان سے وابستہ کر رکھی ہیں ان پر پورا اتریں لہٰذا انہوں نے بھی خرقہ خلافت عطا فرمایا پھر ایک جہان نے دیکھا آپ کے بزرگوں نے فقر و عرفان کا جو چشمہ آپ کے وجود میں دیکھا تھا وہ اس طرح جاری ہوا کہ ہزار ہا مخلوقِ خدا آپ کے فیوض و برکات سے سیراب ہوئی۔ حضور قبلہ عالم منگانویؒ عہد قریب میں حضرت قطب عالمؒ کے سلسلہ فیض یافتگان میں نمایاں شخصیت گزرے ہیں۔ آپ کے روحانی کمالات اور فیوض و برکات سے کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ آپ مسیحائے نفس اور فقرِ غیور کے سچے علمدار تھے۔ آپ کی شخصیت علم و عمل کا مرقع اور سراپہ رشد و ہدایت تھی بڑے بڑے مشائخ و علماء نے آپ کے روحانی کمالات کا اعتراف کیا۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ فرمایا کرتے "پیر کرم حسین کامل ولی اللہ ہیں" مزید ڈاکٹر امیر الدین صاحب سے فرمایا "تیرا پیر اور میں ایک دوسرے سے جدا نہیں، ایک جان دو قالب کے مترادف ہیں" مخدومِ ملت حضرت پیر سید اسرار حسین شاہ بخاری سجادہ نشین ثانی دربار قطبیہ بھی آپ سے نہایت محبت و عنایت رکھتے۔ ایک مرتبہ اپنے دُرویش میاں احمد بخش سے فرمایا "سندھیلیانوالی شریف تمہارے گھر سے دور ہے اور منگانی شریف نزدیک ہے۔ تیرے پاس کرایہ نہ ہو تو پیر کرم حسین کے پاس چلا جایا کر۔ تیرے لیے کرم حسین ہی اسرار حسین ہے۔" ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ فرمایا کرتے "پیر محمد کرم حسین ہمہ صفت موصوف شخصیت تھے۔ میں نے اُن جیسے اولیاء بہت کم دیکھے ہیں"۔

حضور قبلہ عالم منگانویؒ کی نشست و برخاست، ظاہر و باطن بلکہ ہر بات قرآن و سنت اور پیروئ اسلاف کا مکمل نمونہ تھی۔ آپ نے زندگی بھر اس خلوص و محبت سے تعلیماتِ اسلام کا پرچار کیا کہ سینکڑوں غافل، بے عمل مسلمانوں کو اپنی نگاہِ ولایت سے پاکیزہ زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھا دیا۔

1991ء میں آپ کا وصال ہوا تو آپ کے فرزندِ اکبر و جانشینِ صادق حضرت سائیں پیر محمد مظہر حسین قادری اپنے بزرگوں کی مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے۔ آپ علم و عمل کا حسین امتزاج، بیک وقت عالم و عارف اور سلسلہ قطبیہ میں ہر دل عزیز شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ کے عہد سجادگی میں خانقاہ منگانی شریف کو اللہ رب العزت نے بہت عروج عطا فرمایا ہے۔ خانقاہ پر کئی شعبہ جات قائم ہو گئے ہیں جو کامیابی کے ساتھ اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ملک بھر میں رفاہی کاموں کا بھی ایک نیٹ ورک بڑی خوش اسلوبی سے چل رہا ہے۔

آپ کے برادرِ اصغر حضرت سائیں پیر محمد طاہر حسین قادری نے اپنے سلسلہ طریقت قادریہ قطبیہ کی علمی خدمات کے لئے خود کو وقف کر رکھا ہے۔ اُن کی تصانیف کی تعداد پچاس سے تجاوز کر گئی ہے اس کے علاوہ متعدد شعبہ جات کے بھی وہ روحِ رواں ہیں۔

ایوانِ کرم:۔ یہ میوزیم ہے جس میں رسول اللہؐ، اہلبیتِ پاک، صحابہ اکرام، اور مشائخ قادریہ قطبیہ کی استعمال شدہ چیزیں اور یادگاریں محفوظ کی گئی ہیں۔

قطبِ عالم ریسرچ سنٹر:۔ اس میں سلسلۂ قادریہ قطبیہ کے اہم مخطوطات رکھے گئے ہیں اور ان پر کام ہو رہا ہے تا حال مشائخ قادریہ کے تین فارسی مخطوطات کا اردو میں ترجمہ ہو رہا ہے۔

کتابخانہ ابنِ کرم:۔ اس میں تا حال آٹھ ہزار کتب موجود ہیں۔ سلسلۂ قادریہ اور متوسلین قطبیہ کی علمی خدمات کو زیادہ سے زیادہ یہاں محفوظ کیا جا رہا ہے تا کہ برصغیر پاک و ہند میں قادریت کی ترویج اور پنجاب میں خانوادۂ قطبیہ کی علمی وادبی اور ملی خدمات پر کوئی اہلِ علم کام کرنا چاہے تو اسے ایک ہی جگہ پر اس سلسلۂ شریفہ سے متعلق تمام ماخذ و مصادر مہیا ہو سکیں۔

''آئینہ کرم'' کے نام سے ایک مجلہ 1999ء سے برابر شائع ہو رہا ہے جو افکارِ قادریہ قطبیہ کی ترجمانی کے فرائض انجام دے رہا ہے، پیر بھائیوں کی ایک تنظیم بھی ''قادریہ آرگنائزیشن کے نام سے مسلسل خدمات انجام دے رہی ہے۔ حفظ القرآن کا شعبہ خانقاہ پر 1976ء سے قائم ہے اور اب تک کثیر تعداد میں حفاظ کا قافلہ رواں دواں ہے۔ ریاض الکرم اسلاملک اکیڈمی نے بھی گزشتہ سال سے اپنا کام شروع کر دیا ہے، جہاں عصری علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ خانقاہ کے اداروں کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہاں پر طلبہ سے کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ تعلیم، کتابیں، رہائش اور طعام کی سہولیات مفت مہیا کی جاتیں ہیں مقصد صرف خدا اور رسول کی خوشنودی ہے اللہ رب العزت اپنے محبوب پاکؐ کے وسیلہ جلیلہ سے ان تمام شعبہ جات کو اپنے نیک مقاصد میں کامیاب و کامران فرمائے اور حضرت قطب عالمؒ کے روحانی فیضان کے یہ چشمے ہمیشہ جاری و ساری رہیں۔

آباد یہ میخانے رہیں غوثِ جلیؒ کے
شاداب یہ گلشن ہوں شہِ قطب علیؒ کے
ہوں شاد چمن شیر محمدؒ سے ولی کے
شیروں پہ شرف رکھتے ہیں سگ جن کی گلی کے

سید رفاقت علی شاہ مشہدی کاظمی
اسلام آباد

خانوادۂ قطبیہ سے متعلق ایک تاریخی دستاویز کا اجمالی خاکہ

حضرت قبلہ عالمؒ کے خانوادہ عالیہ اور اس سے منسلک خلفاء ومسترشدین کی علمی وادبی اور دینی خدمات پر کئی کتب لکھی جاسکتی ہیں۔ راقم الحروف نے اس اہم کام کا ایک خاکہ بنایا ہے، جس میں ''لمعاتِ قطب'' اس سلسلہ کی پہلی جلد ہے، مزید عنوانات کی ترتیب اس طرح دی جاسکتی ہے۔

جلد دوم: حضرت قطب عالم کا سلسلۂ طریقت یعنی آپ کے شجرۂ پیران کا مکمل تذکرہ، راقم الحروف یہ کتاب تحریر کر چکا ہے۔

جلد سوم: حضرت قطب عالم کے آباؤ اجداد، راقم الحروف نے بابِ اوّل کی تکمیل کیلئے آپ کے آباؤ اجداد کا مختصر طور پر ذکر کیا ہے۔ ورنہ اُن پر تفصیلی کام کیا جاسکتا ہے۔ بیشتر بزرگ بہت معروف تھے۔ جن کی سیرت وسوانح پر کئی لوگ کام کر چکے ہیں۔

جلد چہارم: حضرت قطب عالم کے خلیفہء اعظم اور آپ کی اولاد کے پیرو مرشد، حضرت سید شیر محمد گیلانی فتحپوری کے احوال ومقامات، راقم الحروف ''تذکارِ شیر یزدانی'' کے نام سے یہ کتاب بھی تحریر کر چکا ہے۔

پنجم: سجادہ نشین اوّل حضرت پیر سید فضل حسین شاہؒ اور انکے خلفاء ومتوسلین کا تفصیلی تذکرہ۔

جلد ششم: حضرت قطب عالم کے حالات وکرامات جو لمعاتِ قطب کے بعد دستیاب ہوں، اور آپ کے خلفاء ومسترشدین کے مزید احوال۔

جلد ہفتم: سجادہ نشین ثانی حضرت پیر سید اسرار حسین شاہؒ، انکی اولادِ امجاد اور اجازت یافتگان کے حالات۔

جلد ہشتم: حضرت قطب عالم کے ایک واسطہ سے فیض یافتگان (خلفاء ونامور متوسلین)

جلد نہم: حضرت قطب عالم کے دو واسطہ سے فیض یافتگان (خلفاء ونامور متوسلین)

جلد دہم: حضرت قطب عالم کے تین واسطہ سے فیض یافتگان (خلفاء ونامور متوسلین)

یہ موجودہ دور تک ایک اِجمالی خاکہ ہے، آگے بھی بڑھایا جاسکتا ہے، اس کے علاوہ اور بھی پہلو ہیں جن پر کام ہوسکتا ہے، کوئی بھی چیز مشکل نہیں لیکن ''وفاداری بشرط استواری'' کے جذبے سے چلنا پڑے گا، راہیں خود بخود سامنے آتی جائیں گی، اللہ پاک کسی کی مساعی زائل نہیں فرماتا، غیب سے سامان مہیا کر دیتا ہے۔

سلسلہ قطبیہ سے منسلک سجادہ نشینان، صاحبزادگان، علماء وخلفاء اور تمام وابستگان سے ہماری گزارش ہے کہ مندرجہ بالا عنوانات سے متعلق جو بھی مطبوعہ یا قلمی مواد (بشمول ڈائریاں، تصاویر اور خطوط وغیرہ) آپ کے پاس ہوں یا آپ کے علم میں ہوں، ہمیں ضرور آگاہ فرمائیں تاکہ ان نوادرات کو آئندہ نسلوں کیلئے محفوظ کر لیا جائے، آپ جسقدر دلچسپی اور عملی تعاون کا مظاہرہ فرمائیں گے یہ اہم اور تاریخی کام اتنا ہی جامع اور تحقیقی انداز میں مرتب کیا جاسکے گا۔

حدیث پاک میں ہے **المومن کثیر با خیہ** (ایک مومن اپنے بھائی کے ساتھ مل کر کثیر ہو جاتا ہے) اپنے سلسلہ طریقت کی خدمت ہم سب پر یکساں فرض ہے، لہٰذا ہم اپنی بساط کے مطابق ایک دوسرے کے دست و بازو بنیں، جس گروہ میں اجتماعی اوصاف نہ پائے جائیں ان کا ہر شخص تنہا ہو جاتا ہے اور جہاں اجتماعی اوصاف ہوں وہاں ان کا ہر فرد نہ صرف دوسروں کیلئے طاقت بن جاتا ہے بلکہ خود بھی دوسروں سے قوت لیتا رہتا ہے۔

''قادریہ آرگنائزیشن'' کے نام سے ہم نے 1999ء میں ایک تنظیم بنائی جو گذشتہ سولہ سالوں میں 39 مجلات اور 25 کتب شائع کر چکی ہے، اب ہم نے قطبِ عالم ریسرچ سنٹر قائم کیا ہے جس میں فی الحال 8000 کتب و رسائل اور 50 کے قریب فارسی، اردو، پنجابی کے مخطوطات موجود ہیں، ان سے نہ صرف اپنے سلسلہ کے علمی و ادبی ذوق رکھنے والے افراد استفادہ کر رہے ہیں، بلکہ مختلف یونیورسٹیوں سے بھی سکالر آتے رہتے ہیں، ہماری اولین ترجیح برصغیر پاک و ہند میں وابستگانِ قادریہ کے علمی و ادبی ذخیرہ کو ایک جگہ اکٹھا کرنا ہے، اپنے مشائخ طریقت اور خانوادہ قطبیہ سے منسلک تمام حضرات کی کتب جمع کر رہے ہیں، تاکہ اس سلسلہ پر کام کرنے والوں کو ایک ہی جگہ پر تمام ماخذ و مصادر مہیا ہو سکیں، اللہ پاک ہمیں توفیق دے کہ یہ عظیم کام احسن انداز میں تکمیل پذیر ہو سکے۔ وابستگانِ قطبیہ میں سے کوئی خانقاہ یا متوسلین میں سے جو بھی شخص مندرجہ بالا عنوانات پر کام کرنا چاہے تو ہم دل و جاں سے معاونت کریں گے اور ان کو مطلوبہ جو بھی مواد ہمارے جمع کردہ ریکارڈ یا ریسرچ سنٹر میں ہوگا، استفادہ کیلیے دریغ نہیں کیا جائے گا، مقصد اپنے سلسلہ کی خدمت ہے، ویسے بھی درویشوں کو کام سے غرض رکھنی چاہیے نام سے نہیں، اللہ پاک ہمیں اخلاص نصیب فرمائے، آمین

دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی
حُسنِ جمالِ یار کے آثار ہی سہی

محمد طاہر حسین غفرلہٗ

رابطہ کیلئے فون نمبرز اور ایڈریس

سید رفاقت علی شاہ قادری
0300-954 8082
0333-512 1200

ساجد امتیاز قادری
0345-575 4914

دفتر، قادریہ آرگنائزیشن خانقاہ منگانی شریف
چک نمبر 171 ڈاکخانہ چک نمبر 214 تحصیل و ضلع جھنگ

قطب عالمؒ نور کے مینار ہیں انوار ہیں

قطب عالم نور کے مینار ہیں انوار ہیں
عالمِ علم شریعت عارفِ اَسرار ہیں

اول و آخر کی شان و باطن و ظاہر کی جان
قطب عالم دائرہ و مرکز و پرکار ہیں

نورِ چشمِ مصطفیٰؐ و مرتضےٰؓ و فاطمہؓ
حضرتِ حسنین و غوثِ پاکؒ کی دستار ہیں

ناز کرتی ہے ولائت خاص ان کی ذات پر
قطب عالمؒ نورِ اعظم کا حسین شاہکار ہیں

ان کے آگے رقص کرتی ہیں کراماتِ جہاں
ان کے چہرے پر جمالِ ذات کے انوار ہیں

پاک صورت، پاک سیرت، پاک فطرت، پاکباز
بادشاہانِ ولائت کے شہ و سردار ہیں

ایسے دلبر، دلرباء، دلدار کا کہنا ہی کیا
حضرتِ شیر محمدؒ جن کے عاشق زار ہیں

اُن کے در پر سرنگوں رہتے ہیں اقطابِ جہاں
قطب عالمؒ کے یہ سارے طالبِ دیدار ہیں

دیدہ ور ہی دیکھتے ہیں ان کے سر پر تاج خاص
وہ حریمِ ذات میں ہر وقت محوِ یار ہیں

آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے جو نیک بخت
دو جہاں میں شاد ہیں آباد ہیں سرشار ہیں

ان کی خاکِ نعل پا کُحل البصر نورِ نظر
اور شفا پاتے ہیں اس سے دل کے جو بیمار ہیں

جانتے ہیں مانتے ہیں راہروانِ راہِ عشق
قطب عالمؒ کاروانِ عشق کے سالار ہیں

اور بھی دربار ہیں سب لائق صد احترام
لائق صد رشک ہیں جو قادری دربار ہیں

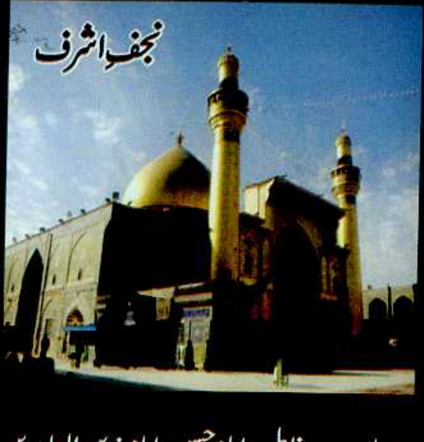
قطب عالمؒ اک اچٹتی سی نظر انوآر پر
ہم پُرانے آپ کے لنگر کے ریزہ خوار ہیں

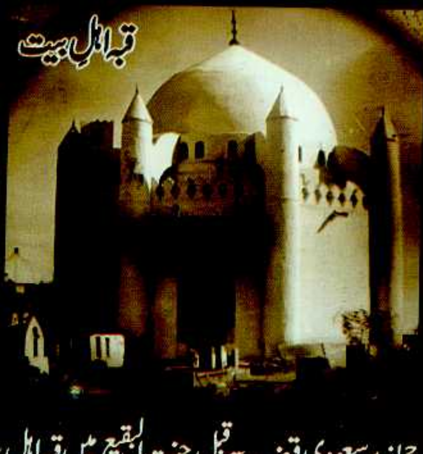
(پیر محمد انوار حسین جلوآنوی)

تصاویر

سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف



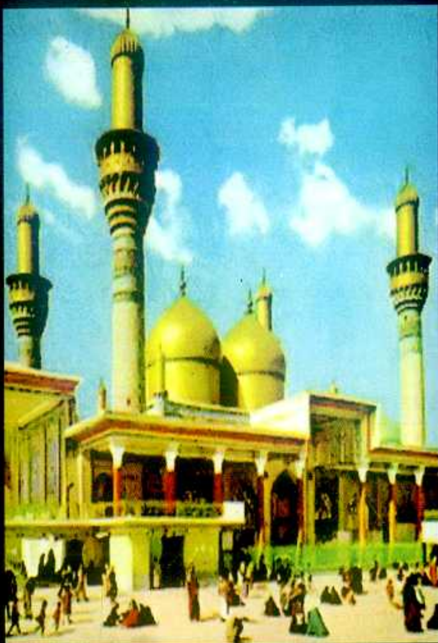




حجاز پر سعودی قبضہ سے قبل جنت البقیع میں قبہ اہل بیت جہاں سیدہ فاطمہ، امام حسن، امام زین العابدین
امام محمد باقر، امام جعفر صادق اور حضرت عباس (عمِ رسول اللہ) مدفون ہیں



روضہ سیدنا امام حسین (کربلا معلٰی) عراق



روضہ امام موسیٰ کاظم، امام محمد تقی (کاظمین شریفین) عراق



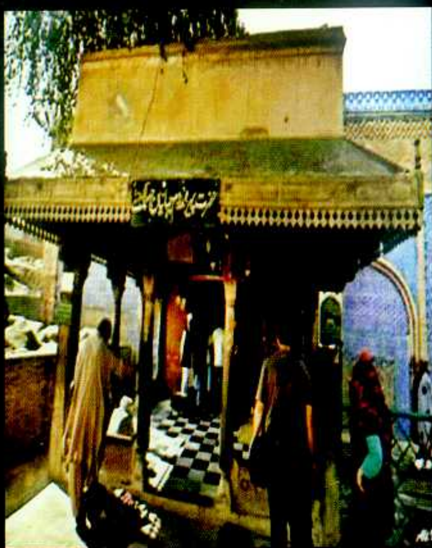
روضہ امام علی رضا (مشہد مقدس) ایران



روضہ امام علی نقی (سامرہ شریف) عراق



دربار سید جلال الدین سرخ پوش بخاری (اوچ شریف)



دربار مخدوم جہانیاں جہانگشت (اوچ شریف)



مقام بنیاد پیر محل



دربار پیر امام شاہ، پیر اکبر شاہ و پیر فتح شاہ (قبرستان پرانا پیر محل)



پرانی مسجد اور دربار



موجودہ مسجد اور دربار



مزارات شریفہ (درمیان میں حضرت قطبِ عالم، دائیں پیر فضل حسین اور بائیں پیر اسرار حسین آرام فرما ہیں)



سجادہ نشین دربار قطبیہ اپنے فرزند اور پوتے کے ہمراہ



مخدوم زادہ علی بابا اور انکے ماموں سید یوسف رضا گیلانی



حضرت سجادہ نشین سے لمعات قطب کی اجازت کا منظر



مخدوم زادہ علی بابا اپنے فرزند کے ہمراہ

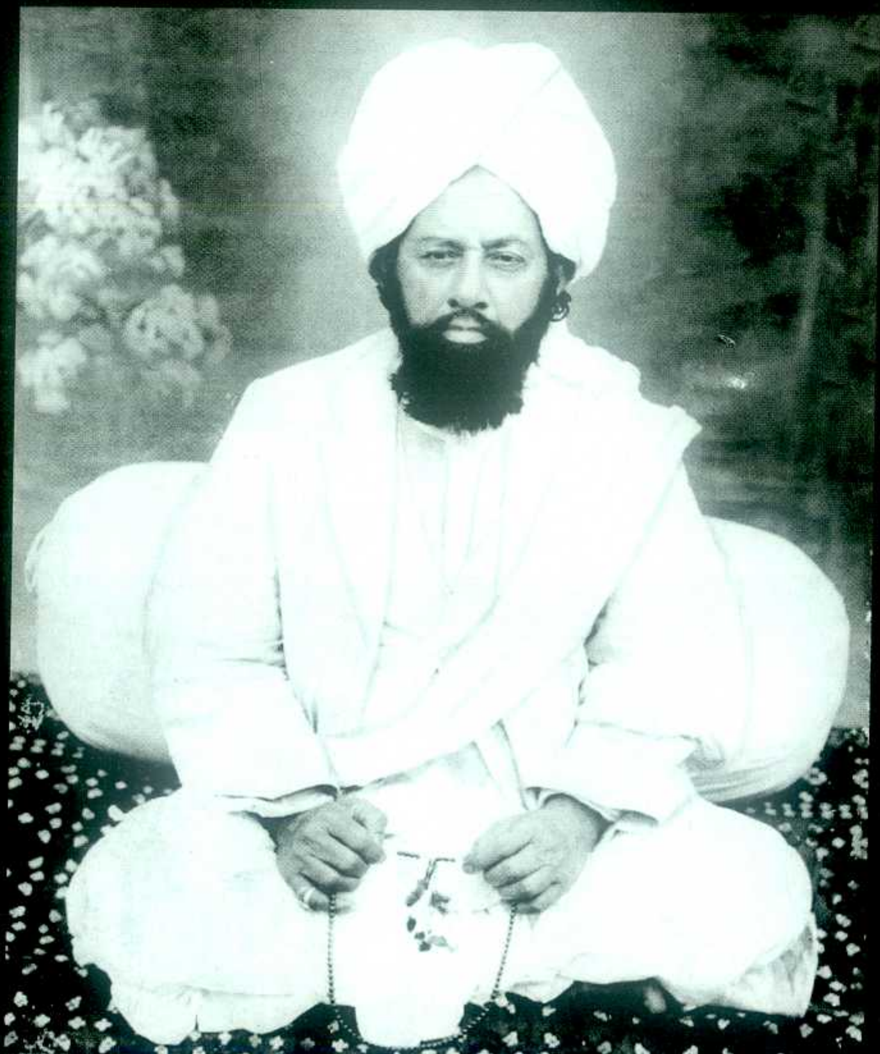


لمعات قطب کے بارے ایک مشاورت



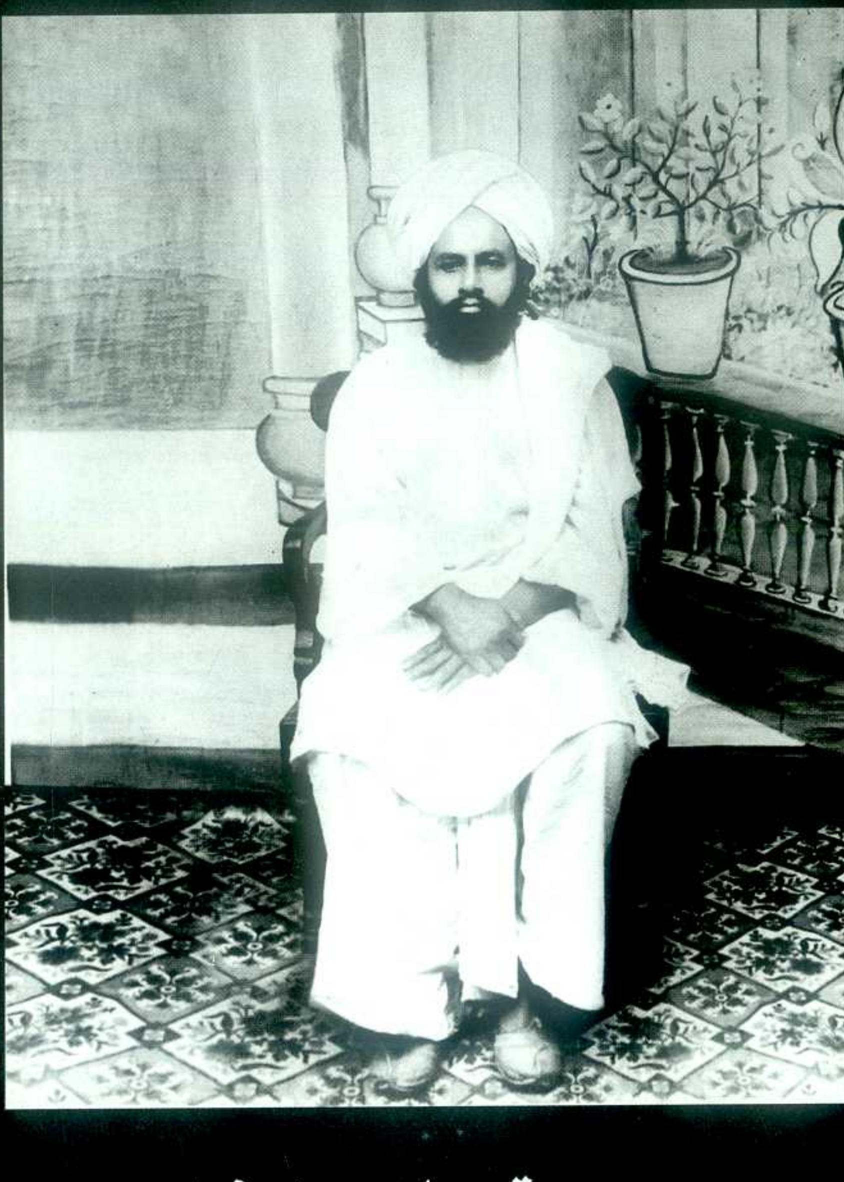
مخدوم زادہ علی بابا منگانی شریف آمد کے موقع پر

بخُدا کہ رشکم آید بدو چشمِ روشنِ خُود
کہ نظر دریغ باشد بچنیں لطیف روئے



حضرت پیر سید قطب علی شاہ بخاری پیر محلوی

ہمہ شہر پُر ز خوباں منم و خیالِ ماہے
چہ کنم کہ چشم خُوش خُو نکُند بکس نگاہے



حضرت پیر سید قطب علی شاہ بخاری پیر محلوی

ہم عصر بزرگان جن سے مخلصانہ روابط اور ملاقات کی اطلاع ملتی ہے



حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی
سجادہ نشین تونسہ شریف



حضرت خواجہ غلام فرید
سجادہ نشین کوٹ مٹھن شریف



حضرت مخدوم **محمد صدر الدین گیلانی**
سجادہ نشین دربار پیر پیراں ملتان

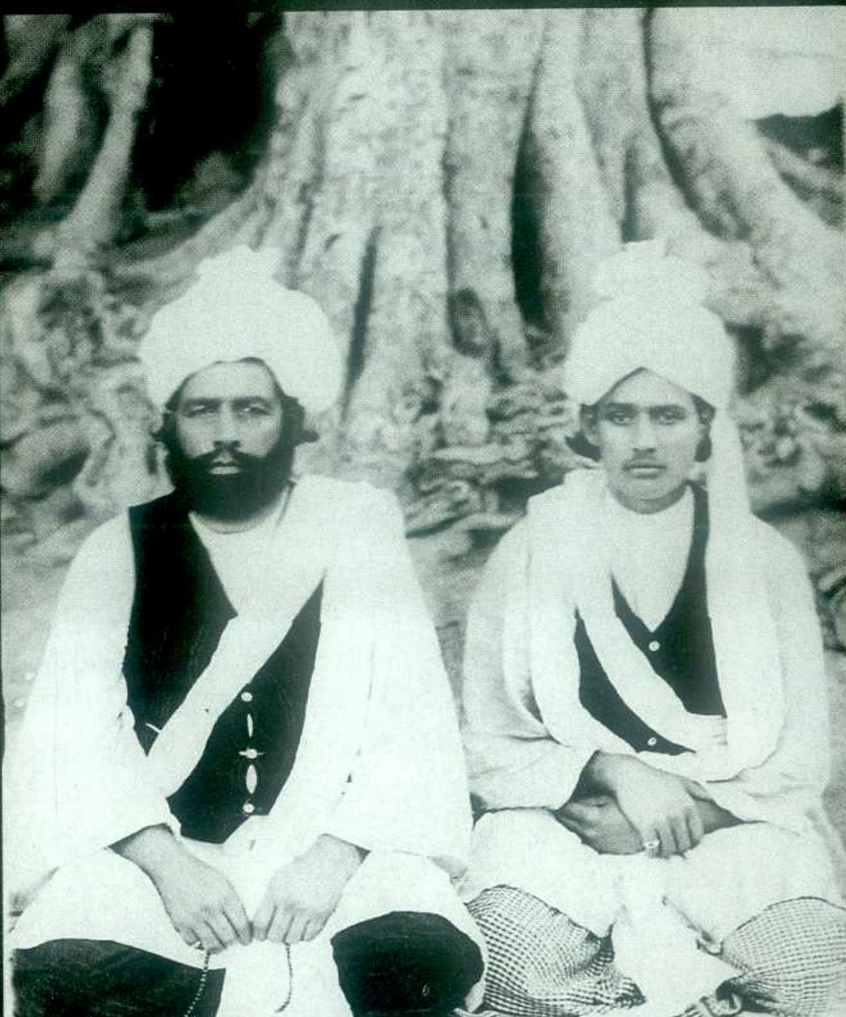


حضرت پیر سید مہر علی شاہ
گولڑہ شریف



حضرت امام احمد رضا خان
بریلی شریف

بسیار دِیدہ ام کہ یکے را دو کرد تیغ
تلوارِ عشق بیں کہ دو کس را یکے کُند



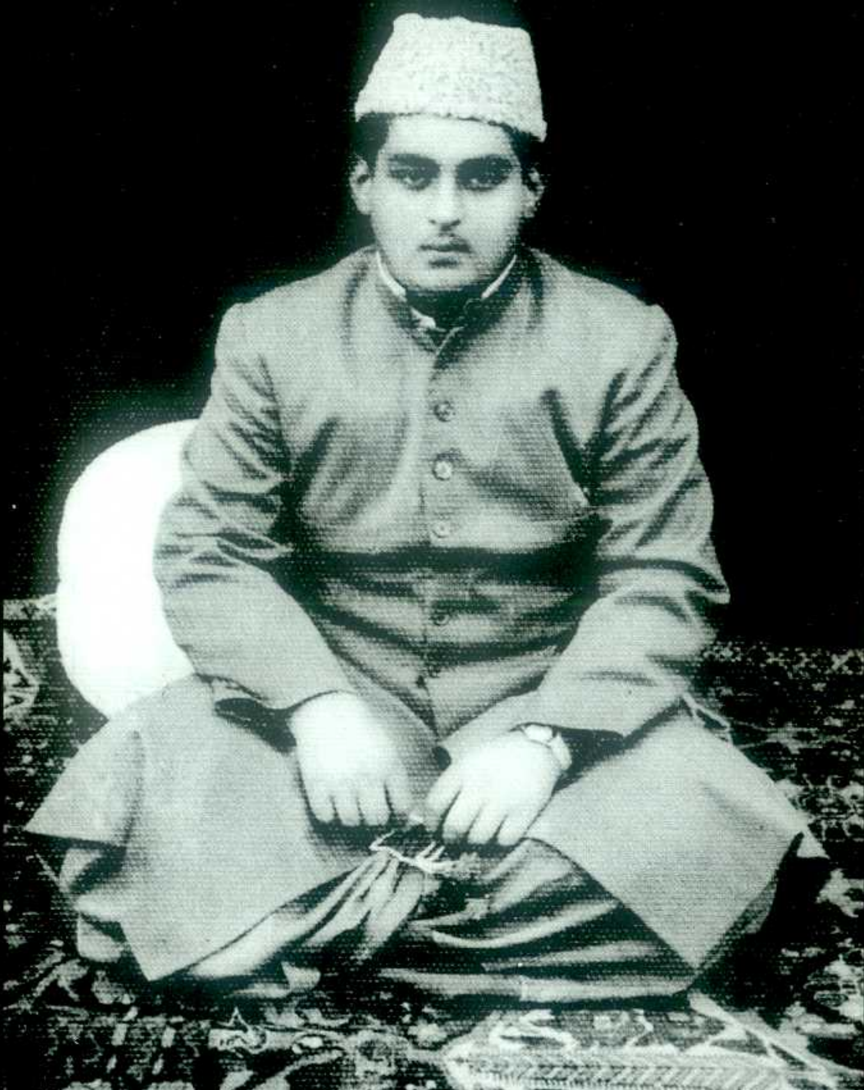
حضرت سید شیر محمد گیلانی اپنے اکلوتے فرزند پیر سید غلام رسول شاہ کے ہمراہ

بقدرِ ظرف ملتی ہے ہر اک کو دولتِ مستی
درِ پیرِ مُغاں سے کب کوئی ناکام جاتا ہے



حضرت پیر سید فضل حسین شاہ

کب لباسِ دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر
جامۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا



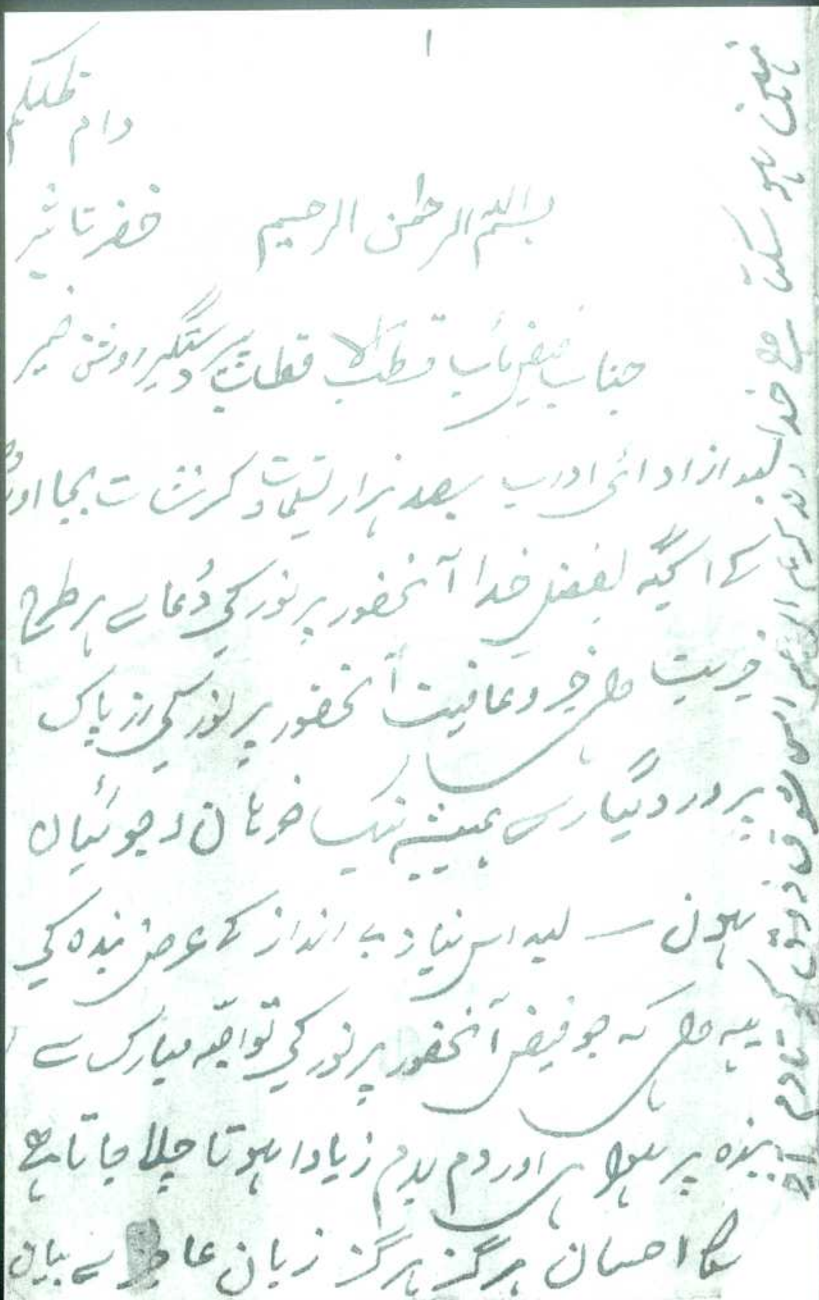
مخدوم پیر سید اسرار حسین شاہ
(سجادہ نشین ثانی دربار قطبیہ وسابق سینیٹر)

مکتوب حضرت سید قطب علی شاہ بخاری پیر محلویؒ

تعالیٰ
بخدمت جناب مخدومی مکرمی نواب سعادت علی خان صاحب مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ چونکہ آپ نے مجھ کو مناظرہ کرنے کی بابت نہایت مجبور کیا ہے
لیکن میں اس کو اچھا نہیں سمجھتا ہوں کہ مناظرہ میں اکثر تعصب اور ضد بڑھ کے ہدایت
کم یا مشکل ہے لیکن اگر پھر مناظرہ کا اشتیاق ہے تو جو تجویز آپ نے بنواب لطف الرحمٰن
بھیجی ہے آپ چند علما بلوا کر اور مسائل جواب طلب دیدیویں تو بعد تحقیق
منصف جو ہو اسی میں ہمارا تمہارا فیصلہ ہو سکتا ہے اور اس طرح آپکی طبع کا
جوش رفع نہیں ہوتا اگر آپ ہمارے مقابل مناظرہ ہی کرنا چاہتے ہیں تو ہم
مناظرہ ان چند شرائط کے ساتھ منظور کرتا ہوں یعنی دو شرائط یہ ہیں نمبر
وار منصف مقرر ہوں ایک دوسرے کو رد کرنے نہ دیگی اول ایک منصف غیر مذہب کا
دیانتدار اور عالم صاحب عقل مجوزہ کیا جاویگا اور اس کا فیصلہ فریقین یعنی
اہل سنت جماعت و اہل شیعہ کو ہر طرح منظور کرنا پڑیگا دوم جو فریق از
روئے فیصلہ منصف کے جھوٹا ہوگا وہ دوسرے فریق کا مذہب اختیار کریگا
نہیں تو وہ اپنا مذہب باطل تصدیق کر کے مبلغ پانچ صد روپیہ بطور ہرجانہ دوسرے کو
دیدیوے ورنہ دوسرے کو نالش کر کے روپیہ وصول کرنے کا اختیار ہوگا سیوم
مناظرہ خلافت کی بابت ہوگا جو آپ نے فرمایا تھا کہ بحث صرف خلافت
کی بابت ہو اچھا ہمکو یہ بھی منظور ہے کیونکہ اگر خلافت خلفائے ثلاثہ کا
حق ثابت ہوا تو ہم سب لوگوں کے مقابل باطل ہونگے اور اگر خلافت

مکتوب حضرت سید شیر محمد گیلانی فتحپوریؒ



١

دام ظلکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم   خضر تاثیر

جناب فیض مآب قطب الاقطاب پیر دستگیر روشن ضمیر

بعد از ادائی ادب بصد ہزار تسلیمات و کورنشات بجا آور

کہ اگرچہ بفضل خدا آنحضور پرنور کی دعا سے ہر طرح

خیریت حالی و عافیت آنحضور پرنور کی زیر پاک

پروردگار سے ہمیشہ نیک خواہان دعو گویان

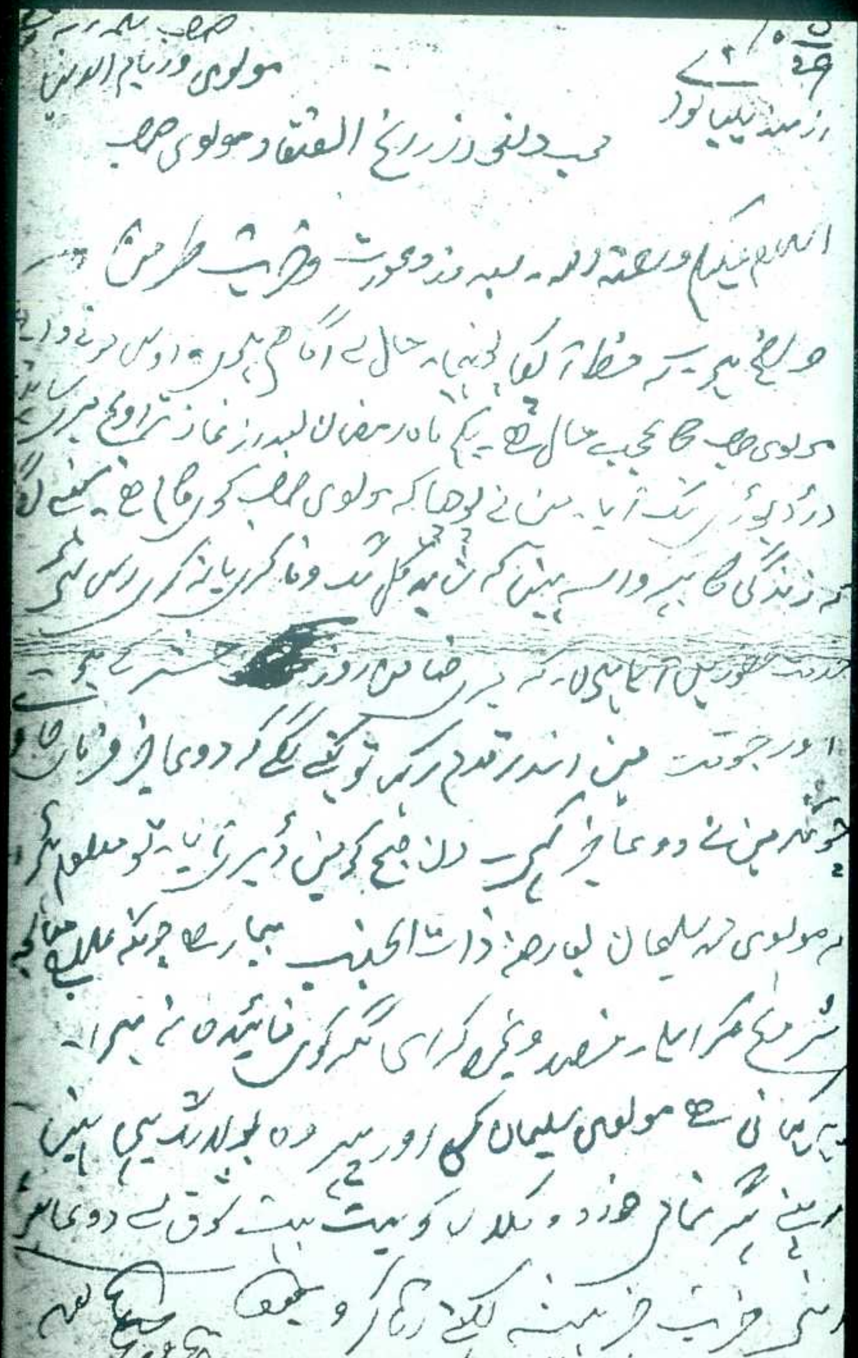
ہوں ــ لیکن اس نیاز بے اندازہ کے عرض بندہ کی

یہ حالت ہے جو فیض آنحضور پرنور کی توجہ مبارک سے

بندہ پر ہوا ہے اور دم بدم زیادہ ہوتا چلا جاتا ہے

اس کا احسان ہرگز زبان عاجز سے بیان

مکتوب حضرت سید فضل حسین شاہؒ



از مسند کلیانور

مولوی نور ... الدین

محب دلی ... مولوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعدہ ... خوشی ...

... آج تک آپ کا کوئی حال سے آگاہی نہیں ... اور ...

مولوی صاحب کا عجیب حال تھا ایک ماہ رمضان بعد از نماز تراویح میرے

دروازے تک آیا میں نے پوچھا کہ مولوی صاحب کہاں جا رہے ہیں کہنے لگے

کہ زندگی کا ... وہاں ... کر ... رہیں گے

... میں آیا ... خدا حافظ ...

اور جو وقت میں اندر قدم رکھا تو کہنے لگے کہ دو ماہ ... وہاں جاؤ

جو ... میں نے دو ماہ ... دل جمع کر ... تو ...

مولوی محمد سلیمان ... ذات الجنب بیمار ... علاج

... کوئی فائدہ نہ ہوا

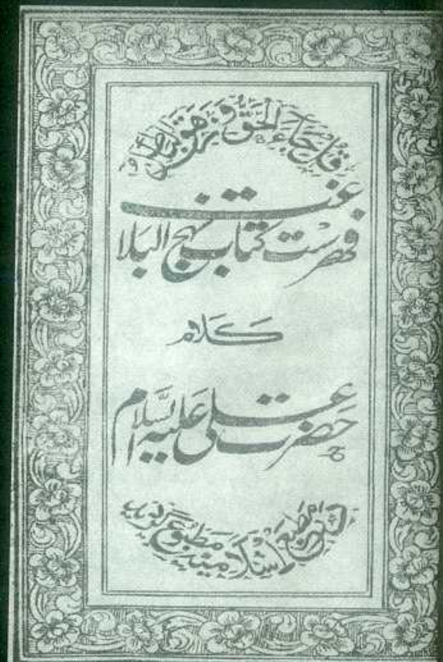
... مولوی سلیمان کی اور ...

... بہت بہت شوق سے دعا

... لکھے ... فقط

...

تصنیفاتِ عالیہ حضرت قطبِ عالم



قل جاء الحق و زهق الباطل

فہرست کتاب نہج البلاغت

کلام

حضرت علی علیہ السلام



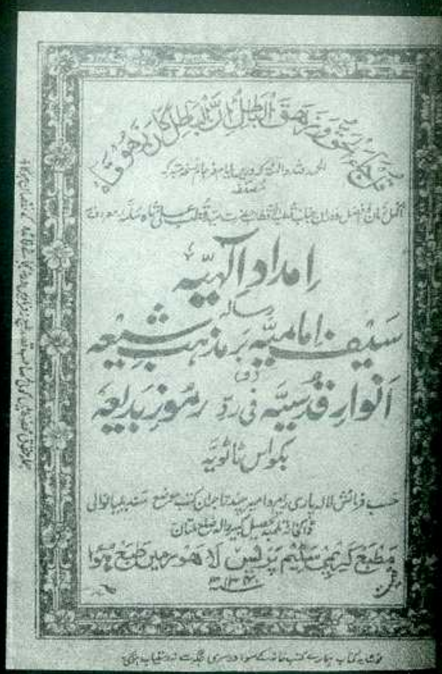
شوائط البرقانی فی ردّ رمی الجمرات

و

رحمۃ المطرات لسنۃ والجماعات

اشتہار عام

اشتہر مصنف کتاب



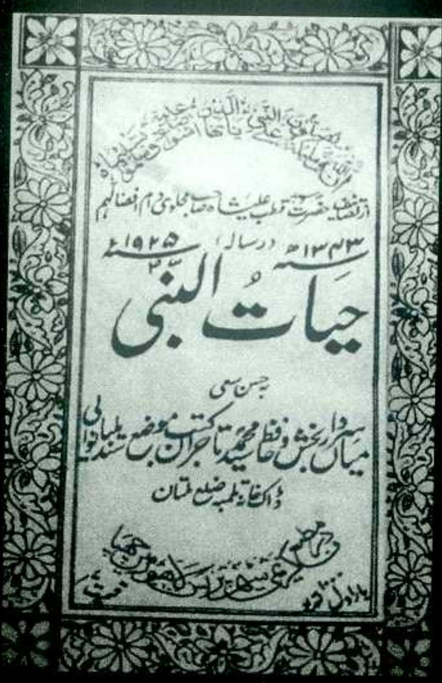
امدادِ الٰہیہ

رسالہ

سیفِ امامیہ بر مذہب شیعہ

انوارِ قدسیہ فی ردِّ رموزِ بدیعہ

بجواب ثانویہ



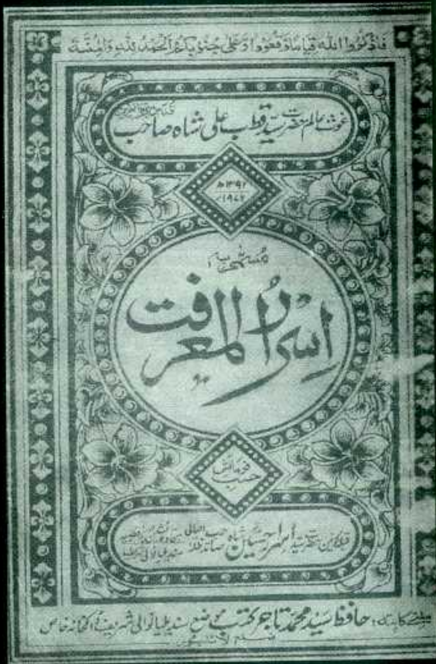
رسالہ

حیاتُ النبی

ڈاکخانہ تلمبہ ضلع ملتان

تصنیفاتِ عالیہ حضرت قطبِ عالم

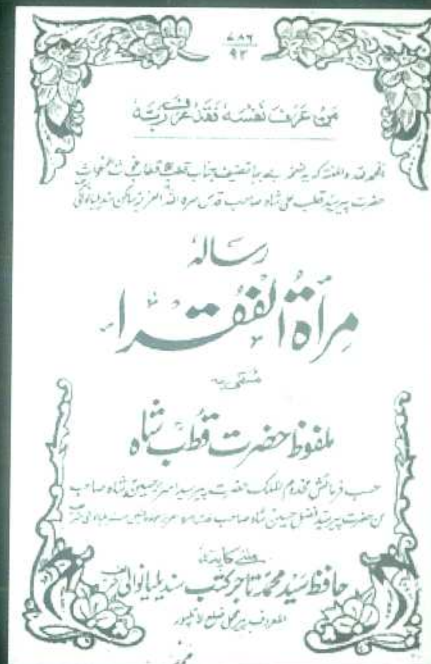








حضرت قطبِ عالم سے متعلق کتب



من عرف نفسہ فقد عرف ربہ

رسالہ

مراۃ الفقرا

مسمی بہ

ملفوظ حضرت قطب شاہ

حافظ سید محمد تاجر کتب سندیلیانوالی



ذکر حالات وفات جناب قطب الاقطاب

حضرت سید قطب علی شاہ صاحب بخاری

الموسومہ

وصال نامہ



اذا جاء اجلھم لا یستأخرون ساعۃ ولا یستقدمون

وفات

حضرت بابرکت جناب پیر ولایت پیر

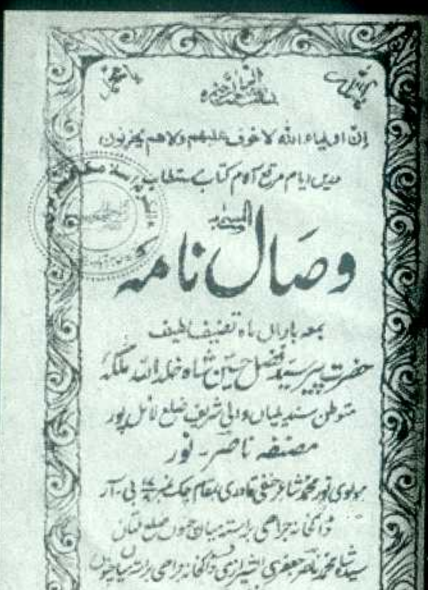
سید قطب علی شاہ صاحب مرحوم

بارگاہ سندیلیانوالی پیر محل ضلع ملتان

من تصنیف

قاضی الٰہی بخش متخلص حاضر

قبلہ عالم پیر سید فضل حسین شاہ صاحب سجادہ نشین



ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

السید

وصال نامہ

بمعہ بارہ ماہ تصنیف لطیف

حضرت پیر سید فضل حسین شاہ خلد اللہ ملکہ

متوطن سندیلیاں والی شریف ضلع لائل پور

مصنفہ ناصر نور

ضلع ملتان

Hazrat Qutb-e Alam (R.A)

At a time when the empire of Islam, which had ruled the Indian subcontinent for centuries, was breathing its last, an outstanding individual was born to a family from among the prophetic household (bukhari sadat) at Pir Mahal in the district of Toba Tek Singh, in the province of Punjab. Today that individual is remembered by the name of Hazrat Qutb-e Alam Pir Sayyid Qutb Ali Shah Bukhari Qadri (1849-1927).

Hazrat Qutb-e Alam (R.A) attained a lofty station in knowledge and discernment, spiritual awakening and divine recognition. He was not a customary heir of a spiritual tradition (sajjadah nashin), rather he himself was a profound traveller in the path of Islamic spirituality (ihsan). He was no doubt a genuine reflection of his noble forefather Hazrat Makhdum Jahaniyan Jahangasht (R,A) and a spiritual heir to the tradition of the great torchbearer of the Qadiri Spiritual Path, Mahbub-e Subhani Hazrat Sayyiduna Ghawth al-A'zam (R.A). He embodied both the sciences of the Sacred Law (shari'at) and the disciplines of the Spiritual Path (tariqat), and he was an eminent spiritual guide in his age.

Illustrious books authored by Hazrat Qutb-e Alam (R.A) provide an insight into his intellectual and spiritual standing, and even today they provide guidance to followers of the Spiritual Path pointing towards the balanced and moderate way of the Sacred Law. The beneficence of Hazrat Qutb-e Alam (R.A) spread in all four directions, in particular the province of Punjab and nearby regions benefitted immensely from his disciples, followers and spiritual representatives (khulafa). Many Spiritual Centres (khanqah) came into existence due to his connection and thousands of thirsty lay people began pursuing the Straight Path (sirat-e mustaqim).

Comprehensively examining the life of Hazrat Qutb-e Alam (R.A), it becomes possible to summarise his life, services and contributions into four key objectives:

- To promote and develop the Qadiri Spiritual Path in the province of Punjab and nearby regions.
- To engage in intellectual and literary efforts to counter new sectarian divisions arising amongst the Muslims in these areas.
- To provide material and moral support for the welfare and betterment of the oppressed local population in these deprived areas.
- To present the teachings, intricacies and mannerisms of Sufism (Tasawwuf) through literary works, poetic odes and recording of statements reflecting Sufi wisdom.

